بسنت کی بہار

{از جناب فکر ایم اے}

زبانِ بلبلِ گلشن ہے ترجمانِ بسنت
کلی کلی میں ہے بستہ داستانِ بسنت

فلک پہ عکس فگن ہے چمن کی رنگینی
بیاں ہو نہیں سکتی ہے عز و شانِ بسنت

ہجوم لالہ و گل میں صبا ہے رقص کناں
عجیب شان سے آیا ہے کاروانِ بسنت

بہار ہے کہ پیامِ حیات و دعوتِ روح
گلوں کا جلوہ رنگیں ہے یہ کہ جانِ بسنت

پلائے جائے مجھے ساقی شرابِ حریت
سمجھ سے شیخ کی باہر ہے چیستانِ بسنت

مرا خیال نہ جانے مجھے کہاں لیجائے
لگا ہے کشتیِ رنگیں پہ، بادبانِ بسنت

کسی حسین نے شاید نقاب الٹی ہے
ہزار رنگ سے معمور ہے جہانِ بسنت

چمن میں پھولوں کی کثرت سے یہ نمایاں ہے
حسینوں کا کوئی جھرمٹ ہے میہمانِ بسنت

یہ کیا کہ فکر نے تعریف کی بسنت کی آج
زمانہ روزِ ازل سے ہے مدح خوانِ بسنت

آج ـــــ کی ـــــ خبریں

ریاست اوندھ میں ذمہ دار حکومت کا قیام

دارالخلافہ میں جشن۔ کانگریسی لیڈروں کی شرکت

بمبئی۔ ۲۲ر جنوری۔ آج ریاست اوندھ کے ۷۶ ہزار باشندوں کے لئے خوشی اور جشن کا دن ہے۔ آج انکے حکمران نے انھیں ذمہ دار حکومت عطا کر دی ہے۔ ریاست کا دارالخلافہ دلہن بنا ہوا ہے۔ شہر میں جا بجا دروازے بنائے گئے ہیں اور ہر مقام پر جھنڈے لہرائے گئے ہیں اور اس موقعہ کے لئے خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ آج بعد دوپہر سٹیٹ کونسل کا اجلاس ہو رہا ہے جسمیں آئینی بل کی تیسری خواندگی پاس ہو جائے گی۔ اس موقعہ پر آنریبل مسٹر بی۔ جی کھیر وزیر اعظم بمبئی، مسٹر شنکر راؤ دیو، مسٹر گنگا دھر راؤ دیش پانڈے اور دیگر سرکردہ کانگریسی لیڈران بھی ۔۔۔ تشریف فرما ہونگے۔ دور دراز دیہاتوں سے کسان جوق در جوق دارالخلافہ پہنچ رہے ہیں۔ شام کو ایک عظیم الشان عام جلسہ میں راجہ صاحب اوندھ ذمہ دار حکومت عطا کئے جانے کی رسم کا افتتاح کریں گے۔ اور سرکردہ کانگریسی لیڈران اس موقعہ پر تقریر کریں گے۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ راجہ صاحب نے ذمہ دار حکومت کا اعلان یکم دسمبر کو کیا تھا اور پنچایت سسٹم کے مطابق تمام تفصیلات شائع ہو چکی تھیں۔ (ا۔ پ)

آسنسول میں فرقہ وارانہ جھگڑا

ایک ہندو ہلاک۔ ۱۸ ہندو مسلمان زخمی

آسنسول۔ ۲۱ر جنوری۔ گذشتہ شب یہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا جس کے دوران میں ایک دوسرے پر پتھر پھینکے گئے اور لاٹھیوں سے حملے بھی کئے گئے جس سے طرفین کے اٹھارہ آدمی زخمی ہو گئے اور ایک ہندو ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد دو ماہ کے لئے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا گیا جس کی رو سے لاٹھی اور ہتھیار لے کر چلنا اور پانچ آدمیوں سے زیادہ کا مجمع خلاف قانون قرار دیدیا گیا۔ سرکردہ افسران موقعہ پر آگئے اور صورت حالات پر قابو پا لیا اور پولیس کے وسیع انتظامات کر دیئے۔ طرفین کے سرکردہ لوگوں کی ایک میٹنگ ہوئی جس کے بعد ایک مصالحتی کمیٹی بنائی گئی۔ اس وقت صورت حالات پر امن ہے اور کوئی نیا واقعہ نہیں ہوا ہے۔ (ا۔ پ)

کلکتہ میں چیچک کی وبا

مسافروں کے خلاف ٹیکہ کی پابندیاں

نئی دہلی۔ ۲۱ر جنوری۔ پبلک ہیلتھ کمشنر حکومت ہند نے ایک پریس نوٹ کے ذریعہ اعلان کیا ہے کہ کلکتہ میں چیچک کی وبا پھیلنے کی وجہ سے کلکتہ سے کولمبو جانے والے مسافروں کے خلاف کولمبو کے بندرگاہ پر ٹیکہ کی پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔

انکم ٹیکس بچنے والوں کے خلاف اقدام

بمبئی میں ایک جدید شعبہ کا قیام

نئی دہلی۔ ۲۱ر جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کے طرز پر حکومت ہند نے بھی انکم ٹیکس کے سلسلے میں آمدنی کا اندازہ کرنے کے لئے ایک نیا تحقیقاتی شعبہ کھولا ہے اور اس کام کے لئے ابتداً بمبئی میں کمشنر آف انکم ٹیکس کی حیثیت کا ایک افسر ضروری عملہ کے مقرر کیا ہے۔ اس شعبہ کے ذمہ انکم ٹیکس کے ان غیر معمولی اور پیچیدہ معاملات کی تحقیقات کا کام ہوگا جن میں آمدنی کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہ ہونے سے محکمہ کو نقصان ہوتا ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے واقعات کی کمی نہیں ہے اور باقاعدہ تحقیقات کی جائے تو اس سے محکمہ کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے۔

مسٹر جوگیش چٹرجی بنگال نہیں جائینگے

بنگال گورنمنٹ نے اجازت نہیں دی

کانپور۔ ۲۱ر جنوری۔ اطلاع مظہر ہے کہ بنگال گورنمنٹ نے مسٹر جوگیش چندر چٹرجی سابق اسیر کاکوری کو بنگال آنے کی اجازت نہیں دی ہے مسٹر چٹرجی نے اپنی بیمار ماں کو دیکھنے کے لئے بنگال جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ یہ اطلاع مسٹر سرت چندر بوس لیڈر کانگریس پارٹی بنگال اسمبلی سے آپ کو ملی ہے۔ (ا۔ پ)

مسٹر بلونت رائے پرمودرائے کا سورگباش

احمدآباد۔ ۲۱ر جنوری۔ مسٹر بلونت رائے پرمودرائے ٹھاکر ممبر بمبئی اسمبلی (کانگریس) کا آج صبح اپنی جائے رہائش پر مختصر سی بیماری کے بعد سورگباش ہو گیا۔ مسٹر ٹھاکر کئی سال تک احمدآباد میونسپل کمیٹی کے صدر رہے ہیں اور کانگریس کی تحریکوں میں نمایاں حصے لے چکے ہیں۔ آج تعزیت کے طور پر میونسپل سکول اور دفاتر بند رہے جلوس میں شہر کے سرکردہ کانگریسی کارکنوں کے علاوہ سیٹھ کستور بھائی لال بھائی نے بھی شرکت کی۔

کلکتہ میں لینن ڈے

کلکتہ۔ ۲۱ر جنوری۔ آج شہر میں مختلف مقامات پر جلسے کئے اور جھنڈے لہرا کر لینن ڈے منایا گیا۔ جلسوں میں لینن کو خراج تحسین ادا کیا گیا۔ صبح کو تمام بازاروں میں سائیکلوں پر ایک جلوس نکلا جس میں لینن کی تصویریں لیجائی گئی تھیں اور انہیں سے متعلقہ نعرے بلند کئے جا رہے تھے۔ (ی۔ پ)

موضع رامپور میں آتشزدگی کا ہولناک واقعہ

۸۶ جانور زندہ جل گئے

ناوہ۔ ۲۱ر جنوری۔ موضع رامپور میں ایک کمسن لڑکی کی غلطی سے گذشتہ شب آگ لگ گئی جس سے ۸۶ جانور جن میں گائے بھینس اور بکری شامل تھیں زندہ جل گئیں۔ مالک مکان یہ اندوہناک نظارہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکا اور وہ خود بھی اس جلتی ہوئی آگ میں کود گیا۔ کچھ دیکھنے والوں نے اسے آگ میں سے نکالا مگر اس کا تمام جسم بری طرح جھلس گیا ہے۔ (ی۔ پ)

کانگریس کا آئندہ صدر بوس بابو کو ہی بنایا جائے

بنگال کے سرکردہ مسلمانوں کی اپیل

کلکتہ۔ ۲۱ر جنوری۔ تیس کے قریب سرکردہ مسلمانوں نے جن میں مسٹر اشرف الدین چودھری سکریٹری بنگال پراونشل کانگریس کمیٹی۔ پروفیسر ہمایوں کبیر مسٹر ابو حسین سرکار ممبر اسمبلی۔ مسٹر مقبول حسین ممبر اسمبلی بھی شامل ہیں ایک مشترکہ بیان شائع کیا ہے جس میں بنگال کے مسلمان کانگریسی اصحاب کی جانب تریپورہ اجلاس کی صدارت کے لئے بابو سبھاش چندر بوس کے نام کی تائید کی ہے اور دیگر لوگوں سے ان کی حمایت کرنے کی اپیل کی ہے۔ بیان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کانگریس کی آئندہ تمام جدوجہد فیڈریشن کا مقابلہ ہوگی اور شری یت بوس اس سلسلہ میں اپنا نظریہ بالکل واضح کر چکے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ کانگریس کا آئندہ صدر آپ ہی کو بنایا جائے۔

زندہ باد لکھنؤ یونیورسٹی

یوم آزادی منانے کیلئے بند رہیگی

لکھنؤ۔ ۲۱ر جنوری۔ شیخ محمد حبیب اللہ وائس چانسلر لکھنؤ یونیورسٹی نے ۲۶ر جنوری کو یونیورسٹی بند رکھنے کا اعلان کیا ہے تاکہ یونیورسٹی کے طلبا اس روز یوم آزادی منا سکیں۔ (ی۔ پ)

اڑیسہ کے موجودہ واقعات

وزیر مالیات کی گاندھی جی سے ملاقات

کلکتہ۔ ۲۱ر جنوری۔ آنریبل مسٹر نتیانند کانونگو وزیر مالیات اڑیسہ آج صبح یہاں پہنچے اور یہاں سے بمبئی تشریف لے گئے جہاں آپ صنعتی وزیروں کی کانفرنس میں شریک ہونگے۔ کانفرنس کے بعد آپ باردولی تشریف لے جائیں گے جہاں آپ مہاتما گاندھی اور سردار پٹیل سے ملاقات کریں گے اور اڑیسہ کے معاملات پر آپ کی رائے معلوم کریں گے۔ (ی۔ پ)

کیرتن کے باجے پر اعتراض

حبیب گنج میں جھگڑا

حبیب گنج۔ ۲۱ر جنوری۔ اطلاع ملی ہے کہ گذشتہ شب حبیب گنج تھانے کے چوری بازار میں ایک سنکیرتن پارٹی کے باجے پر مسلمانوں کے اعتراض کرنے کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا جس میں کئی آدمی زخمی ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سنکیرتن پارٹی لوکل بورڈ دفتر کے پاس سے گذر رہی تھی اور ابھی پارٹی مسجد کے قریب پہنچی بھی نہیں تھی کہ کئی سو مسلمان پارٹی کے مقابلہ پر آکر کھڑے ہو گئے اور نعرے بلند کرنے لگے۔ اس سے پہلے کہ پولیس یہاں آئی پارٹی کے کئی آدمیوں کے چوٹیں آئیں۔ ابھی تک صورت حالات پر امن نہیں ہے۔ پولیس کا دستہ تعینات کر دیا گیا ہے۔ (ی۔ پ)

حیدرآباد ڈے کے سلسلہ میں پیش بندیاں

لکھنؤ۔ ۲۱ر جنوری۔ حیدرآباد ڈے کے سلسلہ میں یہاں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے اس خیال سے یہاں کے سرکردہ افسران نے حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہوئے شہر میں پولیس کا معقول بندوبست کر دیا ہے اور بہت سے مقامات پر پولیس تعینات کر دی ہے۔ (ی۔ پ)

میو چیت پارٹی کے تین ارکین کی رہائی

برمی اخبارات سے طلبی ضمانت

رنگون۔ ۲۱ر جنوری۔ میو چیت پارٹی کے تین ارکین مسٹر یو با یو ین اور یو باشن آج جرمانہ کی ادائیگی کے بعد جیل سے رہا کر دیئے گئے۔ جیل کے دروازے پر بہت سے لوگوں نے انکا استقبال کیا اور یہ رہائی کے بعد سیدھے پگوڈے کو تشریف لے گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بہاں کے اور کئی اخبارات سے ضمانت طلب کی جانے والی ہے۔ (ی۔ پ)

پٹنہ۔ ۲۱ر جنوری۔ آنریبل مسٹر شری کرشن سنہا وزیر اعظم بہار مونگھیر کے حلقہ سے تریپورہ کانگریس کے لئے بلا مقابلہ ڈیلیگیٹ منتخب ہو گئے۔ (ی۔ پ)

تری پوری کانگریس کا صدر!

اب یہ بات تقریباً یقینی معلوم ہوتی ہے کہ تری پوری میں کانگریس کے آئندہ اجلاس کے لئے ڈاکٹر پٹا بی سیتا رامیہ کو صدر منتخب کیا جائے گا۔ اور ہندوستان کی سیاسی مہم کا بار ایک سال تک آپ ہی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ جہاں تک معلوم ہوا ہے اس سال کانگریس کی صدارت کے لئے دو ناموں کو زیادہ اہمیت دی گئی تھی (مولانا ابوالکلام آزاد اور ڈاکٹر پٹابی سیتا رامیہ) لیکن مہاتما گاندھی کے اصرار پر بھی مولانا موصوف نے خرابیٔ صحت کے باعث بار صدارت کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ مہاتما جی نے مولانا آزاد کو یقین دلایا تھا کہ فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں وہ خود اپنی پوری امداد مولانا کو دیتے رہیں گے لیکن مولانا نے فرمایا کہ وہ کرسیٔ صدارت پر نہ رہ کر بھی یہ خدمت اسی طرح انجام دے سکتے ہیں۔ بہرحال اس وقت ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر پٹابی سیتا رامیہ کو یہ کانٹوں کا تاج پہننا پڑے گا۔ آئندہ ہونے والے فیڈریشن کے ہنگاموں کے باعث اس سال کانگریس کی کرسیٔ صدارت خود صدر کے لئے اور سارے ملک کے لئے سخت ترین امتحان کا باعث ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ ڈاکٹر پٹابی سیتا رامیہ جیسی قوم پرست ہستی اپنی رہنمائی میں ہندوستان کو منزلِ آزادی کی طرف لے جانے میں کامیاب ثابت ہوگی۔

فلسطین اور جرمنی!

انگلستان کے اخبار "چرچ آف انگلینڈ" میں مہاتما گاندھی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ فلسطین اسی طرح عربوں کی ملکیت ہے جس طرح انگلستان انگریزوں کی ملکیت ہے یہودیوں کو عربوں پر زبردستی مسلط کرنا ایک غلط اور خلاف انسانیت عمل ہے اور اس اظہار رائے کے بعد مہاتما جی نے عربوں کے ان تشدد آمیز کاموں اور زیادتیوں کو بھی ناپسند کیا ہے جو پچھلے دنوں ظہور میں آئی ہیں۔ مہاتما جی چونکہ کامل عدم تشدد کے حامی ہیں اس لئے وہ کسی صورت میں تشدد کو پسند نہیں کر سکتے اسی لئے آپ نے اس مضمون میں فرمایا ہے کہ جرمن یہودیوں پر جرمنی کے مظالم ایک انسانیت سے محروم آدمی اور خدا ناترس شخص کے غیض و غضب کا مظاہرہ ہے۔ آپ نے جرمن یہودیوں کو بھی مشورہ دیا ہے کہ وہ عدم تشدد کے ہتھیار سے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں لیکن یہ ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ مغربی ذہنیت کے لوگ اس زریں مشورہ کی پیروی کریں گے۔

ایک غلط تاویل!

کچھ دن ہوئے یو۔ پی گورنمنٹ نے سرکاری افسروں کو ایک سرکلر بھیجا تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ سرکاری ملازمین ضلع کے مقامی کانگریسی آرگنائزیشنوں کے لیڈروں سے باہمی اعتماد و خلوص کا رشتہ پیدا کریں اور اہم معاملات میں اُن کے مشوروں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس سرکلر کا مقصد یہ تھا کہ سرکاری حکام اور کانگریسی کارکنوں کے درمیان جو پرانی کھنچاوٹ اور مخاصمت سی وہ باقی نہ رہے لیکن یو۔ پی کی مسلم لیگ پارٹی کے لیڈر نواب چھتاری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سرکلر صوبہ یو۔ پی میں فرقہ وارانہ نفاق کا باعث ہو گیا ہے ہمیں تو یہ تاویل بالکل غلط معلوم ہوتی ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ معصوم اور نہایت مفید سرکلر نفاق کا باعث کیونکر بن گیا؟ لیکن فرقہ پرست نگاہیں دوسری عینکوں سے دیکھتی ہیں!

وکیلو! ہشیار ہو جاؤ!

ایک زمانہ وہ تھا جبکہ ہندوستان کے بڑے بڑے نامی گرامی وکیل اور بیرسٹر بے اندازہ دولت کماتے تھے اور پیشہ وکالت عظیم الشان محل اور ایوان تعمیر کرتے تھے۔ پھر جب ملک میں آزادی کا دور آیا تو بہت سے وکیلوں اور بیرسٹروں نے پیشۂ وکالت چھوڑ کر قومی خدمت میں حصہ لیا اور اپنی دولت اور زندگی اور مال و متاع اور قصر و ایوان سب کچھ ملک کی راہ میں قربان کر بیٹھے، لیکن اس وقت بھی قانون کا پیشہ ان لوگوں کے لئے جو نام آوری حاصل کر چکے ہیں کافی دولتمندی کا باعث ہے اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مستقبل میں اس پیشہ کی صورت حال بالکل بدل جائے گی لکھنؤ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے صوبہ یو۔ پی کے وزیر خزانہ نے صحیح فرمایا ہے کہ کانگریسی حکومتیں چونکہ بہت سے اصلاحات جاری کر رہی ہیں جنہیں دیہاتوں کی پنچایت سسٹم کا اجراء قانون قرضہ کی اصلاح، اور عدالتی کاروائیوں میں لامرکزیت وغیرہ شامل ہیں اس لئے نہ صرف ان نئے وکیلوں کا جو ہر سال ہزاروں کی تعداد میں وکالت پاس کر کے اس پیشہ میں داخل ہوتے ہیں بلکہ پرانے وکیلوں کا مستقبل بھی تاریک نظر آتا ہے ان وکیلوں کو اور قانون پڑھنے والے طلباء کو ہشیار ہو جانا چاہیئے۔

اشارات

ہندوستان کی پبلک ملازموں میں رشوت ستانی کے انسداد کا مسئلہ آج کل اخبارات میں طویل بحث کا باعث بنا ہوا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ بعض کانگریسی وزارتوں نے رشوت دینے اور رشوت لینے کے تمام ذرائع کی چھان بین کرنے اور ان کے انسداد کے طریقوں پر غور و سفارش کرنے کے لئے کمیٹیاں مقرر کر دی ہیں۔ آج دہلی کے مدیر اشارات کو بھی اس کے متعلق کچھ کہنا تھا یا کہنا ہے لیکن آج بجائے اس کے کہ وہ اپنی زبان سے کچھ کہے وہ یہی بہتر سمجھتا ہے کہ اس سلسلہ میں ایک بہت بڑے آدمی کے الفاظ پیش کرے اتنا بڑا آدمی جو برطانیہ کا کسی زمانے میں وزیر اعظم بھی رہ چکا تھا لیکن اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

وہ کون؟ آنجہانی مسٹر ریمزے میکڈانلڈ، آپ کہیں گے مدیر اشارات بہت دُور کی کوڑی لایا ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہماری بات کوئی مانے نہ مانے بڑے آدمی کی سن کر تو سبھی تسلیم کر لیتے ہیں ہندوستانی پبلک کی ہستی بھی ایک ایسی ہے جو دوسرے ہی کی زبانی افشا ہو تو بہتر ہے بقول شاعر

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

ہاں تو وہ حدیثِ دیگراں بھی سن لیجئے مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے کہا تھا کہ ہندوستان میں جتنی پبلک ملازمتیں ہیں ان میں پولیس سب سے زیادہ رشوت خور ہے۔ اور ہیڈ کانسٹیبلوں کی ذات گرامی کی شان میں یہ قصیدہ فرمایا تھا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی بے ایمانی اور رعونت انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے"

آپ کو یاد ہوگا کہ کسی زمانے میں دوسرے کمیشنوں کی طرح ایک انڈین پولیس کمیشن بھی ہندوستان میں آیا تھا جس نے ہندوستانی پولیس کی حالت کی تحقیقات کی تھی، ہندوستان کی موجودہ حکومت کا سب سے بڑا بھید یہی ہے کہ یہاں تحقیقات بہت زیادہ ہوتی ہیں لیکن نتیجہ کچھ نہیں ہوتا سب کچھ جوں کا توں رہ جاتا ہے جیسا کہ بہت پہلے مولانا حالی مرحوم نے کہا

یہ نشی کے پیلوں سی کچھ کم نہیں ہیں
چلے عمر بھر اور جہاں تھے وہیں ہیں

بہرحال، اسی کمیشن کے ایک ممبر مسٹر ریمزے میکڈانلڈ بھی تھے، آپ سمجھے ہوں گے کہ پولیس کی شان میں ان کا قصیدہ اوپر کے چند الفاظ میں ختم ہو گیا نہیں وہ مزید فرماتے ہیں۔ "اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے دشمن کو قتل کے الزام میں پھانسی دے دی جائے یا آپ نے عائد کردہ جرم میں اُسے قید کرا دیا جائے تو ایک معمولی سی قسم کے معاوضہ میں آپ کا قریب ترین پولیس افسر آپ کو ممنون کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا اور اگر آپ صرف اتنی سی بات کے خواہشمند ہیں کہ آپ کا دشمن گرفتار ہو جائے اور اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر اسے سڑکوں پر پھرایا جائے اور رسوا کیا جائے تو اس سے زیادہ آسان کوئی کام اس دنیا میں نہیں ہے"

یہ تو صرف ہندوستانی پولیس کے متعلق اظہار خیال تھا لیکن پبلک ملازمتوں کے شعبے اور بھی تو ہیں مسٹر میکڈانلڈ نے ان کی بھی خبر لی ہے اور محکمہ تعمیرات عامہ (پی۔ ڈبلیو۔ ڈی) اور دیگر ملازمتوں کا بھی کچا چٹھا پیش کیا ہے اور اس سلسلہ میں اعلیٰ یوروپین افسروں کو بھی نہیں چھوڑا ہے، وہ کہتے ہیں کہ پبلک فنڈ کو بعض قسم کے ذاتی آرام کے لئے خرچ کرنا "ٹریولنگ الاؤنس" (سفر خرچ) کے نام سے اچھی خاصی رقمیں اپنی جیب میں ڈال لینا بھی اسی طرح کی قابل اعتراض حرکتیں ہیں ایک زمانہ میں بڑے افسروں کی خدمت میں "ڈالیاں" بھیجنے کا رواج بہت زیادہ ہو گیا تھا آخر کار جب حکومت نے دیکھا کہ یہ طریقہ جائز حدود سے آگے بڑھ گیا ہے اور اس سے ناجائز کام لئے جانے لگے ہیں تو اس نے ایک سرکلر کے ذریعہ پھلوں اور پھولوں کے علاوہ تمام تحفوں کو ممنوع قرار دے دیا۔

اسی ضمن کی ایک چیز وہ بھی ہے جسے سرکاری افسران اعلیٰ استقبال (RECEPTION) کہتے ہیں، اس سلسلہ میں غریب لوگوں پر دباؤ ڈال کر چندے لئے جاتے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ لوگوں نے رضاکارانہ طور پر اپنی خوشی سے چندے دیئے ہیں ان رقموں سے جو کام کئے جاتے ہیں وہ ظاہر ہے بڑی بڑی دعوتیں ہوتی ہیں ساغر و مینا گردش میں آتے ہیں، رقص و سرود کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں اور بیش قیمت آتش بازیاں چھوڑی جاتی ہیں، غرضیکہ ارباب طریقت دوسروں کے روپیہ سے خوب خوب مزے اڑاتے ہیں۔

اب جبکہ کئی صوبوں میں کانگریسی وزارتیں کام کر رہی ہیں، ہمارے وزراء یہ کوشش فرما رہے ہیں کہ رشوت ستانی کا انسداد کیا جائے اور اس کے تمام ذرائع مسدود کر دیے جائیں، انہوں نے اس کام کے لئے کمیٹیاں بھی بنائی ہیں ہم جانتے ہیں کہ ان کی کوششیں مخلصانہ ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہوں گے، انڈین پولیس کمیشن اپنی تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی تھی کہ ہندوستانی عوام کے پولیس سے ڈرنے کا ایک سبب رشوت بھی ہے اسی لئے وہ پولیس سے بالکل الگ تھلگ رہنا چاہتے ہیں چونکہ دوسری ملازمتوں میں رشوت کا سلسلہ جاری ہے ان کا عمل بھی بہت سی خرابیوں کا باعث ہے سارے ملک کا مفاد اسی میں ہے کہ اس لعنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔

ہائے محسن کُش ! ہائے فتح سنگھ !

ایک تاریخی افسانہ

خاص تیج ویکلی کے لئے

(از جناب شیونرائن سکسینہ بی۔ اے رٹائرڈ سب جج، جے پور)

تواریخ ہندوستان میں جہاں بہت سے بہروز کے کارنامے نہایت زیادہ دلکش اور سبق آموز نظر آتے ہیں، جو زمانہ کا رنگ ہر ساعت بدلتا رہتا ہے وقت جو اسی طرح آتا اور چلا جاتا ہے کہ کسی کو کچھ پتہ نہیں چلتا اور وقت کی تیز رفتار کے ساتھ ہر چیز کے رنگ روپ بدلتے رہتے ہیں ہمارے جذبات اور خیالات میں بھی ہر ساعت تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے خواہ ہم نے کتنی کوشش کریں پھر بھی ان قدیم واقعات و حالات ہم کو کتنے معلوم ہوسکتے ہیں۔ فتح سنگھ کچھ عرصہ تک مہاراجہ نرپت سنگھ کا ایک ادنےٰ چوبدار تھا، وہ شکیل اور خوبصورت منچلا جوان تھا، ہشیار زمانہ کے ساتھ واقفیت کرکے اپنا مطلب نکال لینا اسے خوب آتا تھا اس نے بہت جلد اپنے آقا مہاراجہ نرپت سنگھ کو خوش کر لیا اور صوبہ داری کے عہدہ پر مامور ہوگیا مگر وہ دل کا کمینہ تھا نمک حرامی کے ساتھ بھی اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو مہاراجہ نرپت سنگھ کا تخت و تاج چھین کر خود مہاراجہ بن جائے اور حکومت کا مزہ اُڑائے:

ایک روز نرپت سنگھ نہایت شان و شوکت کے ساتھ شاہی لباس پہنے ہوئے تخت پر متمکن تھا اس کے عروجِ اقبال کا جھنڈا نہایت بلندی پر اُڑ رہا تھا اس کی فوج بادشاہ اکبر سے لڑنے کے لئے میدانِ جنگ میں گئی ہوئی تھی اور وہاں پر اس کے سپہ سالار نمایاں فتوحات حاصل کر رہے تھے اسی خوشی میں جشن منایا جارہا تھا پری رُویوں کا جھرمٹ ناچ رنگ اور تان و سرنگ کے دلفریب نظارے دکھا رہا تھا ارکینِ سلطنت بھی اس مبارک جشن کے موقعہ پر سب حاضر تھے، اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ اپنی اپنی جگہوں پر قرینے سے بیٹھے ہوئے تھے، دربار نہایت آراستہ و پیراستہ نظر آرہا تھا۔

یکایک چوبدار حاضر ہوا اور عرض کی "حضور فتح سنگھ صوبہ دار صاحب کا کارندہ ایک خط لے کر حاضر ہوا ہے وہ دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے" نرپت سنگھ نے حکم دیا کہ اُسے آنے دو، کارندہ دربار میں حاضر ہوا اور مہاراجگان کے آئین کے مطابق آدابِ شاہی بجالایا پھر ایک مہر بند خریطہ وزیر ریاست کے ہاتھ میں دے کر ایک طرف علیحدہ کھڑا ہوگیا وزیر نے بعد اجازت خریطہ کھولا اور اوّل شروع سے آخر تک اُسے بغور پڑھا خط کے پڑھنے سے اسکے چہرے کا رنگ فق ہوگیا مہاراجہ نرپت سنگھ کے قریب جاکر دبی زبان سے عرض کیا "حضور فتح سنگھ صوبہ دار نے آپ کے مقابلہ میں اعلانِ جنگ کیا ہے"

نرپت سنگھ:- (حیرت زدہ ہوکر) کون فتح سنگھ؟ کیا ہمارے وفا شعار صوبہ دار فتح سنگھ نے اعلانِ جنگ کیا ہے؟ اور وہ بھی ہمارے مقابلہ میں"

وزیر:- جی حضور اسی نمک حرام فتح سنگھ نے حضور کے مقابلہ میں اعلانِ جنگ کیا ہے"

نرپت سنگھ:- یہ سنکر مجھے سخت حیرت ہوئی ہے کیا فتح سنگھ اس قدر جلد میرے احسانات بھول گیا؟ کیا وہ ایک معمولی حیثیت کا صوبہ دار بن کر حکومت کے نشہ میں محسن کُش بن گیا"

وزیر:- اس کی احسان فراموشی تو صاف ظاہر ہے وہ جانتا ہے کہ اس وقت حضور کے بہادر جاں نثاروں کی فوج شاہ اکبر کے مقابلہ میں نہایت شجاعت و کامیابی کے ساتھ جنگ و جدل میں مصروف ہے میواڑ میں معدودے چند دلاور سردار موجود ہیں اس لئے یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر وہ جنگ پر آمادہ ہوگیا ہے لیکن وہ نابکار اپنے اعمال بد کی جلد سزا پائے گا مرضی ہو دربار برخاست کیا جائے اور اس ناہنجار کی سرکوبی کے انتظامات فوری عمل میں لائے جائیں، میری تو خواہش ہے کہ اس کارندہ کو بھی گرفتار کر لیا جائے،

نرپت سنگھ:- نہیں ہرگز نہیں کارندہ کو جواب دے کر رخصت کر دیا جائے اور جو فوج یہاں موجود ہے اس کے سپہ سالاروں کو طلب کرکے اُن کو فتح سنگھ کے مقابلہ میں جلد روانہ کیا جائے میں خود بھی معہ سرداروں کے جاؤں گا"

وزیر نے فتح سنگھ کے کارندہ کو جواب مناسب دے کر رخصت کیا، کارندہ نے جاتے وقت ایک اور لفافہ مہر بند چوبدار کو دیا اور یہ کہہ کر چلد یا کہ یہ وزیر صاحب کو میرے جانے کے بعد دے دینا، چوبدار نے وہ دوسرا لفافہ بھی وزیر کے روبرو پیش کیا اسے پڑھ کر وہ حد سے زیادہ غصہ میں بھر گیا اور فوراً حکم دیا کہ اس کارندہ کو جانے نہ دیا جائے گرفتار کرکے پیش کیا جائے اور مہاراجہ سے عرض کیا کہ حضور کارندہ کے لباس میں خود فتح سنگھ آیا تھا اور چکمہ دیکر یہاں سے صاف نکل گیا"

ہر جگہ تلاش کیا گیا مگر فتح سنگھ نہ معلوم کس طرح آن واحد میں غائب ہوگیا۔ دربار برخاست کیا گیا اور جنگ کے انتظامات شروع ہوئے:

(۳)

رات گذر گئی چاند کی روشنی ماند پڑ گئی، آفتاب نمودار ہوگیا۔ ایک کی حکومت گئی دوسرے کا دور دورہ شروع ہوگیا! ہر جانب چہل پہل تھی لیکن شاہی محل میں لڑائی کی تیاریاں ہو رہی تھیں، مہاراجہ صاحب کے جو نبرد آزما اور وفا شعار سپاہی موجود تھے وہ فتح سنگھ کی فوج کے مقابلہ کے لئے بہت کم تھے لیکن اُن کو اپنی قوت اور شجاعت پر کامل بھروسہ تھا، وہ سب نہایت خوشی کے ساتھ اپنے مالک کی خیر خواہی میں لڑنے مرنے کو تیار ہوگئے اب سوال یہ درپیش تھا کہ اس سپاہ کا سپہ سالار کسے بنایا جائے؟ خود نرپت سنگھ جانے کو تیار تھا لیکن سب کا خیال یہ تھا کہ اس کا لڑائی میں سب سے آگے جانا مناسب

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

افکارِ شاعر

{از حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی}

خاص "تیج ویکلی" کے لئے

ترا برہمن تری بام میں، ترے در پہ سر بسجود ہے
یہ شوقِ سجدہ ضرور ہے، نہ قیام ہے نہ قعود ہے

نہ کوئی بھی مجھ کو سمجھ سکا، نہ کسی پہ حال مرا کھلا
مگر ایک دیکھتی آنکھ ہے وہی ایک چشمِ حسود ہے

مرے بننے میں جو بگاڑ ہے وہی ایک پھول سی آڑ ہے
اُسے کس طرح سے مٹاؤں میں وہی میری اصل، جو بود ہے

یہ گلوں کا صبح کو جھولنا وہ شفق کا شام کو پھولنا
یہ زمیں پہ شانِ نزول ہے وہ فلک پہ رنگِ صعود ہے

پچھلے صفحہ سے

کچھ نہیں لکھ سکتا۔

مسٹر مارٹن جیسا ایڈیٹر جو مخلص اور سچی حد تک آزاد بھی ہیں مگر وہ اپنے ناظرین کا کیا کریں، وہ کوئی ہندوستانی نامہ نگار نہیں رکھ سکتے، کسی ہندوستانی سے ہندوستان کے حالات پر اگر چاہتے بھی ہوں تو مضمون نہیں لکھوا سکتے، کیونکہ ایک انگریز اخبار میں ہندوستان کو انگریزوں کی آنکھوں سے دیکھنے ہی پر ناظرین رضامند ہے ہم کسی قوم پر حکومت کیا کرتی ہیں اور جو جاننا چاہتی ہیں اپنے کارندوں ہی سے معلوم کرتی ہیں۔

انگریز گاندھی جی کو نیک سمجھتے ہیں مگر یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ شخص اپنے عقیدے کا پکا ہے اور یہ تو ان کا خیال ہے ہی کہ وہ ان کے بس میں آنے والے نہیں ہیں وہ ایک ایسے پروپگنڈسٹ ہیں جو ڈاکٹر گوئبلز کو چند نکتے بتا سکتے ہیں۔ پچھلے کچھ مہینوں سے، خصوصاً لارڈ لنلتھگو کی اسپیچ کے بعد سے، وہ زیادہ مقبول ہیں کیونکہ اس غیر محفوظ اور بے بھروسہ زمانے میں وہ ایک مستحکم طاقت ہیں جواہر لال کو لوگ اب اتنا زیادہ جانتے ہیں جتنا پہلے کبھی نہیں جانتے تھے ان کی خود نوشت سوانح عمری سے لوگوں کو ان کی ذات سے اور بھی زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی ہے اس وقت زیادہ آدمی ان سے ملنے پر رضامند ہیں مگر وہ طاقتور جن کے ہاتھوں میں حکمرانی کی باگ ہے ابھی تک انہیں "نا ممکن" آدمی سمجھتی ہیں۔

طالب علموں کی "برآمد"

سوال یہ ہے کہ ہندوستانیوں کے بارے میں غیر ملکیوں کی معلومات میں اضافہ کرنے یا غیر ملکیوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کی طرف سے ہمدردی پیدا کرنے کے لئے ہم نے کیا کیا ہے، ہندوستان سے یورپ میں زیادہ تر ہندوستانی راجے مہاراجے اور ہندوستانی طلباء ہی جاتے رہے ہیں دولت مشترکہ اور برٹش کامن ویلتھ میں انڈین قلی یا چھوٹے چھوٹے تاجر بھی ہوتے ہیں ہندوستانی راجوں کے متعلق تو کچھ کہنے کی نسبت کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہے وہ تو اکثر ولایت کی سرزمین پر وہ مزے لوٹنے جاتے ہیں جو یہاں میسر نہیں، ہندوستانی قلی یا تاجر میں ایسے کون سے گن ہی کیا ہوسکتے ہیں جو غیر ملکیوں کو اُن سے دلچسپی پیدا ہو، اور انہیں دیکھ کر غیر ملکی ہندوستانیوں کی تعریف تو کر ہی نہیں سکتے۔

اور سب سے زیادہ مایوس کن بات ہندوستانی طلباء کی برطانوی یونیورسٹیوں میں بھرمار، قابلیت کے حصول کی طرف سے لاپرواہی، امتحان پاس کرنے پر بیجا زور، تعلیم انگلستان پر اتنا زیادہ روپیہ خرچ کرنا، ماحول کی ابتری، اور یورپ کے سب ملکوں کو چھوڑ کر جانتے بوجھتے ہوئے صرف ایک ہی ملک میں جا گھسنا ہے۔

ان سب تجارتوں میں سے جو ہم غیر ملکوں کے ساتھ عموماً اور انگلستان کے ساتھ خصوصاً کرتے ہیں یہ طلباء کی برآمد کی

(باقی مضمون صفحہ ۲۱ پر)

ہزاری باغ کے قریب دہرہ دون ایکسپریس کی تباہی کا ایک عبرت انگیز منظر

ایکسپریس کی تباہی کے بعد ٹوٹی ہوئی لائن سے ملبہ ہٹایا گیا ہے

مس مورئیل لسٹر چرخہ سنگھ لاہور میں ایک عورت کو چرخہ چلاتے ہوئے دیکھ رہی ہیں

چینی لڑکیوں کا تعلیمی مشن باردولی میں پنڈت جواہر لال نہرو سے بات چیت کر رہا ہے

حیدرآباد کے شہزادہ معظم جاہ کی بیوی پرنسس نیلوفر غیر ملکی سیاحت کے لئے بمبئی سے فرانس کو روانگی کے وقت

پنجاب مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس کے صدر منتخب مسٹر عبدالقیوم ممبر مرکزی اسمبلی کا لاہور میں خیرمقدم

مہاتما گاندھی اپنے پرائیویٹ سکریٹری شریمت مہادیو دیسائی اور اپنے لڑکے شریمت دیوداس گاندھی کے ہمراہ ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ میں تشریف لے جا رہے ہیں

لاہور کے چند سرکردہ شہری صفائی کی تحریک کے سلسلہ میں سڑکوں پر جھاڑو دے رہے ہیں۔ تصویر میں مس سوربل اسٹر اور انکی بھتیجی مسز تورتوی ہاک بھی شریک ہیں

باردولی میں پنڈت جواہر لال نہرو راشٹرپتی سبھاش چندر بوس کا فوٹو لے رہے ہیں

شریت شنکرراؤ دیو، شریت مہتاب جی اور ڈاکٹر پٹابی سیتارامیہ
باردولی آشرم کے باہر بات چیت کر رہے ہیں

ایک لاکھ سرخپوشوں کے سردار خان رب نواز خان
جن کے زیر کمان ایک جتھہ تریپورہ کانگریس میں
جا رہا ہے

کنور رگھوبیر سنگھ
دیوان ریاست تھرانہ (راجپوتانہ)
آپ نے اپنی ریاست میں خود ہی
پرجا منڈل جاری کر دیا ہے

اتمان زئی میں مہران بہن پٹھانوں کو چرخہ چلانے کی تعلیم دے رہی ہیں

ہندوستان کو دنیا میں روشناس کرانے کی ضرورت!

صفحہ (۱۶) کا بقایا

تجارت سب سے کم نفع بخش، اور اکثر بالکل نقصان دہ ثابت ہوتی ہے زمانہ تو تجارتی کنٹرول اور نرخ شرح کا ہے مگر ہندوستان سے طلبا برآمد کرنے کی یہ تجارت بالکل "فری ٹریڈ" کے ڈھنگ پر چل رہی ہے کوئی ایک جرمن یا روسی یا ترک یا افغان باشندہ بھی اپنی حکومت کی اجازت، ہدایت اور اس کے انتظام کے بغیر اپنے ملک کے باہر نہیں جاتا، ہر معاملے پر پہلے سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے صرف ان نوجوانوں کو غیر ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے جو دھنی صفت ہیں اور کیرکٹر کے مالک ہوتے ہیں ہر طالب علم جانتا ہے کہ وہ کہاں جارہا ہے، کیا سیکھے گا اور واپس آکر اپنے علم سے اپنے ملک کو کس طرح فائدہ پہونچائے گا۔

غیر ملکی لباس قابل اعتراض ہے

مگر میرے خیال میں ہندوستانی طالب علم غیر ممالک میں جاکر جو کچھ سیکھتا ہے اور اپنی غیر ملکی تعلیم پر جو کچھ اٹھاتا ہے وہ تو مسئلہ کا صرف ایک حصہ ہے جو ہماری توجہ کے قابل ہے یہ بات بھی تو اہمیت رکھتی ہے کہ اس کے ظاہری اطوار کیسے ہیں یا وہ لوگوں کے ساتھ کس طرح سے پیش آتا ہے یا وہ ہندوستانی معاشرت کی کس طرح نمائندگی کرتا ہے وہ ہندوستانی جو یورپ جاتے ہیں اپنی اس ذمہ داری کو فراموش نہیں کرسکتے کہ وہ لوگوں کے ذہنوں پر ہندوستان کے بارے میں کیا اثرات چھوڑتے ہیں مجھے افسوس کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے اہل وطن اپنے ملک پر فخر نہیں کرتے اور نہ وہ اپنے وطن کے طرز بود و ماند پر نازاں ہوتے ہیں۔

کسی قوم کی سب سے زیادہ نمایاں اور مخصوص چیز اس کا لباس ہے اس بارے میں سب مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ساری جو ہندوستانی عورتوں کا لباس ہے نسوانی لباسوں میں سب سے زیادہ سادہ خوبصورت اور دلکش ہے۔

ہندوستانی عورتیں یورپ میں بھی اس قومی لباس کو بڑے سلیقے اور خوبصورتی کے ساتھ استعمال کرتی ہیں اور وہاں سب یورپین اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہندوستانی اس کی عزت کرتے ہیں۔

مگر مرد، خواہ وہ برائے تعلیم ولایت گئے ہوں یا بغرض سیر و سیاحت، یورپین لباس پہننا ہی ضروری سمجھتے ہیں یہ لباس اوروں سے سستا ہوتا ہے اور شاید یہ زیادہ آرام دہ بھی ہے مگر ایسی حالت میں جب آپ کا اپنا قومی لباس بھی اتنا ہی سستا ہو یہ بات نامناسب ہے کہ آپ اسکو چھوڑ کر دوسری قوم کا لباس پہنیں،

البتہ یہ بات مجھ سے ضرور پوچھی گئی کہ مجھ سے پہلے دوسرے ہندوستانیوں کو انہوں نے یہ لباس پہنے ہوئے کیوں نہیں دیکھا؟ دوسرے ہندوستانیوں کو چاہئے کہ وہی اس کا جواب دیں میں تو اس معاملہ میں ہندوستانی عورتوں کا ساتھ دوں گا۔

قومی غیرت کی کمی

یہی حال ہماری زبان کا بھی ہے۔ پہلے پہل مجھے ایک جھٹکا اس وقت محسوس ہوا جب میں نے جہاز پر دو ہندوستانیوں کو آپس میں انگریزی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے سنا اور ایک اٹالین نے مجھ سے یہ پوچھا کہ "کیا تم لوگوں کی کوئی قومی زبان نہیں ہے؟ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ قریب قریب سبھی ہندوستانی انگریزی میں بات چیت کرتے ہیں"۔

مجھے اس وقت بڑی حیرانی ہوئی اور اتنی شرم محسوس ہوئی کہ میں نے یہ تہیہ کرلیا کہ جہاں جہاں ممکن ہوگا میں ہندوستانی زبان استعمال کروں گا مگر ایک یورپین کو اصلی تعجب تو اس وقت ہوتا ہے جب وہ ہمارے رہن سہن اور ہماری پسند یا ناپسند کو قریب سے دیکھتا ہے۔

ایک ہندوستانی طالب علم کے کمرے میں مشکل سے کوئی ایسی چیز نظر آئے گی جس میں ہندوستانیت ہوگی۔ ہندوستان سے آئے ہوئے خطوں کے علاوہ اس کے کمرے میں سب کچھ انگریزی ہی ہوگا۔ آپ اس کے کمرے میں کوئی ہندوستانی تصویر یا کتاب یا ریکارڈ نہ دیکھیں گے اور جب وہ انگریزی لباس پہن کر انگریزی سگار پیتے ہوئے ہندوستان کا ذکر کرتا ہے تو وہ ذکر بھی انگریزی زبان ہی میں ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی ہے کہ وہ ہندوستانی سیاسیات میں تو کتنی گہری دلچسپی لیتا ہے مگر ہندوستانی چیزوں کی طرف سے وہ اس قدر لاپرواہ ہے۔ ایک اوسط درجے کا ہندوستانی جو کسی غیر ملک میں ہے ہندوستان کے آزاد ہوجانے کی چاہ تو کرتا ہے مگر مادر وطن کی حیثیت سے، ہندوستانیوں کا دیس مان کر وہ ہندوستان پر نازاں نہیں ہوتا۔

اب وقت آگیا ہے کہ یہ حالت بدل دی جائے اور جلد ہی بدل دی جائے۔ ایسی حالت میں جب ہمارے طلبا اور ہمارے سیاح اپنے طرز عمل سے خود کو لندن کے باشندے ظاہر کرتے ہیں، ہم خود کو ہندوستانی قوم کہکر اپنی جنگ آزادی میں دوسری قوموں کی ہمدردیاں حاصل نہیں کرسکتے۔ بیرونی ممالک میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ہمارے اخبار پڑھتے ہیں یا ہندوستان سے ہمارے اخبار منگاتے ہیں۔ اس لئے وہ لوگ ہی جو ہندوستان سے سیر و سیاحت یا حصول تعلیم کی غرض سے باہر جاتے ہیں، بیرونی ممالک میں اپنے ملک کی خوبیاں لوگوں کے دلوں پر نقش کر سکتے ہیں، بدقسمتی سے جو حالات اس وقت ہیں ان میں ہندوستان سے باہر جانے والے طالب علموں یا سیاحوں پر کنٹرول رکھنے کے معاملہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

صبح وطن

(از جناب نادر جیت شرما چھپرہ ضلع میرٹھ)

غیب کے پردے سے جس وقت نکل آتی ہے | نور برسا کے شب تار پہ چھا جاتی ہے
گلشن ہند کی ہر بزم کو گرماتی ہے | دل بیمار کو پیغام شفا لاتی ہے

محو ہوجاتا ہے ہر ذرہ ضیا باری پر
دل تڑپ اٹھتے ہیں سب نغمۂ بیداری پر

تیرے دیدار سے ہوجاتی ہیں آنکھیں روشن | نور سے تیرے چمک اٹھتا ہے یوں ہر گلشن
کہ گیا کوہ بھی ہوجاتے ہیں سرگرم سخن | جب ترے جھومنے لگتے ہیں جوانان چمن

شور ہوتا ہے ترا دیر میں بتخانے میں
رنگ چھلکتے ہیں ترا جام میں پیمانے میں

غنچۂ دل کو کھلاتی ہیں ہوائیں تیری | مست کردیتی ہیں روحوں کو نوائیں تیری
خفتہ بختوں کو جگاتی ہیں فضائیں تیری | گھر بنا لیتی ہیں آنکھوں میں ادائیں تیری

کلفت زیست مٹا دیتے ہیں تیرے منظر
یاد جنت کی بھلا دیتے ہیں تیرے منظر

جس میں تیرا نہ گذر ہو کوئی گلزار نہیں | تیرا جلوہ نہ ہو جس پر کوئی کہسار نہیں
کون سی بزم ہے جس میں تو ضیا بار نہیں | تو نہیں ہے تو کہیں گرمی بازار نہیں

زینت صحن چمن ہے ترے دم سے باقی
نغمۂ حب وطن ہے ترے دم سے باقی

تیرا ہی جوش ہے دریاؤں کا تلاطم کیا ہے | تیرا ہی حسن ہے پھولوں کا تبسم کیا ہے
تیرا ہی ذکر ہے کلیوں کا تکلم کیا ہے | تیرا ہی رنگ ہے چڑیوں کا ترنم کیا ہے

یہ جو تری میں جو مشغول ہیں پینے والے
نظر آتے ہیں ترے جام کے سب متوالے

آسماں پر جو ترا روئے دلارا چمکا | پاٹ گنگا کا تو جمنا کا کنارا چمکا
بے نواؤں کا غریبوں کا سہارا چمکا | مادر ہند کی قسمت کا ستارا چمکا

نگہ لطف سے سب غمزدہ دل شاد ہوئے
غیر آباد جو جنگل تھے وہ آباد ہوئے

ہم نے ہر حال میں اپنا تجھے رہبر پایا | خار پر ہاتھ جو ڈالا تو گل تر پایا!
آنکھ سے ٹپکے ہوئے اشک کو گوہر پایا | جب کھلی آنکھ ترا سامنے منظر پایا

درد میں دکھ میں کبھی ساتھ نہ چھوڑا تو نے
خدمت خلق سے منہ تو نہ کبھی موڑا تو نے

تیرے ہی فیض سے معمور ہے دامان وطن | رشک جنت ہے ترے نور سے میدان وطن
ہے تو ہی روح وطن اور تو ہی جان وطن | [illegible] نہیں شان وطن

باغ ہستی میں ترے دم سے بہار آئی ہے
تجھ پہ سو جان سے قرباں دل سودائی ہے

کھنچ گئی دل پہ ترے نقش وفا کی تصویر | [illegible] نہیں تیری ہوا کی تاثیر
چھوڑ کر اب تجھے ہوں کس سے بھلا دامنگیر | تو ہی تدبیر ہماری ہے تو ہی ہے تقدیر

زندگی بھر نہ چھٹے ہاتھ سے تیرا دامن
بعد مرنے کے ملے تیرے ہی سایہ کا کفن

زربار، ایس پارس پتھر

پچھلے صفحہ سے آگے

داڑھی والی عورت

ایک دفعہ جہانگیر بادشاہ دولت آباد دکن میں سے گذر رہے تھے کہ ایک مالی کی لڑکی دیکھی جس کے منہ پر ایک بالشت لمبی ڈاڑھی تھی اور سینہ پر بھی مردوں کی طرح بال تھے۔ بظاہر اس کی شکل بالکل آدمیوں سے ملتی تھی لیکن عورتوں کی طرح اسکے پستان نمودار تھے۔ خیال کیا گیا شاید عورت نہ ہو جیسے بعض مرد مرد نہیں ہوتے۔ لیکن جب علیحدہ لے جا کر معتبر جاسوس عورتوں کے ذریعہ اس لڑکی کا ستر کھول کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ بالکل عورت ہے۔

مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم مصنف "آب حیات" نے بھی ایک عورت کا واقعہ لکھا ہے جو تقریباً ساٹھ سال کی تھی اور ایک مشت ڈاڑھی تھی۔ ڈاڑھی کے بال بالکل سفید ہوگئے تھے اور اولاد بھی اس عورت کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ شہر گوجرانوالہ میں بھی ایک ریش دار عورت تھی۔ جو گداگری کے ذریعہ گذر اوقات کرتی تھی۔

جانوروں کی محبت اور وفاداری کے بارے میں بھی عجیب و غریب واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک انگریز نے حیوانات کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس قسم کا ایک واقعہ لکھا ہے جس کا اندراج بیجا نہ ہوگا۔

بے موقع نہ ہوگا۔

ولایت میں ایک پہاڑی کوا کسی گھوڑے سے مانوس ہوگیا۔ اتفاقاً گھوڑا بیمار ہوگیا تو وہ کوا بار بار اس کے پاس آتا اور کچھ ہڈیاں مختلف جگہوں سے ڈھونڈ کر لاتا اپنے منہ میں پکڑ کر اس کے منہ کے سامنے لے جاتا گھوڑے کے مالک نے اس بیمار گھوڑے کو اپنے اصطبل میں بند کر دیا تو کوا اس اصطبل کے دروازے پر پہنچا۔ ادھر ادھر کوئی سوراخ نہ پا کر مایوس ہوگیا اور پھاٹک کھولنے کے لئے اپنی چونچ سے بار بار چونچیں لگانی شروع کیں حتیٰ کہ دروازہ چھلنی کر دیا۔ جب صاحب خانہ نے یہ ماجرا دیکھا تو دروازہ کھول دیا اور دونوں دوست ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے۔

لنگور کا بچہ بکری نے پالا

عہد جہانگیری (جلوس کا سال بارہ) کا ایک واقعہ ہے کہ جو بہاؤالدین برقنداز نے خدمت بادشاہی میں عرض کیا کہ میں نے ایک مادہ لنگور کو درخت پر بیٹھے دیکھا وہ مادہ اپنے ایک بچے کو سینے سے چمٹائے بیٹھی تھی ایک بندوقچی نے مادہ کو گولی کا نشانہ بنایا۔ بچہ شاخ پر بیٹھا رہا۔ میں بچہ کو اتار کر ایک بکری کے پاس لے گیا۔ بکری نے نہایت پیار سے اپنا دودھ پلایا بکری اس سے پیار اور رغبت کرنے لگی گویا یہ بچہ اسی کے پیٹ سے نکلا ہے۔

تلاش حق

شکسپئر کا ایک شاہکار

اے خدا تو کہاں مکین ہے۔ میں تجھے کہاں تلاش کروں۔ شاید دنیا کی تیرگیوں میں آبادی سے دور کوہساروں کی رفعت صحرا کی ویرانی اور سبزہ زاروں کی خاموشی تیرا مسکن ہے .... پہاڑوں کے دامن میں تیری تلاش کی۔ تیری تلاش میں سرگرداں رہا میں نے خدا خدا کہہ کر پکارا۔ مگر پہاڑ

گو بھی تیرا ہی آرزو مند رہا کیونکہ وہ تیرا نام مجھ سے بھی زیادہ زور سے پکار رہا تھا۔ وہاں سے بے نیل و مرام اور پریشانی میں لوٹ آیا۔ لب آب جو آیا کہ شاید یہاں تیری جائے قیام ہو دریا ایک دلکش نغمہ کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ نغمہ روح کو فرحت دے رہا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ مقصد تو مل گیا مگر موجوں کی آہ و زاری نے مجھ پر عیاں کر دیا کہ وہ تیرے ہی لئے بیقرار ہیں عالم مایوسی میں یکطرف جا نکلا میں نے چند ٹوٹی ہوئی جھونپڑیاں دیکھیں۔ میرا دل تیرے نور سے منور ہوگیا اور خوشی سے اچھل پڑا۔ کیونکہ مجھے تیرا پتہ مل گیا تھا۔

(ترجمہ از سید آغا حیدر دہلوی)

صفحہ ۱۴ سے آگے

جب اس کی تمام فوج شاہ اکبر کے مقابلہ میں جنگ و جدل میں مصروف تھی کاش نرپت سنگھ زندہ ہوتا تو میں اس کے قدموں پر گر کر اس سے اپنے کئے کی معافی چاہتا۔ میں کیا سنگ دل بن گیا ہوں کہ میں اب اس کے دونوں لڑکوں کو مار ڈالنے کی ترکیبیں سوچ رہا ہوں"

انھیں خیالات میں غلطاں و پیچاں ہوتا ہوا وہ سو گیا تو اسے خواب میں نرپت سنگھ نظر آیا۔ اس نے کڑک کر کہا۔

"اے نابکار تجھے شرم نہیں آتی۔ تو نے میرے ساتھ دغا کیا ہے۔ یاد رکھ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا"

فتح سنگھ کے خیالات یک دم بدل گئے۔ وہ اپنے اعمال پر سخت پشیمان و نادم ہوا اس نے اپنے سرداروں اور مشیر درباریوں کو طلب کیا اور کہنے لگا کہ میں نے بہت برا کیا ہے یعنی اپنے مالک کی جان لی ہے۔ تاریخ ہند میں میرا نام ہمیشہ برائی کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ یہ میری فتح نہیں بلکہ بد ترین شکست ہے۔ تم سب نے بھی مجھے ہمیشہ دھوکہ میں رکھا کسی نے بھی مجھے کبھی کوئی نیک مشورہ نہ دیا۔ میں تم لوگوں کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ میں نے خود غرضی میں آکر اپنے اور اپنے خاندان کے نام پر داغ لگایا ہے۔ جو کچھ ایشور نے دیا تھا میں اس پر شاکر نہ رہا۔" یہ کہتا ہوا فتح سنگھ رونے لگا اور شرم و حیا سے اس کی زبان بند ہوگئی۔

سرسوتی پوجا

ایک بسنتی کہانی

از جناب وحشی آروی

نہایت تیزی کے ساتھ دن پر دن ہفتے پر ہفتے اور سال پر سال گذرتے گئے۔ کلیانی اس وقت اپنی زندگی کے بسنت میں داخل ہو رہی تھی۔ اور یہ زندگی اسے بہت زیادہ پیاری تھی۔ اس نے نہ کبھی اپنی حالت پر غور کرنے کی ضرورت محسوس کی نہ کسی نے اسے سنہرے رنگ میں نرک کی تصویر دیکھنے پر مجبور کیا۔ وہ مگن تھی۔ اپنی سفید ساڑی میں چوڑیوں سے محروم ہاتھ اور سیندور سے خالی مانگ پر اسے ان لوازم حسن کی کمی کا احساس ہی نہیں تھا۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی بسنت آیا۔ ڈال ڈال اور پات پات پر زندگی کی ہر دو فطرت کی رنگینیاں چھا گئیں۔ لوگوں کے دل امنگوں سے بھر گئے۔ ہماگزرت بیگھر گرمیں کرادر خوش ہو کر بسنت کا خیر مقدم کیا۔

"ماں آج سرسوتی پوجن ہے"

ماں کچھ کر رہی تھی۔ اس نے کلیانی کی بات پر توجہ ہی نہیں دی۔

"ماں آج سرسوتی پوجن ہے"

اس مرتبہ کلیانی کا یہ جملہ اس کی ماں کے دل میں چبھ گیا لیکن اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا وہ اسی طرح اپنے کام میں لگی رہی۔

"ماں آج سرسوتی پوجن ہے میں بھی دیکھنے جاؤنگی"

ماں کیسے جواب دے کہ "نہیں تو نہیں جا سکتی۔ تجھے نہیں جانا چاہئے" اور رضامندی کا اظہار بھی اس کے بس میں نہ تھا۔ کلیانی نے آج اس کے سامنے ایک ایسا مشکل مسئلہ رکھ دیا جس کے حل کا طریقہ اسے نہیں معلوم تھا۔

"ماں! بابوجی سے کہکر مجھے بھی ایک بسنتی ساڑی منگا دو۔ چندا، چھایا، کرشنا بسنتی ساڑیاں پہن کر جا رہی ہیں میں بھی جاؤنگی۔ بھابی کے پاس تو بہت سی ساڑیاں ہیں ان میں سے ایک دلوا دو"

اس کے بعد وہ فوراً اپنی بھابی اندو متی سے بول پڑی۔ "بھابی۔ اپنی ایک بسنتی ساڑی مجھے دو۔ میں بسنت اتسو دیکھنے جاؤں گی"

پھر وہ ماں سے ٹھنک کر بولی۔

"ماں! دلوا دونا"

اس موقع پر اندو متی کو کیا جواب دینا تھا۔ وہ نہیں سمجھ سکی "کیا کہنا چاہئے"۔ وہ یہی سوچنے لگی۔ اندو اپنی چھوٹی نند کلیانی کو جان کی طرح عزیز رکھتی تھی۔ اندو کے دل میں کلیانی کے لئے ہمدردی تھی اور وہ اس کی دلجوئی ہر گھڑی کو ملحوظ رکھتی تھی مگر آج ایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی جس کو سلجھانے کا طریقہ معلوم ہوتے ہوئے بھی وہ سماج اور رضامندی ذاتی کے پیش نظر سلجھانے سے معذور تھی۔ کبھی کبھی تو اندو بناؤ سنگار کر لینے کے بعد کلیانی کے سامنے جانے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتی۔ وہ سوچتی کہ اس کا یہ سنگار کلیانی کے لئے کہیں تکلیف دہ ثابت نہ ہو۔ اس کے دل میں حسرت کا خیال نہ پیدا ہو جائے۔ مگر اس کے نہ جانے سے کیا ہوتا ہے۔ کلیانی خود ہی اس کے پاس پہونچ جاتی اور بھابی کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر کچھ عجیب لہجے میں کہتی:۔

"کیا بتاؤں بھابی۔ تمہیں ابھی تک ساری لگانی نہیں آتی۔ ہمیشہ ٹیڑھی لگاتی ہو" اور وہ بھابی کی ساری ٹھیک کرنے میں لگ جاتی۔ اسے اپنا خیال نہ رہتا۔ وہ جانتی ہی نہیں تھی کہ اسے ان چیزوں سے کیوں محروم رکھا گیا ہے۔ اس کے محلے میں کئی عورتیں بیوہ تھیں اور وہ بیوگی کا مطلب بھی سمجھتی تھیں مگر اس نے اپنے آپ کو کبھی بیوہ محسوس ہی نہیں کیا۔ نہ کسی نے محسوس کرانے کی کوشش کی۔ اس کا خیال تھا کہ شادی کے بعد سے بھی سنگار کرنے کا حق ہوگا اور وہ بھی اسی طرح بن سنور کر چلتی پھرے گی جس طرح بہت سی سہاگنیں چلتی پھرتی ہیں۔

الغرض وہ بہت خوش رہتی اور اپنی زندگی کے یہ خشک ایام بھابی کے ساتھ ہنس بول کر گذار لی۔ بھابی کیا ملی تھی جیسے اسے ساری کائنات مل گئی تھی۔ وہ بھابی کو طرح طرح سے سنوارتی بناتی دیکھتی اور ہنستی۔ کبھی کبھی اندو کا دیہاتی سنگار اسے ناپسند بھی ہوتا۔ اور وہ اندو کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتی "بال اتنا کس کر باندھا گیا ہے کہ باپ رے تمہارا سر نہیں دکھتا؟" پھر وہ بھابی کے بال درست کرنے میں مشغول ہو جاتی۔ یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد دونوں ایک دوسرے کو دیکھتیں اور ہنس دیتیں مگر اندو کی ہنسی بہت روکھی ہوتی۔ وہ کلیانی کو گلے سے لگا لیتی اور اس کا دل رونے لگتا۔ وہ سوچتی "کس طرح کلیانی کی بیوگی دور ہو سکتی ہے۔ یہ خوبصورتی یہ جوانی اور اس کی اتنی بھولی بھالی زندگی کا کیا حشر ہوگا؟" بہت کچھ سوچنے کے بعد بھی وہ کچھ نہیں سوچ سکتی "میں کر ہی کیا سکتی ہوں" لیکن پھر بھی اگر اس کا بس چلتا تو وہ کلیانی کے سامنے اپنے کپڑوں کا بکس کھول کر رکھ دیتی اور اس سے کہتی کہ تو اپنی پسند کے مطابق ساڑی نکال لے۔

بسنت کے دن بھی اس کے سامنے یہی سوال تھا کیا کہے کیا نہ کہے۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ زینے پر چڑھتے ہوئے کسی نے کہا:۔

"کیا ہے کلیانی؟"

اندو چپ چاپ کمرے میں چلی گئی۔ بھان پرکاش نے کلیانی کے قریب آکر پوچھا۔

"کیا بات ہو رہی ہے"

"بھیا! آج بسنتی پوجن ہے نا؟"

"تو بھی جائے گی کیا؟"

کلیانی نے بھائی کے گلے میں بانہیں ڈال کر ملتجی آواز میں کہا:۔

"ہاں! ابھی تو جا رہی ہیں چندا، کرشنا، چھایا سبھی۔ میں نے ماں سے کہا کہ بابوجی سے کہہ کر میرے لئے بھی بسنتی ساڑی منگا دو مگر ماں نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ اور بھابی نے بھی کچھ نہیں کہا۔ سب بسنتی ساڑیاں پہن کر جائینگی اور میں یہی اجلی ساڑی پہن کر؟"

بھان پرکاش کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ اس نے کہا:۔ "بس اتنی سی بات؟ اچھا ٹھہر! میں ابھی تیرے لئے ساڑی لاتا ہوں۔ تو بھی بسنتی دیوی بن کر جائے گی۔ کیوں یہی نا؟"

کلیانی کا دل خوشی سے ناچنے لگا

بھان پرکاش الٹے پاؤں زینے سے اترنے لگا۔ اندو کمرے میں بیٹھی ہوئی خوش ہو رہی تھی کہ جس کام کے لئے وہ بہت دن سے ارادہ کر رہی تھی اور گھر والوں کے خوف سے نہیں کر سکتی تھی۔ آج اس کام کے لئے اس کا شوہر تیار ہو گیا لیکن ماں ...... ماں کا دل رو رہا تھا۔ سماج کی تیز تلوار اس کی گردن پر رکھی ہوئی تھی۔ کلیانی کو لوگ بسنتی ساڑی پہنے ہوئے دیکھیں گے تو کیا کہیں گے؟"

"ارے بھانو! ابھی تو آیا ہے۔ پھر کہاں چلا؟" ماں نے بھان پرکاش کو پکارا

"ابھی آیا ماں! کلیانی کے لئے ایک بسنتی ساڑی لیتا آؤں"

"ارے سن تو سہی"

بھانو کئی سیڑھی نیچے اتر چکا تھا ماں دوڑ کر بیٹے کے پاس آگئی۔

"ارے بھانو! اپنے من کی مت کر وہ رنگین ساڑی پہنے گی کس طرح"

یہ کہہ کر ماں کا چہرہ اتر گیا۔ بھان پرکاش نے گھوم کر ماں کو دیکھا اور کہا:۔

"کیوں پہننے میں کیا ہوتا ہے؟"

"تو سب بات جانتے ہوئے بھی پوچھتا ہے۔ کہیں بیوہ عورت بھی رنگین ساڑی پہنتی ہے"

غیر ارادی طور پر ماں کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے اسے آج اس نے یہ کہہ دیا۔ یہ خیال کرتے ہی جیسے وہ کانپ گئی۔

"تو اس سے کیا ہوا؟ ایک دن کی تو بات ہے اس کا شوق پورا ہو جانے دو"

"مگر سماج"

"سماج؟ ——— سماج کیا چیز ہے۔ تم ہمیشہ سماج سماج بکتی رہتی ہو" بھانو نے جھلا کر کہا۔

اس کے جواب میں ماں کے دل سے ایک آہ نکلی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اس دن پہلی مرتبہ بھان پرکاش نے اپنی ماں کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا اور اسی دن کلیانی کو بھی معلوم ہوا کہ وہ بیوہ ہے۔ اسے بسنتی ساڑی نہیں پہننی چاہئے۔

"بھیا! جانے دو میں بسنتی ساڑی نہیں پہنوں گی" اس کی آواز میں ارتعاش تھا اور چہرے پر اداسی چھا گئی تھی۔

بھان پرکاش نے کلیانی کے چہرے کو دیکھا اور چپ چاپ کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔ ماں کے رونے اور کلیانی کی اداسی نے اس کے دل میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس نے سوچا "کلیانی کا بیوہ ہونا ہی رنگین ساڑی پہننے میں مانع ہے۔ میں اپنے ارادے اب پورا کر کے ہی چھوڑوں گا۔ چاہے ادھر کی دنیا

(باقی اگلے صفحہ پر)

قیمتی موتیوں کا ہار

مترجمہ جناب صائب تدیدی فتحپوری

کرچ کی صبح کی میٹھی تند ہوا چلنے والے کو راحت سے باز رکھتی ہے۔

جو شخص دنیا میں آیا اس نے ایک نئی عمارت بنائی وہ چلا گیا اور گھر دوسروں کے لئے چھوڑ گیا۔

جو شخص دعوے میں اپنی گردن اٹھاتا ہے وہ نے کو گردن کے بل گرا دیتا ہے۔

اگرچہ مرغ لڑنے میں بہت ہوشیار ہوتا ہے۔ لیکن زبردست پنجوں والے باز کے سامنے کیا کر سکتا ہے۔

بلی چوہے کے پکڑنے میں شیر ہے۔ لیکن شیر کے مقابلہ میں چوہا۔

اے بھائی دنیا کسی کے ساتھ نہیں رہتی خدا سے دل لگا۔ بس یہی کافی ہے۔ دنیا پر اعتماد نہ کر تیری طرح اس نے بہتوں کو پالا اور مار ڈالا۔

جب تک آدمی بات نہیں کرتا اس کا عیب و ہنر چھپا رہتا ہے۔ ہر پہاڑی کی نسبت یہ خیال نہ کر کہ خالی ہے مبادا شیر سو رہا ہو۔

چشمے کے سرے کو ایک سلائی سے بند کر سکتے ہیں اور جب بھر گیا تو ہاتھی کے ذریعے بھی نہیں گزر سکتے۔

جس کی بنیاد بری ہے وہ نیکوں سے دشمنی نہیں رکھتا نالائق کے حق میں تعلیم و تربیت ایسی ہے جیسے گنبد پر اخروٹ۔

اگر ابر آب حیات برسائے تو بھی بید کی شاخ سے تو پھل نہ کھائیگا

کمینوں کے ساتھ وقت ضائع نہ کر کیونکہ تو نے دلدل سے ہرگز شکر حاصل نہیں کی۔

بھیڑیے کا بچہ بھیڑیا ہی ہوگا۔

نااہل آدمی تعلیم سے اہل نہیں ہوتا۔

بدوں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہے جیسا نیکوں کے ساتھ برائی کرنا

اے حاسد تو مر جا تاکہ رنج سے چھٹکارا پا جائے۔

تو نہ مر سکے تو درخت برید و اور لعب دو مسرل کے لئے چھوڑ دے۔

لطیفے

(مرسلہ جناب لاڈلے سرور سکینہ علی گڈھ)

ماسٹر: بڑا شہر کس کو کہتے ہیں۔
دہلی کا رہنے والا لڑکا: جہاں قطب مینار۔ لال کنواں جامع مسجد اور لاٹ صاحب کا دفتر

مہاراجہ: اس سال کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ کس محکمہ نے سب سے زیادہ ترقی کی تاکہ ریاست اس کو اور ترقی دے سکے۔
وزیر اعظم: (کچھ سوچ کر) حضور محکمہ بے کاری نے

مجسٹریٹ: میں پہلے ایک دفعہ تم کو سرکاری لکڑی کاٹنے کے جرم پر معاف کر چکا ہوں۔ اس وقت تم نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ پھر کوئی قصور نہیں کروں گا۔
ملزم: بے شک حضور۔
مجسٹریٹ: پھر تم نے اپنی بیوی کو اتنا کیوں مارا کہ ہسپتال لے جانے کی نوبت پڑی۔
ملزم: حضور۔ یہ مجھے اب تک معلوم نہ تھا کہ وہ بھی سرکاری ہے۔

شہر کا لڑکا: ویل مسٹر شیام۔۔۔۔۔۔۔۔
گاؤں کا لڑکا: بات کاٹ کر ابیل تم اور تمہارے رشتے دار میں تو آدمی ہوں

باپ: اپنے چھوٹے بچے سے مخاطب ہو کر تم اپنے کیمرہ سے میری تصویر کیوں نہیں کھینچتے
بیٹا: میرا کیمرہ تو بہت چھوٹا سا جیبی کیمرہ ہے۔ آپ کی تصویر کھینچنے کے لئے تو بہت بڑے کیمرہ کی ضرورت ہے۔

کسی شخص نے ڈاکٹر کو ٹیلیفون سے بلایا۔
آواز: آپ فوراً تشریف لے آیئے میرے لڑکے نے پنسل نگل لی ہے۔
ڈاکٹر: اچھا میں ابھی آتا ہوں۔ لیکن آپ کچھ کر بھی رہے ہیں۔
آواز: جی ہاں۔ اس وقت میں اپنا کام فاونٹن پن سے کر رہا ہوں۔

چڑیا اس جگہ اڑتی ہے جہاں دانا ہوتا ہے نہ ایسی جگہ جہاں کوئی چیز نہ ہو

طب کا متعلم جو پیاسا ہی بظاہر پیاسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں۔
محبوبہ:- تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا۔
طالب علم:- میں نے تمہارے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر نبض کی رفتار کو دیکھا تو ایس مجھ کو شریت محسوس نہیں ہوئی۔

اے عقلمند جو تجھ سے ڈرتا ہے تو بھی اس سے ڈر۔

آزاد لوگوں کے ہاتھ میں مال نہیں ٹھہرتا۔

نے میرے مشورہ پر جو ایک عرصہ ہوا میں نے انہیں دیا تھا عمل کیا۔ انہوں نے آئل انجن سے کرتین چار چرخی روئی کی پیلنے کی۔ اور دھان کی مشین لگا رکھی ہے۔ ان کا کام نہایت تسلی بخش ہے۔ آجکل دیسی کپڑے کی مانگ ہے۔ کھڈیاں لگا لینا بھی مفید ہوگا

جو شخص مصیبت کے دن فریاد رسی چاہتا ہے اس سے کہہ دو کہ سلامتی کے دنوں میں جوانمردی میں کوشاں رہے۔

ذمانہ سردار غلام کی خاطر کرو ورنہ تمہاری اطاعت سے باہر ہو جائے گا۔

کم سرمایہ کی تجارتیں

ذیل میں ان تجارتوں کے متعلق کچھ ذکر کیا جاتا ہے جو معمولی سرمایہ سے چل سکتی ہیں:-

جو تھوڑے سرمایہ سے جاری ہو سکتی ہیں

صابون سازی

۱۰۰ روپے سے ۵۰۰ روپے تک،

شہروں میں سپلائی کے لئے تازہ مکھن ۵۰۰ روپے سوڈا واٹر فیکٹری سو دو سو سے ۱۰۰۰ روپیہ تک فرنیچر میز کرسی وغیرہ بنانا ایک سو سے ۵۰۰ روپیہ تک بیڑی بنانا ۱۰۰ روپے سگار بنانا ۵۰۰ تک بلاک بنانا ایک سو روپے سے ۲۰۰ روپیہ عرق نکالنا ۵۰ روپے سے ۵۰۰ تک عطر، خوشبودار تیل بنانا ۵۰ روپے سے جلد سازی ۱۰۰ روپے سے ۵۰۰ تک بوٹ، جوتی بنانا ایک سو روپے سے ۱۰۰۰ روپے تک چمڑے کے سوٹ کیس وغیرہ بنانا ۲۰۰ روپے رنگ سازی و ڈرائی کلیننگ وغیرہ ایک سو روپے سے ۵۰۰ روپے تک، ٹھپہ (بیل بوٹے) کا کام ۵۰ روپیہ سے، موم بتی بنانا تجارت کے لئے ۵۰۰ روپے قالین کا کام ۲۰۰ روپے دھاگے گولی بنانا ۲۰۰ روپے کشیدہ نکالنا ۱۰۰ روپے، بید کا سامان تیار کرنا پچاس روپے سے ۲۰۰ روپے تک، ہوزری کی مشین لگانا ۵۰۰ روپے سے ۲۰۰ روپے ہیٹ بنانا ۲۰۰ روپے سیاہی بنانا ایک روپیہ سے ۵۰۰ روپے ہاتھی دانت کا کام ایک سو روپے سے ۵۰۰ روپے کتھا تیار کرنا ایک روپیہ سے ۵۰۰ روپے لاکھ تیار کرنا ۲۰۰ روپے

قفل قینچی، چاقو تیار کرنا	۲۰۰ روپے سے	۲۰۰۰ روپے	
بوٹ پالش تیار کرنا	۲۵۰	۲۰۰۰	
کھیل کا سامان	۵۰۰	۳۰۰۰	
فوٹو گرافی کمرشل	۳۰۰		
تصویروں کی چوکھٹ لگانا	۵۰	۱۰۰	

دیگر دیہات میں جو کام آسانی سے کم خرچ پر کئے جا سکتے ہیں:-

پولٹری فارم	۵۰ روپے سے	۱۰۰۰ روپیہ تک
ڈیری فارم	۵۰	۱۰۰
رسّے بنانا	۱۰	۱۰۰
شہد کی مکھی، جانور پالنا		۱۰۰
ریشم کی پتیاں تیار کرنا	۲۰	۱۰۰۰
چونہ و سنگ تراشی کا کام	۵۰	۲۰۰
تیل نکالنے کی چھوٹی مشین	۲۰۰	۱۰
آٹے کی مشین لگانا		۱۰۰۰
کھانڈ بنانا (چھوٹے پیمانہ پر)		۲۰۰
چاولوں کی مشین		۲۰۰
دال دلنا		۲۰۰
رنگنے کے کپڑے، لاکھ کے کپڑے بنانا		۵۰۰

بڑے پیمانے کے کام

کھانڈ کا کارخانہ	۶ لاکھ سے دس لاکھ
چمڑے کا کارخانہ، کمائیں	۵۰ ہزار ۲
المونیم کے برتن کا کارخانہ	۲۰ ہزار روپے
سگریٹ کا کارخانہ	۵۰ ہزار سے دو لاکھ
سٹیم لانڈری	
بسکٹ کا کارخانہ	ایک لاکھ یا دو لاکھ
گلاس کا کارخانہ	۵۰۰۰
ریشم کا کارخانہ	۵ لاکھ سے دس لاکھ
سوت کے کام کا کارخانہ	
اون کاتنے اور بُننے کا کارخانہ	

علاوہ ازیں لوہے کا کارخانہ، بجلی کے سامان بنانے کا کارخانہ، دوا جات کے کارخانے، گراموفون بنانے کے کارخانے، رنگ بنانے کے کارخانے، سیمنٹ بنانے کے کارخانے، پرنٹنگ کے کارخانے، لفافے اور گتے بنانے کے کارخانے۔

ہر شخص حسب حیثیت چھوٹے پیمانے پر ایک کمپنی بنا کر مشترکہ طور پر بڑا کارخانہ جاری کر کے اپنا روپیہ لگا سکتا ہے روپیہ اپنے سامنے ہوگا تجارتی منافع حاصل ہونے کے علاوہ غریب بھائیوں کو کام ملے گا۔ میں خوش ہوں کہ یک دو بھائیو

پیمانۂ بسنت!

(نتیجۂ فکر بابو کشن لال صاحب ثاقب بریلوی)

بیتاب کیوں نہ ہو دل پروانۂ بسنت — روشن ہے شمع محفل کاشانۂ بسنت
بھرلوں گل مراد سے دامانِ آرزو — کردوں ادا نماز صنم خانۂ بسنت
ہر دامن قبائے گل تر ہے چاک چاک — ہر شوخی بہار ہے دیوانۂ بسنت
دلکش ہے ہر ادائے عروس گل بہار — گلزار ہو رہا ہے پری خانۂ بسنت
دنیا کی ہے خبر نہ ہے ہوش دین کا — بے خود ہے کس قدر دل مستانۂ بسنت
زاہد نہ ہو تو رحمت ساقی سے ناامید — چھلکے ہے مئے نشاط سے پیمانۂ بسنت
آنکھوں میں سرخ سرخ ہیں ڈورے سرور کے — حاصل ہے کیف محفل میخانۂ بسنت
اس دام سے رہائی خلاف اصول ہے — جس دام میں ہو طائر دل دانۂ بسنت
کب تک رہیں بتائیے! محروم آرزو — کب تک رہیں بتائیے بیگانۂ بسنت
روشن ہیں رنگ رنگ کے پھولوں کے چراغ — پھر عندلیب زار ہے پروانۂ بسنت
پھر فصل گل ہے دعوت سکون دل و دماغ — پھر جوش حیات ہے یارانۂ بسنت
اک جان تھی کسی پہ جسے کردیا نثار — اک دل تھا پاس ہوگیا نذرانۂ بسنت
آنکھوں کی راہ دل میں سمایا بتوں کا حسن — اللہ رے کیف منظر بتخانۂ بسنت

ثاقب کبھی نہ اترے خمار مئے نشاط
آباد حشر تک رہے میخانۂ بسنت

بسنت پر مشہور ہندی کویوں کے خیالات

(مرتبہ جناب کوکب رضوی اکبرآبادی)

میرا بائی

بسنت رت آگئی اور میرا پیارا نہیں آیا۔ اس لئے میرا یہ جسم نذر آتش کرنے کے قابل ہے اگر یہ دراگون درست ہے تو میں پرماتما سے دعا کرتی ہوں کہ میں کوئل کے پھنسنے کے لئے صیاد چاند کو گھیرنے کے لئے راہو .... اور پیاسے پیا کے لئے مجسم "کالا بادل" بن جاؤں۔

بھرتری

ہوائے عطر بیز دھیرے دھیرے چل رہی ہے درختوں کی شاخوں میں کونپلیں نمودار ہیں مستی میں کوئل کوک رہی ہے شب کی بیداری کے باعث حسین مہ جبین نازک اندام سے جیسے پسینے کے قطرے کیا ہی بھلے معلوم ہوتے ہیں اس بسنت کی پرلطف شب میں کون اپنے جذبات پر غالب رہ سکتا ہے۔

کالیداس

اس دل ربا موسم میں آم کے بور کی نکہت بیز نسیم سحر کانوں کے سکون قلب میں ہیجان پیدا کردیا ہے۔ مست کوئل کی کوک اور بھونروں کے نغمے اب معیوب ہوگئی ہے۔

جگناتھ

صندل کے درختوں اور ہنستے والے سانپوں کے دہن سے نکلی ہوئی گرم ہوا کی طرح نسیم سحر چل رہی ہے۔ سرخ سرخ پتے والے آم کے درخت آنکھوں کو جلائے ڈالتے ہیں
ان حالتوں میں کنول نال رکنول کی ڈنڈی سے بھی زیادہ نازک حسینہ اپنی روح کی کیونکر حفاظت کرسکتی ہے

کالیداس

اس آم کا رس پی کر کوکلا مست ہو رہی ہے وہ اپنی پیاری کے دل فریب بوسہ دیتا ہے گونجتا ہوا بھونرا کنول پر بیٹھ کر اپنی نویلی دلہن رکنول کی سرخی دلہن کی نزاکت ادا کر رہا ہے۔

"امی جان - میں آپ کے لئے روما سے بہت اچھا تحفہ لاؤں گا۔"
"بیٹا اس کا خیال نہ کرو۔ اگر گھوڑا اور تانگہ ہی واپس لاسکو تو غنیمت ہے۔"

(اخبار ہندوستان ٹائمز کے ساتھ)

جدید عورتیں

آجکل ایک سماجی انقلاب برپا ہے اور عورتیں جانتے ہوئے اور نہ جانتے ہوئے اس انقلاب میں شریک ہیں۔ یہ ہونہ وہ نئی تبدیلیاں زندگی میں پیدا کر رہی ہیں اس لئے اگر اس عہد کو "بغاوت عورت" کا خطاب دیا جائے تو بجا ہے۔ عورتیں اب اس بات سے ناخوش معلوم ہوتی ہیں کہ وہ مرد کے ظلم و دباؤ اور اس کی برتری اور بھاری پن کو بلا وجہ قبول کریں اور اپنی ہستی کو حقیر سمجھیں اور ہر حالت میں وہ مرد کا بوجھ برداشت کرنے کی وہ عادی رہے۔

آجکل کی عورت اپنے آپ کو ایک بالکل علیحدہ ہستی بنانے کی فکر میں ہے جو اس کی اپنی بنائی ہوئی ہو۔ صرف اپنے لئے ہو۔ اور اپنے اوپر ہی سب کچھ اس کا انحصار ہو۔ مگر ایسی زندگی مصنوعی زندگی ہوگی اور اس کا انجام تباہی ہوگا۔ اور واقعی بات بھی یہ ہے کہ عورت کا وجود بلا اس کے دوسرے حصہ یعنی مرد کے بے کار ہے مرد اور عورت دو حصے ہیں نسل انسان کے جب تک مرد اور عورت صفحۂ ہستی پر موجود ہیں عورت الگ تھلگ رہ کر کوئی خوش آیند زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ اس کے بغیر زندگی کی آسائش، راحت لطف اور ترقی ممکن نہیں ہے

شادی ایک ضروری جزو ہے اس معاملہ میں جس کے سبب میں آجکل کی عورتیں اپنے کو تبدیل کرنے کی فکر میں ہیں۔ عورت کسی طرح بھی مرد کے ساتھ زندگی کا سلسلہ لئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کی زندگی آدھی

دلکشی ہے اور عورت کے لئے دوسرا۔ مگر صورت حال کا ہونا لازمی ہے۔ عورت اور مرد ان معاملات میں بالکل یکساں مفاد نہیں رکھ سکتے۔ اور اس کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ عورت

تمہیں وہ اولاد پیدا کرنی ہے جو آنے والی نسلوں کو بنائے

اور خالی رہے گی۔ اس کی تمام کوششیں اور ہزاروں حرکتیں اور کام مرد پر اور گھر گرہستی پر منحصر ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ عورتیں

— از قلم مس کملا کماری بی۔اے —

صحیح طور پر اپنی اندرونی زندگی کو اور حقیقت کو اب تک سمجھ نہیں سکی ہیں اور مردوں کے مطالبات اور حیثیت پر خواہ مخواہ نکتہ چیں ہیں۔ ایک مشہور مصنف لکھتا ہے کہ:

"آجکل جسے عورت کی فطرت اور نیچر کہا جاتا ہے ایک حد درجہ مصنوعی اور بناوٹی چیز ہے۔ یعنی وہ نتیجہ ہے کسی ایک سمت میں اس پر زیادہ دباؤ پڑنے کا اور بعض حالتوں میں اسے ڈھیل دیئے جانے کا" شادی مرد کے لئے ایک مطلب

کیلی فورنیا (امریکہ) کے مقابلہ حسن میں یہ چند لڑکیاں دو ہزار لڑکیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت سمجھی گئی ہیں

زیادہ اقتصادی آزادی کی خواہاں ہوتی ہے اور شادی کے تعلقات کو ڈھیلا کر دینا چاہتی ہے تاکہ اپنے مذاق اور آسائش میں ترقی کر سکے۔ وہ مرد کے سامنے خم ٹھوک کر مقابلہ کرنے کے میدان میں نکل چکی ہے۔ انھوں نے اپنے اور شش کو برباد کر دیا ہے۔ آجکل کی جلدی کشمکش کے عہد میں گھر کا سکھ یعنی محبت۔ کومل شوبھا۔ آنند اور سکھ کا نام نہیں ہے دنیاوی معاملات اور بزنس کے معاملہ میں اپنے دماغ کو لگانا عورتوں کے لئے بالکل ایک نیا تجربہ ہے۔ انھوں نے اپنی زندگی کی ستھرائی۔ اونچائی اور پوترتا کو بزنس اور مالیات کی ترازو کے پلڑے میں رکھ دیا ہے اور اسے چھوڑنے کے لئے تیار ہیں اور صحیح قدر و قیمت پہچاننے سے انکار کر دیا ہے۔

فریڈرک ہیرین لکھتا ہے:۔

"عورتوں کے لئے ہر پیشہ اور کام کا دروازہ کھول دینے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ عورتوں کی ایک غیر جنسی اقلیت کے لئے سب آزاد و خود مختار کر دیئے جائیں یا دوسرا مطلب صرف یہ ہے کہ نبی نوع انسان کی تباہی کو زیادہ قریب اور جلد قریب لایا جائے۔"

آجکل کی عورتوں کے لئے شادی کرنا بھی ذرا مشکل ہو گیا ہے کیونکہ مرد عورتوں سے شادی کرنا چاہتے ہیں مگر وہاں عورتیں مردوں سے زیادہ مرد بننے کی فکر میں ہیں اس لئے عورت پن ان میں سے نکل گیا ہے اور گرہستی کا سکھ ایسی حالت میں کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

آجکل ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بہت سی عورتیں دولتمند لیڈرا خطاب۔ عزت۔ بڑائی جائداد وغیرہ کی لالچ میں شادی کر لیتی ہیں۔ ایسی حالت میں شادی صرف ایک تجارت اور تبادلہ کی حیثیت رکھتا ہے جیسے جذبات وفاداری اور محبت بالکل نہیں ہوتا۔ ایسی عورتیں اپنی ہستی کو خود ہی گراتی ہیں۔ وہ اپنی

جسم کو بیوپار کرتی ہیں۔ نیکی زندگی کی ترقی نہیں ہوتی پاتی اور راستے کے نشے و اپنی روحانی زندگی کو برباد کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ ایسی عورتیں عورت پن کو ہی بالکل پسند کرتی ہیں۔ چونکہ ایک پچھلی ساری الاپ کو گندہ کرتی ہے۔ اس لئے عورت ذات پر ایسی عورتوں کا دجود ... باعث ہے

مگر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ہر عورت آجکل کی ایسی ہی ہے ———— ذات صاف کہنا چاہئے ———— صرف جسمانی مسرت اور اخلاق کی خرابی کو ہی آجکل کی زندگی کا حاصل سمجھتی ہے اور اس کے نزدیک پوترتا کی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ عورت پن دراصل مسرت۔ گرہستی کی مسرت۔ کومل پن۔ رحم و انصاف اور پیار کا دوسرا نام ہے۔ قدرت نے دل لبھانے والے ہتھیار بھی دیئے ہیں۔ اگر وہ ان کا غلط اور بُرا استعمال کرتی ہے اور پھر اپنے ہی بچھائے ہوئے جال میں پھنس جاتی ہے تو تعجب و افسوس کی بات نہیں ہے۔ وہ پارہ دیوتا کی رکھتی ہے اور گر جائے تو افسوس کی کیا بات ہے۔ جس عورت کا آدرش چھینا۔ حاصل کرنا بغیر کرنا اور اپنی پرستش کرنا ہے اُسے کوئی معقول عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔

اگر ہم انصاف کی نظر سے دیکھیں تو عورتوں کے بعض مطالبات بجا ہیں۔ وہ اگر مردوں کے مقابلہ پر مساوات اور برابر کا سلوک طلب کرتی ہیں تو ذمہ داری عزت و عصمت اصول۔ وغیرہ میں بھی انہیں برابر کا شریک ہونا چاہئے اور کر کے دکھانا چاہئے۔ اور ہر حالت میں یہ بات دماغ میں رکھنی چاہئے کہ عورت ہے جسے سب سے پہلے معیار اور سٹینڈرڈ قائم کرنا ہوگا۔ کیا ہی سچ کہا گیا ہے۔

"ایک اچھی عورت کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا" یہ مسئلہ ایک ذاتی مسئلہ نہیں ہے بلکہ گھریلو معاملہ ہے۔ ہر محب وطن اور دیش پریمی کو یہ بات بھلی لگتی ہے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ پر اس کا ملک سربلند ہو اور عزت پائے۔ ہمیں عورتوں کو یہ بات یاد دلانی ہے کہ اس پوزیشن کو حاصل کرنے کے لئے ایک بہت بڑی خدمت اور سیوا اپنے ملک کی کرنی ہے "تاریخ ہمیں بتاتی ہے ہر اس قوم میں جو گراوٹ میں جا رہی ہو سب سے پہلا گراوٹ کا اثر عورتوں کے معیار اخلاق اور معیار عصمت پر پڑتا ہے۔" اخلاق اور پاکیزگی کو اونچا رکھنے کے بارے میں عورتوں کو جو زبردست قوت عطا کی گئی ہے اسے اچھی طرح محسوس کرنے کی حاجت ہے۔

جب ہمارے ہندوستان کی عورتیں اپنی ذمہ داری کو زیادہ بہتر طریقہ پر سمجھیں گی تو ہم زیادہ طاقتور ملک کی حیثیت حاصل کر لینگے اور تمام دنیا کے لئے ایک مثال اور نمونہ بن سکیں گے۔

کیا آپ کو معلوم ہے

(از جناب رام سروپ بھٹنا گر اسسٹنٹ ماڈل اسکول ...)

(۱) ہندوستان سے یورپ جانے کے واسطے اٹلی کی کمپنی کے بمبئی سے جانے والے جہاز ہندوستانیوں کے لئے بے حد مفید ہیں کیونکہ ان جہازوں سے بمقابلہ انگریزی جہازوں کے دو یوم قبل پہنچ جاتے ہیں اور ان میں خورد و نوش کا انتظام بھی ہندوستانیوں اور جہازوں کے نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ اس کمپنی کا نام لائیڈ ٹرسٹینو ہے اور جہاز کا نام کانٹی وردی ہے۔

۲- بحیرہ روم میں داخل ہونے کے واسطے بحر ہند اور بحر قلزم کو ملانے والی آبنائے باب المندب پر بندرگاہ عدن بھی اہمیت رکھتی ہے۔ اس جگہ بوجہ کمی بارش پانی کی قلت ہے۔ پہاڑوں پر گھاس تک اور جنگلات بھی کمی کے ساتھ ہیں یہاں کے کالے کالے پہاڑ شاید کوہ آتش فشاں کی چٹانوں سے بنے ہیں۔

۳- بحیرہ قلزم کا پانی بجائے سرخ رنگ کے شفاف نیلے رنگ کا ہے۔ ماہ ستمبر میں جو مسافر بذریعہ جہاز اس کو طے کرتے ہیں ان کو گرمی کی بے حد تکلیف برداشت کرنی ہوتی ہے، کیونکہ اس کی چوڑائی کم ہے اور اس کے دونوں جانب کا ساحل ریتیلا ہے۔ بجانب مشرق عرب کا ریتیلا ملک اور مغرب کی طرف ریگستان صحرائے اعظم ہے۔

۴- بمبئی میں جو دکانیں پارچہ فروشوں کی ہیں۔ ان میں بمقابلہ دیسی کپڑے کے ولایتی کپڑا زیادہ ملتا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں اٹلی میں جو ہندوستانی کپڑے کی تجارت کرتے ہیں انکی دوکان پر بجائے اس کے کہ ہندوستانی کپڑا فروخت ہو اٹلی کا ہی بنا ہوا کپڑا ملے گا۔ ان لوگوں کو جو منافع وہاں کے کاروبار میں ہوتا ہے وہ اسی ملک میں خرچ کیا ہوتا ہے یا کسی چھپے ملک کو چھوڑیں گو اس رقم کا کثیر حصہ گورنمنٹ ضبط کر لیتی ہے۔ حب الوطنی اور دولت کی حفاظت کرنا اسی کا نام ہے۔

۵- بندرگاہ پورٹ سعید میں مغربی اور مشرقی طرز معاشرت کا بہترین نمونہ دیکھنے کو مل سکتا ہے یہاں پر ایسی دوکانیں کثرت سے ہیں جہاں پر انگریزی طرز سے خرید و فروخت ہوتی ہے۔ لیکن ان دوکانداروں کی کمی نہیں ہے جن سے نرخ تصفیہ کرنے کو کافی وقت درکار ہے۔

۶- مصر کا ملک نہ صرف قدیم زمانہ میں ترقی یافتہ تھا بلکہ زمانہ موجودہ میں بھی بے حد ترقی کر رہا ہے یہاں سے ہر سال طلبا کی ایک کثیر تعداد دیگر ممالک کو بغرض تحصیل علم روانہ ہوتی ہے۔

۷- اٹلی کے شہر وینس میں سڑکوں کا کام نہروں سے لیا جاتا ہے۔ اس شہر پر سینٹ مارک کے نام سے بڑے کارخانہ موجود ہیں جن میں بے حد خوبصورت اشیاء تیار ہوتی ہیں یہاں کے دوکانداروں کا یہ خیال ہے۔ لیکن حد تک ٹھیک بھی ہے کہ یورپ میں زیادہ تر وہی لوگ ہندوستان سے آتے ہیں جو مالدار ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ اپنے یہاں کی تیار شدہ اشیاء بے حد گراں فروخت کرتے ہیں۔ ایک ایک چھوٹی شے کی قیمت صد سو سو روپیہ تک وصول کی جاتی ہے۔

۸- اس میں شک نہیں کہ سوئٹزرلینڈ قدرتی مناظر میں جو دلکشی رکھتا ہے وہ لاثانی ہے۔ لیکن کشمیر میں بھی اکثر مقامات ایسے ہیں جو کسی طرح بھی سوئٹزرلینڈ سے کم نہیں ہیں مگر زیادہ تر اشخاص کشمیر کے مقابلہ میں سوئٹزرلینڈ کو جانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس کے دو اسباب ہیں۔ اول یہ کہ کشمیر کی گورنمنٹ کی جانب سے اس قسم کی حوصلہ افزائی نیز ہمدردی مسافران کے ساتھ نہیں کی جاتی جس سے وہ اس پر فضا مقام کے دیکھنے کے خواہشمند ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر قیام کرنے کے واسطے سوئٹزرلینڈ کی طرح کوئی مناسب انتظام نہیں۔ اگرچہ اس ملک میں مختلف زبان اور مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں لیکن پھر بھی ان میں کافی اتفاق ہے۔ اس کے اندر ۷۰ فیصدی آدمی جرمن زبان بولتے ہیں۔ ۲۰ فی صدی فرانس اور چھ فیصدی اٹیلین اور بقیہ ۴ فی صدی دیگر زبانیں بولتے ہیں۔ گو اس ملک کا خاص پیشہ مسافران کی مدارات کر کے پیسہ کماتا ہے یا گائے بیل چراتا ہے مگر مشینوں میں یہ ملک دوسرے ترقی یافتہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ یہاں کی گھڑیاں بے حد مشہور ہیں۔

۹- ملک وائنا میں ایک چرخ ۲۰۰ فٹ اونچا ہے۔ جس پر چڑھ کر تمام شہر کی سیر ہو جاتی ہے۔ اس کے نزدیک ہی ایک مصنوعی پہاڑ ہے جس پر مصنوعی طور سے دریا نکالے گئے ہیں۔ اسی پہاڑی کے ڈھلانوں پر برقی طاقت سے ریڑھیاں چلائی جاتی ہیں۔ یہ جگہ اس شہر کی خاص تفریح گاہ ہے اور شام کو یہاں پر ایک خاص مجمع ہوتا ہے۔

۱۰- زیکوسلاویکیہ کے شہر پراگ میں سولہویں صدی میں ایک گھنٹہ گھڑی تیار کی گئی جو اب تک موجود ہے۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ گھنٹہ بجنے کے ساتھ ساتھ اس میں تصویر بھی ادھر ادھر چلتی ہیں اور ہر ایک تصویر سے ایک خاص مقصد یا نصیحت ظاہر ہوتی ہے۔

۱۱- ملک فرانس نیز پیرس گو نہایت خوبصورت تمام دنیا میں مشہور ہے مگر یہاں پر عالیشان ایوانوں کی آغوش میں فاقہ کش محتاج بھی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کے بچے ایک موٹا سا پیلی کی خاطر ... کے چھلکے پورے ڈھیر کو ... رہتے ہیں

...۱۶۶۶ء میں لندن میں ایسی آگ لگی تھی کہ سارا شہر جلکر خاک ہو گیا تھا آپ جانتے ہیں کہ یہ آگ کہاں سے شروع ہوئی تھی؟ صرف ایک لوہار کی دوکان سے، ہمارے دیس میں نہ جانے کتنی مرتبہ ایسی آگ بھڑکی ہے میرا مطلب جلتی ہوئی آگ سے نہیں ہے بلکہ بیماری اور گندگی ، وباؤں کی آگ سے ہے ملیریا، پلیگ، انفلوئنزا، دق، ملیریا اور دوسرے روگ اتنے آدمیوں کو بھینٹ لے لیتے ہیں کہ ان سے کئی ملک بس سکتے ہیں کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ان سب کا خون کس کس کی گردن پر ہے؟ اس میں نہ تو خدا کی مرضی ہے نہ شیطان کی شرارت، یہ تو ہمارے ہی کرتوت ہیں، یہ سنکر آپ ناک بھوں نہ چڑھائیے میں پھر کہتا ہوں کہ ہم میں سے بہت سے آدمی لندن کے لوہار کی طرح ہیں جس طرح اس نے اپنی دوکان کی آگ کا پورا دھیان نہیں کیا تھا اسی طرح ہم میں بھی اپنے روگ کی روک تھام کی عادت نہیں،

اگر کوئی آدمی بیمار ہونا چاہتا ہے تو ہو جائے، اس سے ہمیں زیادہ شکایت ہی نہیں لیکن اس کو کیا حق ہے کہ وہ اپنا مرض حاتم طائی کی دولت کی طرح سب کو بانٹتا پھرے۔

تعلیمی، سماجی و طبی فلمیں

فلموں سے کیوں پراپیگنڈہ کا کام نہیں لیا جاتا؟

(از سید ابو طاہر صاحب)

یہ تو وہی بات ہوئی کہ کبڑے سے کسی نے پوچھا کہ تمہاری پیٹھ سیدھی کر دیں کہنے لگا نہیں سب کی پیٹھ ایسی ہی ٹیڑھی کر دو، بات یہ ہے کہ ہم سب انجان ہیں، پیدا ہوئے ہیں بیسویں صدی میں مگر باتیں چلتے ہیں دو ہزار سال پہلے کی، بہت سے لوگ تو یہی کہا کرتے ہیں کہ صاحب پہلے زمانے کے لوگ کتنے طاقتور ہوتے تھے، آجکل کے بچے تو سدا روگی رہیں بیس سال میں بوڑھے ہو جاتے ہیں اور چالیس سال میں مر جاتے ہیں،

لیکن آپ نے کبھی اسباب پر غور کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلے لوگ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بستے تھے، بیچ بیچ میں لمبے جنگل اور چٹیل میدان تھے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا بڑا مشکل تھا اس لئے ایک گاؤں کا مرض ایک ہی جگہ رہتا تھا اس کے علاوہ تازہ ہوا اور روشنی کی وجہ سے آبادیاں پاک صاف رہتی تھیں اسی طرح سادی زندگی تھی اس لئے اخلاق بھی بہت اچھے تھے،

آجکل آبادی بہت بڑھ گئی ہے بمبئی جیسے شہر آباد ہو گئے ہیں موٹر، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز نے اتر دکھن، پورب پچھم سب ایک کر دیا ہے اس لئے مدراس کا مرض آن کی آن میں دہلی اور پشاور تک پہنچ جاتا ہے

گھنی آبادیوں کی وجہ سے جراثیم اور کیڑے بڑھ گئے ہیں اور اخلاق بگڑ گئے ہیں،

اب اسبات کی ضرورت ہے کہ ہمارے دیس کے لوگ دو ہزار سال پہلے کی تندرستی کے راگ گانا بند کر دیں اور اسبات کی خود کوشش کریں کہ اس بیسویں صدی میں سماج کی تندرستی کس طرح بہتر ہو سکتی ہے؟ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ہر آدمی مرض سے خود بھی پاک رہے اور پورے سماج کو بھی محفوظ رکھے ہم میں کا ہر آدمی پورے سماج کا ذمہ دار ہے اب ہم یہ ذمہ داری پوری کرنے بھی ہیں یا نہیں،

حفظان صحت!

ریل گاڑی کے ڈبوں میں "تھو کو مت" کی تختیاں لگی ہوئی ہیں لیکن جس کا جی چاہتا ہے ڈبہ ہی میں تھوک دیتا ہے اور گندگی کر دیتا ہے سینما تھیٹر اور جلسوں میں نزلہ، زکام اور کھانسی کے مریض ادھر ادھر چھینکتے اور کھانستے رہتے ہیں منہ پر کوئی رومال بھی نہیں رکھتے آس پاس کے لوگ اگر بیمار ہو جائیں، تو ان کی بلا سے، دریاؤں تالابوں اور کنوؤں کے قریب لوگ نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں اور اپنے ڈھور ڈنگر بھی اکثر چھوڑ دیتے ہیں یہی پانی پینے کے کام میں آتا ہے کالرا نہ پھیلے تو بڑا تعجب ہے اس میں کس کی غلطی ہے؟ اپنے گھروں کے سامنے لوگ کوڑا کرکٹ کا ڈھیر لگا دیتے ہیں سڑک کا مہتر صفائی کرتے کرتے مر جاتا ہے مگر کوڑے کا پہاڑ کم ہونے میں ہی نہیں آتا اس پر مکھیاں بیٹھتی ہیں اور جو کچھ ہم نے باہر پھینکا تھا وہ سب اپنے پروں اور ٹانگوں میں لپیٹ کر لے آتی ہیں اور ہمارے ساتھ رکابیوں میں کھانا کھاتی ہیں،

بتلائیے اس طرح بیماری پھیلتی ہے یا نہیں؟ ہم اپنا میلا پانی جہاں جی چاہتا ہے پھینک دیتے ہیں وہاں مچھر انڈے دیتے ہیں رفتہ رفتہ ان کی فوج کی فوج انسانوں کا خون چوستی ہے بتلائیے ملیریا پھیلنے کی ذمہ داری کس پر ہے؟

اور سنئے! ہماری گھر والیوں کی کرامات، آپ کا گھر مرغیوں، بھینسوں، بکریوں اور بکھرے ہوئے بچوں کا ڈیرہ ہوتا ہے جہاں گوبر پر مکھیاں مچھر اور پسو آرام کرتے ہیں وہیں آپ میلی بالٹی میں دودھ دوہتے ہیں اور اس کو مفت روپیہ کے چار سیر کے حساب سے ہمارے گھر بیچنے کو لاتے ہیں،

آپ کیسے کہے نئے دن پیچش، بدہضمی اور پیٹ کی بیماریوں میں کیوں مبتلا رہتے ہیں؟

(باقی آئندہ)

کیا خوف اور دہشت سے امن عالم قائم ہو سکتا ہے؟

حکومت برطانیہ کی بے بسی اور کمزور پالیسی کا نتیجہ

جرمنی اور اٹلی کے ہاتھوں میں کھیل کر امن و تہذیب کا خاتمہ کیا جا رہا ہے

(مشہور ماہر سیاسیات میجر ڈی۔ گراہم پول کے قلم سے)

کیا ہم اس نقطہ پر پہنچ چکے ہیں جہاں معقل نصیحت ہو رہی ہے اور صرف وحشیانہ زور و ظلم اقوام عالم کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے میں دخیل ہوتی ہے کچھ دن ہوئے وزیر اعظم برطانیہ نے جو تقریر براڈکاسٹ کی تھی اس میں کہا تھا "اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ کسی ملک نے باقی تمام دنیا کو زور جبر سے اپنا مطیع بنانے کی ٹھان لی ہے تو میں [illegible] زور جبر کو روکنے کے لئے پہلی مسلح کروں گا" لارڈ ہیلیفیکس نے [illegible] سلسلہ میں کہا تھا کہ زیکوسلوویکیا کے معاملہ میں [illegible] نے خواہ کچھ بھی [illegible] اختیار کیا ہو ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ اسلحہ [illegible] اور [illegible] کے ایک بہت بڑے مظاہرے کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اور بین الاقوامی حالات اس جبر کا مقابلہ کرنے سے [illegible] قاصر ہیں۔ مسٹر [illegible] ایک ہفتہ پہلے یہی نعرہ بلند کیا تھا "ہماری کامیابی محض اس وجہ سے ہے کہ ہم مسلح ہیں اور اگر ضرورت پڑ جائے تو ہم تشدد سے گریز نہ کریں گے" اسی طرح اسکے شہادت [illegible] نے بھی کہہ دیا ہے ہم جنگ نہیں چاہتے لیکن ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ اگر ضرورت پڑے تو جنگ سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

پارلیمنٹ برطانیہ کے اجلاس کی تیاریاں ہو رہی ہیں اس میں یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ قوم کو کسی ممکن جنگ کے لئے کس طرح تیار کیا جائے بے شک ایک قومی رجسٹر ناموں کے اندراج کے لئے کھولا جائے گا اگر گذشتہ مہینہ لڑائی چھڑ جاتی تو ہم لڑنے کے لئے بالکل تیار نہیں تھے۔ پبلک پارکوں میں خندقیں کھودی جا رہی ہیں اور حفاظتی تیاریاں ہو رہی ہیں ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھانے والے کب چوکتے ہیں جنگ کا چرچا شروع ہوتے ہی جنگی چیزوں کی قیمتیں بڑھنی شروع ہو گئیں چنانچہ ریت کے تھیلے کی قیمت دو آنے سے کر دس آنہ تک بڑھ چکی ہے گذشتہ ہفتہ ہوائی حملوں سے بچانے والے فوجی افسران، بحری بری فوجی اور ہوائی حکام مسٹر [illegible] ڈپٹی سیکرٹری سٹیٹ دفتر خارجہ و چیف افسر محکمہ دفاع فضائی کا ایک جلسہ مشورہ کے لئے ہوا جس میں نہایت صفائی کے ساتھ برطانیہ کی بے بسی اور تیار نہ ہونے کی حالت کا اقرار کیا گیا۔ اگر فوری حملہ ہو جاتے تو برطانیہ بچ نہیں سکتا۔ اس سرکاری افسر نے یہ بھی کہا کہ ہمارا محکمہ ہوائی جس قدر تیاریاں کر رہا ہے وہ اور ملکوں کے مقابلہ پر بہت سست رفتار ہے یہ اقرار مخالف پارٹی کی طرف سے نہیں کیا گیا ہے بلکہ خود حکومت کے افسران نے کیا ہے جس سے معاملہ کی نزاکت کا احساس ہو سکتا ہے۔

وزیر اعظم کو اس کا اشتیاق تھا کہ کسی طرح بہت جلد اٹلی سے معاہدہ ہو جائے اور جرمنی سے بھی دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے بہت شیدائی ہیں، یقیناً اٹلی نے ۰۰۰، ۱۰ والنٹیروں سپین بھیجے ہیں سے نے اب میکن فرانس کو ہزاروں بندوقیں سپلائی کی ہیں اور سپین میں اٹلی کے والنٹیروں اس قدر نقصان نہیں پہنچا سکتے جس قدر یہ ہتھیار پہنچا رہے ہیں اور روس کو اب تک نظر انداز کیا جا رہا ہے کابینہ کے ایک رکن لارڈ ونٹرٹن تو اس قدر اپنی حد سے آگے بڑھ گئے کہ روس ابھی اس قابل ہے کہ [illegible] جس میں یہ کہا گیا ہے کہ روس [illegible] جبہ کا قوی فوجی [illegible] اس کی فوج بہت طاقتور ہے اس کے ٹینک بہت مضبوط ہیں اور دنیا کی سب سے بڑی ہوائی طاقت اس کے پاس ہے [illegible] نازک مرحلے کے بعد مسٹر [illegible] نے صرف ایک بار رہنمائی کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ روس کی فوج

مسٹر چیمبرلین اور لارڈ ہیلی فیکس روما (اٹلی) کے اسٹیشن پر

ہی نہیں ہے کہ وہ فرانس اور زیکوسلواکیہ کے فرائض جو اس پر عائد ہوتے ہیں ان سے سبکدوش ہو سکے" بے شک روس نے اس کی فوری تردید کی مگر لارڈ ونٹرٹن نے اپنے بیان کی اس جرح پر کوئی توجہ نہیں دی دوسری طرف ٹائمز کے فوجی اخبار چی کپتان لیڈل ہارٹ نے کہا ہے "روسی فوج ۱۹۱۴ء کی فوج سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ اس کی ہوائی طاقت نازی ہوائی طاقت کی طرح ہولناک ہے۔

"ہم اور جرمنی" ایک کتاب ہے جو لارڈ لنڈن بری نے لکھی ہے اس کے صفحہ (۹۹) اور (۱۰۰) پر انھوں نے

بہت زبردست ہے خواہ اس کی ہوائی طاقت، ادھر فرانسیسی فوج یورپ کی بہترین فوج ہے مسٹر لائڈ جارج نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ منچوریا، حبش، سپین، چین اور آسٹریا کے بعد زیکوسلوویکیہ کے معاملہ میں ہماری کمزوری نے ساری دنیا کو ہماری حیثیت سے واقف کرا دیا ہے پہلے ہمارے ساتھ بہت سی اقوام تھیں اور ہو جاتیں مگر اب دنیا کی کمزور قومیں فرانس اور برطانیہ کی طرف رہنمائی کے لئے نہیں دیکھتیں بلکہ جرمنی ڈکٹیٹر کی طرف پشت پناہی کے لئے دیکھنا پسند کرتی ہیں،

ہم ایسی حالت امن میں ہیں جسے امن نہیں کہا جا سکتا وزیر اعظم نے صرف التوائے جنگ حاصل کیا ہے ۱۹۱۹ء میں جب نیشنل گورنمنٹ نے برطانیہ کی باگ [illegible] میں سنبھالی اسلحہ بندی کے خلاف آر تھر ہینڈرسن کی جس قدر کوششیں تھیں بیکار ہو گئیں، چین، حبش، سپین، آسٹریا اور زیکوسلوویکیہ لیگ اقوام کی [illegible] دار رکن تھیں، مسٹر بالڈون نے بھی انتخاب کے وقت قسم کھائی تھی کہ دنیا میں کہیں بھی جور و جبر ہوگا ہم اس کو روکیں گے اور امن قائم کریں گے مگر بدقسمتی کس قدر رائی گئیں اس کا حال بھی دنیا کو معلوم ہے، بک [illegible] کے بغیر مطلق العنان اور جابر مسولینی کو حبش پر قبضہ کرنے کی مہلت دی گئی اور اب وزیر اعظم مصر ہیں کہ کسی طرح اینگلو اٹالوی معاہدہ ہو جائے تاکہ شہنشاہ اٹلی کو حبش کا بادشاہ بھی تسلیم کر لیا جائے انگریز قوم کو نون پارٹی نے جس قدر ذلیل کیا ہے اس کی مثال تاریخ اور کوئی نہیں۔

وزیر اعظم کہتے ہیں کہ ہم نے امن حاصل کر لیا اور قوم کو موت کے منہ سے بچا لیا۔ مگر کیا در اصل ایسا ہوا ہے جنگ اس طرح روکی نہیں جا سکتی، جب تک ظلم اور جبر کے خلاف باقاعدہ مسلسل محاذ قائم نہ کیا جائے ایک کانفرنس تمام اقوام کی طلب کی جائے جس میں سیاسی آزادی اور حقوق طے کئے جائیں اور اقتصادی موقعوں کو ہر ایک کے لئے مقرر کیا جائے اور جنگ کے امکانات کو بعید ترین حصہ پر پہنچا دیا جائے، ہر قوم و ملک کے آدمی امن چاہتے ہیں جب تک سب کی کوشش نہ ہوگی شرم اور ذلت پر ذلت ہمیں حاصل ہوتی رہے گی،

۱۹۳۱ء میں سر آسٹن مسٹر چیمبرلین نے بحیثیت فارن سیکرٹری کہا تھا نہ معلوم وزیر اعظم اس کا مطلب کیا لے رہے ہیں:۔

جرمنی نے غیر جرمنی آبادی اور یہود آبادی پر جس قدر مظالم کئے ہیں اور جور و جبر کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کو دیکھتے ہوئے کوئی برطانوی مدبر ایک میل زمین بھی نازی جرمنی کے ہاتھ میں دینے کے لئے تیار نہ ہوگا" لارڈ سیسل نے ۲۰ ستمبر کو بالکل ٹھیک کہا ہے "حضرت مسٹر چیمبرلین کو ڈیل کی رو سے یہ نہیں سمجھا کہ [illegible] کے مطالبات کی منطق کیا ہے اور کیا وہ انصاف پر مبنی ہیں یا نہیں اس نے کہا کہ یہ میری منشاء ہے۔ اور ہم نے سر تسلیم خم کر دیا اب ہمیں ہٹلر کی مرضی پر چلنا ہوگا انصاف اور عقل کی جگہ طاقت کی پرستش اور جور و جبر پر بھروسہ کرنا ہمارا ایمان ہو گیا ہے" ہماری نیشنل گورنمنٹ صرف "موقعوں" سے فائدہ اٹھاتی ہے اور جب سے وہ برسر اقتدار آئی ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

(چند لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مہاتما گاندھی جو کچھ کہتے ہیں اس کا پس منظر سیاسی ہوتا ہے لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ مہاتما جی کی سیاست اور روحانیت دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں یہ ایک دوسرے پر اثر ڈالتی رہتی ہیں اور مہاتما جی کے تمام اقوال و افعال اسی تلاش حق کے سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں جو انہوں نے جنوبی افریقہ میں شروع کی تھی اور جو اب تک جاری ہے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مہاتما گاندھی کی ذات روحانیت اور سیاست کا ایک مشترک سرچشمہ ہے جو ہندوستان کو سیاسی اور روحانی دونوں فائدے پہنچا رہا ہے، (ایڈیٹر)

اب سے دو برس پہلے مس میل مینیو نے ہندوستان کی سیاست کی بھی اور مشہور کتاب "رنگ دلسل کی تراثی" تصنیف کی تھی ان کے ہندوستانی سفر کے دوران میں ایک پیچیدہ سیاست دان نے ان سے ایک عجیب بات کہی تھی وہ یہ تھی کہ "مہاتما گاندھی کا وجود ہی ایک بہت بڑا جرم ہے جس کا کفارہ ہندوستان کبھی ادا نہیں کر سکتا ایسے وقت میں جبکہ ہندوستان کو اپنے رہنمائی اور ... جو واقعات کے پیش نظر اس کی نفسیاتی اور دوسری مشکلات کو حل کرنے، گاندھی جی اپنا رخ ازمنہ وسطیٰ کی طرف پھیر رہے ہیں وہ اس وقت اچھوتوں کے لئے مندروں کا دروازہ کھولنے کی کوشش میں ہیں حالانکہ ہندوستان کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ مندروں کی طرف پیٹھ پھیر کر وہ روشنی کی طرف دیکھے"

ایک نعمت!

مہاتما گاندھی کی جو تصویر ان الفاظ میں کھینچی گئی ہے وہ بالکل غلط بھی ہے اور نا انصافی پر مبنی بھی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیس بائیس سال سے مہاتما گاندھی ہندوستان کی سیاسی زندگی کا مرکز بنے ہوئے ہیں اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہندوستانیوں کی سیاسی بیداری جس موجودہ شکل میں پائی جاتی ہے، وہ مہاتما گاندھی ہی کی جادو اثر شخصیت کی پیدا وار ہے؟ مہاتما گاندھی کے وجود کو "جرم" کہنا انتہائی غلطی، ناشکری اور احسان فراموشی ہے آپ کی ذات اس دنیا کے لئے ایک "نعمت" اور ایک نادر تحفہ ہے جس کے لئے ہندوستان ہمیشہ شکر گذار رہیگا۔

عوام پر اثر!

ہندوستان میں صرف "گاندھی" کا لفظ ایک جادو ہے یہ لفظ بہت سی خوبیوں کا مجموعہ ہے اس کے دائرے میں سرمایہ دار، سوشلسٹ، جمہوریت پسند اور لبرل، سب موجود ہیں، یہ قومیت اور آزادی کا

مہاتما گاندھی کی ستیا
وہ ذات جو روحانیت و سیاست کا مشترک سرچشمہ ہے
(از مسٹر رائے)

علمبردار ہے اس کے معنی سچ اور عدم تشدد ہیں، عوام کا یہ ایک مسلک بن گیا ہے کہ جو کچھ مہاتما گاندھی فرمائیں اسے سچ سمجھنا چاہیئے اور بغیر کسی چون و چرا کے قبول کر لینا چاہیئے مہاتما جی اس وقت کانگریس کے "چار آنے والے" ممبر بھی

نہیں ہیں تاہم عملاً کانگریس کی پالیسی کی رہنمائی فرماتے ہیں جو لوگ مہاتما جی کی رائے کے مخالف ہوتے ہیں ان کی آواز کا کوئی اثر عوام پر نہیں ہوتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پبلک

لائف سے ان کو باہر ہو جانا پڑتا ہے

مہاتما گاندھی نے جو کچھ کیا ہے یا کر رہے ہیں وہ اس زمانے کے ہندوستانی تاریخ کی اہم نشریں ہیں، صرف عوام نہیں بلکہ تعلیم یافتہ لوگوں کی نظروں میں بھی مہاتما جی

ایک آسمانی مشن رکھتے ہیں وہ ہندوستان کے نجات دہندہ ہیں،

مختلف کام

اگر ہم مہاتما گاندھی کے کاموں کے سلسلہ پر غور کریں تو اس میں بہت سے ایسے کام نظر آئیں گے جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن یہ اختلاف بھی کوئی عجیب چیز نہیں ہے ہر ایسے حکیم کو، خواہ وہ روحانی حکیم ہو یا جسمانی حکیم بیماریوں کے بدلنے والے حالات کے مطابق نسخہ تجویز کرنا پڑتا ہے ہم انہیں دیکھتے ہیں کہ جنوبی افریقہ میں وہ نسلی امتیاز کے خلاف جنگ کر رہے ہیں، پھر دیکھتے ہیں کہ ہندوستان واپس آکر وہ اپنے ہم وطن کے قومی احساس کو بیدار کرتے ہیں اس کے بعد سول نافرمانی کی تحریک کی رہنمائی کرتے ہیں اس کے بعد پبلک لائف سے الگ ہو کر سابرمتی میں گوشہ نشین ہو جاتے ہیں، پھر سیاسی میدان میں آتے ہیں اور ستیاگرہ کی تحریک جاری فرماتے ہیں اس کے بعد گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے انگلستان جاتے ہیں پھر ہندوستان آکر سیاسیات میں حصہ لیتے ہیں پھر وردھا کے آشرم میں قیام فرما کر اپنا وقت دیہات اور گیان میں، نیا تعلیمی سسٹم جاری کرتے ہیں، کانگریسی وزراؤں کو مشورہ دیتے ہیں، ہریجنوں کی بہتری کی کوشش ہیں اور ملکی و غیر ملکی دوستوں سے خط و کتابت میں صرف کرتے ہیں،

"عدم تشدد"

گاندھی جی کے متعلق یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ وہ جدید دنیا کے ایک بہت بڑے سیاست داں ہیں ان کا "عدم تشدد" ایک ایسا ہتھیار ہے جو اپنی روحانی بنیاد کے باوجود بہترین سیاسی فائدوں کا حامل ہے مہاتما گاندھی کا قول اور عقیدہ یہ ہے کہ اگر یہ صحیح طریقہ پر استعمال کیا جائے تو اس سے دنیا میں ہر کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ مہاتما جی نے پہلے ہی محسوس کر لیا تھا کہ ہندوستان کے لئے برطانوی امپیریلزم سے لڑنا صرف اسی حالت میں ممکن ہو سکتا ہے جبکہ وہ "عدم تشدد" کا طریقہ اور عقیدہ اختیار کرے، ساری دنیا جانتی ہے کہ ہندوستانیوں کے پاس طاقت کا کوئی ایسا آلہ نہیں ہے جس سے وہ برطانیہ کے تسلط کا مقابلہ کرے،

مہاتما جی کا اصول "عدم تشدد" اس وقت کانگریس کا سب سے زیادہ طاقتور سیاسی ہتھیار بنا ہوا ہے گاندھی جی کا سادہ لباس، ان کا چرخہ، ان کا سوت کاتنے کا پروگرام یہ سب اچھی چیزیں ہیں جن کی تقلید ہندوستان کے لئے سیاسی اور اقتصادی غلامی سے نجات کا باعث ہو سکتی ہے چھ کروڑ ہریجنوں کو بھی سیاسی حقوق دلانا اپنے تمام انسانی اور روحانی پہلوؤں کے باوجود ہندوستان کی سیاسی ترقی کا بہترین آلہ ثابت ہو سکتا ہے، (باقی اگلے صفحہ پر)

وجدانیات!

(از پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق ایم اے گورکھپوری، الہ آباد یونیورسٹی)

(خاص پنج ویکلی کے لئے)

ہر ایک طرح کے پردے اٹھاتے جاتے ہیں — تم آؤ آپ میں دیوانے آئے جاتے ہیں
حریف انجمن دھر ہے ابھی شب گور — چراغ بزم عدم جھلملائے جاتے ہیں
نہیں جراحت غم اوپری رگوں کے لئے — بچا بچا کے یہاں دل دکھائے جاتے ہیں
کمال جاذب کشش دیکھئے دلوں کو بھی — خبر نہیں، وہ دلوں میں سمائے جاتے ہیں
وہ مقتل غم دنیا یہ مقتل غم عشق — جو بچ رہے تھے یہاں کام آئے جاتے ہیں
نہ راہ و رسم نہ اب کوئی عہد و پیماں ہے — وہ بھول دل کو مگر یاد آئے جاتے ہیں
غم نہاں کے اشاروں ہی پہ تیرے دیوانے — نہ جانے کیوں نئی دنیا بسائے جاتے ہیں
یہاں سے جا بھی چکے وہ ہیں بھلا بھی چکے — ہم ان سے آج بھی دامن چھڑائے جاتے ہیں
نظر کے دست کرم سے کہیں ہر اک خط — فنا بقا کے خزانے لٹائے جاتے ہیں
عدم کو درد تیرا لے کے جینے جی پہونچے — کہیں اجل سے یہ صدمے اٹھائے جاتے ہیں
خدا نخواستہ بجلی کہیں گرے لیکن — نظر جھکائے ہوئے مسکرائے جاتے ہیں
ہوس ہے عشق ہے اور ایک منزل بے نام — یہیں یہ کھوٹے کھرے آزمائے جاتے ہیں
ہے مٹنے ملنے کو ایک نگاہ بہت — یہ فتنہ دو جہاں کیوں اٹھائے جاتے ہیں
نگاہ ناز میں صبح ازل کی کیفیت — ارے یہ کب کے فسانے سنائے جاتے ہیں
مریض عشق کے بالیں پہ اور عالم ہے — اب اس مقام سے اپنے پرائے جاتے ہیں
نگاہ ناز میں آتا چلا حجاب سا کچھ — یہیں سے شوق کا پہلو دبائے جاتے ہیں
حریف زخم نہاں نشتر نگہ بھی نہیں — بہت بچا کے یہ چرکے لگائے جاتے ہیں

غبار راہ طلب اٹھ کے بیٹھ بھی نہ سکا
فراق ابھی سے قدم ڈگمگائے جاتے ہیں

اس ہفتہ کے لئے ایک خیال: **نیک کام کرو اور خدا کو یاد رکھو یہی سب سے اچھا مذہب ہے** (گورو نانک)

تیج ویکلی دہلی

۷۔ فروری ۱۹۳۹ء

انڈین نیشنل کانگریس کی صدارت!

اصول، پالیسی اور پروگرام کی نئی صورت حال

انڈین نیشنل کانگریس کی پچاس سالہ تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس کا صدر ڈیلیگیٹوں کی کثرت رائے سے ایک کھلے مقابلہ میں منتخب کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے جو طریقہ رائج تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ ہر سال یہ انتخاب بالاتفاق رائے ہوا کرتا تھا اور وقت کی ورکنگ کمیٹی یہ کانٹوں کا تاج ایک سال کے لئے جس شخص کے سر پر رکھنا چاہتی تھی اسی کو تمام ڈیلیگیٹوں کے ووٹ اسی طور پر مل جایا کرتے تھے۔ اور وہی شخص کانگریسی نمائندے کی حیثیت سے قومی جدوجہد کے متفقہ پروگرام کو چلایا کرتا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انڈین نیشنل کانگریس کے اندر کبھی اختلاف رائے رونما نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ ایک سے زیادہ کبھی کوئی پارٹی کانگریس میں موجود نہیں ہوتی تھی۔ صرف یہی نہیں کہ جمہوریت میں کسی بھی ترقی یافتہ انجمن میں جو جمہوریت پسند ہو اختلاف رائے کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اختلاف رائے ہی جمہوریت کی روح ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جب سے سوشلسٹ عنصر کے کانگریس میں داخل ہونے کے باعث دائیں اور بائیں بازو کا وجود ہوا ہے اس وقت سے اختلافات کے بعض پہلوؤں نے زیادہ نمایاں صورت اختیار کر لی ہے۔

بہر حال موجودہ صورت حال یہ ہے کہ سبھاش بابو اس سال کے لئے پھر صدر کانگریس منتخب ہو چکے ہیں اور ڈاکٹر پٹابھی سیتارامیہ کو جو صحیح معنوں میں موجودہ ورکنگ کمیٹی کی چند عظیم ترین ہستیوں کے نامزدہ امیدوار تھے سبھاش بابو کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ اب ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ سبھاش بابو کا یا کانگریس ورکنگ کمیٹی کے مذکورہ بالا حضرات میں کس کا طرز عمل صحیح تھا۔ اس سلسلہ میں بہت سے بیانات اور بہت سے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ایک ہفتے کے تمام اخبارات اسی موضوع پر لیڈنگ آرٹیکلوں اور نوٹوں اور مقالوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ورکنگ کمیٹی کے چند ممبروں نے سبھاش بابو کے انتخاب کی مخالفت کر کے غلطی کی اور ڈکٹیٹری اسپرٹ کا مظاہرہ کر کے جمہوری اصول کو نقصان پہنچایا۔ کوئی کہتا ہے کہ سبھاش بابو کا یہ ناقابل معافی جرم ہے کہ انہوں نے ایسے وقت میں جبکہ ملک نازک ترین دور سے گزر رہا ہے یا گزرنے والا ہے، کانگریس کے اندرونی اتحاد کا خیال نہیں رکھا اور ان سربرآوردہ رہنماؤں کے دلوں کو صدمہ پہنچایا جنہوں نے ملک و قوم کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کرنے کے علاوہ خود انڈین نیشنل کانگریس کو موجودہ بلند منزل تک پہنچایا ہے۔

لیکن یہ مباحثے وہ ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ ہمارا فرض اس وقت یہ ہے کہ حقیقت پر نظر رکھیں اور لفظی تنازعات کو ہاتھ نہ لگائیں۔ سوال یہ ہے کہ بیانات اور اعلانات اور خبروں اور مباحثوں کے انبار میں یہ حقیقت کہاں تلاش کی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم صرف دو اہم بیانات کو جو دونوں پارٹیوں کے خیالات کی نمائندگی کرتے ہیں اپنے سامنے رکھیں تو آسانی اس حقیقت کو پا سکتے ہیں۔ جب سبھاش بابو کانگریس کے صدر منتخب ہو چکے تو ظاہر ہے کہ ان کا بیان اس پارٹی کے خیالات کا ترجمان ہے جس نے اپنی کثرت رائے سے ان کو منتخب کیا ہے۔ دوسری طرف چونکہ خود مہاتما گاندھی نے (جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے) ڈاکٹر پٹابھی سیتارامیہ کو صدارت کی امیدواری سے دست بردار ہونے سے روکا تھا اس لئے مہاتما گاندھی ہی کا بیان صحیح معنوں میں کانگریس کے دائیں بازو کے خیالات کا مظہر ہے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مہاتما جی کانگریس کے چار آنے والے ممبر بھی نہیں ہیں، اسی لئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ ان کے ذاتی خیالات ہیں، تاہم جب خود مہاتما جی فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر پٹابھی کی شکست میری شکست اور میرے اصولوں کی شکست ہے تو ظاہر ہے کہ مہاتما گاندھی ہی کا بیان سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور دائیں بازو کے تمام اصولوں اور پالیسیوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

اب دیکھئے کہ انتخاب کے بعد سبھاش بابو کیا کہتے ہیں؟ ان کے الفاظ یہ ہیں ”اس خیال سے کہ آزادیٔ ہند کے دشمن شاید یہ سمجھنے لگیں کہ کانگریس میں پھوٹ ہو گئی ہے میں اسے صاف طور پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کانگریس

... اب بھی پہلے کی طرح بالکل متحد ہے۔ بعض معاملات میں ارباب کانگریس کے درمیان اختلاف رائے ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک امپیریلزم کے خلاف جدوجہد کا تعلق ہے سب ایک ہیں۔ آج اس ملک میں پہلے سے کہیں زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ امپیریلزم کے تمام مخالف عناصر کے درمیان اتحاد و یگانگت قائم رہے۔“

سبھاش کے یہ الفاظ جہاں تک ان کے معنی کا تعلق ہے بہت اچھے ہیں، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھی انہوں نے اسی اسپرٹ سے کام لیا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب سر دست بہت مشکل ہے ہمارے سامنے پنڈت جواہر لال نہرو کی روشن مثال موجود ہے وہ بھی اپنے خیالات و عقائد میں انتہا پسند تھے، سوشلزم ان کا کھلا ہوا مسلک ہے۔ وہ چار مرتبہ کانگریس کے صدر منتخب ہوئے لیکن احساس فرض اور حب وطن کے گہرے جذبات نے ان کو ہمیشہ یک جہتی و اتحاد کی راہ پر رکھا۔ اور جب تک وہ صدر رہے دائیں اور بائیں بازو کے درمیان محبت کا ایک واسطہ اور خلوص و یگانگت کا ایک مضبوط رشتہ بنے رہے۔ سبھاش بابو کا موجودہ طرز عمل اس سے مختلف ہے اور آئندہ حالات اس کا جواب دیں گے کہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ ملک و قوم کے لئے کہاں تک مفید ہے؟

اب جو حالات پیدا ہو گئے ہیں ان کے سلسلہ میں مہاتما جی کا بیان اصلی حقیقت کا آئینہ دار کہا جا سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”میں چند اسباب کی بنا پر سبھاش بابو کے انتخاب کا مخالف تھا میں ان کے بیانات اور دلیلوں سے متفق نہیں ہوں پھر بھی میں ان کی کامیابی پر خوش ہوں۔ چونکہ مولانا صاحب کی دست برداری کے بعد میں نے ڈاکٹر پٹابھی کو مجبور کیا تھا کہ وہ اپنا نام واپس نہ لیں اس لئے ان کی شکست میری شکست ہے میں ایک معین پالیسی اور چند اصولوں کا حامی ہوں اس لئے صاف ظاہر ہے کہ سبھاش بابو کو منتخب کرنے والے ڈیلیگیٹوں نے میری پالیسی اور میرے اصولوں کو ناپسند کیا ہے۔“

مذکورہ بالا اقتباس کے آخری الفاظ ہی وہ چیز ہیں جو ہمیں نئی صورت حال کا پتہ دیتے ہیں مہاتما جی اور ان کے قدیم رفقاء کار ایک خاص اصول، ایک خاص پالیسی اور ایک خاص پروگرام کے علمبردار ہیں لیکن اس انتخاب کے نتیجہ کے طور پر مہاتما جی فرماتے ہیں کہ اب وہ اصول، وہ پالیسی اور وہ پروگرام اقلیت سے وابستہ ہو گیا ہے کانگریس میں اکثریتی پارٹی کی نمائندگی سبھاش بابو کو حاصل ہو چکی ہے تو ان کو اپنی پالیسی کے مطابق ایک کیبنٹ مرتب کرنی چاہئے اور اپنے پروگرام کو چلانا چاہئے اور یہ مشورہ کہ اب اقلیت کی پارٹی کا فرض کیا ہے۔ مہاتما جی نے اس سلسلہ میں بھی رہنمائی کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ سبھاش بابو کے پروگرام کا ساتھ نہیں دے سکتے وہ کانگریس سے علیحدہ ہو سکتے ہیں اور وہ ان کا ساتھ دے سکتے ہیں وہ اکثریت کی طاقت کو بڑھا سکتے ہیں لیکن اصلی مقصد یہی ہونا چاہئے کہ آزادیٔ ہند کے لئے زیادہ سے زیادہ موثر خدمات پیش کی جائیں۔

ہمیں یہ سنکر مسرت ہوئی ہے کہ شانتی نکیتن میں سبھاش بابو اور پنڈت جواہر لال نہرو کے درمیان کچھ گفت و شنید ہوئی ہے جو ابھی قطعاً صیغہ راز میں ہے ہم امید کرتے ہیں کہ پنڈت جی موصوف اپنے روائتی مخلصانہ رویہ کے ذریعہ ہر پیچیدگی کو بہ آسانی سلجھا دیں گے۔

آئینہ ریاست

گرفتاری اور رہائی!

شریمت سیٹھ جمنالال بجاج جے پور میں داخل ہوئے، وہاں گرفتار کئے گئے اور متھرا لے جا کر رہا کر دیئے گئے۔ اس تجربہ کے دوران میں آپ کو تقریباً ساٹھ میل موٹر کا سفر کرنا پڑا۔ اور دو تین جگہ قیام کرنے پر بھی آپ کو آرام کرنے اور سونے کی مہلت نہیں دی گئی۔ جے پور دربار کی اس حرکت نے کہ سیٹھ جی کو برطانوی ہند میں لا کر رہا کر دیا گیا، یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ریاست اپنی پوزیشن کو ملکی مطالبہ کے مقابلہ میں یقیناً کمزور تسلیم کرتی ہے اگر سیٹھ جی گرفتار کر کے جے پور میں رکھے جاتے تو عوام کا ایجی ٹیشن ریاست میں ایک زلزلہ کا باعث بن جاتا بہر حال اس طرح کی چالوں سے سیٹھ جی اور پرجا منڈل کے عمل اور مقصد پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ خود سیٹھ جمنالال جی نے فرمایا ہے وہ پھر جے پور میں جلد داخل ہونے کی کوشش کریں گے اور اس مرتبہ اپنی آمد کی اطلاع ریاست کو نہ دینگے ہمارا خیال ہے کہ اب بھی ریاست جے پور کو غور و خوض کرنے کا ایک مختصر سا وقت باقی ہے اگر وہ چاہے تو پرجا منڈل پر سے امتناعی حکم اٹھا کر اور سیٹھ جمنالال بجاج کو داخلہ کی اجازت دے کر ایک خوشگوار سمجھوتہ کی صورت پیدا کر سکتی ہے رعایا کے جائز مطالبات میں بہت دنوں تک رکاوٹ نہیں ڈالی جا سکتی۔

رسم جہیز کا بل!

صوبہ بہار کی اسمبلی میں شریمت شکیلال سنگھ نے رسم جہیز کے انسداد کے لئے ایک بل پیش کیا تھا۔ اس مفید بل سے عوام کو کس قدر دلچسپی ہے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ ایک مختصر بحث و مباحثہ کے بعد اس بل پر غور

خوش کرنے کے لئے حکومت بہار نے ایک منتخب کمیٹی مقرر کردی ہے جہیز کی رسم ہندوستان کے درمیانی اور غریب طبقے کے گھرانوں کے لئے جس مصیبت کا باعث بنی ہوئی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے لڑکیوں کی شادی کے لئے ور تلاش کرنا آجکل مالی تباہی اقتصادی بدحالی کو دعوت دینے کے برابر ہوگیا ہے آئے دن اخبارات میں ایسی لڑکیوں کی خودکشی کی خبریں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں جو اپنے والدین کے لئے مصیبت کا باعث نہیں بننا چاہتیں ہم امید کرتے ہیں کہ صرف صوبہ بہار ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان میں رسم جہیز کو قانوناً ممنوع قرار دے دیا جائے گا!

شمالی ہند میں قحط!

اس سال بارش کے فقدان اور کمی کے باعث شمالی ہند کے بعض وسیع خطے قحط کا شکار ہو رہے ہیں اور اس خشک سالی نے چند ماہ سے بہت ہی دردناک صورت اختیار کرلی ہے انسانوں کو غذا اور مویشیوں کو چارہ نہ ملنے کے باعث حالات روز بروز خراب تر ہوتے جارہے ہیں چونکہ موسم سرما میں بھی بارش نہیں ہوئی ہے اس لئے ربیع کی فصل کا مستقبل بھی تاریک ہے اور کاشتکاروں کو انتہائی مایوسی اور پریشان حالی نے گھیر لیا ہے سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اگر چارہ نہ ملنے کے باعث ان کے مویشی ہلاک ہوجائیں گے تو آئندہ موسم سرما میں بارش ہونے پر بھی وہ کاشتکاری نہ کرسکیں گے یہ مسئلہ بہت پیچیدہ ہوگیا ہے اور عوام اور حکومت دونوں کی فوری امداد کا طالب ہے۔

ہٹلر اور یورپین صورت حال!

جرمن پارلیمنٹ (ریشسٹاگ) میں ہر ہٹلر کی جس تقریر کا بہت دنوں سے انتظار کیا جارہا تھا وہ ہمارے سامنے آگئی اس کے چند اہم ٹکڑے یورپ کی موجودہ صورت حال اور جرمنی کے ارادوں پر کافی روشنی ڈالنے میں ہٹلر کہتا ہے:-

(۱) جنگ کا شور مچانے والے تو یہ ہی کہتے ہیں کہ جنگ ہوگی بہرحال میرا خیال ہے کہ بہت دنوں تک امن کا دور دورہ رہے گا۔

(۲) اگر غیر ملکی ماہرین سیاست ہمیں اقتصادی پابندیوں کی دھمکی دیتے گئے تو ایسی حالت میں ایک نہایت ہی خطرناک اقتصادی جنگ جاری ہوگی جس کا چلانا ہمارے لئے ان قوموں سے زیادہ آسان ہوگا جن کے پیٹ ضرورت سے زیادہ بھرے ہوئے ہیں۔

(۳) جرمنی کا کوئی دعویٰ فرانس اور برطانیہ پر نہیں ہے بجز اس کے کہ وہ اپنی نوآبادیات واپس مانگتا ہے جرمنی فرانس اور برطانیہ کے ساتھ امن و صلح کا رشتہ رکھنا چاہتا ہے۔

(۴) اگر اٹلی کسی جنگ میں شریک ہوگا تو یہ بالکل یقینی ہے کہ جرمنی اٹلی کا ساتھ دیگا۔

(۵) جرمنی نیشلسٹ اسپین کی مدد کر رہا ہے تاکہ وہاں "بالشیوک اسپین" وجود میں نہ آنے پائے۔

(۶) ہم ہنگری، پولینڈ اور یوگوسلاویہ کے دوست ہیں اور جرمنی کو ہالینڈ یا جنوبی امریکہ سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔

ہٹلر کی وہ تقریر جس کا خلاصہ چھ ٹکڑوں میں اوپر دیا گیا ہے خالص امن کی ... ملک میں ہے یہ اعلانات وقتی ضرورت کی بنا پر کئے گئے ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح نمبر ۴ ہے کیونکہ یقینی امر ہے کہ ہر آئندہ جنگ میں جرمنی اٹلی کا ساتھ دیگا اور اس کے بعد نمبر ۵ کا درجہ ہے جس میں جنرل فرانکو کی امداد کا اعلان کیا گیا ہے باقی جو کچھ ہے اس میں ہر وقت تبدیلی کا امکان ہے۔

کانگریس اور ریاستیں!

مہاتما گاندھی کو حالات و واقعات کے پیش نظر آخر یہ اعلان کرنا پڑا کہ راجکوٹ اور جے پور کی ریاستوں میں جو سرگرانی شروع ہوگئی ہے وہ اب والی ریاست اور اس کی رعایا کے درمیان نہیں بلکہ کانگریس اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہے وجہ یہ ہے اس لئے کہ برٹش گورنمنٹ کے نمائندے جو ریزیڈنٹ ہوتے ہیں رعایا کے جائز مطالبات کی راہ میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں مہاتما جی کے الفاظ یہ ہیں: "راجکوٹ کے باشندوں کی تین ماہ کی جنگ عدم تشدد کے بعد ٹھاکر صاحب بہادر اور جلاس کونسل اور سردار ولبھ بھائی پٹیل کے درمیان ایک باعزت سمجھوتہ ہوا۔ سردار پٹیل نے رعایا کی نمائندگی کی اور یہ جھگڑا ہر طرف سے اظہار خوشی و مسرت کے ساتھ ختم ہوا لیکن وہ اچھا کام جو ٹھاکر صاحب اور ان کی رعایا نے کیا تھا اسے برطانوی ریزیڈنٹ نے ختم کردیا۔ عزت کا مطالبہ یہی ہے کہ ٹھاکر صاحب اور ان کی رعایا کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اسے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے رعایا جدوجہد کرے اس لئے اب یہ جھگڑا والی ریاست اور اس کی رعایا کے درمیان نہیں بلکہ کانگریس اور اس برطانوی حکومت کے درمیان ہے جس کی نمائندگی ریزیڈنٹ کے ذریعہ ہوتی ہے" جے پور کے متعلق بھی مہاتما جی فرماتے ہیں کہ برطانوی وزیر اعظم ہی وہاں بھی سیاہ و سفید کے مالک ہیں ان حالات کے تحت میں مہاتما جی نے وائسرائے سے اپیل کی ہے کہ وہ ریزیڈنٹ کو حکم دیں کہ ٹھاکر صاحب راجکوٹ اور سردار ولبھ بھائی پٹیل کے معاہدہ پر عمل کیا جائے اور جے پور کے وزیر اعظم کو حکم دیں کہ سیٹھ جمنا لال بجاج اور پرجا منڈل پر سے امتناعی احکام اٹھائے جائیں کیا وائسرائے اس اپیل کے مطابق کوئی عملی کارروائی کریں گے؟ ہز ایکسیلنسی اس اپیل کے جواب میں غیر جانبداری اور عدم مداخلت کا عذر نہیں پیش کرسکتے کیونکہ حکومت ہند کو اگر والیان ریاست کے کاموں میں غیر جانبدار رہنا تھا تو رعایا کے مطالبات میں بھی یہی رویہ اختیار کرنا چاہئے تھا!

ریلوے حادثات کا سلسلہ جاری ہے

دہرہ دون ایکسپریس کو ہزاری باغ کے قریب جو حادثہ پیش آیا اس کے بعد دو مزید ریلوے حادثات کی خبریں آئی ہیں یہ دونوں حادثات ایسٹ انڈین ریلوے کی لائنوں پر ہوئے۔ ان حادثوں کو ملاکر مجموعی اعتبار سے دو سال کے اندر اس لائن پر سات چھوٹے بڑے حادثے ہوئے۔ دونوں تازہ ترین حادثات کی مختصر تفصیل یہ ہے۔ (۱) ۲۵ جنوری کو گومو ڈالٹن گنج سکشن پر دو انجن جن میں سے ایک گومو اور ڈوسٹیشن اور دوسرا محمد گنج سٹیشن سے ایک ہی لائن پر آرہا تھا آپس میں ٹکرا گئے اور اس تصادم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریلوے کے سات ملازمین ہلاک اور تین زخمی ہوئے۔ (۲) ۲۹ جنوری کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن کے وقت نمبر ۱۳ اپ دہلی میل کا انجن ۵ میل پرانا سرائے اور ... کے اسٹیشنوں کے درمیان پٹری سے اتر گیا۔ اطلاع میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ یہ حادثہ کیونکر ہوا، لیکن جو کچھ بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس حادثہ سے کوئی سخت نقصان نہیں پہنچا ہے بجز اس کے کہ گاڑی چھ گھنٹے لیٹ ہوگئی تھی چونکہ یہ حادثہ دن کی روشنی میں ہوا تھا اس لئے غالباً ڈرائیور کے لئے انجن میں بریک لگا دینا اور گاڑی کو روک لینا ممکن ہوگیا۔ اگر یہ رات کی تاریکی میں ہوتا تو معلوم نہیں کیا نتیجہ برآمد ہوتا۔ ان متواتر حادثات سے کیا اس بات پر روشنی نہیں پڑتی کہ ایسٹ انڈین ریلوے کے ورکشاپ میں کوئی اندرونی انتظامی خرابی ہے؟ اور کیا یہ ایسی ہے جو جلد از جلد اصلاح کی طالب ہے؟ ریلوے اتھارٹیز کا فرض ہے کہ وہ فوراً سفر کرنے والی پبلک کو مطمئن کرنے کی کوشش کرے۔ حادثات کا یہ سلسلہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ حکومت ہند اور ریلوے محکمہ کو بہت جلد اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

جداگانہ نیابت

جداگانہ نیابت کے موضوع پر ہمارا ہمعصر "ہند" کلکتہ لکھتا ہے:-

"جداگانہ نیابت ہمارے ملک میں صرف فرقہ وارانہ حالت و ذہنیت برقرار رکھنے ہی کے لئے نہیں بلکہ سامراجی حکومت اور جاگیردارانہ نظام کو بھی زندہ رکھنے کے لئے جاری کی گئی ہے۔ نتیجہ پر اگر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوجائے گا کہ اس جداگانہ نیابت سے ایک طرف فرقہ وارانہ ذہنیت بڑھتی چلی جاتی ہے اور دوسری طرف سامراج کا اقتدار مستحکم ہو کر اور جاگیردارانہ نظام تقویت پاکر محکوم طبقوں کی تحریک کو پست کر رہا ہے۔ یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ فرقہ وارانہ ذہنیت چونکہ ملک میں موجود ہے اس لئے جداگانہ نیابت بھی ضروری ہے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ فرقہ وارانہ ذہنیت اس وقت ہماری ترقی و فلاح کی موجب ہے یا نہیں؟ کوئی ذی عقل انسان اس واقعہ سے انکار نہیں کرسکتا کہ فرقہ وارانہ ذہنیت ہمارے عروج اور ہماری ترقی کی راہ میں سخت ترین روک اور چاروں طرف سے انتہائی خطرناک ہے" ـــــ یقیناً یہ الفاظ ایسے ہیں جو مسلم برادران وطن کے لئے ایک ہولناک پیش کرتے ہیں۔

یو۔پی میں جیلخانوں کی اصلاح

حکومت یو۔پی نے جیل خانوں کے انتظام میں اصلاح کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس نے تمام حالات کا مطالعہ کرنیکے بعد اپنی رپورٹ اور سفارشات شائع کی ہیں۔ اس رپورٹ سے صاف ظاہر ہے کہ کانگریسی حکومت نے قیدیوں اور مجرموں کے متعلق اپنا نظریہ بالکل بدل دیا ہے۔ اور ان کے ساتھ انتقامی نہیں بلکہ اصلاحی سلوک کیا جائے گا۔ متعدد سفارشات میں دو چیزیں ہمیں بہت زیادہ اہم معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ قیدیوں کی قسمیں از سر نو مرتب کی جائیں۔ اور تمام مجرموں کو خواہ وہ عادی مجرم ہوں یا اتفاقی جرم کا مرتکب ہوا ہو ایک ساتھ نہ رکھا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ جیلخانوں کی انتظامی نگرانی کا کام ضلع کے سول سرجنوں کے ہاتھ سے نکال کر ایسے مستقل سپرنٹنڈنٹوں کے ہاتھ میں رکھا جائے جو اپنا پورا وقت اس خدمت کے لئے دے سکیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ دوسرے کانگریسی صوبے بھی اصلاحات جیل کی طرف متوجہ ہوچکے ہیں۔

دنیا کا سب سے بڑا خزانہ

قارون کا خزانہ اپنی شہرت میں ایک روایتی حیثیت رکھتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اتنا بڑا مالی خزانہ جو ولایات متحدہ نے جمع کیا ہے کسی ملک میں جمع نہیں کیا گیا ہوگا فورٹ ناکس کے مقام پر حکومت امریکہ نے اپنے جمع کئے ہوئے سونے کو رکھنے کے لئے ایک ایسا مستحکم قلعہ تیار کیا ہے جس کے اندر کوئی دشمن داخل نہیں ہوسکتا۔ اس کی تعمیر کانکریٹ اور فولاد سے کی گئی ہے۔ سونے کی مقدار کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ اسکو رکھنے کے لئے دس ہزار مربع فٹ کا رقبہ درکار ہوا ہے اور سرنگ بندی کا رقبہ ۱۲۰۰۰۰ فٹ ہے۔ اس خزانے کی حفاظت کا انتظام بھی اسی قدر حیرت انگیز ہے۔ سینکڑوں مشین گنیں، گیس گنیں، مہلک برقی شعاعوں کی مشینیں، اور چوروں کا پتہ دینے والے نئے زاویہ سے سینکڑوں آئینے اسمیں رکھے گئے ہیں۔ کتنا ہی طاقتور اور چالاک دشمن یا ڈاکو یا چور ہو اس خزانے پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا ٹیلیفون، گھنٹیاں، روشنیاں، اشاروں کے سگنل اور طرح طرح کے سامان اس طرح رکھے گئے ہیں کہ آنے والے کو اسکے وجود کا پتہ نہ ہوگا، اور سرکاری حکام کو فوراً خبر ہوجائے گی کہ کوئی آیا ہے بفرض محال اگر یہ آلات کسی وقت بیکار بھی ہوجائیں تو ریڈیو کی پوشیدہ لہریں فوراً دشمن کو ہلاک کردینگی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس دولت کا مقصد کیا ہوگا؟

افسانہ

مزدور کی موت

از جناب کوثر چاند پوری

خاص تیج ویکلی کے لئے

ہوشنگ آباد میں ایک چھوٹا سا جنگلی گاؤں تھا جس کو ہر طرف سے اونچے اونچے پہاڑ اور پہاڑوں سے نکلی ہوئی گہری گہری ندیاں اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھیں جنگلی جانور کھیتی کو نقصان پہونچاتے تھے، اس لئے زراعت تو یہاں بالکل نہ ہوتی تھی، گاؤں کے باشندے گھاس اور لکڑی بیچکر یا شہد کے موسم میں شہد کے چھتے توڑ کر اپنی معاش پیدا کیا کرتے تھے۔ قریب ہی ہوشنگ آباد میں وہ ان چیزوں کو لے جاتے اور فروخت کر کے پیسے لے آتے، کوئی وہیں سے کھانے پینے کی چیزیں خرید لاتا۔

موہن اس گاؤں میں سب سے زیادہ غریب، عیالدار آدمی تھا اس کے چار پانچ چھوٹے چھوٹے بچے تھے وہ اور اس کی بیوی دونوں دن بھر یا تو لکڑی جمع کر کے شام کو بچوں کا پیٹ بھرتے یا موہن کہیں مزدوری کو چلا جاتا اور اس کی بیوی گھاس یا لکڑی بیچ لیتی، کبھی تو موہن کو دن بھر کی محنت کا کافی معاوضہ مل جاتا اور وہ گھر لوٹتے وقت دو سیر جوار کے علاوہ جو اس پورے خاندان کے لئے ایک وقت کی غذا تھی بچوں کے لئے دو پیسہ کا گڑ بھی لے آتا، جب اس کے کالے کالے بچے جو اب تک کپڑے کے مفہوم سے واقف نہ تھے، اُسے چاروں طرف سے گھیر کر پوچھتے، کاکا ہمارے لئے کیا لائے تو موہن خوشی خوشی پتوں میں لپٹا ہوا چپٹے نام کا گڑ جس میں کنکر اور تنکے بہت زیادہ مقدار میں شامل رہا کرتے تھے ان کو دے کر کہتا کرتا کہ میں آج تمہارے لئے گڑ لایا ہوں مگر دیکھو، مٹی سے کھانا یونہی مت کھا لینا۔

کبھی یہ ہوتا کہ شام کو جب موہن آتا تو کمر پر جیتوں کے چند لشان اور سر پر جوتوں کی کئی دُکھتی ہوئی چوٹیں ہوتیں اور بچے اسے گھیر کر پوچھتے، کاکا آج کیا لائے تو وہ اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی پیدا کر کے صرف گردن ہلا دیتا گویا کچھ نہیں لایا۔ بچے مایوس ہو کر گھر کے سامنے لمبی لمبی گھاس میں کھیلنے لگتے یا قریب کھڑی ہوئی جھڑ بیریوں کے درختوں سے لال لال بیر توڑ کر کھانے لگتے جو بھوک اور مایوسی کے وقت ہمیشہ ان کا پیٹ بھر دیا کرتے تھے، موہن کی بیوی اپنے پھٹے ہوئے لہنگے کے ٹکڑے جمع کر کے انہیں آگ پر گرم کرتی اور رات بھر موہن کی چوٹیں سینکتی رہتی۔

ایسا دن موہن اور اس کی بیوی کے نزدیک نہایت منحوس ہوتا تھا وہ اس نحوست سے بچنے کے لئے اپنے عقیدے کے موافق طرح طرح کی حرکتیں کیا کرتے تھے، مگر نحوست کو غریبوں سے کچھ ایسا تعلق ہے کہ وہ اس سے بچنے کی کتنی ہی کوشش کریں کسی نہ کسی طرح وہ ان تک آ ہی جاتی ہے چنانچہ موہن کو مہینے میں ایک دو مرتبہ کسی ایسے موذی سے ضرور واسطہ پڑ جاتا تھا جو بیگار میں اُسے پکڑ لے جاتا اور دن بھر کام لیتا، شام کو مزدوری مانگنے پر دو چار لاتیں رسید کر دیتا اگر درمیان میں کام کرتے کرتے ذرا سستانے پر غصہ آ جاتا تو دس پانچ جوتوں سے اس کی تواضع ہو جاتی، غرض موہن بیگار میں بیماری اور تندرستی کا سا تعلق تھا جس طرح سب قسم کی تدبیریں کرنے پر بھی آدمی بیمار پڑ جاتا ہے وہ بھی سب جتن کرنے کے بعد بیگار سے محفوظ نہیں رہتا تھا۔

ایک دن صبح سویرے ہی وہ اپنی جھونپڑی میں جس کے سامنے کدو کی سوکھی ہوئی بیلیں لٹکی ہوئی تھیں بیٹھا ہوا چلم پی رہا تھا، اس کا سیاہ جسم جس پر رات کو بار بار کھجلانے کی وجہ سے سفید سفید دھاریاں بن گئی تھیں اسکول کے تختہ سیاہ کی طرح جس پر بچوں نے کھریا مٹی کے نقوش بنا دیئے ہوں، دور سے چمک رہا تھا اس کی کمر پر میلی پھٹی ہوئی دھوتی لپٹی ہوئی تھی جس کے اندر سے اس کی کالی کالی رانیں دکھائی دے رہی تھیں سر پر ایک سرخ رنگ کی پگڑی بندھی تھی جس کی متعدد دھجیاں چہرے اور گردن پر لٹکی ہوئی تھیں اس کی بیوی اس کے سامنے بیٹھی ہوئی الاؤ کی گرم راکھ کو کرید کرید کر چھوٹی چھوٹی آگ کی چنگاریاں تلاش کر کے رات کی سردی کے اثر کو اپنے جسم سے کم کر رہی تھی،

رات سے ان دونوں نے کچھ نہ کھایا تھا کل موہن کو مزدوری نہ مل سکی تھی اس لئے اس کی بیوی لکڑیاں بیچکر صرف اتنا غلہ لے آئی تھی جس سے بچوں کا پیٹ بھر جائے، اس وقت یہ دونوں بیٹھے ہوئے آج کے متعلق بات چیت کر رہے تھے۔

پھر آج لکڑیوں ہی کو چلو، موہن کی بیوی نے شوہر کی فکرمند صورت کو دیکھتے ہوئے مری ہوئی آواز میں کہا لکڑیوں کو! ـــــــــ موہن نے دھوتی میں ہاتھ ڈال کر کھجاتے ہوئے کہا، لکڑیوں میں کیا ملے گا؟

پیٹ تو بھر ہی جائے گا، بیوی بولی،

میں تو آج شہر میں جا کر مزدوری کروں گا سُنا ہے چار آنے روز مل رہے ہیں، آجکل سڑک پر کام کرنے والوں کو، موہن نے کہا۔

چار آنے کے ساتھ لاتیں اور مکے کتنے کھانے پڑتے ہیں اس کا حساب بھی تو لگا لیا ہوتا، موہن کی بیوی نے نہایت غصہ کے ساتھ آنکھیں چڑھا کر کہا یہ تو ہمارے نصیب ہی میں لکھ دیئے ہیں پرماتما نے، ان کی کیا پرواہ موہن بڑے استقلال سے بولا۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے دور ایک آدمی آتا ہوا دکھائی دیا، موہن کی بیوی نے کہا کوئی سپاہی آ رہا ہے تم اندر آڑ میں آ جاؤ جلدی سے!

سپاہی اس وقت کہاں آئیگا کوئی شکاری ہوگا جانوروں کا پتہ پوچھے گا،

تو آڑ میں آ جاؤ نا، موہن کی بیوی نے جھلا کر کہا کوئی ہو جب نکل جائے پھر الاؤ پر آ بیٹھنا چلم الٹ دو اور ادھر آ جاؤ کوٹھی کی اوٹ میں۔

چلم نہیں الٹوں گا بائی کئی دن کے بعد تو آج ایک چلم تمباکو ملا ہے اسے الٹ دیا تو کل کی تھکن کیونکر اُترے گی اور آج کام کیسے کروں گا؟

ابھی موہن کوئی بندوبست نہ کر سکا تھا کہ گھاس ملی اور اس میں کوئی آدمی چلتا ہو معلوم ہوا جلد ہی جنگل کا ایک سپاہی ننگے سر خاکی رنگ کا جھولا لٹکائے ہوئے نکلا اور زور سے چلا کر پوچھا کوئی ہے گاؤں میں؟

موہن نے بے احتیاطی پر ہیبت کھینچا یا سپاہی کو دیکھتے ہی اس کی جان نکل گئی، سمجھا ضرور کوئی آفت آئے گی وہ جلدی سے چلم الٹ دیں ڈال کر کوٹھی کے پیچھے کو سرک گیا، سپاہی کنکھیوں سے اس کی نقل و حرکت کو دیکھ رہا تھا اس نے دو تین آوازیں اور دیں اور پھر موہن کی جھونپڑی کے پاس آ کر اس کی بیوی سے بولا:

اری گھر والا کہاں ہے تیرا؟

کون جانے سرکار، کہاں ہے، ادھر ہی جنگل میں کہیں لکڑی کاٹ رہا ہوگا!

گھر میں کوئی نہیں ہے؟

نہیں سرکار کوئی نہیں بس میں ہوں اور یہ بچے ہیں کوئی کام تھا کیا؟

ہاں ڈیرے لگائے جائیں گے ندی کے اُس پار والے میدان میں ذرا گھاس صاف ہوگا!

سرکار گاؤں میں کوئی اور ڈھونڈ لے جاؤ، ہماری تو آج باری بھی نہیں ہے بیگار کی،

ہری کی اس میں کیا بات ہے ذرا سا کام ہے، گاؤں میں کوئی اور نہیں ہے میں تیرے گھر والے کو لے جاؤں گا!

سرکار وہ تو کہیں دوپہر تک آئے گا!

اور یہ کوٹھی کے پیچھے کون بیٹھا ہے چھپا ہوا؟ اسے نکال باہر کرو!

موہن کی بیوی نے ہزار جتن کئے بہت باتیں بنائیں مگر سپاہی نے ایک نہ سُنی اور سُنتا بھی کیوں؟ وہ تو خود اپنی آنکھوں سے موہن کے چھپنے کا تماشہ دیکھ چکا تھا، وہ چاہتا تو آتے ہی ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ لیتا مگر اُسے موہن کی بیوی کا امتحان لینا تھا، سپاہی کسی طرح نہ مانا تو موہن کو چار و ناچار نکلنا پڑا سپاہی اُسے دیکھ کر بہت بگڑا اور موہن کے سر پر ایک دھپ تنے زور سے رسید کیا کہ اس کی پگڑی کھل کر پیروں میں گر پڑی، اور آنکھوں میں اندھیرا آ گیا ساری کائنات گھومتی ہوئی معلوم ہونے لگی سپاہی کا تھپڑ ملا ہاتھ اور موہن کی کھوپڑی جس کے بچاؤ کی اس نے کوئی فکر ہی نہ کی تھی، سارا دماغ ہل گیا اور موہن کو دن میں تارے نظر آ گئے وہ جلدی سے بولا:

مارتے کیوں ہو سرکار، چلتا ہوں،

موہن کی بیوی اپنے شوہر کی یہ گت بنتے نہ دیکھ سکی، کھڑے ہو کر بولی، سرکار گالی تم دے لو مگر ہاتھ مت لگاؤ،

سپاہی جانتا تھا کہ گاؤں کے گنوار لات اور جوتے ہی سے مانتے ہیں ان سے کام لینے کا گر یہی ہے کہ بات بات میں گالی دی جائے، اس نے گالی دیکر کہا چڑیل اب یہ تیرا باپ کہاں سے آ گیا؟ یہ تو لکڑی کاٹنے گیا تھا جی تو چاہتا ہے کہ مارتے مارتے تیری اُدھیڑ دوں، چمار کہیں کا،

"معاف کرو سرکار میں تمہارے پیر چھوتی ہوں، معاف کرو"

اچھا چلو آگے آگے کلہاڑی اور پھاوڑا لے کر، شام سے پہلے میں نہیں چھوڑوں گا، اتنا یاد رہے"

"مت چھوڑنا سرکار! ہم تو تمہارے بال بچے ہیں، تمہارے ہی چرنوں میں پڑے ہیں" موہن کی بیوی خوشامدانہ لہجہ میں بولی،

موہن دن بھر گھاس کھودتا رہا، جب اس کے ہاتھ تھک جاتے اور پیٹ میں بھوک کی آگ جلتی ہوئی معلوم ہوتی تو پیشاب کے بہانے ٹھنڈا اور دس سیر پانی پیکر پیٹ کی دہکتی ہوئی آگ کو ذرا ٹھنڈا کر کے پھر مشغول ہو جاتا۔

موہن کو تیسرے دن اس بیگار سے چھٹکارا نصیب ہوا، شام کو جب وہ گھر جانے لگتا تو اس کی سب چیزیں سپاہی چھین کر رکھ لیتا اور کہہ دیتا، کل سورج نکلتے ہی تم نہ آئے تو بس جان کی خیر نہیں، موہن بھی ڈرا ہوا تھا، سویرے ہی دو چار ٹکڑے سوکھی روٹی کے جو اس کی بیوی بچوں سے بچا کر رکھ لیا کرتی تھی کھا کر کام پر آ جاتا،

بدقسمتی سے یہاں سے چھوٹ کر چوتھے دن ایک اور جگہ پکڑا گیا اس طرح چار دن مسلسل اُسے ایک پیسہ بھی مزدوری کا نہ ملا، اس درمیان میں اسکی بیوی جو کچھ لے آتی وہی سب نے کھایا مگر وہ اتنا نہ ہوتا تھا کہ سب کا پیٹ بھر جائے پھر موہن دن بھر کاٹھ کا ماندہ ہوتا تھا شام کو اُسے بھوک بہت ستاتی تھی اس لئے وہ سب سے زیادہ کھا لیتا تھا،

(باقی اگلے صفحہ پر)

سنہ ۱۹۳۹ء میں کیا کیا ہوگا

یکم جنوری ۱۹۳۹ء سے نیا سال شروع ہو گیا ہے علم یہ بتاتا ہے کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ سال دنیا کے لئے بالکل انوکھا ہے کیونکہ اس جیسا سال دنیا نے کبھی نہیں دیکھا، دیکھنا کیسا دنیا نے کبھی تصور بھی نہیں کیا کہ کسی سال میں اتنے عجیب و غریب واقعات رونما ہوں گے آئندہ بارہ مہینوں میں اس کرہ کے بسنے والے جسے دنیا کہتے ہیں بعض ایسے انوکھے حالات اور تجربات سے دوچار ہوں گے جن کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی، مجھے اجازت دیجئے کہ [illegible] آپ سے صاف صاف کہہ دوں کہ ۱۹۳۹ء کا سال کوئی معمولی سال نہ ہوگا، آئندہ تین سو پینسٹھ دنوں میں جو کچھ ہوگا اگر میں اسے بیان کرنے لگوں گا تو آپکو یقین نہ آئے گا مگر ان واقعات کی تنہا خصوصیت یہی نہیں ہے کہ یہ ناقابل یقین ہونے کی حد تک عجیب ہیں بلکہ یہ دردناک، [illegible] اور دنیا میں تہلکہ ڈال دینے والے بھی ہیں، اس پیشین گوئی کا یہ مطلب نکالو کہ آسمان سے کاجوروں کی بارش ہو گی اور وہ ہم سب کو ملیا میٹ کر ڈالے گی، یا لندن کا پل بمباری سے اڑا دیا جائے گا، یا عنقریب برطانیہ عظمیٰ کے بینکوں اور خزانوں کے ذخیرہ پر قبضہ ہو جائیگا، یہ ممکن ہے کہ بیرونی دنیا میں انقلابات کی جو آندھیاں چلیں برطانیہ کی پرسکون فضا میں ان کا ایک بھی جھلسا دینے والا جھونکا نہ آئے، یہ ایک سوال ہے جو برطانیہ کے مخصوص زائچے کے حوالے ہی سے حل ہو سکتا ہے، مجھے ان نجومیوں پر بڑا رشک آتا ہے جو ملکہ وکٹوریہ کے اچھے زمانے میں پیدا ہوئے تھے اس وقت ہر چیز ایک ہی رفتار پر تھی اور ہر جگہ سکون و اطمینان تھا اس زمانے میں پیشین گوئی کرنا بہت آسان کام تھا، آجکل حالات طوفان کی سی تیزی کے ساتھ بدلتے ہیں اور قومی اور بین الاقوامی معاملات میں اتنی تیزی سے انقلاب ہوتے ہیں کہ ایک نجومی کے لئے سال بھر کا نتیجہ تیار کرنا دشوار ہو جاتا ہے، تاہم میں نے کوشش کی ہے کہ ۱۹۳۹ء کے حالات کا ایک خاکہ پیش کر دوں، یہ خاکہ ہی بہت پوری تصویر نہیں ہے یہ کام میں ناظرین پر چھوڑ دیتا ہے کہ جو کچھ رہ جائے وہ اپنی طرف سے شامل کر دیں۔

میں ایک انگریز ہوں اور مجھے انگریز ہونے میں شرم محسوس نہیں ہوتی، اس لئے میں نے دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے (۱) دولت برطانیہ (۲) باقی دنیا، دنیا کو اس طرح دو ٹکڑوں میں بانٹ دینا بڑی جرأت ہے اور ایک اعتبار سے تو بدتمیزی بھی معلوم ہوتی ہے مگر میں یہ کہہ کر یاد دلانا چاہتا ہوں کہ برٹش امپائر کے جھنڈے تلے لگ بھگ ۵۰ ملین انسان بستے ہیں اور برٹش امپائر دنیا کے ایک چوتھائی حصے پر پھیلی ہوئی ہے۔

برٹش امپائر صرف گوری قوموں کی امپائر نہیں ہے

نجوم کے لحاظ سے برٹش امپائر کا ستارہ برج حمل میں ہے جو متعلقات البروج یا اس منازل کا پہلا برج ہے تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ سرطان، اسد اور سنبلہ کا بھی برٹش امپائر کی قسمت سے گہرا تعلق ہے مگر یہاں ایک بات بتا دینی چاہیئے، آپ یہ خیال نہ کریں کہ برٹش امپائر سے مراد صرف سفید فام قومیں ہیں، برٹش امپائر میں رنگ دار قوموں کی اکثریت ہے، عام طور پر لوگ یہی غلطی کرتے ہیں کہ برٹش امپائر کو سفید قوموں کی امپائر سمجھتے ہیں، یہ ایک اہم نکتہ ہے جس کا اس سلسلے میں ذہن میں رکھنا بس ضروری ہے، برٹش امپائر کے ستاروں کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے اس کا گوری قوموں کی تقدیر کے نوشتے کے مطابق ہونا ضروری نہیں، یہ اتنا اہم مسئلہ ہے ایک نمایاں مسئلہ ہے جو ہمارے حکمرانوں کو آئندہ صدی میں حل کرنے ہوں گے، مختصر الفاظ میں یہ مسئلہ اس طرح پر ہے کہ رنگ دار قوموں کو گوری قوموں کے ساتھ کس طرح خلط ملط کیا جائے۔

برٹش امپائر کے جھنڈے تلے بہت سی قومیں اب سی نوآبادیاں اور [illegible] مقبوضے ہیں [illegible]

ہیں جو ہر حکمران تھے، میں ایک مثال لیتا ہوں انگلستان کے جنوب مشرقی حصے کی آبادی پر ایک نظر ڈالئے یہاں جو لوگ بستے ہیں ان میں کتنی مختلف نسلیں خلط ملط ہیں ان کی حالت ایسی ہے کہ آپ ان لوگوں کی کوئی تعریف ہی نہیں کر سکتے اب سے پہلے ملکہ وکٹوریہ کے زمانے میں انگلستان کے اسی حصے کے لوگ تو تھے جنہوں نے وکٹوریہ کے دور کی صنعت و حرفت تعمیر کی تھی جس نے انگلستان کو انگلستان بنا دیا، میں یہ نہیں کہتا کہ اس حصے کے باشندے ناقابل ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا آج کوئی شخص دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہے کہ ان باشندوں کی زندگیاں بھی ہی ستاروں کے اثرات کے ماتحت ہیں جو دعویٰ بیسک دور کے اس علاقے کے باشندوں کی زندگیوں پر اثر انداز ہوتے تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم وہ انگریز نہیں ہیں جنہوں نے برطانوی نوآبادیوں کو فتح کر کے ان میں بستیاں بسائیں، اور جو سترھویں، اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں اس آزادی کے لئے جنگ آزما ہوئے تھے جس کا پھل ہم آج کھا رہے ہیں، ان سب باتوں کا پیش نظر [illegible]

کون جیتے گا؟

کیا اولادیں غالب آ جائیں گی؟ کیا وہ ایک ایک کر کے برٹش امپائر سے علیحدہ ہو جائیں گی؟ یا خاندان تتر بتر نہیں ہوگا؟ اس وقت زحل ستارہ برج حمل سے گذر رہا ہے اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ برٹش امپائر کے خاندان میں ایک خطرناک ترین چیز چل بڑھ رہی ہے جیسے اولادوں کے دل میں اس بات کا احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ ماں باپ احمق بڈھے ہیں اور اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا بندوبست کر رہا جائے، بہکتے ہوئے [illegible] تو ہوتا ہے مگر واقعہ یہی ہے کہ ۱۹۳۱ء کے [illegible] انگلستان کے بیان حکومت نے جو روش اختیار کر رکھی ہے اس سے اس خیال کو بہت تقویت پہنچائی ہے، اس سلسلے میں نجوم جو کچھ بتاتا ہے اسی سامنے رکھتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ زحل کے برج حمل سے نکلنے سے قبل (۱۹۴۰ء تک) برطانیہ کے سامنے ایک زبردست خطرہ ہے اور وہ خطرہ یہ ہے کہ امپائر کے بعض علاقے اس کے ہاتھ سے جاتے رہیں گے ایک متوسط درجے کے خاندان میں جو بیٹے بیٹیاں اپنے ماں باپ سے بیزار ہوتے ہیں اور ان کے افعال پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں، وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں، مگر اس میں خوفزدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے [illegible] فیملی اور امپائر دونوں میں بڑوں کے خلاف یہ [illegible] موومنٹ چلا ہی کرتی ہے امپائر کے خاندان میں یہ تحریک اس وقت شروع ہو گئی ہے، جب زحل برج حمل سے گذرتا ہے جب ۱۹۴۰ء میں زحل حمل سے گذر جائے گا اور ۱۹۴۲ء میں [illegible] ستارہ برج جوزہ میں چلا جائے گا تو پھر امن بھی ہو جائے گی اور امپائر کے مختلف حصے پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ ایک دوسرے سے پیوستہ ہو جائیں گے،

> **ڈیوک آف ونڈسر (سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم) انگلستان واپس آئیں گے، یورپ میں جنگ نہیں ہوگی، مشرق قریب اور مشرق بعید اور دنیا کے ہر گوشے میں بدامنی اور بےچینی کا دور دورہ ہے گا، صنعتی تنازعات بڑھیں گے**

ایک ہی ستارہ نہیں ہے اور ہر ایک کی تقدیر علیحدہ ہے، برٹش امپائر کے علاوہ باقی [illegible] میں بھی ہر ملک اور قوم کے جدا جدا ستارے ہیں، وہ ان کی تقدیریں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، پچھلے دنوں زیکوسلوویکیا برٹش فلسطین اور آئرلینڈ وغیرہ کے متعلق دنیا سنسنی خیز خبریں سنتی رہی یہ سب اس ستارے کی نقل و حرکت کا کرشمہ تھا، اور اس کی سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ یہ ممالک

[illegible] کوئی تعلق نہیں ہے جس نے ۱۹۳۹ء کی دنیا کا [illegible] ہے۔

برٹش امپائر کی قسمت کا حال

خطرہ ہے کہ سنہ ۱۹۳۹ء میں برطانیہ اپنا کچھ علاقہ کھو بیٹھے گا!

بدقسمتی سے ۱۹۳۹ء میں صورت حال اس کے بالکل برعکس ہوگی، [illegible] کو امپائر کو سمجھانے اور سپر کنٹرول رکھنے میں بڑے دشوار کام سے عہدہ برآ ہونا پڑے گا اور یہ کام کرنے میں اسے سب کی ہمدردیاں حاصل ہوں گی۔

جو کچھ میں ستاروں سے معلوم کر سکا ہوں وہ یہ ہے کہ آئندہ تین برس میں برٹش امپائر ایک ایسے دور سے گذرے گی جو مہلک خطرات سے بھر پور ہے اس بات کی تشریح کریں تو اسے یوں سمجھایا جا سکتا ہے کہ

برطانوی منجم مسٹر آر، ایچ، نیلر کی اہم پیشین گوئیاں

برٹش امپائر کا وہ زمانہ آ گیا ہے جبکہ ایک متوسط درجے کے بڑے خاندان میں بیٹے بیٹیاں بڑی ہو جاتی ہیں دنیاؤں میں سے جو زیادہ طاقتور ہیں وہ آزادی سے سوچنا چاہتی ہیں اور اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتی ہیں جس سے ماں باپ کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے برٹش امپائر کے مشترکہ سارے مقبوضات اور نوآبادیاں [illegible] انگلستان کی حیثیت [illegible]

برج ثور کے ماتحت ہیں جس میں اس وقت [illegible] سیارہ ہے اور برج حمل کے ساتھ [illegible] ہے بدقسمتی یہ ہے کہ قوموں کے زائچوں کے متعلق جو معلومات نجوم کی بڑی کتابوں میں درج ہیں وہ پرانی ہو چکی ہیں اور اکثر غلط ہیں، جوں جوں قوموں کی سرحدیں بدل رہی ہیں اور قوموں کے افراد کی حالتوں میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں توں توں نجوم کے وہ اثرات بھی بدلتے جاتے ہیں

جزائر برطانیہ!

۱۹۳۹ء میں ہمارے ان جزائر میں کافی بےچینی رہے گی، ان جزائر کے باشندوں کو کسی حد تک کوفت کا سامنا بھی کرنا ہوگا اور اس سال میں تھوڑا بہت دل بہلاوے کا سامان بھی ہوگا، بہرصورت ۱۹۳۹ء میں انگلستان میں [illegible] ضرور ہوگا ستارے یہ بتاتے ہیں کہ قومی [illegible] زمانہ میں ختم نہ ہوگا، قومی زندگی کے بڑے بڑے [illegible] میں ایک جگہ خالی ہو گا،

(باقی آئندہ)

دہلی میں لکشمی نارائن جی کے مندر کی مورتیوں کا جلوس جس میں ایک لاکھ سے زائد ہندوؤں نے شرکت کی

پنڈت جواہر لال نہرو
آپ کو یو۔ پی۔ پراونشل کانگریس کمیٹی کا صدر بنایا گیا ہے

ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیہ
آپ اس بار پھر آندھرا پراونشل کانگریس کمیٹی کے صدر بنائے گئے ہیں

بز کمانڈر فلسطین کے عرب دیہاتیوں سے ہاتھ ملا رہا ہے

بمبئی کے کانگریس ہاؤس میں قومی جھنڈا لہراتے ہوئے شریت بھولا بھائی ڈیسائی تقریر فرما رہے ہیں

ٹیونس کے اونٹ سوار سپاہی وزیراعظم فرانس کو سلامی دے رہے ہیں

دنیا کی سب سے بڑی وہیل مچھلی جسکی لمبائی نوے فٹ ہے اور جو نیچرل ہسٹری کی نمائش گاہ میں رکھی گئی ہے

فرانس کے وزیراعظم ایم دلادیر کا ٹیونس میں شاندار استقبال

دنیا کی سب سے بڑی گھڑی "بگ بین" (لندن) کے اندرونی پرزے

بحر اوقیانوس کو عبور کرنے والے ہوائی جہاز کے عملہ اندرونی کمرے

انگریز کمانڈر فلسطین کے عرب دیہاتیوں سے ہاتھ ملا رہا ہے

بحر اوقیانوس کی ہوائی سروس کا مشہور جہاز "کابوٹ"

لالہ امیر چند کھنہ
مشہور ماہر انکم ٹیکس دہلی
آپ نے ۳۰ جنوری کو ریڈیو پر انکم ٹیکس کے قانون کے متعلق ایک مفید تقریر فرمائی

ماڈرن ہائی سکول نئی دہلی کے استادوں اور طالبعلموں نے "شاہجہاں" نام کا ڈرامہ دکھایا جو نہایت کامیاب رہا

ٹیونس میں فرانس کی جنگی طاقتوں کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔

شاہجہاں نام کے ڈرامہ کا ایک اور سین جو ماڈرن سکول نئی دہلی میں دکھایا گیا

بال سبھا

راجہ کسے کہتے ہیں؟

(از بھائی جے پرکاش)

ایک راجہ تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ ایک دن راجہ نے اپنے ملک کے عقلمندوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ اب تو میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ خبر نہیں کس دن میری آنکھ بند ہو جائے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے تینوں بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو جیتے جی ہی گدی پر بٹھا دوں۔ تم لوگ مجھے صلاح دو کہ میں کون سے راجکمار کو راجہ بناؤں۔

عقلمندوں نے راجہ سے کہا کہ مہاراج تینوں راجکماروں کو باری باری سے ہمارے سامنے بلوائیے۔ ہم ان سے ایک ایک سوال پوچھیں گے۔ اور ان کے جواب سننے کے بعد آپ کو بتائیں گے کہ ہماری صلاح کیا ہے۔

راجہ نے جواب دیا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ جب سب سے بڑا راجکمار آیا تو عقلمندوں نے اس سے پوچھا۔ "اے راجکمار اگر آدمی کی جگہ تم کو ایک پرندہ بنا دیا جائے تو تم کون سا پرندہ بننا پسند کرو گے؟"

بڑے راجکمار نے جواب دیا "میں شکرا بنوں گا کیونکہ وہ نڈر ہوتا ہے۔ اور ہر پرندے کو پکڑ کر مار سکتا ہے۔"

جب وہ جا چکا اور منجھلا راجکمار آیا تو عقلمندوں نے اس سے بھی یہی پوچھا۔ منجھلے راجکمار نے کہا "میں گدھ بنوں گا۔ جو تمام پرندوں کا راجہ ہوتا ہے۔"

اب چھوٹے راجکمار کی باری آئی۔ جب عقلمندوں نے اس سے بھی یہی سوال کیا تو وہ بولا "میں تو بلبل بننا چاہتا ہوں جو کسی کو بھی نہیں ستاتا بلکہ وہ اپنے گیتوں سے سب کو خوش کر دیتا ہے۔"

عقلمندوں نے یہ سن کر راجہ سے کہا "مہاراج آپ کا بڑا راجکمار حوصلے والا ہے مگر ظالم ہے۔ منجھلا راجکمار صرف بڑا بننا چاہتا ہے مگر چھوٹا راجکمار شریف اور نرم دل ہے پرجا اس سے یقیناً خوش رہے گی۔ آپ اسی کو راجہ بنائیں۔"

راجہ نے عقلمندوں کی صلاح مان لی اور چھوٹے راجکمار کو گدی پر بٹھا دیا۔

مہمان نوازی

(از بہن ستیہ وتی)

ایک گاؤں سے تھوڑی دور پر ایک جھونپڑی تھی۔ اس میں ایک غریب بوڑھا اور اس کی بیوی دونوں رہا کرتے تھے۔ وہ بہت غریب تھے۔ مگر بہت نیک اور رحمدل تھے۔ اسی لئے انکی زندگی ہنسی خوشی کٹ رہی تھی۔

ایک دن بوڑھا اور اس کی بیوی اپنی جھونپڑی کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ انہوں نے شور غل کی آوازیں سنیں جو گاؤں کی طرف سے آ رہی تھیں جب انھوں نے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ دو غریب آدمی آگے آگے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے شریر بچوں کا ایک غول ہے۔ جو ان پر کنکر پتھر پھینک رہے ہیں۔

دونوں غریب آدمی ان شریر بچوں سے بچنے کے لئے لمبی لمبی ڈگیں بھرتے ہوئے چل رہے تھے اور بیچارے گھبرائے معلوم ہوتے تھے۔

بوڑھے نے اپنی عورت سے کہا۔ "بھلا دیکھو تو یہی یہ شریر بچے ان غریب مسافروں کو خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں۔ یہ گاؤں والوں کے لئے بڑی ہی شرم کی بات ہے۔"

اس کی بیوی نے جواب دیا "بے شک۔ مجھے ڈر ہے کسی دن خدا ان لوگوں کو سزا دیگا۔ کیونکہ دوسروں کو ستانا اچھا نہیں ہوتا۔"

اتنے میں دونوں مسافر بڈھے کی جھونپڑی کے پاس آ گئے۔ بڈھا فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے آنے والوں سے کہا۔

"آئیے آئیے۔ آپ دونوں بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور شاید آپ بھوکے بھی ہیں میری چھوٹی سی جھونپڑی حاضر ہے۔ یہاں آرام کیجئے۔ اور جو کچھ حاضر ہے وہ بھی آپ کے آگے رکھ دیا جائے گا۔"

ان آدمیوں میں سے ایک نے جواب دیا۔ "ضرور ضرور۔ ان گاؤں والوں نے ہمیں بہت پریشان کیا ہے۔ نہ تو ہم کو کچھ کھانے کو دیا ہے اور نہ ہمیں کہیں ٹھہرنے دیا۔"

ایک
سبق آموز کہانی

یہ کہہ کر وہ دونوں جھونپڑی کے دروازے پر بیٹھ گئے اور بوڑھے آدمی سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ بوڑھے کی عورت اٹھ کر اندر چلی گئی تھی اور آنے والوں کے لئے کھانا تیار کرنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کھانا تیار ہو گیا۔ وہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔ تھوڑی سی روٹی تھی۔ کچھ شہد تھا اور ایک دو پیالہ تازہ دودھ بکری کا۔

آنے والوں میں سے ایک نے کہا "تم لوگوں نے ہمارے لئے بڑی تکلیف اٹھائی ہے دوستو!"

بوڑھے نے کہا۔ "نہیں صاحب۔ یہ تو ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کے کام آئے۔"

اور کھانا ان کے آگے رکھا۔

اس نے برتن کا سارا دودھ مہمانوں کے آگے رکھے ہوئے پیالوں میں ڈال دیا۔ اور انہوں نے فوراً ہی اسے پی لیا کیونکہ وہ بہت پیاسے تھے۔ مسافر اپنے پیالے ختم کرنے سے پہلے بولے انہوں نے کہا "ہمیں تھوڑا سا دودھ اور دو۔"

(باقی اگلے صفحہ پر)

میرا دیس!

از پروفیسر حامد حسین صاحب قادری

یہ ہندوستاں کیا اچھا وطن ہے　　یہ پیارا دیس ہے، پیارا وطن ہے
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

یہ میرا گھر ہے، میری انجمن ہے　　یہ میرا باغ ہے، میرا چمن ہے
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

میں ہندی اور ہندوستاں میرا　　فدا ہوں اس پہ، یہ ارمان میرا
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

وطن کی ہے محبت میرے دل میں　　نہ کیوں ہو شوقِ خدمت میرے دل میں
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

لڑا دوں گا میں اپنی جان تک بھی　　کسی کو اس میں ہے کیا کوئی شک بھی
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

اگر چاہے تو کر لے جانچ کوئی　　نہ آنے دوں گا اس پر آنچ کوئی
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

مرے تن میں ہے جب تک جان باقی　　محبت کی رہے گی آن باقی
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

گنوا دوں گا میں سب کچھ اس کی خاطر　　لٹا دوں گا میں سب کچھ اس کی خاطر!
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

نہ با دوں گا میں اس کے دشمنوں کو　　مٹا دوں گا میں اس کے دشمنوں کو
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

رہے گا دوست بن کر جو رہے گا　　رہے گا وہ، جو یہ دل سے کہے گا
یہ میرا دیس ہے میرا وطن ہے

(پیام تعلیم)

بوڑھا آدمی بہت گھبرایا۔ کیونکہ اب اور دودھ تو تھا نہیں۔ اس نے دودھ کا برتن اٹھایا اور دیکھنے ہی کو تھا کہ دیکھتے اور دودھ تو اب ہے نہیں۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ برتن دودھ سے لبالب بھرا ہوا ہے۔ اور پھر جب اس نے دسترخوان پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ ہر چند دونوں مہمان بڑی دیر سے کھا رہے ہیں مگر یہ دونوں چیزیں کم ہونے کی بجائے زیادہ ہی ہوتی جاتی ہیں۔

تھوڑی دیر بعد۔ دونوں مہمانوں نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا۔

"اب ہمارا پیٹ خوب بھر گیا ہے۔ رات زیادہ ہو چکی ہے۔ کیا تم لوگ ہمارے لئے سونے کا بندوبست بھی کر سکتے ہو؟"

بوڑھے نے کہا "یہ آپ ہی کا گھر ہے آپ سو جائیں"۔ غریب بوڑھے کے پاس دونوں مہمانوں کے لئے اوڑھنے بچھانے کو نہ تھا مگر مہمانوں نے کہا اوڑھنے بچھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ویسے ہی رات بسر کر لیں گے۔

صبح اٹھ کر بوڑھے اور اس کی عورت نے دیکھا کہ جس جگہ کل شام تک گاؤں بستا تھا وہاں اب ایک تالاب ہے اور اس میں مچھلیاں تیر رہی ہیں۔ مہمانوں میں سے ایک نے بوڑھے سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جانتے ہو یہ مچھلیاں کون ہیں۔ یہ اس گاؤں کے باشندے ہیں جو مہمانوں کے ساتھ بری طرح پیش آتے ہیں"۔

بوڑھے کے آنسو نکل آئے۔ اس نے ان سے کہا "اے خدا کے نیک بندو ان نادانوں کا قصور معاف کرو"۔

مہمان نے کہا "یہ اپنے کئے کی سزا پا رہے ہیں اور تم اپنے اعمال کا اجر پاؤ گے"۔

جونہی اس نے یہ لفظ کہے بوڑھے کی جھونپڑی ایک شاندار محل میں تبدیل ہو گئی اور دونوں مہمان غائب ہو گئے۔

ایک نیا کھیل

(از بہن شگفتہ بیگم)

اس کھیل کا نام ہے "ساتھی ڈھونڈنا"۔ سب سے پہلے کھلاڑیوں کو دو دو کی جوڑیوں میں بانٹا جاتا ہے۔ جوڑی داروں میں سے ایک کا نام لال راجہ ہوتا ہے اور دوسرے کا ہرا راجہ ہوتا ہے۔ جب جوڑیاں بن جاتی ہیں تو سب جوڑیوں کے لال راجہ اپنے اپنے ہرے راجاؤں کے سیدھے ہاتھ اچھی طرح دیکھتے بھالتے ہیں تاکہ آگے پہچان سکیں۔ اور پھر کمرے کے باہر چلے جاتے ہیں۔

اب کمرے میں ہرے راجہ رہ جاتے ہیں۔ وہ سب ایک تنگ کپڑے میں بیٹھتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنا سیدھا ہاتھ اس کپڑے میں سے باہر نکال دیتا ہے جس کے بیچوں بیچ ایک بڑا سوراخ ہوتا ہے۔ الٹے ہاتھ سب کے کپڑے کے اندر چھپے ہوتے ہیں۔ اب لال راجاؤں کو باری باری سے ایک ایک کر کے اندر بلایا جاتا ہے۔ اور ہر لال راجہ اپنے ساتھی کا ہاتھ پہچانتا ہے۔ بڑا مزہ رہتا ہے۔

دشمن کا برا کبھی نہ چاہو

(بھائی نریش)

دو آدمی ایک محلے میں پاس پاس رہتے تھے ایک کے پاس گھوڑا تھا دوسرے کے پاس گدھا تھا۔ اکثر ہوتا کہ گدھا رات کے وقت چیخنے لگتا اس سے گھوڑے کے مالک کی آنکھ کھل جاتی اور پھر نیند نہ آتی۔ جب کئی دفعہ ایسا ہوا تو اسے گدھے کے مالک پر بڑا ہی غصہ آیا۔ گدھے کے مالک بیچارے کا اس میں کوئی قصور نہ تھا مگر پھر بھی جب گھوڑے والے نے اس سے شکایت کی تو گدھے والے نے کہا اگر تم کو تکلیف ہوتی ہے تو میں اسے ایک اور جگہ باندھ دیا کروں گا۔ مگر ابھی وہ جا نہ سکا تھوڑے دنوں بعد بیچ آئی تھی۔

ایک رات پھر گدھے نے چیخنا شروع کیا۔ گھوڑے کے مالک کو بہت غصہ آیا۔ اس نے خدا سے دعا کی "اے خدا یہ گدھا مر جائے"۔

صبح کو اٹھ کر دیکھا تو اس کا اپنا گھوڑا مرا پڑا تھا۔ اس نے دیر سوچا میں نے تو خدا سے یہ دعا کی تھی کہ گدھا مر جائے مگر ہوا یہ کہ میرا گھوڑا مر گیا ضرور یہ میری بد دعا کی تھی۔ جو دوسروں کا برا چاہتے ہیں وہ خود نقصان اٹھاتے ہیں۔

ہنسانے کی عجیب ترکیب

اپنے دوستوں سے کہو میں آپ کو ایک کرامات دکھاتا ہوں اور دو گلاسوں میں تھوڑا تھوڑا پانی بھر کے رکھ دو پھر ایک گڑ کی ڈلی اپنے دوستوں کو دکھا کر کھا جاؤ۔ اب اپنے دوستوں سے کہو کہ دیکھئے جناب میں گڑ کی ڈلی آپ لوگوں کے سامنے کھا چکا ہوں اور وہ میرے پیٹ میں ہے۔ مگر اب بھی میں اسے ان دونوں گلاسوں میں سے ایک گلاس کے پانی میں ملا سکتا ہوں کہئے کون سے گلاس کے پانی میں اسے ملا دوں؟

جس گلاس کو وہ بتائیں اسے اٹھاؤ

مجھے بی۔ اے کا امتحان پاس کئے کئی ماہ ہو چکے تھے۔ مگر در در ٹھوکریں کھانے اور مایوس لوٹ آنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا تھا۔ وہ بھائی، بھاوج کی روز مرہ کی طعن و تشنیع سنتے سنتے میرا ناک میں دم ہو گیا تھا۔ چونکہ میں انکے لئے ... اٹھنے والا بوجھ بن رہا تھا۔ اس لئے وہ اس بوجھ کو جلد اتار پھینکنا چاہتے تھے۔ ان سب باتوں کی وجہ کیا تھی؟ صرف یہ کہ میں بیکار تھا۔ میں تمام طرح انکو بھی برداشت کر ... تا تھا۔ آخر تنگ آ کر ایک رات کو جبکہ گھر کے سب لوگ ... ئے ہوئے تھے میں گھر سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جس گھر میں پیدا ہوا، اور جس میں بیس سال گذارے اسے چھوڑنے کے وقت میں آنسو نہ روک سکا۔

وہ رات کسی غریب کی قسمت کی طرح سیاہ غلاف میں چھپی ہوئی تھی۔ باہر سرد ہوا درختوں سے ٹکرا کر گونج پیدا کر رہی تھی گاڑی تیزی سے لمحہ بہ لمحہ کسی دور کے جارہی تھی۔ اور میں آئندہ پروگرام بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر باوجود انتہائی کوشش کے میں کچھ فیصلہ نہ کر سکا کہ مجھے آئندہ کیا کرنا ہوگا۔ میں اپنے خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ "قلی بابو جی قلی" کی آواز نے میرے خیالات کا تانتا توڑ دیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو گاڑی فیروزپور اسٹیشن پر کھڑی تھی۔ میں بھی گاڑی سے اترا اور ٹکٹ دے کر باہر آگیا۔ اور مسافروں کو دیکھتے ہوئے میں نے بھی ایک راستہ بغیر کسی دماغی اختیار کے لیا اور چلتا گیا۔

کافی دیر چلنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میں دریائے ستلج کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ دریا پر خاموشی چھائی ہوئی تھی کبھی کبھی پانی کی لہریں گڑگڑاہٹ پیدا کرتی تھیں۔ آسمان پر چمکتے ہوئے تاروں کی روشنی پانی میں جھلملا رہی تھی۔ میں آہستہ آہستہ پانی کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ صبح کی ہوا پانی کی وجہ سے اور بھی زیادہ سردی لئے ہوئے تھی۔ پانی کے بالکل قریب پہنچ کر چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد میں نے پانی میں اترنا شروع کیا۔ پانی کے چھوتے ہی پاؤں یکدم سرد ہو گئے۔ اور میں کانپ اٹھا۔ دل گھبرانے کے باوجود میں پانی میں بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ گردن تک میں پانی میں پہنچ چکا تھا۔ دنیا کی سب دلفریبیاں سامنے ناچ رہی تھیں مگر ستلج کی فراخ گود کو تنگدل دنیا پر ترجیح دیتے ہوئے میں نے نہایت گھبراہٹ کی حالت میں اپنے آپکو پانی کے حوالے کر دیا ستلج کا پرسکون پانی بھی ایک بیقرار دل کو اپنی گود میں لیتے ہی تلملا اٹھا۔ اور اس کی لہروں نے بھی ایک یتیم کو ایک دفعہ باہر نکال پھینکنے کی کوشش کی۔ مگر دوسرے ہی لمحہ ایک سیاہ غلاف میرے ارد گرد پھیل چکا تھا۔

(۲)

"میں کہاں ہوں؟" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں بیٹا! تم ستلج کے کنارے ایک جھونپڑے میں ہو" میرے پاس بیٹھے ہوئے بوڑھے نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

میں نے پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ تمام جسم میں درد معلوم ہو رہا تھا۔ پچھلے تمام واقعات ایک ایک کر کے آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے۔ ماں باپ کے مرنے کے بعد اس دن پہلی مرتبہ اس بڈھے نے مجھے بیٹا کہہ کر پکارا تھا۔

"روہنی جاؤ تھوڑا سا دودھ لے آؤ"

بڈھے کی آواز سے میں پھر چونک اٹھا اور اپنے ارد گرد دیکھنے لگا۔ جھونپڑے میں ہر طرف مچھلیوں کی بو آ رہی تھی۔ ایک کونے میں چند جال رکھے تھے۔ سامنے ایک سولہ سترہ سالہ لڑکی کھڑی جس کو بڈھے نے دودھ لانے کو کہا تھا۔ اس نے لمبا چوغہ پہن رکھا تھا اور بالوں کو سیاہ رومال سے باندھ لیا تھا۔

(۳)

مجھے بوڑھے ماہی گیر اور اس کی پوتی ... رہتے ہوئے ایک ماہ کے قریب ہو چکا تھا۔ ماں باپ کی بے لوث محبت کے بعد سچی محبت مجھے وہاں ملی تھی۔ ... لگا تھا کہ سچی محبت اور ہمدردی امیروں کی نسبت غریبوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ اس عرصہ میں ہم سب آپس میں گھل مل گئے تھے۔ جب کبھی سرجو گھر پہ نہ ہوتا تو میں اور روہنی مچھلیاں پکڑتے جن کو سرجو بازار میں فروخت کرتا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد میں ان کو وہ سب کہانیاں سناتا جو کہ میں نے بی۔ اے پاس کرنے تک پڑھی تھیں۔ وہ دونوں انکو غور سے سن کر حیران اور خوش ہوتے۔

ایک دن سرجو مچھلیاں بیچنے گیا ہوا تھا روہنی ایک جال کی مرمت کر رہی تھی۔ اور میں بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھا تھا۔

"تم جالوں کی مرمت کرنا تو خوب جانتی ہو روہنی" میں نے کہا۔

"ہاں بابو جی ہمیں تو دو کام آتے ہیں۔ مچھلیاں پکڑنا اور جالوں کی مرمت کرنا ہم پڑھنا لکھنا تھوڑا ہی جانتے ہیں"

"پڑھنا لکھنا بھی تم کو آسکتا ہے۔ ایسا کون ... کام ہے جو آدمی کرنا چاہے اور نہ کر سکے؟"

"بابو بہت سے کام ایسے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے ہیں؟"

"میں یہ ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں روہنی!"

"تو پھر آپ کو ابھی تک مچھلیاں پکڑنی اور جال بنانا کیوں نہیں آیا؟"

"میں تو اب بھی مچھلیاں پکڑ سکتا ہوں، مگر تمہارے جتنی نہیں"

"وہ تو کوئی مچھلی غلطی سے آپ کے جال میں پھنس جاتی ہے"

"اچھا بھلا چلو۔ مچھلی پکڑنے چلیں" میں نے تلملا کر کہا۔

"مگر آج میں اپنی مچھلی آپ کو کھانے کے لئے نہیں دوں گی؟"

"اچھا میں بھی اپنی مچھلی کسی کو نہ دوں گا"

ہم دونوں نے ایک ایک جال اٹھایا اور دریا کو چل دیئے۔ دونوں نے اپنے اپنے جال دریا میں ڈال دیئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ رہے۔ میں بھی کبھی اپنے جال کو ہلا کر دیکھتا مگر وہ بالکل ہلکا ہی ہوتا مجھے دیکھ کر روہنی ہنستی اور کہتی۔

"بابو جی ایک ... آپ کے جال میں ... کچھ پھنس گیا ہے؟" کچھ دیر بعد انتظار کر کے میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم نے مچھلی پکڑ لی ہے کیا تم دیکھو گی؟"

"دیکھوں" ... تو دیکھو مگر میری مچھلی بھاگ نہ جائے۔

"ہمیں دکھاؤ مچھلی کہاں ہے؟"

"یہ دیکھو" میں نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

روہنی اپنی پکڑی ہوئی مچھلیاں لے کر جلدی سے اپنے جھونپڑے میں چلی آئی۔

اس کے چلے جانے کے بعد بمشکل میں نے چند مچھلیاں پکڑیں اور جھونپڑے کی طرف لمبے لمبے قدم رکھتا ہوا چل دیا۔ وہاں جب آ کر دیکھتا ہوں کہ روہنی ایک طرف بیٹھی ہوئی کچھ سوچ رہی تھی مجھ کو آتا دیکھ کر وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"روہنی کیا تم ناراض ہو؟"

روہنی بالکل خاموش رہی۔

"روہنی، مجھ سے اگر تم نہیں بولو گی تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ لو یہ دیکھو میں تمہارے لئے مچھلیاں لایا ہوں"

اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "یہ تو میرے جال میں پھنسی تھیں"

(باقی اگلے صفحہ پر)

تو بھی ہو جا ہمنوائے انقلاب

(از جناب میلارام وفا)

چل رہی ہے باغِ عالم میں ہوائے انقلاب
آ رہی ہے ہر طرف سے صدائے انقلاب

اے کہ ہے شام و سحر سود و زیاں کی فکر میں
تو رہے گا تا بکے نا آشنائے انقلاب

تو ابھی تک بے خبر ہے گر تو یہ اور بات
ورنہ کب کی ہو چکی ہے ابتدائے انقلاب

سخت حیرت ہے سنائی کیوں نہیں دیتے تجھے
گونجتے ہیں ہر طرف جو نعرہ ہائے انقلاب

حائل آئیگا اگر اس میں نظا کھائے گا تو
پیس ڈالے گی تجھے بھی آسیائے انقلاب

پھر نہیں ہوگا کہیں تیرا ٹھکانا زیر چرخ
آہ گر ثابت ہوا تو ناسزائے انقلاب

تیری بہبودی بھی دنیا ہی کی بہبودی میں ہے
تو بھی ہو جا اور ابھی سے ہمنوائے انقلاب

بسنت!

پچھلے صفحہ سے آگے

اس نے نگاہ اوپر اٹھائی اور پھر نیچے کر لی وہ رو رہی تھی۔ آنسو اس کے سرخ رخساروں پر ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

"روشنی! روشنی!! مجھے بتاؤ تم کیوں رو رہی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔ پھر میری طرف دیکھا اور رونے لگی۔

چند منٹوں میں ہم دونوں نے یہ محسوس کر لیا کہ ہمیں ایک دوسرے سے محبت ہے۔

(۴)

وقت گذرتا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ سر جو اتنا کمزور ہو گیا کہ اس کے لئے چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔ اس کا اب تمام کام میرے سپرد تھا۔ اور میں بھی اس عرصہ میں صرف مکھن ماہی گیر ہی نہیں بلکہ روشنی کا شوہر بن چکا تھا۔ بوڑھے سر جو نے ہم دونوں کی ایک دوسرے سے محبت کو دیکھ کر میرا اور اس کا دو اپنی رضامندی سے کر دیا تھا۔

پڑھا لکھا ہونے کی وجہ سے میں اپنی مچھلیاں ایسی جگہ فروخت کرتا تھا جہاں سے دوگنے دام وصول ہوتے تھے۔ بڑے بڑے افسروں کے گھر جا کر میں انگریزی میں بات چیت کرتا تو وہ حیران ہوتے اور پھر شوق سے میری مچھلیاں زیادہ دام میں خرید لیتے تھے۔

ایک رات خوب زور سے بارش ہوئی۔ سردی کا موسم۔ دریا کا کنارہ اور انتہا درجے کی کمزوری کی وجہ سے سر جو کو نمونیا ہو گیا۔ اور چند روز بیمار رہنے کے بعد وہ بھی ہم سے چھین لیا گیا۔

سنٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ میرے مستقل گاہک تھے میں انکے بنگلے میں ہر روز مچھلیاں دیا کرتا تھا ایک دن میں نے ان سے باتوں باتوں میں ذکر کر دیا کہ میں گریجویٹ ہوں۔ اگر وہ کوئی نوکری دلوا سکیں تو بہت مہربانی ہو۔

سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں تمہاری نوکری کے لئے کوشش کروں گا میں صاحب کا شکریہ ادا کر کے شام کو واپس اپنے جھونپڑے میں آیا۔

جھونپڑے میں روشنی بیٹھی بہت دیر سے انتظار کر رہی تھی اور بار بار جھونپڑے سے باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھتی، وہاں پہنچتے پر میں نے اس سے کہا:-

"روشنی میری صلاح ہے کہ اب ہم شہر میں چل کر رہیں اور اس کام کو چھوڑ کر کچھ اور کام کریں۔ تم جانتی ہو دادا مر چکا ہے اور تمہارا یہاں اکیلا رہنا ٹھیک نہیں۔"

روشنی میری بات سن کر بہت متعجب ہوئی اور اس نے کہا۔

"بابو! ہم اس کام کو چھوڑ کر روٹی کہاں سے کھائیں گے؟"

میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "سنو! دراصل بات یہ ہے کہ میں اپنی نوکری کا انتظام کر آیا ہوں۔ اب مجھے یہ مچھلیوں کا روبار اچھا نہیں لگتا۔

روشنی نے پوچھا۔ "کیوں"

کیونکہ تمام دن بدبو میں کام کرنے اور پھر بھی مشکل سے چند روپے ماہوار کما نے سے کچھ نہیں بنتا۔ اور تم یہ بھی بخوبی جانتی ہو کہ کچھ دنوں کے بعد ہم ایک بچے کے ماں باپ بننے والے ہیں۔ اس لئے ہمارا اب شہر میں رہنا ہی ٹھیک ہے۔"

روشنی نے شرم سے سر جھکا لیا۔

میں نے اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھاتے ہوئے پوچھا "بتاؤ ٹھیک ہے نا؟"

"جیسی آپ کی مرضی۔"

ہمیں شہر میں آئے ہوئے چند دن ہو گئے تھے۔ میں جیل کے محکمہ میں پچاس روپے ماہوار پر بطور کلرک ملازم ہو گیا تھا۔ گھر میں سب نیا سامان آ چکا تھا۔ بسنت کا روز نزدیک آ رہا تھا۔ اور روشنی پورے طور پر بسنت کے لئے تیاری کر رہی تھی۔ گھر میں سب طرف خوشی ہی خوشی دکھائی دے رہی تھی۔ ہم دونوں ... جنگل اور دریا کی باتوں کو کہانی سمجھنے لگے تھے۔

عین بسنت کے دن روشنی نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ ہماری دکھی زندگی کا انت ... دل میں ہو گیا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب میں روشنی کے کمرے میں گیا تو اس نے مسکراتے ہوئے بچے کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں ایک ہی وقت میں خوشی اور پریم جھلک رہا تھا۔

"آپ جانتے ہیں کہ ننھے کا کیا نام ہوگا؟"

اس نے اپنی نحیف آواز میں بچے پر نگاہ ڈالتے ہوئے مجھ سے دریافت کیا۔

"نہیں"

"میں بتاؤں؟"

"ہاں بتاؤ"

"بسنت کمار"

ہم دونوں ہنس پڑے بچہ بھی اپنا انگوٹھا چوستے ہوئے ہنس رہا تھا۔

ریشم کی کہانی

ایک ماہر صنعت کی زبانی

بازاروں میں بزازوں کی دوکانوں پر لاکھوں تھان سلک کے بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن بہت تھوڑے افراد اس بات کو جانتے ہیں کہ ریشمی کپڑا پیدا کرنے کے لئے کتنی زندگیاں تلف کی گئی ہیں۔ ریشم کی [illegible] الف لیلیٰ کی کہانیوں سے مشابہت رکھتی ہے۔

آج سے چار پانچ ہزار سال پہلے کا ذکر ہے کہ چین کی ایک مشہور ملکہ سی [illegible] نامی ایک دن ایک ایسا رباب یا سارنگی بجا رہی تھی جس کی تاریں سنہری ریشم کی تھیں۔ اچانک ملکہ کو خیال آیا کہ ریشم کے کویہ سے اگر ریشم کافی تعداد میں اتار کر بٹا جا سکے تو نہایت ہی چمکدار کپڑا اس سوت سے بنایا جا سکے گا۔ جو اس کی خوبصورتی میں خاص اضافہ کا باعث ہو گا۔

ملکہ صرف خوبصورت ہی نہ تھی بلکہ نہایت چالاک اور دانشمند تھی۔ اس نے اس سوال پر بہت غور کیا۔ اور آخرکار سلک کو کویہ سے اتارنے اور بٹنے میں کامیاب ہو گئی۔

اہل چین کا یقین ہے کہ ملکہ سی لنگ چی ہی نے ریشم کا کپڑا بننے کے لئے کھڈی بھی خود اس نے ایجاد کی جس نے بہت سے کویہ اکٹھے کر کے ریشم کو بٹا۔ اور اس کا کپڑا بن کر استعمال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل چین ملکہ سی لنگ چی کو "ریشم کی دیوی" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

رفتہ رفتہ چینیوں میں اس راز کا انکشاف ہوا۔ اور لوگوں نے ریشم کے کیڑے پالنے شروع کئے۔ آج سے دو ہزار سال پہلے چین کے ایک شہزادے نے اپنے ملک میں سلک کی تجارت بڑھانے کی غرض سے دورہ کیا۔ جس جگہ بھی وہ گیا اس نے اپنی رعایا کو درخت لگانے اور ریشم کے کیڑے پالنے کے طریقے بتائے۔ ریشم کے لئے شہتوت کا درخت اسی قدر ضروری ہے جس قدر کہ خود ریشم کا کیڑا۔ کیونکہ ریشم کے کیڑوں کی خوراک فقط شہتوت کے پتوں تک ہی محدود ہے۔ اہل چین نے ریشم کے کیڑے پالنا ہی اپنا پیشہ بنا لیا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں ریشمی کپڑا بہت ہی کمیاب تھا۔ اس لئے ریشم کے کیڑے پالنے والوں کے گھروں میں زر و جواہر کی کمی نہ رہی، اس لئے انہوں نے شہتوت کے درخت کو زریں درخت کا خطاب دیا۔ جس شہزادے نے لوگوں کو یہ ریشم کے کیڑے پالنے کا فن سکھایا وہ ہمیشہ ایک نیلے رنگ کا چغہ پہنا کرتا تھا۔ اس لئے لوگوں نے اسے "ریشم کے نیلے دیوتا" کے لقب سے ملقب کیا۔

اہل چین نے اپنی اس ایجاد کو صنعت ہی حاسدانہ طور پر اپنے ہم وطنوں تک ہی محدود رکھا۔ اور صدیوں تک اس راز کو اس طرح اپنے سینہ میں محفوظ رکھا کہ دیگر ممالک کو کانوں کان تک خبر نہ ہوئی۔

تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے تین ہزار سال پہلے چین کے ایک حکمران نے ہندوستانی بادشاہ کو ایک نہایت ہی عمدہ اور قیمتی ریشمی کپڑا بطور تحفہ بھیجا۔ لیکن یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ اس کے کئی سو سال بعد ہندوستان میں بھی ریشم کی پیداوار شروع ہوئی۔ قدیم الایام کی ایک حکایت سے پتہ چلتا ہے کہ ایک چینی شہزادی نے کسی ہندوستانی حکمران سے شادی کی۔ اور وہ خفیہ طور پر اپنے سر میں ریشم کے کیڑے کے انڈے چھپا کر لے آئی۔ درحقیقت یہ شہزادی ہی تھی جس نے اپنے لئے عمدہ لباس بنانے کی غرض سے ریشم کے کیڑے پالنے کے فن سے اہل ہند کو روشناس کرایا۔

دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ یہ ریشمی کپڑے مشرق سے مغربی ممالک میں پہنچے۔ بعد ازاں جولیس سیزر جو روما کا ایک نامی حکمران تھا اور مشہور ہے کہ اس نے اپنی رعایا کو ریشمی کپڑے کا استعمال سکھایا۔

گذشتہ تواریخوں اور روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت ریشمی کپڑے کی قیمت کپڑے کے ہم وزن سونے کے برابر تھی۔ شاید اس وقت کا ہی ملکہ مصر کا لاثانی ریشمی لباس مشہور ہے۔ آج سے اٹھارہ سو سال پہلے کا ذکر ہے کہ اہل چین ریشم کی تجارت کر کے لاکھوں روپیہ کما رہے تھے۔ اور ان کا مال دنیا کے تمام ممالک میں جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ تجارت کے لئے چینی لوگ قافلوں کی صورت میں چین سے چل کر چھ ماہ کے طویل عرصہ میں قسطنطنیہ پہنچا کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ سمندر میں بھی بذریعہ جہاز اور کشتی اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے سفر کیا کرتے تھے۔

سنہ [illegible] ق م جب ایران کے دو جاتری چین سے آئے۔ ریشم کے کیڑے کے چند انڈے بانس میں چھپا کر قسطنطنیہ لے گئے۔ اس وقت روما کا حکمران جسٹینین نامی بادشاہ تھا۔ جاتریوں نے یہ چرایا ہوا خزانہ بادشاہ کو بطور نذرانہ پیش کیا۔ حقیقت میں یہی چند انڈے تھے جن کی وجہ سے آج سارے یورپ میں ریشم کے کیڑے اور انڈے بے شمار تعداد میں موجود ہیں۔

الغرض اہل چین کا یہ راز جسے وہ مدتوں تک چھپائے رہے فاش ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آجکل کم و بیش دنیا کے تمام ممالک ریشم کے کیڑے پال کر ریشم پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے چین کے کاریگروں اور پیشہ وروں کی وہ شان نہیں رہی جو آج سے ہزاروں سال پہلے تھی۔ اگرچہ آجکل بھی چین اور جاپان میں ہی تمام دنیا سے زیادہ ریشم پیدا کیا جاتا ہے۔ تاہم دوسرے ممالک اس قدر محتاج نہیں ہیں جس قدر گذشتہ زمانہ میں تھے۔ ہندوستان میں بھی ریشم کی کافی مقدار پیدا کی جاتی ہے۔ یورپ میں فرانس ہی ریشم کا سب سے بڑا اڈا ہے۔

کہنے کو تو ریشم کا کیڑا محض ایک کیڑا ہی ہے لیکن اس کا کام کتنا غیر معمولی اور کتنا عجیب و غریب ہے۔ یہ ریشم کے کیڑے کی رام کہانی بھی کچھ کم عجیب نہیں۔ جب پہلے پہل یہ کیڑا انڈے سے باہر نکلتا ہے تو اس کا قد بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے۔ عموماً اس کی لمبائی ½ انچ کے برابر ہوتی ہے۔ یہ کیڑے لاکھوں کی تعداد میں طشتریوں اور بڑی بڑی رکابیوں میں شہتوت کے سبز اور تازہ تازہ کونپلوں پر رکھے جاتے ہیں۔ دن میں کئی کئی دفعہ تازہ پتے اور کونپلیں رکابیوں میں بھری جاتی ہیں۔ یہ کیڑا بڑی جلدی اپنی لمبائی اور موٹائی میں بڑھ جاتا ہے۔ اس کی کل زندگی ایک ماہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اس عرصہ میں اس کی بھوک بہت حد تک بڑھ جاتی ہے۔ دن رات شہتوت کی پتیاں اور کونپلیں کھانے میں مصروف رہتا ہے۔ یہ کیڑے شہتوت کے پتے اس تیزی سے کھاتے ہیں کہ جس کمرے میں یہ کیڑے پڑے ہوتے ہیں اگر اس میں جائیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے

باقی اگلے صفحہ پر

شامِ سرما

[از جناب منشی تلوک چند صاحب محروم]

خاتمے کے قریب آیا دن — فصلِ سرما کا مختصر سا دن
دھوپ سے تھا مسرت افزا دن — اب ہے افسردگی سراپا دن

جس کو کہتے تھے مہرِ عالمتاب
شامِ سرما میں ہو گیا کمتاب

نظر آتی ہے ہر کرن بے جاں — شبِ سرما کے خوف سے لرزاں
گرم رو ہے یہ نیّرِ تاباں — کہ مسافر ہے کوئی بے ساماں

دامنِ کوہسار پر ہے نظر
دامنِ سبزہ زار پر ہے نظر

پہنچے منزل پہ راہ رو تھک کے — گھونسلوں میں طیور جا دبکے
کہیں ساماں ہیں راحتِ شب کے — کہیں شکوے ہیں بخت کوکب کے

بےکسی آہ! اور لمبی رات
بن کے آئی ہے پیکرِ آفات!

دشت و صحرا و کوہسار خموش — موجِ دریا و رود بار خموش
باغ میں مرغِ نغمہ بار خموش — شہر میں اہلِ کاروبار خموش

چل رہی ہے ہوا، مگر چپ چاپ
کانپتی ہے فضا، مگر چپ چاپ

تکیے خالی ہوئے فقیروں سے — ہوئے رخصت مرید پیروں سے
گھر ہیں عشرت کدے امیروں کے — رہزنِ ہوش راہگیروں کے

ہیں غریبوں کے آہ! کاشانے
بے چراغ اور فسردہ غم خانے

صفحہ ۱۶ سے آگے

ت یعنی خاندان ہیوا سے کی نظروں میں گرتا جائیگا اور برطانیہ کی طرف زیادہ جھکے گا۔ جرمنی کی طرف اس کا رجحان کم ہوگا۔ ہٹلر نازی جرمنی پر اپنا اقتدار قائم رکھے گا۔ گو اس کی صحت خراب رہیگی اور جرمنی کے صوبہ پرشیا کے ان فوجی لیڈروں کی طرف سے اسے مصیبت میں پھنسانے کی کوشش کی جائے گی جو اس وقت اس کی پشت پر ہیں۔ مشرق قریب اور مشرق بعید میں لڑائی جھگڑے ہوں گے تو جرمنی کو جنگ عظیم سے پہلے کے سمندر پار کے کچھ مقبوضات مل جائیں گے اس لئے وہ خطرناک طور پر جنگ کے قریب بھی آجائیگا۔

جاپان اپنی ایشیائی مہم میں لگا رہے گا جاپان کے منصوبوں اور قرضوں سے چین کی سرزمین پٹ جائیگی۔ اس وقت اخباروں میں وسطی یورپ کا بڑا چرچا ہے۔ مگر آئیندہ بحر کاہل کے جزیروں (خاص کر یورپ کی آبادیوں اور مشرق بعید کے برطانوی مقبوضوں) کا زیادہ چرچا ہوگا۔ شمالی امریکہ کا ذکر بھی ہوا کرے گا۔

برطانیہ ریاستہائے متحدہ امریکہ سے یارانہ گانٹھ لے گا۔ دنیا روز ویلٹ کی طرف اس طرف اس نظر سے دیکھے گی گویا وہ عہد جدید کا پیغمبر ہے۔ غالب یہ ہے کہ روز ویلٹ ۱۹۴۰ء میں ایک بار پھر امریکہ کا صدر منتخب ہو جائیگا۔ اور راست جنگ عظیم کے بعد کے دور کا سب سے بڑا آدمی سمجھا جائے گا مگر فرانس اور برطانیہ کی دوستی میں فرق آجائے گا۔ یہودیوں کا مستقبل تاریک ہے۔ کم سے کم ابھی ایک برس تک انہیں اور مصیبتیں اٹھانی پڑیں گی۔ دنیا کے اکثر حصوں میں بیکاری اور زیادہ ہو جائے گی درآمد برآمد میں بھی کمی واقع ہوگی۔ سونے کا بھاؤ زیادہ سے زیادہ بڑھ جائے گا اور پھر گر جائے گا

لوگوں کو چاہئے کہ ۱۹۳۹ء سے پہلے پہلے اپنی سونے کی چیزیں بیچ ڈالیں۔

۱۹۳۹ء میں اول اول جمہوریت اور ڈکٹیٹر شپ کے درمیان اس کشمکش کی گڑگڑاہٹ سنائی دے گی۔ جو بڑھتے بڑھتے موت اور زندگی کی ایک عالمگیر کشمکش کی شکل اختیار کرے گی جو انسانوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں اور جو غلام بننے سے انکار کرتے ہیں یہ کھینچا تانی ان لوگوں کے درمیان ہوگی ۱۹۳۹ء کے بعد کے دو برسوں میں یہ لڑائی ہر مگر شدید ہو جائے گی بین الاقوامی تعلقات میں خلوص اور عزت کو کوئی دخل نہیں ہوگا۔ آخر میں

ڈکٹیٹر شپ کو زوال ہوگا۔ مگر ابھی نہیں۔

جہاں تک انگلستان کا تعلق ہے ۱۹۳۹ء میں صنعتی تنازعات اور سیاسی کشمکش بہت شدید ہو جائے گی

حقیقت یہ ہے کہ جب تک زحل برج حمل میں ہے کابرطانیہ کی حالت کچھ اچھی نہ ہوگی۔

(از جناب سید آغا حیدر بریلوی)

دنیا میں بڑا آدمی بننے کے لئے ہمت اور استقلال کی ضرورت ہے۔

صبر وہ مرہم ہے جو دل کے سب زخموں کو مندمل کر دیتا ہے

نفس کی راحت کم کھانے کی ہے اور دل کی راحت گناہوں کی کمی ہے

بھلا انسان وہی ہو سکتا ہے جو دوسروں کے لئے کوئی بھلا کام کرے۔

دور رہنے کے بعد ہی قربت کا لطف آتا ہے۔

ہر دوست کو دوست سمجھنا غلطی ہے۔ کیونکہ آجکل سچے دوست معدوم ہیں۔

حسد، بخل اور لالچ سب تباہ ہوتے ہیں۔

دنیا کو سب سے بڑا روگ جلنا اور مرنا ہے۔

چال چلن کی مضبوطی سب سے بڑی طاقت ہے۔

بنے کو وہی جو سمجھے اعلیٰ وہ ہے

جہاں تک ممکن ہو کھلی ہوا میں رہو۔

ہمیشہ خوش و خرم رہو۔ خوش رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ نیک خیالات کو اپنے دل میں پرورش کرو۔

دنیا میں جہاں تک ہو سکے نیک کام اور بھلائی کرو یہی ... ساتھ جائے گا

اپنے کو واقف جو سمجھے ادنیٰ وہ ہے انہیں

آگ چتا کو جلاتی ہے اور چنتا انسان کو جلاتی ہے۔

بغیر محنت اور کوشش کے انسان اپنے مطلب میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

بغض، حسد، کینہ یہ تین خصلتوں والے خدا کے نزدیک مجرم ہوتے ہیں۔

ضرورت ہے شادی میں ایک زبردست انقلاب کی

{ اس سلسلہ میں ہم ہر مضمون نگار کے آزاد خیال کو شائع کر رہے ہیں۔ ایڈیٹر کا سب کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ }

عنوان مندرجہ بالا پر ... ہت سے دو تین زبردست مضامین کا سلسلہ گذرچکا ... نگاروں نے شادی کی غرض و غایت بتلائی ... شادیوں کی تلخ زندگانی کے اسباب پر روشنی ڈالی جن کا ماحصل یہ ہے۔ اولیں، انتخاب رفیق حیات، مغربی تہذیب و تمدن کا اثر، پوشاک و ظاہری خوشنمائی، بیویوں کا نیک سیرت اور باعصمت ہونا وغیرہ۔

دوسرے یہ کہ خاوند و بیوی کی مشترکہ ذمہ داری کے احساس پر زور دیا گیا ہے۔

تیسرے یہ بات بتلائی ہے کہ جب نکمے شادی کا جوڑا اس بارگراں کے اٹھانے کے اہل نہ ہوجاتے اس وقت تک رشتہ ازدواجی میں منسلک ہونا بزبر زحمت مول لینا ہے۔

علاوہ ازیں اس امر پر بھی کافی زور دیا گیا ہے کہ فریقین کے خاندانوں کا معیار زندگی بھی برابر ہونا لازمی ہے۔ دوسرے صاحب نے اپنے مضمون میں رسومات شادی کے خلاف کافی دلیلیں پیش کی ہیں اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ موجودہ طریقے و قواعد خواہ وہ کسی بھی مذہب سے متعلق ہوں ہماری ازدواجی زندگی کے رابطہ کو مستحکم بنانے میں سو فی صدی بیکار و فضول ثابت ہوئے ہیں۔

فی الحقیقت یہ نکات ایسے ہیں جو ازدواجی اشتراک عمل کے دقیق و پیچیدہ مسائل حل کرنے میں نمایاں طور سے معاون و مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ فی الوقت میرا مقصد ان امور کو نظرانداز کرتے ہوئے دور دراز کی منزل کی جانب ایک دوسرا قدم گامزن کرنا ہے۔

بلاشبہ زمانہ سلف کی روایات اور روزافزوں تجربات کا تقابل انسان کے خیالات میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے بھارت ورش کی تواریخ کے اوراق پارینہ اس امر کا بدیہی ثبوت ہیں کہ کس زمانہ میں معاشرتی زندگی کس قدر خوشگوار ہوتی تھی۔ شوہر و بیوی کا باہمی ربط و ضبط کس خوش اسلوبی و پائیداری سے تمام زندگی منسلک رہتا تھا۔ ایسا کیوں تھا؟ اس کے جواب میں یہی کہنا کافی ہوگا کہ اس وقت انسانی علمی ذہنیت اس رابطہ و ضبط کی زندگی تندرستوں کو حق کی جانب لے جانے میں کامیاب ثابت ہوتی تھی۔ موجودہ عہد کا ازدواج صفحہ ہستی پر ایک نیا، بالکل نیا نظریہ پیش کرتا ہے۔ درحقیقت کیا ہے؟ بس یہی کہ آجکل کے نوجوانوں کی سف... یاں ایک سماجی ضرورت کی طرح دیکھی جاتی ہیں۔ قبل ازیں کہ ہم شادیوں میں انقلاب کی تحریک کا ذکر کریں ہماری غلامانہ ذہنیت میں زبردست انقلاب کی ضرورت ہے۔

یہ انقلاب کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو ہر وقت دماغ کو پریشان رکھتے ہیں۔ آخرش ان کا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نظر غائر سے ان پہلوؤں پر غور کریں تو آپ کے دل کا جواب اپنے ہی اندر موجود ملے گا۔

کی طرف گامزن ہو جائیں گے۔ وہ تحریک ہوگی محبت کے اصلی معنوں پر عمل کرنا۔ رائج عام میں خواہشات نفسانی کی تکمیل کو محبت کے نام سے ... کیا جاتا ہے نفس امارہ کے مقابل محبت مفقود ہو جاتی ہے بالعموم جو ازدواج محبت کے معنوں پر مبنی نہیں ہوتا وہی مکافات کی کسوٹی پر کھوٹا اترتا ہے۔ وہ انسان پردنیا کے فریب حسن و ریا کاری کا ایک جادو چل جاتا ہے۔ شوہر اور بیوی اس حقیقی لطف سے محروم رہ جاتے ہیں جس کو عرف عام میں "شادی" کہا جاتا ہے۔

لیکن حصول محبت کا مسئلہ پھر باقی رہ جاتا ہے۔ اس کے لئے اتنا کہنا کافی ہوگا کہ

بفرض نہرت ... اس امر پر مبنی ہیں کہ جب محبت تمام قوانین و ضوابط سے بالاتر ہے تو پھر ... کی شادی میں ذات پات اور رسم و رواج کوئی معنوی حیثیت نہیں رکھتے۔ انسانی تجربات اس امر کے حق ثبوت ... ہزاروں نوجوانوں کی زندگیاں ذات پات کی دیوار کے حائل ہونے سے موت کی نذر ہوگئیں۔

روزانہ کے واقعات ہماری آنکھیں کھول سکتے ہیں کہ ان قیود نے کتنے ہی خاندانوں کو برباد کرکے پیوند خاک کر دیا۔ ممکن ہے قدامت پرستی کے ٹھیکیدار اس رائے سے متفق نہ ہوں اور مجھکو اعتراضات کی کٹہیری کا نشانہ بنالیں۔ لیکن حق یوں ہی ہے کہ ہماری موجودہ شادیوں میں کامل آزادی کی ضرورت ہے میرا مقصد فی الوقت آپ کے روبرو وہ نظریہ پیش کرنا ہے جس کے لئے ہمارے اخبارات دن و رات چلا رہے ہیں اور انکی آوازیں بہرے کانوں پر پڑ رہی ہیں

جس چیز کو ہندی میں انترجاتیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہی ہمارے دقیق مسئلہ کا حل ہے۔

جب ہم خاوند و بیوی کو آزاد انتخاب کی ترغیب دیتے ہیں تو اس پابندی سے بھی آزاد ہونا لازمی امر ہے۔ یہی آزادی ہماری ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنا سکتی ہے ممکن ہے کچھ دنوں تک اس کے مضر اثرات رفتہ رفتہ دفع ہو جائیں اور تہذیب و تمدن کی کماحقہ حفاظت ہو سکے لیکن خود اسکے دعویٰ کا انقلاب جواب دے سکے گا کہ اب زمانہ ہماری ان کا وقتوں پر خود ہی کوئی طریقہ عمل اختراع کرکے اور قدیم رسم و رواج پر ٹھوکر لگا کر آگے بڑھ جائے گا۔ اور ایسے دیب آنکھیں ہمارا کردکھتی ہی رہ جائے گی۔

بایں ہمہ زمانہ موجودہ کی شادیوں میں تلخی کا ایک دوسرا باعث ظاہرا مروجہ رسومات ہی ہیں درحقیقت آجکل ساٹھ فی صدی شادیاں ان رسومات کے زیراثر ہوتی ہیں اور فریقین شادی میں سے کسی کی بھی رضامندی نہیں لی جاتی ہے۔ بعض لڑکے لڑکی کو علم بھی نہیں ہوتا اور ان سے آخری وقت میں شادی کے منڈپ کے نیچے بیٹھنے کو کہا جاتا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

پنجاب میں دیہات سدہار کا سلسلہ پنجابی دیویاں کپڑے پر کشیدہ کاری کر رہی ہیں!

انسان اگر انسانی جذبہ سے متاثر ہو کر اس طرف راغب ہو جاوے تو یہی ایک انقلاب ہماری روزافزوں ضرورتوں کا صحیح حل ہو سکتا ہے۔

اس حل کے تلاش کرنے میں سب سے ضروری شے نفس امارہ ہے۔ اگر خواہشات نفسانی پر اچھی طرح جبر حاصل کرکے ازدواج کی طرف قدم اٹھایا جاوے تو صحیح رشتہ برقرار رہ سکتا ہے لیکن برخلاف اس کے ہمارے دلوں میں خواہشات کا چور روحانیت کو کمزور کرتا رہتا ہے یہی کمزور روحانیت ہماری مصیبت کی گہرائی کو بڑھاتی جاتی ہے جس سے خوشگوار رشتہ قائم رہنے میں کامیابی نہیں ہوتی۔ ہمیں کامیابی اسی وقت حاصل ہوگی جب ہم اپنی اصل ... ایک

نسبت جس کو بہشت بریں کی ایک اعلیٰ ترین نعمت سے منسوب کیا جاتا ہے تمام دنیوی قیود اور خواہش سے بری ہے۔ اگر محبت ہوگی تو دنیا کا ہر قانون اور عیش و آرام، جاہ و حشمت اصلی محبت کے مقابلہ میں ہیچ ہو جائیگا اور کوئی طریقہ کار ایسا نہ ہوگا جو محبت آشنا دل کو قواعد و قوانین کی سخت پابندیوں میں جکڑ کے بید منحرف کر سکے۔ اس کی زندہ مثال ڈیوک آف ونڈسر (سابق ایڈورڈ ہشتم) اور مسز سمپسن کی پریم کہانی ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھئے تو قیس و مجنوں اور لیلیٰ کی داستان عشق قابل لحاظ ہے کہ

عاشقوں میں رسم عشق و دنیوی رائج نہیں
قیس کب دولھا بنا، لیلیٰ کہاں بیاہی گئی

پچھلے صفحہ سے آگے

والدین کے انتخاب عموماً جاہ وحشمت اور مال و دولت پر مبنی ہوتے ہیں اور بعض بعض حالات تو یوں دیکھنے میں آسکتے ہیں کہ شادیاں ایک غیر شخص کی معرفت جس کو نہ لڑکے سے واسطہ ہے نہ لڑکی سے طے کرائی جاتی ہیں۔ ایسی صورتیں قارئین خود خیال فرما سکتے ہیں کہ شادیاں کس حد تک خوشگوار ثابت ہو سکتی ہیں عموماً ان شادیوں کی بنیاد "جہیز" پر ہوتی ہے۔ معیار زندگی۔ لڑکے۔ لڑکی کی حالت تو درکنار فریق ثانی تو یہ معلوم کرنا بھی بھول جاتا ہے کہ لڑکا نوجوان ہے یا ضعیف العمر ہے۔ انہیں محض جہیز سے غرض ہوتی ہے۔ خواہ ستر سالہ حضرت ضعیف العمر انسان دولہا بنا کر بٹھا دیا جاوے۔

اس رسم نے ہمارے ہزارہا نوجوانوں کی زندگیاں ناقابل بیان طور پر بدمزہ بنادی ہیں۔ جب تک جہیز کی رسم ملک میں رائج ہے شادیوں کا خوشگوار ہونا ایک غیر ممکن سا امر معلوم ہوتا ہے۔ کیا جذبہ انسانی کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ وہ ان تباہ و بربادکن رسومات کی بیخ کنی کی ترغیب دے۔ اور شادیاں بلا کسی "اسرار و داد" یا جہیز کے انجام دی جایا کریں؟

اگر یہ رسم فنا ہوگئی تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ایک حد تک انتخاب بھی مناسب ہوگا۔ اور کوئی ظاہری روک ٹوک مانع نہ ہوگی۔ اس سے فریقین کا معیار زندگی بھی ملحوظ رہے گا نیز فریقین کی دلشکنی جو بالعموم شادی کے دوران میں ہوجایا کرتی ہے اور آئندہ زندگی کو بدمزہ بنادیتی ہیں وہ بھی قطعی دور ہوجائیں گی۔

تیسری وجہ جو اس وقت میرے ذہن میں گردش کر رہی ہے وہ صحیح احساس شادی ہے۔ اس میں بہ دو امور قابل لحاظ ہیں:۔

ایک تو یہ کہ جوڑا شادی کے قابل ہونا چاہئے۔ نوعمر نہ ہو۔ کیونکہ کمسنی کی شادیوں کے بُرے نتائج ہماری آنکھوں کے روبرو نمایاں ہو رہے ہیں آجکل جو شادیاں دیکھنے میں آتی ہیں اور جو عام رواج شادی ہے وہ ناقص ہے اور اس طرح سے ہے کہ ایک دیوان شادی میں نوشہ اور دلہن کو لاکر بٹھا دیتے ہیں۔ اور مذہب کے پیشوا اور ہر دو جانبین کے نمائندے کچھ منتر یا آیات پڑھا کرتے ہیں جن کے مفہوم سے فریقین واقف نہیں ہوتے۔ درحقیقت شادی وہی ہے جس میں فریقین کو یہ واضح ہوجائے کہ ان کا مستقبل کسی باہمی رشتہ میں منسلک ہونے جارہا ہے اور وہ کیا قول و قرار کر رہے ہیں میری رائے میں تو یہ شادی جوڑے کی نہیں ہوتی بلکہ ان مذہبی پیشواؤں کی ہوجاتی ہے اور اگر ان منتروں کو دیکھا جاوے تو دلہن در اصل کا رشتہ ان ہی کے درمیان قرار پاتا ہے۔ کیا آپ کا دل گواہی دے سکتا ہے کہ ایسی شادیاں کبھی صحیح خوشگوار ثابت ہوسکتی ہیں فریقین کو قطعاً احساس ہی نہیں ہوتا کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے اور ان کے کیا فرائض ان کی مستقبل زندگی میں ہونگے۔ وہ جیسے خاموش آئے تھے ویسی طرح اٹھ کر چل دیئے۔ اور عوام میں یہ تسلیم کر لیا گیا کہ وہ شادی کے رشتہ میں جکڑے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نوجوان شادی کا نصب العین خواہش نفسانی کی تکمیل تک ہی محدود سمجھتے ہیں۔ کاش وہی منتر نوشہ کی زبان سے ادا ہوتے تو اس کو ہر قدم پر اپنے عہد و پیمان کا خیال ہوتا اور یہ بار بار اس کو دبا کر صحیح رستہ پر لے آتا وہ بتلا سکتا تھا کہ میں نے اپنے عادات و خصائل کا معیار کیا رکھنے کا عہد کیا ہے۔ ایسی حالت میں وہ سنبھل جاتا اور زندگی کے حقیقی لطف سے محظوظ ہوجاتا۔

اگر اہل دنیا اپنے بوسیدہ خیالات کو الوداع کہہ کر نئی روشنی میں آنکھیں کھول کر دیکھیں تو اُن کی نظر تحقیق بتلا سکے گی کہ شادیوں میں انقلاب کیونکر ہوسکتا ہے۔

لطیفے

ڈاکٹر:۔ (مریض سے) "کیسے آئے ہو؟"
مریض:۔ سرکار! ہمارے بھائی کی آنکھیں آئی ہیں"
ڈاکٹر:۔ "شیشی لائے ہو"
مریض:۔ ہاں سرکار! کوئی ایسی دوا دے دیجئے کہ جس سے جلدی چلی جائیں۔

بتو:۔ "چاچا! مجھے ایک ڈھول لادو میں اسے بجا بجا کر کھیلوں گا
چاچا:۔ نہیں بیٹا! مجھے ڈر ہے کہ تم اسے میرے کانوں کے پاس بجا بجا کر مجھے حیران کروگے۔
بتو:۔ "نہیں چاچا میں ایسا نہ کروں گا میں اسے اس وقت بجایا کروں گا جب آپ سو جایا کرینگے۔

لڑکا:۔ میں نے آج اخبار میں پڑھا ہے کہ دو انکم ٹیکس انسپکٹر آسٹریا جارہے ہیں۔
امیر والد:۔ کاش کہ سارے ہی چلے جائیں اور پھر کبھی نہ آئیں۔

جیک:۔ تمہارا کتا کیسا ہے۔
ہرٹی:۔ میرا کتا بہت اچھا ہے۔ اگر رات کو کسی کی آہٹ آئے پر اسے جگا دو تو یہ بھونکنے لگتا ہے۔

والد:۔ میں نہیں سمجھتا کہ کیا کروں۔ تم بہت جھوٹ بولتے ہو۔ جب میں تمہاری عمر کا تھا تو کبھی جھوٹ نہ بولتا تھا۔
لڑکا:۔ تو مجھے براہ مہربانی یہ بتا دیجئے کہ آپ نے کس عمر میں جھوٹ بولنا شروع کیا تھا۔

سودیشی نمائش دہلی میں چہل پہل

نمائش کے تعلیمی اور صنعتی پہلو پر ایک نظر

دہلی کی سالانہ انڈسٹریل اگزبیشن کی افتتاحی رسم کے حالات گذشتہ ہفتہ کے ریگل ویکلی میں شائع ہوچکے ہیں۔ اس ہفتہ کے آرٹیکل میں ہم نمائش کے تعلیمی اور صنعتی پہلو پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ امید ہے ناظرین دلچسپی سے مطالعہ فرمائیں گے۔ بہت سے آدمیوں کا خیال ہے کہ یہ نمائش محض تفریح طبع کے لئے کی جاتی ہے۔ لیکن ذیل کے واقعات سے آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ نمائش کا اہم مقصد ملک کی صنعت وحرفت کو ترقی دینا ہے۔

(۱) اول اس نمائش کے ذریعہ ہندوستان کے کارخانوں کو اپنی اشیاء پبلک کے روبرو پیش کرنے کا خاص موقعہ ملتا ہے۔ جس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

(۲) دوسرے چونکہ کارخانے والے براہ راست پبلک سے ملتے ہیں۔ اپنی اشیاء کے متعلق ان سے بات چیت کرتے ہیں۔ اس طرح ان کو اپنی اشیاء کے نقائص اور خوبیوں کا علم ہوجاتا ہے۔ اور ان میں ترقی و اصلاحیں کرکے زیادہ عمدہ بنانے کا موقعہ مل جاتا ہے۔

(۳) نمائش ہی ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں کارخانہ دار گاہک ایک جگہ اکھٹے ہوکر اشیاء کے متعلق بات کرسکتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر اپنے خیالات ظاہر کرسکتے ہیں۔

(۴) نمائش کے ذریعہ دوکانداروں۔ کارخانہ داروں اور گاہکوں میں باہمی میل جول اور رشتہ محبت قایم ہوجاتا ہے۔ باہمی اعتماد اور کوآپریشن قایم ہوجاتی ہے۔ اور ہر مرد عورت اور بچہ میں جو نمائش گاہ میں آتے ہیں۔ ایک نئی زندگی نظر آنے لگتی ہے پبلک کو Stimulate کرنے کے اصول کو مدنظر رکھ کر ہی دنیا میں نمائش جاری کی جاتی ہے۔

(۵) نمائش سے پبلک جہاں دوکانداروں اور کارخانہ داروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ وہاں پبلک کو بھی اپنے ملک کی صنعت وحرفت کی قدر کرنے اور عمدہ عمدہ اشیاء استعمال کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ جو بجائے خود ایک دلکش اور دلچسپ چیز ہوتی ہے اور آرام و آسائش کے پورے سامان مہیا ہوتے ہیں۔ اس ہیں۔ جس سے شہر کے علاقوں کے آدمی بھی زبردست تعداد میں نمائش دیکھنے آتے ہیں۔ فائدہ پہونچتا ہے۔ اور ان دنوں میں ان کی دوکانداری خوب چلتی ہے۔

(۶) چونکہ نمائش تفریح طبع کے لئے آس پاس کے دوکانداروں کو بھی زبردست ... اس کے علاوہ نمائش کا تعلیمی پہلو بھی قابل غور ہے۔ ہر سال ایسی صنعتیں خاص طور پر دکھائی جاتی ہیں۔ جن میں اشیاء کو عملی طور پر تیار کرکے دکھایا جاتا ہے۔ مینوفیکچرنگ ہر پروسس کو نہایت عمدگی کے ساتھ کھولنے سمجھایا جاتا ہے۔ جس سے کہ پبلک میں کارخانے بنانے اور مختلف قسم کی اشیاء کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ کاغذ بنانے کی ترکیب۔ چائے کہاں پیدا ہوتی ہے۔ ہندوستان کی سیمنٹ کس کس کام میں آتی ہے۔ اور کس طرح بنانے کا طریقہ۔ چوڑیاں وغیرہ کا خاص طور پر قابل دید ہے۔ یو۔پی گورنمنٹ کے محکمہ دستکاری کا اسٹال اور دیگر اسٹال خوب مظاہرہ کیا گیا ہے۔ ہیں۔

ملک کی صنعت و حرفت کو ترقی دینا ہر ہندوستانی کا فرض ہے

نمائش صرف تفریح ہی کی ایک جگہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلیمی اور صنعتی پہلو بھی ہے

ہندوستان کی مالی حیثیت کے نقشے ہمارے ملک کی اقتصادی حالت کے صحیح آئینہ دار ہیں۔

ماچس کا غذ بنانے اور چوڑیوں کی ساخت کا نظارہ نہایت قابل دید ہے۔

روزانہ شام کو تشریف لاکر ہر اسٹال۔ ہر صنعت اور ہر چیز کو خود ملاحظہ فرمائیے پھر آپ کو علم ہوجائے گا۔ کہ اس نمائش سے ملک کی صنعت وحرفت کو کسقدر فائدہ پہونچ رہا ہے

آج کی خبریں

مہاتما جی کی صحت
سوموار کو دہلی روانہ ہونگے

راجکوٹ - ۱۱ مارچ ۔ اپنے برت کے بعد مہاتما جی آج پہلی بار شام کو پراتھنا کے لئے چبوترہ تک تشریف لے گئے کا [illegible] میں آہستہ آہستہ نمایاں طور پر ترقی ہو رہی ہے ۔ امید کی جاتی ہے کہ آپ سوموار تک دہلی کا سفر بخوبی اختیار کر لیں گے ۔ (ا ۔ پ)

آریہ سماجی اخبارات سے ضمانتیں
پنجاب گورنمنٹ حرکت میں

لاہور - ۱۱ مارچ ۔ پنجاب گورنمنٹ نے دو آریہ سماجی اخبارات آریہ ویر اور آریہ مسافر سے دو قابل اعتراض مضامین اور نظموں کی اشاعت پر ایک ایک ہزار روپیہ کی ضمانتیں طلب کی ہیں ۔ اس کے علاوہ ہندی آرٹ پریس اور بھارت الیکٹرک پریس سے بھی جہاں سے یہ اخبارات شائع ہوتے تھے ایک ایک ہزار روپیہ کی ضمانتیں مانگی گئی ہیں

شری سبھاش بابو کی شدید علالت
درجہ حرارت بڑھ گیا

تری پوری ۱۱ مارچ ۔ آج بعد دوپہر شری سبھاش چندر بوس کا درجہ حرارت ایک سو ساڑھے چار ڈگری تک ہو گیا ۔ لیڈروں میں فوراً مشورہ ہوا اور جبلپور کے سول سرجن ڈاکٹر کرنل [illegible] نے آپ کا معائنہ کیا جس کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ شری بوس کو جبلپور ہسپتال میں داخل کیا جائے ۔ دوپہر کے بعد درجہ حرارت پھر بڑھ گیا ۔ فوراً ہی پنڈت جواہر لال نہرو ۔ سردار پٹیل ۔ مولانا آزاد ۔ بابو راجندر پرشاد اور دیگر سرکردہ کانگریسی لیڈروں کو بلایا گیا ڈاکٹروں نے آپ کا معائنہ کیا جس کے بعد ڈاکٹروں نے بتایا کہ شری بوس کو نمونیہ کا سخت عارضہ ہے [illegible] نہیں فوراً ہی کسی دوسری جگہ لے جایا [illegible] جبلپور وکٹوریہ ہسپتال میں لے جا [illegible] گیا ۔

[illegible] کا فیصلہ

[illegible] بوس نے پنڈت جواہر لال نہرو سے کہا [illegible] ہسپتال میں داخل ہونے کے لئے [illegible] اجلاس ختم ہونے سے پہلے وہ [illegible] داخل ہونے کی نسبت تری پوری میں مرجانا پسند کریں گے ۔ شری پنت بوس کے کیمپ سے باہر آتے ہوئے پنڈت جی نے بتایا کہ اجلاس ختم ہونے سے پہلے شری بوس یہاں سے جانے کو تیار نہیں ہیں اور وہ اپنے اس ارادہ میں بالکل اٹل ہیں ۔ وزیر اعظم پنڈت شکلا خاص انتظامات کرنے میں مصروف ہیں تاکہ بارش وغیرہ کی صورت میں شری بوس کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کی جا سکے ۔

درجہ حرارت بڑھ گیا

درجہ حرارت جو وہ جو کسی قدر کم ہو گیا تھا پھر بڑھ کر ۱۰۵ ڈگری تک پہنچ گیا ۔ ڈاکٹر [illegible] نے آپ کا معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ شری بوس کے دائیں پھیپھڑہ پر نمونیہ کا اثر ہے ۔ کمزوری بہت زیادہ ہے اور ان کی رائے میں انہیں فوراً ہسپتال میں داخل ہو جانا چاہئے امید ہے کہ آج شام کو آپ کو ہسپتال میں داخل کر دیا جائے گا ۔ (ا ۔ پ)

مولانا عبید اللہ سندھی کا سواگت

کراچی - ۱۱ مارچ ۔ مولانا عبید اللہ سندھی کی خدمت میں آج شام کو کراچی میونسپل کمیٹی کی جانب سے استقبالیہ ایڈریس پیش کیا گیا ۔ (ا ۔ پ)

جیپور پرجا منڈل کا شاندار جلوس
منڈل کے کئی کارکنوں کی گرفتاری

آگرہ - ۱۱ مارچ ۔ جے پور پرجا منڈل کے زیر اہتمام آج شام کو سوائی مادھو پور میں ایک شاندار جلوس نکالا گیا جس وقت جلوس بڑھتا جا رہا تھا تو مسرز ہیرا لال جی ۔ شرما دھرم سنگھ ۔ شری [illegible] دیال ۔ رتن چند ۔ [illegible] ۔ کستور چند ۔ کنہیا لال شرما ۔ بھوری لال اور بابا نرائن داس ودیارتھی کو گرفتار کر لیا گیا ۔ بعد ازاں ان میں سے چار کارکنوں کو رہا کر دیا گیا ۔ (ا ۔ پ)

نیلگری پرجا منڈل
امتناعی حکم واپس لے لیا گیا

تری پوری ۱۱ مارچ ۔ شری یت ہرے کرشن مہتاب سابق ممبر کانگریس ورکنگ کمیٹی کو ایک تار ملا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ نیلگری پرجا منڈل کے خلاف امتناعی حکم منسوخ کر دیا گیا ہے ۔ اڑیسہ میں نیلگری سب سے پہلی ریاست تھی جہاں شہری آزادی اور ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ کیا گیا تھا اور مرحوم میجر بزل گیٹ پولیٹیکل ایجنٹ کی مداخلت پر پرجا منڈل اور دربار کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا تھا ۔ شری یت مہتاب کی خط و کتابت کے بعد منڈل کو تسلیم کر لیا گیا تھا اور مطالبات منظور کر لئے گئے تھے مگر میجر بزل کی ہلاکت کے بعد منڈل کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا ۔ اب منڈل کے خلاف امتناعی حکم کی واپسی سے معلوم ہوتا ہے کہ راجکوٹ کے واقعہ کے بعد پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ یا دربار کی پالیسی میں تبدیلی ہو گئی ہے ۔

ہر ہٹلر تقریر کریں گے
(تیج راشٹر سپیشل سروس)

برلن - ۱۱ مارچ ۔ جرمنی کے ڈکٹیٹر ہر ہٹلر آئندہ سوموار کو [illegible] آپ [illegible] ہیں بالعموم تقریر کریں گے

لارڈ ہیلی فیکس سے ملاقات
فرانسیسی اور اطالوی سفیروں کی آمد

لندن - ۱۱ مارچ ۔ دفتر خارجہ میں آج فرانسیسی اور اطالوی سفیروں نے لارڈ ہیلی فیکس سے ملاقات کی ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان دونوں کی ملاقات کا تعلق فرانس اور اٹلی کی کشیدگی سے نہیں تھا ۔

وائسرائے سے والیان ریاست کی ملاقات
چند ضروری مسئلوں پر مشورہ

نئی دہلی - ۱۱ مارچ ۔ خبر ہے کہ کئی دیسی ریاستوں کے حکمران سوموار کو وائسرائے ہند سے ملاقات کریں گے اور ہز ایکسیلنسی کے روبرو چند اہم مسائل پیش کریں گے ۔ دہلی میں جو والیان ریاست جمع ہو رہے ہیں وہ اتوار کو چھٹی نہیں منائیں گے ۔ (ا ۔ پ)

گاندھی جی ۱۸ مارچ تک دہلی رہیں گے

تری پوری ۱۱ مارچ ۔ گاندھی جی سے متعلقہ بااثر حلقوں میں تحقیقات کرنے سے یہ پتہ چلا ہے کہ گاندھی جی ۱۳ مارچ کو دہلی آکر ۱۸ مارچ تک دہلی میں ہی قیام فرمائیں گے اس کے بعد دورۂ سرحد کے لئے روانہ ہوں گے وہاں سے آپ گاندھی سیوا سنگھ کانفرنس میں شرکت کے لئے بعد اپریل میں سہگاؤں پہنچیں گے ۔ (ا ۔ پ)

کانگریس کے اجلاس میں ہلڑ بازی
بنگالی ڈیلی گیٹوں کا مخالفانہ مظاہرہ
مسٹر اینے کے ریزولیوشن پر ہنگامہ

تری پوری ۱۱ مارچ ۔ آج شام کو ساڑھے پانچ بجے کانگریس کا کھلا اجلاس ہونا تھا مگر صدر کانگریس شری یت سبھاش چندر بوس کی شدید علالت کی وجہ سے مولانا ابو الکلام آزاد اور کانگریس کے دیگر سرکردہ لیڈر آدھ گھنٹہ بعد اجلاس میں تشریف لائے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ پنڈت گووند ولبھ پنت کا ریزولیوشن جو سبجیکٹس کمیٹی میں پاس ہو چکا ہے کھلے اجلاس میں پیش کرنے کے بجائے کسی دوسری تاریخ پر آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں پیش کیا جائے چنانچہ مولانا ابو الکلام آزاد نے جو اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے مسٹر اینے سے کہا کہ وہ اس مطلب کا ریزولیوشن پیش کریں شری یت اینے نے ریزولیوشن پیش کیا جس پر ڈیلیگیٹوں کے ایک طبقہ کی طرف سے "نہیں نہیں" کی آوازیں بلند ہوئیں ۔ پنڈت گووند ولبھ پنت نے ریزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے ڈیلیگیٹوں سے اپیل کی کہ وہ اس ریزولیوشن کو اتفاق رائے سے پاس کریں ۔ ہاؤس کا رجحان دیکھ کر مولانا ابو الکلام آزاد نے ریزولیوشن کے پاس ہونے کا اعلان کیا ۔ اس پر بنگالی ڈیلی گیٹوں نے رائے شماری کے لئے اصرار کیا اور چاروں طرف ہلڑ بازی ہو گئی ۔ بہت سے بنگالی ڈیلی گیٹ ڈائس پر آ گئے اور آدھ گھنٹہ تک کوئی کارروائی نہیں ہو سکی ۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے دو تین مرتبہ لوگوں کو خاموش کرنے کی بے کار کوشش کی ۔ آپ نے اپنی تقریر میں مہاتما جی کے مضمون کا حوالہ دیا اور کہا کہ گذشتہ پچیس سال تک جب سے ان کا کانگریس سے تعلق رہا ہے اس قسم کا ہنگامہ نہیں دیکھا تھا ۔ اور اس طریقہ پر ڈسپلن کی خلاف ورزی کبھی نہیں کی گئی تھی آخر کار اس اعلان پر کہ مسٹر اینے اپنا ریزولیوشن واپس لیتے ہیں لوگ خاموش ہوئے اور پھر پنڈت جواہر لال نہرو کا قومی مطالبہ کا ریزولیوشن پیش ہوا اور وہ پاس ہو گیا ۔

سرزمین تریپوری کی داستان عظمت

قسط ۳

وہ تاریخی مقام جہاں کانگریس کا اجلاس منعقد ہو رہا ہے

سے اس سمندر تک، دوسری جانب اگر دیکھا جائے اگر انہی ان تمام علاقوں کو زیر نہیں کر لیا گیا تو ان پر حملہ آور ضرور ہوا ہوگا۔

ازقلم "نارو"

جبلپور سے آٹھ میل کے فاصلہ پر بھیڑ گھاٹ کی سڑک پر جنہیں سنگ مرمر کی کانیں بھی کہا جاتا ہے، ایک گاؤں ہے تیوار جس کی آبادی ہوگی کوئی ایک ہزار کے لگ بھگ۔

تریپوری کسی زمانہ میں راجگان کے ایک خاندان کا دارالحکومت تھا ان راجاؤں نے تمام ہندوستان کو ایک راج کے ماتحت لانے کی بڑی جدوجہد کی تھی، یہ زبردست خاندان وسطی ہند کا کلچوری راجاؤں کا خاندان کہلاتا تھا، یہ ہے یا کھشتری نسل کے لوگ تھے جن کا ایک راجہ "کرتاویریا" بہت مشہور گزرا ہے اس کی راجدھانی مہشمتی کے مقام پر تھی جو ابھی سی پی میں واقع ہے۔

اس بات کا علم نہیں ہے کہ کلچوری راجہ تریپوری میں کب آئے تھے مگر یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ نویں صدی عیسوی سے قبل ان راجاؤں کو عروج حاصل نہیں ہوا تھا ۲۴۸ء میں ان راجاؤں نے اپنا کلینڈر درست جاری کیا تھا جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کس قدر طاقتور اور صاحب اثر حکمران تھے اور وہ بھی اس قدر ابتدائی عہد میں۔

تاریخ سے کلچوری راجاؤں میں سب سے زیادہ جس کا حال معلوم ہوتا ہے وہ ایک راجہ "کوکیلا اول" تھا۔ بلاسپور میں ایک پرانا کتبہ دستیاب ہوا ہے جس کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوکیلا راجہ نے کرناٹک، بنگال، گجرات، کونکن اور سالم بعد کی کے راجاؤں کو زیر کر لیا تھا اور ایک مسلمان بادشاہ کو بھی جو اس زمانہ میں "ترشک"

(ترک ؟) کہلاتے تھے، قبضہ میں کر لیا تھا۔ کوکیلا راجہ نے چنگیل چندیل خاندان کی راجدھانی سے رشتہ کیا اور اس کی راجکماری سے بیاہ کیا۔ اس کے اٹھارہ لڑکے تھے جن میں سب سے بڑا پراسندھا یا گھانتگا تھا جس نے تریپوری پر بہت عرصے حکومت کی، باقی لڑکوں کو مختلف جگہ کی گورنری دی گئی مثلاً مانڈلے وغیرہ کی۔

تریپوری میں دریائے نربدا کے کنارے راجہ چھتر پور کا پرانا قلعہ جس کے اندر کا مندر ۱۹۲۶ء کے سیلاب میں تباہ ہوگیا تھا

مگدھا تنگا کے بعد اس کا بیٹا بالاہرسا گدی پر بیٹھا اس کو لوگ تریپوری کے راجاؤں کے بیان میں اکثر بھول جاتے ہیں کیونکہ وہ اوائل عمر ہی میں فوت ہوگیا تھا اس کی وفات کے بعد اس کا چھوٹا بھائی کیور و ورسا

گدی پر بیٹھا، اسے یواراج دنیا اول بھی کہا جاتا ہے اس کے بارے میں تاریخ میں آیا ہے کہ اس نے گوڑا کی عورتوں کی تسکین قلب کا سامان پیدا کیا، کرناٹک کی لڑکیوں کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا۔ لاٹا کی عورتوں کے سنگ پر چپ ان لگائے، کشمیر کی عورتوں کے ساتھ کالنگا کی عورتوں کے گانوں سے اس کے کان محظوظ ہوئے کیلاش پہاڑ کی چوٹی تک اور اس کے پیچھے کے پہاڑ تک، مشرق کی ... تک، اور مغرب کے سمندر تک اس کا لوہا مانا جاتا تھا، دشمن اس کے زیر نگیں تھے یہ اس تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا ہندوستان اس کے قبضہ میں تھا، ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک اور مشرقی سمندر سے مغربی سمندر

گوڑا یا بنگال "کرناٹا" (کرناٹک) لاٹا یا گجرات اور کالنگا یا اڑیسہ سب اس کے قبضہ اقتدار کے نیچے آ چکے تھے اس کے جد کئی اور راجہ ہوئے مگر کرنا دیوا جو گنگا دیوا کا لڑکا تھا کی برابر کوئی نہیں ہوا۔

کرنا دیوا اپنے خاندان کا سب سے بڑا راجہ گزرا ہے مشر جیسوال اسے ہندوستان کا نپولین کہتے ہیں اس کے باپ نے جس سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی اسے نہ صرف قائم رکھا بلکہ اس کی سرحدیں اور بھی بڑھا دیں۔

ایک کتبہ پر یہ لکھا ہوا ہے "اس راجہ کے اقبال اور دبدبہ کے آگے سب چاند سورج ماند پڑ گئے، پانڈیا نے ظلم چھوڑ دیا، مرالا نے اپنی بدطینتی چھوڑ دی، کنگا لجھمر استہ پڑ گیا۔ ونگا کالنگا کی طرح تھرانے لگا، کیرا بے ... طرح گھر کر بیٹھ گیا، پنجرہ میں بند ہوتے کی ...

بناسب کچھ چھوڑ چھاڑ مگن ہو کر ایک طرف ...

ایک اور کتبہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دربار میں چولا، کونگا، ہونا، گوڑا، گوجارا اور کیرا راجاؤں نے خراج آ کر دیا ہے۔ چیدی اور چولا دو خاندان جنوبی ہند کے مشہور خاندان ہو گزرے ہیں مورالا یا کیرالا مالابار کو کہتے ہیں، ونگا اور گوڑا مشرقی بنگال کے پرانے نام ہیں، کالنگا آجکل کا اڑیسہ ہے جس میں تلنگانا کا کچھ علاقہ بھی شامل ہے گوجارا آجکل کا گجرات ہے، کونگا کا علاقہ آجکل کے اضلاع سالم اور کوئمباٹور ہیں۔

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے

وشنودت نگر کا ایک عام منظر جس میں تریپوری کی طرف جانے والی سڑک اور ریلوے کے اوپر ایک پل دکھائی دے رہا ہے۔

امریکہ اور جمہوریت!

سب سے پہلے مسٹر جیفرسن نے دنیا کو چھوڑ کر امریکہ یورپین جمہوریتوں کو ڈکٹیٹروں کے خلاف برداشت کی امداد دیتے ہوئے دیکھا۔ ہے۔ صدر جمہوریہ امریکہ مسٹر روزویلٹ نے کہا ہے کہ دنیا میں جمہوریتوں کو بچانا ضروری ہے۔ لیکن ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ یورپ کی بڑی جمہوریتیں یعنی برطانیہ اور فرانس خود اس مقصد کے لئے کوئی نظر نہیں آتے۔ کسی جگہ جہاں جمہوریت قائم ہے وہ آپ ہی اپنی پالیسی بدل چکے ہیں۔ برطانیہ اور فرانس دونوں نے اسپین میں جنرل فرانکو کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ لندن اور پیرس نے اسپین کی ایک دوسری جمہوریت کے ختم ہونے میں امداد دی۔ اگر امریکہ کی پالیسی امریکہ کی طرف توجہ نہ کی تو غالباً امریکہ بھی اسی پر زور کرے گا کہ اسپین میں جنرل فرانکو کی حکومت ہو جو کسی جمہوری نظام کی کارفرمائی ہو۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ترمیم!

ہندوستان کے وزیر اعظم نے پارلیمنٹ میں برطانیہ کی طرف سے یہ اعلان کیا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں کچھ ترمیم کی جانے والی ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ ہندوستانیوں کو یہ ترمیم پسند آئے یا نہ آئے۔ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ ترمیم کن ہندوستانی فائدوں کے لئے نہیں بلکہ اس کو زیادہ مضبوط کرنے کے لئے ہے۔ اور گورنر جنرل اور صوبائی گورنروں کو جنگ کے زمانہ میں ہنگامی اختیارات نافذ کرنے کے بعد مرکز کے متعلق ہندوستان کے اختیارات دیئے جا رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ برطانوی حکومت اب تک ہندوستان کو دینی کی پالیسی پر نہیں بلکہ اس پر جبر اور بادشاہی کی پالیسی پر عقیدہ رکھتی ہے۔ جنگ کے موقع پر ہندوستان کے جوش رکھنے کا خیال برطانوی ذہنیت کے اثر سے غائب بالکل ہو رہا ہے۔

فوجی تعلیم!

یہ مسئلہ اب بہت پرانا ہو گیا ہے کہ اس بارے میں مختلف رایوں کی گنجائش نہیں ہے کہ ہندوستانی یونیورسٹیوں میں ملٹری سائنس کی تعلیم کو ڈگریوں کے نصاب میں داخل کر دیا جائے جہاں تک ہمیں خیال ہے ایک یونیورسٹی نے فوجی تعلیم کو اپنے نصاب میں شامل کر لیا ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی نے یونیورسٹیوں کی کانفرنس میں ایک ریزولیوشن پیش کیا تھا جو پاس بھی ہو گیا ہے کہ فوجی سائنس کو اب تمام یونیورسٹیوں کی تعلیم میں ایک عام موضوع کی جگہ دے دینی چاہیئے۔ برطانیہ کی دفتری حکومت نے ملٹری سائنس کو ہندوستانیوں کے لئے اب تک ایک بند کتاب کی صورت میں رکھا تھا۔ ہندوستانی ۲۰ برس کے بعد یہ حق حاصل ہے کہ وہ ملک کے فوجی تحفظ میں حصہ لیں۔

کانگریس نگر میں سودیشی نمائش!

تریپوری کے اجلاس کانگریس کے سلسلہ میں جو پہلا کام ہوا وہ کھدر اور دوسری خالص سودیشی صنعتوں کی نمائش کا افتتاح تھا جو پنڈت جواہر لال نہرو کے ہاتھوں سے ہوا۔ اس نمائش میں کھدر کی جتنی قسمیں موجود تھیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کھدر سستا اور دلکش بھی ہے۔ ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑے امیر آدمی کی تمام ملبوسی ضروریات کو پورا کر سکتی ہیں۔ اس نمائش کا ایک اہم ایگزیبٹ ایک چرخہ ہے جو ایک خاتون کی ایجاد ہے اور جس کے ذریعہ ایک گھنٹہ میں کم از کم ایک تولہ سوت کاتا جا سکتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر دیہاتی گھروں کے چند افراد فاضل وقتوں میں روزانہ چار پانچ گھنٹے تک کام کر کے سوت پیدا کریں تو ڈیڑھ دو روپے روزانہ یعنی پینتالیس ساٹھ روپیہ ماہانہ حاصل کر سکتے ہیں۔ دیہاتی گھروں کی آمدنی میں اتنا اضافہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اس نمائش نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ کھدر نے لاکھوں دیہاتیوں کے لئے ذریعہ معاش پیدا کر دیا ہے۔ اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم اسی خیال سے ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ کھدر استعمال کرے۔ اس کا ہر گز اس ملک میں کسی غریب کے منہ کے لئے لقمہ مہیا کرتا ہے۔

فرقہ وارانہ فسادات کی بھرمار!

کانپور کے گذشتہ فسادات کو چند روز بھی نہیں گزرے تھے کہ بنارس میں فرقہ وارانہ ہنگامہ برپا ہوا جس کے متعلق اطلاعات کہتی ہیں کہ ۳۵ آدمی ہلاک اور دو سو آدمی زخمی ہوئے۔ اس فساد کے بعد فوراً ہی پھر کانپور میں فساد ہو گیا۔ اور چند زندگیاں کام آ گئیں۔ مزید برآں بدایوں اور چند دوسرے اضلاع میں بھی فسادات ہوئے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ فسادات کا زیادہ تر حصہ یو۔ پی ہی کو ملا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر پنڈت جواہر لال نہرو نے فرمایا ہے کہ فسادات کو فرو کرنے کے لئے ایک مضبوط ہاتھ کی ضرورت ہے اور اگر مقامی افسران اتنی قابلیت نہیں رکھتے کہ صورت حال پر قابو پا سکیں تو ان کو الگ ہو جانا چاہیئے۔ اور بہتر آدمیوں کے لئے جگہ خالی کر دینی چاہیئے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ صوبہ یو۔ پی کی حکومت اس مسئلہ پر اچھی طرح غور کرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ یو۔ پی فرقہ وارانہ فسادات کا گہوارہ بن گیا ہے اور مسلم لیگ کے ساتھیوں کی اشتعال انگیز تقریریں رنگ لا رہی ہیں۔

تریپوری میں مصری ڈیلیگیشن!

انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاس میں شریک ہونے کے لئے مصر کے وفدیوں کا جو ڈیلیگیشن آیا ہے اس کا خیر مقدم صرف کانگریس کی طرف سے نہیں بلکہ سارے ملک کی طرف سے کیا جائے گا۔ ہمیں یہ سنکر افسوس ہوا کہ مشہور وفدی رہنما اور مصر کے سب سے بڑے عثمان پاشا خود اس ڈیلیگیشن کی رہنمائی نہ کر سکے۔ اور بعض مجبوریوں کے باعث انہوں نے اپنا پروگرام بدل دیا۔ یہ تو معلوم ہے کہ یہ ڈیلیگیشن ہندوستانی سیاسیات میں کوئی حصہ نہیں لے سکے گا لیکن پرائیویٹ ملاقاتوں میں ہندوستان کے ارکان مسلم لیگ کو تو کوئی زریں سبق ضرور دے سکتا ہے اور ان کو یہ بتا سکتا ہے کہ آزادی کی راہ میں روڑا اٹکا کر یہ لوگ ہندوستان کو بہت بڑا نقصان پہنچا رہے ہیں۔

اپنے لڑکے ہمیں دیدو!

ٹریبون میں تقریر کرتے ہوئے ہٹلر کے دائیں بازو مارشل گورنگ نے جرمنی کے لوگوں سے مطالبہ کیا ہے کہ "اپنے لڑکے ہمیں دیدو" جس کا مطلب یہ ہے کہ جرمنی کے نازی رہنما تمام جرمن لڑکوں کو فوجی تعلیم دے کر ان کو آئندہ جنگ کے لئے توپوں کی خوراک بنانا چاہتے ہیں۔ یہ مطالبہ کوئی نیا مطالبہ نہیں ہے۔ ڈکٹیٹری ممالک میں یہی ہو رہا ہے اور انکی کے لڑکے بھی ابتدائی عمر ہی سے فوجی تعلیم پانے لگتے ہیں۔ ان ممالک میں فوجی بھرتی اور اسلحہ سازی ہی کو تحفظ کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھی جاتی ہے ان لڑکوں کے باپ اور ماں کے دکھ کی کوئی پروا نہیں۔ ہمیں اس پر ایک مشہور انگریزی شاعر برنس کی ایک نظم یاد آتی ہے جس کے چند مصرعوں کا ترجمہ ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں وہ کہتا ہے:-

عقلمند لوگوں نے ہمیشہ کوشش کی ہے
کہ وہ قوم کی بیماریوں کا علاج کریں،
اور انسان کو برائیوں کی آگ سے بچائیں،
لیکن قدرت کی امداد سے
میں دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ حل کر دوں گا
برائی اور جرم کا تذکرہ کرنا اب بیکار ہے
میں چاہتا ہوں کہ سب لوگ لڑکے پیدا کریں،

ہندوستان کا ماضی اور حال!

سر ہنری سمر مین نے اپنی کتاب "ہندوستان کی دیہاتی کمیونٹی" میں ہندوستان کی قدامت پرستی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس ملک میں ہر ماضی حال ہی رہتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہاں پرانے اور نئے زمانے میں کوئی فرق ہی نہیں ہوتا اور جو چیز پہلے سے چلتی آتی ہے وہی چلتی رہتی ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ہم پر یہ اعتراض ہے تو یورپ میں نئے پوپ کی گدی نشینی اور انگلستان کے بادشاہوں کی تاج پوشی کے وقت صدیوں پہلے کی بے معنی رسومات کیوں ادا کی جاتی ہیں اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ مغرب کا دماغ اپنی تمام سائنٹفک ترقیات کے باوجود پس ماندہ ہے اور ماضی کو چھوڑ کر آگے نہیں بڑھ سکتا اور اسی چکر لگاتا رہتا ہے!

بیروزگاروں کا شمار

برطانیہ میں تقریباً ہر ماہ بے روزگاروں کی تعداد کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ جنوری میں وہاں ۲۰۳۹۰۰۰ آدمی بے روزگار تھے۔ فروری کے دوسرے ہفتہ میں ان کے شمار سے معلوم ہوا کہ اب بے روزگاری کم ہو گئی ہے اور بے روزگاروں کی تعداد ۱۹۷۳۰۰۰ تک آ گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سر دست کوئی خطرناک بین الاقوامی پیچیدگی پیدا نہیں ہوئی تو تقریباً تمام بے روزگاروں کو روزگار مل جائے گا۔ اور برطانیہ کے غریبوں میں عام خوشحالی پھیل جائے گی۔ ہندوستان میں بیروزگاروں کی مردم شماری کا مطالبہ بہت دنوں سے کیا جا رہا ہے جب تک صحیح اعداد و شمار معلوم نہ ہوں بے روزگاری کو کم کرنے کے ذرائع کامیاب طور پر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اب کانگریسی صوبوں کی حکومتوں کو چاہیئے کہ وہ جلد اس مسئلہ کی طرف توجہ دیں اور بے روزگاروں کی صحیح تعداد جلد سے جلد معلوم کریں۔

فیڈریشن یا حکومت خود اختیاری

ہندوستان سے حکومت خود اختیاری کے مطالبہ اور فیڈریشن کی مخالفت کے سلسلہ میں معاصر "ہند" کلکتہ لکھتا ہے:-

"ہندوستان کو حکومت خود مختاری سے محروم رکھا گیا ہے، ہندوستان کے عوام اپنی قسمت کے آپ مالک نہیں ہیں۔ ان کی قسمت برطانوی حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ ہندوستان کی قومی تحریک کا پہلا مطالبہ یہی اختیار حاصل کرنا ہے مگر قانون ہند ۱۹۳۵ء رائج کر کے برطانوی حکومت نے نہ صرف اس اختیار خود مختاری کو کچلا ہے بلکہ سامراج شاہی قبضہ کو مضبوط کرنے کی پوری کوشش بھی کی ہے پس فیڈریشن اور قانون ہند کی مخالفت ہمارے قومی سوال کے لئے ایک ضروری امر ہے۔ قانون ہند کو کسی نہ کسی طرح ہمارے سر منڈھ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کی مخالفت کے لئے ضروری اور لازمی امر یہ ہے کہ ہم اپنی خود مختاری حاصل کریں۔ ہماری خود مختاری اگر قائم ہو گئی تو فیڈریشن اور قانون ہند سب کچھ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ موجودہ زمانہ میں کسی قوم و ملک کو خود مختاری کے اختیار سے محروم رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔"

تریپوری کانگریس کے موقع پر یہ تحریر خاص اہمیت رکھتی ہے، لیکن فیڈریشن کی مخالفت کا مسئلہ ایسا ہے جس پر خود کانگریس کی تمام پارٹیاں متفق ہیں اس لئے ہمیں امید کرنی چاہیئے کہ کم از کم اسی مسئلہ پر دونوں بازوؤں میں اتحاد عمل پیدا ہو جائے گا لیکن حالات کچھ دوسرے نظر آ رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کانگریس کے دونوں بازو نہیں مل سکیں گے۔

کانگریس کے سامنے اہم مسائل

بائیں بازو کو چاہیئے کہ پروگرام پیش کرے!

(از شری ڈاکٹر راجندر پرشاد)

> "تریپوری کانگریس کے لئے ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسا عملی پروگرام مرتب کرے جس کے ذریعہ انڈین نیشنل کانگریس، جو ہماری تمام سرگرمیوں کا چشمہ اور امیدوں کا مرکز ہے اپنے طریق کار کی سچائی اور خلوص پر وہ کامل اعتماد حاصل کرے جو اس آرگنائزیشن کی اصلی طاقت کا ذریعہ ہے، اور اس اعتماد کو وہ اس طرح مقدس رکھے جس طرح اس نے اپنے بلند ترین آدرش کو مقدس رکھا ہے۔"
> (ڈاکٹر راجندر پرشاد)

اس سال انڈین نیشنل کانگریس تریپوری میں بعض مخصوص اور نئے حالات میں منعقد ہو رہی ہے ہندوستان میں اور غیر ممالک میں اور خود کانگریس کے اندر بھی اس صورت حال نے پیچیدگی اور اندیشہ پیدا کر دیا ہے۔ ۱۹۳۵ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۷ء میں نافذ کیا گیا، سات صوبوں میں کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں اور ایک سال بعد آخری صوبہ میں ایک کولیشن وزارت بنائی گئی، یہ وزارتیں اپنے اپنے طور پر بہت سے اہم مسائل کو حل کر رہی اور کانگریس کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف ہیں، یہ صحیح ہے کہ ان پر نکتہ چینیاں بھی کی گئی ہیں، لیکن یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ان سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوگی یا سب لوگوں کو یہ خوش کر سکیں گی، بہرحال ان کی کامیابی کا ایک ثبوت یہ ہے کہ جہاں کانگریسی وزارتیں موجود ہیں ان کے مستعفی ہو جانے کا مطالبہ پبلک کی طرف سے نہیں کیا جا رہا ہے۔

فیڈریشن!

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کا وہ حصہ جس کا تعلق فیڈریشن سے ہے اب تک نافذ نہیں کیا گیا ہے والیان ریاست نے بھی اب تک اس میں اپنی شرکت منظور نہیں کی ہے اور حکومت ہند سے ان کی خط و کتابت و گفت و شنید جاری ہے اس جگہ پر یہ ضروری نہیں ہے کہ میں فیڈریشن سے کانگریس کی مخالفت کا تذکرہ کروں، یہ بات بار بار کہی جا چکی ہے اس وقت کانگریس کے سامنے جو قابل غور مسئلہ ہے اس کے دو پہلو بہت صاف اور نمایاں ہیں۔

(۱) کیا کانگریس ایسی حالت میں خاموش بیٹھی رہے گی، اگر حکومت نے یہ خیال کر کے فیڈریشن کے نفاذ کے لئے یہ شبھ گھڑی نہیں ہے، اپنی تاخیر کی پالیسی جاری رکھی، اور حالات کو اسی طرح چھوڑ دیا جیسے کہ وہ گذشتہ دو سال سے چھوڑ دئے گئے ہیں؟ ۔۔۔ یا

(۲) یا کانگریس حکومت کو اس بات پر مجبور کرے گی کہ وہ اپنے ارادے کو صاف ظاہر کر دے تاکہ فیڈریشن کے خلاف ملک کی جد و جہد موثر ثابت ہو؟

حکومت نے ایک مرتبہ سے زیادہ مرکزی اسمبلی کی عمر میں اضافہ کیا ہے، کیا اس کو اجازت دی جائے گی کہ پھر وہ یہی چال چلے؟ گذشتہ سال دہلی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا جو اجلاس ہوا تھا اس میں یہ بات صاف کہہ دی گئی تھی کہ حکومت کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فیڈریشن سے اپنی مخالفت کو زیادہ موثر بنانے کے لئے کانگریس کونسی راہ اختیار کرے گی؟

پروگرام

مگر یہ ممکن ہے کہ کانگریس کو اپنے عمل کے لئے ایک خاص وقت معین کرنا پڑے گا، حکومت خود یہ فیصلہ کرے کہ وہ تاخیر اور جدوجہد سے کام لے گی، یہ فیصلہ کرے کہ وہ آئین کا فیڈرل حصہ نافذ کرے گی، بہرحال میں کانگریس کو دونوں صورتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک صاف پروگرام مرتب کرنا پڑے گا تریپوری کانگریس کا فرض یہ ہے کہ اپنے بنائے ہوئے پروگرام کے ذریعہ وہ ملک کی عملی رہنمائی کرے۔

ریاستیں

ریاستوں میں اس وقت ایک وسیع بیداری پیدا ہو گئی ہے جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہو رہی ہے کانگریس کی عدم مداخلت کی پالیسی نے ریاستی باشندوں کو اپنی طاقت اور اپنے ذرائع پر بھروسہ کرنا سکھلایا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا ہے کہ عوام کے لئے اختیارات حاصل کرنے کے سلسلہ میں ریاستی باشندے باقی ہندوستانی باشندوں کی صف میں کھڑے ہوئے ہیں وہ ان تمام تجربات سے گذر رہے ہیں جن سے ہم ہندوستانیوں کو تحریک ستیہ آگرہ کے دور میں گذرنا پڑا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی کامیابی یقینی ہے کانگریس کو فیصلہ کرنا ہے کہ ریاستوں میں پرجا کی جد و جہد کے سلسلہ میں وہ کیا طرز عمل اختیار کرے گی، مہاتما گاندھی پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار پٹیل نے اس راہ میں ہماری رہنمائی کی ہے اب کانگریس کو عمل کی وہ تفصیلات مرتب کرنی ہیں جو ملک میں عام ارباب کانگریس کی رہنمائی کر سکیں۔

یورپ میں تبدیلیاں!

ہندوستان سے باہر دنیا تیزی سے حرکت کر رہی ہے بین الاقوامی صورت حال برق سرعت سے بدلتی جا رہی ہے گذشتہ بارہ مہینوں میں یورپ کا نقشہ کافی بدل گیا ہے براعظم یورپ میں قوتوں کا توازن بھی تیزی سے بدلتا جا رہا ہے ملک کے بعد ملک کسی نہ کسی صورت میں نازی اور فسطائی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے جمہوریت اور سوشلزم دونوں پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں اور یا تو وہ ڈکٹیٹر قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے یا مقابلہ کرنے کی خواہش نہیں رکھتے اسلحہ سازی کی ایک خطرناک دوڑ جاری ہے اور ایک بڑی آتش زدگی کا منظر تیار ہو رہا ہے یہ بھی ان حیث مسائل میں سے ایک ہے جن پر تریپوری کانگریس کو غور کرنا ہے۔

اندرونی خرابی!

کانگریس کا اندرونی نظام بھی اس وقت تشفی بخش نہیں ہے ہم میں ایسی جماعتیں اور پارٹیاں موجود ہیں جن کے مقاصد میں اور اصولوں میں اختلافات صاف طور پر نمایاں نہیں ہوتے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی اصول اور پالیسی کے چند پیرو مختلف کیمپوں میں دکھلائی دیتے ہیں اور کبھی انتخابات کے زمانے میں مختلف خیالات کے لوگ ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں، گذشتہ تین چار برس میں کانگریس کے ممبروں کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ گئی ہے اس سے بھی ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جو حل طلب ہیں۔

ممبروں کی کثیر تعداد کے باعث کہیں کہیں پر اخلاقی نقص بھی پیدا ہو گیا ہے، کانگریس ایک قطعاً رضاکارانہ آرگنائزیشن ہے، اس کے ذرائع کی سچائی اور خلوص پر اس کے ممبروں کے اعتقاد محدود ہیں سکے میں کوئی سینکشن (SANCTION) نہیں سند نہیں ہے اگر اس عقیدہ میں کوئی نقص پیدا ہو جائے گا تو کانگریس کو نقصان پہنچے گا ہر وہ قدم (خواہ کسی کا قدم ہو) جو اس عقیدہ کو کمزور کرے گا یا اس پاک و صاف آرگنائزیشن کے بنیادی اصولوں کے برخلاف ہوگا، کانگریس کی عملی طاقت کو کم موثر بنائے گا۔

تریپوری کانگریس کے لئے ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسا عملی پروگرام مرتب کرے جس کے ذریعہ انڈین نیشنل کانگریس جو ہماری تمام سرگرمیوں کا چشمہ ہے اور ہماری تمام امیدوں اور مقاصد کا ظاہری نشان ہے، اپنے ذرائع اور طریق کار کی سچائی اور خلوص پر از سر نو وہ کامل اعتماد حاصل کرے جو اس آرگنائزیشن کی اصلی طاقت کا باعث ہے اور اس اعتماد کو وہ اسی طرح مقدس رکھے جس طرح اس نے اپنے بلند ترین آدرش کو مقدس رکھا ہے۔

موجودہ صورت حال کی پیچیدگیوں میں اضافہ کرنے کے لئے ایک مزید پیچیدگی پیدا ہوئی ہے اور اس سال کے صدارتی انتخاب کا معاملہ اس بے چینی کا باعث ہوا ہے دایاں و بایاں بازو اس مرتبہ کانگریس کے صدر کا انتخاب بالاتفاق رائے نہیں ہوا ہے اور نہ ڈیلیگیٹوں کے ووٹوں کی کوئی بھاری میجارٹی صدر کے ساتھ تھی انتخاب کے سلسلہ میں دونوں کی تقسیم کانگریس کے دائیں بازو اور بائیں بازو کے خیالات پالیسی اور پروگرام میں اختلاف کی بنیاد پر ہوئی تھی کسی نے یہ نہیں بتلایا تھا کہ دایاں بازو اور بایاں بازو حقیقت میں کیا چیز ہے؟ لیکن یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ دائیں بازو کے ساتھ رہنا غلط ہے اور بائیں بازو میں رہنا نام آوری کی بات ہے یہ بھی بتلایا گیا کہ دائیں بازو کے رہنما فیڈریشن کے معاملہ میں ملک سے غداری کرنے والے ہیں اس لئے ملک کو اس خطرے سے بچانے کے لئے موجودہ صدر کی خدمات ضروری تھیں کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر دائیں بازو والوں میں یہ سازش ہو رہی تھی تو ان کو ایک سال تک ذمہ دار پوزیشن میں کیوں رہنے دیا گیا اور اس خطرے کا احساس دفعتاً انتخاب ہی کے وقت کیوں پیدا ہوا؟

اب صدر کے لئے ایک آسان اور کھلا ہوا طریق عمل یہی ہے کہ وہ کانگریس کے سامنے ایک عملی پروگرام پیش کریں، میں نے اس تحریر میں وقت کے ان چند اہم مسائل کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر ملک کو عموماً اور کانگریسی ڈیلیگیٹوں کو خصوصاً رہنمائی کی ضرورت ہے۔

آٹھ صوبوں میں کانگریس کی حکومت سے کانگریس کا وقار بڑھ گیا ہے

آپس کے اختلافات دور کر کے متحد ہو جاؤ اور آگے بڑھو

تری پوری کانگریس میں سبھاش بابو کا خطبہ صدارت

راشٹرپتی سبھاش چندر بوس نے انڈین نیشنل کانگریس کے ۵۲ ویں سالانہ اجلاس میں اپنا صدارتی ایڈریس پڑھتے ہوئے قوم سے یہ اپیل کی کہ اپنے اختلافات دور کر کے اپنی شکتیوں کو سنگھٹت کریں اور قومی جدوجہد میں تیزی کے ساتھ آگے بڑھیں۔ صدارتی ایڈریس اپنے مختصر ہونے کے اعتبار سے کانگریس کے تمام سابقہ صدارتی ایڈریسوں کے ریکارڈ توڑ ڈالتا ہے۔ سبھاش بابو نے اپنے ایڈریس کے شروع میں مہاتما راجکوٹ اور مہاتما گاندھی کے برت کا ذکر کیا اور کانگریس اور قوم کی خوشی کا اظہار کیا کہ یہ برت سپھلتا کے ساتھ ختم ہوا۔ اس کے بعد آپ نے ان واقعات کا ذکر کیا جن کی بنا پر کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبروں نے استعفیٰ دیا۔ اور فرمایا کہ ان غیر معمولی حالات میں میرا ایڈریس بہت ہی مختصر ہے۔ مصر کی وفد پارٹی کے ڈیلی گیشن کا سواگت کرنے کے بعد آپ نے یورپ کے حالات کا حوالہ دیا۔ اس کے بعد اپنے ہندوستانی سیاسیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس بات پر میں کچھ عرصے سے برابر زور دیتا رہا ہوں اس بارے میں مجھے اپنے خیالات کو صاف اور غیر مبہم طریقہ پر ظاہر کر دینا چاہئے۔ اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ سوراج کا مسئلہ اٹھایا جائے اور برطانی حکومت کے سامنے قومی مطالبوں کو ایک الٹی میٹم کی صورت میں پیش کیا جائے۔ میرے خیال میں اب ہمارے سامنے یہ مسئلہ نہیں ہے کہ فیڈریشن ہمارے سر تھوپا جائے گا بلکہ سوال یہ ہے کہ اگر فیڈرل اسکیم کو خاموشی کے ساتھ بالائے طاق رکھ دیا گیا تو ہم کیا کریں گے۔ قومی مطالبوں کو الٹی میٹم کی صورت میں پیش کرتے ہوئے میعاد بھی معین کر دی جائے جس کے اندر اندر جواب آ جانا چاہئے۔

کانگریس میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ برطانی سامراج پر زبردست حملہ کرنے کا ابھی تک وقت نہیں آیا۔ لیکن صورت حالات کو بطور اصل حالت کے دیکھنے پر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس قسم کی نراشا کے لئے ذرا بھی گنجائش نہیں ہے۔ راشٹرپتی نے مزید فرمایا کہ آٹھ صوبوں میں کانگریس کے برسر اقتدار آنے سے ہماری قومی سنستھا کی پرتشٹھا اور طاقت میں زبردست اضافہ ہو گیا ہے۔

عوام کی تحریک تمام برطانی ہند میں بہت آگے بڑھ گئی ہے اتنا ہی نہیں ہندوستانی ریاستوں میں بھی جاگرتی پیدا ہو گئی ہے۔ سوراج کی جانب انتم کوچ کرنے کے لئے ہمیں اس سے اچھا موقع اور کب مل سکتا ہے خاص کر ایسی حالت میں جبکہ بین الاقوامی صورت حالات ہمارے موافق ہے۔ اگر ہم اپنا مت بھید مٹا دیں سنگھٹت ہو جائیں اور قومی سنگرام میں متحد ہو کر لڑیں تو برطانی سامراج پر ہمارا حملہ اس قدر زوردار ہو گا کہ اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکے گا۔ کیا ہم سیاسی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے موجودہ موافق پوزیشن سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے یا اس موقع کو ہاتھ سے کھو دیں گے جو کہ قوم کی زندگی میں بہت زمانہ میں آتا ہے۔

راشٹرپتی کا جلوس

تری پوری میں وہ منظر قابل دید تھا جبکہ صدارتی جلوس نکالا گیا جو کہ سبھاش بابو کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے سبھاش بابو اتنے کمزور تھے کہ جلوس میں شامل نہ ہو سکے۔ چنانچہ ان کی ایک بڑی تصویر رتھ میں رکھی گئی جس کو ۵۲ ہاتھی کھینچ رہے تھے۔ جونہی مشرق افق سے سورج کی کرنیں نمودار ہوئیں جلوس دشنودت نگر سے تقریباً ۲ میل فاصلہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں بہت زیادہ بھیڑ تھی۔ آج کے جلوس کا خاص پہلو یہ تھا کہ ہر ایک ہاتھی پر سابق صدر کانگریس کی تصویریں رکھی ہوئی تھیں۔

یہ خبر پہلے دی جا چکی ہے کہ مہاتما جی کو وائسرائے ہند نے مدعو کیا ہے منگل کے روز دہلی تشریف لائیں گے اس سلسلہ میں حکومت ہند کا ایک سرکاری اعلان شائع ہوا ہے کہ ۱۵ مارچ بدھ کی صبح مہاتما گاندھی وائسرائے ہند سے ملاقات کریں گے۔

سیٹھ گوبند داس جی
صدر استقبالیہ کمیٹی انڈین نیشنل
کانگریس جن کا خطبہ صدارت بہت
مقبول ہوا

راشٹرپتی سبھاش چندر بوس کی اُن کے
کیمپ میں تیمارداری کی جارہی ہے

آنریبل سیٹھ گھنشیام سنگھ گپت
جنرل سکرٹری استقبالیہ کمیٹی

پنڈت جواہرلال نہرو۔ شریمتی وجےلکشمی
پنڈت اور کماری اندرا نہرو
کانگریس نگر میں

وہ عظیم الشان رتھ جو صدر کانگریس کے
جلوس کے اندر تصور کیا گیا تھا

تریپوری کانگریس کے وشنودت نگر میں

(۱)

کانگریس کی زنانہ والنٹیر کور کی کمانڈنگ افسر مسز سلوومابائی نولکر والنٹیروں کی پریڈ کا معائنہ کر رہی ہیں

مختلف مقامات سے آئے ہوئے والنٹیروں کا کیمپ

دو ہزار سے زائد والنٹیر صبح کو پریڈ کر رہے ہیں

دریائے نربدا میں والنٹیر اور ڈیلیگیٹ اشنان کر رہے ہیں

نربدا کے کنارے مہاتما گاندھی کی وہ کٹیا جو آپکے وہاں نہ جانے کی وجہ سے خالی رہ گئی ہے

کانگریسی والنٹیروں کا ایک دستہ اپنے کیمپ کو جا رہا ہے

وشنودت نگر تریپوری کا ایک عام منظر

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے کیمپ کے باہر

تریپوری کی سڑک پر ایک پچاس فٹ اونچی چٹان جسکی صورت ہاتھی کی سونڈ سے ملتی جلتی ہے

کانگریس کی سودیشی نمائش میں ایک لڑکی اپنے نوایجاد مگن چرخہ پر کام کر رہی ہے

پہلے صفحہ سے آگے

...ن نے احسان کی نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔
...کیا آپ واقعی ———؟
...ٹ کے نئے مالک نے لاکٹ کو جیب میں کمال
...ت سے رکھ لیا اور رمن سے ہاتھ ملا کر دکان
...باہر نکل گیا۔
...شام کو سیٹھ رپو رمن گھر پہنچے تو ان کی بیوی نے
...نفرت کہا۔ "دیکھئے! میں کیا اچھا کھا نتیار
...نی ہوں؟"
"واقعی" رمن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ
...لو خیال فرمائیں کہ میں کیسی انوکھی تجارت کر سکتا
...۔ ابھی آج ہی ایک لاکٹ بیس پونڈ کو فروخت
...ہے"
...دیکھئے! میرے حال پر رحم کیجئے" بیوی نے درد بھری
...میں کہا۔
...آپ کب تک نوجوانوں کو یہ رومان انگیز افسانے
...سنا کر دھوکا دیتے رہیں گے؟ میرے زمرد سے بالوں کو
...نے کی بجائے اب انھیں سفید ہونے کے لئے چھوڑ دیجئے!"

ریویو

خوشوقت دہلی، شاہدرہ

یہ پندرہ روزہ رسالہ جناب احسان الحق صاحب کی
...ت میں پہلی جنوری ۱۹۳۹ء سے شائع ہو رہا ہے۔
اس کے چند پرچے ہماری نظر سے گذرے ہیں۔ جو
مضامین اس میں شائع ہوتے ہیں اچھے اور پر از معلومات
ہوتے ہیں۔ لیکن مدیر اور کارکنان رسالہ کی زیادہ
دماغی طاقتیں چیستانی معموں پر صرف کی جاتی ہیں
اور السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا کے معموں کے حل
بھی اس میں شائع کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں
کارکنان رسالہ کی کوششیں اور کاوشیں قابل داد
ہیں۔ کتابت اور طباعت بھی اچھی ہے۔ رعایتی
چندہ دو روپیہ۔ قیمت فی پرچہ ایک آنہ۔ ملنے کا پتہ۔
مینجر خوشوقت، شاہدرہ (دہلی)

سالنامہ وطن، دہلی

اخبار وطن دہلی کا سالنامہ ۱۹۳۹ء بلند پایہ
مضامین، نصیحت آمیز افسانوں اور دلچسپ نظموں
کا ایک ضخیم مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس کے ایڈیٹر جناب بالشیہ نرائن بھٹناگر
نے اسے بڑی محنت اور سرگرمی سے مرتب کیا
ہے۔ تین رنگ کے ٹائیٹل کے علاوہ آرٹ پیپر پر
چند نظر فریب تصویریں بھی ہیں۔ قیمت فی پرچہ چار آنے
ملنے کا پتہ۔ مینجر وطن دہلی۔

منزل دہلی

ایک نیا ماہانہ رسالہ جناب سید محمود دانش بی۔
اے اور صاحبزادہ عالمگیر مرزا اشتیاق دہلوی
کی ادارت میں دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا ہے
اس کا پہلا پرچہ زیر نظر ہے۔ مدیران رسالہ کے
الفاظ میں اس کا مقصد حسب ذیل ہے:۔
"دلچسپ افسانوں کی تعداد ٹھوس علمی و ادبی
مضامین کے مقابلہ میں زیادہ ہوگی لیکن بااینہمہ
منزل کو عریاں اور ارزاں ادب کی نشر و اشاعت
کا ذریعہ نہ بننے دوں گا .... بلکہ ادب و
تنقید، علمی و ادبی مضامین، مخصوص معیار کی
نظموں، اور معلومات کا حصہ بھی رہے گا"۔ اس میں
شک نہیں کہ پہلے پرچہ کی ترتیب اسی مقصد کو
سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ سرورق خوبصورت
ہے۔ اور مضامین بھی اچھے ہیں۔ کتابت اور
طباعت بھی اچھی ہے۔ اس پرچہ میں جلد ترقی کرنے
کے آثار موجود ہیں۔ چندہ سالانہ دو روپیہ۔ ملنے
کا پتہ:۔ مینجر رسالہ منزل دہلی۔

موٹر آگرہ

یہ اخبار پراونشیل موٹر یونین کانگرس
یو۔ پی۔ کا آفیشیل آرگن ہے۔ جو جناب ڈاکٹر
لکشمی دت صاحب کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے
اس میں موٹر بسوں اور موٹر لاریوں کے روزگار
سے ذریعہ معاش حاصل کرنے والوں کے لئے
بہت ہی مفید خبریں اور مضامین شائع کئے
جاتے ہیں۔ یہ پرچہ موٹر والوں کا بہترین رہنما
ہے اور ان کی دنیا کے لئے معلومات کا اچھا
ذخیرہ ہے۔ جو شہر آگرہ سے ہر منگلوار کو شائع ہوتا
ہے۔ چندہ سالانہ تین روپے۔ قیمت فی پرچہ ایک آنہ
ملنے کا پتہ: مینجر "موٹر" آگرہ۔

کوثر لدھیانہ

لدھیانہ سے ہندوستان کے مشہور ادیب و شاعر
جناب ذوالفقار انبالوی نے یہ ہفتہ وار رسالہ جاری
کیا ہے۔ اس پرچہ میں علمی، ادبی، اخلاقی
تمدنی اور اخلاقی مضامین کے علاوہ حالات حاضرہ
پر تبصرے بھی شائع کئے جاتے ہیں۔ ادارۂ تحریر
کے ارکان میں چند اچھے اہل قلم کے اسمائے گرامی
شامل ہیں۔ کوثر کے تین چار پرچے ہماری نظر
سے گذرے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ پرچہ جلد
ترقی کی منزلیں طے کرے گا۔ کتابت اور طباعت
مزید توجہ کی طالب ہے۔ سالانہ چندہ تین روپے
قیمت فی پرچہ ایک آنہ۔ ملنے کا پتہ:۔ مینجر کوثر
لدھیانہ (پنجاب)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

کانگریس کی کہانی

(صفحہ ۱۴ کا بقایا)

شخص نے تین بار کانگریس کے اجلاس کی صدارت کی مسٹر دادابھائی نارو جی نے پہلے پہل اس سال کانگریس کے صدارتی ایڈریس میں سوراج کا لفظ استعمال کیا اور ہندوستان میں برطانیہ یا اس کی نوآبادیات جیسی حکومت کا مطالبہ کیا، جس پر انگریز اخبارات بہت بگڑے،

۱۹۰۷ء کی کانگریس میں پھوٹ پڑ گئی ایک پارٹی لوکمانیہ تلک کو صدر بنانا چاہتی تھی دوسری پارٹی ڈاکٹر راش بہاری گھوش کے حق میں تھی، تیسری پارٹی کا اصرار تھا کہ لالہ لاجپت رائے کو صدر بنایا جائے، استقبالیہ کمیٹی نے ڈاکٹر راش بہاری گھوش کو صدر بنایا لیکن اجلاس شروع ہوتے ہی گڑبڑ مچ گئی ایک آدھ ڈیلیگیٹ نے تو بہت بدتمیزی کا کام کیا لیکن اس کا ذکر کرنے سے کیا فائدہ؟ بہرحال اجلاس ملتوی کرنا پڑا۔ اس سال کانگریس کا اجلاس تو نہ ہو سکا لیکن یہ حقیقت کھل گئی کہ کانگریس میں دو پارٹیاں نرم دل، و گرم دل بن گئی ہیں، نو سال تک کانگریس پر نرم دل کا ہی قبضہ رہا ۱۹۰۸ء کا اجلاس پھر ڈاکٹر راش بہاری گھوش کی صدارت میں مدراس میں ہوا۔ ۱۹۰۷ء کے جھگڑے کی وجہ سے ۱۹۰۸ء میں کانگریس کا نیا کانسٹی ٹیوشن بن گیا جس کی رُو سے نو صوبوں کے ڈیلیگیٹوں کی تعداد مقرر ہو گئی اسی سال سبجکٹ کمیٹی کی تشکیل اور ریزولیوشنوں کے متعلق کئی اہم باتیں طے ہوئیں، اس سال بنگال میں بم پارٹیوں کا بہت زور تھا اور حکومت نے بھی دل کھول کر تشدد کیا کانگریس نے دونوں کی مذمت کی،

۱۹۰۹ء میں کانگریس کا اجلاس لاہور میں ہوا اس اجلاس کی صدارت کے لئے سر فیروز شاہ مہتہ منتخب کئے گئے تھے، مگر اجلاس سے ایک ہفتہ پہلے انھوں نے بغیر وجہ بتلائے صدارت سے انکار کر دیا اس لئے پنڈت مدن موہن مالوی چنے گئے انھوں نے صدارت منظور کر لی اور تین دن کے اندر ہی اپنا ایڈریس لکھ لیا جو اجلاس کے وقت تک چھپ کر تیار ہو گیا۔ مالوی جی نے ہندوستانیوں کے ہاتھوں لندن اور ہندوستان میں انگریزوں کے قتل ہونے پر بہت افسوس ظاہر کیا اس سال سرحدی نظم و نسق کی جانچ کے متعلق تجویز پاس ہوئی، ۱۹۱۰ء میں سر ولیم ویڈربرن کی صدارت میں کانگریس کا اجلاس الہ آباد میں ہوا۔ یہ نیک دل انگریز بمبئی میں ۱۸۸۹ء کے اجلاس میں بھی صدر رہ چکا تھا اس اجلاس میں حکومت ہند کی نئی اصلاحات یعنی منٹو اسکیم پر اظہار رائے کیا گیا، اسی اجلاس میں ہندوستانیوں کے لئے حکومت ہند کی لا ممبری طلب کی گئی، سیاسی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا پریس ایکٹ اور جلسوں کی ممانعت کے قانون کی تنسیخ چاہی گئی، سرکاری اخراجات میں اضافہ کی روک تھام کے لئے تحقیقات کے لئے آواز اٹھائی گئی اور مسٹر گوکھلے کے تعلیمی بل کی حمایت کی گئی،

۱۹۱۱ء میں مسٹر رمزے میکڈانلڈ کو کانگریس کا صدر چنا گیا تھا کیونکہ ان دنوں وہ ہندوستان کے بڑے ہمدرد سمجھے جاتے تھے لیکن بیس سال بعد وزیر اعظم برطانیہ بننے کے بعد ان کا اصلی رنگ ظاہر ہوا۔ اور کمیونل ایوارڈ انہیں کا عطیہ ہے۔ مسٹر رمزے میکڈانلڈ کی بیوی کا کانگریس کے اجلاس سے کچھ پہلے گزر گئیں، اور وہ صدارت نہ کر سکے اس لئے پنڈت بشن نرائن (لکھنؤ) اس سال کانگریس کے کلکتہ کے اجلاس کے صدر ہوئے اس سال شہنشاہ جارج پنجم کی تخت نشینی اور ہندوستان تشریف لانے پر مبارکباد دی گئی، یو۔ پی کے لفٹنٹ گورنر کو گورنر بنانے اور پنجاب کے لئے ایگزیکٹو کونسل قائم کرنے کا مطالبہ کیا گیا،

۱۹۱۲ء میں مسٹر آر۔ این مدھولکر کی صدارت میں بانکی پور میں کانگریس کا اجلاس ہوا۔ اسی سال دہلی میں لارڈ ہارڈنگ پر بم پھینکا گیا تھا، کانگریس نے اس پر اظہار افسوس و ناراضگی کیا اور وائسرائے موصوف کی خدمت میں تار بھیجا،

۱۹۱۳ء کا اجلاس کراچی میں ہوا۔ اس کے صدر نواب سید محمد بہادر تھے لارڈ ہارڈنگ پر گولہ پڑنے کے بعد اخبارات پر بہت سختیاں عائد کر دی گئی تھیں اس کے خلاف اس اجلاس میں پروٹسٹ کیا گیا۔ اس اجلاس میں انڈیا کونسل کی اصلاح کا مطالبہ کیا گیا اس سال مسلم لیگ کو سلف گورنمنٹ کا ریزولیوشن پاس کرنے پر کانگریس نے مبارکباد دی،

۱۹۱۴ء کی کانگریس کے صدر مسٹر بھوپیندر ناتھ باسو تھے، یہ اجلاس مدراس میں ہوا۔ اس سال یورپ میں جنگ شروع ہو چکی تھی اس لئے کانگریس کی جانب سے ایک بار پھر وفاداری کا اظہار کیا گیا اس سال کانگریس میں انتہا پسندوں اور اعتدال پسندوں میں سمجھوتہ کرانے کی کوشش کی گئی مگر کامیابی نہیں ہوئی، اسی سال لوکمانیہ تلک جیل سے چھ سال کی سزا کاٹ کر نکلے تھے اور اسی سال کانگریس کے مشہور لیڈر سر فیروز شاہ مہتہ کا انتقال ہو گیا اور منشی گنگا پرشاد ورما نے بھی رحلت فرمائی جو یو۔ پی کے سب سے پہلے کانگریسمین تھے،

۱۹۱۵ء میں کانگریس کا اجلاس بمبئی میں ہوا اس کے صدر سر ایس۔ پی سنہا تھے جو بعد کو لارڈ بن گئے تھے اس سال کانگریس کو مسٹر گوکھلے کے انتقال کا صدمہ اٹھانا پڑا، اسی سال مہاتما گاندھی جنوبی افریقہ کی ستیاگرہ کے بعد ہندوستان تشریف لائے اس سال بدقسمتی سے لوکمانیہ تلک اور مسز بسنٹ کی پارٹی میں پھوٹ پڑ گئی، انتہا پسند طبقہ تلک مہاراج کے ساتھ تھا، کانگریس کے اجلاس میں سوا دو ہزار ڈیلیگیٹ جمع ہوئے جتنے کبھی پہلے جمع نہیں ہوئے تھے، اتنی ریزولیوشنوں کے بعد کانگریس نے ایک بار پھر اظہار وفاداری کیا اور جنگ عظیم میں برطانیہ کی کامیابی کے لئے اپنی نیک خواہشات ظاہر کیں اور کئی سابقہ ریزولیوشن پاس کرنے کے علاوہ لارڈ ہارڈنگ کی وائسرائلٹی کے زمانہ میں توسیع کی استدعا کی گئی اس سال کانگریس میں آئینی اصلاحات کا جو ریزولیوشن پاس ہوا وہ پچھلے ریزولیوشنوں سے بہتر تھا، اس بارے میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کو مسلم لیگ سے خط و کتابت کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اس اجلاس میں ۲۶ ریزولیوشن پاس ہوئے

۱۹۱۶ء میں مسٹر امبکا چرن موزمدار کی صدارت میں لکھنؤ میں کانگریس کا جو جلسہ ہوا وہ بہت اہم تھا اس میں نہ صرف کانگریس کے انتہا پسند و اعتدال پسند

سردار پٹیل

آپ نے بارڈولی کی تحریک کو کامیاب بنایا

طبقوں کا میل ہو گیا بلکہ کانگریس اور مسلم لیگ میں بھی پورا اتفاق ہو گیا ان دنوں مسٹر جناح کانگریس اور مسلم لیگ دونوں میں شریک تھے، اور اس اتحاد کے لئے انہوں نے بہت کوشش کی تھی، اسی سال مسز بسنٹ اور لوکمانیہ تلک دونوں نے اپنی ہوم رول لیگ شروع کر دی تھی اسی سال تلک مہاراج کو دہلی اور پنجاب میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی لیکن قوم کی جانب سے انہیں ایک لاکھ روپیہ کی تھیلی پیش کی گئی جو انہوں نے قومی کاموں کے لئے دے دی، اتنی بڑی تھیلی اب تک کسی کانگریسی لیڈر کو پیش نہ ہوئی تھی، اس سال پہلے اجلاس سے بھی زیادہ ڈیلیگیٹ کانگریس میں شریک ہوئے اور ... تے ... جگہ ... رہی، اس سال پنڈت بشن نرائن در کا انتقال ہو گیا جو ۱۹۱۱ء میں کانگریس کے صدر رہے تھے، اس اجلاس میں ان کا ماتم منایا گیا یہ آخری اجلاس تھا جس میں صوبہ کے گورنر نے شرکت اور تقریر کی،

۱۹۱۷ء میں مسز بسنٹ کو حکومت نے نظر بند کر دیا تو قوم نے اس کا یہ جواب دیا کہ رہائی کے بعد انہیں کلکتہ کانگریس کا صدر بنایا گیا، مسز بسنٹ کی صدارتی تقریر سب سے زیادہ طویل تھی اسی سال مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کی اسکیم شائع ہوئی جو کانگریس لیگ اسکیم سے ملتی جلتی تھی، اور اسی سال کانگریس کے ... مسٹر دادابھائی نوروجی کا انتقال ہو گیا اور کانگریس نے ان کا ... مسلم لیگ کی جانب سے ... مسز ... سر ... ڈیپوٹیشن ولایت بھیجا گیا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

انڈین نیشنل کانگریس کی ترقی

اس مضمون میں ہم سنوں، واقعات اور اعداد و شمار کی تفصیل سے الگ رہتے ہوئے صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی یہ واحد سیاسی نمائندہ جماعت انڈین نیشنل کانگرس ہندوستان کا وجود بن گئی ہے۔ کس طرح نشوونما حاصل کر کے اس بلند مرتبے کو پہنچی۔

اس کے بانیوں کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ ان کی بنائی ہوئی اعتدال پسند سیاسی جماعت ایک دن ہندوستان کی سیاسیات میں اتنا اہم مقام حاصل کرے گی۔ اس اعتبار سے کانگرس کی ابتدا اور ان مصائب کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جن سے کانگرس کو گذرنا پڑا ہے۔

کانگرس کا پس منظر برہمو سماج، آریہ سماج اور دوسری مذہبی تحریکوں نے تیار کیا۔ انہی تحریکوں کی وجہ سے ہندوستان میں انیسویں صدی عیسوی کا ابتدائی حصہ اس قدر امتیازی خصوصیات کا مالک دکھائی دیتا ہے۔

اس کے بعد ۱۸۵۷ء کے اثرات نے ہندوستان کی سیاسیات پر اپنا عمل شروع کیا۔ اور ایسے دور کا آغاز ہوا جس میں آزادی کی طلب بڑھ گئی، اور حالات اس طلب کا دباؤ محسوس کرنے لگے۔ برطانی نظام حکومت نے کوئی ایسی ترقی نہیں کی جسے مستقل ترقی سے تعبیر کیا جا سکے۔ جو کچھ بھی معاشرتی اور سیاسی ترقی ہوئی اس کا سبب یہی مذہبی تحریکیں تھیں۔

کامیابی کا راز

ان حالات میں برٹش انڈین ایسوسی ایشن کے نام سے ایک انجمن وجود میں آئی مگر چونکہ اس نے خود کو رفتہ رفتہ زمیندار طبقے کے مفاد سے وابستہ کر لیا اور ہندوستانی عوام کی نمائندگی سے دستکش ہوگئی اس لئے سر سریندر ناتھ بنرجی نے جو تعلیم یافتہ طبقہ کے ترجمان تھے، ۱۸۷۶ء میں انڈین ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی۔

اس سے ہندوستان کی سیاسیات کا ایک نیا باب شروع ہوا۔ اور کانگرس کے لئے میدان تیار ہوگیا۔ مشہور ہے کہ کانگریس کی بنیاد مسٹر ہیوم نامی ایک انگریز نے رکھی تھی مگر جہاں تک مسٹر ہیوم کا تعلق ہے وہ خود اس بات سے انکاری تھا کہ یہ تن تنہا اسی کا کام تھا، بلکہ اس نے کہا کہ چند ہندوستانی وطن پرستوں کی امداد سے کانگرس کی بنیاد ڈالی گئی۔

حال ہی میں مسٹر سی۔ ایف اینڈریوز اور مسٹر گرجا مکرجی نے "ہندوستان میں کانگرس کا عروج و ترقی" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ہندوستان کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے اصحاب تک کے لئے واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ کانگرس نے کس طرح اپنی زندگی کا آغاز کیا اور اسے کن کن مرحلوں سے گذرنا پڑا ہے۔

اس کتاب میں مصنفوں نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ:

ہندوستان میں عام بیداری کیونکر پیدا ہوئی

ہیوم کو بانی کانگرس نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا کارنامہ صرف اتنا ہے کہ ۱۸۸۵ء میں بمبئی میں جو پہلی کانگرس ہوئی تھی اس کے انعقاد کا خیال اسی کے دماغ کی پیداوار تھا۔

آگے چل کر مصنفین لکھتے ہیں:

"ایک شخص یا چند اشخاص قومی تاریخ نہیں بنایا کرتے کانگرس کے پورے ریکارڈ میں ہم کو بہی صاف مثالیں ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ نئی طاقتیں اپنے ساتھ نئے لیڈر لاتی رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے کانگرس اتنی زندہ طاقت رہی ہے کہ ایک اہم سیاسی جماعت کی حیثیت میں یہ مسلسل ترقی کرتی رہی اور ملک بھر میں اسے طاقت حاصل ہوتی گئی۔"

ایک شخص یا چند اشخاص قومی تاریخ نہیں بنایا کرتے۔ کانگریس کے پورے ریکارڈ میں ہمکو ایسی صاف مثالیں ملتی ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ نئی طاقتیں اپنے ساتھ نئے لیڈر لاتی رہی ہیں یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے کانگرس اتنی زندہ طاقت رہی ہے۔ ایک اہم سیاسی جماعت کی حیثیت میں مسلسل ترقی کرتی رہی اور ملک بھر میں اسے طاقت حاصل ہوتی گئی

(مہاتما نیارروز)

ابتدائی دنوں میں دادا بھائی نارو جی اور سر سریندر ناتھ بنرجی کانگرس کے قائد تھے۔ ان کے بعد عنان قیادت یکے بعد دیگرے گوکھلے، تلک، مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو کو منتقل ہوئی۔

"ہندوستان میں کانگرس کے عروج و ترقی" کے مصنفین نے خوب لکھا ہے کہ:

رہبران ملک اپنے اپنے وقت میں زمانے کا رخ پلٹتے رہتے ہیں۔ یہ کارنامہ انہوں نے ان تحت الشعور طاقتوں اور رجحانات تک پہنچ کر انجام دیا جو انسانوں کی روحوں کی گہرائیوں میں ہوتے ہیں۔"

دیہی ہندوستان

اہل دماغ کی قیادت سے گذر کر عوام میں پہنچنے پر کانگرس کی طاقت، دو چند زیادہ ہوگئی ہے۔ یہ ایک ایسی صاف حقیقت ہے جس کی طرف سے کبھی بھی آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔

پہلے بطور ملامت یہ کہا جاتا تھا کہ آئی۔ سی۔ ایس کے ڈسٹرکٹ آفیسر کانگرس کے بیرسٹروں کی نسبت ہندوستان کے دیہاتوں سے زیادہ قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ کانگریسی بیرسٹروں کو یوں کہا جاتا تھا کہ وہ تو شہروں ہی میں زندگی گذارتے ہیں اور عوام سے انھیں کوئی علاقہ نہیں رہتا ہے۔ یہ الزام اس وقت دور ہوا جب مہاتما گاندھی نے کانگرس کی عنان قیادت اپنے ہاتھوں میں لے کر کانگرس کی تحریک کو عوام کی تحریک بنا دیا۔

یہ ظاہر ہے کہ کانگرس اپنی موجودہ پوزیشن میں اپنی سابقہ حیثیت سے بہت زیادہ بلند ہو چکی ہے جب سے کانگرس نے اس امر کا احساس کیا ہے کہ غیر ملکی حکومت کے ماتحت ہندوستان کے دیہات روز بروز مفلس اور قلاش ہوتے جاتے ہیں اس کی کارگذاری میں چار چاند لگ گئے ہیں۔

گذشتہ صدی کے آخر تک کانگرس ہندوستان کی دیہی زندگی سے تقریباً الگ تھلگ تھی۔ لیکن اس کے رہبروں میں یہ احساس بیدار ہو چکا تھا کہ ہندوستان کے اضلاع کس طرح ایک غیر ملکی حکومت کے پنجے میں، جو بدیسی طریقوں سے راج کرتی ہے، تباہ و برباد ہوتے جا رہے ہیں۔

اعتدال پسندوں کی بے اثری

ہندوستان میں اعتدال پسندوں کی لیڈری کامیاب قیادت نہیں تھی۔ اعتدال پسند قوم کی رائے عامہ کے ترجمان نہیں تھے بلکہ صرف چند پیرانہ سال افراد کے نمائندے تھے۔ اور ان کے تصورات میں پرانا پن بہت تھا۔ اور بحیثیت مجموعی ملک کی ترقی پذیر اسپرٹ کی ان میں کوئی جھلک نہیں تھی۔ آخر کار یہ جماعت معنوی اعتبار سے ناپید ہوگئی ہے۔ اور اب ملک میں صرف ایک ہی آرگنائزیشن ہے جو بڑی سیاسی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی کا نام انڈین نیشنل کانگرس ہے۔

طیور آوارہ

زندگی ہمیں دی جاتی ہے۔ ہم اسے دیکر حاصل کرتے ہیں۔

ننھی سی کلی اپنی پنکھڑیاں کھولتی ہے اور کہتی ہے "پیاری دنیا مرجھا نہ جانا"

ہر بچہ اپنے ساتھ یہ پیغام لاتا ہے کہ خدا ابھی تک انسان سے مایوس نہیں ہوا ہے۔

رات نے آفتاب سے کہا "چاندنی راتوں میں تو اپنے پریم پتر مجھے بھیجتا ہے" میں اشکوں کی صورت میں اپنا جواب گھاس پر چھوڑ دیتی ہوں"

ممکن ناممکن سے پوچھتا ہے "بتا تیرا مسکن کدھر ہے؟ جواب ملتا ہے "نامرادوں کے خوابوں میں"

اپنے دل کی افسردگی کے پیچھے میں چیزوں کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنتا ہوں۔ میں انہیں دیکھ نہیں سکتا ہوں۔

خواب ایک بیوی ہے جو ضرور گفتگو کرے گی۔ نیند ایک شوہر ہے جو خاموشی کے ساتھ برداشت کرتا ہے۔

جواہر پارے

کوئی چیز دنیا میں اتنی نقصان دہ نہیں ہے جتنا وقت کا ضائع کرنا۔ (لقمان)

علم وہ آئینہ ہے جس میں عیب و ہنر کی صورت نظر آتی ہے۔ (ارسطو)

موت ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے، انسان کو مرنے سے پہلے کوئی یادگار ضرور چھوڑنا چاہئے (ٹینی سن)

ایک ہی غلط قدم تمہیں بلندی سے گرا سکتا ہے۔

غصہ تیز رو گھوڑے کی مانند ہے جو خود ہی دوڑ دوڑ کر ہانپ جاتا ہے (شیکسپیئر)

موت سے جان بچا لینا آسان ہے لیکن گناہ سے بچنا مشکل ہے (سقراط)

جب قوم پر غضب نازل کرتا ہے اس کو غلام بنا دیتا ہے۔

وہ تجارت کرنے آئے تھے!

ایک سو فیصدی سچی کہانی

(از جناب تارا شنکر ناشاد ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی۔ بستی)

تین سو برس ہوئے وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر تجارت کا ذریان جیب میں رکھ کر تجارت کرنے آئے تھے۔ انھیں اس دیا پارت لابھ ہوا۔ اپنی بڑھتی ہوئی تجارت کی حفاظت کے لئے انھوں نے کوٹھیاں بنوائیں۔ بندوقیں رکھ لیں۔ پھر فوج رکھ کر دستے کپڑا بیچ چلانے لگے۔ اس وقت ان کی حیثیت آجکل کے معمولی لوگوں سے زیادہ اچھی نہ تھی۔ سورت کے بازاروں میں انھیں افغان سردار یا بازار کے اور لوگ اکثر پکڑ لیتے اور گھنٹوں ان کا مال دیکھ کر پریشان کرتے۔ کبھی کبھی ان کے کپڑے زبردستی رکھ کر انھیں دھتا بتا دیا کرتے تھے۔ انھوں نے صبر اور چالاکی سے جسے ان کی اصطلاح میں Tact ٹیکٹ کہتے ہیں کام لیا۔ جب کوئی ہندوستانی راجہ غیر دوں کی مدد سے کسی دوسرے دیسی راجہ کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتا تو وہ اسکی مدد کرتے۔ اس کام کے لئے انھوں نے ہمارے آدمیوں کو فوجی تو اعد سکھلائی اور پھر انھیں کی مدد سے یہاں کے راجاؤں کو شکست دیکر ان سے صلح مصالحت کر کے دھیرے دھیرے ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی۔

بھاگیہ کا چکر وچتر ہوتا ہے (تقدیر کے کارنامے عجب ہیں) وہی جنھیں اورنگ زیب کے دربار میں جوتا پہن کر آنے کی اجازت نہ تھی جن کو بنگال کا نواب "شہد" کی مکھی سمجھ کر بیٹھنے تک نہ دیتا تھا۔ پلاسی اور بکسر کی لڑائیوں میں ہندی راجاؤں کو ہرا کر کمپنی بہادر بن بیٹھے۔ اپنا سکہ چلانے لگے۔ دربار لگانے لگے اپنے یہاں کے قانون کے مطابق ہمارے مقدمے دیکھنے لگے۔ جیسا جی میں آیا کرنے لگے۔ پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد امدادی سسٹم کا جال بچھا کر قریب قریب تمام دیسی ریاستوں کو پھانس لیا اس طرح دھیرے دھیرے چارہ دانہ کھلا کر سارے ہندوستان پر چھا گئے۔ پھر ہندوستانیوں کو اپنی قیمتی بھاشا سکھائی۔ اپنی طرح کھانا پہننا سکھایا۔ منشی محررنا بنا یا مختصر یہ کہ آہستہ آہستہ انھیں بولنے، کھانے پہننے کپڑے رہنے، جھک کر سلام کرنیکا طریقہ سکھایا۔ حضور کہنا بتلایا۔

پھر دھیرے دھیرے انہوں نے سارا دیا پار اپنے قبضہ میں کر لیا۔ یہاں شندر باریک کپڑے بنے جاتے تھے۔ اس عجیب و غریب صنعت کا گلا گھونٹنے کے لئے انھوں نے یہاں کے ہوشیار جولاہوں کو لمبی لمبی تنخواہوں پر اپنے یہاں نوکر رکھ لیا سارے یورپ میں یہاں کا تنذیب شوق سے پہنا جاتا تھا۔ اس کے بدلے انھوں نے یہاں والوں کو سینکڑوں برس تک مانچسٹر کی دھوتیاں پہنائیں۔ اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے انھوں نے جتنے ممکن طریقے ہو سکتے تھے سبھی اختیار کئے۔ نمک سپاری دیان تمباکو غرض ہر بس ...

محفوظ کر لیا جب کسی رعیہ یا نواب نے اس پر اعتراض کیا تو اسے گدی سے اتار دیا۔ اس طرح انھوں نے ہماری تجارت اگر ہمیشہ کے لئے نہیں تو کم از کم ایک نامعلوم مدت کے لئے برباد کر دی۔

سنہ ۱۸۵۷ء تک تو انھوں نے ڈٹ کر یا دانت ڈپٹ کر کام نکالا۔ ریل بنا دی فوج بھیجنے کے لئے اور ہمیں سمجھایا ہمارے سفر کے آرام کے خیال سے پٹڑیوں کا جال بچھایا جا رہا ہے۔ ڈاک خانے قائم کئے تو ہم سے کہا کہ اس لئے ہم اور آپ ایک دوسرے کا حال و دیں سنا سکیں گے ... اس لئے کہ اگر دلی میں بغاوت ہو تو کلکتہ خبر بھیج کر فوج منگائی جا سکے۔ ہمارے بزرگوں نے ریل کو بھوت سمجھا تھا تو کیا جھوٹ سمجھا تھا اسی کی بدولت تو اب بابا جی کی کملی بابا جی کو چھوڑ نہیں رہی ہے۔ جب غدر ہوا تو انگریزی فوجوں نے اپنی پوری طاقت سے اسے فرو کر دیا۔ اس کے بعد پھسلانے والی پالیسی چلی۔ ملکہ نے میٹھا میٹھا اعلان کیا سب کو سرکاری نوکریاں دینے کا وعدہ کیا۔ دھیرے دھیرے ذمہ دارانہ حکومت قائم کرنے کا بھی وعدہ ہوا۔ اور بڑے دن کے موقعوں پر سینکڑوں کو خطابات دے دے کر انکا دماغ خراب کر ڈالا

سنہ ۱۹۱۴ء کی لڑائی میں جب الٹی آنتیں گلے پڑیں ہندوستان نے گاندھی جی اور مالوی جی کے کہنے سے انکے لئے اپنا خون پانی کی طرح بہایا۔ بھارت کے سینکڑوں بچے یتیم ہو گئے۔ در ...

ہزاروں عورتیں بیوہ اور اس کے عوض ملا کیا؟ رولٹ بل جلیانوالا باغ۔ بس تب ہی سے تو ہماری انکی لڑائی چھڑ گئی۔ بھارتی جہاں ہاتھ دھو کر انکے پیچھے پڑے ہیں۔ پہلے تو انھوں نے دھمکی دی جب اس سے کام نہ چلا تو جیلوں میں ٹھونسا جب ہر طرح سے مجبور ہو گئے تو اب ہنس ہنس کر ہاتھ ملاتے ہیں اور پوچھتے ہیں آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ بتائیں ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں سوراج یعنی اپنا راج ہمیں ...

... ہمیں سودیشی کی تلاش ہے جو ہر شخص کا جسم ڈھانپ سکے ہم چاہتے ہیں ہمارے دیس باشی سر ونچا کر کے چلیں۔ ہمارے گاؤں میں رہنے والے جاہل اور بیکار کسان خوشحال پڑھے لکھے اور کارآمد انسان بن جائیں۔ ہمارے یہاں کے دیسی راجہ عیاشی اور بدمعاشی چھوڑ کر اپنی زندگی کو عام لوگوں کے لئے قابل تقلید بنا دیں۔ اور آخر میں ہم چاہتے ہیں کہ وہ یہاں دیا پار کرنے آئے تھے۔ اگر رہنا چاہتے ہیں تو ...

ریویو

شریف دواخانہ دہلی جو خاندان شریفی کے ہونہار فرزند حکیم عبدالرحیم خانصاحب نے اپنے والد مرحوم شفاء الملک حاذق الملک حکیم عبدالرشید خانصاحب مرحوم کی یادگار میں قائم فرمایا ہے۔ جس کے سرپرست بانی دواخانہ کے برادر بزرگ افضل الاطبا فخر خاندان شریفی حکیم محمد زکریا خاں صاحب ہیں۔ جن کی علمی قابلیت اور فنی مہارت محتاج تعارف نہیں۔ آپ کا شمار ہندوستان کے قابل ترین طبا میں ہے۔ دواخانہ مذکور میں صاحبان موصوف کے ذاتی اور خاندانی مجربات اصلی حالت میں ملتے ہیں جنکو حکیم عبدالرحیم خانصاحب اپنی نگرانی میں خاص سلیقہ اور اہتمام کیساتھ تیار کراتے ہیں۔

ہمیں ناظرین اخبار سے یہ عرض کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ وہ ضرورت پر شریفی دواخانہ سے دوائیں طلب فرمائیں۔ اور تکلیف کے وقت حکیم محمد زکریا خاں صاحب سے رجوع کر کے خاطر خواہ فائدہ حاصل کریں

ہندوستان میں غیر ملکی سرمایہ

(از جناب اوم پرکاش ترکھا شاہدرہ لاہور)

(خاص "قاصد ولکی" کیلئے)

ہندوستان میں صنعت و حرفت کا ایک نیا دور شروع ہو رہا ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں کی صنعت و حرفت کو بے مثال عروج حاصل تھا۔ اس ملک کی تجارت کا دنیا بھر میں بول بالا تھا مگر غلامی اور مغربی ممالک کی تجارتی آندھیوں نے ہماری دیرینہ عظمت ہم سے چھین لی۔ آزادی کی نعمت سے ہمارا محروم ہونا تھا کہ ہم جسمانی۔ اخلاقی اور اقتصادی طور پر تباہ و برباد ہو گئے۔ ہماری تندرستی، دولت جاتی رہی سونا۔ چاندی۔ دھن، دولت سب ہم سے چھین لئے گئے اور ہمارا شمار نکموں، بزدلوں اور جاہلوں میں ہونے لگا۔ بہت عرصہ تک ہماری یہی حالت رہی اور آخر کار مصیبتوں اور بربادیوں کی گھٹا ٹوپ تاریکی اور لمبی رات کے بعد گاندھی رُوپ سورج کا درخشاں اشراق ہوا جس سے ملک کے لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

یوں تو سودیشی تحریک کا آغاز [illegible] میں ہی ہو گیا تھا۔ مگر جنگ یورپ کے بعد مہاتما گاندھی جی نے پہلی بار اس تحریک میں جان ڈالی۔ گزشتہ بیس برسوں میں ملک کی سودیشی تحریک کو بہت تقویت ملی۔ سودیشی کی طرف عوام کا رجحان دیکھ کر ملک کے امیر طبقہ کو مختلف صنعتوں میں اپنا سرمایہ لگانے کا خیال پیدا ہوا۔ ملک میں کانگرس کے بڑھتے ہوئے اثر نے اس تحریک کو اور فروغ دیا۔

لیکن تجارتی ترقی کے لئے سرمایہ کا سوال سب سے پہلا اور ضروری سوال ہے۔ ہندوستانی قوم کی بہبودی اور خوشحالی کو از سر نو لانے کے لئے صنعتی اور تجارتی کاموں کے لئے مناسب سرمایہ کی ضرورت ہے۔ جس طرح ہتھیار یا اوزار کے بغیر ایک دستکار چاہے وہ اپنے کام میں کتنا ہی ہوشیار ہو بے کار رہتا ہے۔ اسی طرح سرمایہ کے بغیر کوئی صنعت تکمیل نہیں پاتی۔ اور جو قوم سرمائے کی نوعیت پر دھیان دیئے بغیر تجارتی ترقی کے خواب دیکھتی ہے وہ ترقی نہیں کر سکتی۔ ہوشیار اور چالاک سرمایہ دار اپنا سرمایہ پیٹیوں میں بند کر کے نہ رکھے گا اور نہ ہی معمولی شرح سود پر وہ اپنا روپیہ کسی بنک میں جمع کرنا پسند کرے گا بلکہ وہ ہمیشہ کسی نفع بخش تجارت یا صنعت میں اپنا سرمایہ لگائے رکھے گا۔

ہندوستان کی نسبت یورپ کا سرمایہ دار زیادہ چالاک اور ہوشیار واقع ہوا ہے۔ چین میں لوگ ابھی تک اپنا روپیہ زمین میں دبا کر رکھتے ہیں۔ انیسویں صدی کے اختتام تک ہندوستان کے لوگوں کی بھی یہی حالت تھی۔ اگرچہ اب بھی بہت سے لوگ اپنے سرمایہ کا صحیح استعمال نہیں جانتے لیکن پہلے کی نسبت یہاں کے سرمایہ دار اور درمیانہ طبقہ کے لوگ کافی سمجھدار ہو گئے ہیں۔ سودیشی کے بڑھتے ہوئے رجحان کو دیکھ کر یہاں کے امیر لوگ ملک کی نفع بخش صنعتوں میں اپنا سرمایہ لگانے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ انگریز اور یورپ کے سرمایہ داروں نے جب یہ دیکھا کہ ہندوستان اب تجارتی طور پر ان کے ہاتھوں سے نکل رہا ہے اور ہندوستان کے باشندوں میں حب الوطنی کے جذبات روز افزوں ترقی کر رہے ہیں یعنی ہندوستانی عوام میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ صرف ہندوستان میں بنی ہوئی اشیاء ہی خریدی جائیں تو یورپ اور امریکہ کے خود غرض سرمایہ داروں نے ہندوستان میں ہی اپنے کل اور کارخانے کھولنے شروع کر دیے ہیں۔ آج [illegible] لمیٹڈ کے نام سے ہزاروں اس قسم کے کارخانے جاری ہیں۔ جو غیر ملکی سرمایہ سے غیر ملکی سوداگروں کے انتظام سے چلائے جا رہے ہیں۔ ان کارخانوں کے منافع کا بیشتر حصہ ممالک غیر میں چلا جاتا ہے۔ ہاں تھوڑا سا حصہ ہندوستانی

[illegible] کو کام دے کر ہندوستانی [illegible] (Made in India) کے فریب کن نام سے ہندوستانی [illegible] آنکھوں میں خاک ڈال کر یہ مطلب [illegible] سادہ لوح ہموطن سودیشی کی [illegible]

[illegible] غیر ملکی [illegible] میں بیٹھ کر [illegible] [illegible] ملک [illegible] [illegible] جس نے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] غیر ملکی ہوں [illegible] [illegible] شائع کر دی گئی جو سودیشی کے نام پر [illegible] [illegible] [illegible] میں ایسی [illegible] کیا [illegible] یہاں [illegible] دشمن کے [illegible]

(باقی آگے صفحہ [illegible] پر)

بال سبھا

علم ہی دولت ہے

از جناب آنند ٹنکر گرل - پانی پتی

"ماں جب تک مجھے کرشن جیسا کوٹ نہ بنوا دوگی تب تک میں سکول نہ جاؤں گا اور نہ تمہیں کوئی کام کرنے دوں گا" سات سال کے سریندر نے اپنی ماتا کے آگے اڑ کر اس کا آنچل کھینچتے ہوئے کہا۔

"ابھی میرے پاس پیسہ نہیں ہے بیٹا۔ پیسہ ہونے پر ویسا ہی کوٹ تیرے لئے بنوا دوں گی" یہ کہتے ہوئے ماں نے بچہ کو پیار سے گود میں اٹھا لیا اور اس کا منہ چوم لیا۔

"میں کچھ نہ سنوں گا۔ مجھے کوٹ ابھی بنوا دو" کہتا ہوا سریندر اپنی ماں کی گود سے مچل کر اتر گیا۔

"اب اسکول جاؤ بیٹا۔ ہم کو تمہارے پتا جی کے آنے پر کوٹ بنوانے کو ان سے ضرور کہوں گی" ماں کے اتنے کہنے پر بھی سریندر نے دھیان نہ دیا اور اپنی ضد پر قائم رہا۔

اس کی ضد پر ماں کا دل بھر آیا۔ وہ دوبارہ بچہ کو سمجھاتی ہوئی کہنے لگی:-

"تم کرشن کی برابری کیسے کرو گے بیٹا اس کے پتا بڑے امیر ہیں۔ بہت روپے کماتے ہیں اور تمہارے پتا بہت غریب آدمی ہیں"

"ہاں میں کرشن کی برابری کروں گا" سریندر نے کہا۔

"جب تک پڑھ لکھ نہ لوگے اس کی برابری کیسے کرو گے بیٹا" ماں نے پیار سے سریندر کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں پھر پڑھتا ہوں برابری کروں گا اور ویسا ہی کوٹ بنوا کر پہنوں گا" سریندر نے کہا۔

ماں سریندر کی ضد پر اور اپنی بے بسی پر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

سریندر رو مت۔ میں رونا نہیں دیکھ سکتی۔ تم سے پیسہ زیادہ پیارا نہیں۔ دیکھتے نہیں کھانے پینے کے لئے پیسہ نہیں ہے۔ تھوڑی سی زمین ہے۔ اسی سے تمہارے پتا دن رات کام کرنے کے بعد بڑی مشکل سے ہم سب کا پیٹ پالتے ہیں کپڑے کی بات ہی دور رہی" اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور گلا بھر آیا۔ ماں کے آنسو دیکھتے ہی سریندر کا رونا بند ہو گیا۔

اس کے دل پر ماں کے آنسوؤں نے جادو کا اثر کیا۔ وہ فوراً ماں کے گلے سے لگ کر بولا۔

"ماں رو مت۔ اب میں کوٹ کو کبھی نہ کہوں گا اور نہ ہی کبھی کسی چیز کے لئے ضد کر کے تمہارے دل کو دکھاؤں گا۔ میں ہمیشہ تمہارا حکم مانوں گا۔ اور دل لگا کر تعلیم حاصل کروں گا"

سریندر کے منہ سے اتنی بات سن کر اس کی ماں نے اسے گود میں اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا اور کہا ——— ہاں بیٹا تم دل لگا کر پڑھو۔ استاد جو بتاویں اسے دھیان سے سن کر یاد کر لیا کرو۔ علم ہی دولت ہے بیٹا۔ اگر تم محنت سے علم حاصل کرو گے تو تمہیں کسی بات کی کمی نہ رہے گی۔ اور بھگوان نے چاہا تو تم اس سے بھی اچھے کوٹ بنوا سکو گے۔ اور اپنی زندگی بڑے آرام سے گزارو گے"

ماں کی اس نصیحت کو سریندر نے اپنے دماغ میں بٹھا لیا۔ پھر کبھی کسی لڑکے کے نئے کپڑے جوتے یا کوئی اور چیز دیکھ کر اس نے ضد نہ کی اور پڑھنے لکھنے میں خاص طور سے دل لگانے لگا۔ سریندر عقلمند لڑکا تھا۔ اور وہ ہمیشہ ہر جماعت میں اوّل درجہ پر پاس ہوتا رہا۔

(۲)

کرشن کے پتا اونچے درجے کے افسر تھے۔ روپیہ پیسہ کی کمی نہ تھی اس لئے وہ کرشن کو پہننے کھانے میں خوب روپیہ بہاتے تھے۔ کرشن نفیس اور عمدہ کپڑوں میں ملبوس رہتا تھا۔ کبھی پیدل سکول نہ جاتا تھا۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے کئی نوکر تھے۔ گھر پر پڑھانے کے لئے کئی ماسٹر لگا رکھے تھے۔ اور وہ اپنے دھن دولت کے گھمنڈ میں رہتا تھا اور سریندر جیسے غریب لڑکوں سے تو بات کرنے میں بھی اپنی ہتک سمجھتا تھا۔ اتنا بندوبست ہونے کے باوجود کرشن ہمیشہ تعلیم میں کمزور رہتا تھا۔ اور نویں جماعت تک ماسٹروں کی مدد سے فیل ہونے پر بھی پاس ہی کر دیا گیا۔ مگر دسویں جماعت کا نتیجہ یونیورسٹی کے ہاتھ میں تھا۔ یہاں ان ٹیوشن والے ماسٹروں کی ایک

پچھلے صفحہ سے آگے

کیا در کرشن فیل ہوگیا

سریندر کے دماغ میں کرشن کی ماں کے الفاظ گھومتے رہتے تھے کبھی محنت جی نہ چرایا اور جماعت میں اول درجہ میں پاس رہا۔ اور صوبہ بھر میں اول رہا۔ اور اس کا وظیفہ مقرر تھا۔ اس وظیفہ کی وجہ سے اسے کالج میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے خوب مدد ملی اور بڑی کامیابی سے کالج کی تعلیم حاصل کرکے ڈگری لے لی۔

(۳)

ایک چھوٹے سے باغیچہ میں ایک بڑھی عورت اپنی کوٹھی کے برآمدہ میں کوچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ پاس ہی ایک خوبصورت نوجوان کرسی پر بیٹھا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا اسی وقت نوکر نے آکر ایک کارڈ اسے دیا۔ کارڈ پر کرشن کا نام دیکھ کر وہ اٹھا اور آنے والے سے ملا۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنے دیکھ اسے بڑا تعجب ہوا۔ کرشن بھائی تمہاری یہ حالت کیوں۔ مجھے بڑا دکھ ہوا تمہیں دیکھکر۔ کرشن نے کہا، ہاں۔ مگر تمہاری حالت دیکھکر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ میں بڑی مصیبت میں ہوں۔ پڑھنا لکھنا تو جب ہی چھوٹ گیا تھا۔ کیونکہ پتا جی کا اچانک انتقال ہوگیا اور ہمارے گھر کی فضول خرچیوں نے یہ رنگ دکھایا۔ تم ضلع کے افسر ہو اگر ہوسکے تو میری دال روٹی کا انتظام کردو۔ مالک تو کچھ دیکھتا نہیں جاتا سریندر بھائی۔

تھوڑے ہی دنوں میں ایشور کی مہربانی اور سریندر کی کوششوں سے کرشن کو نوکری مل گئی اب کرشن سریندر سے بات کرنے میں اپنی ہتک نہیں بلکہ عزت سمجھتا تھا۔

ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

(بھائی پیارے لال ... مودی نے لکھا)

دنیا میں ہر شخص کا یک نہ ایک فرض ضرور ہوتا ہے۔ خواہ وہ کسی قسم کا کیوں نہ ہو۔ تمہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہمارے ماتا پتا کام کاج کرتے ہیں۔ کماتے ہیں اور ہمیں کھلاتے ہیں۔ اس لئے اب اس سنسار میں ہمارا کوئی فرض نہیں رہا۔ ایسا نہیں ہے۔ پڑھنا اور ماتا پتا کی سیوا کرنا تمہارا سب سے پہلا فرض ہے اور جب تم بڑے ہوجاؤ تو ایشور کی بھگتی بھی فرض ہوجاتی ہے۔

یہ تینوں فرض اہم ہیں مگر ضرورت کے مطابق کوئی بھی اس میں سے اہم ترین ہوسکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ کوئی اور فرض بھی تم پر عائد ہوسکتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ جو فرائض تم پر عائد ہوتے ہیں وہ تمہاری ہمت اور قابلیت سے ... جب ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے پورا کرنے میں تمہیں کسی طرح کی کوتاہی اور ہچکچاہٹ نہ کرنی چاہئے۔

اب جب تم سے کہا جائے کہ اپنے فرض کو پورا کرو تو تمہیں دیکھنا چاہئے کہ کونسا فرض اہم ہے یہ پہچاننے کے لئے کہ کونسا فرض قریب ترین ہے آسان ترکیب ہے کہ جس فرض کو پورا کرنے کے لئے چاروں طرف سے آوازیں سنائی دیں اسی کو پہلے پورا کرو۔

تم یہ تو جانتے ہی ہو کہ ہم بھارت کے نواسی کن کٹھنائیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے کہ غلامی کی زنجیر سب سے زیادہ کٹھن ہے۔ اس لئے اب معلوم ہوگیا کہ غلامی کی زنجیر توڑنا یعنی بھارت ماتا کی سیوا کرنا اور اس کو آزاد کرانا ہی ہمارا سب سے ضروری اور پہلا فرض ہے۔ اس لئے اس کے پورا کرنے میں ہمیں دل وجان سے کوشش کرنی چاہئے۔

اب جب ہمیں اپنا فرض معلوم ہوگیا تو اس کے پورا کرنے کے اپائے ڈھونڈنے چاہئیں۔ لڑنا جھگڑنا اور جنگ کرنا تو ہمارے مہاتما جی کے اصول کے خلاف ہے۔ اب ہمیں چاہئے کہ ہم بھارت کے ان سپوتوں کی سیوا کریں جو بھارت کی سیوا میں تن من دھن سب قربان کرتے ہیں۔ ویسے بھارت کے سپوت کئی ہیں سب سے پہلے مہاپرش مہاتما گاندھی جی ہیں جنھوں نے اپنا پورا جیون بھارت کی سیوا میں بتا دیا اور اب تک سوراج کے لئے جی توڑ کوشش کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے جواہر لال نہرو۔ ابوالکلام آزاد۔ سبھاش چندر بوس۔ خان عبدالغفار خاں اور بہت سے سپوت چلتے ہیں۔ جب اتنے بڑے بڑے پرش مہاتما جی کی سیوا کرتے ہیں تو ہمارا بھی کرتویہ ہے کہ مہاتما جی کی کیا بلکہ ان سب مہاپرشوں کی بھی جو مہاتما جی کے ساتھ ہیں سیوا کریں اور آگیہ مانیں۔

اس کے علاوہ ہمیں چاہئے کہ ان تمام سپوتوں کی شہرت چاروں طرف پھیلا دیں اور ان کا جھنڈا سارے سنسار میں اونچا کردیں۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے گھر میں اپنی ماں بہنوں کو انکے جیون چرتر پڑھ کر سنائیں اور ان کے دلوں میں ان کی عزت کا سکہ بٹھا دیں تاکہ وہ بھی ان کی سہائتا کے لئے قدم بڑھائیں اور انکی ہمت افزائی کریں۔ جب ہم سب بچے اور عورتیں انکی سہائتا کے لئے کھڑے ہوجائیں گے تو انکی ہمت بہت بڑھ جائے گی اور وہ اپنے کام میں اور بھی توڑ کر کوشش کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں ان مہاپرشوں کی سیوا اس طرح بھی کرنی چاہئے کہ انکی کمیٹی یعنی کانگرس کی بنائی اسکیموں کو دل وجان سے مانیں۔ آشا ہے کہ میرے دیش کے بھائی اور بہنیں میرے ان ٹوٹے پھوٹے شبدوں کو دھیان سے پڑھینگی۔ اور جہانتک ممکن ہوگا ان پر چلنے کی بھی کوشش کریں گی۔ اور میری غلطیوں کو معاف کرینگی۔ اچھا پرنام۔

نئے زمانے کے لڑکے کی نظر میں نئے زمانے کی لڑکیاں!

نوٹ: ہم اس متنازعہ موضوع پر دونوں فریقوں کا آزادانہ خیال شائع کر رہے ہیں ——— (ایڈیٹر)

اس مضمون میں عاصی نے آجکل کی لڑکیوں کے بارے میں صاف صاف باتیں کہی ہیں۔ ممکن ہے بعض جدید عہد کی تعلیم یافتہ لڑکیاں اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھیں۔ اس پر تاؤ کھانے سے کیا فائدہ اپنے اطوار و کردار درست کرنے کی ضرورت ہے۔ مندرجہ ذیل خاکہ جو میں نے نئے زمانے کی لڑکیوں کا کھینچا ہے۔ وہ مشاہدہ پر مبنی ہے۔ (مصنف)

معاصر کی پچھلی اشاعت میں جدید عہد کی ایک تعلیم یافتہ لڑکی نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ بہت سے مسئلوں اور معاملات زندگی پر ایک عام فیصلہ اور اصول قرار دینا دشوار ہے کیونکہ ہر تصویر کا ایک رخ ہماری نظروں سے اوجھل رہتا ہے جب ہم سمجھتے ہیں کہ کسی مسئلہ کی پوری واقفیت ہم کو حاصل ہو گئی ہے دراصل بہت سے پہلو تشنۂ معلومات ہوتے ہیں اور فطرت انسانی کے متعلق ہمارے قائم کئے ہوئے عقائد اکثر مشاہدہ سے بعید رہتے ہیں"

میں اس رائے سے لفظ بلفظ متفق ہوں۔ اگر ہم تعلیم مخلوط کے مسئلہ کو ہی بطور مثال لیں تو ہم پاتے ہیں کہ اس کے متعدد فوائد کے ساتھ تھوڑے سے عیب ایسے ہیں جس کی وجہ سے ہم اس مسئلہ کا عام فیصلہ اور اصول قرار نہیں دے سکتے۔

معزز مصنفہ "جدید عہد کی ایک تعلیم یافتہ لڑکی" نے لڑکوں کے اطوار و کردار کا تاریک پہلو دکھایا تھا اور فرمایا تھا کہ لڑکے اپنے اطوار درست کریں۔ عاصی اس اشاعت میں لڑکیوں کی زندگی کا تاریک پہلو دکھا کر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ لڑکوں سے پہلے لڑکیوں کو اپنے اطوار درست کرنے چاہئیں۔

ڈاکٹر مس کملا ایم بی بی ایس جو ڈبلن اور ایڈنبرگ یونیورسٹیوں سے طبی تعلیم حاصل کرکے ہندوستان واپس آ گئی ہیں!

جدید عہد کے ایک تعلیم یافتہ لڑکے کے قلم سے

گھر کی لکشمی

جدید عہد کی تعلیم یافتہ لڑکی اب بھی دقیانوسی خیالات کی پرستار ہے۔ اب وہ زمانہ گیا جب ہندوستان میں لڑکیاں حقیر سمجھی جاتی تھیں۔ اور لڑکوں کو دیوتاؤں کی طرح پالا جاتا تھا۔ احوال حاضرہ یہ ہیں کہ لڑکی کو گھر کی لکشمی۔ بھارت کی دیوی سمجھا جاتا ہے اس کے واسطے حتی المقدور ہر ایک سہولت بہم پہنچائی جاتی ہے، اس کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کو آزادگی پورے طور سے حاصل ہے۔ اور اسی طرح لڑکوں سے بھی سلوک کیا جاتا ہے۔ بلکہ برخلاف جدید عہد کی تعلیم یافتہ لڑکی کے تو میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ لڑکے کے اوپر لڑکی سے زیادہ بار رکھا جاتا ہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد والدین اس کے لئے معاش کی فکر کرتے ہیں۔ لیکن لڑکی کو پیار اور محبت سے مورخانہ داری سکھلاتے ہیں تعلیم دیتے ہیں اور اس کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے

کالج کا زمانہ لڑکوں کے ہی بگڑنے کا نہیں ہوتا۔ کالج میں آکر آزادی اور زندگی کی آسائش جیسی لڑکوں کو ہوتی ہے ویسی ہی لڑکیوں کو بھی ہوتی ہے لڑکیاں بھی اس سے مستثنےٰ نہیں۔ ان میں بھی بے فکری اور عیش پسندی، غرور حسن، ناز و ادا اور مردوں کی سوسائٹیوں سے الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح کالج کے لڑکے کئی ٹائپ کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لڑکیاں بھی مختلف مزاج والی ہوتی ہیں۔

کچھ لڑکیاں حیادار۔ کم سخن شائق مطالعہ۔ علم و گیان کی طالبہ ہوتی ہیں۔ ان کا آدرش یعنی نصب العین یہ ہوتا ہے کہ وہ سچے معنوں میں بھارت کی دیوی بنیں

دوسری ٹائپ کی لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو نہایت چالاک ہوتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مردوں سے کسی طرح کم نہیں سمجھتی ہیں، کالج کے لڑکوں کی نقل میں وہ بھی سینہ ابھار کر گردن اٹھا کر چلتی ہیں۔ وہ کسی سے بولنے میں نہیں جھجکتی ہیں۔ ہر جگہ بردباری سے کام لیتی ہیں۔ وہ مردوں کے لئے زہر میں بجھا ہوا تیر کے مانند ہیں۔ اگر لڑکوں کی ذراسی بھی خامی یا خرابی دیکھ پاتی ہیں تو اپنا بھاشن (تقریر) شروع کر دیتی ہیں۔ ان کی تقریر مردوں کی ہجو ہوتی ہے۔ وہ خود کو دیش کی ریفارم کرنے والی ظاہر کرتی ہیں۔

تیسری ٹائپ کی لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا کام محض لڑکوں کو رجھانا یقینی اپنی طرف مائل کرنا ہوتا ہے، وہ طرح طرح کے فیشن کے لباس زیب تن کرتی ہیں۔ ہمیشہ قہقہہ مار کر ہنستی ہیں۔ لڑکوں سے مسکراتے ہوئے اور اپنے رخساروں کو دائیں بائیں اٹھلاتے ہوئے بات چیت کرتی ہیں۔ ایسی لڑکیاں محض والدین کے دباؤ سے یا دنیا میں تعلیم یافتہ کہلانے کی خاطر مطالعہ کرتی ہیں تحصیل علم سے ان کا کوئی خاص مقصد نہیں ہوتا۔ ان میں سے جب دو چار مل جاتی ہیں تو کسی لڑکے کی تضحیک انکی گفتگو کا موضوع ہوتا ہے۔ گھر کے کام سے وہ اس طرح بھاگتی ہیں۔ جیسے تاریکی سے سایہ۔ گھر میں انہیں مطالعے سے فرصت نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو سینما اور کلچرل ہال وغیرہ انہیں مسحور کر لیتے ہیں خود نمائشی اور خود بینی انکی سیرت کا اہم حصہ ہوتا ہے۔ کالج کے لڑکوں میں انکی پسند اور ناپسند کی ٹولیاں ہوتی ہیں اندرونی کالج میں اکثر بدنظمی کا باعث ہوتی ہیں۔

یہ تو مختلف قسم کی لڑکیوں کے مختلف اطوار اور کردار ہیں۔ اب تمام لڑکیوں کے وہ خیالات اور جذبات بیان کئے جاتے ہیں جو سب میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔

ہر ایک لڑکی اپنے تئیں لڑکوں کا دل لبھانے کا دعویٰ رکھتی ہے۔ اگر کسی لڑکے کی نظر اتفاقاً کسی لڑکی پر پڑ جاتی ہے تو ہر ایک لڑکی اس کو اپنے حسن کی ستائش سمجھتی ہے اسی واسطے لڑکے اپنے دل میں کہتے ہیں ع

نگاہِ نیک بھی اس عمر میں بدنام ہوتی ہے

ہر ایک لڑکی جو ہائی اسکول میں داخل ہوتی ہے یہ خیال کرتی ہے کہ وہ بھی کچھ ہے۔ وہ اپنے تئیں اعلےٰ تعلیم یافتہ طبقہ میں شمار کرنے لگتی ہے اس کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کا رشتہ کسی کالج کے پروفیسر سے ہو۔ یا اعلیٰ درجہ کے جج۔ بیرسٹر۔ ڈاکٹر۔ کلکٹر سے ہو جس کے ساتھ وہ ہر روز صبح شام موٹروں میں ہوا خوریاں کرے جلسوں اور کلبوں میں شرکت کرے۔ بائسکوپوں کا حظ اٹھائے۔ عمدہ عمدہ زیورات اور ملبوسات سے مزین ہو سب ہی لڑکے اعلیٰ تعلیم پانے پر پروفیسر بیرسٹر یا کلکٹر نہیں بن جاتے۔ آجکل لڑکوں کو تجارت۔ اور دستکاری اور ملازمت بھی کرنی پڑتی ہے چنانچہ اگر اس ٹائپ کی تعلیم یافتہ لڑکی اپنا گوہر مقصود پانے میں بے نیل مرام ہی رہتی ہے تو وہ اس کو اپنی شومیٔ تقدیر پر تعبیر کرتی ہے۔

ہر ایک لڑکی اپنے دل میں ایک شاندار مستقبل کی تصویر رکھتی ہے۔ ایک فی صدی لڑکیاں بھی ایسی نہیں ہیں جو اپنے ازدواجی زندگی میں خالص ہندوستانی پاکدامن خاتون کی زندگی بسر کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس کو کبھی اپنے وطن پر رحم کھا کر یہ خیال نہیں آتا کہ وہ اپنی تعلیم اور عقل سے کسی ہموطن کی تاریک غلطی کو روشن کرے۔ کسی دردمند کی ہمدرد بنے۔ کسی نوحہ خواں کی ہمنوا ہو۔ کسی کی غربت میں امداد کرے یا کسی ناشاد کی شریک زندگی ہو کر اس کو شادکام کرے۔ اس کے دل میں اتنی جگہ بھی نہیں کہ خود اپنے ہاتھ پاؤں سے خانہ داری کے کام کرے۔ کوئی لڑکی یہ نہیں چاہتی۔ کہ وہ اپنے ہاتھ سے کپڑا تیار کرکے خود پہنے اور گھر والوں کو پہنائے۔

مہلا سماج

کانگریس کی کہانی

(صفحہ ۲۴ سے آگے)

ہ م کو جنم قید ہوئی اور سینکڑوں کو لمبی لمبی سزائیں دی گئیں مارشل لاء کے انچارج جنرل ڈائر تھے اور صوبہ کے لفٹنٹ گورنر سر مائیکل اوڈائر انکے پشت پناہ تھے مہاتما گاندھی پنجاب جانا چاہتے تھے مگر انھیں پلول اسٹیشن پر گرفتار کر کے بمبئی واپس بھیج دیا گیا۔ مارشل لا کے دنوں میں آٹھ بجے رات کے بعد جو گھر سے نکلے اُسے گولی ماری جاسکتی تھی۔ مارشل لا کے متعلق جن گھروں اور دکانوں پر نوٹس لگے تھے انکے مالکوں پران نوٹسوں کا تحفظ فرض تھا ورنہ سزا دی جاسکتی تھی ہندستانیوں کی موٹر کاریں انگریزوں کے سپرد ہوگئیں۔ لنگر اور محتاج خانے بند کرادیئے گئے ہندوستانیوں کے بجلی کے پنکھے گوروں کے استعمال کے لئے اتروا لئے گئے۔ مجرموں کو بلا اجازت شہر سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ سواری والوں کو روزانہ رپورٹ دینی پڑتی تھی۔ پڑھے لکھے آدمیوں پر خاص طور سے سختی کی جاتی تھی کیونکہ جیسا کہ ایک مارشل لا کے منتظم برطانی کرنل نے کہا یہی فتنہ پھیلانے والے ہی لوگ تھے۔ ایک کالج پر سے مارشل لا کا نوٹس پھاڑے جانے پر تمام پروفیسروں، طالب علموں اور پرنسپل کو گرفتار کر کے قلعہ پہنچا دیا گیا جہاں انھیں سخت اذیت میں رکھا گیا ہندوستانیوں کے لئے حکم تھا کہ وہ ہر انگریز کو سلام کریں اور اگر سواری پر ہوں تو اتر پڑیں۔ اگر چھتری لئے ہوئے ہوں تو بند کردیں اس کی خلاف ورزی کرنے پر سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ ہندو مسلم اتحاد کا مذاق اڑانے کے لئے ہندو مسلمان ایک ساتھ زنجیروں میں باندھے جاتے تھے۔ اس چکر میں بہت سے سرکاری وفادار بھی سزا پاگئے۔ غرضکہ خوب مظالم ہوئے۔ ان حالات کے بعد کانگریس نے اور حکومت نے تحقیقاتی کمیٹیاں مقرر کیں۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں جو کانگریس امرتسر میں ہوئی اس کے صدر پنڈت موتی لال نہرو اور استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین سوامی شردھانند تھے۔ اس اجلاس میں دو مسئلے خاص تھے۔ ایک تو نئے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پر اظہار رائے۔ دوسرے مارشل لا اور پنجاب کے عام حالات پر وچار۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو ناقابل اطمینان اور مایوس کن قرار دیا گیا۔ پنجاب کے واقعات کے متعلق مہاتما گاندھی کی تجویز یہ تھی کہ تشدد کرنے والے سرکاری افسروں اور عوام دونوں کی مذمت کی جائے۔ لوک مانیہ تلک اور ان کے ہم خیال یہ چاہتے تھے کہ صرف سرکاری افسروں اور حکومت کی ہی مذمت کی جائے۔ بالآخر مہاتما گاندھی کی تجویز منظور ہوگئی۔

اسہیوگ یا ترک موالات

اگلے سال مہاتما گاندھی نے مولانا حسرت موہانی کی امداد سے ترک موالات کی اسکیم تیار کی جس کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ حکومت برطانیہ نے پنجاب کے مظالم کی تلافی نہیں کی۔ ہندوستانیوں کو سوراج نہیں دیا۔ اور خلافت کے معاملہ میں مسلمانوں کی دلآزاری کی ہے اس لئے اس سے تعاون نہ کیا جائے جون میں یہ اسکیم خلافت کمیٹی سے پاس ہوگئی علی برادران جو سنہ ۱۹۱۹ء میں پہلے پہل کانگریس میں شریک ہوئے تھے اور اسی سال چھندواڑے سے رہا ہو کر آئے تھے اس تحریک میں مہاتما جی کے خاص مددگار تھے۔ اگست سنہ ۱۹۲۰ء میں کلکتہ میں لالہ لاجپت رائے کی صدارت میں کانگریس کا خاص اجلاس ہوا۔ جس میں کثرت رائے سے یہ اسکیم منظور کرلی گئی اور اس کی تصدیق اسی سال ناگپور کے اجلاس میں ہوگئی جو شری راگھواچاریہ کی صدارت میں ہوا۔ کچھ لیڈر اس اسکیم کے سخت خلاف ہوئے لیکن اسی سال تلک مہاراج کا انتقال ہوچکا تھا اور اب گاندھی جی ملک کے واحد لیڈر تھے۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں ترک موالات کی تحریک کا پورا زور رہا۔ تقریباً ۳۰ ہزار آدمی جیل خانے گئے اسی سال پرنس آف ویلز ہندوستان آئے اور ہر جگہ انکا بائیکاٹ کیا گیا۔ سنہ ۱۹۲۱ء کے آخر میں علاوہ مہاتما گاندھی کے ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں کے قریب قریب سب لیڈر گرفتار ہوچکے تھے۔

سنہ ۱۹۲۱ء کے سالانہ اجلاس کی صدارت مسٹر سی۔ آر داس کرنے والے تھے۔ مگر وہ پہلے ہی گرفتار ہوگئے اس لئے اس اجلاس کی صدارت حکیم اجمل خاں صاحب نے کی۔ یہ اجلاس احمدآباد میں ہوا۔ فروری سنہ ۱۹۲۲ء میں مہاتما گاندھی علاقہ باردولی میں عدم ادائیگی ٹیکس کی تحریک شروع کرنے والے تھے مگر اس سے چند روز پہلے ضلع گورکھپور کے موضع چوری چورا میں کانگریس کے ایک جلوس نے پولیس پر حملہ کردیا اور تمام تھانے کے پولیس مینوں کو مار ڈالا۔ مہاتما گاندھی کو اس سے بہت دکھ ہوا اور انھوں نے نہ صرف باردولی کے پروگرام کو بلکہ تحریک ترک موالات کو ہی ختم کردیا۔ اگلے مہینے یعنی مارچ سنہ ۱۹۲۲ء میں حکومت نے گاندھی جی کو بھی گرفتار کرلیا اور انھیں چھ سال کی سزا دیدی۔ گاندھی جی کی گرفتاری کے بعد کانگریس مینوں کی دو رائیں ہوگئیں۔ ایک طبقہ تو یہ کہتا تھا کہ بدستور کونسلوں کا بائیکاٹ قائم رکھنا چاہئے۔ اور دوسرا طبقہ کونسلوں میں داخل ہونے کے حق میں تھا۔ اول الذکر طبقہ کے لیڈر شری راجگوپال آچاریہ تھے اور دوسرے طبقہ کے لیڈر پنڈت موتی لال نہرو اور مسٹر سی۔ آر داس تھے

سنہ ۱۹۲۲ء میں کانگریس گیا میں ہوئی۔ اس کے صدر مسٹر سی۔ آر داس تھے۔ کانگریس نے داخلہ کونسل کے خلاف طے کیا جس سے پنڈت موتی لال نہرو اور مسٹر سی۔ آر داس کو بہت مایوسی ہوئی۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحہ سے آگے

اجلاس ختم ہونے کے دوسرے ہی روز مسٹر سی آر داس کانگریس کی صدارت سے مستعفی ہو گئے اور انہوں نے سوراج پارٹی بنائی جس کے صدر مسٹر سی آر داس اور سکرٹری پنڈت موتی لال نہرو تھے مسٹر سی آر داس کی جگہ مسٹر گونڈا وینکٹا پایا کانگریس کے صدر مقرر ہوئے ۱۹۲۳ء میں مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں دہلی میں کانگریس کا خاص اجلاس ہوا جس میں ڈاکٹر کچلو کا پیش کردہ عدم تشدد کا ریزولیوشن پاس ہو گیا۔

۱۹۲۳ء کا اجلاس کوکانا ڈا میں مولانا محمد علی کی صدارت میں ہوا اس اجلاس میں خاص اجلاس کے پاس کئے ہوئے ریزولیوشن کی تصدیق ہو گئی ۱۹۲۴ء میں مہاتما گاندھی خرابی صحت کی وجہ سے جیل سے چھوڑ دیئے گئے جیل سے نکلنے کے بعد انھوں نے سوراج پارٹی کی سخت مخالفت کی جس سے ان میں اور پنڈت موتی لال نہرو میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا۔

۱۹۲۴ء کی کانگریس بلگام میں ہوئی اس کے صدر مہاتما گاندھی تھے اگلے سال مہاتما گاندھی نے کھدر کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے خاص طور پر ملک میں کوشش کی۔ اس سال سوراج پارٹی کے ممبر کونسلوں اور مرکزی اسمبلی میں داخل ہو گئے۔

۱۹۲۵ء میں کانگریس کا اجلاس کانپور میں ہوا اس کے صدر شریمتی سروجنی نائیڈو تھیں ۱۹۱۷ء میں پہلے پہل ایک ہندوستانی عورت نے کانگریس کی اجلاس میں تقریر کی تھی ۱۹۲۵ء میں پہلا موقع تھا کہ صدارت اس صنف کے حصہ میں آئی، مالوی جی نے اس اجلاس میں حسب معمول ایک بار پھر کونسلوں میں جا کر تعمیری کام کرنے کی تحریک کی۔ کانگریس والے سوراج پارٹی کے نام سے کونسلوں میں جا تو پہلے سے مگر نہیں مالوی جی کے نظریے سے اتفاق نہ تھا چنانچہ مالوی جی کے حق میں بہت کم ووٹ آئے ۱۹۲۶ء کا اجلاس مسٹر سری نواس آئینگر کی صدارت میں گوہاٹی میں ہوا اس اجلاس میں سوامی شردھانند کے قتل پر اظہار افسوس کیا گیا اور مہاتما گاندھی نے اس ریزولیوشن پر تقریر کرتے ہوئے ان مذہبی دیوانوں کے رویہ کی سخت مذمت کی جو مذہب کے نام پر قتل و خونریزی کرتے ہیں مہاتما جی نے اس تقریر میں فرمایا کہ سوامی جی کے قتل کا اصل الزام عبدالرشید پر نہیں بلکہ ان لوگوں پر ہے جو ایسے افعال کی ترغیب دیتے ہیں اس ریزولیوشن کی تائید مولانا محمد علی نے کی تھی اس اجلاس میں کانگریس سوراج پارٹی کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ وہ وزارتیں قبول نہ کریں اور نہ عہدے قبول کریں انھیں کونسلوں میں کسانوں اور مزدوروں کی حالت بہتر بنانے اور کانگریس کے تعمیری کام کو تقویت پہنچانے کے متعلق بل اور ریزولیوشن پیش کرنے کی ہدایت کر دی گئی۔

۱۹۲۷ء کی کانگریس کا اجلاس مدراس میں ڈاکٹر انصاری کی صدارت میں ہوا اس اجلاس میں سائمن کمیشن کا مکمل بائیکاٹ طے کیا گیا اور پبلک سے ہر جگہ اس کی مخالفت میں مظاہرے کرنے کو کہا گیا۔ کونسلوں اور اسمبلی کے ممبروں کو بھی اس کے بائیکاٹ کی تلقین کی گئی اسی اجلاس میں کانگریس کا مقصد اعلیٰ مکمل قومی آزادی قرار دیا گیا۔

۱۹۲۸ء میں کلکتہ میں کانگریس کا اجلاس ہوا اس کے صدر پنڈت موتی لال نہرو تھے۔ اس اجلاس کے ساتھ ڈاکٹر انصاری صاحب کی صدارت میں آل پارٹیز کانفرنس کا اجلاس بھی ہوا جس میں چند ترمیمات کے ساتھ نہرو رپورٹ منظور ہو گئی مگر مسٹر جناح اور علی برادران نے اس سے اختلاف ظاہر کیا اور اگلے سال مسٹر جناح نے اپنے چودہ نکات پیش کر دیئے ۱۹۲۹ء کا زمانہ کانگریس کی تیاری کا تھا مہاتما گاندھی نے اس سال تمام ملک کا دورہ کیا۔ لارڈ ارون وائسرائے ہند۔ اور مہاتما گاندھی سے ملاقات بھی ہوئی مگر اس کا کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا۔

اس سال کانگریس کے تعمیری کام پر بہت زور دیا گیا۔

۱۹۲۹ء کی کانگریس لاہور میں ہوئی اس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو تھے اس اجلاس میں کانگریس نے مکمل آزادی کا ریزولیوشن پاس کر دیا اور نہرو رپورٹ کو ختم کر دیا مکمل آزادی کا ریزولیوشن تو پاس ہو گیا مگر اس پر عمل کیسے ہو ۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء کو مکمل آزادی منانے کا دن رکھا گیا اور اس روز جا بجا وہ مطالبہ دوہرائے گئے جن کا مسودہ مہاتما گاندھی نے تیار کیا تھا۔ اپریل ۱۹۳۰ء میں نمک ستیاگرہ کا پروگرام شروع ہو گیا جا بجا لاٹھی چارج اور گرفتاریوں کا دور شروع ہو گیا۔ اس سے پہلے کبھی کانگریس کا صدر گرفتار نہ ہوا تھا۔ اس سال صدر کانگریس پنڈت جواہر لال نہرو بھی گرفتار ہو گئے۔ ۵ مئی کو مہاتما گاندھی بھی گرفتار ہو گئے

نمک ستیاگرہ کے ساتھ ساتھ ولایتی کپڑوں کی دکانوں اور شراب خانوں وغیرہ پر بھی پکٹنگ شروع ہو گئی جس میں عورتوں نے کثیر تعداد میں حصہ لیا اور جیل بھی گئیں یہ تحریک ۱۹۳۴ء تک جاری رہی اور سب لیڈر جیلوں میں تھے اس لئے ۱۹۳۰ء میں کانگریس کا جلسہ نہیں ہوا گاندھی ارون اور معاہدہ مارچ ۱۹۳۱ء میں ہوا اور سب سیاسی قیدی چھوڑ دیئے گئے۔ آخر مارچ ۱۹۳۱ء میں کراچی میں سردار پٹیل کی صدارت میں کانگریس کا سالانہ جلسہ ہوا۔ اس اجلاس میں ایک نہایت اہم ریزولیوشن پاس ہوا جو بنیادی حقوق کے ریزولیوشن کے نام سے مشہور ہے جس میں سوراج گورنمنٹ میں مختلف جماعتوں کے حقوق کے تحفظ وغیرہ کا ذکر تھا۔ ۱۹۳۲ء میں حکومت برطانیہ نے ہندوستان کے لئے کمیونل ایوارڈ شائع کر دیا جس کی رو سے ہندوؤں میں بھی اونچی اور نیچی ذاتوں کا انتخاب الگ الگ کر دیا تھا۔ مہاتما گاندھی نے ۲۰ ستمبر کو جیل میں ہی اس کے خلاف مرن برت شروع کر دیا اور آخر کار پانچویں روز سمجھوتہ ہو گیا۔ ڈاکٹر امبیدکر نے بھی ترمیم پر دستخط کر دیئے اور حکومت برطانیہ نے بھی اسے مان

(باقی اگلے صفحہ پر)

جنوبی ہندوستان میں پتھروں کے پراچین مندر

مہاولی پورم اور دیگر ساحلی گھوڑا مندروں کی طرز تعمیر

قدیم ہند کی صناعی اور سنگتراشی کے عجائبات

(از قلم مسٹر کے ایس سے کرشنا)

...کے پلاوا راجاؤں نے جنوبی ہند میں بہت سے ایک سنگ مندر تعمیر کرکے ابدی شہرت حاصل کی، ان عمارتوں میں اپنے بے مثال لاجواب صناعی اور پراچین کلا کا نمونہ دکھایا گیا ہے کہ آجکل کی آگے بڑھی ہوئی دنیا ہندوستان کی اس صنعت پر تحسین کرتی ہے، پلاوا راجاؤں کی حکومت سے پہلے سوائے شمالی ہندوستان کے کسی جگہ پتھر کے بنے ہوئے مندر نہیں پائے جاتے تھے اور یہیں سے پہلی صدی عیسوی سے پتھر کے بنے ہوئے مندروں کا سلسلہ چلتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے پہلے جنوبی ہند میں مندر تھے ہی نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جو مندر یہاں تعمیر ہوتے تھے کم پائیدار مسالہ مثلاً لکڑی، بانس وغیرہ کے مندر ہوا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے اس حصہ میں تاریخ سے قبل کے زمانے کے مندروں کے آثار نہیں ملتے، ایک کہانی مشہور ہے کہ پلاوا راجہ ہندو رمنے ... میں بکیا لکسے اسبات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک ایسا مندر تعمیر کرے جس میں چونا، اینٹیں، لکڑی، دھات وغیرہ کوئی مسالہ استعمال نہ کیا گیا ہو"

"چنانچہ اس قسم کا ایک مندر" مہاولی پورم کے مقام پر بنایا گیا،

رتھ نما مندر

اس نئی ایجاد کے جنم گھر کو دیکھنے کے لئے جنوبی ہند کا یہ مقام قابل دید جگہ ہے، مہاولی پورم چنگل پٹ کے ضلع میں ایک سمندری گاؤں ہے مدراس کی رات کو آپ ناؤ میں بیٹھ کر نہر سے سفر کریں گے اور بکنگم نہر کو عبور کرکے اس مقام پر پہنچ جائیں گے صبح ہوتے ہی آپ اس خوبصورت گاؤں میں داخل ہوں گے ایک طرف مغرب میں نہر بہ رہی ہے تو دوسری طرف مشرق میں بحرۂ بنگال ہے دور تک سمندری ریت پھیلا ہوا ہے جس میں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اکیلے دکھائی دیتی ہیں، ان پہاڑیوں کو دیکھ کر ہی پلاوا راجاؤں کو اسبات کا خیال گذرا ہوگا کہ پہاڑ کو کاٹ کر مندر کی ساخت پرداخت کی جائے، جونہی آپ اترے سامنے آپ کو کچھ ڈھانچے دکھائی دیں گے یعنی رتھوں کی قسم کے مندر یہ رتھ نما مندر پانچ پانڈو بھائیوں کے نام پر تعمیر کئے گئے ہیں اور ایک مندر دروپدی جی کے نام پر منسوب ہے، بیچ آنگن میں آپ کو ایک بہت بڑا ہاتھی پہاڑ کو کاٹ کر کھدا ہوا دکھائی دے گا،

یہ بات معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یہ سب مورتیاں وغیرہ کیسے کس طرح ایک جگہ ظہور میں آگئیں،

سب سے چھوٹا رتھ دروپدی کے نام کا ہے جس میں ایک چھوٹا سا دروازہ مندر جانے کا ہے اور اوپر پتھر کا بنا ہوا چھپر نما چھت ہے، دوسرے رتھ نما زیادہ بہتر صناعی کا نمونہ ہیں نہ محراب دار چھت ہے اور ایک "نونگ" یوان ہے اس مندر کی چھت "ہستی پرستھا" طرز کی ہے یعنی ہاتھی کی پیٹھ کی طرح کی، اگرچہ جنوبی ہند میں یہ طرز تعمیر ذرا عجیب ہے مگر اصل پر شمال کی "بکری چیتیا لبہ" نائیپ کی نقل ہے "دھرم راج رتھ" اس طرز تعمیر سے علیحدہ بنائی گئی ہے اور اسے بھی ہم بالکل نئی طرز یا اچھوتی طرز نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس میں بھی ذرا پرانی طرز کی بودھ عمارتوں کا رنگ پایا ہے جنھیں "وہارا" کہا جاتا ہے اس رتھ سے دراوڑی قوم کے "نشکارا" کی ابتدا سمجھی جاتی ہے باقی ماندہ "نشکارے" "دسارا" قسم کے "نشکاروں" کو بھی ظاہر کرتے ہیں، جو صوبہ بنگال کی علم مذہبی عمارتوں کا طرز سمجھا جاتا ہے،

گپھا مندر

یہ گپھا مندر پلاوا راجہ مہا نندرا ورما نے تعمیر کئے تھے، جو سنہ ... سے سنہ ۶۲۵ء تک یہاں راج کرتا تھا، یہاں ایک دو گپھا مندر بھی ہیں، ایک مندر تو درگا کا ہے اور ایک "تری مورتی" کا ہے یعنی تین بڑے دیوتاؤں، برہما، وشنو اور شیو کے نام پر بنا ہوا ہے کیا اس سے جنوبی ہند کے لوگوں کی مذہبی رواداری ظاہر نہیں ہوتی کہ انھوں نے شیوائی ہوتے ہوئے بھی وشنو کی مندر تعمیر کئے "مہاولی پورم" میں ان دونوں فرقوں کے ماننے والوں کا بہت زور رہا ہوگا، پلاوا راجاؤں کو چالوکیہ اور پانڈواؤں اور چولاؤں سے کس قدر عقیدت تھی،

اب ہماری توجہ اس ساحل کے سب سے بڑے مندر کی طرف ہوتی ہے جسے مہا نندرا ورما کے لڑکے نے بنایا تھا اور جو بعد میں کنجی ورم کے راجہ راجسیوم کے لئے بطور نمونہ بنا، یہاں سے یہ طرز تعمیر تمام دکن میں علم ہوگیا۔

بعد میں چالوکیہ خاندان کے راجاؤں نے پلاوں کی جگہ لے لی، اور انہوں نے دوسرا طرز تعمیر کے ساتھ اسے ملاکر "پٹا ڈالی کرہ" کے مقام پر مندر تعمیر کئے جو بعد میں ایلورا کے غاروں میں کیلاش مندر کے نام سے ظہور میں آیا،

ساحل پر جو گھوڑا مندر ہے اس کی خوبصورتی دور ہی سے نظر آتی ہے اور انسان کی آنکھ اس کے نظارے سے کبھی نہیں تھکتی اس کے گرد ایک "پراکرا" بنا ہوا ہے اور اس کے گرد ایک چھوٹا سا منڈپ ہے اور ان سب کے اوپر دو خوبصورت شکارے ہیں، شمالی ہندوستان میں عام طور پر اوپر کی چوٹی پر املاکا ہوتے ہیں مگر یہاں ستوپیکا بنائے گئے ہیں، مشہور ماہر آثار قدیمہ ... کہتا ہے کہ یہ طرز تعمیر دراوڑی عمارت کی ابتدائی خصوصیات کے بہترین نمونہ ہیں،

"مہاولی پورم" میں حیرت انگیز بت تراشی کے نمونے اور دیگر کھلے ہوئے ہوں کے کام خاص طور پر دیکھنے کی چیز ہیں، یہاں پر ایک ... ہے جو ۹۰ فٹ لمبا اور ۳۰ فٹ چوڑا ہے اور سنگتراشی کا حیرت انگیز نمونہ ہے اس جگہ "گنگا وترن" کی کہانی کا پورا نقشہ کھود کر دکھایا گیا ہے، کہ کس طرح گنگا شو جی کی جٹا سے نکلی، اس واقعہ کو ہزاروں دیکھنے والے سینکڑوں دیوی دیوتا دیکھتے ہوئے دکھائے گئے ہیں خود گنگا جی کی مورتی بیچ میں رکھی گئی ہے قریب ہی ایک مندر کی مورت ہے جو بہت خوبصورت اور لاجواب صناعی ہے ایک گپھا میں بہت سی عجیب مورتیاں ہیں منجملہ ان کے ایک "مہیشا مور" کے قتل کی داستان دیوار پر کندہ کرکے دکھائی گئی ہے،

یہ سب کارنامے صرف ۵۰ سال کے عرصے میں ہوئے یعنی (۶۰۰ سے ۶۵۰) عیسوی میں، جبکہ مشہور پلاوا راجہ مہا نندرا ورما اور اس کے لڑکے جنوبی ہند کے اس علاقہ میں راج کرتے تھے، ان چیزوں کے دیکھنے سے پلاوا کلچر اور جنوبی ہند کی طرز دراوڑی کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے

یو۔پی میں امداد باہمی اور فروختگی غلّہ!

ایک پانچ سالہ تجویز

(از قلم مسٹر جے۔ پی مصرا ایم۔ اے)

آج کئی سالوں سے سرکار و پبلک دونوں ہی کی توجہ کسان کی پیداوار کی بکری کی طرف کھنچتی جا رہی ہے۔ سبب یہ ہے کہ لوگ اب اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں کہ کسان کی ترقی صرف زیادہ پیداوار کے اوپر ہی نہیں بلکہ پیداوار کی ٹھیک ٹھیک بکری کے اوپر منحصر ہے۔ کسانوں کو اپنی پیداوار گاؤں یا بازار میں بیچنے کے وقت جن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ کسی سے چھپی نہیں ہے۔

بس یہاں پر اتنا کہنا کافی ہوگا کہ اس کو اپنی فصل کے آخری خریدار کی قیمت کا روپیہ میں قریب قریب آٹھ آنے ملتا ہے اور باقی سب باقی۔ ڈنڈا ہی بٹہ۔ چندہ، دلالی، بیاج اور محصول وغیرہ میں چلا جاتا ہے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ جو کسان خود ہی اپنے غلہ کا پورا مالک ہوتا ہے روپیہ میں آٹھ ہی آنہ لے۔

امداد باہمی کی ضرورت

اب سوال اس بات کا ہے کہ کسان کو اپنے غلّہ کی مناسب قیمت کس طرح ملے۔ غلہ کو الگ الگ بیچنے سے ضرور ہی کم دام ملیں گے لیکن اگر کسان بھائی آپس میں مل کر سہیوگ سوسائٹی کے ذریعہ اپنا غلہ بیچیں تو جو دام ان کو اس وقت ملتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ملیں گے۔ امریکہ و کناڈا میں ملک بھر کے غلّہ کا کم سے کم چوتھائی حصہ سہیوگ سوسائٹیوں کے ذریعہ بیچا جاتا ہے جس کی وجہ سے کسانوں کو غلہ کی زیادہ سے زیادہ قیمت ملتی ہے اور وہ ہمیشہ خوشحال رہتے ہیں۔

یہی حال ڈنمارک، آئرلینڈ اور انگلستان کے ملکوں کا ہے جہاں کسانوں کو صرف اپنے غلّہ کی زیادہ قیمت ہی نہیں ملتی ہے بلکہ ان کو یہ بھی پتہ رہتا ہے کہ کون سی فصل اور کتنی بونے سے فائدہ ہوگا۔

پانچسالہ تجویز

اس صوبہ میں محکمہ امداد باہمی پچھلے کئی سالوں سے اپنی سالانہ رپورٹ میں اس بات کے اوپر زور دیتا آ رہا ہے کہ جب تک کسان کی پیداوار کے بیچنے کا ٹھیک انتظام نہ کیا جاوے تب تک سہیوگی سبھاؤں سے جتنا فائدہ ہونا چاہئے اتنا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ادھر اُدھر ممبروں کی پیداوار بیچنے کا انتظام کیا تو گیا لیکن ضروری مالی امداد نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام ایک بڑے پیمانہ کے اوپر نہ ہو سکا۔ خوشی کی بات ہے کہ اب محکمہ امداد باہمی نے سرکار کی منظوری و مالی امداد [illegible] ہر دو [illegible] پانچ سالہ تجویز کے مطابق صوبہ کے اڑتالیس ضلعوں میں شروع کر دیا ہے۔ اس سال صرف گیہوں اور تلہن سہیوگ سنگھٹن کے ذریعہ بیچنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ جن دیہات سدھار مرکزوں میں ذرائع بیج بھنڈار ہیں وہاں عام طور سے تجویز جاری کی گئی ہے لیکن ایسی جگہوں میں بھی جو دیہات سدھار مرکز کے اندر نہیں آتیں یہ اسکیم اچھے پیمانہ پر جاری کی جا سکتی ہے۔

جدا جدا کاموں کیلئے ایک ہی سوسائٹی

اسی تجویز کے مطابق گاؤں میں جدا جدا کاموں کے لئے الگ الگ سوسائٹی کے بجائے گاؤں سے تعلق رکھنے والے سب کاموں کے لئے ایک ہی سوسائٹی (Multi purpose Society) ہوگی جس میں ممبروں کے ذریعہ غلہ کی بکری، کھیتی کی ترقی و بہتر زندگی وغیرہ سب کام کئے جائیں گے۔

عام طور سے ایک گاؤں میں ایک ہی سوسائٹی ہوگی۔ موجودہ بنک مقامی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سب کام والی ایک سوسائٹی میں بدل دیئے جائیں گے اور جہاں کسی طرح کی سوسائٹی نہیں ہے وہاں سب کام والی سوسائٹیاں کھولی جاویں گی جن سے ہر کام میں مدد اور ترقی کی اُمید ہوگی۔

بیج بھنڈار

سہیوگی بیج بھنڈار سب کام والی سوسائٹیوں کو کھاد، بیج و کھیتی کے اوزار وغیرہ ممبروں کے درمیان بانٹنے کے لئے مہیا کریں گے۔ دیہات سدھار محکمہ کے بیج بھنڈار کے بارے میں یہ بھی طے ہو گیا ہے کہ جب گاؤں کے اسّی یا نوّے فی سیکڑہ کسان سب کام والی سوسائٹیوں کے ممبر بن جاویں اور کام اچھی طرح چلنے لگے۔ تب یہ بیج بھنڈار صرف انہیں سوسائٹیوں سے اپنا کاروبار کریں اور اگر ممکن ہو تو اچھے اور خراب بیج کا ادل بدل بازار بھاؤ کی بہ نسبت کچھ سستے دام پر کریں۔

بکری کا طریقہ

ممبران کی پیداوار بیچنے کے کئی ایک طریقے ہیں، پہلا مل کر بکری کا طریقہ ہے جس کے مطابق ممبروں کا غلہ اکٹھا ہوگا اور پھر سوسائٹی اسے بھاؤ طے کر لینے کے بعد خریدار کے ہاتھ بیچ دے گی

دوسرے آڑھتیہ طریقہ کے مطابق ممبر اپنا اپنا غلہ سوسائٹی کے منظور کئے ہوئے آڑھتیہ کے یہاں جمع کریں گے۔ تیسرا کمیشن شاپ بکری کا طریقہ ہے جس کے مطابق ممبروں کو اپنا غلہ دوکان میں جمع کرنے کے بعد غلہ کی قیمت کا قریب قریب ستّر فی سیکڑہ پیشگی مل جایا کرے گا۔ چوتھے سوسائٹی اپنے قاعدے کے مطابق ممبروں کو گاؤں والے بیوپاری سے الگ الگ سودا کرنے کی ممانعت کر کے خود ہی اچھے سے اچھے بھاؤ میں غلہ بیچے گی اور آخر میں پانچواں طریقہ جس کے مطابق سوسائٹی ممبروں کا سب کا سب غلہ خرید کر اسے اچھے بھاؤ سے بازار میں بیچے گی۔ ہر ایک حلقہ کے اسسٹنٹ رجسٹرار مقامی حالتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خود ہی سوچ کر یہ طے کریں گے کہ اپنے حلقہ میں کس طریقہ سے کام کیا جاوے۔

۳۵۰۰ گاؤں میں سہیوگ سوسائٹیاں

یہ پانچسالہ تجویز صوبہ کے ایک ہزار دیہات سدھار مرکزوں میں جن میں سے ہر ایک مرکز میں ۳۵ گاؤں ہیں جاری کی جا رہی ہے۔ ہر سال دو سو سپروائزر پانچ سال تک کے لئے بھرتی کئے جاویں گے اور ہر سال کی جماعت کے ذریعہ پانچ سال کے اندر سات ہزار گاؤں میں سب کام والی سوسائٹیاں کھل جائینگی۔ اس طرح دس سال کے بعد صوبہ کے ایک لاکھ پانچ ہزار چھ سو چالیس گاؤں میں سے ۳۵ ہزار گاؤں میں یہ سوسائٹیاں کسانوں کی زندگی کے ہر ایک پہلو کی ترقی کرتی ہوئی دکھائی پڑیں گی۔ ہمیں پوری امید ہے کہ ہمارے کام کرنیوالوں کو گاؤں والوں کا پورا تعاون ملیگا اور وہ ان سوسائٹیوں سے کافی فائدہ اٹھائیں گے۔

میونک پیکٹ کے بعد؟

مسٹر ایڈن کے استعفےٰ کا راز!

(م)

میونک والا معاملہ ایک بار پھر پبلک کے لئے موضوع بحث بن گیا ہے، میونک پیکٹ کے بعد سے یورپ میں جو کچھ ہوا ہے وہ میونک کے سمجھوتے کا براہ راست نتیجہ ہے ابھی چند دن کی بات ہے کہ مسٹر نیوائل چیمبرلین نے جو میونک پیکٹ کے دستخط کنندگان میں سے ایک ہیں جرمنی کے زیکوسلوویکیہ کو اپنی سلطنت میں شامل کرلینے کے مسئلہ پر بیان دیتے ہوئے تلخ الفاظ میں ہٹلر کے میونک پیکٹ سے غداری کرنے کا تذکرہ کیا ہے،

کسی ایسے شخص کو جو ہٹلر اور اس کی جدوجہد کے متعلق کچھ بھی معلومات رکھتا ہوگا یہ یقین نہیں آسکتا تھا کہ "میونک کے معاہدے سے پائدار امن قائم ہوجائے گا، برطانوی اور فرانسیسی سیاست داں جانتے تھے کہ ان کی پوزیشن کیا ہے ورنہ میونک پیکٹ کرنے کے بعد انہوں نے ایسی تیز رفتاری سے مسلح ہونے کے پروگرام پر عملدرآمد کیوں شروع کیا جسکی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی،

پیکٹ کی تہ میں کیا ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ میونک پیکٹ کی تہ میں بہت سے واقعات ہیں، یہ کہنا صحیح نہیں کہ میونک کا سمجھوتہ ایک فوری ترکیب تھی، اس سے بہت پہلے جب مسٹر چیمبرلین ہوائی جہاز سے تاریخی سفر طے کرکے فیوہرر ہٹلر سے ملاقات کرنے پہنچے، باخبر سیاسی حلقوں میں یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ ہر قیمت پر امن حاصل کیا جائے گا، اور ہٹلر اپنی من مانی کرے گا، برطانیہ اور فرانس کی طے شدہ خارجہ پالیسیاں یہ تھیں کہ جب تک ہمارے لئے براہ راست خطرہ پیدا نہ ہو، مداخلت نہیں کریں گے، ہٹلر بہت نظرباز سیاست داں ہے اسے خوب معلوم تھا کہ یورپ کے دارالسلطنتوں میں کیا کھیل کھیلا جارہا ہے

میونک پیکٹ کے بعد ہی سے دنیا کی فضا فرانس اور برطانیہ پر لگائے گئے الزام کی صدا سے گونج رہی ہے کہ ان دونوں حکومتوں نے جرمنی کے خوف سے ہتھیار ڈالے، یہ صورت حال کا صحیح تجزیہ نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ فرانس اور برطانیہ کے باشندوں میں جنگ کی جانب سے ایک عالمگیر بے اعتمادی پیدا ہوگئی تھی جسے پالیسی اور امن کی آرزو کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا تھا، جنگ کی طرف سے یہ بے اعتمادی اور امن کی آرزو جذبۂ خوف سے بہت مختلف ہیں،

خوف نہیں —— زمانہ سازی!

مسٹر چیمبرلین کے یہ الفاظ کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسی چیز ہوگی جسے ہم حصول امن کے لئے قربان نہیں کرسکیں گے مگر ایک چیز ہے جسے اس سلسلہ میں مستثنیٰ رکھا جائے گا، وہ چیز آزادی ہے جو ہمیں صدہا برس سے حاصل رہی ہے اور جو ہم کبھی نہیں ہاریں گے

یہ فرض بہت بڑی غلطی ہوگی، کہ چونکہ جنگ کو بھول از ممانعت چیز سمجھا جاتا ہے اس لئے یہ قوم اپنی طاقت اس قدر کھو چکی ہے کہ اگر اس کی آزادی کو چیلنج کیا گیا تو یہ اپنی پوری قوت سے مقابلہ کے لئے کھڑی نہیں ہوجائے گی" جو کچھ ظاہر کرتے ہیں وہ ایک خوفزدہ دماغی حالت نہیں ہے بلکہ اسکے برخلاف اس سے ایک ایسے دماغ کی کیفیات ظاہر ہوتی ہیں جو صرف وقت ضرورت ہی جنگ کرنے کے لئے تیار ہوسکتا ہے،

پس اگر مسٹر چیمبرلین اور مسٹر دلاڈیر اپنے اپنے ملکوں کو کشمکش سے بچا کر لے گئے اور ایک فوجی ڈکٹیٹر کو تخت پر بٹھا کر میگنوٹ لائن سے روس تک ممالک اور خلق خدا کے مغلوب کرانے کا بندوبست کردیا تو یہ کام انہوں نے خوف سے نہیں بلکہ بے اعتمادی جنگ کے جذبہ کے ماتحت انجام دیا اور اس وقت وہ امن کی آرزو کے پھندے میں گرفتار تھے اور یہ سوچے ہوئے تھے کہ جب تک براہ راست ہمارے لئے خطرہ پیدا نہ ہو ہم ہتھیار نہیں اٹھائیں گے،

رائن لینڈ سے شروع کرکے یکے بعد دیگرے ہٹلر جو کارنامے انجام کرتا چلا گیا انہیں انجام دینے کی جرأت ہٹلر کو اسی بات سے تو ہوئی کہ برطانیہ اور فرانس کچھ عرصے تک اس قسم کی خارجہ پالیسیوں پر عمل پیرا رہے، یہ سب کو معلوم ہے کہ آسٹریا پر قبضہ کرنے سے قبل ہٹلر نے اپنی فوج کے ان کمانداروں میں سے ان جنرلوں کو نکال دیا تھا جو آسٹریا پر چڑھائی کرنے کے اس لئے خلاف تھے کہ اس سے یورپ کی حکومتیں چراغ پا ہوکر آمادۂ جنگ ہوجائیں گی،

مگر ہٹلر بہت تیز نظر پالیٹیشن ہے اسے برطانیہ اور فرانس کی خارجہ پالیسیوں کا علم تھا اور وہ اسباب کو جانتا تھا کہ جب تک ان کے لئے براہ راست خطرہ پیدا نہ ہو یورپ کی حکومتیں مداخلت نہیں کریں گی،

مسٹر ایڈن نے استعفےٰ کیوں دیا

جس دن ہرہٹلر نے یہ اعلان کیا کہ وہ ان ایک کروڑ جرمنوں کا نگہبان ہے جو جرمنی کی سرحدوں کے باہر آباد ہیں، مسٹر انتھونی ایڈن نے وزیر خارجہ کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا دوسرے دن انہوں نے یہ بیان دیا کہ گذشتہ چند ہفتوں میں خارجہ پالیسی کے ایک معاملہ میں جس کا اٹلی سے کوئی تعلق نہیں، بنیادی خلاف پیدا ہوگیا تھا"

مسٹر ایڈن کے استعفے سے یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ مسٹر چیمبرلین دلجوئی کی پالیسی پر عمل پیرا ہونیکا تہیہ کرچکے ہیں اس وقت تک مداخلت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے جب تک ان کے ملک کے مفادات کے لئے خطرہ پیدا نہ ہو، اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں مسٹر چیمبرلین کے وہ فقرے بھی ذہن میں رکھنے چاہئیں جو انہوں نے ۲۲ فروری کو ہاؤس آف کامنز میں کہے تھے "ہمیں چھوٹی اور کمزور قوموں کو فریب دیکر اس خیال میں نہیں رکھنا چاہیئے کہ کسی دشمن کی سخت گیری کے خلاف لیگ اقوام ان کی حفاظت کرے گی اور اس مفروضے کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی قدم بھی نہ اٹھانا چاہیئے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کی کوئی توقع نہیں رکھی جاسکتی،

اس سے پہلے اس قسم کی پالیسی سے اینگلو جرمن بحری سمجھوتہ ہوا تھا جس کی رو سے جرمنی نے یہ قبول کرلیا تھا کہ وہ ایسا بحری بیڑا نہیں بنائے گا جو برطانیہ کے بحری بیڑے کو چیلنج کرے، اس بندوبست کے بعد ہٹلر کی یہ تجویز سامنے آئی تھی کہ اگر برطانیہ اسے مشرق میں آزاد چھوڑ دے تو اس کے بدلے میں وہ برطانوی امپائر پر حملہ نہ کرنے کی گارنٹی دیگا۔

پھر برطانیہ نے وسطی یورپ میں فرانس کے دوست ممالک کو بچانے سے بار بار انکار کیا گو فرانس کی سرحدوں کے خطرے میں پڑجانے کی صورت میں برطانیہ فرانس سے اتحاد عمل کرنے کا بذریعہ معاہدہ پابند تھا،

یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اس زمانے ہی میں جب مسٹر ایڈن وزیر خارجہ تھے لارڈ ہالیفیکس چار مغربی طاقتوں کے پیکٹ کی تلاش میں جرمنی گئے تھے،

یہی وہ واقعات جن سے ہرہٹلر نے یہ نتیجہ نکالا کہ برطانیہ کی طرف سے اس کے عزائم کی کوئی شدید مخالفت نہیں کی جائے گی، رنسی مین کمیٹی نے جو عجیب وغریب جوڑ توڑ کئے ان سے ہٹلر کے عقائد کو اور بھی تقویت پہنچی ستمبر کی نزاکت حالات سے بہت پہلے جرمنی کے وزیر خارجہ نے ہٹلر کو یقین دلا دیا تھا کہ اسے برطانیہ کے غیر جانبدار رہنے کا کامل یقین ہے اور ہٹلر کو چاہیئے کہ جرمنی کے بعض فوجی حلقوں کے شبہات کو نظرانداز کرتے ہوئے آگے قدم بڑھا جائے،

مگر اسکے باوجود بھی ہٹلر نے اسباب کی احتیاط رکھی کہ برطانیہ کی مخالفت مول نہ لی جائے اس لئے اس نے جرمنی کے کھوئے ہوئے افریقی مقبوضات اور نوآبادیوں کی واپسی کے مطالبہ پر زور نہیں دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے برطانیہ مخالف ہوجائے گا اور برطانیہ خوش ہوگیا کہ اس کے کسی ایسے مفاد کو خطرہ نہیں ہے جو اسکے لئے زندگی کا حکم رکھتا ہے،

یہی وجہ تھی کہ برچسگیڈن، گوڈزبرگ اور میونک میں فرانس کے وسطی ریاستوں سے کئے ہوئے مواعید کو توڑ ڈالا گیا۔ اور مسٹر چیمبرلین نے جرمنی کو اس دست درازی کی آزادی دیدی جس کا وہ متمنی تھا اس کے بدلے کے طور پر ہٹلر نے ایک بار پھر بحری طاقت میں برطانیہ کے مقابلے میں پست تر درجہ قبول کرلیا، اس کے علاوہ ہٹلر کو مشرق کی طرف متوجہ کرکے سائنوز مسولینی کی توجہ بھی قدرتاً شمال کی جانب پھیر کر بحیرۂ روم سے دور کردی گئی،

میونک پیکٹ کی اصلی اہمیت کو سمجھنے کے لئے پیکٹ کے ارتقاء کے دوران میں فرانس کی جو پالیسی رہی ہے اسے بھی گہری نظر سے دیکھنا ضروری ہے، موسم بہار میں فرانسیسی حکومت نے اپنے اس عہد کا اقرار کیا تھا کہ اگر زیکوسلوویکیہ پر جرمنی نے حملہ کیا تو وہ زیکوسلوویکیہ سے کئے گئے معاہدے کا احترام کرتے ہوئے اسے بچائیگا، فرانس کے اس مضبوط رویہ کا یہ اثر تھا کہ برطانیہ کو یہ تنبیہی اعلان نکالنا پڑا کہ اگر فرانس جنگ میں پھنسا تو وہ بھی اس میں الجھے بغیر نہ رہ سکے گا،

فرانس کا بدلا ہوا رویہ

مگر گذشتہ اگست میں ایک ... خارجہ کا چارج لیتے ہی (باقی مضمون ... پر)

برطانیہ اور فرانس نے اپنے آپ کو جرمنی کی ٹکر سے بچاتے ہوئے میونک میں زیکوسلوویکیہ کو قربان کردیا تھا، اب جبکہ ہٹلر قدم اور آگے بڑھا رہا ہے برطانیہ اور فرانس کا طرز عمل کیا ہوگا؟

اس ہفتہ کے لئے ایک خیال:- سائل کو تھوڑا دینے سے شرم مت کرو کیونکہ اسکو مایوس کرنا اس سے بھی برا ہے۔

پچھلے صفحہ سے

فرانس کی پالیسی تبدیل ہوگئی، حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک فرانس کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ہٹلر دکھا دے کی دہمکیوں سے کبھی باز نہیں آئے گا۔ وہ مشرق میں اپنے مشن کی تکمیل کرنے پر کمربستہ ہے، کہا جاتا ہے کہ اس مرحلے پر پیرس نے لندن سے درخواست کی کہ کسی نہ کسی طرح ہٹلر سے براہ راست تعلق قائم کیا جائے، اور اس کے مطالبات پورے کرنے کے لئے راستہ نکالا جائے۔

بات یہ نہیں تھی کہ فرانسیسی فوج جنگ کرنے کے لئے تیار نہیں تھی، اس کے برخلاف فرانس کا جنرل سٹاف تو اسباب کا یقین رکھتا تھا کہ اس میں سب کام کرنے کی صلاحیت ہے مگر فرانسیسی حکومت جھجکتی رہی، فرانسیسی کابینہ کے وزیروں کا اختلاف رائے روز بروز زیادہ نمایاں ہوتا گیا ایم ڈلادیر خود متضاد خیالات کی کشمکش کا شکار ہوگیا، فرانسیسی وزیر اعظم کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ ایم بونٹ کے فیصلہ کو رد کردے وہ ایم پول رینا ڈ اور دوسرے وزراء کی تجویز اور ملٹری سٹاف کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ مقابلہ کرے یوں فرانسیسی حکومت نے ان اصولوں کو نظرانداز کردیا جنہوں نے اس کی جنگ عظیم سے قبل کی تاریخ کو بنایا تھا۔

مسٹر چیمبرلین کی پالیسی!

فرانسیسی حکومت کے نئے رویے سے مسٹر چیمبرلین وہ قدم اٹھانے کے لئے آزاد ہوگئے جو وہ موسم بہار میں آزادی کے ساتھ نہیں اٹھا سکے تھے یعنی ہٹلر سے ملاقات کرنا، یہ ہیں وہ حالات جن کے ماتحت مسٹر چیمبرلین نے ہٹلر سے پہلی ملاقات کی، واپس آکر انہوں نے پہلے اپنے ساتھیوں اور پھر ایم ڈلادیر اور ایم بونٹ کو بتایا کہ ہٹلر نے غیر مصلح جویانہ رویے کا اظہار کیا ہے اور وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ایک عالمگیر جنگ کا خطرہ تک مول لینے کو تیار رہے۔

اس سے فرانسیسی کابینہ میں مزید اختلاف رائے پیدا ہوا، ایم بونٹ اس تمام عرصے میں اس بات پر زور دے رہا تھا کہ چاہے ہمیں ساری ذلت سہنی پڑے مگر جرمنی کے مطالبات تسلیم کرلئے جائیں اطلاع ہے کہ ایم بونٹ نے اسپیرز وور باگ اسٹان کے روسی فوجی ماہرین کے مشن عام سے سوویٹ روس کی فوج میں ابتری پھیلی ہوئی ہے اور روس سے اگر جنگ شروع ہوگئی تو روس سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ جرمنی کا موثر طور پر مقابلہ کرسکے، بعض فرانسیسی وزراء نے تو اسباب کی بنا پر کہ اس بات پر زور دیا کہ زیکوسلوویکیہ کی حکومت کو مجبور کیا جائے کہ جرمنی کو مراعات دیدی جائیں۔

روس کی اس پر منفعلہ کن حالت کو دیکھتے ہوئے مسٹر چیمبرلین سے صفائی کے ساتھ کہہ دیا کہ اگر زیکوسلوویکیہ کے ہٹلر کے مطالبات کے تسلیم کرنے کو نامنظور کیا، یعنی جرمنی نے اسپیر وری ملہ کیا، تو وہ اپنے ملک کو فرانس کی مدد کا پابند نہیں کرسکیں گے اور صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنے اس مختصر ارادے کا بھی اظہار کردیا کہ وہ برطانیہ کو جب تک ممکن ہوگا، اس قسم کی جنگ سے علیحدہ رکھیں گے، فرانسیسی کابینہ نے اس مرحلے پر پہنچکر برطانیہ کی پیروی کرنے کا فیصلہ کرلیا اور میونک کی بار ناگزیر ہوگئی،

گذشتہ ستمبر کے مہینے میں جو نزاکت حالات رونما ہوگئی تھی اس کا صحیح صحیح اندازہ لگانے کے لئے ان سب باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے،

دوبارہ سیاسی انتشار!

اب جرمنی کے زیکوسلوویکیہ پر قبضہ کرنے اور رومانیہ کے سر پر خطرہ بن کر منڈلانے سے یورپ میں ایک دفعہ پھر بے چینی پھیل رہی ہے برطانیہ اور فرانس کی حکومتوں نے ہٹلر پر میونک پیکٹ سے غداری کرنے اور معاملے کی اسپرٹ کے خلاف جانے کا الزام لگایا ہے اب مسٹر چیمبرلین یہ کہہ رہے ہیں،

"اس ہفتے جو واقعات ہوئے ہیں وہ خود ان اصولوں کی تردید ہیں جو جرمن حکومت نے قائم کئے تھے، اس اعتبار سے خود جرمن حکومت نے اپنے کو ایک دوسری صف میں لیجا کھڑا کیا ہے اور ہم سب خود سے یہ سوال کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ آیا یہ ایک پرانے جارحانہ مشغلے کا اختتام ہے یا نئے مشغلے کی ابتدا؟ آیا یہ دنیا پر طاقت سے غلبہ پانے کی سمت میں آخری حملہ ہے یا پہلا قدم ہے؟"

ہر شخص نے ان سوالات کی جانب سے کان بہرے کرلئے ہیں جہاں تک اس کا تعلق ہے وہ تو "میری جدوجہد" میں اپنی پالیسی کی وضاحت کر چکا ہے اس نے مشرقی یورپ کا مالک بننے کا تہیہ کرلیا ہے،

میونک پیکٹ اسکے لئے یہ اشارہ تھا کہ دوسری طاقتیں اسکی پالیسی کو تسلیم کرتی ہیں،

رباعی

[illegible]

تیج ویکلی دہلی

۱۱ - اپریل ۱۹۳۹ء

قومی ہفتہ

قومی ہفتہ شروع ہو چکا ہے ہم اپنی پچھلی اشاعت میں اس ہفتہ کا تاریخی پس منظر و اہمیت پیش کر چکے ہیں آج اسکے پروگرام کو کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں:-

کھادی یا کھدر یعنی ہاتھ سے کتا اور بنا ہوا کپڑا ابھیا اور خریدنا اس ہفتہ کے پروگرام میں خاص اہمیت رکھتا ہے ۱۹۲۰ء میں مہاتما گاندھی نے کھادی کو کانگریس کے تعمیری کام میں جگہ دی تھی اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آیا کہ کانگریس کو براہ راست عمل اور تخریبی کاروائیوں کی طرف زیادہ توجہ دینی پڑی ہر چند مہاتما گاندھی یہ چاہتے تھے کہ تعمیری اور تخریبی کام ساتھ ساتھ چلے لیکن اوسط کانگریسین اور کانگریس کمیٹیوں کے لیے یہ توازن نباہنا آسان کام نہیں تھا اس لئے مہاتما جی نے آل انڈیا چرخہ سنگھ کے نام سے ایک الگ سنگٹھن اس کام کے چلانے کے لئے بنا دی چنانچہ اب بھی کھادی کا رواج دینا تو بدستور کانگریس کے پروگرام میں شامل ہے لیکن اس کی تفصیلی کارروائیاں چرخہ سنگھ کے سپرد ہیں

اکثر لوگ شبہ ظاہر کرنے لگتے ہیں کہ کھادی کا سوراج سے کیا تعلق ہے اور ہمیں افسوس کے ساتھ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کانگریسی کارکنوں کا بھی ایک طبقہ اس شبہ میں شریک نظر آتا ہے اگرچہ مہاتما گاندھی اپنے متعدد مضمونوں میں اس مسئلہ پر روشنی ڈال چکے ہیں سوراج محض سیاسی چیز نہیں ہے بلکہ اقتصادی بھی ہے ہندوستان جیسے ملک میں گھریلو صنعتیں بجائے خود بہت اہم ہیں لیکن ان میں بھی سب سے زیادہ اہمیت چرخے کی ہے کیونکہ کھانے کے بعد پہننا انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اگر ہندوستانی غیر ملکی کپڑے کے محتاج نہ رہیں تو یہ اس ملک کی بڑی خوش قسمتی ہوگی اور وہی روپیہ جو دوسرے ملکوں کو چلا جاتا ہے اس ملک کے کسانوں میں رہے گا، چرخہ کاتنے کا کام اتنا آسان ہے کہ ہر شخص اسے سیکھ سکتا ہے اور جب سے مہاتما جی نے کھدر کی تحریک کو فروغ دیا ہے لاکھوں غریبوں کا اسکی بدولت پیٹ پلتا ہے

کھدر قومی پوشاک ہے اسے قومی کارکنوں کی وردی سمجھنا چاہیئے اس سے آپس میں مساوات بھی پیدا ہوتی ہے تعمیری کام کرنے کی صلاحیت اور اس کی صحیح اسپرٹ چرخہ کی بدولت پیدا ہوتی ہے قومی جوش ناخوشگوار صورت اختیار کر لیتا ہے مہاتما جی نے بہت سوچ بچار کر اس کا علاج چرخہ کاتنا رکھا بعض پرجوش نوجوان اسکا مذاق اڑاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہنگامی جوش سے یا عوام میں محض سیاسی بیداری پیدا کرنے سے سوراج حاصل ہو سکتا ہے لیکن مہاتما جی کی دوربین نگاہیں سوراج حاصل کرنے تک محدود نہیں بلکہ سوراج کو قائم رکھنے کی تدبیروں پر بھی پڑتی ہیں قوم نے مہاتما جی کا اہنسا تمک پروگرام منظور کر لیا ہے چرخہ اسکا علمبردار ہے کھدر اس کا نشان ہے چرخہ اہنسا ہی جو تعمیری واسطہ ہے اسے مہاتما جی اپنے متعدد مضمونوں میں واضح کر چکے ہیں، کھدر کے قومی بیداری کا نشان ہونے کا ایک بین ثبوت یہ ہے کہ جن دنوں قومی تحریک کا زور ہوتا ہے کھدر کی خرید فروخت بھی بڑھ جاتی ہے، دوسرے صوبوں میں کانگریس کا کام جتنا بھی زیادہ ہوتا ہے وہاں کھدر کا پرچار بھی تقریباً اسی تناسب سے زیادہ ہوتا ہے

ہندو مسلم ایکتا ملک کا دوسرا تعمیری کام ہے ۱۹۲۶ء کا اتحاد عارضی ثابت ہوا معاہدے اور پیکٹ کر کے اتحاد حاصل کرنے کی کوششیں اب تک ناکام ہی ثابت ہوئیں بلکہ بعض اوقات تو ان کی بدولت پیچیدگیوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا، مسلم لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ کی کوششوں سے باہمی تلخی اور زیادہ بڑھ گئی ہم اس سے قبل بھی یہ خیال ظاہر کر چکے ہیں کہ مسلم لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ قومیت کے متعلق دونوں کے نظریہ میں بنیادی فرق ہے تو کیا مایوس ہو کر بیٹھ جائیں؟ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے ہندوؤں اور مسلمانوں کو بہر حال اس ملک میں رہنا ہے ان کے مفاد بھی ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس لئے بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہم عوام سے براہ راست رابطہ پیدا کیا جائے، ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو کی یہ اسکیم ان کی صدارت میں جس زور شور سے جاری ہوئی تھی ویسی بعد کو نہیں چلی اور کانگریس نے مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرنے کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملک کی فضا اور زیادہ خراب ہو گئی اور مسلم لیگ کو پہلے سے زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی، اس قومی ہفتہ میں ایک بار پھر مسلم ماس کنٹیکٹ کمیٹی کے کام کو زندہ کرنا چاہیئے حقیقت آخر ظاہر ہو کر رہے گی عوام کو بہت عرصہ تک بیوقوف نہیں بنایا جا سکتا فرقہ پرستی کا بھوت سروں سے ضرور اترے گا لیکن اسکے لئے جانفشانی کے ساتھ ان تھک کوشش کرنے کی ضرورت ہے،

آئینہ خیال

یو پی ٹیننسی بل

یو پی ٹیننسی بل کی دوسری خواندگی مخالف پارٹی کے تمام روڑے اٹکانے کے باوجود یو پی اسمبلی سے پاس ہو گئی اور بل کا قانون بن جانا اب یقینی ہے اور یہ بھی یقینی ہے کہ اس کے قانون بن جانے کے بعد یو پی کے کسانوں میں ایک نیا دور شروع ہو جائے گا اس بل کا خلاصہ پہلے شائع کیا جا چکا ہے اور اس کے مختلف دفعات پر بحث بھی شائع ہوتی رہی ہے لیکن اس کے دور رس نتیجوں کے پیش نظر ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کے خاص خاص پہلوؤں کو ایک بار پھر بیان کر دیا جائے

اب تک جو کاشتکار قانونی کہلاتے تھے انہیں موروثی حقوق حاصل ہو گئے ایکٹ ۱۹۲۶ء سے پہلے جو کاشتکار غیر دخیلکار تھے وہ زمیندار کی مرضی پر کسی وقت بھی بیدخل کئے جا سکتے تھے اس ایکٹ کے پاس ہو جانے کے بعد ان کاشتکاروں کو صرف حیاتی حقوق حاصل ہو گئے اور وہ قانونی کاشتکار کہلانے لگے ان کے مرنے کے بعد ان کا وارث پانچ سال تک اس اراضی پر قابض رہ سکتا تھا اب نئے قانون کی رو سے انہیں موروثی حقوق دے دئے گئے ہیں اور وہ نسلاً بعد نسلاً اراضی پر قابض رہ سکتے ہیں صرف عدم ادائیگی لگان کی بنا پر ہی انہیں بے دخل کیا جا سکے گا اور اس میں بھی عادی نادہندہ اور اتفاقیہ طور پر لگان نہ دینے والے میں امتیاز کیا جائے گا اور جو کاشتکار عام طور پر اپنا لگان ادا کرتے رہتے ہیں ان کے لئے مزید سہولتیں رکھی گئی ہیں،

سیر کی اراضی میں کاشتکاروں کو اب تک کوئی حقوق حاصل نہیں ہوتے تھے ۱۹۰۱ء کے قانون کی رو سے جو اراضی سیر تھی وہ ۱۹۲۶ء میں بہت زیادہ ہو گئی بات یہ تھی کہ زمیندار پارٹی نے جو اس وقت یو پی کونسل میں برسر اقتدار تھی اپنی دس سال سے زائد کی خود کاشت کو بھی اس قانون کی رو سے سیر قرار دے لیا گویا ایک ہاتھ سے کاشتکاروں کو جو کچھ دیا گیا وہ دوسرے ہاتھ سے چھین لیا گیا نئے قانون کی رو کر ان کے یہ حقوق ساقط کر دئے گئے ہیں زمینداروں نے یہ بہت کچھ واویلا مچایا ہے

باقی صفحہ ۱۰ کالم ۱ پر دیکھیئے

ہریجن ادھار کا پروگرام بھی کانگریس کے پروگرام میں مہاتما جی کی اسکیم کے بموجب ۱۹۲۱ء میں ہی شامل کیا گیا تھا اس کی ایک الگ سنگٹھن ہریجن سیوک سنگھ کے نام سے بن گئی ہے لیکن کانگریس کا پروگرام بدستور قائم ہے بجا کانگریسی حکومتیں قائم ہو جانے سے ہریجنوں کو کچھ سہولتیں تو حاصل ہوئی ہیں اور ان کے حق میں کچھ اچھے قانون بھی بن گئے ہیں لیکن محض حکومت کی مدد سے یا قانون کے ذریعہ ہی ہریجن ادھار کا کام پورا نہیں ہو سکتا عوام کو بھی اپنا فرض پورا کرنا ہوگا ملک کے کروڑوں باشندوں کو جانوروں سے بدتر حالت میں رکھنا نہ صرف انسانیت کے خلاف ہے بلکہ ہماری سیاسی ترقی کی راہ میں بھی حائل ہے ہریجن ادھار کے کام میں جہاں ایک طرف ہریجنوں کے حقوق و مفاد کی حفاظت پر زور دینے کی ضرورت ہے وہاں انہیں اپنے فرائض پورے کرنے کا بھی مشورہ دینا چاہیئے اور یہ بتانا چاہیئے کہ وہ محض دوسرے لوگوں کی مدد پر ہی بھروسہ نہ کریں بلکہ خود اپنی حالت سدھارنے کی بھی کوشش کریں

نشہ بندی کی تحریک ملک میں آجکل بہت زور سے جاری ہوئی ہے کانگریسی حکومتوں کی دیکھا دیکھی غیر کانگریسی حکومتوں نے بھی اس جانب قدم اٹھایا ہے یو پی کے چھ ضلعوں میں نشہ بندی کی سکیم پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے بمبئی اور احمد آباد جیسے کارخانوں کے شہروں میں سختی سے نافذ کر دیا گیا ہے لیکن عوام کے تعاون کی پھر بھی سخت ضرورت ہے اور بمبئی میں حکومت کی طرف سے نشہ بندی کی گئی تھی مگر وہاں کی پبلک اس کے خلاف تھی اس لئے اس کام میں سہولت نہیں ہوئی مگر ہندوستان میں لوگ شراب کے اتنے عادی نہیں ہیں اب تک صرف بمبئی کے پارسیوں نے ہی اس اسکیم کی منظم طور پر مخالفت کی ہے ورنہ سب جگہ اس کا سواگت ہی کیا گیا ہے، نشہ پینا یا کھانا یوں ہی ایک خراب عادت ہے اور محکوم قوم کو تو بالکل ہی زیب نہیں دیتا،

ان تعمیری کاموں کے ماسوا کانگریس کی داخلی خرابیاں دور کرنے، ممبروں کی بھرتی کرنے، قومی جھنڈے گانے وغیرہ کے بھی پروگرام ہیں جن میں سب سے اہم اول الذکر ہے ہمیں امید ہے کہ قومی شہیدوں کی یادگار ملک میں موزوں طریقہ پر منائی جائے گی

پچھلے صفحہ سے

سس تبدیلی سے ۷۰ لاکھ ایکڑ کی آراضی میں سے پانچ لاکھ ایکڑ آراضی پر اثر پڑتا ہے۔

کچی قرقی کا طریقہ بھی کسانوں کے لئے تکلیف دہ تھا زمیندار اور بالخصوص بڑے زمیندار براہ راست ... میں جانے کے مقابلہ میں یہ زیادہ سہل طریقہ تھے کہ کاشتکار کی کھڑی فصل کی کچی قرقی کرلیں اس بلا قانونا تو بہت پیچیدہ تھا لیکن زمیندار گاؤں کے دو چار آنے پیسے دیکر اس کا انگوٹھا لگوا لیا کرتے تھے دی کی گئی اور اسی طرح اور بھی زمینی کارروائیاں ہوتی تھیں جن سے کاشتکار کو بہت نقصان اٹھانا تھا۔ جب نیا بل بن رہا تھا اُس وقت بھی حکومت یو۔ پی بھی قرقی کے باب میں بہت سی تبدیلیاں کی تھیں مگر اس پر کمیٹی کے دوران حکومت نے اس باب کو ہی نکال یا بل سے اسے منسوخ کر لیا ہمارے خیال میں آ بل نے یہ مہ بالکل ٹھیک کیا ہے۔

کاشتکاروں کی وراثت کا معاملہ بھی بہت متنازعہ تھا۔ ۱۹۲۱ء کے قانون میں تو اس بارے میں پوزیشن چنداں ح ہی نہ تھی لیکن ۱۹۲۶ء میں جو ایکٹ بنایا گیا اُس میں ۴۴ بھی چنداں واضح نہ تھی بالخصوص کنبہ کا رشتہ دار اور مکاشت کے فقرے بہت مبہم تھے جن کی وجہ سے مقدمہ ی بہت بڑھ گئی۔ موجودہ قانون میں پوزیشن کو زیادہ ح اور صاف کر دیا گیا ہے۔ مسلم لیگ پارٹی نے اس معاملہ میں فرقہ دارانہ رنگ دینے کی کوشش کی تھی، اور وہ ہتے تھے کہ ہندو اور مسلمان کاشتکاروں کی وراثت کاشت کے ضابطہ میں بھی علیحدگی ہو جائے لیکن ان کی یہ کوشش ... نہیں ہوئی۔

جو کاشتکار بے دخل ہوتے تھے انکی آراضی پر جو مکان یا درخت ہوتے تھے وہ بالعموم زمیندار کو ہی مل جاتے تھے اب نئے قانون کی رُو سے زمیندار کو اس جائداد کا معقول معاوضہ دینا ہوگا اور اگر وہ نہ دے سکے گا تو اسی خریدار فراہم کرنا ہوگا، جب تک یہ انتظام نہ ہوگا۔ بیدخلی اثر پذیر نہ ہوگی یعنی کاشتکار بدستور اپنی آراضی پر قائم رہے گا، عام طور پر زمینداروں کی طرف سے اس بل پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس سے کاشتکاروں اور زمینداروں کے تعلقات خراب ہو جائیں گے ہمیں اس اعتراض میں ذرا بھی جان نہیں معلوم ہوتی کاشتکاروں اور زمینداروں کے تعلقات ابھی کون بہت اچھے ہیں جو انکی خرابی کا اندیشہ کیا جائے تھوڑے سے آدمی ایک کثیر تعداد کو دبائے رکھیں اور وہ کچھ نہ بولے تو اسے تعلقات کی خوشگواری نہیں بلکہ بیچارگی سمجھنا چاہئیے یو۔ پی کے اور بالخصوص اودھ کے کاشتکار ایک عرصہ سے بہت پامال چلے آتے ہیں کانگریس پارٹی ان کی ہمدردی کا دعویٰ کر کے اسمبلیوں میں گئی تھی اور وزارت کی باگ ڈور سنبھالی تھی، ہمیں خوشی ہے کہ یو۔ پی کی کانگریسی گورنمنٹ نے اس جانب دلیرانہ قدم اٹھایا ہے۔

....

آہ! لالہ ہردیالؒ!

محب وطن لالہ ہردیال سرزمین غیر میں ہمیشہ کے لئے اس جہان فانی کو خیرباد کہہ گئے، اپنے وطن کی محبت نے انہیں وطن سے دور کیا اور اسکے دیدار کی حسرت وہ اپنے سینہ میں لے گئے، آہ! اے بدنصیب سرزمین۔ تیرے لال کیا کیا جوھر بے نشان مٹی میں ملتے جاتے ہیں لالہ ہردیال جیسی قابلیت کا شخص اگر کسی دوسرے ملک میں پیدا ہوتا تو آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس کی شہرت ہوتی، لیکن مرحوم ایک محکوم ملک میں پیدا ہوئے ہیں نئے ان کے مرنے کے ایک ہفتہ بعد تک کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کیا دماغ تھا جس میں علم کے مختلف شعبے جھلکتے رہتے تھے کیا دل تھا جو حب وطن سے لبریز تھا، کیا سادگی تھی جو اُن سے پرمٹی حکومت ہندا نے ... کی قدر نہ کی، باوجودیکہ لالہ جی کے سیاسی عقائد تبدیل ہو چکے تھے۔

اور اب وہ پُرامن طریقے سے اپنے وطن کی خدمت کرنا چاہتے تھے، لیکن حکومت نے پھر بھی فراخدلی سے کام نہیں لیا اور انہیں اپنے وطن میں آنے کی اجازت نہ دی اہل وطن کے لئے ایک عظیم صدمہ ہے ہم مرحوم کی آتما کے لئے شانتی کی دعا کرتے ہیں اور ان کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

مسٹر جناح کی تقریر!

علیگڑھ میں مسٹر جناح نے جو تقریر فرمائی ہے اس میں حسب معمول بہت سی دلچسپ باتیں کہی ہیں مثلاً یہ کہ کانگریس اور نیشنلسٹ مسلمانوں نے سوا ادھورے دل سے مبہم ریزولیوشن پاس کرنے کے اور کچھ نہیں کیا جبکہ مسلم لیگ نے قاہرہ اور لندن کو ڈیپوٹیشن بھیجے۔ ہندوستان جلسے کئے اور متعلقہ گوشوں میں اہل فلسطین کے لئے دباؤ ڈالا ہم مسٹر جناح کی اس دیدہ دلیری پر حیران ہیں کہ عرب کے باشندوں نے تو پنڈت جواہر لال نہرو کا بحیثیت صدر کانگریس اسبات کے لئے شکریہ ادا کیا کہ انڈین نیشنل کانگریس اہل فلسطین سے دلی اور گہری ہمدردی کا اظہار کر رہی ہے اور مسٹر جناح کے نزدیک کانگریس کے ریزولیوشن تک ادھورے دل سے پاس ہوئے ہیں اور مبہم ہیں، مسٹر جناح نے غالباً یہ بھول جانے کی کوشش کی ہے کہ کانگریس اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی طرف سے ایک عرصہ تک ایجی ٹیشن ہوتا رہا ہے اس کے بعد مسلم لیگ کو یہ ہوش آیا کہ فلسطین میں بھی کچھ ہو رہا ہے مسٹر جناح نے سنہری کرسیوں پر بیٹھنے والوں اور سیاسیات کو تفریح کی چیز سمجھنے والوں کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا سب سے زیادہ اطلاق انہیں کی ذات شریف پر ہوتا ہے کیونکہ ہمیں تلاش کرنے پر بھی ان کی زندگی میں قربانی کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔

اشارات

راجکوٹ یوں تو ایک چھوٹی سی ریاست ہے مگر کچھ دنوں سے اس نے بہت اہمیت حاصل کرلی ہے۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ برطانیہ میں بھی اسکی گونج سنائی دیتی ہے کیوں نہ ہو آخر مہاتما گاندھی کی جنم بھومی ہے سچ تو یہ ہے کہ پچھلے مہینے راجکوٹ نیوز پیپروں پر چھایا رہا۔ یہ راجکوٹ ہی تھا جسکی بدولت لارڈ لنلتھگو نے اس بار نریندر منڈل میں راجاؤں کو اتنی تنبیہ کی۔ یہ راجکوٹ ہی تھا جس کی وجہ سے وزیر ہند نے دیسی راجاؤں کو کھری کھری باتیں سنا دیں سر مارس گائر کے فیصلے نے راجکوٹ کے معاملہ میں اور بھی زیادہ دلچسپی پیدا کر دی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجکوٹ ہندوستان کی ۵۶۲ ریاستوں کا فیصلہ کرے گا۔

راجکوٹ کاٹھیاواڑ کی ریاست ہے۔ اتفاق سے نوانگر بھی کاٹھیاواڑ ہی میں واقع ہے۔ جہاں کے جام صاحب آجکل نریندر منڈل کے صدر ہیں معلوم نہیں جام صاحب کی لیاقت کا پیمانہ کیا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ ریاستوں کے معاملہ میں بہت دلچسپی تندہی اور سرگرمی سے کام لے رہے ہیں چنانچہ انھوں نے حال میں کاٹھیاواڑ کی ریاستوں کی ایک کانفرنس کر ڈالی جس میں آس پاس کے سب راجہ شریک ہوئے۔

اس کانفرنس کا حال اخبار والوں کو زیادہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کیونکہ اسے دیدہ و دانستہ صیغہ راز میں رکھا گیا البتہ کانفرنس کے بعد جام صاحب نے ایک بیان دیا جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کنفیڈریشن اور فیڈریشن کے معاملہ پر غور کیا ہے۔

فیڈریشن تو ہندوستان میں اس قدر بدنام ہو چکا ہے کہ لوگ اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں لیکن اتنا تو جانتے ہی ہیں کہ اس کے ذریعہ برطانی حکومت ہندوستان کی جکڑبندی میں اور اضافہ کرنا چاہتی ہے لیکن کنفیڈریشن ایک نئی بلا کم از کم ایک نئی اصطلاح ہے جس کے متعلق لوگ کچھ بھی نہیں جانتے آئیے فیڈریشن اور کنفیڈریشن دونوں کا ذکر تھوڑے سے لفظوں میں کر دیا جائے۔

فیڈریشن وہ گورکھ دھندا ہے جو ہندوستان سے سات ہزار میل کے فاصلہ پر تیار کیا گیا ہے جس طرح شادی کی رسم کی تکمیل گونے یا مکلاوے سے ہوتی ہے اسی طرح سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی تکمیل ہے، ہاتھ گھما کر ناک پکڑنے کی مثل تو بہت عام ہے فیڈریشن میں بھی کیا لگا ہے یعنی کہنے کو تو اسمبلی سے سرکاری اور نامزد شدہ ممبروں کا خاتمہ کر دیا جائیگا لیکن ؎

مشکل است کہ سر روز بشری بینم

انکی جگہ ریاستی نمائندے آئیں گے اور ریاستی نمائندے وہ نہیں کہ جنھیں ریاستوں کے باشندے منتخب کرینگے بلکہ وہ لوگ جنھیں والیان ریاست نامزد کریں گے ظاہر ہے یہ نمائندے ویرڈا لاٹائپ کے ہونگے جو گرگ ٹائپ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

اس فیڈریشن میں کیفیت یہ ہوگی کہ گھر بار سب تمہارا مگر تالے کنجی کو ہاتھ نہ لگانا یعنی ۸۰ فی صدی آمدنی سے مطلب نہ ہوگا ریلوے کے لئے ایک اتھارٹی بورڈ بنایا جائیگا جس پر اس کا کوئی کنٹرول نہ ہوگا۔ فوجی معاملے سب ایک میٹنگ کے سپرد رہینگے جو گورنر جنرل کے زیر فرمان ہوگا نہ کہ اسمبلی کے رو برو۔ اور خارجی ممالک سے تو بحث ہی کیا ہے ہندوستانی تو کبھی اس کے قابل ہو ہی نہیں سکتے۔

فیڈریشن سے مسلم لیگ تو اس لئے ناراض ہے کہ مسلمانوں کو انکی خاطر خواہ نمائندگی اس میں حاصل نہ ہوگی۔ کانگریس اس لئے نالاں کہ غلامی کی زنجیریں اور مضبوط ہو جائینگی اور والیان ریاست اس لئے فریادی کہ برطانی حکومت ہند سے سابقہ پڑنے پر رنگ ریلیوں میں فرق آ جائیگا اسی لئے والیان ریاست نے راجکوٹ میں اور اس سے پہلے کم از کم ایک درجن مرتبہ اس معاملہ پر غور کیا مگر خوف یہ ہے کہ فیڈریشن سے انکار کرنے سے کہیں وائسرائے صاحب ناراض نہ ہو جائیں اور حکومت ہند اور برطانیہ کا عتاب نہ نازل ہو اس لئے یہ کیفیت ہے کہ

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

کنفیڈریشن کو فیڈریشن کا بچہ سمجھنا چاہئیے اس کا مطلب یہ ہے کہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ملا کر ان کو ایک یونٹ قرار دے لیا جائے یہ تحریک وائسرائے ہند کی اس تقریر کا نتیجہ ہے جو انھوں نے حال میں چیمبر آف پرنسز میں فرمائی تھی والیان ریاست ابھی اور بھی گھبرائے ہوئے ہیں، کیونکہ ذاتی طور پر ان کا جو اثر و رسوخ اس وقت قائم ہے وہ اس حالت میں کہاں رہے گا۔

فیڈریشن اور کنفیڈریشن کے معاملے میں آخر والیان ریاست کس نتیجہ پر پہنچیں گے اس کے متعلق قیاس آرائی کچھ مشکل کام نہیں۔ وائسرائے ہند تو بہت بڑی چیز ہیں۔ ریزیڈنٹ کی آنکھوں کا اشارہ ہی بہت کافی ہے میل محبت تو سب کچھ کریں گے مگر آخر یہی ہوگا کہ ؎

زنداں کو چلے مچل مچل کر

خطاب!

(از جناب بابو کشن لال صاحب ثاقب بریلوی)

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

تم دیش کے پالن ہارے ہو، بھارت کا جیون تم سے ہے
تم ہو کسان ننگے بھوکے، تم ان باتوں کو کیا جانو!
تم اپنی نیک کمائی سے دن رات خزانے بھرتے ہو
دنیا کے سکھ کی تصویریں ہیں آج تمہارے جیون میں
ہر رُت میں تمہارے پریم بھرے گیتوں سے فضائیں گونج اٹھیں
ہاں پھٹے پرانے کپڑوں سے تم تن کو ڈھانپے رہتے ہو
جلتے ہیں تمہارے ہی دھن سے ہر سمت دیئے دیوالی کے
تم خون پسینے سے اپنے بھارت کو سینچا کرتے ہو
تم ہی اک سچے سیوک ہو، سنسار کی رکشا کرتے ہو
دکھ ساگر میں جس کی نیّا ہے، ڈگمگ ڈگمگ ڈول رہی
جس ناج کو پیدا کرتے ہو تم، اس کو ہم کھا لیتے ہیں
دنیا کی ہر نعمت تم سے، ہر نعمت کے موجد تم ہو،
گو پھوٹی کوڑی پاس نہیں رکھتے ہو لیکن سچ مانو
زر اور جواہر سے تم نے ہر ایک کی ہتھیلی بھر دی ہے
ہر دل کی بستی میں پھیلی ہیں کرنیں جس کی شکتی کی
ستھرے آنگن، سندر چھپر، ان پر بیلیں، بیلوں میں پھل
جھگڑوں سے تم کو نفرت ہے اور میل تمہاری ہے عادت
وہ بات ہے کیا؟ جس کے کارن بدحال ہو تم، خوشحال نہیں
جو ساتھ تمہارے جمنا تٹ پر گوئیں کبھی چرا تا تھا
ہر ایک کے جو ہر لیتا ہے ہر کشٹ، بلا، بپتا، سنکٹ
جو دیکھ نہیں سکتا اپنے بھگتوں کو سنکٹ میں دم بھر
کتنے ہی تار دئے جس نے بھو ساگر پار اتار دئے
بھر گیا ہے پیالہ دکھوں سے، کچھ دن جاتے ہیں چھلکے گا!
یعنی اب گاندھی بابا نے تم سے ہی جوڑا ہے ناتا!
آکاش میں بھارت ورش کے اب تم سورج بن کر چمکو گے

محلوں کی شوبھا تم سے ہے، اور شہروں کا دھن تم سے ہے
جگ تم سے ہے، دھن تم سے ہے من تم سے ہے تن تم سے ہے
اس آنی جانی مایا کا سنسار میں درشن تم سے ہے
کیا اپنی صورت دکھلائے شرمندہ درپن تم سے ہے
ہے پھاگ رنگیلا تم سے ہی، ہریالا ساون تم سے ہے
اونچے اونچے گھر والوں کو سکھ چین کا سادھن تم سے ہے
گھر گھر میں جوت تمہاری ہے، اجیارا آنگن تم سے ہے
یہ چمن، چمن ہے تم سے ہی، یہ گلشن، گلشن تم سے ہے
ہندوستاں کا ذکر ہی کیا، دنیا کا جیون تم سے ہے
اس ماتر بھوم کا چین ہو تم، سکھ شانت، ابھاگن تم سے ہے
ہم شہر کے رہنے والوں کا، موٹا تازہ تن تم سے ہے
یہ دودھ، دہی، ربڑی، کھویا یہ گھی یہ مکھن تم سے ہے
آرام سے رہنے والوں کی یہ سکھ کا یا، سورن تم سے ہے
ہے سیٹھ پھلا پھولا تم سے، خوشحال مہاجن تم سے ہے
جگمگا رہی ہے کائنات وہ سورج، روشن تم سے ہے
گاؤں کے گھر گھر میں ہر سو، کیرتن ہی، کیرتن تم سے ہے
خوش، دیر و کعبہ، دونوں میں ہر شیخ و برہمن تم سے ہے
بربادی اور تباہی کی کیوں چھڑی ہوئی رن تم سے ہے
کیا بات ہے جو روٹھا روٹھا اب وہ مدھوسودن تم سے ہے
ناراض نہ جانے کس کارن وہ دکھ نوارن تم سے ہے
کس لئے نہ جانے برگشتہ، وہ سنکٹ موچن تم سے ہے
کس لئے نہ جانے دور دور وہ پتت ادھارن تم سے ہے
جو غفلت پہلے غالب تھی تم پر۔ اب بدظن، تم سے ہے
خوش ہی جو کسی سے دنیا میں، بھارت کا موہن تم سے ہے
ثاقب، اک نور مسرت کا ہر دل کے اندر بھر دو گے

رہنما رہنما ہو جا!

(ترجمہ کارڈنیل نیومین)

از جناب آغا سید رفیق شاہ بلند شہر

(خاص نیچ ویکلی کے لئے)

رہنمائی کر اے مہربان روشنی میں ایک تاریک جنگل میں ہوں رات کتنی تاریک ہے، اور میں اپنے مکان سے بہت دوری میں ہوں میں تجھ سے یہ نہیں کہتا تو منزل مقصود تک میری رہنمائی کر نہیں بلکہ جہاں سے میرا راستہ شروع ہے وہاں میرا ایک قدم رکھ دے یہ ایک قدم کی رہنمائی میرے لئے بہت کافی ہوگی

اے مہربان روشنی! مجھے یاد ہے کہ میں نے اب تک تجھ سے نہیں کہا کہ میری رہبری کر میں اپنا راستہ خود پسند کرتا تھا اور اسی پر چلتا تھا، مگر اب سے روشن ضیا تو مجھے اپنی روشنی دکھا اور میری رہبری کر۔

مجھے صرف دنیا کے عیش و آرام پسند تھے، اور میں اپنی زندگی تمام لہو و لعب میں گذارتا تھا، مگر مجھے یاد آتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی تیرا خوف مجھ پر طاری ہوتا تھا، ایک مادہ خود پسندی کا جو مجھ میں تھا وہ مجھے پھر تجھ سے بیگانہ کر دیتا تھا، اور میں تجھے بھول جاتا تھا، یہ تمام باتیں ہوتے ہوئے بھی تو نے مجھ میں بہت اصلاحیں کیں، اور میری رہبری کی، مجھے امید ہے کہ تو اب بھی میری رہبری کرے گا

میں ایک پر خطر سفر پر جا رہا ہوں، راستہ میں مجھے کھائیاں ملیں گی سمندر پار کرنے ہوں گے اور شاید کسی پہاڑی علاقے سے بھی گذرنا پڑے، یہ سفر میرا تا حیات قائم رہے گا، اور رات کی تاریکی دور ہونے کی کوئی امید نہیں ہے میری زندگی کی تاریکی اور رات کا اندھیرا ایک سا ہے، رات کی تاریکی اُس وقت دور ہوگی جب اے روشنی تو چمکے گی، اور میری زندگی کا اندھیرا اُس وقت ختم ہوگا جب میں دوسری دنیا میں پہنچ جاؤں گا، میں وہاں فرشتوں سے ملوں گا، میں انہیں فرشتوں میں سے ایک ہوں جس سے آیا تھا اور وہیں جانا چاہتا ہوں وہ فرشتے مجھے جلد مسکرا کر اپنی آغوش میں لیں گے، اے مہربان روشنی مجھے بہت جلد اب وہاں پہنچا دے۔

حسین موت!

(ترجمہ: سر ہنری نیوبولٹ)

او، مغرب کی طرف تیز چلنے والی ہوا! آج کی کوئی خبر تو بتا۔ اس بڑے کمرے میں آگ کیوں روشن تھی اور کیا تقریب ہو رہی تھی؟

ہوا — اس کمرے کی کھڑکی میں ایک بہت ضعیف آدمی کھڑا تھا اس کا سر غرور کی وجہ سے اونچا اور آنکھیں چمک رہی تھیں، وہ اپنے ہاتھ میں ایک فہرست لئے ہوئے تھا جو اُس کے ہاتھوں میں کانپ رہی تھی

اے نسیم وہاں جو چرچا کیا تھا؟ لوگ خوش تھے یا غمزدہ؟

ہوا — اس کا کچھ علم نہیں، مگر ہاں وہ بوڑھا یہ کہہ رہا تھا کہ ایک زبردست جنگ! ایک حسین موت!!

اے ہوا! کیونکہ تو ہر جگہ جاتی ہے اس لئے تجھے اس تاریک کمرے کا بھی علم ہوگا جہاں ایک عورت لیٹی ہوئی تھی اور زندگی اس کے لئے کل ختم ہوئی تھی

ہوا — وہ عورت اپنے دل کے گہوارہ میں ایک بچے کو جھولا جھلا رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی۔ میرے بچے! میرے پیارے بچے!!

خاموشی!

(از جناب ہر سروپ صاحب بھوتی)

(۱) خاموشی سے ستر جاہر کا خزانہ ہو جاتا ہے، (۲) خاموشی سے بلا پوشاک کے زینت رہتی ہے،
(۳) خاموشی سے بلا بادشاہت کے رعب قائم رہتا ہے (۴) خاموشی سے بلا محنت کے عبادت پوری ہوتی ہے
(۵) خاموشی بے ۔ واز کا سلوک ہے (۶) خاموشی سب عیبوں کا تالا ہے،
(۷) خاموشی کا برتاؤ جاہلوں کے ساتھ بڑی عقلمندی ہے (۸) خاموشی سے نئی حالت کا انکشاف نہیں ہوتا
(۹) خاموشی کی زیادتی بھی بدتر ہے۔

نیچ ویکلی شمالی ہندوستان کا سب سے کثیر الاشاعت باتصویر اخبار ہے!

مسولینی کا آئندہ قدم کس جانب اٹھیگا (م)

لیکن گذشتہ اگست میں جنگ عظیم شروع ہونے کے بعد ہی سے یورپ میں حالات تیزی سے حرکت کر رہے ہیں۔ ایک بار پھر یورپ میں فسادکا مادہ پک چلا ہے اور کسی وقت بھی آتش فشاں پھٹ سکتا ہے۔ یورپ کی طاقتیں اس قدر خوفناک تناسب سے مسلح ہو رہی ہیں کہ جنگ ٹلتی معلوم نہیں دیتی۔

جس وقت اٹلی نے ایک طویل جنگ کے بعد حبش کو اپنی حکومت میں شامل کیا تو عام طور پر یہ سمجھا جانے لگا کہ اب دنیا میں امن و امان قائم ہو جائیگا مگر سپین کی خانہ جنگی شروع ہو گئی اور اٹلی نے کھلم کھلا باغیوں کی مدد کی۔ اسی اثنا میں ہٹلر بھی اپنے منصوبے باندھ رہا تھا جن کا نتیجہ آسٹریا اور زیکوسلوواکیہ ہڑپ کر جانے کی شکل میں برآمد ہوا۔ چنانچہ اب یہ سمجھنا چاہئیے کہ ہٹلر کے بعد مسولینی کے کسی کو ہڑپ کرنیکی باری ہے اور سب سے بڑا سوال ہمارے سامنے یہ ہے کہ مسولینی کا آئندہ شکار کیا ہوگا؟

ٹیونس پر للچائی ہوئی نظریں

مسولینی نے پہلے ہی اس سوال کا جواب دے دیا ہے۔ اس نے غیر سرکاری طور پر ٹیونس کا مطالبہ کر دیا ہے جس کا جواب فرانس نے سختی کے ساتھ نفی میں دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ظاہرا فرانس کے انکار پر اٹلی میں کوئی ہیجان نہیں پیدا ہوا مگر مسئلہ معاملے کی ظاہری صورت سے کہیں زیادہ گہرا ہے اور اس لئے اس سوال پر جلد یا بدیر ضرور نزاکت حالات رونما ہوگی۔

غذائی اشیا کی فراہمی کا سوال

اٹلی اور جرمنی لالچ ظاہر کرتے رہے ہیں اور فرانس اور برطانیہ ناپسند کرتے ہیں اس صورت حال کی کچھ وجوہات ہیں۔ برطانیہ اور فرانس۔ امریکہ کو بھی اسی ذیل میں سمجھئے۔ غذائی چیزوں کی فراہمی کی مشکل سے بالکل ناواقف ہیں جو چیزیں انکے اپنے ملکوں میں پیدا نہیں ہوتیں وہ ان کو اپنے نوآبادیاتی مقبوضات سے مل جاتی ہیں۔

مگر اطالینوں اور جرمنوں کی پوچھو تو ہر سال جب موسم سرما آتا ہے، اگر دونوں باشندوں کی غذا مہیا کرنے کا سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے اٹلی اور جرمنی کے لئے نوآبادیوں کا سوال دراصل کھانے کا سوال ہے۔ فرانس اور برطانیہ عظمی سے جرمنی کا سمجھوتہ ہے کہ اگر جرمنی کو وسطی یورپ کی دوبارہ تنظیم کرکے غذائی اشیاء فراہم کرنے دیا گیا تو وہ نوآبادیات کے سوال پر زور نہیں دیگا۔ اس سمجھوتے کی تہ میں یہی فراہمی غذا کا سوال کار فرما ہے۔ اب رہا اٹلی جب تک غذا کے مسئلہ کا حل نہ دیا جائیگا اس وقت تک اسے ٹیونس کے لئے بار بار مطالبہ کرنا ہی پڑیگا۔

برطانیہ کا مفاد

اگر سوال صرف کسی غیر آباد جگہ کا ہوتا تو فرانس ٹیونس چھوڑ دیتا۔ کیونکہ اس کے پاس تیونس قبضہ کرنے کے

کافی سے زیادہ ذرائع ہیں مگر ٹیونس اٹلی کو مل جانے کا مطلب ہے کہ وہ بنزرٹا بھی لے لیگا اور اس شہر پر اٹلی کا قبضہ ہو جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ بحیرۂ روم کے وسط اور ہندوستان اور مشرق کو جانے والے بحری راستے پر اٹلی کا قبضہ ہو جائے گا۔

کے لئے دونوں کو اس فوجی ناکے کی مشترکہ طور پر ضرورت ہے۔ اس بحری ناکے کی قومی اہمیت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ہم یہ معلوم کرتے ہیں کہ مصر شام ہندوستان اور مشرقی مقبوضات سے رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھنا اسی صورت میں ممکن ہے جب اس مقام پر قبضہ رہے۔

ان تھک اور بے چین مسولینی نوآبادیاتی امپائر بنانے کے ولولوں کا رخ ٹیونس کی طرف موڑ رہا ہے اسی معاملہ پر ایک عالمگیر سیاسی نزاکت حالات رونما ہونے والی ہے۔

یہی تو بات ہے جسکی وجہ سے برطانیہ اس معاملہ میں اتنی دلچسپی لے رہا ہے۔ دو تہور لاول سمجھوتے وہ بالٹس جزوی طور پر منتشر ہونے کے بعد سے بنزرٹ برطانیہ اور فرانس دونوں کا منتقر بن گیا ہے۔ اگر تلاش کیا جائے تو شاید

اگر اٹلی اس پر قبضہ حاصل کر سکتا ہے تو وہ افریقہ اور سسلی کے درمیان سے گذرنے والے تنگ سمندری راستے کو روک کر سلسلہ رسل و رسائل کو منقطع کر سکتا ہے جو برطانیہ اور فرانس کے لئے زندگی کا حکم رکھتا ہے اس

سسلی کے بیچ کی تنگ بحری راہ کو کھلا رکھنے کے لئے ایک ساتھ لڑیں گے۔

گذشتہ کشمکش کی بازگشت

افریقہ کے اس ناکے پر اٹلی اور فرانس کے درمیان جو کشمکش اس وقت جاری ہے یہ پہلی دفعہ نہیں ہو رہی ہے یہ تو ان قضیوں کی ایک بازگشت ہے جن کا سلسلہ بہت قدیم زمانوں تک جاتا ہے۔ ہر بڑھتی ہوئی سلطنت کے لئے ٹیونس ہمیشہ حرص آز انعام بنا رہا ہے اور اس لئے یہ مستقل کشمکش کا مرکز بھی بنا رہا ہے۔

ٹیونس کے باشندے خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس قسم کی کشمکشوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ بات کچھ قابل تعجب نہیں کہ وہ ہمیشہ منہ سے کم آئندہ تبدیلی کا ذکر کیا کرتے ہیں وہاں کلبوں اور کافی ہاؤسوں میں ٹیونس کی سیاسی قسمت ایک مستقل موضوع بحث بنا رہتا ہے۔

بین الاقوامی قضیے سے قطع نظر ٹیونس کا مسئلہ اندرونی پیچیدہ مسائل کی وجہ سے بھی الجھا ہوا ہے۔ اس سارے معاملہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں ٹیونس اور اس کے باشندوں کے بارے میں مفصل حالات جاننے کی ضرورت ہے۔

۱۹۳۶ء میں گذشتہ مردم شماری کے موقع پر ٹیونس کی آبادی کا اندازہ تقریباً پچیس لاکھ لگایا گیا تھا ۲۳ لاکھ ۳۶ ہزار مسلمان، ۱ لاکھ ۸ ہزار فرانسیسی، ۹۴ ہزار اطالین، ۴۷ ہزار یہودی اور تھوڑی تھوڑی تعداد میں دوسری قوموں کے لوگ جیسے یونانی مالٹا والے، یگو اور شورہ وغیرہ۔

بربروں کا ملک

اعداد و شمار دیکھنے سے یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس میں دو تہائی بربر ہیں اور باقی عرب اور بربر۔ اس لئے اس بات سے قدرتی طور پر ٹیونس کو فرانس یا اٹلی کی ملکیت نہیں بلکہ بربروں کا ملک سمجھتے ہیں۔

گو ایک مدت سے وہ بغیر کسی احتجاج کے غیر ملکی حکومت قبول کئے رہے مگر اب ٹیونس کی موجودہ نسل سے نوجوان [illegible] کے خواب دیکھ رہے ہیں جو ترکی اور [illegible] کے اثر سے [illegible] یہ ہے کہ ٹیونس کو اس عظیم الشان اسلامی سلطنت کا ایک حصہ بنایا جائے جو اوقیانوس [illegible] مشرق تک پھیلی ہوئی ہے۔

باشندگان ملک میں بے چینی کے آثار پہلے ہی نمودار ہو چکے ہیں قومیت کی روز افزوں لہر تمام دنیا میں پھیلتی جا رہی ہے اس کے مقابلے پر اٹلی یا فرانس دونوں میں سے کسی ایک کے لئے بھی ٹیونس کو

(باقی اگلے صفحہ پر)

رنگ تغزل

(از قلم جناب سید کسری منہاس)
(خاص طور پر دیپک کے لئے)

کسی کو درد میں ہمدرد ہم بنا نہ سکے
گئے ہم آپ سے یوں آپ میں پھر آ نہ سکے

نہ تاب دید نہ تاب شنید ہم کیا ہیں
کلیم جب ترے جلوے کی تاب لا نہ سکے

گناہ دیکھ کے شرم گنہ کی حد نہ رہی
دبے ہم ایسے کہ محشر میں سر اٹھا نہ سکے

جو دل دیا بھی الہی! تو کیا دیا تو نے
وہ دل جو حسن کے جلوے کی تاب لا نہ سکے

وفا کی عشق میں مجبوریاں معاذ اللہ
ہم اپنے بھولنے والے کو بھی بھلا نہ سکے

نیاز عشق سے دب کر رہا تبختر ناز
کہ سر جھکا کے ترے پاؤں بھی اٹھا نہ سکے

گھٹا نہ سوز جگر جوش اشک سے کچھ بھی
لگی وہ آگ کہ طوفان سے بجھ نہ سکے

خموش صورت تصویر ہیں [illegible] نہیں
کچھ ایسی [illegible] نہیں جو لب پہ آ نہ سکے

وہ بے نقاب جو ہوتے تو کہئے کیا ہوتا
یہ تھا نقاب [illegible] کہ ہم اٹھا نہ سکے

وہ ایسے عالم [illegible]
[illegible]

فرانس اور برطانیہ کے موجودہ اتحاد کا بنیادی سبب [illegible] معلوم ہوگا کہ بحیرۂ روم کی تمام [illegible] وقت پر [illegible] رکھنے

کے لئے جس طرح [illegible] فرانس دونوں [illegible] کے لئے تیار [illegible] اسی طرح وہ ٹیونس اور

پچھلے صفحہ سے آگے

زیادہ عرصے تک غلام بنانے رکھنا مشکل ہوگا۔

فرانس کا زاویہ نگاہ

فرانسیسیوں کے لئے ٹیونس انکے افریقی اور مشرقی مقبوضات کی کنجی ہے۔ شمال میں بیزرٹا بحیرہ روم کی بہترین قدرتی بندرگاہوں میں سے ہے اس علاقہ میں قطار در قطار بڑے بڑے قلعوں کے ایک چوڑے پھیلاؤ سے محفوظ کر دی گئی ہے اور ان قلعوں سے ایک لمبی نہر نکالی گئی ہے جس سے بیزرٹا کی جھیل میں داخل ہو سکتے ہیں۔

یہ جھیل دراصل سمندر کا ایک قلعہ بند بازو ہے اور اس کی گہرائی ہر جگہ پچاس فیٹ سے جس کی بجانب سے بڑا فاصلہ ہے۔ اندر کے شرق پر تین ہزار فیٹ اونچی پہاڑی کھڑی ہے جو قدرتی دیوار کا کام دیتی ہے۔

اپنے مفید محل وقوع کی وجہ سے ٹیونس فرانس کے اہم ترین بحری ناکوں میں شمار ہوتا ہے۔ بریسٹ اور تولون کے بعد اسی کا درجہ ہے نیوان اکورڈز (Nyon Accords) کے بعد سے یہ بحری متفر مشرقی بحیرہ روم میں فرانسیسی برطانوی بحری شاہراہ کا سب سے بڑا محافظ بن گیا ہے۔

گو برائے نام بے ریجنٹ کے لقب سے ٹیونس پر حکومت کرتا ہے۔ مگر فرانسیسی ریذیڈنٹ جنرل کا تمام اہم محکموں جیسے فنانس، پولیس، پبلک ورکس تجارت اور خارجہ تعلقات وغیرہ پر کنٹرول ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حال ہی میں فرانسیسیوں نے لوکل کونسلوں کے اختیارات میں اضافہ کر دیا ہے مگر ملک کے باشندے ان اصلاحات سے، جو حقیقی معنوں میں مفید ہونے کی بہ نسبت زیادہ تر دکھاوے کے ہیں، مطمئن نہیں ہیں حقیقت میں تو سارے اختیارات ابھی تک فرانسیسی ارباب اختیار ہی کے ہاتھوں میں ہیں۔

بربروں کی بے اطمینانی

گو ادنی درجے کی نوکریوں میں ٹیونس کے باشندے زیادہ تعداد میں ہیں مگر ہائی کمان فرانسیسی جرنیلوں ہی کے ہاتھوں میں ہے اس لئے بربروں میں بے چینی اور عدم اطمینان روز بروز زیادہ ہی ہوتا جا رہا ہے

اٹلی والے ٹیونس پر اپنا حق سمجھتے ہیں سسلی کے ساحل سے تھوڑے فاصلے پر بحیرہ روم کے اس کم گہرے پانی کے پار جو بحیرہ روم و مشرق کی بحری شاہراہ ہے، انھیں ٹیونس کی سرزمین دکھائی دیتی ہے اس لئے اٹلی والے اس پر اپنا قدرتی حق سمجھتے ہیں۔

فرانس سے سمجھوتہ کرکے ٹیونس میں بسنے والے اٹالینوں نے ہمیشہ اپنی قومیت برقرار رکھی ہے اور انہوں نے اپنے جداگانہ اسکول بھی کھول رکھے ہیں۔

ٹیونس کے اٹالین اخبار "یونینے" کی قیادت میں ان لوگوں میں سے ۹۰ فیصدی فاسسٹ بن چکے ہیں۔ ریڈیونی فاسسٹوں نے ایک مینی فیسٹو بھی نکالا ہے جو مضمون کے لحاظ سے زیکوسلواکیہ کے سوڈیٹان جرمنوں کے مدان خود اختیاری سے بہت ملتا جلتا ہے یہ کوئی رازکی بات نہیں ہے کہ مسولینی سوائے ان شرائط کے جن پر ۱۹۳۵ء میں فرانس کے وزیر اعظم کے رو برو ٹیونس پر اٹالینوں کو ۱۹۶۵ء تک خصوصی حقوق سے فائدہ اٹھانے دینے کی جو اجازت ملی ہے اس میں مسولینی ہی کی کوششیں کام کر رہی تھیں اور یہ جاننا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ انہی خصوصی حقوق کے بل بوتے پر ٹیونس کے اٹالین اپنے اسکولوں میں فیشزم کی تعلیم دیتے ہیں اور ہر طرح سے وہ رائج تبدیل کرنے کے حق میں پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

دنیا یہ بات خوب جانتی ہے کہ اس فیشزم کی تربیت کا انجام کیا ہوگا۔ مسولینی ایک ایسے دھاوے کی تیاری کر رہا ہے جس سے تاریخ بنائی جائے گی جب اس کے سوڈیٹان تیار ہو جائیں گے تو وہ اپنے آدمیوں اور ملک کو مادر وطن میں دوبارہ شامل کرنے کا مطالبہ پیش کرے گا۔ فرانسیسی اس بات کو خوب سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ کھلم کھلا جلدی جلدی ٹیونس کی قلعہ بندی کر رہے ہیں اور جنوب میں لیبیا کی سرحد کے قریب جہاں بڑی اٹالین سپاہ ریزرو میں ہے ایک قسم کی میگنو لائن بنا رہے ہیں۔

حقیقی خطرہ

ٹیونس کا سیاسی مسئلہ بہت پیچیدہ ہے اور اسی پر کسی لمحے بھی یورپ میں ایک خوفناک جنگ چھڑ سکتی ہے سب سے پہلے تو ٹیونس کے نوجوان ہیں جو یورپ کے تسلط سے آزاد رہتے ہوئے ایک پان اسلامک سلطنت قائم کرنے کے ولولوں سے لبریز ہیں۔ انکے بعد اٹلی آتا ہے جو افریقہ میں غذائی اشیاء کی تلاش میں ہے اور ٹیونس افریقہ کا صدر دروازہ ہے اور اس کے بعد فرانس ہے جو عملاً حکمرانی کو چلا رہا ہے

ٹیونس کے پیچیدہ مسئلہ کا اندازہ کرتے ہوئے وقتی طور پر مسولینی نے ہاتھ روک لیا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ وہ مناسب وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ بہت سے سیاسی نباضوں کا اس صورت حالات میں اندازہ یہ ہے کہ ٹیونس کے معاملہ پر بہت جلد ایک زبردست نزاکت حالات رونما ہونے والی ہے اور یہ مسولینی کا آئندہ قدم ہوگا۔

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۱)

ڈیڑھ سو روپے (۱۵۰) کے نقد انعامات

بالکل صحیح حل بھیجنے والے کو ایک سو روپیہ (۱۰۰)، ایک یا دو غلطیاں بھیجنے والے کو پچاس روپے (۵۰) آخری تاریخ ۳۰ اپریل ۱۹۳۹ء

مندرجہ ذیل ہدایات کو غور سے پڑھیے:

شرائط و قواعد معمہ نمبر (۱)

(۱) اس انعامی مقابلہ کی فیس ۴ آنہ فی نقشہ ہے لیکن ۲ دو نقشوں کے بھیجنے والے ایک نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں۔

(۲) کل فیس داخلہ حل کے فارموں کے ساتھ آنی چاہیے، آپ فیس داخلہ بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر یا ڈاک کے ٹکٹوں کی صورت میں بھیج سکتے ہیں، جو کچھ بھیجیں اس کا اندراج نقشہ ذیل میں ضرور کر دیں۔

(۳) تمام حل انہیں فارموں پر بھیجے جائیں جو تیج ویکلی میں شائع ہوتے ہیں کسی دوسرے کاغذ پر حل بھیجنے والوں کے نام مقابلہ میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔

(۴) فارموں کو روشنائی سے نہایت صفائی کے ساتھ بھرنا چاہیے، پنسل سے بھرے ہوئے یا کٹے ہوئے یا مٹے ہوئے حروف والا معمہ مقابلہ سے خارج کر دیا جائے گا۔

(۵) پہلا انعام مبلغ ایک سو روپیہ اُن صاحب کو دیا جائے گا جن کا بھیجا ہوا حل ہمارے سربمہر حل کے مطابق ہوگا، اور دوسرا انعام اُن حضرات کو تقسیم کیا جائے گا جن کے حلوں میں ایک یا دو غلطیاں ہوں گی۔

(۶) معمہ کا صحیح حل تیج ویکلی اور روزنامہ تیج ۹ مئی ۱۹۳۹ء میں شائع کر دیا جائیگا (باقی شرائط صفحہ ۲۳ پر دیکھیے)

اشارات

(الف) داہنی طرف سے بائیں طرف پڑھیے:-

(۱) گر یہ بھی مل جائے تو پھر بہت ہے۔
(۳) ستیہ جی کی زندگی نہایت ... تھی
(۸) اسے بانٹنے والے نہایت بیہودہ ہوتے ہیں۔
(۹) مسافرت میں جب آدمی مفلس ہو جائے تو یہ کارآمد ثابت ہوتی ہے۔
(۱۰) جعلساز آدمیوں کا جھوٹا ... پرکھنا پولیس کو مقدمات میں اکثر کامیاب کرتا ہے۔
(۱۲) دنیا کسی وقت اس سے خالی نہیں۔
(۱۵) ایک خودمختار مشہور ریاست کا نام ہے۔
(۱۶) دھوتی بعض ہندو بھائیوں میں ... کھی جاتی ہے۔
(۱۷) بعض باتیں بچوں کی ... کی ہوتی ہیں۔
(۱۹) انجینئری کے طلباء ڈرائنگ سیکھنے میں یہ بہت خراب کئے ہوں گے۔
(۲۱) ایسے آدمی کی بزم رؤسا میں بڑی قدر ہے۔
(۲۴) شراب کے ساتھ اگر یہ بھی ہو تو کیا کہنا
(۲۵) ایسا افسر کی ملازمین بہت تعریف کرتے ہیں۔
(۲۶) اکثر ملازمین ریلوے بغیر کرایہ ادا کئے ... کو ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک محکمہ بالا سے چھپا کر لے جاتے ہیں

(ب) اوپر سے نیچے کی طرف پڑھیے:-

(۱) اس معمہ کے حل کرنے والے انعامات کی فہرست کا بڑی بے انتظاری سے انتظار کر رہے ہیں۔
(۲) جی آئی پی ریلوے کا ایک ... جنکشن
(۴) ہندی مہینہ کا نام
(۵) ... شہروں کی گلیوں میں جہاں کی ... بجلی کا صفائی وغیرہ کا انتظام درست نہو آپ یہ سب بہت پائیں گے۔
(۶) بچوں کے لئے سگریٹ پینا ... ہے۔
(۷) عام طور پر چند گھنٹوں میں انسان کی زندگی ختم کر دیتا ہے۔
(۱۱) آسانی سے گرفت میں لانے کا آلہ
(۱۳) ایک مشہور شہر کا نام
(۱۴) کہاں مسلمان کہاں ... ذرا ہندوؤں کے گھر دیکھیے۔
(۱۸) بمعنی دروازہ
(۲۰) ہندوستان کے ایک مشہور بادشاہ کا نام
(۲۱) بعض بادشاہ اپنے ... کی وجہ سے مشہور ہیں۔
(۲۲) بہت لوگ اس پر اعتقاد رکھتے ہیں
(۲۳) بمعنی صرف۔

(ج) بائیں طرف سے داہنی طرف پڑھیے:- (۱۴) پہلوان جلدی جلدی کپڑے پہن رہا ہے کیونکہ ... سے دنگل ہے۔ (۲۷) قیدیوں کو سیئے ہوئے کپڑے اسکے ہاتھوں ملتے ہیں۔

فارم برائے اندراج معمہ نمبر (۱)

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے

اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے — ادا کردہ نقشہ کا نمبر

اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے — ادا کردہ نقشہ کا نمبر

پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں — مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجیے خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیجئے جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اُسے خالی چھوڑ دیں جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے، نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجیے۔

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۱) میں اس انعامی معمہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ منیجر تیج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا

پورا نام (صاف طور پر) .... پورا پتہ ....

رسید منی آرڈر .... یا پوسٹل آرڈر .... یا ٹکٹ ....

دھلی کلاتھ ملز دھلی کی گولڈن جوبلی

ملز کے حالات اور سرگرمیوں پر ایک نظر

کمپنی عظیم الشان اور عصر قدیم صنعتی کارخانے کی قائمی کے حالات اور اسکے نشوونما کے مطالعہ سے زیادہ دلچسپ اور سبق آموز مطالعہ اور کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سوتی کپڑے کی تیاری و تجارت کا حال بھی اس عام قاعدے سے کسی طرح مستثنیٰ نہیں کہا جاسکتا چنانچہ آج سے پورے پچاس سال پہلے دھلی کلاتھ اینڈ جنرل ملز کمپنی لیمیٹیڈ کی بنیاد بھی نہایت معمولی طور پر رکھی گئی تھی۔

کمپنی کے جنم داتا

شریمان لالہ گوپال رائے جی (جن کا تعلق دہلی کے مشہور خاندان "کوتوال والا" سے تھا) اس کمپنی کے جنم داتا ہیں، اس کمپنی کے ابتدائی برسوں میں آپ کو کن کٹھنائیوں اور مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا ہمیں بہت کم علم ہے اس لئے ہم ان کا صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں۔

ایجنٹس کی فرم

لالہ گوپال رائے جی اس کمپنی کے پہلے سکریٹری تھے اور آپ ۱۹۰۸ء تک برابر اس عہدے پر ممتاز رہے آپ کے سورگباش کے بعد آپ کے بھائی سورگباشی لالہ مدن موہن لال جی نے اس کام کو سنبھالا اور آپ ۱۹۲۳ء تک نہایت کامیابی سے اس عہدے کے نہایت اہم فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ازاں بعد ۱۹۲۳ء سے ۱۹۵۰ء میں لالہ شنکر لال جی یہ فرائض پورے کرتے رہے اور اس کے بعد سے میسرز شنکر لال بھرت رام اینڈ کمپنی بطور ایجنٹس یہ خدمات ادا کر رہے ہیں

شریمان لالہ شری رام جی اس فرم کے سب سے بڑے حصہ دار ہیں اور کمپنی ہذا کے ساتھ آپ کا تعلق ۱۹۱۲ء سے شروع ہوتا ہے یہ سال اس کمپنی کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے اور اسی سال سے اس کمپنی کی زندگی کا زیادہ منفعت بخش دور دورہ شروع ہوتا ہے اس پہلو میں لالہ شری رام جی نے جس سرگرمی و جانفشانی سے کام کیا ہے اس کے متعلق کسی قسم کی مبالغہ آرائی سے کام لینا محض ناممکن ہے اور بلاخوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مل کی تمام کامیابی آپ کی ہی جان نثارانہ محنت و قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

۱۹۳۱ء میں شریمان لالہ شنکر لال جی بھی بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرتے ہی مل کے جملہ انتظامات میں اپنے بڑے بھائی صاحب کا ہاتھ بٹانے لگے اور اس کمپنی و فرم کے لئے ہر طرح باعث تقویت ثابت ہوئے۔ انکے علاوہ اس خاندان کے دو ہونہار نوجوان میسرز بھرت رام اور چرت رام بھی فرم ہذا میں پوری پوری ذمہ داری اور اعتماد کی خدمات نہایت کامیابی سے ادا کر رہے ہیں اپنے دور زندگی کی ابتدائی منزل میں ہی پوری پوری دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں اور انکے تعلقات دیگر کارکنوں کے ساتھ نہایت ہی خوشگوار ہیں جو کہ کمپنی کے مستقبل کے لئے ایک نہایت ہی نیک فال کہی جاسکتی ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں ان سب اصحاب کے نامِ نامی کا ذکر کرنا تقریباً ناممکن ہے جو وقتاً فوقتاً اس کمپنی کے بورڈ آف ڈائرکٹرز سے تعلق رکھتے رہے ہیں۔ اس لئے یہاں صرف انہیں حضرات کا ذکر کافی سمجھا جاتا ہے جو ۱۸۹۱ء میں بورڈ آف ڈائرکٹرز میں شامل تھے اور جن پر موجودہ بورڈ مشتمل ہے۔

بورڈ کے موجودہ اور سابق ڈائرکٹران

لالہ شری کرشن داس، رائے بہادر رام کشن داس، سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ، لالہ سردھیان سنگھ، لالہ رام کشن داس، لالہ بہاری لال، رائے بہادر پیارے لال، لالہ شمبھو دیال، لالہ بنارسی داس، لالہ مہتاب رائے، لالہ چھوٹے لال، اودھ پرشاد، سردار بہادر سردار شوبھا سنگھ، لالہ نرنجن داس، مسٹر شری رام، ہیڈ سکریٹری کمرشل ایجوکیشن ٹرسٹ، لالہ گمبھیر سنگھ، لالہ رام سروپ، دیوان شیر سنگھ، لالہ بینی پرشاد، مسٹر ایچ۔ نور اللہ ممبر اسمبلی، بی۔ بی۔ سرور صاحب، سردار موہن سنگھ

رائے بہادر لالہ رام کشن داس پہلے بورڈ کے چیرمین تھے اور ۱۹۰۱ء تک اس عہدے پر ممتاز رہے بعد ازاں آپ کے سورگباشی بھتیجے لالہ شو پرشاد سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی ۱۹۰۱ء میں آپ کے جانشین ہوئے اور ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۸ء تک کرسی صدارت کی شوبھا بڑھاتے رہے۔ ۱۹۱۹ء میں مستقل صدر کی بجائے ہر اجلاس کا خاص صدر منتخب کئے جانے کا طریقہ جاری ہوا۔ اس اثنا میں جو ڈائرکٹر صاحبان کمپنی ہذا کے کام میں خاص دلچسپی لیتے رہے۔ ان میں رائے بہادر سلطان سنگھ صاحب کا نام نامی خاص طور پر قابل ذکر ہے جو برابر ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۰ء تک کام کرتے رہے ہیں اور خان بہادر محمد الٰہی بخش صاحب و خان بہادر غلام محمد حسین صاحب ڈائرکٹران کے اسمائے گرامی بھی انکی خاص خدمات کے لئے اس ذیل میں خاص جگہ پاسکتے ہیں

کمپنی ھذا کی ترقی

اس کے اظہار کے لئے بہترین طریقہ یہی ہوگا کہ چند ضروری صیغہ جات کے نسبتی عدد یہاں پیش کر دیئے جائیں

	۱۸۹۱ء میں	۱۹۳۹ء میں
داشتہ ملیہ	۳۲-۳۲-۳۳۳، ۲ روپیہ	۰-۰-۸۰، ۷۷، ۹، ۲ روپے
مشینری کھاتہ	۲-۰-۸۸۴، ۱۳، ۲ "	۰-۱۰-۹۲۳، ۹۰، ۸۷ "
عمارت	۷-۶-۹۶، ۸۴ "	۶-۶-۳۳۷، ۲۶، ۳۲ "
شکست	۶-۵-۸۴، ۱۵، ۱ "	۰-۰-۸، ۳۳۲، ۷۷، ۵۲ "
جو مزدور کام کرتے ہیں	۵۰۰ نفر	۱۲۰۰۰ نفر
روئی جو خرچ ہوئی	۱۹۰۵ من	۳۳،۷۰۷،۱۹ من
فروخت	۵-۴-۴۸۹، ۹۷ روپیہ	۸-۰-۲۹، ۲۱۷، ۳۲، ۸ روپیہ
ریزرو فنڈ	۰-۴-۳ "	۰-۰-۹۲۰، ۴۰، ۱۲ "
منافع	۱-۷-۸۷، ۱۹ "	۱۰-۱۰-۴۲، ۳ "
ملیں اراضیات	۰-۰-۱۹۸، ۱۷ "	۰-۰-۹۳۳، ۱۱، ۳ "
منافع تقسیم شدہ	۱۵-۱۹۲۰ "	۸-۳-۵۰۰، ۹۰ "
تنخواہیں اور مزدوری	۷-۰-۳۱۷، ۳۷ "	۱۵-۱۲-۹۸، ۷۷، ۲ "
پراویڈنٹ اور ویلفیئر فنڈ	۔۔۔۔	۹-۳-۱۶۱، ۸۴، ۱ "

۱۸۹۱ء میں صرف چھ ماہ تک کام کرنے کے بعد ہی یہ کمپنی ۶ فیصدی کے حساب سے منافع تقسیم کرنے کے قابل ہو گئی۔ اس کے دو سال بعد تک ۱۰ فی صدی منافع دیا جاتا رہا

۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۲ء تک کا عرصہ کمپنی ھذا کی تاریخ میں کسی قدر تاریک رہا کیونکہ اس زمانہ میں منافع کم ہوتے ہوتے ۶ فی صدی اور ۳ فی صدی کے درمیان رہا اور ۱۹۱۱ء میں سب سے کم رہا۔ اس سے اگلے سال سے ہی لالہ شری رام جی نے کمپنی کا کام سنبھالا اور اس کے بعد کے نتائج آپ کی شاندار خدمات کا روشن آئینہ کہے جاسکتے ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں کمپنی نے آرڈیننس ڈیپارٹمنٹ کے لئے لالہ دیوان چند کی شرکت میں خیمہ سازی کی طرف توجہ کی۔ اس پہلو میں لالہ دیوان چند جی نے کمپنی ہذا کی جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں ان کا اعتراف کمپنی کی طرف سے ۱۹۳۰ء کے اس ریزولیوشن میں کیا گیا ہے جو کمپنی ہذا نے انکے سورگباش پر پاس کیا تھا۔

اس صیغہ میں کام کرنے سے کمپنی ہذا کو جو منافع ہوا اس نے کمپنی کی پوزیشن کو بہت مضبوط کر دیا۔ اور اسے اپنے کام کو دوسرے منفعت بخش پہلوؤں میں توسیع دینے کے قابل بنا دیا۔ ۱۹۱۴ء تک مل میں زیادہ تر سوت کی تیاری (کتائی) کا کام ہی ہوا کرتا تھا، بعد ازاں کپڑا بنائی کی طرف بھی کچھ توجہ مبذول کی گئی اور ۱۹۱۹ء سے تو کپڑا بننا ہی اس مل کا سب سے بڑا کام ہو گیا دوران جنگ میں کمپنی ھذا کو اپنے کام میں جو منافع ہوا اس کے ایک حصے کے صحیح استعمال نے کمپنی کو ۱۹۲۵ء سے اپنے کام کو مزید توسیع دینے کے قابل بنا دیا جبکہ بیس ہزار تکلوں اور چھ سو کھڈیوں سے دوسری مل جاری کی گئی ۱۹۳۷ء میں اسے مزید توسیع دی گئی جبکہ بیس ہزار تکلوں اور پانچسو کھڈیوں سے تیسری مل شروع ہوئی۔

ان ملز کے ساتھ ہی ساتھ کپڑے دھونے اور رنگنے کا ایک زبردست کارخانہ شامل کیا گیا جو کہ تمام تیار شدہ کپڑے کے ½ حصے سے زائد کو دھو اور رنگ کر تیار کر سکتا ہے۔ یہ ملز موٹے اور باریک سوت کی چادریں اور چادروں کے کپڑے جھاڑن رومال، دھوتی، ساڑھی، جمپروں اور قمیصوں اور سوٹوں کے کپڑے، ململ، ٹوئیڈ، پردوں گدوں اور کرسیوں وغیرہ کے غلافوں کے کپڑے بناتی ہیں۔

دورالہ کا کارخانہ کھانڈ

ساتھ ہی اس کے نقصانات کے خطرات کو کم کرنے کی غرض سے دورالہ میں کھانڈ کا ایک کارخانہ بھی شروع کر دیا گیا ہے جبکہ اس کارخانہ کا پلانٹ (مشین) ایک دن میں پانچسو ٹن ایکھ پیڑ سکتا تھا، ۱۹۳۳ء میں آٹھ سو ٹن اور بعد میں بارہ سو ٹن کے قابل ہو گیا یہ کارخانہ ۴ فروری ۱۹۳۳ء کو جاری کیا گیا کمپنی ھذا اس کارخانے کی قائمی کے لئے آنریبل مسٹر ڈی۔ ڈبلیو۔ مارش۔ سی۔ آئی۔ سی۔ ایس کی نہایت شکرگذار ہے جنھوں نے نہ صرف اپنے بیش قیمت مشوروں اور رضاکارانہ امداد سے ہی اس کی حوصلہ افزائی کی ہے بلکہ اس کا افتتاح بھی فرمایا ہے۔ ۱۹۳۶ء میں اس کارخانے کو اور بھی ترقی و نشوونما دی گئی۔ اور اب یہ صرف معمولی کھانڈ ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی صاف اور دانہ دار کھانڈ، مٹھائیاں، شربت وغیرہ بھی تیار کرتا ہے۔ حالانکہ ارد گرد کے کارخانوں کے ساتھ، جو کہ بعد میں تقریباً ہر ایک ریلوے اسٹیشن پر قائم ہو گئے ہیں، اور اب مقابلہ بہت سخت ہے اور ایکھ کی قیمت بھی بہت چڑھ گئی ہے لیکن پھر بھی اس کارخانے کے نتائج ہر طرح قابل اطمینان ہیں جو کہ اس کے انتظامات کی عمدگی و معقولیت کی ایک نمایاں دلیل کہے جاسکتے ہیں، جن کے لئے کمپنی ھذا چودھری مختار سنگھ صاحب کی ممنون ہے اور انکی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کرتی ہے۔

اس کارخانے کے ساتھ نئی قسموں کی ایکھ پیدا کرنے کے متعلق تجربے کرنے کے لئے کھیت بھی قائم کئے گئے ہیں جہاں تک کے گرد و نواح کے کاشتکاروں کو اس بارے میں ضروری ہدایت بھی دی جاتی ہیں۔ اس کارخانے کی ایکھ کے متعلق کل ضروریات کا ۱۲ فی صدی ان کھیتوں کی پیداوار سے پورا ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ کارخانہ نہایت معقولیت کے ساتھ ہوئی رستہ ہے کہ اس نے اس علاقے ... [illegible]

(باقی اگلے صفحہ پر)

(صفحہ ۱۴ سے آگے)

اف اوہ! ایسا سخت حکم۔ آخر کس قصور پر؟"

قصور تو واقعی ایسا ہی تھا۔ راجکمار رہنیدر جو کہ بالکل راجکماری کا ہمشکل ہے کھیلتا ہوا میرے پاس آگیا اور آتے ہی میرے ارد گرد رکھے ہوئے آلات موسیقی کو چھونے لگا وہ اس وقت مجھے اس قدر پیارا معلوم ہوا کہ میں بیخود ہو گئی اور اسی عالم بیخودی میں راجکمار کو گود میں لیکر چومنے لگی۔ بس پھر کیا تھا راجکماری شیرنی کی طرح جھپٹ کر میری چھاتی پر سوار ہو گئی اور چاہتی تھی کہ پیشتر اس سے میرا کام تمام کر دے کہ دفعتاً مسٹر لاجو کر حسن و شباب میں راجکماری کا ہی نقش ثانی ہے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ دوڑتی ہوئی آگئی اور راجکماری کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر میری طرف سے معافی کی خواستگار ہوئی۔ اسی کے سمجھانے بجھانے سے راجکماری نے اس وقت مجھے بخش دیا اور اس کے بعد فوراً ہی یہ حکم سنا کر جب کا تذکرہ میں آپ سے کر چکی ہوں شاہی محلات سے باہر نکال دیا"

یہ تو کوئی ایسا قصور نہیں تھا کہ جس کی پاداش میں اس قدر سخت سزا دیجاتی؟"

جی ہاں۔ اپنی اپنی نظر ہی تو ہے ممکن ہے کہ راجکماری کی نظر میں یہ جرم اس قدر سنگین ہو گا جسے آپ معمولی ٹھہراتے ہیں"

"اور یہ جرم!" محبت سے راجکمار نے اپنے دونوں توی بازو کملنی کی گردن میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرے نقطہ نظر سے۔ آپکی ہونیوالی دلہن راجکماری....."

کملنی یہیں تک کہنے پائی تھی کہ ایک تیر برقی سرعت سے فضا میں سنسناہٹ پیدا کرتا ہوا آیا اور اس کی پیشانی کو چیرتا ہوا راجکمار کے بازو میں ہو کر رہ گیا۔ اس اچانک و جانکاہ حملے سے کملنی "ہائے مار ڈالا" کہہ کر ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی۔

راجکمار نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ کملنی کی گردن سے جدا کئے اور وہاں زخم پر پٹی کر کے تیر و کمان سنبھالتے ہوئے للکار کر بولا۔ کون ہے مردود! جس نے اس طرح چھپ کر حملہ کیا۔ اگر ہمت ہے تو مقابل آکر اپنا حوصلہ نکال لے"

راجکمار کی بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ دو حسین تیلیاں تیر کمان سنبھالے ہوئے سامنے آئیں ان میں سے ایک نے کہا

کیوں جناب فرمایئے۔ کیا ارشاد ہوتا ہے"

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تیر تم دونوں میں سے کسی ایک نے ہی چلایا ہو گا۔ یہ دیکھو تمہاری غلطی سے یہ خون ہو گیا ہے"

جی ہاں! یہ تیر ہم نے چلایا ہے غلطی سے نہیں بلکہ قصداً کیونکہ ایسا کرنے سے ہمارا مقصد مجرم کو سزا دینے کے سوا اور کچھ نہ تھا!"

تمہیں پتہ ہے کہ تم نے کس کا خون کیا ہے اور وہ تمہارا مجرم کس طرح ہو سکتا ہے؟"

جی ہاں! سب پتہ ہے۔ آپ اسکی تفصیل کے پھیر میں نہ پڑیئے!!

کیوں!

اس لئے کہ مجرم کا حمایتی بھی مجرم ہوتا ہے!"

تو کیا میں بھی اپنے آپ کو مجرم سمجھوں؟"

"بے شک آپ کا خیال درست ہے!"

"اگر میں خود کو آپ لوگوں کے حوالے نہ کردوں تو؟"

تو ہم زبردستی آپکو لیجائیں گے!

کیا تمہیں پتہ ہے کہ تم کس سے گفتگو کر رہی ہو؟"

جی ہاں۔ ریاست مان پور کے راجکمار رام سنگھ سے جو ہمارے علاقہ میں آکر ارتکاب جرم کرتے ہیں"

"مجھے تم کہاں لے جاؤ گی؟"

یہیں قریب ہی۔ راجکماری اندراوتی کے خیمے تک"

راجکمار کا چہرہ جوش مسرت سے چمک اٹھا۔ وہ ہاتھی سے اترنا چاہتے تھے کہ ان دونوں نے ایسا کرنے سے باز رکھا۔

"آپ اپنے ہمراہیوں کو یہاں سے پڑاؤ کی طرف واپس کر دیں اور صرف اپنا ہاتھی ہی ہمارے ساتھ لیکر چلیں لیکن ہاتھی پر ایک لاش موجود ہے!"

یہ خیال تو آپ کو پہلے ہی کرنا چاہئے تھا۔ اب تو آپ کو اسی صورت سے ہمارے ساتھ چلنا ہو گا"

راجکمار نے اپنے ہمراہیوں کو وہاں سے لوٹ جانے کا اشارہ کیا اور خود ایک قیدی کی حیثیت سے راجکماری اندرا کے خیمے کی طرف چل پڑے۔

۴

راجکماری اندرا کا اصلی خیمہ ایک صحرائی تالاب کے کنارے پر نصب کیا گیا ہے جس میں خوبصورت کنول کے پھول ہوا کی جنبشوں سے بیخودانہ انداز کے ساتھ جھوم رہے ہیں۔ راجکماری ایک جواہرنگار صندلی پر بیٹھی ہوئی وہاں کے رنگین مناظر کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی ہے اسے زیادہ تعجب اس بات پر ہو رہا ہے کہ یہ تالاب اس کے خواب میں دیکھے ہوئے تالاب کے عین مطابق ہے۔ بار بار اس کی نگاہیں اٹھ اٹھ کر تالاب کے وسط میں راجکمار کو تلاش کر رہی ہیں۔ جب .... وہاں نظر نہیں آتے تو وہ سے دور تک نظر دوڑاتی

(باقی اگلے صفحہ پر)

ہندستانی

ہندستانی اس بولی کو کہتے ہیں جس کو اکثر ہندستان کے سب ہی رہنے والے چاہے وہ ہندو ہوں یا مسلمان سمجھتے ہیں یہ ناگری اور فارسی دونوں لپیوں میں لکھی جاتی ہے کانگریس نے اسی کو سارے ہندستان کے لئے قومی زبان یا راشٹر بھاشا مان لیا ہے۔ اور چونکہ سب لوگ اسے سمجھ سکتے ہیں وہی اس کو پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے اس لئے اس کی عزت اور بھی بڑھ گئی ہے اور اس کی شکل کیا ہونی چاہئے اس پر بھی بہت چرچا ہونے لگا ہے۔

ہندستانی کے دو روپ دیکھے جا سکتے ہیں۔ ایک جس کا نام ہندی ہے، اس میں ہندی کے شبد بہت آتے ہیں دوسرا اردو جس میں اسی طرح فارسی اور عربی کے لفظ بہت آتے ہیں۔ دیاکرن ایک ہونے پر بھی دونوں کے لکھنے میں فرق پڑ گیا ہے اور وہ بڑھتا جا رہا ہے۔ جو سنسکرت کے شبد آتے ہیں ان کا کہیں کہیں ہندی کے دیاکرن کے مطابق دیوہار نہیں کر کے سنسکرت دیاکرن کے بھی مطابق دیوہار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح فارسی اور عربی کے لفظوں کو عربی اور فارسی کا جامہ کہیں کہیں پہنایا جاتا ہے۔ کچھ کٹر لکھنے والے یا بولنے والے اگر وہ ہندی کے پریمی ہیں تو فارسی اور عربی کے لفظوں کو اور اگر وہ ہندی کے حامی ہیں تو سنسکرت کے شبدوں کو چن چن کر اپنے لیکھوں سے نکال دیتے ہیں اور سنسکرت یا عربی کے لفظوں کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندی اور اردو ایک دوسرے سے الگ ہوتی جا رہی ہیں ہندستانی بیچ کا راستہ لیتی ہے۔ وہ نہ تو سنسکرت کے لفظوں کا دھتکار کرتی ہے اور نہ فارسی عربی کے لفظوں کو خارج کرتی ہے۔ اس کا اپنا دیاکرن ہے جس کو وہ ہمیشہ کام میں لاتی ہے۔ اور سنسکرت یا فارسی عربی کے قاعدے سے کام نہیں لیتی ہے۔ اگر کسی شبد کو لیتی ہے تو اس کو اپنا جامہ پہناتی ہے اور اپنے میں ملا لیتی ہے۔

انگریزی جملے کا ہندی یا اردو ترجمہ دو اخباروں سے دیکر میں بتانا چاہتا ہوں کہ ان میں اور ہندستانی میں کیا فرق ہے اور کون سب کے لئے سہل ہو سکتی ہے

The preliminary step to be taken in connection with the preparation of electoral rolls for the Federal Legislative were indicated by Sir Nripendra Nath Sirkar, the Law Member in the Central Assembly today.

از شری یت بابو راجندر پرشاد جی

فیڈرل لیجسلیچر کے لئے فہرست رائے دہندگان تیار کرنے کے سلسلے میں جو ابتدائی کارروائی کی جائے گی اس کے بارے میں سر این این سرکار لا ممبر نے آج اسمبلی میں روشنی ڈالی۔

اس میں "فہرست رائے دہندگان" ہندستانی قاعدہ نہیں بلکہ فارسی اضافت کا نمونہ ہے۔ پھر "رائے دہندگان" بھی فارسی قاعدے کے مطابق ہے۔ "رائے دہندہ" کا جمع یا بہو وچن بنایا گیا ہے ہندستانی قاعدے کے مطابق نہیں میری سمجھ میں اس کی صحیح ہندستانی شکل یہ ہونی چاہئے۔

"فیڈرل لیجسلیچر کے لئے رائے دینے والوں کی فہرست تیار کرنے میں جو شروع میں کارروائی کی جائے گی اس کو لا ممبر سر این سرکار نے آج اسمبلی میں کچھ بتلایا"

Replying to a question in the United provinces Legislative Assembly today, Dr. Katju, Minister for justice, gave a list of grants-in aid which the Government had sanctioned for the purpose of improvements in new fields of manufacture.

"سیوکت پرانتیہ دیوستھاپکا پریشد نے ایک پرشن کا اتر دیتے ہوئے نیائے منتری ڈاکٹر کاٹجو نے ان ادیوگ دھندوں کی سوچی دی جن کی انتی کے لئے سرکار نے سہایتا دینا سویکار کیا ہے"

اس میں جہاں تک میں سمجھتا ہوں دیاکرن تو ہندستانی ہی کا استعمال ہوا ہے مگر جو شبد آئے ہیں وہ سنسکرت کے ہیں اور ایسا معلوم پڑتا ہے کہ جیسے فارسی عربی کے لفظ جان بوجھ کر نکالے گئے ہیں پرشن اور اتر سوچی اور سہایتا سنسکرت کے شبد [illegible]

اور عربی سے لئے گئے سوال جواب، فہرست اور مدد کچھ کم چالو نہیں ہیں۔ ادیوگ دھندوں کے بدلے میں صرف دھندا کافی ہو سکتا ہے۔ ہندستانی میں کسی شبد کا دھتکار نہیں ہے، چاہے وہ کسی بھی بھاشا کا ہو لے لیا جاتا ہے۔

یہاں تک کہ جیسا اوپر دکھلایا گیا ہے اب انگریزی کے لفظ لئے گئے ہیں۔

پہلی مثال میں فیڈرل لیجس لیچر جوں کا توں رکھ گیا ہے۔ دوسری میں لیجس لیٹو اسمبلی کا انوواد دیوستھاپکا پریشد کیا گیا ہے

میں سمجھتا ہوں کہ اس جھگڑے کا نپٹارا ایک طرح سے ہو سکتا ہے کہ جتنے فارسی عربی کے لفظوں کو ہندی کے اچھے لکھنے والوں نے استعمال کیا ہے اور جتنے سنسکرت کے شبدوں کو اچھے اردو لکھنے والوں نے دیوہار کیا ہے ان کو ہندستانی میں لے لینا چاہئے ان کے علاوہ بھی نئے لفظوں کا دھتکار [illegible] [illegible] چاہئے کہ وہ کسی خاص زبان سے لئے گئے ہیں۔ بلکہ اس میں یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کہاں تک جلد لوگوں میں چل گئے ہیں یا چل جائیں گے۔

اگر وہ آسانی سے لوگوں کی سمجھ میں آ جاتے ہیں تو ان کا نکالنا ہندستانی کو کمزور بنانا ہوگا۔ آجکل بہت سے نئے لفظ گھڑنے ہوں گے، کیونکہ نئے وچار پھیل رہے ہیں اور نئے معنے سامنے آ رہے ہیں۔ جن کے لئے ہندی اور اردو میں بھی لفظ نہیں ہیں۔ انکے لئے لفظ سنسکرت یا عربی فارسی سے ہی بنائے جا سکتے ہیں

اس میں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ آسانی سے بولے یا سمجھے جا سکتے ہیں یا نہیں، ہو سکتا ہے کہ کہیں کہیں انگریزی کے شبد ہم کو رکھنا پڑے۔ اس سے ہماری ہندستانی [illegible] ہوگی۔ مگر ہم کو اپنے دیاکرن کو نہ [illegible] چل گئے ہوں، دوسرے جانے کے لائق ہوں اور آسانی سے سمجھ میں آ جاتے ہوں تو لینے میں جھجک نہیں ہونی چاہئے۔

ایسا کرنے سے ہی ایک معنی والے کئی لفظ ہندستانی میں آویں گے۔ اور جب لفظوں کا ذخیرہ بڑھے گا تو ان کے معنی میں بھی فرق پڑے گا۔ [illegible] باریکی آوے گی۔ اس لئے لفظوں کے رکھ لینے کی کوشش [illegible]

[illegible] ٹیٹیوں [illegible] ہونا چاہئے۔ رائے دہندگان سے رائے دینے والے کہیں اچھا ہے اور رائے دہندگان تو کسی حالت میں نہیں ماننا چاہئے۔ اگر رائے دہندہ لیں بھی جائے تو اس کا بہو وچن یا جمع رائے دہندوں سے ہونا چاہئے۔

اس لئے میری رائے میں اپنے دیاکرن کو اچھوتا اور شدھ رکھنا چاہئے۔ لفظوں کو کسی بھی بھاشا سے وہ کیوں نہ لئے [illegible] ہوں اگر

شری یت بابو راجندر پرشاد جی

ہندستانی کیا ہے؟

جو تقریریں آل انڈیا ریڈیو نے ۲۰ فروری ۱۹۳۹ء سے ۲۵ فروری ۱۹۳۹ء تک نشر کرائی تھیں، مکتبہ جامعہ نے ۲۷ فروری ۱۹۳۹ء کی صبح کو انہیں یک وقت اپنے تینوں دفاتر دہلی، لاہور اور لکھنؤ سے شائع کر دیا۔

ڈاکٹر تارا چند، مولوی عبدالحق، بابو راجندر پرشاد، ڈاکٹر ذاکر حسین، پنڈت برج موہن دتاتریہ اور آصف علی صاحب نے وقت کے اہم ترین مسئلہ کا حل جس طرح پیش کیا ہے آپ کو صرف اس کتاب سے معلوم ہوگا۔ کتاب اردو اور ہندی دونوں رسم الخط میں شائع

قیمت اردو ایڈیشن

قیمت

پچھلے صفحے سے آگے

...ر ہوتا ہے کہ جس نے سنسکرت پڑھی ہے یا سنسکرت بھری ہندی پڑھی ہے وہ اسی طرح کی ہندی زیادہ لکھے گا جس میں سنسکرت زیادہ ہو، جس نے فارسی عربی زیادہ پڑھی ہے اس کی بھاشا میں فارسی عربی کے لفظ زیادہ آئیں گے۔ یہ تو سوابھاوک یا قدرتی بات ہے۔ اس لئے اس بھاؤ کو روکنا مشکل ہے تو بھی ہندستانی جو سب لوگوں کی زبان بننے کا دعویٰ کرتی ہے اپنے کو ایسے روپ میں ہی رکھنے کی کوشش کرے گی جس میں اس کو سب ہی جان اور پہچان سکیں، اور اگر چاہیں تو اس کی کچھ سیوا اور خدمت کر سکیں۔

ہندستانی کو ہم کوئی نئی بھاشا یا نئی زبان نہیں جانتے ہیں اور نہ یہ جانتے ہیں کہ ہندی اردو سے کوئی الگ چیز ہے۔ بھاشا کی پہچان جیسا میں نے پہلے کہا ہے اس کے دیاکرن (قاعدے) سے ہوتی ہے، ہندی اور اردو اور ہندستانی کا (دیاکرن) قاعدہ ایک سا ہے۔

اس بارے میں اگر ہندی اور اردو میں کوئی فرق ہے تو وہ کوئی مہتو (اہمیت) نہیں رکھتا فرق ہے شبدوں کا اور اگر جو شبد دونوں میں استعمال ہوتا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے الگ بناتے ہیں، دونوں میں برابر سمان روپ سے استعمال ہونے لگ جائیں تو شبدوں کا خزانہ بھی بہت بڑا ہو جائے گا اور ان کے معنی میں باریکی بھی بہت آ جائے۔

ہندستانی جو بیچ کا راستہ لیتی ہے یہی کوشش کرتی ہے کہ ایسے لفظ آتے جائیں جو لوگوں میں سہل میں پھیلائے جا سکیں۔ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ گاؤں کے لوگوں کی بولیوں میں بھی بہت اچھے معنی دار الفاظ ہیں جن کا ارتھ ادا کرنے والا ہندی اور اردو کا کوئی لفظ جلد نہیں ملتا۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو گاؤں میں ہی استعمال میں آتی ہیں اور ان کے نام بھی دیہاتی بولی میں ہیں۔ ہم اکثر ایسا دیکھتے ہیں کہ پڑھے لکھے لوگ ایسے لفظوں کا استعمال کرنا دیہاتی پن جانتے ہیں اور ان کے بدلے میں بھدے سنسکرت یا فارسی عربی کے لفظ ڈھونڈھ نکالتے ہیں جو صرف ترجمہ ہوتے ہیں، معنی رکھنے والے لفظ نہیں ہوتے۔ ہم کو یہ بھی چھوڑنا ہوگا۔ ہندستانی یا ہندی یا اردو کو ایسے دیہاتی گنوارو لفظوں کو بھی اپنے میں شامل کرنا ہوگا۔ اگر ہندستانی کو چند لکھے پڑھے لوگوں کی ہی زبان نہیں رہنا ہے، اگر اس کو گاؤں کے ان پڑھوں تک پہنچنا ہے۔ اگر وہ کیول عدالتوں کی زبان نہ رہ کر جھونپڑوں تک بھی پہنچنا چاہتی ہے تو اس کو سنسکرت عربی اور فارسی کے ہاتھیوں پر سے اتر کر گھروں کی بولی کے پیروں پاؤں پیادے چلنا ہوگا۔

میں نے پہلے کہا ہے کہ ہندستانی سارے ہندستان کی قومی زبان یا راشٹر بھاشا مانی گئی ہے۔ ہندستان بہت بڑا دیش ہے، اس میں کئی صوبے ہیں، اور ان صوبوں کی الگ الگ بھاشائیں ہیں اور ان میں کئی بھاشاؤں میں سنسکرت کے شبد معمولی بول چال کی ہندی یا ہندستانی کے مقابلے میں زیادہ آتے ہیں۔ بنگالی ہی کو لیجئے اس میں سنسکرت کے بہت لفظ ہیں اور بنگالی بنگال کے سب رہنے والے بولتے اور سمجھتے ہیں۔ اس میں بھی فارسی اور عربی کے شبد ہیں مگر کم۔ اگر وہاں ہم بہت فارسی اور عربی والی ہندستانی بولیں گے تو لوگوں کو سمجھنے اور بولنے میں ادھک کٹھنائی ہوگی۔ مگر ادھک سنسکرت والی بولی بولیں تو وہ آسانی سے لوگ سمجھ اور سیکھ سکیں گے۔ اسی طرح فرنٹیر میں ہم زیادہ عربی اور فارسی والی ہندستانی بولیں گے تو وہاں کے لوگ اسے آسانی سے سیکھ اور سمجھ لیں گے۔ مگر ادھک سنسکرت بھاشا وہ نہیں سمجھ اور سیکھ سکیں گے۔ اس لئے ہندستانی میں گذارہ دونوں کا ہے اور ہونا ہی چاہئے۔ اس کے اچھے جاننے والے کو جسے اردو اور ہندی کہتے ہیں دونوں سے پورا پریم رہنا چاہئے اور وہ وہاں جس طرح لوگوں میں باتیں کرنا چاہتا ہے یا جیسے لوگوں کے لئے لکھنا چاہتا ہے ان کا خیال رکھ کر اپنی بھاشا میں ادھک سنسکرت یا فارسی عربی کے شبدوں کا ویوہار کرنا چاہئے۔

اس کے لئے میری سمجھ میں ایک ایسا لغت یا کوش بنانا چاہئے جس میں ہندستانی میں چالو سنسکرت اور عربی فارسی کے لفظوں کے معنی دیئے ہوں۔ سکولوں اور کالجوں کے لئے قریب دو تین ہزار ایسے معمولی لفظ دونوں سے لئے جائیں جو بہت چل گئے ہیں اور جن کا جاننا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ مثال کے لئے دو لفظ لیجئے جو بہت پرچلت ہیں، کاریہ کارنی سمتی اور مجلس عاملہ دونوں کے معنی ایک ہیں، ایک ہندی اور دوسرا اردو کے اخباروں میں روزانہ آتا ہے سب کے لئے دونوں کا جاننا ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ دنوں کے بعد دونوں کے معنوں میں کچھ باریک فرق پڑ جائے۔ تب زبان زیادہ وسیع ہو جائے گی اور اس باریکی کو ظاہر کرنے کے لئے ان کے پاس دو لفظ ہو جائیں گے جن کے ذریعہ ہم آج کے مقابلے زیادہ کام کر سکتے ہیں اور ساتھ میں بھاشا کی بھی ترقی کر سکتے ہیں۔

ہندستان ایک باغ ہے اس میں طرح طرح کے پھول پھولتے ہیں۔ جب سب اپنی اپنی جگہ پر پھولیں گے اور اپنے اپنے رنگ سے پھیلیں گے تو باغ کی خوبصورتی بڑھے گی۔ اگر ایک دوسرے کی خوشبو چھیننے کی کوشش کریں گے تو سوکھ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کچھ زیادہ پھول جائیں مگر باغ کی وہ شوبھا نہیں رہے گی اور نہ ہم اسے دیکھ کر خوش ہی ہو سکیں گے۔ اس لئے اس زبان کے باغ کو ہرا بھرا کرنا طرح طرح کے نت نئے پھول پھل لانا اور سارے باغ کو اور بھی زیادہ خوبصورت بنانا ہمارا دھرم ہے۔ ہندستانی یہی کر رہی ہے۔ آپ سب اس کی مدد کریں۔

o.L 1517

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۵۱۷

TEJ Illustrated WEEKLY

Price 2 ANNAS

قیمت دو آنے

سپین کی کامیابی کے بعد جنرل فرینکو قوم سے سلامی لے رہا ہے

No. 166 DELHI 20TH JUNE [illegible]

شری مہاتما نارائن سوامی جی
حیدرآباد ستیاگرہ کے ڈکٹیٹر
آپ حیدرآباد جیل میں بیمار ہیں
جس کے باعث آریہ سماجی حلقوں
میں تشویش ہو رہی ہے

شریمت مسٹر سبھاش چندر بوس
آپ لاہور میں ریڈیکل کانفرنس
کی صدارت کر رہے ہیں

مسٹر نوائل چمبرلین
آپ نے ہٹلر کے سامنے ایک گول
میز کانفرنس کی تجویز پیش کی
تھی جسے ہٹلر نے ٹھکرا دیا

سر کاؤس جی جہانگیر
آپنے پارسیوں کی طرف سے مہاتما
جی کی خدمت میں نشہ بندی کے
خلاف ایک وفد کی رہنمائی کی

راشٹرپتی راجندر باپو
آپ نے غیر ممالک میں ابناء
ہندوستانیوں کی بری حالت کے
متعلق حکومت ہند سے زبردست
پروٹسٹ کیا ہے

آج کی خبریں

شریمتی بوس کی پشاور کو روانگی
لاہور میں سردار کھڑک سنگھ سے ملاقات

لاہور ۱۷ر جون آج شب کو بمبئی ایکسپریس کے ذریعہ شریمتی سبھاش بوس دورۂ سرحد کے لئے پشاور روانہ ہو گئے۔ آج شریمتی بوس کا لاہور میں قیام مصروف پروگرام رہا۔ دوپہر کو آپ نے ماڈل ٹاؤن میں بابا کھڑک سنگھ سے ملاقات کی اور فارورڈ بلاک کے متعلق تبادلہ خیالات کیا۔ اس کے بعد طلباء کی ایک میٹنگ میں آپ نے تقریر کی آپ کی روانگی سے پہلے استقبالیہ کمیٹی نے آپ کے اعزاز میں ایک گارڈن پارٹی دی۔ (ا۔پ)

مدراس کے ایک گاؤں میں آتشزدگی
تیس ہزار روپیہ کا نقصان

مدراس ۱۷ر جون مدراس کے ایک گاؤں گدی پورم میں سو سے زیادہ دیہاتی آگ لگ جانے کے باعث بے گھر ہو گئے۔ ہریجنوں، دھوبیوں اور نائیوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ تیس ہزار روپیہ نقصان کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ بہت سے دیہاتی پیدل چل کر کلکٹر کے پاس امداد کے لئے آئے ہیں۔ (ا۔پ)

مدراس میں آریہ سماج پر پابندیاں
راشٹرپتی سے مداخلت کی درخواست

پٹنہ ۱۷ر جون راشٹرپتی بابو راجندر پرشاد نے کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لئے پنڈت جواہر لال نہرو کو خاص طور پر مدعو کیا ہے۔ اطلاع ہے کہ مدراس میں آریہ سماجوں کے جلسوں وغیرہ پر مدراس گورنمنٹ کی طرف سے جو پابندیاں عائد کی ہیں آریہ ستیاگرہ سبھا نے راشٹرپتی سے مداخلت کی درخواست کی ہے۔ (ا۔پ)

اجمیر کے دو سو والنٹیروں کا سواگت
احمد آباد میں زبردست تیاریاں

احمد آباد ۱۷ر جون اجمیر کے دو سو والنٹیروں کا ایک ستیاگرہی جتھہ سکندر آباد جاتے ہوئے کل صبح احمد آباد آئے گا جس کے سواگت کے لئے لوکل ... دشن۔ آریہ سماج اور ہندو سبھا مشترکہ طور پر زبردست تیاریاں کر رہی ہیں۔ ان تیاریوں کے پیش نظر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ڈسٹرکٹ پولیس ایکٹ کے ماتحت چوبیس گھنٹے کے لئے احمد آباد کے پانچ میل کے اندر اندر لاٹھی یا دیگر ہتھیار وغیرہ

سے کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ (ا۔پ)

پنجاب اسمبلی کا آئندہ اجلاس
شملہ کی بجائے لاہور میں ہوگا

شملہ ۱۷ر جون اس سال پنجاب اسمبلی کا اجلاس شملہ میں نہیں ہوگا بلکہ پنجاب گورنمنٹ کے شملہ سے واپسی کے فوراً بعد لاہور میں ہی اجلاس ہوگا۔ جس میں لاہور میونسپل کارپوریشن بل۔ دیہاتی پنچایت بل اور ابتدائی تعلیمی بل پیش ہوں گے۔ لاہور کارپوریشن بل جو تیار ہو رہا ہے خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ حکومت اسے بجٹ اجلاس سے پہلے نافذ کرنا چاہتی ہے۔ ابتدائی تعلیمی بل کی سلیکٹ کمیٹی آئندہ ماہ شملہ میں اپنا اجلاس منعقد کرے گی۔ (ا۔پ)

آنریبل مسٹر سہروردی کا استعفےٰ
بنگال کی موجودہ وزارت میں اختلاف

کلکتہ ۱۷ر جون یونائیٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ آنریبل مسٹر ایچ۔ ایس۔ سہروردی وزیر کامرس اور لیبر اور دیہاتی تنظیم بنگال نے آج شام کو وزیر اعظم بنگال کے پاس اپنا استعفےٰ بھیج دیا ہے۔ استعفےٰ کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ بنگال اسمبلی میں پیش ساہوکارہ بل کی کسی دفعہ سے آپ کو اتفاق نہیں ہے۔ آج صبح پارٹی کی میٹنگ میں آپ کے خیالات پر کئی ممبران نے سخت اعتراض کیا جس کی وجہ سے آپ نے آج اپنا استعفےٰ بھیج دیا ہے۔ کل میٹنگ میں آپ کے استعفےٰ پر غور و خوض کیا جائیگا۔ (ا۔پ)

برطانیہ اور جاپان میں کشمکش
برطانیہ سخت قدم اٹھائیگا
۱۹۱۱ء کا تجارتی معاہدہ توڑ دیا جائیگا

(ریوٹر مائنز سپیشل سروس)

ٹوکیو ۱۶ر جون ٹینٹسین میں انگریزی اور فرانسیسی علاقوں کی ناکہ بندی میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہے بلکہ روز بروز سختی ہوتی جا رہی ہے۔ کسی شخص کو سبزیاں لے کر برطانوی سرحد میں نہیں جانے دیا جاتا۔ دریا کے ہائے میں جاپانیوں کی کشتیاں گشت کر رہی ہیں تا کہ انگریزی علاقوں میں سبزیاں وغیرہ کھانے پینے کی چیزیں نہ جا سکیں انگریزی علاقوں میں اس کی وجہ سے بڑی گھبراہٹ پیدا ہو گئی ہے۔ کل سینکڑوں کسان سبزیاں وغیرہ لے کر

بات بھر بیٹھے رہے لیکن جاپانیوں نے انہیں جانے کی اجازت نہیں دی۔ ایک روسی کو جاپانی سنتری نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ یہ روسی کچھ کاغذات دکھا رہا تھا۔ اس واقعہ کو ایک انگریز نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ انگریز کا بیان ہے کہ اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے جھگڑے کا اندیشہ ہو۔ ٹینٹسین میں جاپانی افسران انگریزوں سے بات چیت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ انکا خیال ہے کہ اب یہ معاملہ محض ٹینٹسین کا ہی نہیں ہے۔

انتظار کیا جا رہا ہے کہ برطانیہ جاپان کے خلاف کیا قدم اٹھاتا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ برطانیہ بہت سخت قدم اٹھائے گا اور وہ سنہ ۱۹۱۱ء کے تجارتی معاہدہ کو توڑ کر جاپانی مال پر زبردست محصول عائد کر دے گا اور اس طریق پر جاپانی تجارت کو بہت بڑا نقصان ہوگا۔

جرمنی اور پولینڈ میں سمجھوتہ
سائنور مسولینی کی سرگرمیاں

(ریوٹر مائنز سپیشل سروس)

وارسا ۱۷ر جون کل پولینڈ کے پریذیڈنٹ نے ہز ہولی نس پوپ کے سفیر مقیم وارسا سے ملاقات کی۔ معلوم ہوا ہے کہ سائنور مسولینی کے اشارہ پر پوپ نے جرمنی اور پولینڈ کے درمیان سمجھوتہ کرانے کی کوشش شروع کی ہے۔

ایک مالدار ہریجن کے مکان پر ڈاکہ
دس ہزار روپیہ کا نقصان

جھانسی ۱۷ر جون پندرہ مسلح ڈاکوؤں نے جن کے پاس بندوقیں بھی تھیں یہاں کے ایک مالدار چمار دو ہریجن کے مکان پر ڈاکہ ڈالا اور دس ہزار روپیہ سے زائد کا مال لے کر فرار ہو گئے۔ مکان والوں نے ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو ڈاکوؤں نے ان پر گولی چلا دی جس سے دو آدمی زخمی ہو گئے۔ ڈاکوؤں نے ایک عورت کی ساڑھی پر مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگا دی اس عورت نے چابیاں دینے سے انکار کر دیا تھا۔ عورت کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔ (ا۔پ)

والئے منی پور کانگریس میں!

شیلانگ ۱۷ر جون مہاراجہ کمار تکیندر سوجا سنگھ جو سورگیہ مہاراج کلا چند دھوجا بہادر والئے منی پور (آسام) کے فرزند ہیں چند مہینوں سے یہاں آئے

ہوئے ہیں۔ آپ انڈین نیشنل کانگریس کے ممبر بن گئے ہیں۔ مہاراج کمار منی پور میں پراونشل کانگریس قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں آپ جلد ہی مسٹر سوشیل چندر سے ساتھ ناگا کے پہاڑی علاقوں کا دورہ کرنے والے ہیں۔

راجکوٹ کی ریفارم کمیٹی!
ڈو سب کمیٹیوں کا تقرر

راجکوٹ ۱۷ر جون ریفارم کمیٹی نے سوالات تیار کر لئے ہیں جو راجکوٹ کے سرکردہ لوگوں کے پاس ارسال کئے جائیں گے۔ اب کمیٹی عارضی طور پر ملتوی کر دی گئی ہے اس دوران میں دو سب کمیٹیاں مقرر ہو گئی ہیں۔ ایک تو سوالوں کے جواب پر غور کریگی اور دوسری زبانی شہادتیں قلمبند کریگی۔ دربار ویر بالا نے ایک انٹرویو کے دوران میں کہا کہ کمیٹی اعلان کی تاریخ تک اپنا کام ختم کر لے گی۔ (ا۔پ)

جرمنی اور اٹلی کا بحری تعاون

(ریوٹر مائنز سپیشل سروس)

برلن ۱۷ر جون سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ گرانڈ ایڈمرل ریڈر ۲۰ر جون کو سائنور کاولیری سے ملاقات کرے گا تا کہ جرمنی اور اٹلی کے بحری تعاون کے متعلق نئے مسائل پر غور و خوض کیا جا سکے۔

پنڈت مدن موہن مالویہ کی صحت

کلکتہ ۱۷ر جون پنڈت مدن موہن مالویہ جو اپنے علاج کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں ابھی دو ہفتہ تک یہاں ہی قیام کریں گے اور علاج جاری رکھیں گے۔ (ا۔پ)

ہڑتال کے سلسلہ میں گرفتاریاں

کلکتہ ۱۷ر جون فرنچ موٹر کار کمپنی کا کارخانہ کی ہڑتال کے سلسلہ میں آج چھ گرفتاریاں کی گئیں۔ وفادار کاریگروں کو دھمکانے اور ڈرانے کے متعلق بھی کئی مقدمات دائر کئے گئے ہیں۔ (ا۔پ)

بوڑھے دولہا کی ناامیدی
خالی ہاتھ واپس آیا

کاسگنج ۱۷ر جون ایک بوڑھا آدمی اپنی برات لے کر ایک نوجوان لڑکی سے شادی کرنے کے لئے ادھر آیا گیا۔ مگر یہاں کے کچھ سوشل اصلاحات کے حامی نوجوانوں نے پکٹنگ کیا جس سے یہ بوڑھا دولہا ناامید ہو کر واپس آ گیا۔ بوڑھے نے چار ہزار روپیہ دینے کا اعلان کیا تھا۔

ہوائی ڈاک کو دیر ہو گئی

کراچی ۱۷ر جون جو ہوائی ڈاک ۱۶ر جون کو کراچی پہنچنے والی تھی وہ چوبیس گھنٹے لیٹ ہو گئی ہے چنانچہ اب یہ ہوائی ڈاک کراچی اتوار کی شام کو پہنچے گی۔ (ا۔پ)

ہر ہٹلر کے مثنیٰ (DOUBLE) کی حیرت انگیز زندگی

ایک ہی شکل اور عادت کے (۲) دو ہٹلر کس طرح کام کرتے ہیں؟

"میں اصلی ہٹلر سے اتنا ملتا جلتا تھا کہ گوئیبلز نے مجھے دیکھتے ہی حیرت سے کہا یہی وہ شخص ہے جس کی ہمیں تلاش تھی"

(از قلم میکس میلان بوئیٹر)

میرا نام ایڈلف ہٹلر ہے، لوگ اسی نام سے مجھے جانتے ہیں اس کے سوا اور کوئی میرا نام ہے نہ دنیا مجھے اس کے سوا کچھ اور جانتی ہے،

میں جب پیدا ہوا تھا تو میرا نام "میکس میلان بائیٹر" رکھا گیا تھا، میں علاقہ بویریا کے زیریں حصہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا میں چاہتا ہوں کہ مرنے کے بعد میری مزار پر میرا یہی اصلی نام ہی کندہ کیا جائے۔

۱۹۱۴ء میں مجھے فوج میں بھرتی ہونا پڑا لوگس، امبرگ کی حفاظت کے لئے جو رجمنٹ تعینات تھی میں اس کے پہلے دو ڈویژن میں لگا ہوا تھا

ستمبر میں میری رجمنٹ کا جانب مغرب تبادلہ ہو گیا اور دریائے آئیں کے کنارے پر ایک جنگی خطرہ کی جگہ پر ہم لوگ خیمہ زن ہوئے سامنے موت سے بے پروا ہو کر ہم لوگ کود پڑے اور سب سے پہلے "ایمنٹ و پینٹ" کے قلعہ میں میں ہی داخل ہوا۔

ہائشس فنسل کوف کی تسخیر کے بعد میرے گولہ لگا اور میں سخت زخمی ہوا اٹھارہ مہینے تک اسپتال میں زیر علاج پڑا رہا۔ جس کے بعد میں نے کوارٹر ماسٹر کے افسر بن جا کر فوج سے علیحدگی اختیار کر لی ایک حقیقی جرمن ہونے کی حیثیت سے میں کلی طور پر ایک سماجی جمہوریت پسند (سوشل ڈیموکریٹ) نہ تھا، اور جب التوائے جنگ کا اعلان ہو گیا تو میں بھی باسٹل میں واپس آ گیا،

میرے چچا نے جو نورن برگ میں رہتے تھے کچھ جائداد چھوڑی تھی اس کی دیکھ بھال اور قبضہ کی فکر میں رہا اس دنیا میں رندگی جیسی منتشر ہو گئی تھی اس کو جمع کرنا شروع کیا۔

نیس (علاقہ فرانس) کے مقام پر ایک پبلشر کے ہاں مجھے مترجم کی جگہ مل گئی کئی حکومتوں کا کام ترجمہ کے لئے مجھے یہاں دیا جاتا تھا اور اگرچہ روپیہ کافی ملتا تھا مگر ذاتی بھروسہ اور رازداری کی انتہائی مشکل میں سے گذرنا پڑتا تھا،

فان ہنڈن برگ نے سوشلسٹ عیاد کی جگہ ہیر چیمبرمین ایک ادر مقرر کر دیا تو برلن میں ایک دفعہ پھر حکومت اپنی ہو گئی اور جرمن سر بلند ہو کر فخر کے ساتھ دنیا کو دیکھنے لگا،

رازدارانہ کارگذاری کے سلسلہ میں مجھے اپنے پدر وطن کی سیر کا شرف حاصل ہوا۔

۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء کو میں دوپہر کے تھوڑے ہی دیر بعد برلن میں داخل ہوا اپنے خفیہ کام کے سلسلہ میں میں نے کئی نام بدل رکھے تھے چنانچہ یہاں بھی اپنا نام ایک فرضی تجویز کر کے درج کرایا،

جونہی میں ہوٹل سے باہر آیا اور اپنے کام کے لئے نکلا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرا پیچھا کر رہا ہے

جب میں نے بانسری عمارت کے عظیم الشان منظر کی طرف دیکھ کر میں ذرا حیرت میں رہ گیا۔ میری آنکھیں آزاد جو کہ بنتی تھیں

یکایک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ پیچھے سے کسی نے آ کر میری بائیں بغل میں سے ہاتھ نکالا اور میری پسلی میں ایک گول سی دھات چبھو دی اسکو کوئی نہیں جانتا،

ایک بھدی آواز نے کہا "بالکل چپ چاپ سیدھے چلے آؤ، ذرا بھی شبہ ہے اگر تم نے شور کیا تو سمجھو کہ انجام کیا ہو سکتا ہے" یہ سمجھتے ہوئے اس نے ایک خوفناک پستول میری پسلیوں میں چبھو کر معاملہ کی سنجیدگی سے آگاہ کر دیا،

میں حیران تھا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ قصہ کیا ہے بہرحال سوچا یہی کہ کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے میں بے گناہ ہوں؟

موت کی دھمکی

آواز نے نہایت سرد مہری کے ساتھ مجھے سمجھانا شروع کیا "تمہیں یہاں ختم کر دینا بالکل آسان ہے، ذرا بھی مشکل نہیں لیکن اگر تم صبح تک زندہ رہنا چاہتے ہو تو چپ چاپ ہمارے حکم کی پیروی کرتے رہو اور جہاں لیجائے جاؤ چپ چاپ چلے آؤ۔

اور وہ دھات کا منہ (پستول) اب بھی میری پسلیوں میں برابر چبھویا جا رہا تھا۔

یہ سب کچھ برلن میں ایک کھلی سڑک پر ۱۹۳۳ء میں ہو رہا تھا، مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ صورت حال اس قدر تبدیل ہو گئی ہے ہر روسگ چانسلر شپ سے باہر اور فان پاپن چانسلری کے اندر ہو، پھر فان پاپن اور فان شلیر اندر ہو کمیونسٹ اور نازی عام ہڑتال کی دھمکی دے رہے ہوں ٹریفک کی ہڑتال پر برقرار ہوں،

جس نے دارالحکومت کو محصور کر رکھا تھا سازشوں سازشیں ہو رہی تھیں حسب پیر خود فان ہنڈنبرگ نے حقلا کر شاہدوں کے سامنے اپنے چانسلر سے یہ کہدیا تھا "اچھا جنرل صاحب آپ بھی، اب بتلائیے کب چڑھائی کریں گے میرے خلاف"

تو یہ صورت حال تھی اس وقت کے جرمنی کی میں بیوقوف سے بھی بدتر ہوتا اگر مزاحمت پیش کرتا اس لئے چپ چاپ چلا گیا جانتا تھا کہ ضرورت پڑنے پر بتاؤں گا کہ میں دراصل کیا ہوں اور کیا کرتا ہوں،

میرے گرفتار کرنے والے جواب کوئی درجن بھر ہو گئے تھے مجھے چانسلری کی عمارت میں لے کر گھسے، میں ذرا متعجب ہوا۔ محل نما چوکور عمارت میں سے کئی جگہوں سے گذرتے گذرتے آخرکار ایک میز والے کمرہ میں پہنچے جہاں خود چانسلر صاحب کی نشست تھی، مجھے ایک کمرہ میں ٹھہرایا گیا سب کے سب آدمیوں نے پستول سامنے کر دیئے

میں ٹھہرایا افسر نے حکم دیا "ننگا کر دو اسے" میں نے چلا کر کہا "جناب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے" لیکن یہ لوگ کچھ سننے کے لئے تیار نہ تھے انہوں نے مجھے برہنہ کر کے سب کپڑوں اور کاغذوں کی خوب تلاشی لی

مہلک گیس سے بچوں کی حفاظت کا طریقہ

ہر ہٹلر

اس کے بعد افسر نے حکم دیا "صبح تک کارپول صاحب آپ آرام کیجئے صبح کو ہز ایکسیلنسی آپ سے ملاقات کرنا پسند کریں گے،

چار مسلح سپاہیوں کی حراست میں

افسر نے گھوم کر میری طرف دیکھا اور کہا "ایڈلف اس دفعہ تم آخری مرتبہ پکڑے گئے ہو" پھر لفٹننٹ کی طرف مخاطب ہو کر کہا "چار آدمیوں کو اس شخص پر مسلح تعینات کر دیا جائے اور رات بھر نہایت سخت نگرانی کی جائے، میں کل صبح چھ بجے کے قریب آؤں گا"

وہ چلا گیا اور میں برلن کی خفیہ پولیس کو دل ہی دل میں کوستا رہا۔ کیا ہو رہا ہے اب اس کے جاننے کی چنداں ضرورت نہ تھی میں جان گیا تھا۔

اس سے پہلے بھی تین مرتبہ میں شبہ میں پکڑا جا چکا تھا آسٹریا کا نوخیز شورش انگیز جو نازیوں کا منسٹر کہا جاتا تھا میرا بالکل ہم شکل تھا

مجھ سے کہا گیا کہ ایک پلنگ پر لیٹ جاؤ، میں لیٹ گیا اور نہ معلوم کب تک سوتا رہا۔ میں اس وقت تک سوتا رہا جب تک کمرہ میں افسروں کی آمد سے گڑبڑ شروع نہ ہو گئی مجھے سخت نگرانی میں ایک زینہ پر سے اوپر لیجایا گیا، وضع قطع سے بات کا اندازہ لگانا کچھ دشوار نہ تھا کہ یہ چانسلر کی مطالعہ گاہ ہے

میں نے جب قدم رکھا تو جرمن ریخ کے چانسلر ہز ایکسیلنسی میجر جنرل کرٹ فان شلیشر کو دیکھا جن کے گرد کوئی چھ مددگار سینہ سپر ہوئے کھڑے تھے،

مجھے چانسلر صاحب کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کے لئے کہا گیا چاروں طرف مسلح پہرہ دار میری نگرانی کر رہے تھے میری طرف پستولوں کی نالیں تھیں "ہز ایکسیلنسی ہم اسے لے آئے ہیں"

اس نے مجھے غور سے دیکھا اور کہا "ایڈلف، خوب آپ ہیں بہت سویرے صبح آپ کو تکلیف دی گئی" "ہز ایکسیلنسی آپ اب تک یہ خیال کر رہے ہیں

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحہ سے

کہ میں ہی ایڈولف ہٹلر ہوں ؟

وہ میرے برابر کھڑا ہو گیا اور مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا، اپنے پیر زمین پر مارے، کہا "ممکن ہے کوئی بات ہونے والی ہو، تم جانتے نہ ہو" بات یہ ہے کہ مجھ کو حکم دے دیا ہے اور برلن میں ایک ایک جگہ سے نکال کر لاؤں گا۔ جہاں جہاں تمہارے چوہے منہ چھپاتے پھرتے ہیں نظر کرو اور میں انہیں کہ بھیجتا ہوں اس میں معمولی رین گاڑی میں رکھ دیا گیا ہے قبل کہ انہیں جان سے مار جائے

میں نے متحیر ہو کر اس کی طرف دیکھا ابھی تک اس کا خیال تھا کہ میں ہی ہٹلر ہوں

"تم بچپن کرتے ہو گر یہ فریب ہے!"

"اور میں ایڈولف ہٹلر ہوں اس کا اب تک یہی خیال ہے"

میں نے سوال کو مکرر اس کے دماغ میں ٹھونسنے کی کوشش کی وہ اپنی کرسی چھوڑ کر میری طرف آیا، قریب ہی آ گیا ایسا قریب کہ مجھے چھو سکتا تھا اس نے میری آنکھوں کے اوپر بالوں کی طرف غور سے دیکھنا بلکہ گھورنا شروع کیا،

"اس جگہ تو ایک بھوری سی لکیر ہے" اس کی آواز بہت مدہم ہو گئی تھی "کوئی چالاکی تو نہیں کی گئی ؟ یہ ہوا کیسے ؟"

"اس میں چالاکی کو بالکل دخل نہیں ہے آپ کی پولیس بالکل بیوقوف بلکہ قطعی احمق ہے"

"خدا کے لئے تو بتاؤ پھر تم ہو کون ؟" اس کی آواز میں کچھ بے چینی سی تھی،

"میرا نام مکس میلان ہوابیر ہے اور تو یریا میں پیدا ہوا تھا میں نے ان کو بتانا چاہا لیکن وہ میری سنتے کب تھے"

"ضرور کوئی چالاکی ہوئی ہے، پناہ بہ خدا ایڈولف! میں"

!"

یکایک کمرے کے دروازے پر دستک کی آواز ہوئی کمرہ کھلا اور اندر ایک باوقعت ہو بھوری قمیص پہنے ہوئے ہی اندر داخل ہوئی!

میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ کپتان ارنسٹ روہم تھے جو طوفانی ٹروپ اسٹاف کے افسر اعلیٰ تھے،

اس نے اپنی بندوق کو اوپر نیچے جھلا کر فوجی طریقہ سے سلام دیا بلکہ قدیم رومی طریقے سے "ہیل ہٹلر" کو دہرایا۔ اور کہا جنرل، مجھے اس بات کی اطلاع دینے کا فخر حاصل ہوا ہے کہ کل رات کو گیارہ بجے پریسیڈنٹ فان ہنڈنبرگ نے ایڈولف ہٹلر کو رسمی طور پر جرمنی کا چانسلر مقرر کیا ہے اور فرانز فان پاپین کو وائس چانسلر، مجھے اس کا اعلان کرنے میں ابھی افسوس ہوتا ہے کہ آپ کو بطور چانسلر علیحدہ کر دیا گیا ہے شکریہ ہیل ہٹلر!"

اس نے دوبارہ اپنا وہی سلام دہرایا بھورے رنگ کی وردیوں والے اور بھی اندر آ گئے تھے

جنرل چونک پڑا اور میری طرف گھورنے لگا۔

اور آہستہ آہستہ اس کا سر جھک گیا کپتان روہم میری طرف نہایت سراسیمہ حالت میں دیکھ رہا تھا،

"بخدا! یہ کون شخص ہے ؟" اس کی آواز میں خوف اور حیرت ملی ہوئی تھی ایک نہایت موٹے سے کپتان نے سلام کیا اور کہا "اے ہلاکت کے سامنے آوارہ پھرنے ہوئے پکڑا گیا تھا"

"تم کون ہو ؟" روہم پھر کر میری طرف بڑھا۔

میں مکس میلان ہوابیر ہوں کیسر ہوف ہوٹل سے نکل کر میں ٹھنڈی ہوا کھانے نکلا تھا کہ ان لوگوں نے مجھے

اس نے مجھے پکڑ لیا۔ دونوں کندھوں کو جھنجھوڑا پھر میرے جسم پر انگلیاں پھیر کر دیکھا گویا میرا اصل تھا یا بناوٹی،

"کیا کسی نے تجھ سے نہیں کہا کہ تو جرمنی کے نئے نجات دہندہ ڈر فیوہرر ایڈولف ہٹلر ہز ایکسیلنسی چانسلر جرمنی کی ہو بہو شکل ہو ؟"

"میں نے سنا تھا مگر میری شنوائی ہے اس یادداشت میں یا غلطی کی بنا پر مجھے کولمبیا ہاؤس بھیجا جا رہا تھا تاکہ سزائے موت سے قبل میں وہاں حفاظت سے رکھا جاؤں"۔

روہم نے کہا۔ "بہت خوب اچھا وہ تو ہو گیا اب آپ میرے ساتھ آیئے"

اس نے گھوم کر اپنا راستہ لیا اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا سپاہی ابھی مجھ پر مسلط تھے،

کپتان روہم مجھے چانسلری کی عمارت کے پچھواڑے کے ایک کمرہ میں لے گیا۔

مسکرا کر اس نے میری طرف دیکھا "اگر تم میرے دو آدمیوں کے ساتھ مہربانی فرما کر تھوڑی دیر توقف کرو تو میں ابھی واپس آتا ہوں،

کوئی بیس منٹ کے اندر ہی وہ واپس آ گیا اس کے ساتھ چار آدمی تھے جنھیں پہچاننے میں مجھ دشواری نہیں ہوئی۔ گوشت اور چربی کا ایک متحرک پہاڑ میرے سامنے آ گیا۔ کپتان ہرمن گوئرنگ تھا جسے نازیوں کا اگر

بڑا عظیم کہا جائے تو بجا ہے ۱۹۲۳ء میں اس نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا کہ مخالفوں کو مار کر ان کی کھوپڑیاں بندوقوں کے کندوں سے کچل دو،

مجھے اس وقت تک یہ بات بھی معلوم نہ تھی کہ بغیر کوئی محکمہ دئے اسے وزارت جرمنی دیدی گئی ہے اور پرشیا کی پولیس کا حاکم اور پرشیا کا وزیر داخلہ مقرر کر دیا گیا، میری طرح یہ بھی بویریا کا باشندہ تھا،

یہ بیا چشم چھوٹا سا گدھ نما انسان جس کے چہرے سے خباثت و نحوست ٹپکتی تھی ڈاکٹر گوئبلز تھا جسے اگر اسکیم ساز کہا جائے تو بہتر ہے پارٹی میں رہنے والے اور پارٹی کے باہر کے لوگ سب ہی متفقہ طور پر اس سے نفرت کرتے تھے،

اسی طرح ہنڈنبرگ اور چلبکیا ہیر کارنی ہم تھے جن کی شکلوں سے ٹھگ ہونا ظاہر تھا،

"حضرات" کپتان روہم نے کہا "یہ مکس میلان ہوابیر ہے کہئے کیا رائے ہے" ؟

سب لوگ میری طرف بڑے غور سے دیکھ رہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ دنیا کے عجائبات میں سے میں بھی ہوں سب نے میری ٹٹول کی، کسی نے ٹانگیں دیکھیں کسی نے آنکھیں، کسی نے سینہ، چہرہ وغیرہ،

سب نے دیکھ کر یہی نتیجہ نکالا کہ میں ایڈولف ہٹلر کا ہو بہو نمونہ ہوں، ڈاکٹر گوئبلز نے مجھ سے کہا کہ تمہیں اگر منظور ہو تو ایک کام منظور کرو جس سے پدر وطن کی عزت اور سیوا بھی ہو گی اور دنیا کے سب سے بڑے انسان ہٹلر کی جگہ تمہیں پوجا جائے گا تمہاری مہا کی جائے گی اس کا تمہیں کافی معاوضہ دیا جائے گا۔ آجکل ہم کیبنٹ میں معمولی پارٹی ہیں مگر جب طاقت حاصل کر لیں گے تم نئے چانسلر سے بالکل مشابہ ہو، تو تم پیدا ہوئے تھے تم کو کرنا یہ ہو گا کہ ایڈولف ہٹلر کی جگہ اپنے آپ کو جلوسوں جلسوں اور سفر میں آنا پڑے گا جس سے اصل ایڈولف ہٹلر کی آزادی زندگی اور کامیابی کا تحفظ ملحوظ و مقصود ہے،

"تنخواہ کیا ہو گی ؟"

گوئبلز نے ذرا توجہ سے مجھے دیکھا اور کہا "تم نے ایک سال میں سب سے زیادہ جو کمایا ہو"

ایسے موقعہ پر جھوٹ بولنا نہایت ہی مناسب ہو تا ہے اس لئے ایک نہایت حیرت انگیز رقم بتا دی، گوئبلز نے کہا ہم اس کا دس گنا زیادہ دیں گے شروع شروع میں، پھر بڑھا دیں گے، صرف روپیہ ہی کوئی چیز نہیں ہے تم کو دنیا کے سب سے بڑے آدمی کی جگہ رکھا جائے گا، اس کے گھر کے تم ایک رکن ہو جاؤ گے تم کو اس ہر وقت ملنا جلنا ہو گا تاکہ لمحہ بہ لمحہ کی زندگی سے تم واقف ہو جاؤ اور اس کی ذرا ذرا سی عادت سیکھ جاؤ، تم کو دنیا کے بڑے بڑے واقعات میں، اس تاریخ میں جو ہم اس وقت تیار کر رہے ہیں۔

(باقی مضمون صفحہ ۳۴ پر)

لوٹے ہوئے وعدے

برطانیہ اور ”ایکسس پاورز“ کے رشتہ کی صورت

(مشہور ماہر سیاست میجر ڈی گراہم پول کے قلم سے)

پریسیڈنٹ روزویلٹ کے پیغام کا جو جواب ہٹلر نے دیا وہ ساری دنیا کو معلوم ہے صدر امریکہ کا مطالبہ بہت ہی معقول اور وقت کی مناسبت سے بہت اہم تھا، دنیا میں امن قائم کرنے کا ایک بہترین موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا یورپین ممالک کو کم از کم دس سال کے لئے سانس لینے اور سوچ و بچار کرنے کی مہلت مل جاتی، اور اس دوران میں یہ بہت ممکن تھا کہ مختلف ممالک کے اقتصادی اور دوسرے مسائل سنگینوں کی نوک پر نہیں، بلکہ گول میز کے چاروں طرف آرام سے طے کر لئے جاتے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔

اس میں شک نہیں، گیٹرولاس کی پوزیشن زیادہ ... ان کے ملک کے باشندوں کی نظر میں بھی گر گئی ... ہے ہٹلر صرف ... جرمنی کا دیوتا بنا ہوا تھا کہ اس ... جب ... زبان بولنے والے حصوں کو جرمنی میں شامل کرنے کا اعلان کیا تھا۔ یہ اس کی عقلمندی بھی کہ اس نے اہل جرمنی کے سامنے یہ ڈھونگ رچایا تھا، آسٹریا کو جرمنی میں ملا لینے کی بھی ہٹلر نے جرمنوں کی نگاہ میں معقول دلیل پیش کی تھی، لیکن جب اس نے سوڈیٹن لینڈ پر قبضہ کیا تو لوگ ... پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ لیکن جب اس نے زیکوسلواکیہ پر بھی ہاتھ صاف کیا تو ہٹلر نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی، اسی نقطہ سے اس کی پوزیشن ساری دنیا میں خراب ہو گئی، اس حرکت پر تمام ممالک نے رنج اور افسوس اور اس کے ساتھ خطرہ محسوس کیا۔ ہٹلر کے پاس اس کے بعد یہ بہانہ باقی نہیں رہا کہ وہ صرف جرمن بولنے والی قوموں کو جرمنی میں شامل کرنا چاہتا ہے اب اس نے ایک غیر قوم پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے وعدے کی اہمیت ختم ہو چکی تھی۔

غالباً خود ہٹلر بھی اس سے واقف ہو گا کہ کامیابی کے پورے امکان کے ساتھ اب اسے کوئی جنگ چھیڑنے کا موقع نہیں رہا ہے، برطانیہ جس تیزی سے مسلح ہو رہا ہے اس سے ہٹلر بھی آگاہ ہو چکا ہے، افسوس ہے کہ تمام ممالک میں اسلحہ سازی کے کثیر اخراجات معیار زندگی کو پست کر دینے کے باعث ہو جائیں گے، لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ تمام خطرات کے باوجود کوئی جنگ نہیں ہو گی۔

بہر حال میرا سوال یہ ہے کہ کیا کبھی ایسا وقت گذرا ہے جبکہ ہماری گورنمنٹ کے مدبرین، اپنی تمام ذہانت، اپنی تمام اطلاعات، اور اپنے تمام ذرائع کے باوجود اپنے نظریوں، تقریروں اور تحریروں میں اس قدر غلط راستہ پر چلتے رہے ہیں؟ سابق وزیر خارجہ مسٹر ایڈن نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اب ان ڈکٹیٹروں سے کئے عہد پر کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا، ان کے خیال میں وقت آ گیا تھا کہ کوئی خاص ... کارنامہ پیش کیا جائے لیکن حکومت نے ... کو اور ... ممبروں کو کابینہ سے باہر

گو پہلے بھی اس وعدے پر یقین نہیں کیا تھا جو ہٹلر نے میونک میں پیش کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی ... دئے گئے ہوں، گو پھر یہ معلوم ہوا کہ ان کا خیال صحیح تھا

کیا اور مسٹر چیمبرلین نے بہترین ماہرانہ مشوروں کو ٹھکرا کر اپنا راستہ اختیار کیا۔ صاف ظاہر ہے کہ خود مسٹر چیمبرلین غلطی پر تھے، اور مسٹر ایڈن اور ان کے مشیروں کا خیال بالکل صحیح تھا، مسٹر ڈف

اور مسٹر چیمبرلین افسوسناک غلطی میں پڑی ہوئی تھی ایک برس گذرا مسٹر چیمبرلین نے ہمیں اس وقت تک صبر کرنے اور خاموش رہنے کا مشورہ دیا تھا جب تک کہ ”اینگلو۔ اٹالین“ معاہدہ

وجود میں نہ آ جائے، اور جب وہ معاہدہ ہو گیا ... دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر چیمبرلین نے کہا کہ حکومت برطانیہ حکومت اٹلی کے وعدوں پر اعتبار کرتی ہے اور یقین کرتی ہے کہ اٹلی کی طرف سے ان کے الفاظ اور معانی پر عمل کیا جائے گا۔ ”اس معاہدہ کا حشر کیا ہوا؟ ... مسولینی نے اس کے ایک ایک لفظ کی دھجیاں اڑا دیں

تمام پروٹسٹوں اور مخالفانہ مشوروں کے باوجود مسٹر چیمبرلین نے اسپین کے معاملہ میں یہی طرز عمل اختیار کیا، اپنی ضد اور ہٹ پر اڑے رہے جب ان سے یہ بات کہی گئی کہ جنرل فرینکو کی مدد کرنے سے وہ خود ڈکٹیٹروں کے دام فریب میں مبتلا ہو رہے ہیں تو انہوں نے دارالعوام میں ایک بحث کے دوران میں یہ جواب دیا کہ حکومت کا ہرگز ایسا خیال نہیں ہے، انہوں نے اس شک و شبہ پر ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ جرمنی اور اٹلی کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ وہ اسپین پر ... حاصل کریں اور نہ فرینکو اسپین میں کوئی نازی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے مسٹر چیمبرلین کے حسب ذیل الفاظ ملاحظہ کیجئے:۔ ”جب میں میونک میں تھا تو میں نے مسٹر ہٹلر اور مسولینی سے اسپین کے مستقبل کے متعلق بات چیت کی، ان دونوں نے مجھے اس بات کا کامل یقین دلایا کہ وہ اسپین میں کوئی ملکیت حاصل کرنا نہیں چاہتے“

بعد کو بھی مسٹر چیمبرلین نے اپنے اسی عقیدہ کو بار بار دہرایا پھر یہی ثابت ہوا کہ وہ غلطی پر تھے اور ڈکٹیٹروں کے تمام وعدے پھر ٹوٹ کر رہے اسپین اب ایک فسٹ اسٹیٹ ہے ”ایکسس پاورز“ میں شامل ہے ”اینٹی کومنٹرن پیکٹ“ کے دستخط کرنے والوں میں ہے اور اس کی تمام بندرگاہیں جرمنی اور اٹلی کے اقتدار میں ہیں۔

جرمن فوجوں کے پراگ میں داخل ہونے سے پانچ دن پہلے یعنی ۱۰ مارچ کو سر سیموئل ہور ہوم سیکرٹری نے ملک کو اس بات کا یقین دلایا تھا، کہ دنیا میں اب امن اور خوشحالی کا ایک لاجواب دور شروع ہونے والا ہے ان کے الفاظ میں یہ سنہری زمانہ تھا لیکن صرف ایک دو روز کے بعد یہ معلوم ہو گیا کہ دنیا کسی سنہری دور کی طرف نہیں بلکہ ایک عالمگیر خطرے کے کنارے پر کھڑی ہے

آٹھ برس سے یہ نیشنل گورنمنٹ انگلستان کے تمام سفید و سیاہ کا مالک بنی ہوئی ہے لیکن اس اثناء میں اس نے انتہائی غفلت و بے پروائی سے کام کیا اس نے تمام معقول مشوروں کو ٹھکرا دیا اس نے ملک کو ایک بڑی جنگ کے خطرے میں ڈال دیا

(باقی صفحہ (۲۸) پر)

رنگ تغزل

دریا کو فخر کیا جو ہے قطرہ لئے ہوئے
قطرہ ہے اپنی ذات میں دریا لئے ہوئے

دلمیں ہزاروں شوق تمنا لئے ہوئے
دنیا سے جا رہا ہوں میں دنیا لئے ہوئے

پھر ڈھونڈتا ہے دل وہی برق جمال طور
میں منتظر ہوں دیدۂ موسیٰ لئے ہوئے

ساقی نے اسپہ فاتحہ پڑھ دی بہار میں
رند آئے تھے جنازۂ توبہ لئے ہوئے

دیکھا نہ اس جہاں میں کچھ اندھیر کے سوا
آئے تھے ہم بھی دیدۂ بینا لئے ہوئے

سجدے میں گرکے در پہ ترے اٹھ گیا ہوں یا
اپنی جبیں پہ نقش کف پا لئے ہوئے

شام فراق کی ہیں تاریکیاں ہنوز
آ او چراغ عارض زیبا لئے ہوئے

کشتی ئے ہم آج لب جو لگائیں گے
ابر بہار آ گیا دریا لئے ہوئے

لٹتی ہے مے نشاط کی فصل بہار میں
ہر شاخ گل ہے ساغر و مینا لئے ہوئے

رنگیں کفن پہنایا جو تیرے شہید کو
آئی نسیم پھولوں کا سہرا لئے ہوئے

مایوس اس کے در سے چلے واپس اے وفا
دل ہی میں اپنے دل کی تمنا لئے ہوئے

وفا

دُنیا کا عجائب خانہ

ایکس رے سے سنگتروں کی جانچ

امریکہ کے سنگتروں کے بیوپاریوں نے ایک ایسی ایکس رے کی مشین تیار کرائی ہے جس سے سنگترے کو بغیر توڑے ہوئے اُس کے اندر کی تھوڑی سی بھی خرابی معلوم کی جا سکتی ہے جب سنگترے کی کسی پھانک میں خرابی دکھلائی پڑتی ہے تو ایک لیور دبا کر فوراً اسے باہر پھینک دیا جاتا ہے ابھی تک نمونے کے تھوڑے سے سنگتروں کے خراب نکل جانے سے سینکڑوں من سنگترے ردی کر دئے جاتے تھے اب سنگترے کی کاشت کرنے والے اس غیر ضروری نقصان سے بچ جائیں گے ؛

پانی میں کھیتی!

ابھی تک کھیتی کا کام زمین پر ہی ہوتا تھا مگر اب پانی میں کھیتی کی جانے لگی ہے اس کے لئے گھر کے اندر ہی کسی تالاب میں پانی کی طرح سے کچھ اوپر تار کی جالی پر گھاس پھوس بچھا کر بیج بو دیا جاتا ہے تالاب میں کچھ کیمیاوی اجزا ڈال دئے جاتے ہیں اور پانی کو گرم رکھا جاتا ہے اس طرح پیداوار بہت جلدی اور بہت زیادہ ہوتی ہے تجربہ کرنے سے پتہ چلا ہے کہ جہاں زمین میں ایک ایکڑ میں ۵۰ ہزار سیر آلو پیدا ہوتا ہے اس طرح کی کھیتی میں ۱۱ لاکھ سیر پیدا ہو سکتا ہے ؛

سگریٹ کی ڈبیہ کے برابر کیمرہ!

انگلینڈ کی ایک کمپنی نے سگریٹ کی ڈبیہ کے برابر ایک کیمرا بنایا ہے جس سے آسانی کے ساتھ بڑھیا تصویریں کھینچی جا سکتی ہیں اس کا وزن بھی ایک پاؤ سے کم ہے اس میں ۲۲۷ پرزے ہیں اور قیمت ساڑھے چار سو روپے ہے

بجلی سے چیتاؤنی

امریکہ کی ریڈیو کارپوریشن نے زیادہ تیزی سے موٹر چلانے والوں کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے ایک بجلی کا آلہ تیار کیا ہے جسے راستے میں آدھے آدھے میل کے فاصلہ پر لگا دیا جائے گا جونہی اس کے سامنے سے کوئی موٹر کار مقررہ رفتار سے زیادہ تیزی سے گذرے گی اس میں "چال گھٹا دو" یا "پولیس مین کو بلاؤ" الفاظ دکھائی پڑنے لگیں گے ؛

لکڑی کے کپڑے

لکڑی سے کپڑے بنانے کی مشین تو شاید آج سے ۲ سال پہلے ایجاد ہو چکی تھی مگر اس وقت جو پتن

میں بسے کپڑے کافی تعداد میں بنائے جا کر کام میں بھی آنے لگے ہیں اس ملک میں روئی کی پیداوار کم ہوتی ہے اور اس کے لئے دوسرے ملکوں پر منحصر رہنا پڑتا ہے اس لئے وہاں سرکار کی طرف سے یہ قانون بنا دیا گیا ہے کہ ہر ایک شخص کو ایسے کپڑے پہننے پڑیں گے جن میں ۱۵ فی صدی لکڑی کا سوت ملا ہوگا،

کوئلے کے کرشمے!

ہمارے ملک میں کوئلہ زیادہ تر ایندھن کے کام میں آتا ہے کہیں کہیں اس سے گیس وغیرہ تھوڑی سی اور بھی چیزیں نکالی جاتی ہیں مگر اس کی مقدار بہت ہی کم ہے مغربی ملکوں میں کوئلہ ایک سے زیادہ کاموں میں لایا جاتا ہے، اس سے آئے دن ایسی ایسی چیزیں تیار ہونے لگی ہیں جن کا نام سنکر بہت سے لوگ یقین کرنے کو تیار نہ ہوں گے، خوشبو ہی کو لیجئے اگر کوئی کہے کہ کوئلے سے خوشبو تیار کی جاتی ہے تو کیا آپ اس پر یقین کرینگے کوئلے سے خوشبو کے علاوہ رنگ (کپڑا رنگنے کے) وارنش کھانے کے رنگ (پینٹ) گیس، تیل، دوائیں، مادہ انگیز تیسرا تھم نشس دوائیں، روشنی، گرمی وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزیں تیار ہوتی ہیں جرمنی سے جو رنگ کپڑا رنگنے کے لئے آتے ہیں وہ تقریباً سب کے سب اسی کوئلے سے بنتے ہیں جسے ہم لوگ جلا ڈالتے ہیں کھیت میں ڈالنے کی کھاد بھی اسی کالے کوئلے سے ہی نکالی جاتی ہے دنیا میں جتنا کوئلہ کانوں سے نکلتا ہے اس کا تقریباً دسواں حصہ ہندوستان کی کانوں سے نکالا جاتا ہے جس کا زیادہ حصہ ریلوے کے کام آتا ہے کاش ہم بھی اس کو طرح طرح کی تجارتی چیزوں میں تبدیل کر کے لاامال ہو جاتے

مکھیوں کے لئے آرڈر!

امریکہ کی ایک مشہور کمپنی کو آرڈر دیا گیا ہے کہ وہ نیویارک کی بین الاقوامی نمائش میں ۴۰۰۰۰ مکھیاں ہر روز سپلائی کرے،

بات یہ ہے کہ بہت سی ایسی کمپنیاں جو مکھیاں مارنے کی مشینیں تیار کرتی ہیں اس نمائش میں اپنی مشینوں کی نمائش کرنا چاہتی ہیں اگر مکھیاں نہ ہوں گی تو انہیں اپنے مشن میں کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی اور ایسا کرنے کے لئے ہی اتنی مکھیوں کا آرڈر دیا گیا ہے اور اب لیباریٹری میں انڈوں سے مکھیاں تیار کی جا رہی ہیں

دنیا کا سب سے بڑا کوہ آتش فشاں "ماؤنا لوا" جزیرہ ہوائی میں ہے۔

افکارِ زمانہ

چھپلے ہفتہ میں برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین اور وزیر خارجہ لارڈ ہیلی فیکس نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ جرمنی کو برطانیہ کے ساتھ ایک گول میز کانفرنس پر گفتگو کرنی چاہئے تاکہ جتنے تنازعہ معاملات ہیں وہ جنگ یا مخاصمت کے بغیر ہی نپٹ جائیں۔ اگرچہ اس تجویز سے بھی برطانی حکومت کی کسی قدر کمزوری ظاہر ہوتی ہے تاہم یہ اسکیم بُری نہ تھی لیکن بدقسمتی سے اس تجویز کے متعلق اہل برطانیہ اور اہل جرمنی دونوں میں غلط فہمی پھیل گئی۔ نازی پریس کا مطالبہ ہے کہ گول میز کانفرنس سے پہلے برطانیہ اپنی نیک نیتی کا ثبوت پیش کرے اور ایک نازی افسر نے یہاں تک کہہ دیا کہ برطانیہ کی اس پیشکش سے کشیدگی دور نہیں ہو سکتی۔ دوسری طرف برطانیہ کے بعض ذمہ دار سیاستدانوں کا خیال ہے کہ گول میز کانفرنس کی پیشکش بھی مسٹر چیمبرلین کی پالیسی کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس کے ذریعہ وہ جرمنی اور اٹلی کو ہر قیمت پر خوش اور راضی کرنا چاہتے ہیں۔

اب غور کیجئے کہ حالات کیا ہیں؟ جرمنی کے ایک بڑے سیاسی رہنما نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ جو ڈانزگ پر حکمرانی کرے گا وہی پولینڈ کا مالک ہوگا۔ اس ڈانزگ کے مسئلہ نے یورپ کی موجودہ سیاست میں ایک ہلچل پیدا کردی ہے جرمنی عرصہ سے کہہ رہا ہے کہ اسی سلسلہ میں مسٹر چیمبرلین اور لارڈ ہیلی فیکس کا خیال ہے کہ ڈانزگ کے متعلق پولینڈ اور جرمنی میں جو اختلافات ہیں وہ اگر دیر تک طے نہ ہوئے اور خطرناک واقعات کے باعث بڑھتے رہے تو یورپ کے بارود خانے میں آگ لگ جائیگی اور ایک دوسری جنگ عظیم کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ مسئلہ ڈانزگ کے دونوں فریق یعنی جرمنی اور پولینڈ یہ خیال کر رہے ہیں کہ ان کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ اور دونوں اپنی بات منوانے کے لئے ایک دوسرے پر دباؤ ڈال رہے ہیں لیکن کوئی ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔ برطانیہ کی پوزیشن یہ ہے کہ اس نے پولینڈ کو امداد دینے کا وعدہ کرلیا ہے اور جس وقت پولینڈ کی آزادی خطرے میں پڑے گی تو برطانیہ کو اپنے وعدہ پورا کرنے کے لئے پولینڈ کی فوجی امداد کے لئے جانا ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں گویا برطانیہ پولینڈ کا حلیف بن کر جنگ میں شریک ہو جائیگا۔

لیکن چونکہ برطانیہ سردست جنگ کے خطرہ میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا اور اسے خیال ہے کہ اس کی پریشانیوں کا اثر دور دور تک پہنچے گا اس لئے برطانیہ چاہتا ہے کہ ڈانزگ کا مسئلہ میدان جنگ سے باہر ہی طے پا جائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنی کے سامنے اس وقت دو راستے ہیں ایک گول میز کانفرنس کا راستہ اور دوسرا میدان جنگ کا راستہ۔ اب دیکھنا ہے کہ کون سا راستہ اختیار کرتا ہے!

افسانہ! دیدی یا کہانی؟

خاص "تیج ویکلی" کے لئے

(ازجناب رامجی لال سریواستو بیتاب)

دیدی

"لالہ! تم میری طرف اس طرح خاموشی سے کیوں دیکھا کرتے ہو؟" شکنتلا نے اپنے دیور موہن سے پوچھا۔ اس وقت اس کے پاس موہن کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

"اس کی آنکھوں سے [illegible] ٹپکنے لگے،

[illegible] ہو گی بھی تو تم اس طرح [illegible] دیکھا کرتے ہو [illegible] پیار کرتی ہوں [illegible] دیکھ رہی ہوں [illegible] تم مجھ سے نفرت کرتے ہو، کیوں؟

وہ [illegible] شکنتلا نے فوراً ہی اس کو [illegible] ہاتھوں سے پکڑ لیا، اپنے پاس بٹھاتے ہوئے بولی: "[illegible] لالہ تمہیں اس کی وجہ بتلانی ہی پڑے گی"

"بھابی میرے بھی آپ جیسی ایک دیدی تھی جو پار سال چل بسی" اور اسکے [illegible] میں منہ ڈھانپ کر رونے لگا۔

شکنتلا نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا

"پھر؟"

"وہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھی" اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا یہ بات ہے تو تم مجھے دیدی کہا کرو" اس نے تسکین بھرے لہجے میں کہا۔ اس سے [illegible] سالہ موہن کے دل میں مسرت کا ایک دریا امنڈ آیا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا "آپ کتنی اچھی ہیں"

اس دن سے وہ اسکی دیدی ہو گئی، مگر سب کے سامنے کی نہیں صرف اپنے اور اس کے درمیان! اور وہ بھی گھنٹوں اس سے بات کیا کرتا!

شکنتلا زمیندار سنگم لال کے بڑے بیٹے رامجی لال کی بیوی تھی وہ ابھی ۱۷ سال کا تھا اور وہ بھی تھی پندرہ سال کی وہ پڑھنے میں مشغول رہتا اس سال وہ انٹرنس میں تعلیم حاصل کر رہا تھا موہن اس کا چھوٹا بھائی تھا۔

سنگم جی بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے، شکنتلا کو اپنے پاس بلا کر رک رک کر کہا "بہورانی! تمہیں معلوم ہے کہ میں چند لمحوں کا مہمان ہوں"

"باپوجی! آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں آپ اچھے ہو جائیں گے" وہ [illegible] آواز میں بولی

میں ٹھیک کہہ رہا ہوں بہورانی! اگر میں ایک بات کی درخواست چاہتا ہوں امید ہے کہ اسے منظور کرو گی۔

[illegible] رام [illegible] کی وفات کے بعد [illegible] [illegible] [illegible] ہوگا لیکن [illegible]

طرح لگا دیں،

"باپو جی! آپ اطمینان رکھئے میں سب ٹھیک کر لوں گی"

"بہورانی! اچھا تم کو شش رکھے تمہاری امیدیں بر آویں، اب میں آرام سے دم توڑ سکوں گا"

"باپو جی آپ کیوں اس طرح [illegible] ہوتے [illegible] سب ٹھیک کر لوں گی"

[illegible] دیکھا کیسے وقت ہو موہن کا خیال [illegible] سنگم جی نے [illegible] لے کر دم توڑ دیا [illegible]

[illegible] سنگم جی کی زندگی [illegible]

[illegible] "دیدی" [illegible]

[illegible] موہن کی [illegible]

یا

سنگم جی کی وفات کے بعد زمینداری کا انتظام رامجی کے سر پر پڑا، مگر وہ اس میں دلچسپی کب لیتا تھا اسے تو اپنی پڑھائی سے مطلب تھا، وہ انٹرنس پاس کر چکا تھا، اب ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہا تھا، انتظام تو اس کی بیوی شکنتلا ہی کرتی تھی موہن کی دیکھ بھال وہ بڑی ہوشیاری سے کرتی، جب وہ مدرسہ سے واپس آتا تو ہاتھ منہ دھلا کر کھانے پینے کا سامان اس کے سامنے رکھ دیتی،

رامجی نے اپنے پڑھنے کا کمرہ باہر کی طرف سب سے الگ بنوا رکھا تھا، اس میں آدمیوں کے ڈھانچوں کی تصویریں ٹنگی ہوئی تھیں موہن تو خوف سے اس میں کبھی داخل نہ ہوتا کیونکہ وہ انہیں بھوت پریت سمجھتا تھا ہاں رامجی صرف کھانا کھانے کے لئے اندر آتا تھا اسکے بعد یا تو وہ اپنے کمرہ میں بیٹھ کر پڑھتا یا سیر کو نکل جاتا شکنتلا اپنے جوانی کے جذبات یوں ہی دبائے رہ جاتی،

بعض مرتبہ وہ الجھن میں پڑ جاتی اور سوچتی چلو چل کر ان سے (رامجی سے) پوچھوں تو کہ وہ کیوں مجھ سے کٹے سے رہتے ہیں، کیا ان کو اتنا موقعہ نہیں ملتا کہ وہ مجھ سے ایک لمحہ گفتگو کر سکیں، اس وقت موہن آ جاتا اور [illegible]

انہوں نے کراہتے ہوئے کہا۔

"بابو جی! میں آپ کا حکم بسر و چشم بجا لانے کے لئے تیار بیٹھی ہوں"

اس سے اسے بہلا سا دیا ہے اگر تم برا نہ مانو تو تم اس کی دیدی بن جاؤ اس کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرو" اور جواب کے لئے اپنی آنکھیں اس کی

(باقی اگلے صفحہ پر)

حشر جذبات

(از حضرت ثاقب کانپوری)

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

کسی کے راز کی اب روح محرم ہوتی جاتی ہے
کہ طغیانی سے جلووں کی نظر کم ہوتی جاتی ہے

دعا جانے محبت مجھ کو کس منزل میں لائی ہے
تمنا اب محیط ہر دو عالم ہوتی جاتی ہے

نہ ہوں اہل قفس آزردہ میری نغمہ سنجی پر
طبیعت رفتہ رفتہ واقف غم ہوتی جاتی ہے

کہاں سے لاؤں آخر خون اپنی خشک آنکھوں میں
حریف گریہ شب اب تو شبنم ہوتی جاتی ہے

جنوں کا سلسلہ کس طرح کم ہو اسکی الفت میں
اشارات حسن بے پروا کی پیہم ہوتی جاتی ہے

ہوئی جاتی ہے اب تکمیل میرے ذوق سجدہ کی
مری تخئیل فرقت میں مجسم ہوتی جاتی ہے

نہ ہو تو مطمئن اے حسن اپنی بے نیازی پر
تغافل سے محبت اور محکم ہوتی جاتی ہے

محبت کی حرارت گم ہے تیرے حسن تمکیں میں
شعاع مہر یعنی غرق شبنم ہوتی جاتی ہے

مری بربادیوں کی کوششیں ہیں سعی لاحاصل
طبیعت خوگر رہین کاوش غم ہوتی جاتی ہے

تو ہی اے موت رکھ لے شرم اخفائے محبت کی
کہ اب تو آنسوؤں سے آستیں نم ہوتی جاتی ہے

خدا جانے وفائے عشق کا انجام کیا ہوگا؟
کہ اس کی زلف ثاقب غم میں برہم ہوتی جاتی ہے

پچھلے صفحے سے

اپنی بھولی اور میٹھی میٹھی باتوں سے اسکے اس غم کو کافور کر دیتا

اس دن چھٹی کا دن تھا موہن اپنے گڈے کو گڑیا سے جوڑنے میں محو تھا اور شکنتلا سلائی کا کام کر رہی تھی بیچ بیچ میں وہ اس کی حرکتوں کو دیکھ لیا کرتی، جب اس سے نہ رہا گیا تو مسکرا کر پوچھ بیٹھی:-

"موہن بھائی! یہ کیا کر رہے ہو؟"

"دیکھتی نہیں! میں اپنے گڈے کی ڈاکٹری کر رہا ہوں"

"تو تم بھی اپنے بھیا کی طرح ڈاکٹر بنو گے، کیوں؟" وہ مسکرا کر دوسرا سوال کر بیٹھی۔

"اور نہیں تو کیا، ایسے ہی!" وہ منہ بنا کر بولا،

"اس سے مطلب یہ ہے کہ جب میں بیمار پڑوں گی تو تم میرا علاج کرو گے، کیوں؟"

"بیمار پڑیں تمہارے دشمن، تم کیوں بیمار پڑو" اور گڈے کو ایک طرف ہٹا دیا۔

"فرض کر لو میں بیمار پڑ ہی گئی اور مر بھی گئی تو تم کیا کرو گے،"

"تمہارے مرنے سے قبل میں ہی کیوں نہ چلا جاؤں"

"اونہو ہو۔ پہلے میں مروں" وہ مسکرا کر بولی،

"دیدی۔ اگر تم ایسی بات کرو گی تو میں رونے لگوں گا" وہ منہ بنا کر بھولپن سے بولا۔

"اچھا اچھا! لاؤ میں تمہارے گڈے کو جوڑ دوں" یہ کہہ کر اسکے گڈے کی ڈاکٹری کر دی۔

اس کے تین سال بعد!

اس دن موہن اسکول چلا گیا تھا اماں جی اپنے آخری برت کی تیاری میں مشغول تھیں شکنتلا بھی اٹھتی ہوئی امنگوں کو لئے اس کے کمرے کے دروازہ پر جا کر کھڑی ہو گئی اور اسی بات کا انتظار کرنے لگی کہ وہ اس کی طرف ایک بار دیکھ کر پوچھے، ـــــ "کیوں؟ کیا بات ہے؟" ـــــ مگر ایک گھنٹہ تک کھڑے رہنے پر بھی اس نے اس کی طرف نظر نہ کی وہ اپنے دلی جذبات کو لئے ہوئے یوں ہی آ کر اپنے بستر پر لیٹ گئی،

چار بجے کے قریب موہن اپنے مدرسہ سے واپس ہوا بستہ کو ٹھیک جگہ پر رکھ کر کوٹ کھونٹی میں ٹانگا اور روزانہ کی طرح آواز دی "دیدی! میں آ گیا" وہ اپنے کمرے سے کراہتی ہوئی بولی "موہن بھائی میرے کمرے میں چلے آؤ، مجھے بخار آ گیا ہے"

"دیدی تمہیں بخار آ گیا" ـــــ

ـــــ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے بولا اور فوراً ہی اس کے پاس جا پہونچا، دیکھا، اس کا بدن گرم توے کی طرح جل رہا تھا، خوبصورت چہرہ اور آنکھیں لال تھیں بڑے زور کا بخار چڑھا ہوا تھا، وہ گھبرا اٹھا پوچھا:-

"دیدی! بھیا کو بلاؤں"

"نہیں موہن بھائی، گھبرانے کی کوئی بات نہیں نہیں پڑھنے دو، میں اچھی ہو جاؤں گی، ارے صرف بخار ہی تو آیا ہے" وہ کراہتے ہوئے بولی، موہن اپنا سا دل لئے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کے دل میں نہ جانے کیسے کیسے خیالات آنے لگے "کہیں دیدی کی طرح یہ بھی چھوڑ کر نہ چل دیں" یہ خیال اسے ستانے لگا۔

ایک دن گذرا، دوسرا بھی، تیسرا بھی مگر بخار کو نہ اچھا ہونا تھا نہ ہوا۔ بلکہ مرض اور بھی بڑھتا ہی گیا آخر کار موہن نے رامجی کو اطلاع کر ہی دی، وہ آیا جانچ سے معلوم ہوا کہ اس کو ڈبل نمونیہ ہو گیا تھا اس نے اپنے یہاں کے سول سرجن کو بلایا اس نے حتی الامکان کوشش کی مگر سب بے سود شکنتلا موہن کو چھوڑ کر دنیا سے چل بسی وہ بیچارہ روتا چلاتا رہ گیا،

بھابی؟

شکنتلا کے مرنے کے بعد موہن غمگین رہنے لگا دن دن بھر خاموشی سے بیٹھا رہتا کبھی کبھی روتا بھی مگر اب ہو کیا سکتا تھا۔ شکنتلا اب لوٹ کر آنے والی کب تھی! رامجی بھی اسکی حالت کو دیکھ کر بڑی فکر میں رہتے اب ان کا امتحان بھی ختم ہو چکا تھا، پاس بھی ہو چکے تھے زمینداری کا کام بھی کرتے تھے،

اسی طرح تین مہینے گذر گئے مگر موہن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی وہ پہلے کی طرح غمگین رہتا البتہ وہ پہلے جیسا نہ تھا اس کی بڑی بڑی آنکھیں اندر چلی گئی تھیں رخساروں پر ہڈیاں نکل آئی تھیں گویا بارہ سال کا نہیں، ۲۰-۲۲ سال کا موہن معلوم ہوتا تھا

ابھی ایک رسالہ پڑھ رہے تھے پردھان جی ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے ادب سے بولے "سرکار سلام"

"سلام" انھوں نے رسالہ کی طرف نگاہ کئے ہوئے جواب دیا

"سرکار! میں آپ سے ایک بات کہنے" "ہوں"

"کہئے" اور رسالہ ایک طرف رکھ دیا۔

"اگر آپ مانیں تو عرض کروں" وہ جھجکتے ہوئے بولے،

"ہاں ہاں! اگر وہ ماننے والی ہوئی تو ضرور مانوں گا"

"آپکو معلوم ہے کہ موہن کی حالت روز بروز گرتی ہی چلی جا رہی ہے"

"تو؟" وہ بیچ میں بول اٹھے،

"اسکا علاج آپ کے ہاتھ ہے"

"وہ کیا؟"

"اگر آپ اپنی شادی کر لیں تو شاید"

"پردھان جی بس مجھے معاف کیجئے میں دوسری شادی کر سکتا"

"ارے سرکار! ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہوگی جو آپ ایسی باتیں کرتے ہیں"

"مگر پردھان جی! میں مجبور ہوں ایک کر کے بھر پایا اب دوسری کی ضرورت نہیں"

دیکھئے! مالکن کے آنے سے قبل موہن رتو کے غم میں ڈوبا رہتا تھا مگر جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ وہ ان سب کو بھول گیا کچھ

(باقی مضمون صفحہ (۲۴) پر دیکھئے

اردلی!

پچھلے صفحے سے آگے

میت یہ تھی کہ صاحب تو تھے بالکل مغربی خیال کے آدمی بیگم صاحبہ تھیں بالکل مشرقی خاتون جو پردہ کو شوہر سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں صاحب نے بڑی مشکل سے اس کو راضی کر لیا تھا کہ جنگل کی کھلی ہوا میں تھوڑی دیر ان سے تہ ٹہل لیا کریں وہ بھی اس شرط پر رضامند ہوئی تھیں کہ رمضانی برقعہ لئے ساتھ رہا کرے جب کوئی آدمی ہوا نظر آئے وہ فوراً برقعہ اوڑھ لیا کریں۔ پہلے ہی دن موٹر سڑک پر چھوڑ کر صاحب نے رمضانی سے کہا برقعہ اٹھا ہم آگے چلتے ہیں تم قریب ہی رہنا جب ضرورت ہوگی آواز دے کر بلا لیں گے۔

بہت اچھا سرکار!

اتفاق سے تھوڑی دور چلنے پر ہی ایک شکاری جماعت سامنے آگئی اس کا رخ اپنی طرف دیکھ کر صاحب نے پکار کر کہا

رمضانی برقعہ لاؤ جلدی!

بہت اچھا۔ رمضانی نے دوڑتے ہوئے کہا اور چھوٹا سا نئی حقہ جسے صاحب گھر پر پیا کرتے تھے بڑھا کر کہا۔

لیجئے صاحب!

کیا دے رہا ہے؟

"حقہ"

"کیسا حقہ"

فرشی! — چلم بھی بھر دوں گا اے تو لیجئے آپ!

دور ہو گدھے، برقعہ لا، پردہ کے لئے۔ بیگم صاحبہ کو اوڑھنے کو!

اچھا برقعہ بس پہلے ہی اردو میں کہہ دیا ہوتا اب تو یہ آہی گئے۔ رمضانی موٹر کی طرف دوڑا اور ایک مرتبہ پیک کر اس نے نہایت زور سے چیخ کر کہا۔ وہیں ٹھہر یو جانی، تھوڑی ہی دیر!

جب صاحب سے ملنے کوئی اور صاحب آتے ہیں تو نیا اردلی بڑے خلاق کا ثبوت دیتا ہے پہلے وہ جھک کر سلام کرتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے کیسے آئے ہیں حضور؟

کیا صاحب کو اطلاع کروں؟

"تشریف رکھئے آپ کرسی پر، ابھی صاحب کو اطلاع کرتا ہوں۔

آنے والے کو آرام سے بٹھا کر اردلی فوراً صاحب سے جا کر کہتا ہے۔ باہر کوئی صاحب تشریف رکھتے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

"کون صاحب ہیں؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا کون ہیں، کوئی بڑے آدمی ہی معلوم ہوتے ہیں"

"اچھا کہو تشریف رکھیں، آج ڈپٹی صاحب آنے والے تھے شاید وہی ہوں گے، دیکھو ذرا سگریٹ بھی ہیں"

بولو۔ "صاحب ابھی آتے ہیں"

اردلی بڑے ادب سے سگریٹ پیش کرے گا۔ آنے والا اس کے اخلاق سے مرعوب ہو کر نثار کرے گا، مگر اردلی عاجزی کے ساتھ کہے گا حضور ایک تو پی لیں صاحب کا حکم ہے!

پیجئے سرکار!

پان لاؤں؟

حقہ بھروں؟

اتنے میں اندر سے صاحب آجائیں گے اور یہ دیکھتے ہی کہ آنے والا ان کا ایک برخاست شدہ ماتحت ہے ان کے تن بدن میں آگ لگ جائے گی وہ غصہ سے الٹے پاؤں پیچھے لوٹ جائیں گے اور اردلی کے اس احمقانہ اخلاق پر بہت ہی برافروختہ ہوں گے، اردلی کو اندر بلا کر خوب ڈانٹیں گے۔ خفا ہوا ہی گے۔ اس تجربہ کے بعد اب اردلی بہت ہوشیار ہو جاتا ہے اور آنے والوں کی خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر لیتا ہے۔ ان کی حیثیت معلوم کرتا ہے نام پوچھتا ہے۔

کہاں سے آئے ہیں آپ؟

کیا کام ہے صاحب سے؟

کس عہدے پر ہیں آپ؟

صاحب سے کبھی پہلے بھی ملاقات کر چکے ہیں یا نہیں صاحب اس وقت چار پر ہوں گے، پورا پتہ بتائیے ورنہ میں اطلاع نہیں کروں گا۔

مگر اس سخت احتیاط کے باوجود بھی بعض اوقات مغالطہ ہو جاتا ہے اور اردلی سے جب حیثیت کا اندازہ کرنے میں ہی غلطی ہو جاتی ہے تو وہ اچھے اچھے صاحبوں کو گھنٹوں "صاحب" کے انتظار میں باہر ہی بٹھائے رکھتا ہے جب وہ یاد دہانی کرتے ہیں۔ بھائی اطلاع کرو صاحب کو؟

تو روکھے لہجہ میں کہہ دیتا ہے صاحب کھانے پر ہیں اس وقت اطلاع نہیں ہو سکتی۔

تم اطلاع تو کرو ہماری، لو یہ کارڈ لے جاؤ۔

کھانے پر صاحب کو اطلاع نہیں کر سکتے۔ ان کا حکم ہے کھانے وقت کسی کے آنے کی اطلاع مت کرو۔

بعض اوقات تو "اردلی" اپنے صاحب کے "صاحب" کو بھی باہر بٹھا کر کہہ دیتا ہے۔ اس وقت اطلاع نہیں ہو سکتی! اگر کسی ضرورت سے صاحب خود ہی باہر آگئے تو اردلی کی اس گستاخی پر سخت نادم ہونگے معافی چاہیں گے میں سخت شرمندہ ہوں، اردلی نیا ہے!

بہت وقت ضائع ہوا آپ کا!

اردلی الگ کھڑا ہوا یہ تماشہ دیکھا رہیگا۔

اس سوء ادبی کا انجام یہ ہوگا کہ اس کے تقرر کی سفارش پر کوئی لحاظ نہ ہوگا اور نہ اردلی کی درخواست نا منظور ہو جائے گی کیونکہ صاحب کے صاحب یعنی اردلی کے "دادا صاحب" کے ساتھ گستاخی کی کم سے کم سزا یہی ہو سکتی ہے۔

بمبئی میں نیشنل پلاننگ کمیٹی کا اجلاس جس میں پنڈت جواہر لال نہرو تقریر کر رہے ہیں

صوبہ سرحد کے وزیراعظم ڈاکٹر خاں صاحب کے لڑکے عبیداللہ خان جنکو ڈیڑھ سال قید سخت کی سزا دی گئی ہے

یو۔پی۔ کے وزیر تعلیم مسٹر سمپورنانند مقامی تعلیمی افسروں کے ساتھ بنیادی تعلیم کے سسٹم کو ایک نقشہ پر ملاحظہ کر رہے ہیں

آریہ سماج پارٹی کے سوارتھی شریمان لالہ ہرکلال سنگھ جی جنکی زیر سرپرستی اور لالہ شگن چند جی رئیس کی زیر سرکردگی پارٹی سے آریہ ویروں کا ایک دستہ حیدرآباد گیا۔ آپ آریہ سماج کے مشہور نیتا لالہ دیش بندھو گپتا ممبر پنجاب اسمبلی کے حقیقی چچا ہیں
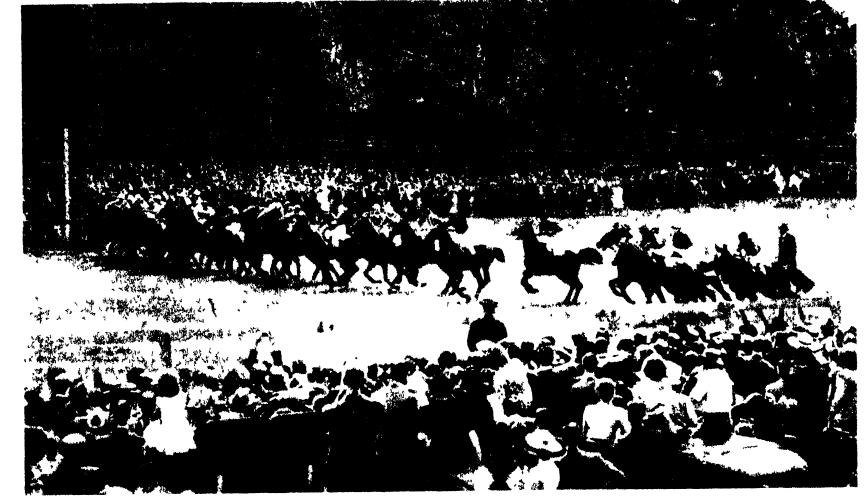
دنیا کی سب سے بڑی گھوڑدوڑ یعنی ڈربی ریس میں گھوڑوں کی روانگی کا منظر

بھوپال سیمنٹ ورکس 'کاکا' جس کا افتتاح سر ایچ۔پی۔ مودی نے کیا

اٹلی اور جرمنی کے معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد ہٹلر اور کاؤنٹ کیانو جرمن پارلیمنٹ کے بالکونی پر کھڑے ہوکر عوام کی مبارکباد لے رہے ہیں

جرمنی کے سفارت خانے میں جرمنی اور اٹلی کے معاہدے پر دستخط ہورہے ہیں

برطانی اسکیم کے خلاف فلسطین کے یہودیوں کا مظاہرہ

چنگ کنگ کے ایک محلہ میں آتش زدگی کے باعث بدنصیب چینیوں نے گھر چھوڑ دئے ہیں

جاپانی بمباری سے چینی شہر چنگ کانگ کی تباہی

برسات کے چند مناظر

جنگل میں بھرے ہوئے دریا کی روانی

دریائے نربدا کی قدرتی جھیل میں سیلاب

دیہات میں برسات کی بہاریں

تیج ویکلی کراس ورڈ معمّہ نمبر (۳)!

تین سَو روپے کے نقد انعامات

بالکل صحیح حل بھیجنے والے کو دو سو روپے، ایک یا ۲ دو غلطیاں بھیجنے والے کو ایک سو روپے

آخری تاریخ ۱۰ جولائی ۱۹۳۹ء

مندرجہ ذیل ھدایات غور سے پڑھیئے، شرائط وقواعد معمّہ نمبر (۳):-

(۱) مسں انعامی مقابلہ کی فیس ہر نقشہ ہے لیکن دو نقشوں کے بھیجنے والے ایک نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں

(۲) کل فیس احل حل کے فارموں کے ساتھ آنی چاہیئے آپ فیس داخلہ بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر یا ڈاک کے ٹکٹوں کی صورت میں بھیج سکتے ہیں جو کچھ بھیجیں اس کا اندراج نقشہ میں ضرور کر دیں،

(۳) تمام حل انہیں فارموں پر بھیجنے چاہئیں جو تیج ویکلی میں شائع ہوتے ہیں کسی دوسرے کاغذ پر حل بھیجنے والوں کے نام مقابلہ میں شامل نہیں کئے جائیں گے،

(۴) فارموں کو روشنائی سے نہایت صفائی کے ساتھ بھرنا چاہیئے پنسل سے بھرے ہوئے یا کٹے ہوئے یا مٹے ہوئے حروف والا معمہ مقابلہ سے خارج کر دیا جائے گا،

(۵) پہلا انعام مبلغ دو سو روپے اُن صاحب کو دیا جائے گا جن کا بھیجا ہوا حل ہمارے سربمہر حل کے مطابق ہوگا، اور دوسرا انعام اُن حضرات کو تقسیم کیا جائے گا جن کے حلوں میں ایک یا ۲ دو غلطیاں ہوں گی،

(۶) معمہ کا صحیح حل تیج ویکلی مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۹ء کو شائع کر دیا جائے گا،

(۷) اگر ایک سے زیادہ حضرات کے حل صحیح ہوں گے تو انعامات برابر مقدار میں ان سب کے درمیان تقسیم کر دئے جائیں گے

باقی شرائط اگلے صفحہ پر دیکھئے۔

اشارات

داہنی طرف سے بائیں طرف:-

(۱) بلند پایہ مصوّر کا مشہور اردو ویکلی،

(۳) اسکی قیمت آنکنے میں پرکھنے والے بھی غلطی کر سکتے ہیں،

(۴) بعض لوگوں کا طرز بیان اصل . . کو ہو بہو پیش نظر کر دیتا ہے

(۷) اکثر بیماریوں میں اس کا ہونا خطرناک ہے،

(۸) منصوبے،

(۹) اپنے جانی دشمن کو بھی مصیبت میں دیکھ کر امداد کرنا سچّی " " " ہے،

(۱۰) خرچ کا بجٹ بنانے وقت اس کا خیال ضروری ہے،

(۱۳) بعض مستقل مزاج رئیس اپنا یہ بدلنا معیوب سمجھتے ہیں،

(۱۵) اکثر لوگوں میں طبعی انتشار اس کو کچھ بڑھا دیتا ہے

(۱۷) کاروبار کی جگہ (۱۹) جو چاہو لگا دو

(۲۰) پرانے خیال کی جوان ہندو عورتیں اکثر اس کا استعمال کرتی ہیں

(۲۲) چاندنی رات میں اس کا شور پیارا معلوم ہوتا ہے،

(۲۳) حد سے زیادہ ہو تو ناکارہ کر دیتی ہے،

(۲۵) حساب کی روزانہ پڑتال کر نیسے اسکی گنجائش نہیں رہتی،

(۲۶) لکڑی کے ہموار کرنے کے لئے یہ عمل کرتے ہیں،

(۲۸) خوبصورت عورت کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں،

(۳۰) مرد کی صفت اسی سے ہے،

(۳۳) عورت کے لئے عورت ایک " " " " ہے

(۳۴) بے چینی اور فکر میں دماغ کسی مسئلہ پر غور کرنے کے لئے " " رہتا ہے یا نہیں کون کہہ سکتا ہے،

اوپر سے نیچے کی طرف:-

(۱) سفر میں اس سے آرام ملتا ہے،

(۲) اسکے نشہ کا اُتار بسا اوقات پشیمان کن ہوتا ہے،

(۳) لفظ بمعنی خوشامد کے بے ترتیب حروف

(۴) عورت کا قدرتی شکار

(۵) انسان کی لمبائی

(۶) اس کی موجوں میں زندگی گذارنے والے آخر پہونچے ہوئے فقیر ہی تو ہوئے،

(۱۱) اگر یہ بگڑ جائیں تو دنیا کی تباہی کے موجب ہو سکتے ہیں،

(۱۲) کانا پھوسی (۱۳) کرسی نیچے باندھی جاتی ہے

(۱۴) دو پہاڑوں کے درمیان الف کھو گیا ہے

(۱۵) دشمن اگر اپنے ساتھ نیکی کرے تو کیا اسے " " ہی سمجھیں،

(۱۶) اپنے ملک سے دوسری مائیں کو جانیوالا عموماً یہ بھی ہوتا ہے

(۱۸) یہ معمّہ حل کرنا حقیقتاً ایک " " مشغلہ ہے،

(۲۱) لفظ بمعنی "بڑے عالم" کے بے ترتیب حروف

(۲۴) ہندو فقیر اس کا کرنا ذریعہ نجات مانتے ہیں،

(۲۶) بے سینگ کے بہت ملتے ہیں،

(۲۷) پہاڑی رستے،

(۲۹) راضی ہیں اس میں جس میں تری " " " ہے

(۳۱) یہ لگا کر معمّہ سوچو تو کچھ مشکل نہیں،

(۳۲) جاڑے کی اندھیری رات میں کچھ لوگ اس کی وجہ سے بھی کانپتے ہیں،

ان نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا ۲ دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت ۴ر ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیکھئے۔

(اس لائن کے چاروں طرف کاٹئے)

فارم برائے اندراج معمّہ نمبر (۳)

اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے

۱ ت	ے	۲ ج	■	۳ ن		■	۴ م		۵ ق	۶ ع
و	■	۷ و			■	۸ ا		ا		ے
۹ ش		ا		ت	■	۱۰	د	■	■	
	■		■	■	■	■	■	۱۱	۱۲	■
■	۱۳	ی	۱۴ و		■	۱۵	ر	ا	ر	۱۶ ت
■	ل	■	۱۷	ف	۱۸ ت	ر	■	۱۹ ل		ا
۲۰	و	۲۱ ل	ی	■		ی	■	۲۲ م	و	
■	ا	ع	■	۲۳	ل		۲۴ ت	■	۲۵	
۲۶	ر	ا	۲۷			■	۲۸	۲۹ ر	ی	■
ر	■	۳۰	ر	۳۱	م		■		■	۳۲
■	۳۳	ہ	ے	ل	ی	■	۳۴	ا		ر

اداکردہ نقشہ نمبر

اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے

۱ ت	ے	۲ ج	■	۳ ن		■	۴ م		۵ ق	۶ ع
و	■	۷ و			■	۸ ا		ا		ے
۹ ش		ا		ت	■	۱۰	د	■	■	
	■		■	■	■	■	■	۱۱	۱۲	■
■	۱۳	ی	۱۴ و		■	۱۵	ر	ا	ر	۱۶ ت
■	ل	■	۱۷	ف	۱۸ ت	ر	■	۱۹ ل		ا
۲۰	و	۲۱ ل	ی	■		ی	■	۲۲ م	و	
■	ا	ع	■	۲۳	ل		۲۴ ت	■	۲۵	
۲۶	ر	ا	۲۷			■	۲۸	۲۹ ر	ی	■
ر	■	۳۰	ر	۳۱	م		■		■	۳۲
■	۳۳	ہ	ے	ل	ی	■	۳۴	ا		ر

اداکردہ نقشہ نمبر

پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں

۱ ت	ے	۲ ج	■	۳ ن		■	۴ م		۵ ق	۶ ع
و	■	۷ و			■	۸ ا		ا		ے
۹ ش		ا		ت	■	۱۰	د	■	■	
	■		■	■	■	■	■	۱۱	۱۲	■
■	۱۳	ی	۱۴ و		■	۱۵	ر	ا	ر	۱۶ ت
■	ل	■	۱۷	ف	۱۸ ت	ر	■	۱۹ ل		ا
۲۰	و	۲۱ ل	ی	■		ی	■	۲۲ م	و	
■	ا	ع	■	۲۳	ل		۲۴ ت	■	۲۵	
۲۶	ر	ا	۲۷			■	۲۸	۲۹ ر	ی	■
ر	■	۳۰	ر	۳۱	م		■		■	۳۲
■	۳۳	ہ	ے	ل	ی	■	۳۴	ا		ر

مفت نقشہ نمبر ________

تیج ویکلی کراس ورڈ معمّہ نمبر ۳ میں انعامی معمّہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ مینجر تیج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا

پورا نام (صاف طور پر) ________ پورا پتہ ________

____

____

____

رسید منی آرڈر ________ یا پوسٹل آرڈر ________ یا ٹکٹ ________

مندرجہ ذیل نقشوں پر آپ اپنے بھیجے ہوئے حلوں کی نقلیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں

٦ع	٥ق		٤م			٣ن		٢ج	ے	١ت
ے		ا		٨ا				٧و		و
			د	١٠		ت		ا		٩ش
	١٢	١١								
١٦ت	ر	ا	ر	١٥			١٤و	ی	١٣	
ا		١٩ل		ر	١٨ت	ف	١٧		ل	
	و	٢٢م		ی			ی	٢١ل	و	٢٠
	٢٥		٢٤ت		ل	٢٣		ع	ا	
	ی	٢٩ر	٢٨				٢٧	ا	ر	٢٦
٣٢					م	٣١	ر	٣٠		ر
ر		ا	٣٤		ی	ل	ے	ہ	٣٣	

٦ع	٥ق		٤م			٣ن		٢ج	ے	١ت
ے		ا		٨ا				٧و		و
			د	١٠		ت		ا		٩ش
	١٢	١١								
١٦ت	ر	ا	ر	١٥			١٤و	ی	١٣	
ا		١٩ل		ر	١٨ت	ف	١٧		ل	
	و	٢٢م		ی			ی	٢١ل	و	٢٠
	٢٥		٢٤ت		ل	٢٣		ع	ا	
	ی	٢٩ر	٢٨				٢٧	ا	ر	٢٦
٣٢					م	٣١	ر	٣٠		ر
ر		ا	٣٤		ی	ل	ے	ہ	٣٣	

٦ع	٥ق		٤م			٣ن		٢ج	ے	١ت
ے		ا		٨ا				٧و		و
			د	١٠		ت		ا		٩ش
	١٢	١١								
١٦ت	ر	ا	ر	١٥			١٤و	ی	١٣	
ا		١٩ل		ر	١٨ت	ف	١٧		ل	
	و	٢٢م		ی			ی	٢١ل	و	٢٠
	٢٥		٢٤ت		ل	٢٣		ع	ا	
	ی	٢٩ر	٢٨				٢٧	ا	ر	٢٦
٣٢					م	٣١	ر	٣٠		ر
ر		ا	٣٤		ی	ل	ے	ہ	٣٣	

(٨) حل کے فارموں کے وقت پر نہ پہنچنے یا راستہ میں گم ہو جانے وغیرہ کے متعلق دفتر تیج ویکلی پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی،

(٩) جو رقمیں معموں کے حلوں کے ساتھ بھیجی جائیں گی وہ کسی حالت میں واپس نہ ہوں گی اور نہ کسی دوسرے معمہ کے حساب میں جمع کی جائیں گی؛

(١٠) آپ جتنے نقشے چاہیں مختلف قسم کے حلوں سے بھر کر بھیج سکتے ہیں مگر یہ تمام نقشے وہی ہونے چاہئیں جو تیج ویکلی میں شائع ہوئے ہیں اور ہر نقشہ کی فیس فی نقشہ چار آنے کے حساب سے دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔

(١١) اگر فیس بذریعہ منی آرڈر بھیجی گئی ہے تو منی آرڈر کی رسید اسی لفافہ کے اندر ہونی چاہیئے جس میں آپ نے حل بھیجے ہیں اگر منی آرڈر نہیں بھیجا ہے تو اسی قیمت کا پوسٹل آرڈر یا ڈاک کے ٹکٹ لفافہ میں رکھ دیجئے جو حل فیس کے بغیر آئے گا وہ مقابلہ میں شامل نہیں کیا جائیگا۔

لفافہ کے اوپر پتہ اس طرح لکھئے:

مینیجر صاحب کراس ورڈ معمہ نمبر (٣٠) "تیج ویکلی" دہلی

دیوداسی!

افسانہ!

آج سے بہت دنوں پہلے جب حسینوں کی آرائش و زیبائش کے لئے مشاط کا وجود ہی نہ تھا اور حسن معصومیت کا جامہ زیب تن کئے تھا۔ شمالی ہند کے ایک بڑے مندر کی فضا میں گھنٹوں اور ناقوس کی صداؤں نے انتشار پیدا کر دیا تھا۔ آرتی کا وقت تھا۔ بھگوان کی آرتی شروع ہونے والی تھی۔ آرتی دیوداسیاں کرتی تھیں۔ انھوں نے اپنی زندگی اپنے دیوتا کے قدموں میں گذارنے کی قسم کھا لی تھی۔ آرتی شروع ہوئی، تمام دیوداسیاں زرق برق لباس پہنے ہوئے زرت بھون (رقص گاہ) میں آئیں اور اپنے دیوتا کو خوش کرنے کے لئے رقص کا آغاز کیا۔ گھنگھروں کی مترنم جھنکار سے مندر کی فضا گونج اٹھی۔

مندر کے ایک گوشے میں پجاری کا لڑکا اجے کھڑا ہوا تھا۔ نوجوان اجے کی نظریں چھوٹی دیوداسی پر پڑیں۔

دیوداسی کا حسین چہرہ اس کی آنکھوں میں جم گیا تمام بدن میں بجلی سی دوڑ گئی وہ سوچ رہا تھا کہ ابھی تو اس معصوم دیوداسی نے اپنی عمر کے سولہ سترہ سال مشکل سے گذارے ہوں گے۔ یہ کس طرح سے اپنی زندگی کے دن گذارے گی، صرف دیوتا کے دیدار پر........ جس کی ایک امید موہوم سے زیادہ وقعت نہیں........

اجے آرتی ختم ہونے کے بعد گھر لوٹا، مگر اس کے دل میں رہ رہ کر میٹھا سا درد اٹھتا تھا۔ گو دیوداسی اجے کے سامنے نہ تھی، تاہم وہ دیوداسی کا پُر نور چہرہ دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔

"کاش اس دیوداسی کے حسن سے میرا خانۂ دل بھی پُر نور ہو جائے۔"

مدہوسے کے باپ دادا مندر کے پجاری تھے۔ اس لئے مدہوسے کو ورثہ میں مندر کی گدی ملی تھی۔ مدہوسے درمیانہ قد کے ادھیڑ عمر کے آدمی تھے۔ چہرہ چوڑا تھا۔ پیشانی پر رامانندی تلک لگاتے تھے۔ گلے میں رودراج کی مالا پہنتے تھے۔ اجے ان کا اکلوتا لڑکا تھا اور بچپن ہی میں شفقت مادری سے محروم ہو گیا تھا۔ مدہوسے نے بڑی مصیبتیں برداشت کرکے اسے پالا تھا۔

اجے ہر وقت چھوٹی دیوداسی کے تصور میں غلطاں و پیچاں رہنے لگا۔ اب وہ آرتی کے وقت سے بھی کچھ پہلے ہی زرت بھون میں آجاتا اور چھوٹی دیوداسی کے دیدار کے لئے سراپا چشم بن جاتا۔ اس کی یہی آرزو تھی کہ وہ اسے دیکھا کرے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کو اپنے صفحۂ دل میں اتار لے۔

دیوداسی پورنما نے بھی محسوس کیا کہ اجے اس سے انس سا پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ کبھی کبھی اجے کو سب کی نظریں بچا کر دیکھ لیا کرتی۔ چند دنوں کے بعد ہی اسے اجے کی محبت کا پورا یقین ہو گیا۔ مگر وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی مجبور تھی۔

اماوس ... کی رات تھی ... ہو کا عالم تھا۔ تمام کائنات تیرہ و تار تھی ... مندر کا چراغ سیتا آخری سانس لے رہا تھا۔ اس کی مدھم روشنی رات کی سیاہ چادر پر ایک سفید چمکیلے نقطہ سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی۔ اب اس شب دیجور میں دیوداسی کے کمرے کے سامنے کوئی کھڑا تھا۔ اس نے بہت آہستہ سے کنڈی کھٹکھٹائی۔

دیوداسی نے دھیمی آواز سے پوچھا۔

"کون ہے؟"

اجے نے کہا "بھکاری"

دیوداسی نے اجے کے دھندلے چہرہ کو کمرے کے ٹمٹماتے چراغ میں دیکھ کر کہا "وہ بھکاری جس نے بھیک کی صدا لگائے بغیر ہی دل جیسی نایاب چیز حاصل کر لی۔ اب کیا جان کی بھیک مانگنے آیا ہے؟"

اجے نے جواب دیا "میری التجا ہے کہ ہماری محبت دائمی محبت ہو"

پورنما نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا "وہ جسے دیوتا تصور کر لیا دیوتا ہی رہے گا"

اجے جب لوٹا تو معمول سے زیادہ خوش تھا۔

اب پورنما اجے کو دیوتا سمجھنے لگی۔ دیوتا کے ... مندر اور پجارن کی ضرورت تھی پورنما ... خانۂ دل ... مندر ... خود کو پجارن بنا لیا اور اجے کی پوجا کرنے لگی۔ اب اسکی طبیعت رقص و سرود سے اکتا گئی اور اس نے بیماری کا بہانہ کیا اور رقص سے معذرت چاہی۔

آج تہوار کا دن تھا۔ تمام مندر بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ مندر کے احاطہ میں بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ ہر شخص خوش و خرم نظر آتا تھا۔ آج آرتی کے غیر معمولی انتظامات ہوئے تھے۔ مندر کے صحن میں ہون کنڈ بنا ہوا تھا۔ اور پجاری وید کے منتر پڑھ پڑھ کر ہون کر رہے تھے۔ آج پورنما کو ناچ میں ضرور بالضرور شریک ہونا تھا۔

پورنما دیوداسیوں کے ساتھ مندر کی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ اجے کو ایسا معلوم ہوا کہ چودھویں رات کا چاند اپنے نورِ کامل کے ساتھ اس کی طرف آرہا ہے۔ پھر جب دیوداسی اس کے سامنے ہوئی تو اسے ایسا محسوس ہوا وہ ایک تلاطم حسن میں کھو گیا ہے۔ آرتی شروع ہوئی اور پورنما نے بڑے جوش سے رقص کیا یہاں تک کہ ناچتے ناچتے وہ بیہوش ہو گئی۔ اس کا بیہوش ہونا تھا کہ تمام مندر میں شور مچ گیا۔ اجے اور دوسرے آدمیوں نے اسے اس کے کمرے میں جا لٹایا۔ دیوداسی پر سکتہ کا عالم طاری تھا۔ اسے دیوتا میں اجے کی صورت نظر آتی تھی۔ اجے کی محبت کا زخم خوردہ دل تڑپ رہا تھا اور دیوداسی کو لذتِ درد کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کے منھ سے کئی دفعہ عالم بے خبری میں نکلا "اجے میرا دیوتا ہے" "اجے میں تمہیں اپنا دیوتا بناؤں گی" ... اجے اور دیوداسی کی محبت کا چرچا تمام شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا ... اس زمانہ میں کسی دیوداسی کا کسی شخص سے محبت کرنا سنگین ترین گناہ تھا جس کا کفارہ گنہگاروں کو زندہ نذر آتش کرنے ہی سے ادا ہو سکتا تھا۔ گو اجے کا باپ مندر کا مہنت تھا مگر اس قانون کو وہ بھی نہ توڑ سکتا تھا۔

راجہ کی طرف سے منادی کرا دی گئی کہ دیوداسی سے محبت کرنے کے جرم میں اجے کو اور اجے سے محبت کرنے کے جرم میں دیوداسی کو زندہ نذر آتش کیا جائے گا۔

شمشان میں آج بڑی بھیڑ تھی۔ تمام اہالیان شہر ان دو نوخیز پھولوں کو دیکھنے آئے تھے جو قانون کی باد سموم سے چند ہی لمحوں میں جھلسنے والے تھے۔ چتا کے دائیں جانب بیش قیمت فاصلہ پر طلائی تخت پر راجہ بیٹھا ہوا تھا۔ مہنت پیچھے کھڑا تھا۔ تمام رات روتے روتے آنکھیں آنسوؤں سے خشک ہو گئی تھیں، وہ بار بار اپنے سینے کو دباتا تھا۔ گویا اس کے سینے میں درد اٹھتا ہے۔

چتا تیار ہو گئی۔ محبت کے نام پر قربان ہونے والے دو پریمی محبت جاودانی کے حصول کی خاطر چتا کی جانب روانہ ہوئے۔ رسم کے مطابق مہامنتری نے پوچھا کہ تمہاری آخری خواہش پوری کی جائیگی۔

جواب میں اجے نے کہا "مہامنتری میں نے محبت کی بھیک مانگی تھی جو مجھے مل گئی۔ اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں" یہ کہتے ہوئے وہ دونوں چتا کے اندر بیٹھ گئے۔

راجہ کے حکم سے آگ لگائی گئی اور آن کی آن میں دو پھول نذر بہار کے نمو ہونے سے پہلے ہی پامال کر دئیے گئے۔

دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ پجاری جی کا عالیشان مندر جل رہا ہے۔ مہنت مدہوسے مندر کی چھت پر کھڑے ہیں۔ شعلے بہت بلند ہو گئے اور مہنت جی اپنے بیٹے کی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے لہراتے ہوئے شعلوں میں پنہاں ہو گئے۔

مزدور!

(از جناب عزیز رف طلعہ ضیاء الدین)

گرد چہرہ پر پسینے میں جبیں ڈوبی ہوئی
پیٹھ پر ناقابلِ برداشت ایک بارِ گراں
ہڈیوں میں تیز چلنے سے چٹخنے کی صدا
جا رہا ہے جانور کی طرح گھبراتا ہوا
مضمحل، درماندگی سے اور فاقوں سے نڈھال
اپنے ہم جنسوں کی بے مہری سے مایوس و ملول
اپنی خلقت کو گناہوں کی سزا سمجھے ہوئے
راستے میں راہگیروں کی نظر سے بے نیاز
اس کے دل تک زندگی کی روشنی جاتی نہیں
ایک لمحہ بھی نہیں فکرِ معیشت سے نجات
دیکھ اے قارونِ اعظم دیکھ اے سرمایہ دار

آنسوؤں میں کہنیوں تک آستیں ڈوبی ہوئی
ضعف سے لرزی ہوئی سارے بدن کی جھریاں
درد میں ڈوبی ہوئی مجروح سینے کی صدا
ہانپتا، گرتا، لرزتا، ٹھوکریں کھاتا ہوا
چار پیسے کی توقع سارے کنبہ کا خیال
صفحۂ ہستی پر سطر اک جو کہ ہے نہ فضول
آدمی ہونے کو لعنت اور بلا سمجھے ہوئے
سوزشِ ماتم سے نغموں کے اثر سے بے نیاز
بھول کر بھی اس کے ہونٹوں پر ہنسی آتی نہیں
صبح ہو یا شام ہو تاریک اس کی کائنات
نامرادی کا مرقع بیکسی کا شاہکار

تو ہے تیری ہی طرح انساں مگر مقہور ہے
دیکھ اے دولت کے اندھے سانپ مزدور ہے

بال سبھا!

روپیہ کی زندگی!

(از جناب آنند شنکر کرل پانی پتی)

روپیہ کتنے دنوں تک چلتا ہے اور بعد میں کیا ہوتا ہے۔ ان سوالوں کے جواب بہت ہی دلچسپ ہیں

اگر روپیہ کو اچانک کوئی نقصان نہ پہونچے تو وہ اکثر پچپن سال تک چلتا رہتا ہے۔ اس کے بعد اس کا وزن کچھ کم ہو جاتا ہے جب یہ کمی ۰۹ء۳ گرین تک پہنچ جاتی ہے تو روپیہ ٹکسال میں بھیج دیا جاتا ہے۔ جہاں اسے گلا کر پھر دوبارہ ڈھال دیا جاتا ہے۔

جو روپے زمین میں گاڑ دیئے جاتے ہیں ان کے وزن میں تو کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اگرچہ زنگ آلود ضرور ہو جاتے ہیں جو آسانی سے صاف ہو سکتے ہیں

ہندوستان میں برٹش حکومت میں سب سے پہلے ۱۸۶۷ء میں روپیہ بنا تھا جس پر کمپنی کی مہر تھی۔ اس سے پیشتر ہندوستان کے سکے لندن میں ڈھلتے تھے۔ جن کے ایک طرف ملکہ الزبتھ کی تصویر اور دوسری طرف اس کے ہتھیاروں کا خاکہ ہوتا تھا

اندازہ کیا جاتا ہے ۱۸۳۵ء سے اب تک مختلف ٹکسالوں میں ۳۹۹ کروڑ روپے ڈھالے گئے ہیں۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ روپوں کی مالا ہار وغیرہ بنا لیتے ہیں اور ان میں سوراخ کر کے انھیں بے کار کر دیتے ہیں۔ نقلی بھی ہندوستان میں بہت دکھائی دیتے ہیں۔ اور کھوٹے سکوں سے نقصان ہی رکھتے۔ سکوں کی پہچان زیادہ تر ان کے بجانے سے کی جاتی ہے۔ کچھ ماہر لوگ روپیہ کو بغیر بجائے دیکھ کر ہی بتا دیتے ہیں کہ سکہ کھوٹا ہے یا کھرا ہے۔

نقلی ڈھلے ہوئے سکوں کے کنارے اکثر صاف نہیں ہوتے۔ اس لئے سکوں کو پہچاننے میں اس کے کنارے بھی مدد کرتے ہیں۔

یہ عجیب دنیا

پھول جیسے جانور

بہت سے سمندروں کے کنارے کے جانور "لالہ" "نیلوفر" وغیرہ پھولوں سے

ملتے جلتے ہوتے ہیں اور انھیں پھول جانور کہا جاتا ہے۔ بعض کی شکل بالکل گلاب کے پھول جیسی ہوتی ہے۔ لیکن اگر اسے ذرا بھی۔ ہاتھ لگا دیا جائے تو وہ چھوٹی موٹی کی طرح سکڑ جاتے ہیں اور گیند سی بن جاتے ہیں اور ان کا منہ شکن در شکن میں آ جاتا ہے۔ اگر یہ کسی بڑی موجیسے ایک مچھلی کی مانند تو ان میں بہت سی پنکھڑیاں اور ہر دو سے آگر مل جاتی ہیں۔ اور اگر کوئی چیز کھانے کی اس شے نے اپنے منہ میں لے لی ہے تو سب مل کر سلتے چٹ کر جائیں گے۔

اس عجیب و غریب مخلوق کو نہ تو ہم جانور ہی کہہ سکتے ہیں اور نہ نباتات ہی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں دونوں باتیں ہیں۔ ایک ننھی نبات عالم نہ معلوم کیا بن رہا تھا کہ بنتے بنتے کچھ کا کچھ ہو گیا۔ اگرچہ اس میں کوئی چیز چمٹنے والی نہیں ہوتی مگر پھر بھی اس میں ایک کشش ہوتی ہے اور دوسرے کسی ہلکی چیزوں کو کھینچ کر مقناطیس کی طرح اپنے ساتھ ملا لیتی ہے۔ اس میں ایک قسم کا زہر بھی ہوتا ہے جو چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کھا جاتا ہے۔

ماں کا پیار

{از جناب ابوالاعجاز حسیف اکبرآبادی}

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

میرے بیٹے تو میرا شاہزادہ ہے دُلارا ہے
سکونِ قلب ہے میرے بڑھاپے کا سہارا ہے
میرے گھر کا اجالا ہے میری آنکھوں کا تارا ہے
وطن کے باسیوں کی مشکلیں آسان کرنے کو

تجھے پالا ہے میں نے ملک پر قربان کرنے کو

تجھے بچپن میں جب میں لوریاں دے کر سلاتی تھی
تو اکثر گیت تیرے باپ کا تجھکو سناتی تھی
تو سوجاتا تھا اور میں تیرا مستقبل جگاتی تھی
طبیعت میں تری پیدا نیا ہیجان کرنے کو

تجھے پالا ہے میں نے ملک پر قربان کرنے کو

تو میرے دل کی ٹھنڈک ہے تو میرے دل کی راحت ہے
تو میری زندگی ہے میری عصمت اور امانت ہے
یہی مرحوم والد کی ترے بیٹا وصیت ہے
کہ ہو وقف آزادی کا کچھ سامان کرنے کو

تجھے پالا ہے میں نے ملک پر قربان کرنے کو

ہزاروں کلفتیں سہہ کر کیا ہے نوجواں تجھکو
بنایا اپنے فاقوں کا نہ اب تک راز داں تجھکو
مصیبت میں بھی رکھا ہے یہی شان وہاں تجھکو
نمایاں شش جہت میں اپنی شان اور آن کرنے کو

تجھے پالا ہے میں نے ملک پر قربان کرنے کو

یہ ماں کا پیار ہے بیٹا وطن کے کام آجائے
پئے جام شہادت موت کے ڈر سے نہ گھبرائے
چڑھے اور رسن پر اور امید پر ماں کی بر لائے
کہ ماں کے پاس کیا دولت یہی ہے دان کرنے کو

تجھے پالا ہے میں نے ملک پر قربان کرنے کو

ایک مزیدار لطیفہ

سکندر کیوں رویا

از بھائی پریم چند

استاد جماعت کو یہ سنا رہا تھا کہ سکندر نے ہندوستان کو کیونکر جیتا تھا۔ اس سکندر کی فتح کی کہانی کو اور بھی زیادہ مزیدار بنانے کے لئے کہا:

"بچو! جب سکندر ہندوستان فتح کر چکا تو جانتے ہو تم اس نے کیا کیا؟"

بچے خاموشی کے ساتھ استاد کا منہ دیکھنے لگے اور ساری جماعت پر سناٹا چھا گیا۔

استاد نے پھر کہا:

"کیا تم سمجھتے ہو کہ اس نے فتح کی خوشی میں بڑی دعوت دی۔ نہیں۔ نہیں وہ رونے لگا۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ سکندر کیوں رویا"

ایک بچے نے جواب دیا کہ:-

شاید وہ اپنے گھر واپس جانے کا راستہ بھول گیا ہوگا۔

کیا تم جانتے ہو؟

"ہاتھی" اور "قلعہ" کہاں ہے

لندن کے دریائے ٹیمز میں جنوبی کنارہ پر ایک مشہور جگہ ہے جس کا نام "ہاتھی اور قلعہ" ہے اس جگہ کا نام اس وجہ سے پڑا کہ یہاں ایک سرائے "ہاتھی" اور "قلعہ" نام کی ہے۔ اس سرائے کا نام اس وجہ سے پڑا تھا کہ یہاں کسی زمانہ میں ایک قلعہ تھا جب اس کے کھنڈر کھودے گئے تو ایک ہاتھی کا پنجر برآمد ہوا تھا۔ اب اس جگہ سرائے بنی ہوئی ہے اور اسی نام سے اب مشہور ہے۔

ٹوٹے ہوئے وعدے!

(صفحہ (۷) سے آگے)

پبلک قرضہ کا بار بڑھایا اور ان کارناموں کیلئے
بہت شکرگزاری کی طالب ہے
نیشنل گورنمنٹ اب تک الیکشن کے بہت سے معاہدے
پورے کر چکی ہے حالانکہ اسے یہ کرنا چاہیے تھا کہ "اجمالی تحفظ"
کے اصول پر کاربند ہوتی اور بہت سی قوموں کو اکٹھا کرکے ایک
مضبوط متحدہ محاذ قائم کر لیتی۔ ایسا نہ کرکے اس حکومت نے
اپنے انہی "وعدوں" کا بھی خیال نہیں کیا۔ اس
کی کوئی پالیسی نہیں ہے بلکہ صرف حالات کے اندر ہی بہہ رہی
ہے۔ ملک کے معاملات میں اس سے زیادہ بدتری
کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اب مسٹر چیمبرلین کی خودداری
کیلئے صرف ایک ہی کام باقی رہ گیا ہے جب ان کے
تمام کارنامے غلط اور ان کے تمام نظریئے بے معنی اور
غلط ثابت ہو چکے ہیں تو انکی حکومت کو استعفا دے کر
دوسروں کے لئے جگہ خالی کر دینی چاہئے۔

جیسا کہ مسٹر چرچل نے اخبار ڈیلی ٹیلیگراف میں لکھا ہے
ہمیں بھی یہ سوال کرنا پڑتا ہے کہ کیا واقعی برطانی حکومت
ایک نیشنل حکومت بنتی جا رہی ہے؟ مسٹر چرچل
کے سوا برطانی جمہوریت کے دور میں کبھی ایک واحد آدمی
نے حکومت نہیں کی تھی بلکہ ... قسم کی حکومت
کے عناصر رہا ہے ہیں؟ کیا اس کا یہ حاصل یہ نہیں ہے کہ
ملک کی حکمرانی صرف ایک آدمی کے ہاتھ میں ہے؟ کیا ہم
انگلستان میں بالکل اسی طرح کی حکومت کے قریب نہیں
پہنچ گئے ہیں؟ موجودہ وزیراعظم اور ان کے تمام رفقائے
کار اس لئے منتخب کرکے پارلیمنٹ میں بھیجے گئے تھے کہ وہ
"اجمالی تحفظ" کے اصول پر عقیدہ رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے
ووٹروں سے یہ وعدہ اس لئے کیا تھا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے
تو ہرگز منتخب نہ ہوتے۔ لیکن انتخاب کے کچھ دنوں بعد خود
مسٹر چیمبرلین نے کہا کہ "اجمالی تحفظ" کا خیال ... گرما
کا ایک جنون ہے۔ یہ سن کر انکے تمام رفقائے کار بہت خوش
ہوئے، اور کھلے طور پر میدان میں آگئے۔ اور جب ان
کو موقع ملا لیگ آف نیشنز کا "نعرہ" اڑا دیا گیا۔

مسٹر چیمبرلین جرمنی گئے۔ ان کو اب بھی
ہر ہٹلر کے وعدے پر یقین تھا حالانکہ اس شخص
نے اپنے تمام پچھلے وعدے توڑ کر رکھ دیئے تھے
پھر مسٹر چیمبرلین اٹلی گئے اور مسولینی کے ساتھ انہوں
نے بادشاہ اٹلی کو شہنشاہ حبش کہہ کر ان کا جام صحت
نوش کیا۔ ان کو یقین ہو گیا کہ مسولینی سے ایک مستقل
دوستی کا رشتہ قائم ہو گیا ہے۔ لیکن اس کا بھی
کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ مسولینی نے اطالوی فوجوں کو
اسپین سے واپس نہیں بلایا اور یہ ثابت کر دیا
کہ اس کے وعدے بھی اسی لئے ہوتے ہیں کہ توڑ
دیئے جائیں۔

اب مسٹر چیمبرلین پھر "اجمالی تحفظ" کا راگ
الاپتے ہیں۔ اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ جب مسٹر چیمبرلین
رنگ بدلتے ہیں اور ... پالیسی کو ترک کرکے
دوسری پالیسی اختیار کرتے ہیں پارلیمنٹ میں ان کی
ہاں میں ہاں ملانے والے حضرات بھی ایسا ہی
کرتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ ساتھ اپنا رنگ بھی
بدل لیتے ہیں۔ جمہوریت کا طریقہ یہ ہے کہ عوام ایک
پالیسی بناتے ہیں اور اس پالیسی کو چلانے کے لئے
رہنماؤں کو منتخب کرتے ہیں۔ ڈکٹیٹرزم اس کے
برعکس ہے کیونکہ اس کے تحت میں لیڈر ہی پالیسی
بناتا ہے اور عوام کو اس پالیسی پر چلنے کے لئے مجبور
کرتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ برطانی پارلیمنٹ
کی قدامت پرست پارٹی ڈکٹیٹرشپ اصول ہی پر عمل
کر رہی ہے۔ وہ اپنے رہنماؤں کی اندھا دھند تقلید کرتی
ہے اور اسی کی بتلائی ہوئی راہ پر چلتی ہے۔

اس نمونہ کا اس نقطۂ نگاہ سے ... بعد برطانی
حکومت نے جبریہ بھرتی کی اسکیم کا ایک جاری کر دی
ہے۔ اس سے ... میں مخالف پارٹیوں کے رہنماؤں
سے یا ٹریڈ یونینوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا ہے۔
صرف پانچ ہفتے پہلے اس حکومت نے یہ اعلان
کیا تھا کہ "جبریہ بھرتی" کی اسکیم امن کے زمانے میں
نافذ نہیں کی جائے گی۔ ابھی انگلستان میں امن موجود
ہے اور "جبریہ بھرتی" بھی نافذ ہو چکی۔ مسٹر چیمبرلین
نے یہ وعدہ بھی توڑ دیا اور اس کے جواز میں یہ
کہہ دیا کہ اس وقت کسی یورپین ملک میں امن
صحیح معنوں میں موجود نہیں ہے۔ ہٹلر اور مسولینی
نے وعدے کرنے اور توڑنے کا جو ریکارڈ قائم کیا
تھا۔ اس میں مسٹر چیمبرلین نے بھی معقول اضافہ
کر دیا ہے۔

کیا اب بھی اس بات کا یقین کیا جا سکتا ہے کہ
مسٹر چیمبرلین نے ہٹلر اور مسولینی کو خوش کرنے
والی پالیسی ترک کر دی ہے؟ ان کے خیال میں
"جبریہ بھرتی" غیر ملکی رائے کو متاثر کرنے کے لئے
ضروری تھی لیکن انہوں نے ایک ہاتھ سے تو یہ
اسکیم جاری کی اور دوسرے ہاتھ سے ہٹلر کی طرف
ایک دوستانہ اشارہ کیا اور سر نیوائل ہنڈرسن کو
سفیر بنا کر ہٹلر کے دربار میں بھیج دیا۔ اخبار ٹائمز اور
ٹائمز ... لکھتا ہے کہ برطانی حکومت نے "سب سے
بڑی غلطی یہ کی ہے کہ سر نیوائل ہینڈرسن کو
پھر سفیر بنا کر برلن بھیج دیا ہے اور وہ نازیوں
کے حامی ہیں اور اپنے اس عقیدہ پر پردہ
بھی نہیں ڈالتے۔"

برما کے تین مشہور پگوڈے

ملک برما کی سرزمین کے چپہ چپہ سے گذشتہ رفعت و عظمت، شان و شوکت کے آثار نمایاں ہیں اور اس ملک کے سر بفلک پگوڈے آپ اپنی نظیر ہیں۔ برما کو پگوڈوں کا ملک بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ شمال سے جنوب تک مشرق سے مغرب تک پہاڑوں کی چوٹیوں پر۔ دریا کے کناروں پر۔ مختصر جہاں دیکھو پگوڈے ہی پگوڈے نظر آتے ہیں۔

یہاں ہر ایک جسامت کے پگوڈے دکھائی دیتے ہیں۔ کئی تو علی الصباح سورج کی نورانی کرنوں کے ساتھ اپنی درخشانیوں سے چکاچوند پیدا کرتے ہیں۔ کئی رات کی چاندنی میں جھلملاتے ہیں۔ کئی ایک بوسیدہ و مسمار بھی پڑے ہیں۔ پگوڈوں کی تعمیر کرنے والے کو پیاٹاگا (Payataga) "پگوڈا بنانے والا" کا خطاب دیا جاتا ہے اور اس کو بڑی عزت و وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

لفظ پگوڈا سنگالی لفظ ڈگوبا (Dagoba) سے اخذ کیا گیا ہے۔ بھگوان بدھ کے مزار کو برمی زبان میں پگوڈا اور سنگالی زبان میں ڈگوبا کہتے ہیں۔ رائے عام یہ ہے کہ پگوڈا لفظ تبکدہ سے نکالا گیا ہے۔ بہر کیف ان سب الفاظ کے معنی ایک ہی ہیں۔

برمیوں کے عقیدے کے مطابق چار مختلف اقسام کے پگوڈے ہیں۔ ۱۔ دھاتو سیتیا (Dhata Celiya) ۲۔ پاری بھوگا (Paribhoga) ۳۔ دھاما سیتیا (Dhama Celiya) ۴۔ اوڈیکا سیتیا (Udicca Celiya)

دھاتو سیتیا گوتم بدھ کی لاش کی حفاظت کرتا ہے۔ پاری بھوگا بھگوان بودھ کی ضروریات کی حفاظت کرتا ہے۔ دھاما سیتیا متبرک وید کو محفوظ رکھتا ہے۔ اوڈیکا سیتیا متبرک اشیا کی نقل کی ہوئی چیزوں کا گنجینہ ہے۔

سب پگوڈے اینٹ، پتھر اور لکڑی کے بنے ہوئے ہیں۔ مشہور پگوڈوں پر سونے کا ملمع چڑھایا جاتا ہے اور بیش قیمت جواہرات جڑے جاتے ہیں۔ برما کے مشہور اور قابل دید پگوڈوں میں سے ایک شیوے ڈگوں (Shwedagon) ہے۔

شیوے ڈگوں پگوڈا

برمی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شیوے ڈگوں پگوڈا کی بنا تاپوسا (Tapussa) اور بھالیکا (Phallika) دو تجار بادشاہوں نے ڈالی تھی۔ یہ دونوں بھائی بودھ بھگوان کا ایک بال اپنے ساتھ لائے تھے اور گوتم بودھ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے بودھ مذہب اختیار کیا تھا۔ ۱۰۳ مہاسکراج کا سال ٹھیانگ (Tabang) مارچ اور اپریل کا مہینہ

اور جمعرات کی رات کو جب پورا چاند اپنی نورانی کرنوں سے کرہ زمین کو کرہ نور بنا رہا تھا۔ بھگوان بودھ کا بال سونے کے اوراق میں لپیٹ کر ٹھینگوترا پہاڑی (Thingattara)

(H) پر گاڑا گیا تھا بعد ازاں اس پر شیوے ڈگوں پگوڈا تعمیر ہوا۔ راز اڈیریت بادشاہ (King Raza) کے ۲۰۰۰ء میں سنہ ۱۳۸۵ء تا ۱۴۲۳ء کی حکمرانی کے وقت اس پگوڈے کی بلندی ۷۰ فٹ تھی۔ اس کے بعد کے حکمرانوں کے زمانہ میں اس کی بلندی میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس وقت اس کی بلندی سطح زمین سے ۲۰ فٹ ہے اور رنگون میں یہ ایک قابل دید مقام ہے۔

شیوے ماڈا پگوڈا

شیوے ماڈا پگوڈا۔ پیگو میں تعمیر کیا گیا تھا لیکن سنہ ۱۹۳۰ء کے بھونچال میں مسمار ہو گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تھرپا بادشاہ کی حکمرانی کے عہد میں دو راجے تھاتالا اور وتالا اپنے واوا کے ارشاد کے مطابق کسی نئے شہر کی بنا ڈالنے نکلے۔ جب یہ دونوں پیگو میں پہنچے اس وقت پیگو ایک ہندوستانی کے قبضہ میں تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے اس پر قبضہ جمانے کی کوشش کی جس سے فضا مکدر ہو گئی اور فساد برپا ہو گیا۔ ہندوستانی راجہ سے کہا گیا کہ وہ ثبوت دے کہ وہ اس شہر کا مالک ہے اس نے کہا یہاں لوہے کے سیدھے شہتیر دبے ہوئے ہیں۔ زمین کھودنے پر شہتیر کمانوں کی طرح نکلے اور دونوں بھائی اس پر قابض ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ تھاگیامن نڑ دول کا بادشاہ نے ان کی امداد کی تھی۔ اسی وجہ سے وہ شہتیر کمان کی طرح ہو گئے تھے۔ اسی خوشی میں انہوں نے شیوے ماڈا پگوڈا تعمیر کیا تھا جس کے ارد گرد پیگو شہر آباد ہے۔

شیوے سانڈا پگوڈا

سالاتھا نیا بادشاہ کی حکمرانی کے زمانہ میں یہ پگوڈا

پردم (Prome) میں تعمیر ہوا تھا۔ یہ تینوں پگوڈے برما کی تمام چیزوں میں ممتاز رتبہ رکھتے ہیں۔ ایک پگوڈا مسمار ہو گیا ہے۔ دو ابھی موجود ہیں۔ شیوے ڈگوں پگوڈا سب سے افضل ہے۔

شیوے ڈگوں پگوڈا

جو لوگ رنگون کی سیر و سیاحت کرنے جائیں انھیں جہاز سے ایک "طلائی راز" سورج کی روشنی میں منور دکھائی دے گا۔ جس کی صورت نہ ہی مسلم قبائی اور نہ ہی مندروں کے میناروں کی مانند ہے۔ اس کی تعمیر جداگانہ ہے جو کہ بالکل نرالی معلوم ہو گی۔

اس کا مشاہدہ کرنے کے لئے دل از خود فریفتہ ہو جائے گا اور دل میں مصمم ارادہ ہو جائے گا کہ شہر پہنچتے ہی اس "طلائی راز" کے معمہ کو حل کیا جائے۔

اس "طلائی راز" کی اصلیت زمانہ سلف کی غیر معتبر روایات میں پوشیدہ ہو گئی ہے۔ لیکن رائے عامہ ہے کہ دو بھائی تاپوسا اور بھالیکا جو رنگون میں

بھارت کرتے ہندوستان میں گوتم بودھ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔

گوتم بودھ کے پاس دنیاوی عیش و عشرت کا سامان نہ تھا اس لئے آپ نے اپنی زلف کا ایک گچھا ان کو بطور تحفہ دیا اور اس پر ایک پگوڈا تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

یہ مذہبی خدمت تاپوسا اور بھالیکا دونوں بھائیوں نے ۵۸۵ بی۔ سی میں شروع کی اور تھنگوترا پہاڑی پر ۲۰ فٹ اونچا پگوڈا تعمیر کیا۔ اس متبرک اور تاریخی مزار پر دھیمی اچھتری چڑھائی گئی۔ چند ہیروں سے اس کو متمول کیا گیا اور اس پر طلائی ورق چڑھا کر اسکی زیبائش کو چار چاند لگا دیئے۔

اس مزار کو خوشنما بنانے کے بعد اس کا نام "شوے ڈگوں" یا "طلائی پگوڈا" رکھا جس پر برمی فخر کرتے ہیں اور اس میں عبادت کرنا ان کے لئے باعث ناز ہے۔ برمی اسے خدا کا گھر اور دنیا کی تمام عبادت گاہوں سے اعلیٰ تصور کرتے ہیں اس کی عبادت نسلاً بعد نسلاً ہوتی چلی آ رہی ہے۔

برمی تیوہاروں پر یہاں بڑی چہل پہل رہتی ہے لاکھوں کی تعداد میں لوگ یہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ پجاریوں کی بھیڑ بھاڑ۔ تماشائیوں کا زبردست ہجوم مسافروں کا مجمع کثیر اس درجہ ہوتا ہے کہ تل رکھنے کو جگہ نہیں ہوتی اگر تھالی پھینکو تو سروں ہی سروں پر چلی جائے۔

شوے ڈگوں پگوڈے کی تعمیر کے بعد اس کو نہایت درجہ متمول اور خوشنما بنانے کا کام برمیوں کا فرض اولیں رہا ہے۔ اس امر لازمی کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اس عمارت پر تن من اور دھن کی قربانی کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ قریباً سات دفعہ پر اس کو بڑھایا گیا ہے۔ شوے ڈگوں پگوڈے کی بلندی پہاڑی سے ۲۰ فٹ تھی اور اب اس کی اونچائی ۲۷۵ فٹ کے قریب ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

رنگِ تغزل!

(از جناب نند کشور صاحب اخگر بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی فیروزپور)

راہِ طلب میں خاک نشیں اور بھی تو ہیں! | واماندہ اک ہمیں تو نہیں اور بھی تو ہیں
دل کیوں تڑپ رہا ہے اسی کے خیال میں | اُس کے سوا جہاں میں حسیں اور بھی تو ہیں
کیا ہر جگہ ستم کا ہے چرچا اسی طرح | ایسے ہی آسمان و زمیں اور بھی تو ہیں
فکرِ فراقِ دوست میں کھویا گیا ہے کیوں | سامانِ غم کے قلبِ حزیں اور بھی تو ہیں
پردہ اٹھا کے محوِ تماشہ بنایئے | ورنہ جہاں میں پردہ نشیں اور بھی تو ہیں
اٹھتی ہیں کیوں ہمیں پہ نگاہیں عتاب کی | محفل میں ہم جہاں ہیں وہیں اور بھی تو ہیں
یہ کیا کیا کہ دل نے کہا ماجرائے غم | سُن سُن کے اب وہ چیں بجبیں اور بھی تو ہیں
چھپ چھپ کے آپ جاتے ہیں دشمن کے خواب میں | باتیں بہت سی ہم نے سنیں اور بھی تو ہیں
کیا فرض ہے نباہیں محبت تمہیں سے ہم | دنیا میں تم سے دشمنِ دیں اور بھی تو ہیں
امیدوارِ لطف و کرم اک ہمیں نہیں | پامالِ جورِ چرخِ بریں اور بھی تو ہیں

کرتا ہے کوئی ترکِ تمنا تری طرح
اخگر جہاں میں گوشہ نشیں اور بھی تو ہیں

پچھلے صفحہ سے آگے

س کی بڑی تھدود کا مجموعہ ۳۵۵ فٹ ہے۔ اس پر جو چھتری لگی ہوئی ہے اس کی ساری قیمت سارے پگوڈے کی لاگت کے برابر ہے۔ اسکی بلندی ۴ فٹ ہے۔ اس کا بیاس ۱/۲ ۳ فٹ ہے۔ اور وزن ۱/۲ ۱ ٹن ہے۔ اس پر جو سونے کے طبق پڑھے ہوئے ہیں ان پر ۴۳۳ ہیرے ۱۵۱ زمرد اور ۱۶۶۲ یاقوت سے مینا کاری کی ہوئی ہے۔ یہ چھتری برما کے مشہور بادشاہ منڈن من (Min Don Min) نے گوتم بودھ کی درگاہ میں نذر کی تھی۔

۱۸۸۸ء کے زلزلہ میں یہ چھتری گر گئی۔ اس کی دوبارہ تعمیر پر قریباً چھ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ یہ پگوڈا دنیا کے ایک معتبر مذہبی رہنما کی یادگار میں تعمیر ہوا۔ ایک ایسا رہنما جس نے اپنے دشمنوں سے بھی خراج تحسین حاصل کیا اور جس کی ... نصیحت مجبور و ... کے لئے مرہم ثابت ہوئی۔ جس کی تعلیم جب کہ سمان پر ظلمت کے بادل چھائے ہوئے تھے شمع کا کام دیتی تھی۔

پگوڈوں کی تعمیر کا مدعا

... مہاتما گوتم بودھ نے ۲۹ سال کی عمر میں دنیا سے منہ موڑ کر عشرت پر لات مار کر جنگل کی راہ لی۔ آپ نے زندگی کو دنیوی خواہشات میں پھنسا ہوا پایا اور معلوم کیا کہ زندگی خدا کی عبادت کے بغیر اندھیری اور مٹی ہے جس میں انسان بھٹکتا پھرتا ہے اور صراط مستقیم سے بے بہرہ رہتا ہے۔ آپ سیدھی راہ کا پتہ لگانے کے لئے ہاتھ میں سچائی کی شمع لے کر نکلے۔ آپ کو بڑی جد و جہد کے بعد گیا میں ایک پیپل کے درخت کے نیچے نروان حاصل ہوا جسے آج بھی یاتری دیکھنے کے جاتے ہیں۔ آپ نے زندگی کے پیچیدہ مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی۔ آپ نے معلوم کیا کہ مصائب کا نام زندگی ہے۔ زندگی خواہشات سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ خواہشات کے التوا کرنے سے تکالیف کا اختتام ہوتا ہے۔ خوشی کی موقوفی مندرجہ ذیل زریں اقوال پر مبنی ہے۔

۱۔ سچے خیالات اور اعتقاد ۲۔ جائز جوش و خروش
۳۔ راست گوئی۔ ۴۔ واجب افعال
۵۔ بغیر دھوکے کی معیشت۔ ۶۔ مصمم عزم اور اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی سعی۔ ۷۔ درست یادداشت
۸۔ خیالات کا ٹھیک ٹھیک اجتماع و استغراق۔

مندرجہ بالا آٹھ اصولوں پر جو شخص قائم رہے اس کے لئے جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ لیکن ان پر عمل کرنا قدرے مشکل امر ہے۔ لیکن کوشش و ہمت سے ہر عقدہ وا ہو سکتا ہے۔ اگر کسی بات کو بار بار دہرایا جائے تو وہ بات دماغ میں ضرور بیٹھ جائے گی۔

ان اصولوں کی یاد دلانے کے لئے شوئے ڈگون اور دوسرے پگوڈے تعمیر کئے گئے۔ ان پگوڈوں کو دیکھ کر گوتم بودھ کے فرمان اور ان کی تعلیم یاد آجاتی ہے۔ خیالات از سر نو تازہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے برما میں پگوڈوں کی اتنی کثرت ہے۔ اور اسے پگوڈوں کا ملک (The Land of Pagodas) کہتے ہیں۔

شوئے ڈگون پگوڈے کی بنیاد اور اس کی تعمیر کرنے کے مدعا سے واقف ہو کر اب ہم اس کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ اس کے اندر آنکھیں ایسی ایسی نادر چیزیں دیکھیں گی جو اس سے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی۔ ان کو دیکھ کر عقل دنگ اور دل متاثر ہوگا۔ دل میں انسان کی کاریگری کا بہترین نمونہ جاگزیں ہوگا۔

جس طرح شاہجہاں نے ملکہ ممتاز بیگم کی محبت میں گرفتار ہو کر تاج محل کی بنا ڈالی اور لاکھوں روپیہ صرف کر کے ایسا مزار تعمیر کرایا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ اسی طرح برمیوں نے گوتم بودھ سے محبت اور اپنی عقیدت کا ثبوت دینے کی خاطر ایسی عجیب عمارت بنائی ہے کہ جس کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔

اس مشہور زماں عبادت گاہ میں داخل ہوتے ہی دروازہ پر دونوں جانب شیر دکھائی دیں گے۔ آگے بڑھ کر آنکھیں ایک انوکھا نظارہ مشاہدہ کریں گی۔ عورتیں دوکانوں پر پھول، موم بتیاں اور طلائی ورق بیچتی نظر آئیں گی۔ نار بجانے والے ان سے پھول وغیرہ خریدتے ہیں۔ جوتی پہن کر اندر جانے کی اجازت نہیں اس لئے جوتیاں ان عورتوں کے پاس چھوڑ جاتے ہیں۔ دیواروں پر چاروں طرف اعلیٰ اعلیٰ تصاویر کندہ ہیں جو پرانی روایات ظاہر کرتی ہیں جا بجا چندہ جمع کرنے کے لئے ڈبے بنے ہوئے ہیں جہاں لوگ حسب توفیق چندہ ڈال دیتے ہیں۔ کئی آدمی پوجا میں مشغول دکھائی دیں گے اور کئی بادۂ سر جوش میں مست عقیدت کے پھول چڑھاتے نظر آئیں گے۔

مشرقی دروازے سے داخل ہوتے ہی ایک

اور متبرک نشان دکھائی دے گا۔ اسے مہا گانڈا (بڑی سریلی آواز) کے نام سے موسوم کرتے ہیں یہ ایک بڑا بھاری گھنٹہ ہے جو برما کے ایک بادشاہ نے اس پگوڈے میں رکھا تھا۔ یہ دنیا کے سب سے بڑے تین گھنٹوں میں سے ایک ہے۔ اس کی اونچائی ۱۴ فٹ۔ قطر ۱/۲ ۷ فٹ۔ محیط ۱/۲ ۲۲ فٹ موٹائی ۱۵ انچ اور وزن ۴۰ ٹن سے بھی زیادہ بتایا جاتا ہے۔

۱۸۵۲ء کی جنگ میں اس گھنٹہ کو یہاں سے لے جانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن جہاز راستہ میں ڈوب گیا اور مہا گانڈا نے سمندر کی گود میں اپنی آرام گاہ بنالی۔ برمیوں نے نہایت جانفشانی سے اسے سمندر کی تہ سے نکالا اور ایک بار پھر اس کی سریلی آواز شوئے ڈگون میں گونجی۔

دنیا میں سب سے بڑا ریلوں کا مرکز شکاگو ایالات متحدہ امریکہ ہے۔

عورت کے متعلق دنیا کے پانچ بڑے انسانوں کی رائیں

مہاتما گاندھی!

ہندوستان کے مہا پرش مہاتما گاندھی نے عورتوں کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

جب تک وہ اپنی پرانی حیثیت اختیار نہیں کرلیگی تب تک عورت خوش نہیں ہوگی، چونکہ اس نے اپنی پرانی حیثیت کو ترک کر دیا ہے، اس لئے وہ خود بھی ناخوش ہے۔ اور ساری دنیا کو بھی ناخوش بنا رہی ہے" حیران ہوکر میں نے پوچھا عورتوں کی یہ پرانی حیثیت کون سی تھی جسے اب انھوں نے ترک کر دیا ہے"؟

چرخہ کاتنا ——— گاندھی جی نے اپنی تکلی کو ایک اور چکر دیتے ہوئے فرمایا ——— اگر زمانہ جدید کی عورت اپنے آپ کو چرخہ کاتنے اور کردان چلانے کے لئے وقف کر دے تو آدمی زیادہ اچھی طرح زمین کی کاشت کرنے لگے گا۔ اس لئے ان دونوں کا کام ایک دوسرے کے لئے معاون ثابت ہوگا اور بچوں کی پرورش کرنے میں دونوں حصہ لیں گے، کیونکہ بچوں کی پرورش کرنا ہی دوسرے الفاظ میں دنیا کی پرورش کرنا ہے" زمانہ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مہاتما جی بولے۔

آجکل بچوں کی پرورش کا کام کرایہ کی ماؤں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ہماری زندگی کو کامیاب بنانیوالی باتیں پیاری مائیں ہی سکھا سکتی ہیں، ہمارے نوکر نہیں سکھا سکتے۔ دنیا کا بلند ترین اصول ——— اپنے آپ کو قربان کرنے کا اصول ہے ——— اور یہ میں نے اپنی ماں سے ہی سیکھا ہے" اپنی ماں کا ذکر کرتے وقت ان کی آنکھوں سے ایک عجیب روشنی جھلک رہی تھی۔

اپنی تکلی کو ایک اور چکر دیتے ہوئے مہاتما جی نے ہندوستان کی عورتوں کا خاکہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہمارے ملک کی عورتیں آزادی کی لڑائی میں مردوں کے دوش بدوش لڑیں گی۔ یہ کام ہندوستان کی عورتیں نہایت اچھی طرح کر سکتی ہیں"

لیکن اس کے بعد؟" میں نے پوچھا۔ کیا اس کے بعد ہندوستانی عورتیں بھی مغربی عورتوں کی تقلید کرتے ہوئے نوکریاں اور دیگر پیشے اختیار نہیں کریں گی"

"نہیں" نہایت سنجیدگی کے ساتھ گاندھی جی کہنے لگے:" وہ ایسا نہیں کریں گی۔ وہ اس سے بہتر کام کریں گی۔ وہ لاکھوں کی تعداد میں کھیتوں کے اندر جاکر کدالوں اور بیلچوں سے کام کریں گی اور شاید یہ کام وہ اپنے خاوندوں سے بھی بہتر طور پر کر سکیں۔

"کیا کبھی ہندوستان کی عورتیں مردوں کے مساوی درجہ بھی حاصل کر سکیں گی؟" یہ میرا آخری سوال تھا۔

"اس وقت بھی انکی حیثیت مردوں کے برابر ہی ہے" گاندھی جی بولے: وہ کھانا پکاتی ہیں اور بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔ یہ کوئی خیالی بات نہیں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ عورت مرد کی غلام اس وقت بنتی ہے جب وہ شہری تہذیب کے زیر اثر آجاتی ہے"

جارج برنارڈ شا!

میری ہمیشہ یہ رائے رہی ہے کہ عورت مردوں کی نسبت زیادہ سخت جان ہے۔ لیکن انھیں اپنی طاقت کا احساس نہیں۔ بچہ جنتے وقت جو تکلیف ہوتی ہے اسے عورت ہی برداشت کرسکتی ہے اور اسی تکلیف کو برداشت کرنے کے بعد ہی ایک عورت کو احساس ہو سکتا ہے کہ اس میں کتنی طاقت اور قوت برداشت ہے۔ میں ہر ایک نوجوان عورت کو یہی مشورہ دوں گا کہ وہ بچہ کی ماں ضرور بنے مگر ضروری نہیں کہ اس کی ساری عمر یا اس کا سارا وقت اس جھنجھٹ ہی میں گذر جائے۔

آجکل تو بچے سات سال کی عمر میں ہی اسکول چلے جاتے ہیں، اور اس کے بعد شاذ و نادر ہی گھر میں رہتے ہیں"

ایک دفعہ میں اپنے ایک نادلسٹ دوست سیموئیل بٹلر کے ساتھ اس قسم کی باتوں پر بحث کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ بچوں کی پرورش کرنیکا اہل ترین شخص کون ہے؟ کوئی بھی ہو۔ ماسوا ان کے والدین کے" اس کی وجہ؟ میں نے پوچھا۔ بولے وجہ یہ ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار کرتے ہیں اور ان کو ہر ایک بری بات سے بچاتے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اس طرح وہ اپنے بچوں کو زندگی کی لڑائی لڑنے کے ناقابل بنا دیتے ہیں اور بڑے ہوکر یہ بچے سوسائٹی کے بالکل ناکارہ افراد ثابت ہوتے ہیں"

اپنے ایک ناول میں برنارڈ شا نے لکھا ہے کہ نوجوان لڑکیوں کی مائیں نہیں ہونی چاہئیں اس بارے میں جب ان سے سوال کیا گیا تو اپنا مطلب واضح کرتے ہوئے انھوں نے کہا:۔

میرا مطلب یہ ہے کہ ان لڑکیوں کی مائیں ان کو کھلی چھٹی دے دیں، ان کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے دیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایک ماں اپنی اولاد کی طرف ذمہ داری محسوس کرتی ہے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنا چاہتی ہے۔ لیکن میرا جواب یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوجائے تو والدین کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد انھیں چاہئے کہ جب بچے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے لگیں تو انہیں کھلی ہوا میں زندگی بسر کرنے دیں جس طرح کہ پرندوں کے بچے پر پیدا ہوتے ہی آزاد ہوکر اڑ جاتے ہیں اور جہاں چاہے علیحدہ گھونسلا بنا لیتے ہیں۔ میں نے پوچھا: اس صورت میں ایک ماں کی زندگی کے باقی جو سال ہیں۔ ان کو وہ کس کام میں لگائے رکھے۔ برنارڈ شا نے جواب دیا۔

"اسے چاہئے کہ دوسرے لوگوں کی بہتری اور بھلائی کے کاموں میں اپنا وقت صرف کرے"

ایک سوال میں نے اس کی صحت کے متعلق کیا اس بڑھاپے میں بھی اس کی صحت نوجوانوں کے لئے قابل رشک ہے۔ چھ فٹ لمبا قد اب بھی تاڑ کے درخت کی طرح سیدھا ہے۔ جب میں نے اس کی تندرستی کا راز پوچھا۔ تو وہ مسکرائے گویا اپنی اس تندرستی پر فخر محسوس کررہے ہیں کہنے لگے "میں تو کچھ نہیں کرتا صرف موٹاپے کو نزدیک نہیں آنے دیتا"

یہی تو جادو ہے مسٹر شا! آپ موٹاپے کو دور رکھتے ہیں۔ لیکن کس طرح؟ اگر آپ ہم عورتوں کو یہ راز سکھا دیں تو آپ ایک بھی سطر لکھے بغیر لاکھوں پونڈ کما سکتے ہیں۔ ہمیں یہ نسخہ دے دو" اچھا" برنارڈ شا بولے" میں تمہیں یہ جادو بھی سکھا دیتا ہوں۔ ہر روز صبح اٹھ کر میں چھ میل پیدل چلتا ہوں اور اس کے بعد صبح کا ناشتہ کرتا ہوں۔ یہی میری کامیابی کا راز ہے۔ جاؤ سب عورتوں سے کہہ دو کہ میری تقلید کریں۔

امیر عبداللہ

میں کبھی اپنی عورتوں کو بے پردہ دیکھنے کے لئے تیار نہیں۔ پردہ اتار دینے سے عورتوں کی ترقی نہیں ہوتی۔ میں انکی ترقی کے لئے ہر طرح کی امداد بہم پہنچانے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے اپنے ملک میں عورتوں کے لئے اسکول کھول رکھے ہیں جہاں انھیں پڑھنا لکھنا۔ اپنے ملک کی تواریخ نیز گھر کا کام کاج سکھایا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ مفید تعلیم ان کے لئے امور خانہ داری کی تعلیم ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحہ سے آگے

دنگ ہمارا ملک چھوٹا ہے اور ہمیں زیادہ بچوں کی ضرورت ہے" یہ ہیں خیالات عورتوں کے متعلق جو کہ عرب سلطان نے اپنے شاہی محل میں بیٹھے ہوئے ظاہر کئے تھے۔

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے عرب سلطان نے کہا "دراصل ماں بننا دنیا میں بڑی بات ہے ماں بچہ کو جیسا بناتی ہے ویسا ہی وہ بنتا ہے اسے چاہئے کہ امانت احتیاط کے ساتھ بچوں کی پرورش کرے تاکہ وہ اپنی قوم کو بلندی کی طرف لے جاسکے۔ اس طرح سے عورت دنیا میں عظیم ترین کام سرانجام دیتی ہے۔

لیکن اپنے خالی وقت میں ؟ میں کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا۔ لیکن سلطان نے میرے خیالات بھانپ لئے "اپنے خالی وقت میں اسے چاہئے آرام کرے۔ اپنے حسن کی طرف توجہ دے۔ مردوں کو چاہئے کہ وہ ہر قسم کا کام کریں اور ہر طرح عورتوں کی حفاظت کریں۔ اگر کوئی عورت مردانہ پیشہ اختیار کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ محبت نہیں چاہتی۔

مہارانی صاحبہ آف اندور

جذبہ ایثار پر ازدواجی مسرت کا انحصار ہوتا ہے مغرب کی عورتیں سمجھتی ہیں کہ مشرق کی عورتیں دوزخ میں پڑی ہوئی ہیں۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ ہماری مشرقی عورتیں ان مغربی عورتوں کی نسبت زیادہ خوش ہیں مغرب میں طلاق حاصل کرنا نہایت آسان ہے اور یہ بھی خیال ہوسکتا ہے کہ اس طرح ازدواجی مسرت کا حصول زیادہ آسان ہے۔ لیکن پھر بھی یہ مسرت حاصل نہیں ہوتی

ہندو مذہب میں شادی کے متعلق عورتوں کا زاویہ نگاہ بالکل مختلف ہے۔ ہم ہندو شادی کو ایک مقدس رشتہ خیال کرتے ہیں اور یہ مذہبی رشتہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے۔

"ہندو عورتوں کی ازدواجی مسرت کا راز کیا ہے ؟"

راز ؟ راز یہ ہے کہ ہندو عورتوں نے قربانی اور ایثار کا سبق سیکھ لیا ہے۔ اسی جذبہ پر ازدواجی مسرت کا انحصار ہے۔ ہماری عورتوں کو شروع ہی سے یہ سکھایا جاتا ہے کہ ان کے پرمیشور کے دوسرے درجہ پر ان کا خاوند ہے۔

چنانچہ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چاہے حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں میاں بیوی دونوں ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے قربانیاں کرتے ہیں۔ ہماری عورتیں انگریز عورتوں کی نسبت زیادہ طور پر تکالیف کا سامنا کرسکتی ہیں۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کی ازدواجی زندگی زیادہ آرام دہ ہوتی ہے"۔

پردہ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے مہارانی نے کہا: ایک عورت کے لئے سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ "اپنے آپ کو سمجھو" بذات خود پردہ کی کوئی وقعت نہیں۔ اصل پردہ من کا پردہ ہونا چاہئے۔ باقی کسی پردہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

میڈم مارکونی

اگر مجھ سے پوچھو۔ تو میں اسی لڑکی کو اپنی آرائش بناؤں گی جو کھلی ہوا میں رہنے کی عادی ہو اور کھیلوں کی خوب شائق ہو۔ وہ اپنی صحت کو نیز اپنے جسم کو ترقی دینا خوب جانتی ہوگی اور موزوں قسم کی خوراک کھائے گی۔ جس سے اس کے جسم کو موزوں غذائیت کی جزئیات مہیا ہوں گے۔

باقی رہا اس کا مستقبل ؟ ...... بسلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے دنیا کے مشہور سائنسدان اور وائرلیس کے موجد مارکونی کی بیوی نے کہا "اسے بہت زیادہ لالچی نہیں ہونا چاہئے اسے صرف ایک معزز عورت بننا چاہئے"

"اگر ازدواجی زندگی اور کاروباری زندگی میں انتخاب کی نوبت آجائے تو آپ کی رائے میں عورت کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے"

میں تو یہی مشورہ دوں گی کہ وہ ازدواجی زندگی کا راستہ اختیار کرے۔ کوئی بھی پیشہ اختیار کر چاہے وہ کتنا ہی زیادہ کامیاب کیوں نہ ہو۔ زندگی سونی رہتی ہے۔ اور ایک دفعہ آزادانہ طور پر تنہا اکیلے رہنے کی عادت پڑ جائے تو پھر تبدیلی کی خواہش پیدا نہیں ہوتی اس طرح نوجوانی تو عیش و آرام سے گذر جائے گی لیکن بڑھاپا آنے پر اداسی اسے گھیر لے گی۔ وہ زندگی زیادہ مسرت اور راحت کی زندگی ہوتی ہے جبکہ انسان کا کوئی اپنا وجود نہ ہو۔ اور ایک عورت کے لئے اس کے خاوند اور بچوں کی نسبت زیادہ قریبی اور بہتر دوست اور کون ہوسکتا ہے ؟ اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ ہر ایک عورت کو شادی کا سچا اور سیدھا راستہ ہی اختیار کرنا چاہئے۔

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے میڈم نے کہا "اگر میری لڑکی شادی کرے اور مجھ سے پوچھے کہ وہ آزادانہ زندگی بسر کرے یا اپنے خاوند کے کام میں معاونت کرے تو میں اسے یہ جواب دوں گی کہ وہ اپنے خاوند کے کام میں پوری دلچسپی کا اظہار کرے۔ لیکن اس کے کام میں مخل ہونے کی کوشش مت کرو۔ بہت سی عورتیں چاہتی ہیں کہ ان کے خاوند اپنا سارا وقت ان کے لئے ہی وقف کر دیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے عورتوں کو چاہئے کہ وہ ان کے وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کریں۔ مثال کے طور پر میں اپنے خاوند کے سائنٹفک تجربات میں بڑی دلچسپی لیتی تھی لیکن صرف اس خیال سے کہ میں انکے کام میں مخل ہوں دوران تجربات میں انکے پاس نہ جاتی میرے خاوند کو اسی بات سے خوشی تھی کہ میں ان کے کام میں خارج نہ ہوئی۔

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۲) کا

نتیجہ! صحیح

ایک غلطی بھیجنے والے تین حضرات نے پہلا انعام حاصل کیا

اس مقابلہ میں بھی کسی صاحب نے صحیح حل نہیں بھیجا۔ تین حضرات نے ایک غلطی والے حل بھیجے ہیں اس لئے مبلغ دو سو روپے کا پہلا انعام ان تین حضرات میں تقسیم کیا جاتا ہے ان تینوں حضرات کو ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں اور استدعا کرتے ہیں کہ اپنی تصویریں تیج ویکلی میں شائع ہونے کے لئے جلد بھیج دیں،

دو غلطیوں والا، یا تین غلطیوں والا یا چار غلطیوں والا بھی کوئی حل موصول نہیں ہوا اس لئے پانچ غلطیاں بھیجنے والے اشخاص میں مبلغ ایک سو روپیہ کا دوسرا انعام تقسیم کیا جاتا ہے، مقابلہ میں شریک ہونیوالوں کو اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ اتنی کثیر تعداد میں غلطیاں بھیجنے والوں کو بھی انعام پانے کا موقعہ حاصل ہے، انعام حاصل کرنے والوں کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں:-

پہلا انعام حاصل کرنیوالے

فی کس مبلغ چھیاسٹھ روپے دس آنے آٹھ پائی (۶۶ روپے ۱۰ آنے ۸ پائی)

(۱) ماسٹر حکم چند صاحب، گورنمنٹ ہائی اسکول حصار،

(۲) مسٹر عبدالجلیل بی، اے ایل، ایل بی وکیل صدر بازار دہلی

(۳) مسٹر جگت نرائن ۲۰۰۲، روشن پورہ اسٹریٹ دہلی،

دوسرا انعام حاصل کرنیوالے

فی کس مبلغ بیس (۲۰) روپے

(۱) مسز مایا دیوی معرفت بابو برجموہن لال دلکشا روڈ، دھاراتیلی مندر کے پاس، فیض آباد

(۲) مستری مظہر حسین اسپننگ میکینک برلا کاٹن ملز، سبزی منڈی دہلی

(۳) سیار گجیسرن سکسینہ معرفت ڈاکٹر رام پرکاش منڈی بانس مراد آباد

(۴) ڈاکٹر ایچ جعفری پی ایچ ڈی، ایچ دھوبی واڑہ، موری گیٹ دہلی

(۵) سید منور رضا پروپرائٹر محمود برادرس شو فیکٹری، بازار شفاعت پوتہ امروہہ ضلع مراد آباد

انعامات کی رقمیں انعام حاصل کرنے والوں کی خدمتیں جون کے آخری ہفتہ میں ارسال کردی جائیں گی،

ہمارے معمہ نمبر (۳) کے داخلہ کی آخری تاریخ **۱۰ جولائی** یاد رکھئے،

ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

تیرہ کے قبائلی علاقہ میں جہاں تقریباً ۸۰ ہزار آفریدی اور ۶۰ ہزار اورک زئی آباد ہیں مجلس اصلاح آزاد تیرہ کے نام سے عوام کی اقتصادی اور سیاسی اصلاح کے لئے ایک زبردست تحریک جاری ہوئی ہے جو سامراج کی مخالف اصولوں پر مبنی ہے۔ تیرہ کا علاقہ پشاور اور کوہاٹ کے قانونی ضلعوں سے مغرب کی طرف اور وزیرستان کے شمال میں واقع ہے اور مغرب میں اس کی سرحد افغان علاقہ سے مل جاتی ہے اس تحریک کے لیڈر ہندوستانی یونیورسٹی کے ایک گریجویٹ غازی خوشحال خاں ہیں بہت سے قبائلی سردار اس تحریک میں شریک ہو چکے ہیں اور اس کی تائید وحمایت کرتے ہیں۔

اسپین کی لڑائی میں اٹلی کی ہوائی فوج کی شمولیت کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ ۱۷۵ ہواباز ہلاک اور ۱۹۲ زخمی ہوئے ہوائی جہازوں نے ۵۳۱۸ مرتبہ بمباری کی ۲۷۰۰ ٹن بم برسائے۔ ۹۰۳ ہوائی جہازوں کو نیچے گرا دیا اور ان کے ۸۶ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ ہوا میں ۲۶۶ لڑائیاں لڑیں۔

یروشلم میں ایک برطانی کانسٹبل ڈاک خانہ کے اندرونی حصہ سے کوڑا کرکٹ صاف کر رہا تھا۔ وہاں اسے ایک بم پڑا ہوا ملا جس کو اٹھا کر وہ دیکھنے لگا۔ بم پھٹ گیا کانسٹبل فوراً ہلاک ہو گیا۔ ڈاکخانہ کے ۸ ملازمین معمولی طور پر زخمی ہوئے کل یہاں دو بم پھٹے تھے یروشلم پوسٹ آفس کے بڑے ہال میں دو بم پھٹے جن سے ۸ اشخاص مجروح ہو گئے عمارت کا اندرونی حصہ ٹوٹ گیا جاذ کے میئر کی جان لینے کی کوشش کی گئی ان پر گولی چلائی گئی لیکن وہ بال بال بچ گئے ان کے باوردی گارڈ نے جوابی فائر کئے اور ایک حملہ آور کو ہلاک کر دیا۔

آریہ ستیاگرہ سمتی کے پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ نے بیان شائع کیا ہے کہ اورنگ آباد جیل سے کل جو ستیاگرہی رہا ہوئے ہیں ان کا بیان ہے کہ ۸ جون کی رات کو سنٹرل جیل اورنگ آباد میں ستیاگرہیوں پر شدید لاٹھی چارج کیا گیا جس سے ایک سو سے زیادہ ستیاگرہی زخمی ہو گئے جن میں سے بہت سے ستیاگرہیوں کا خون جاری ہو گیا اس کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ جیل میں رسد کی کمی ہو گئی ہے اور کھانے کا انتظام بالکل نہیں ہو سکا ہے جیل میں اس وقت دو ہزار کے قریب ستیاگرہی ہیں جن کو ایک وقت بھی مشکل سے کھانا ملتا ہے۔ ایک ہفتہ سے زیادہ ہو چکا۔ ایک وقت کا کھانا بھی پیٹ بھر نصیب نہیں ہوتا۔ جب چند ستیاگرہیوں نے پروٹسٹ کیا کہ جب تک شام کو کھانا نہیں ملے گا ہم سو نہیں سکتے قیدیو تو جیل میں خطرہ کی گھنٹی بجا دی گئی اور گارد اور مسلح پولیس نے جنکی تعداد تقریباً ۵۰ تھی ایک سو ستیاگرہیوں پر معمولی باتوں پر دوبارہ لاٹھیوں اور بندوقوں کے کندوں سے ستیاگرہیوں کو بے رحمی کے ساتھ زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ بعد کو ستیاگرہیوں کو کوٹھڑیوں میں ٹھونس دیا گیا۔ بہت سے ستیاگرہی بیہوش ہو گئے مجروحین میں پرانے راناڈے بایت بھی شامل ہیں۔ سب سے زیادہ ستیاگرہیوں کو بیڑی پہنا دی گئی ہیں۔ شریت بھوپتکر اور دیگر لیڈروں کو بھی کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا ہے کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں۔ دوسرے روز ستیاگرہیوں کو کھانا نہیں دیا گیا اور پولیس نے دھارمک کتابوں کو جلا ڈالا۔

چلتی ٹرین کے ایک ڈبہ میں آگ لگ جانے کی نہایت سنسنی خیز اطلاع موصول ہوئی ہے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک خاندان کے چار آدمی جنمیں دو بچے بھی شامل ہیں اپنی جانیں بچانے کے لئے ڈبہ سے نیچے کود گئے جس کی وجہ سے دو شدید زخمی ہوئے ہیں۔ زخمی ریاست موروی کے ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ یہ حادثہ تھانہ اور دلدلی کے درمیان موروی اسٹیشن پر پیش آیا تھا جسکی وجہ سے کاٹھیاوار میل لیٹ ہو گیا۔

ہانگ کانگ سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں جاپان کے پالیٹیکل ایجنٹ۔ زیر خارجہ مسٹر سنرد کے اعزاز میں ایک دعوت دی گئی جس میں چین کی جاپانی حکومت کے اعلیٰ افسران اور سرکردہ جاپانی اصحاب کو معمولی طور پر زہر کا اثر ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جاپان کے کسی مخالف چینی نے شراب میں زہر ملا دیا اور وہ پینے کے بعد بہت سے لوگوں کا زہر اترا۔ پولیس نے جاپان کے مخالف چینی پارٹی کے سرغنہ کو گرفتار کر لیا ہے۔

راشٹرپتی راجندر پرشاد نے آٹھوں کانگریسی صوبوں کو ہدایت کی ہے کہ جو سلوک نو آبادیوں میں بالخصوص جنوبی افریقہ اور لنکا میں ہندوستانیوں کے خلاف کیا جا رہا ہے اس کے خلاف وائسرائے ہند سے پرزور پروٹسٹ کریں۔

شنگھائی سے برطانی حکام کو اطلاع ملی ہے کہ برطانی سفیر سر کلارک کیر و سان کے سکرٹری کو ہلاک کرنیکی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ اطلاع ملنے پر خاص احتیاطی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں، دونوں اصحاب نے گولی پروف ویسٹ کوٹ پہن لئے ہیں۔ کار میں گولی پروف شیشے لگا دیئے گئے ہیں اور سفارت خانہ پر زبردست پہرہ لگا دیا گیا ہے۔

مغربی سرحد پر جرمنی کی حصار بندیوں میں پہلا فوجی مظاہرہ جلد ہی شروع ہونے والا ہے اس مظاہرہ میں فوجوں کی تمام کلاسیں شامل ہونگی۔ سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مظاہرہ کافی عرصہ تک جاری رہے گا تاکہ تمام فوجی سپاہی قلعوں میں کام کرنے کے عادی ہو جائیں۔

فلم ”زمانہ“ کی ایک اداکار
جو کہ جگت ٹاکیز میں چل رہا ہے

”بھتی پتلی“ کا ایک سین
جوکہ فاروقی ٹاکیز میں چل رہا ہے

فلم ”مدر انڈیا“ کا ایک سین
جوکہ عنقریب آنیوالا ہے

قائم شدہ ۱۹۰۳ء

حضرت مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب

عالیجناب مسیح الملک حکیم جمیل خان صاحب

جریان کے بیماروں کو شفا و زندگی کی خوشخبری

قرصِ جریان

قرصِ جریان کی تمام ہندوستان میں شہرت ہے اس سے جریان کے ایسے ایسے بیمار اچھے ہوئے ہیں جنکو سب نے جواب دیدیا تھا۔ اور وہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ یہ عالیجناب مسیح الملک حکیم جمیل خان صاحب رئیس اعظم دہلی کے فیض کا کرشمہ ہے۔ مسیح الملک ہندوستان کے سب سے بڑے طبیب ہیں آپکی شفابخشی کی ہر جگہ دہوم ہے قرصِ جریان سے جریان اور پیدا ہونیوالی تمام شکائتیں جاتی رہتی ہیں مثلاً سستی، کمزوری، اعضاء شکنی، سرعت، کثرت احتلام، پیشاب سے پہلے یا بعد قطرہ کا آنا، تولیدی مادہ کا پانی کی طرح بہنا، پٹھوں کی کمزوری اعضاء رئیسہ کا بگاڑ، آلاتِ ہضم کی خرابی، دماغ و دل اور پٹھوں کی کمزوری وغیرہ وغیرہ اگر یہ منحوس مرض دیر تک رہ جائے۔ تو پھر مرگی یا پاگل پن یہاں تک کہ دق و سل جیسی خطرناک بیماریاں دور نہیں رہتیں ہمدردی غربا کی وجہ سے قیمت نہایت کم رکھی گئی ہے۔

قیمت ۶۰ قرص صرف ایکروپیہ چودہ آنے۔ ترکیب استعمال دو قرص صبح یا سہ پہر کو پانی یا دودھ کے ساتھ استعمال کریں

ملنے کا پتہ منیجر ہندوستانی دواخانہ

Printed and Published by Dharam Pal Gupta at the TEJ Press, Burn Bastion Road, Delhi

Rd. No. L 1517

رجسٹرڈ ایل ۱۵۱۷

TEJ Illustrated WEEKLY

قیمت دو آنے 2 Price ANNAS

فرانس کی مشرقی پہاڑی سرحدوں میں فوجوں کی نقل و حرکت

No. 208 DELHI 1st AUGUST 19[illegible] Vol. No. 17

ریکارڈ قائم کرنے والوں کی مرکیوریس سائیکل ٹیم جس نے برطانیہ کی مشہور مرکیوریس سائکلوں پر ۴۲ گھنٹے میں ۱۴۸ میل کا سفر کیا ہے۔ بائیں سے دائیں جانب رچارڈ گریہس، ڈیک ارنشا، مارگریٹ واسی، سڈنی ریکا اور سائرل ویپاسٹی

شریمت مہادیو ڈیسائی،
آپ بنگال کے بھوک ہڑتالی سیاسی اسیروں سے ملاقات کرنے اور انہیں بھوک ہڑتال ترک کرنے کا مشورہ دینے کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے ہیں

آج ـــــ کی ـــــ خبریں

لاہور میں کسان ستیاگرہ کی گونج
"پنجابی شیر" سے ضمانت کی طلبی

لاہور ۔ ۲۹ جولائی ! ایک قوم پرست ہفتہ وار اخبار "پنجابی شیر" بلستے جس کی افتتاحی رسم مسٹر سبھاش چندر بوس نے ۱۷ جون کو ادا کی تھی پنجاب گورنمنٹ نے تین ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی ہے آج صبح اخبار مذا کے پرنٹر و پبلشر پر اس امر کا نوٹس تعمیل کر دیا گیا معلوم ہوا ہے کہ اخبار کے ۲۰ جون کے پرچہ میں کسان ستیاگرہ کے سلسلہ میں وہ مضمون شائع ہوا تھا جس کی بنا پر ضمانت طلب کی گئی ہے۔ (ی۔ پ)

کانگریس ورکنگ کمیٹی کا آئندہ اجلاس
پنڈت جواہر لال شرکت فرمائیں گے

الہ آباد ۔ ۲۹ جولائی ! یونائیٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو خاص طور پر کانگریس ورکنگ کمیٹی کی آئندہ میٹنگ میں جو ۹ اگست کو واردھا میں ہوگی شریک ہو رہے ہیں۔ میٹنگ کے بعد پنڈت جی الہ آباد واپس آ جائیں گے اور یہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز آپ جمشید پور جائیں گے جہاں ٹاٹا اسٹیل کمپنی اور اس کے کاریگروں کے درمیان سمجھوتہ کرانے میں ڈاکٹر راجندر پرشاد کی امداد کریں گے۔ (ی۔ پ)

آل انڈیا ہوائی یونیورسٹی

کلکتہ ۔ ۲۹ جولائی ! پنڈت کرشن کانت مالویہ ممبر مرکزی اسمبلی آج صبح آل انڈیا ہوائی یونیورسٹی کے قیام اور آل انڈیا ہوائی انسٹی ٹیوٹ کے لئے چندہ جمع کرنے کی غرض سے یہاں آئے۔ (ی۔ پ)

پنڈت مالویہ کی علالت

دہلی ۔ ۲۹ جولائی ! پوجیہ پنڈت مدن موہن مالویہ کو ۱۴ ، ۱۸ ، ۲۲ جولائی کو ملیریا بخار ہوگیا گو اس وقت بخار اتر گیا ہے مگر آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ چونکہ آپ سفر کے قابل ہو گئے آپ کی ہمت افزا مقدم پرنسپل لے جا رہے ہیں گے (ی۔ پ)

بمبئی میں نشہ بندی کی تحریک
ہتھیار وغیرہ لیکر چلنے کی ممانعت

بمبئی ۔ ۲۹ جولائی ! کمشنر پولیس بمبئی نے شہر بمبئی کی حدود میں ایک ہفتہ کے لئے ایک امتناعی حکم جاری کیا ہے کہ ان افسران اور سرکاری ملازمین کے علاوہ جنہیں اپنی ڈیوٹی کے باعث ہتھیار وغیرہ رکھنے ہوتے ہیں باقی ۔ لوگوں کو کسی قسم کا ہتھیار، لاٹھی، چھرے پتھر جمع کرنے اور ہر قسم کی دیگر چیزیں رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پابندیاں یکم اگست کو نشہ بندی کی تحریک کے آغاز کے سلسلہ میں عائد کی گئی ہیں

کانگریس کے اجلاس کے لئے چندہ
پچاس ہزار روپیہ جمع ہو گیا

دھنباد ۔ ۲۹ جولائی ! رام گڑھ کانگریس اجلاس کے لئے چندہ کی فراہمی کا کام بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ اطلاع ہے کہ سنتھال پرگنہ کے مختصر سے دورہ میں ہی صدر کانگریس ڈاکٹر راجندر پرشاد نے پچاس ہزار روپیہ جمع کر لیا ہے۔ (ی۔ پ)

کانگریس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس
۹ اگست کو ہوگا

کلکتہ ۔ ۲۹ جولائی ۔ واردھا میں ہونے والے آئندہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ کے متعلق تاریخ کا کوئی تعین نہیں ہوا ہے معلوم ہوا ہے کہ جو تاریخ یعنی یکم اگست پہلے اعلان کی گئی ہے وہ بہت سے ممبروں کو موافق نہیں ہے۔ اس لئے ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر کانگریس نے ممبران سے مشورہ کرنے کے بعد اعلان کیا ہے کہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ۹ اگست کو واردھا میں ہوگا۔

بنگال کے سیاسی بھوک ہڑتالی اسیر
صدر کانگریس اور شریت ڈیسائی کی ملاقات

کلکتہ ۔ ۲۹ جولائی ! دو گھنٹہ کی طویل ملاقات کے بعد صدر کانگریس اور شری یت ڈیسائی آج ڈم ڈم جیل سے باہر آئے تو شریت ڈیسائی نے نمائندہ پریس کو بتلایا کہ انہوں نے سیاسی بھوک ہڑتالی اسیروں کو گاندھی جی کا پیغام پہنچا دیا ہے اس کے علاوہ اپنی طرف سے بھی پوری طرح اس پیغام کی حمایت اور وضاحت کر دی ہے دونوں حضرات کل بھی اسیروں سے ملاقات کریں گے۔ صدر کانگریس نے فرمایا کہ اگر سر ناظم الدین ڈھاکہ سے کلکتہ واپس آ گئے تو وہ کل ان سے بھی ملاقات کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں کہ گاندھی جی کا پیغام کیا تھا شری یت ڈیسائی نے کہا کہ پیغام بالکل سیدھا سادا تھا جس میں بھوک ہڑتالیوں سے ہڑتال ترک کرنے کے لئے ہی درخواست کی گئی ہے۔

حیدرآباد میں فرقہ وارانہ صورت حالات
فساد کے تین زخمی مر گئے

حیدرآباد دکن ۲۹ جولائی ۔ آج بعد دوپہر مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا گیا ہے۔

فرقہ وارانہ صورت حالات میں نمایاں فرق واقع ہو گیا ہے اور پہلے سے بہتر ہو گئی ہے آخری اعلان کے شائع کرنے کے بعد دھول پیٹ میں کوئی حادثہ نہیں ہوا مگر بیگم بازار اور خاص علی میں جو ہے دو کے حملے ہوئے جو شدید قسم کے نہیں تھے کو فسادیوں جن تین آدمیوں کی حالت بیان کی جاتی تھی وہ آج مر گئے۔ (ا۔ پ)

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر ۴
آخری تاریخ ۱۰ اگست یاد رکھیں

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر ۳ کے کامیاب امیدواروں کے نام شائع کئے جا چکے ہیں جنہیں کثیر رقمیں انعام میں ملی ہیں معمہ نمبر ۴ کی آخری تاریخ ۱۰ اگست ہے۔ دیکھیں اور اس کا حل جلد روانہ فرمائیں ممکن ہے آپ کو بھی کوئی کثیر رقم انعام میں مل جائے۔ — مینجر

جنوبی افریقہ میں ستیاگرہ ملتوی کر دیا جائے
ہندوستانی باشندوں کو گاندھی جی کا مشورہ

واردھا ۔ ۲۹ جولائی ! مہاتما گاندھی نے جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ تھوڑے دنوں کے لئے سول نافرمانی ملتوی کر دیں۔ جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں نے آئندہ یکم اگست سے ستیاگرہ کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ مہاتما جی نے اس کی وجہ بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ مجھے امید ہے کہ کوئی باعزت سمجھوتہ ہو جائیگا۔ حکومت ہند اور حکومت برطانیہ بھی ایسی کوشش کر رہی ہیں اور میں خود جنوبی افریقہ کے وزیروں سے خط و کتابت کر رہا ہوں۔ مہاتما جی نے بتایا کہ اگر باعزت طور پر کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو ستیہ اگرہ روک دینا چاہیئے۔ اس طریق پر سلسلہ میں تحریک بند کرنے پر کیپ ٹاؤن کا سمجھوتہ ہوا تھا۔ میں جنوبی افریقہ کے ہندوستانی لیڈر ڈاکٹر ڈاڈو اور ان کے ساتھیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ایسا سمجھوتہ نہ ہوا تو یقین رکھیں سارا ہندوستان ان کے ساتھ ہوگا۔

جاپان اور جرمنی کے درمیان تجارتی معاہدہ
روس کے خلاف اتحاد پختہ ہو گیا

(تیج راسٹر سپیشل سروس)

ٹوکیو ۔ ۲۹ جولائی ! کل برلن میں جاپان اور جرمنی کے تجارتی معاہدہ پر دستخط ہو گئے ہیں جاپان میں اس سمجھوتہ سے بڑی خوشی کا اظہار کیا جا رہا ہے اس سمجھوتہ سے جاپان میں سامان جنگ زیادہ مقدار میں آ سکے گا۔ ایک جاپانی مدبر نے بتایا ہے کہ اس سمجھوتہ سے روس کے خلاف جرمنی اور جاپان کی دوستی دوسرے پہلوؤں کے علاوہ تجارتی پہلو سے بھی پہلے سے زیادہ پختہ ہو گئی۔

شیعوں کا تبرا ایجی ٹیشن

لکھنؤ ۲۹ جولائی ! آج بھی تبرا ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں پندرہ شیعہ گرفتار کئے گئے۔ (ا۔ پ)

مدھوبنی جیل میں بھی بھوک ہڑتال

پٹنہ ۔ ۲۹ جولائی ! مسٹر جمنا کارجی کانگریسی ممبر اسمبلی بہار اور دیگر زیر سماعت قیدیوں نے مدھوبنی جیل میں بھوک ہڑتال شروع کر دی ہے۔ ان لوگوں کو کسان ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا تھا۔

ریاست حیدرآباد کی حمایت!
ستیاگرہ سے ہمدردی کی ممانعت
ریاست جودھپور کا اعلان

جودھپور ۔ ۲۸ جولائی ! وزیر اعظم ریاست جودھپور نے ایک غیر معمولی گزٹ شائع کیا ہے جس میں اس امر کا اعلان کیا گیا ہے کہ آئندہ حیدرآباد ستیہ اگرہ سے متعلق کسی قسم کا مظاہرہ آریہ ستیہ گرہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کے طور پر کسی جلسہ کا انعقاد خلاف قانون سمجھا جائے گا۔ خاص کر آریہ ستیا گرہ میں جتھا بھیجنا۔ پربھات پھیری اور اس ایجی ٹیشن سے متعلق جملہ مظاہرے مستوجب سزا ہوں گے۔

جو کوئی شخص ان احکام کی خلاف ورزی کرے گا اسے زیر دفعہ ۱۸۸ مارواڑ تعزیرات ہند سزا دی جائے گی۔

آچاریہ کرپلانی کا دورہ

لکھنؤ ۔ ۲۹ جولائی ! پرتاب گڑھ اور دھ سے ایک نمائندہ نے بذریعہ تار اطلاع دی ہے کہ آچاریہ کرپلانی آج صبح یہاں آئے اور ایک عام جلسہ میں آپ نے تقریر کی۔ آپ کل صبح الہ آباد جا رہے ہیں اور آپ نے مشرقی اضلاع کا دورہ ملتوی کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لئے واردھا جا رہے ہیں۔ (ا۔ پ)

ایک سکھ کی سزا میں تخفیف

لاہور ۔ ۲۹ جولائی ! ایک سکھ مدن کو مار کر دوسرے سکھ پر کرپان سے حملہ کرنے اور شدید زخمی کرنے کے الزام میں ماتحت عدالت سے دس سال قید سخت کی سزا ہوئی تھی جس کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی۔ چنانچہ آج جسٹس بلیک نے اس کی سزا میں تخفیف کرتے ہوئے تین سال کی سزا قائم رکھی۔ (ا۔ پ)

پچھلے صفحے سے

اور آخری مدت ختم ہونے پر جیفرسن نے جو کہا تھا اسے روز ویلٹ کے مخالفین یوں دہرا رہے ہیں:-

"آٹھویں سال ہمارے صدر خود بخود منصب سے علیحدہ ہو جایا کرتے ہیں" اس چیز نے جو رائے عامہ کی آئینہ دار ہے رفتہ رفتہ ایک مستقل روایت اور قومی رسم کی سی حیثیت اختیار کر لی ہے بلکہ یہاں تک اس کا خیال ہے کہ اگر کوئی صدر تیسری بار صدر ہونا چاہے تو اس پر جو تنفر ظاہر ہو رائے عامہ کو دیکھتے ہوئے میں کہوں گا کہ ایسے شخص کو رد کر دینا چاہئیے"

جب سے صدر ایف ڈی روز ویلٹ برسر اقتدار آئے ہیں انہوں نے تمام روایات اور قدیم رسوم کو توڑ دیا ہے صرف دو دفعہ منتخب ہونے کی رسم کو بھی توڑنا پسند کریگا؟ مگر جب وہ اسباب کا خیال کریگا کہ ۲۷ ملین انسان جنہوں نے ۱۹۳۶ء میں دوبارہ منتخب کیا تھا ایک بار پھر امید کے ساتھ میری طرف دیکھ رہے ہیں اور انکی ہستی صرف میری موجودگی کے کارن برقرار رہ سکتی ہے تو وہ تیسری دفعہ منتخب ہونے کے لئے ہر رسم و قدیم روایت کو شکست کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔

امریکہ کی تاریخ میں آج تک ایسی اقتصادی، صلاحات اور معاشرتی اصلاحات تجویز ہو کر عمل میں نہیں لائی گئی تھیں جس قدر اس اکیلے صدر روز ویلٹ نے اپنی صدارت میں رہ کر کیں مگر اب تک اس نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ اس سے جو وہ حاصل کرنی چاہتا تھا بہت کم ہے اگرچہ اسکے بہت سے خیالات ملک کی معاشرت اور ملک کی حکومت کو از سر نو ترتیب دینے و مستحکم کرنے کے لئے قبول کئے جا چکے ہیں مگر ابھی تک بہت سی ایسی سکیمیں ہیں جنہیں عمل کے دائرہ میں نہیں لایا جا سکا ہے اس کے پروگرام کے کئی پرزے ابھی ڈھیلے ہیں، مزدوروں کے قوانین ابھی تک بغیر الجھن کے مکمل حالت میں ہیں، تجارتی تعلقات کو حکومت کے نئے تصورات کے ساتھ منطبق کرنے کے لئے جو معاشرتی تحفظ کا قانون اور دیگر آئین بننے والے تھے ان کا معاملہ ہنوز طے نہیں ہوا ہے،

بیروزگاری کا مسئلہ، قومی امداد کا معاملہ زراعت کی از سر نو درستی صنعت اور کیپیٹل کی طاقت کے تمام عقدے ابھی حل ہونے کے قریب بھی نہیں پہنچے۔ یہی وہ چیزیں ہیں، روز ویلٹ کے پرجوش حامی جس کے ہمیشہ اسباب کی دلیل میں لاتے ہیں کہ وہائٹ ہاؤس میں چار سال کے لئے روز ویلٹ کا اور رہنا ان کی تکمیل کے لئے کس قدر ضروری ہے،

لاکھوں انسان اب بھی روز ویلٹ پر وشواس رکھتے ہیں اور اس پر بھروسہ کرتے ہیں جس نے ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۶ء میں لوگوں سے وعدے کئے تھے اس نے کہا تھا: "ہم نے جنگ ابھی شروع ہی کی ہے لوگوں نے یہ جنگ لڑنے کے لئے پھرتی سے بھیجا کہ جنگ جاری رہے وہ ان لوگوں کو بے بس نہیں چھوڑ دیگا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ہر چند کہ آرام کی ضرورت ہے اور وہ تھک گیا ہے، لیکن پھر بھی نہیں چھوڑیں گے اور یہ جنگ اسے پھر بدستور جاری رکھنی پڑے گی۔

مسٹر جیمز اسے، فارلے امریکہ کے پوسٹ ماسٹر جنرل ہیں اور ڈیموکریٹک پارٹی کے نیشنل صدر بھی اور روز ویلٹ کی دو کامیابیوں میں ان کا بڑا ہاتھ رہا ہے حال ہی میں تمام امریکہ کا دورہ کر کے واپس آتے ہیں ملک کے اس سرے سے لیکر اس سرے تک انھوں نے پارٹی کے کارکنوں اور دوستوں وغیرہ سے مسلسل تبادلہ خیال کیا ہے اور خوب دل کھول کر معاملات پر بحث کی ہے ان کی کوششوں سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ملک روز ویلٹ کے حق میں معلوم ہوتا ہے انہوں نے اخباروں سے اپنے دوستوں سے اور اپنی پبلک پر اسباب کو بخوبی ظاہر کر دیا ہے کہ روز ویلٹ اگر دوبارہ نامزدگی چاہیں تو وہ مل سکتی ہے اور یہ بھی کہ اگر دوبارہ منتخب ہونا چاہیں تو وہ بھی ہو جائیں گے جبشی اقوام کے لیڈروں نے روز ویلٹ پر اپنے کامل وشواس کا کئی بار اظہار کیا ہے حتی کہ کمیونسٹ لوگ جو جہاں تک اس کے سخت خلاف تھے، اب اس کی مدد کرنے کے لئے آمادہ ہیں:

ملک کی سیاسی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے ارل براؤڈر نے جو کمیونسٹ پارٹی امریکہ کے لیڈر ہیں کہا تھا:-

لازمی طور پر ایک تیز و مطالبہ برابر بڑھ رہا ہے کہ روز ویلٹ کو اپنا ہی جانشین ہونا چاہیئے اور وہی اسکے آئندہ امیدوار کھڑے ہوں گے ملک کی حالت خطرناک ہے دنیا خطرہ میں ہر وقت گھری ہوئی ہے اگر حکومت کی باگ ڈور میں جس کا بار بار تجربہ اور امتحان ہو چکا ہے اور درست ترین ثابت ہوئی ہے تبدیلی کر دیجاتی ہے تو حکومت اور نظم و نسق میں فرق پڑنا یقینی ہے ایک اکثریت کی مکمل جتھے بندی قائم ہو گئی ہے اس کو توڑنے کی سعی کرنا ایک خطرناک اقدام ہے،

ان چیزوں کے پیش نظر لاکھوں انسان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تیسری بار صدر امریکہ کو منتخب کرنے کی رسم کو یقیناً پورا کرنا چاہیئے اگر ملک کی ضرورت اسکی طلبگار ہے بالخصوص اس اہم و نازک موقعہ پر کسی روایت کی رعائت نہیں کی جائے گی اور یہ کہ روز ویلٹ کو اس منصب پر دوبارہ ضرور لایا جائے۔

کمیونسٹ پارٹی اپنے امیدوار کے علاوہ کسی اور امیدوار کی طرفداری کرنے کے لئے کچھ بہت زیادہ تیار نہ ہوگی مگر اسباب کو وہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ بہت ممکن امریکن ایسے ہوں گے جو روز ویلٹ کی بجائے کسی نئے امیدوار کو ووٹ دیں۔ اس لئے وہ وشواس رکھتے ہیں کہ:-

"ایک امیدوار جو روز ویلٹ کی پیش کردہ جمیعت سیاسی کو برقرار رکھ سکے اور اسے تقویت دے سکے وہی روز ویلٹ کی وضع قطع کا سمجھا جائے گا"

مگر بات دراصل یہ ہے کہ روز ویلٹ کی وضع قطع کا کوئی دوسرا انسان امریکہ میں سوائے اس کے اور ہے بھی نہیں، کمیونسٹ پارٹی اور دیگر گروہوں کے ان خیالات کی حمایت میں ملک میں روز بروز روز ویلٹ کی طرفداری کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں، مگر جب تک روز ویلٹ خاموش ہے اور آئندہ کے لئے ہاں یا نہیں کا اعلان نہیں کر دیتا اس وقت تک ملک میں طوفان قیامت برپا رہے گا، جمہوریت پسند پارٹی اور عمومیت پسند پارٹی اور سب گروہ ابھی کئی مہینہ تک دست و گریباں رہیں گے،

ملک میں خوب ہیجان پیدا ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا!

بلجیم کا قومی ترانہ

[illegible] کی [illegible]

خدا ہماری جرأت آمیز کامیابیوں کو [illegible] اور ہماری مایہ ناز کامیابی پر مسکرائے

آؤ سب ملکر کام کریں تاکہ ہمارے کھیت سرسبز و شاداب ہو جائیں اور ہمارے علوم و فنون کو بلند کریں بادشاہ، ملک اور آزادی کا بول بالا ہو اور [illegible] محبت کے ساتھ کھول دیں،

آؤ ہم سب پرانی دشمنیاں بھول جائیں اس سے پہلے کہ زندگی کا آفتاب لب بام آئے ہم سب بھائی بھائی بن جائیں،

آؤ ہم صدق دلی اور اخوت و محبت کے ساتھ معانقہ کریں اور بادشاہ، قانون اور آزادی کے لئے گیت گائیں،

اے ہماری مادر وطن بلجیم ہم تیری خدمت کے لئے دل و جان سے تیار ہیں،

خدایا ہماری مادر وطن کے آنے والے فرزند اس کی خدمت سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوں

اے مادر وطن تو ہمیشہ عظمت و شان کیساتھ زندہ رہے گی"

بادشاہ قانون اور آزادی کی ہمیشہ حفاظت کرتی رہیگی

غلامی کا طویل زمانہ ختم ہو گیا،

ہر ایک بلجیمی شرم و ندامت کو اتار کر اٹھتا ہے اور کوہ شکن محبت کے ساتھ اپنا ملکی علم اٹھاتا ہے"

"اور اپنے حقوق اور شاندار قومی روایات کی حفاظت کا بیڑا اٹھاتا ہے،

وہ اپنے علم پر جلی خونی حرفوں میں لکھتا ہے،

بادشاہ! قانون!! آزادی!!!

"تاکہ دنیا کی نسلیں تو میں اسے پڑھ لیں اور دیکھ لیں"

جاپان نے ٹین ٹسن کا محاصرہ ایسے کانٹے دار تاروں سے کیا ہے جنہیں ۲۲۰ والٹ کی برقی لہر دوڑتی رہتی ہے!!

دریائے سین کی ایک گھاٹی پر پل کا فرش سطح دریا سے ۰۰ہم فٹ بلند ہے اس پل پر سے گذرتے وقت مسافروں کو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ہوائی جہاز میں سفر کر رہے ہیں،

دنیا میں گلاب کا پھول ۹۲ قسم کا موجود ہے،

دنیا میں ۰۰ہم قسم کی گندم موجود ہے،

کانگریس کی خارجہ پالیسی

ہندوستان آئندہ واقعات کا مقابلہ کیونکر کریگا؟

پروفیسر بی۔ پی آدارکر کے ایک مضمون کا خلاصہ

(پروفیسر بی۔ پی آدارکر کے جس مضمون کا خلاصہ ہم پیش کرتے ہیں اس میں کانگریس کی خارجہ پالیسی پر بحث کرتے ہوئے یہ دکھلایا گیا ہے کہ ہندوستان اس وقت ایک خطرناک دور سے گزر رہا ہے یعنی بیرونی جارحانہ حملے کے مقابلہ کے لئے تیار نہیں ہے اور اس کی اندرونی جدوجہد نے حالات کو اور بھی پیچیدہ بنا دیا ہے اگرچہ اس مضمون میں پروفیسر آدارکر نے مہاتما گاندھی کے اصول عدم تشدد کی مخالفت کی ہے تاہم اس پہلو کو نظرانداز کرکے ہم ہندوستان کے لئے ایک مضبوط خارجہ پالیسی کی ضرورت کے متعلق پروفیسر آدارکر کے نقطۂ نگاہ کو پیش کرتے ہیں تاکہ ایسی نازک گھڑی میں جبکہ ساری دنیا کو جنگ کے خطرات نے گھیر لیا ہے، تصویر کا دوسرا رخ بھی ناظرین کے سامنے آجائے

ایڈیٹر)

چونکہ کانگریس کی خارجہ پالیسی نے اب تک کوئی نمایاں صورت اختیار نہیں کی ہے، اور آئندہ جنگ یا حملے کے سلسلہ میں ہندوستان کے رویہ کی کوئی صاف تصویر ہمارے سامنے نہیں آئی ہے اس لئے ضرور ہے کہ اس کی وضاحت کی جائے یہ مسئلہ صرف اصولی مباحثات یا مقامی کا مستند تہذیب ہے بلکہ اس سے پوری ہندوستانی قوم کی بہبودی اور آئندہ حفاظت کا مسئلہ وابستہ ہے اس لئے ہر سمجھدار ہندوستانی کا فرض ہے کہ اس مسئلہ کو قومی بھلائی اور تحفظ کے نقطۂ نگاہ سے دیکھے۔

جب تک انڈین نیشنل کانگریس صرف "ایجی ٹیشن اور مخالفت" میں مصروف تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی سیاسی اختیار نہ تھا اس کی خارجہ پالیسی کا مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا سیاسی اصلاحات کی جدوجہد کے زمانے میں کانگریس کی خارجہ پالیسی صرف "غیر ملکی پروپگینڈا یا جوابی پروپگینڈا" میں محدود تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ بین الاقوامی ضمیر ہمارے حالات سے آگاہ ہو لیکن اس بین الاقوامی ضمیر نے ہمیں کوئی امداد نہ پہنچائی حقیقت یہ ہے کہ ایک غلام اور محکوم قوم کو دنیا میں عزت اور دوسروں کی ہمدردی صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ وہ اپنے حقوق کے لئے حکمراں طاقت سے براہ راست جدوجہد کرکے آزادی حاصل کرلے جب تک دوسری قومیں ہمیں "قلیوں کی قوم" کہتی ہیں ہمارے تمدن اور ہماری روایات کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہے تو دوسرے ممالک میں ہمیں کیا عزت حاصل ہو سکتی ہے؟

پنڈت جواہر لال نہرو

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب سے ہندوستانیوں کے ایک حلقہ میں سوشلزم نے قدم رکھا ہے اور پنڈت جواہر لال نہرو نے اس کی قیادت کی ہے ہماری خارجہ پالیسی نے ایک نئی صورت اختیار کی ہے، اور کانگریس کے اجلاس میں حبش، زیکوسلوویکیہ، چین، اسپین

مصیبت زدوں کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے سامان جنگ گولہ بارود، روپیہ، کھانے پینے کی چیزوں اور مزید سپاہیوں کی ضرورت تھی وہ ہماری ہمدردی سے کیا فائدہ اٹھا سکتی ہیں؟ ہم ہندوستانی تو خود ہی پریشان حال اور افلاس زدہ ہیں ہم دوسروں کی کیا امداد کر سکتے ہیں؟ البتہ چین

اور دوسری مصیبت زدہ قوموں کے ساتھ ہمدردی کے ریزولیوشن پاس کئے گئے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ محکوم قوم ایسے ریزولیوشنوں کے ذریعہ اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتی جن

کو ایک طبعی وفادار سمجھ کر ہم نے اپنا بین الاقوامی فرض کسی حد تک ادا کیا ہے۔

"انیشنل پالیسی"

بہر حال اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ کانگریس کی "انیشنل" یعنی دفتری خارجہ پالیسی کیا ہے؟ یہ بات کانگریس کے ریزولیوشنوں ہی کے ذریعہ ظاہر ہو سکتی ہے پچھلے دنوں کانگریس نے "جنگ کے متعلق جو ریزولیوشن پاس کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:- "کانگریس اس طرز عمل کی مخالف ہے کہ ہندوستانیوں کی رضامندی کے بغیر ہندوستان کو جنگ میں مبتلا کیا جائے یا کسی جنگ میں ہندوستان کے ذرائع استعمال کئے جائیں" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "کانگریس برطانی حکومت کے اس ترمیم کی بھی مخالفت کرتی ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ترمیم کرکے جنگ کی حالت میں تمام اختیارات اس مرکزی حکومت کے ہاتھوں میں منتقل کردے جو برطانی امپیریلزم کی ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتی ہے"

بعد کو پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک انٹرویو کی دوران میں کانگریس کے اس ریزولیوشن کی تشریح مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمائی تھی:- "جنگ کے مسئلہ پر ہماری پالیسی میں بظاہر ایک تضاد سا معلوم ہوتا ہے ایک طرف ہم فسطائیت کے مخالف ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ فسطائیت کی فتح نہ صرف دنیا کے لئے تباہ کن ہوگی بلکہ ہندوستان کی آزادی کے لئے بھی بری چیز ہوگی، دوسری طرف برطانی امپیریلزم کی حمایت کرنا بھی اس ملک کے لئے ایک غلط پالیسی ہے جو اس امپیریلزم کا شکار بنا ہوا ہے لیکن یہ تضاد ہماری پالیسی میں نہیں ہے بلکہ حالات و ماحول میں ہے اگر ہم "آزاد ہندوستان" کے نقطۂ نگاہ سے اس مسئلہ کو دیکھیں تو ظاہر ہے کہ ہم امپیریلزم کی تائید کبھی نہیں کر سکتے اگر ہندوستان آزاد ہو جائے اور جنگ یا صلح کے متعلق [illegible] جائے تو یہ ظاہری تضاد ختم ہو جائے گا"

اوپر کے الفاظ میں ہمارا قومی مقصد اور ہماری قومی خارجہ پالیسی اچھی طرح واضح کردی گئی ہے اس میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ ہندوستان کی آزادی کا ہے لیکن اس سلسلہ میں دو چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ برطانیہ ہندوستان کو آزاد کرنے کے لئے قطعاً تیار نہیں ہے اسلئے کہ اگر برطانیہ اپنی مقبوضات ہی کو کھو دینے کے لئے تیار ہو جائے تو آخر وہ کون سی چیز باقی رہے گی جس کے لئے وہ جنگ کرے گا؟ دوسری یہ کہ خود کانگریس، یعنی ہندوستانیوں کے ہاتھ میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو برطانیہ کو ہمارا مطالبہ پورا کرنے پر مجبور کرے دوسرے الفاظ میں اپنی موجودہ خارجہ پالیسی کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر برطانیہ ہندوستان کو جمہوری حکومت عطا کر دے گا تو ہندوستان برطانیہ کی مدد کرے گا اور فسطائی طاقتوں کے خلاف جنگ کرے گا"

باقی مضمون صفحہ (۳۲) پر

"میگھ دوت"

(نتیجۂ فکر ریاض کے خاص شاعر کے قلم سے)

اُن کے دل میں کیا رہے گی فکر آزادیٔ ہند
فرقہ داری کا مسلط ہو چکا ہے جن پہ بھوت
بندے ہیں اپنی غرض کے، مبتلائے حرص ہیں
دے نہیں سکتے ہیں وہ حُبِّ وطن کا کچھ ثبوت
اپنی جاہ و جہد پر نازاں نہ ہوں اہلِ فراق
یہ گھروندا پل میں بن جائیگا تارِ عنکبوت
آپ کے اس پیرہن کی دھجیاں اُڑ جائینگی
جس میں ہوگا پھوٹ اور تکرار کی آنٹی کا سوت
طالبانِ جاہ و زر کا رنگِ محفل دیکھ کر
جو ہیں عاقل کیوں نہوں حیرت سے وہ محوِ سکوت
جنگِ آزادی کی پھر نازک گھڑی جب آئیگی
ساتھ ہونگے ہندو مسلم، برہمن اور اچھوت
گاندھی و آزاد و راجندر، جواہر اور پٹیل
دیکھے ہوتے ہیں ایسے ہند کے سچے سپوت
سر پہ آزادی کا جھنڈا بنکے وہ لہرائے گا
قوم کے اک مشترک چرخہ سے نکلیگا جو سوت

کچھ دنوں میں حریت کی آنے والی ہے بہار
اب کے موسم میں یہی لایا ہے مژدہ "میگھ دوت"

بجواب "زمیندار" مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۳۹ء

اس ہفتہ کا خیال: جس نے ظلم کی مدد کی اس نے خدا کا غضب سر لیا

سائنس کے کمالات

انسانی جسم میں جانوروں کی ہڈی

برسٹل یونیورسٹی کے مشہور سرجن ڈاکٹر ریمنڈ ولیم گرود نے حال ہی میں اپنی طبی تجربات کے سلسلے میں بعض دلچسپ معلومات فراہم کی ہیں مثلاً ۱۹۲۲ء میں ایک لڑکے کی کمر کے نیچے کی ہڈی ٹوٹ گئی ڈاکٹر موصوف نے انسان کی ہڈی جوڑکر اس کو درست کرنا چاہا لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ تو اس نے تجربتاً دریائی گھوڑے کے دانت کو ٹوٹی ہوئی ہڈی میں جوڑ دیا۔

گذشتہ اکتوبر میں عکسی شعاعوں سے معائنہ کیا گیا تو ہڈی بالکل جڑی ہوئی پائی گئی مریض اب تک تندرست ہے اور اسے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔

ایک دوسرے دس برس کے لڑکے کے بازو کی ہڈی کہیں سے ٹوٹ گئی تھی ڈاکٹر موصوف نے اس کو بیل کی ہڈی کے ٹکڑوں کو اوپر نیچے رکھ کر ملا دیا چھ ہفتہ میں لڑکا بالکل ٹھیک اور تندرست ہو گیا اور آگے چل کر وہ بہت مشہور کھلاڑی ہوا۔ دس برس کے بعد جوڑ کا عکسی شعاعوں سے معائنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بیل کی ہڈیاں لڑکے کی ہڈیوں میں بالکل پیوست ہو گئی ہیں۔

ایک عورت کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی ڈاکٹر موصوف نے اسکو بارہ سنگھے کے سینگ سے ملا کر درست کر دیا وہ ایک سال کے بعد ایسا صاف چلنے لگی کہ اس کی دونوں ٹانگوں میں کوئی فرق نظر نہ آتا تھا تین سال کے بعد بارہ سنگھے کی ہڈی مریضہ کی ہڈی کا جزو بن گئی۔

موسیقی کا اثر

حال ہی میں ایک روسی سائنسداں پروفیسر کراچکوسے نے دریافت کی ہے کہ موسیقی اور اس قسم کی دوسری آوازوں سے سننے والے کی بصارت میں پچیس فی صدی کا اضافہ ہو سکتا ہے، دماغی علاج کرنے والے سرجن اور دندان ساز موسیقی سے عجیب و غریب کام لے رہے ہیں،

ڈاکٹر ایل، ایس ہنٹد کا نے جو نیو مارک کے ایک ہسپتال میں کام کرتے ہیں بیان کیا ہے کہ وہ مریض جن کی دماغی حالت خراب تھی موسیقی کے ذریعہ تندرست ہو گئے۔ دندان سازوں نے بھی موسیقی کے ذریعہ دانت کے نکلوانے کے خوف کو دور کر دیا ہے۔

بیہوش کرنے والی مشین

امریکہ میں ملرے لینہا کے کسی ڈاکٹر نے ایک مشین تیار کی ہے جس کو مریضوں پر عمل جراحی کرتے وقت کلوروفارم کی بجائے استعمال کیا جائے گا،

پروفیسر موصوف کا بیان ہے کہ جب کسی انسان کو بے ہوش کیا جاتا ہے تو عموماً تنفس کی تین منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں ایک ابتدائی حالت جبکہ سانس زور زور سے چلتا ہے دوسری منزل وہ جبکہ سانس اپنی تیز رفتاری کو قائم رکھنے کے لئے پوری طرح بے ہوش ہو جاتا ہے ان تینوں حالتوں میں سانس کی رفتار مختلف ہوتی ہے اس مشین میں ان تینوں حالتوں کا نتیجہ معلوم کرنے کے لئے متعدد ٹیوب ہیں اس مشین کا حیوانات پر تجربہ کر لیا گیا ہے،

ایک نیا انقلاب

روس کے ایک ڈاکٹر کا دعویٰ ہے کہ غدود کی تبدیلی سے نہایت آسانی کے ساتھ عورت کو مرد اور مرد کو عورت بنایا جا سکتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ڈاکٹر صاحب اب تک کم و بیش چھ تجربے کر چکے ہیں اور تمام تجربے ان کے اس دعوے کے موافق ثابت ہوئے ہیں،

اب ایک سوسائٹی اس سے حاصل کردہ نتائج کی تحقیقات میں مصروف ہے اگر یہ تجربات کامیاب ثابت ہو گئے تو دنیا میں ایک نیا انقلاب رونما ہو جائے گا۔

انسانی زندگی اور برقی لہریں

ایک ڈاکٹر نے دعویٰ کیا ہے کہ انسان کی زندگی ان برقی لہروں پر موقوف ہے جو انسان کے جسم میں کیمیاوی عمل سے پیدا ہوتی ہیں اور محبت کے جذبات کی وجہ سے بھی یہی لہریں ہیں، یہ پیدا ہونی بند ہو جاتی ہیں تو انسان مر جاتا ہے۔

جنس کی تبدیلی

لندن ہسپتال میں گذشتہ چار سال میں پچیس ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جن میں عورتیں مرد اور مرد عورتوں میں تبدیل ہو گئے ڈاکٹروں نے آپریشن کر کے اس بیماری کا علاج کرنا شروع کیا ہے چنانچہ حال ہی میں ایک لڑکی چودہ برس کی عمر میں لڑکا بن گئی اس کے منہ پر داڑھی اور مونچھیں بھی پیدا ہو گئیں ڈاکٹروں نے آپریشن کیا تو پھر عورتوں کی شکل اختیار کر لی اور چہرے کے بال خود بخود غائب ہو کر گال عورتوں کی طرح ملائم ہو گئے اور زبان میں بھی عورتوں کی سی باریکی اور شیرینی پیدا ہو گئی غرضیکہ آپریشن بہت کامیاب رہا۔

یکم اگست سنہ ۱۹۳۹ء

"پراونشلزم" اور "کمیونلزم"

ہندوستانی قومیت کے دو خطرناک دشمن

"ہریجن" کی گذشتہ دو اشاعتوں میں مہاتما گاندھی نے وقت کے دو اہم ترین مسئلوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور دونوں مسئلے ایسے ہیں کہ اگر ان کا حل نہیں نکالا گیا اور ان سے پیدا ہونے والی خرابیاں بڑھتی چلی گئیں تو ہندوستان کی ایک متحدہ قومیت کا سوال بالکل خواب و خیال بن کر رہ جائے گا اور اگر ایک طرف ہمارا ملک جدا جدا حصوں میں تقسیم ہو کر کمزور ہو جائے گا تو دوسری طرف ہندوستانی قوم اسحاد و انتشار، پھوٹ اور بدامنی کا شکار ہو جائے گی۔

ہندوستان میں ان دونوں دشمنوں میں ایک دشمن نسبتاً پرانا ہے اور دوسرا دشمن کسی قدر نیا ہے، ایک کا نام پراونشلزم ہے اور دوسرے کا کمیونلزم ہے، لیکن دیکھا جا رہا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے نفاذ کے بعد دونوں دشمن زیادہ طاقتور ہوتے جا رہے ہیں، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "پراونشلزم" یعنی صوبجاتی ذہنیت اس سے پہلے کبھی کسی صوبہ میں موجود نہ تھی، لیکن یہ ضرور ہے کہ پراونشیل آٹونومی کے بعد اس نے شدت پکڑ لی ہے اور ایک قسم کی خود غرضی، رشک اور حسد کا رنگ اختیار کر لیا ہے اسی خیال سے مہاتما گاندھی نے "پراونشیل آٹونومی" کو پراونشیل (........) یعنی صوبجاتی رشک و حسد کا نام دیا ہے، اور اپنے مضمون میں وہ تمام خطرات ظاہر کئے ہیں جو "پراونشلزم" سے پیدا ہوتے جا رہے ہیں اور حقیقت سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے کہ اس سلسلہ میں جو کچھ مہاتما جی نے فرمایا ہے وہ قطعاً صحیح اور ناقابل تردید ہے آپ نے شری جمشید جی مہتہ کے ایک خط کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں یہ سوال کیا گیا تھا کہ "آیا پراونشیل آٹونومی ہمارے لئے کوئی نعمت ہے یا لعنت بنتی ہے" مہاتما جی فرماتے ہیں کہ یہ شبہ اور شکایت بالکل بجا و درست ہے۔

پراونشیل آٹونومی صرف اسی وقت تک "نعمت" کہی جا سکتی ہے جب تک کہ اس کے ذریعہ مختلف صوبوں کے باشندے بیدار ہو کر اپنی مقامی روایات کے مطابق ترقی حاصل کریں اور ایک جسم کے مختلف تندرست اعضاء کی طرح قوم کے مرکزی دل و دماغ کو متحرک رکھیں اور طاقتور بنائیں، لیکن یہ اس وقت "لعنت" بن جاتی ہے جب صوبجاتی ذہنیت اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ عام قومی مفاد سے اسے کوئی واسطہ نہیں رہتا، اور خود غرضی و رشک کے جذبات اس میں داخل ہو کر اسے متحدہ قومیت کے لئے ایک خطرہ بنا دیتے ہیں۔

مہاتما جی بجا فرماتے ہیں کہ "ہمارے پراونشلزم کو تنگ نظر اور خود غرض نہیں ہونا چاہیئے اسکو سارے ملک کے مفاد کا خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ صوبے بہرحال ایک ملک کے چند اجزاء ہی کے نام ہیں" اس سلسلہ میں یقیناً صوبوں کی پوزیشن بالکل وہی ہے جو ایک خاندان میں افراد کی، اور ایک قوم میں جماعتوں کی ہوتی ہے اگر کوئی فرد اپنی انفرادی حیثیت پر اس قدر زور دیتا ہے کہ دوسرے افراد کو اس سے نقصان پہنچنے لگتا ہے تو وہ سب کے لئے کمزوری کا باعث بن جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی جماعت عام قومی مفاد کو اپنے ذاتی اغراض پر بھینٹ چڑھا دیتی ہے تو وہ ملک و قوم کے لئے ایک خطرہ بن جاتی ہے بالکل ایسا ہی حال ایک ملک کے اندر صوبوں کا ہوتا ہے ولایات متحدہ امریکہ کی مثال ہمارے سامنے ہے جس سے ہندوستانی صوبوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے وہاں ہر اسٹیٹ (جو ہندوستانی صوبہ کی طرح ہے) اندرونی حیثیت سے بالکل آزاد ہے اور اپنا سیاسی نظم و نسق اپنی مرضی کے مطابق بناتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے لیکن کسی اسٹیٹ کو یہ مجال نہیں ہے کہ وہ عام امریکن مفاد کو نظر انداز کر کے امریکہ کی متحدہ قومیت میں پھوٹ ڈالے یہ سب کے سب جانتے ہیں کہ فرد کے مفاد کے لئے قوم کا مفاد کبھی قربان نہیں کیا جا سکتا۔

ہندوستان کی تاریخ میں یہ ایک نہایت ہی افسوسناک سانحہ ہو گا اگر ہندوستان کی بہترین سپوتوں کی کوششیں رائیگاں جائیں گی اور ایک مضبوط آزاد اور متحدہ قوم کی بجائے شدید صوبجاتی ذہنیت رکھنے والی ایسی جماعتیں پیدا ہو نگی جو ایک دوسرے کی مخالفت کریں گی، اور کسی بڑے کام کے وقت آپس میں متفق نہ ہو سکیں گی، صوبجاتی مفاد اور قومی مفاد دونوں کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ مختلف صوبے تمام مشترکہ کاموں کے لئے عملی اتحاد کا صحیح اور ٹھوس جذبہ پیدا کریں مہاتما جی کے چند اہم الفاظ ملاحظہ فرمائیے:-

"صوبہ اور صوبہ کے درمیان خود غرضی اور رشک و حسد کی کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیئے ورنہ ہندوستان ایسے چند حصوں میں تقسیم ہو جائے گا جو ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہیں گے، اور ہر حصہ اپنے اغراض کے لئے دوسرے حصوں کو نقصان پہونچائے گا، اگر ملک پر اس طرح کی کوئی آفت نازل ہوئی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ کانگریس کی زندگی بیکار تھی ہمیں ہر ایسی کوشش کا انسداد کرنا چاہیئے جس کا مقصد ہندوستان کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا ہو"

سوال یہ ہے کہ مہاتما جی کی یہ مفید ہدایت کس کے لئے ہے اور وہ کون سے لوگ ہیں جن کو "پراونشلزم" کی خرابیوں کے انسداد کی کوشش کرنی چاہیئے؟ پہلا اشارہ یقیناً مختلف صوبوں کے باشندوں کی طرف اور دوسرا اشارہ صوبجاتی کانگریسی حکومتوں کی طرف ہے، صوبوں کے باشندوں کا طرز عمل وہ نہیں ہے جو رہنماؤں کی ہدایات کو کامیاب بنا سکتا ہے دوسری طرف آٹھ صوبوں کی کانگریسی حکومتوں کو اس وقت بہترین موقعہ حاصل ہے کہ وہ مختلف صوبوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی اسپرٹ پیدا کریں اور مہاتما جی کے دانشمندانہ الفاظ سے فائدہ اٹھا کر ان خرابیوں کا انسداد کریں جو ایک متحدہ قومیت کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔

ہندوستان کی قومیت اور آزادی کا دوسرا دشمن جو بہت ہی زیادہ خطرناک ہے "کمیونلزم" یعنی فرقہ دارانہ ذہنیت ہے، ملک میں اس فتنہ نے "جنگل" ہر طرف سر اٹھایا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پھوٹ، انتشار اور اختلاف اور باہمی نزاع کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے "پراونشیل آٹونومی" میں جداگانہ انتخاب کے طریقہ نے یقیناً اس فتنہ کو اور بھی زیادہ تقویت پہنچائی ہے اور ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان حالات میں ہم آزادی کی منزل کی طرف نہیں بلکہ نفاق، کمزوری اور بربادی کی منزل کی طرف جا رہے ہیں مہاتما جی خود فرماتے ہیں کہ "ہندو مسلم اتفاق کے بغیر ہندوستان کی آزادی ناممکن ہے، یہ بڑا مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہندوستان کے ۳۵ کروڑ باشندے جنہیں ہندو، مسلم، سکھ، پارسی اور عیسائی شامل ہیں، اپنا اپنا بار برداشت کرنے کے لئے مستعد ہو جائیں۔"

مہاتما جی کے مندرجہ الفاظ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس پینتیس کروڑ آبادی کا ایک ایک فرد، ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں میدان جنگ کا سپاہی بن جائے کسی ملک اور قوم کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ تمام کے تمام افراد کسی ایک کام میں شریک ہو جائیں، ہوتا یہی ہے کہ کچھ لوگ جدوجہد کے میدان میں اتر جاتے ہیں اور باقی لوگ ان کی تائید کرتے ہیں اور ان کو اپنے خیال اور عمل سے امداد پہونچاتے ہیں اسی کا نام (Sanction) ہے، اگر ہندوستان میں فرقہ دارانہ اتحاد ہو جائے تو سب کی رائے ایک ہو جائے گی اور ہمارے لئے منزل آزادی تک پہونچنا کچھ مشکل نہ ہو گا۔

مہاتما گاندھی نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے جو عظیم اور انتھک کوششیں کی ہیں وہ ساری دنیا کو معلوم ہے ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں یہی وہ اہم ترین مسئلہ ہے جس پر آپ نے "پہلا برت" رکھا تھا، مہاتما جی افسوس کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ان کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں، اس کا سبب کیا ہے؟ صرف یہی کہ دوسرے فریق کی ضد اور ہٹ کا کوئی علاج ہی نہ تھا، مہاتما جی کو اس سلسلہ میں یہ فرمانے کی غالباً ضرورت نہ تھی کہ "میں ہندو مسلم اتحاد کے معاملہ میں پجاری ہوں اور چوبیس گھنٹے دعا کرتا رہتا ہوں کہ ہندو اور مسلمان آپس میں ایک ہو جائیں" ہر ہندوستانی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ اس مسئلہ پر ہندوستان کے اس رہنمائے اعظم کا دل کس قدر دکھی ہے لیکن پھر بھی بہتر ہے کہ ہم مایوس نہ ہوں وقت ایسا حکیم ہے جو تمام بیماریوں کا علاج پیدا کر دیتا ہے ہندوستان کی غلامی اور خستہ حالی کے دور میں ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب ہندوؤں اور مسلمانوں کو مجبوراً ایک ہو جانا پڑے گا، ابھی جو تیزی سے ابھر رہے ہیں وہ اگرچہ شدید ہیں لیکن عارضی ہیں اور افلاس و تنگدستی کے باعث ہندوستانیوں کی بے چینی کی دلیل ہیں، ہر ملک میں کسی بڑے انقلاب کے آنے سے پہلے یہ افسوسناک مناظر دیکھنے آتے ہیں، پنڈت جواہر لال نہرو نے صحیح فرمایا ہے کہ انقلابی سیلاب کی ایک ہی موج ہندوستانیوں کے تمام اختلافات کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گی۔

...

کیا جنگ جلد ہوگی؟

پچھلے ہفتہ سفر یورپ سے واپس آکر شری بھولا بھائی ڈیسائی نے بین الاقوامی صورت حال کی جو تقریر پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کا خطرہ بہت قریب آگیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یورپ میں بہت جلد جنگ چھڑنے والی ہے اور اسی لئے آپ مجبور ہوئے کہ یورپ میں اپنا مزید قیام ترک کر کے فوراً وطن کو واپس

چلے آئیں۔ آپ نے محسوس کیا کہ ایسے خطرے کے وقت میں آپ کا اپنے وطن میں رہنا ضروری ہے اس خیال سے آپ نے سب سے پہلے آنے والے ہوائی جہاز سے سفر کیا اور وطن پہنچ گئے۔ جب ہم دُور رہ کر یہ دیکھتے ہیں کہ جنگ بہت دور نہیں ہے تو جشیمابہ حالات سے متاثر ہو کر شریمت بھولا بھائی ڈیسائی نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں کس کو شک و شبہ ہو سکتا ہے یورپ اس وقت بارود کا ایک تودہ بنا ہوا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایسی زبردست جنگی تیاریاں بے نتیجہ ثابت ہوں اور لاکھوں مسلح آدمیوں اور ہزاروں اسلحہ ساز کارخانوں سے یقیناً یہ کہہ دیا جائے کہ اب تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے"؟ جو بے چینی اور اضطراب ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم سے پہلے یورپین ممالک میں پھیلا ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ ہنگامہ آرائیاں آج موجود ہیں اس لئے شریمت بھولا بھائی نے صحیح فرمایا ہے کہ جنگ جلد ہونے والی ہے۔

سونے کا خزانہ!

ولایات متحدہ امریکہ اس وقت دنیا کا سب سے زیادہ دولتمند ملک ہے اس حکومت نے کچھ دنوں سے ایک مضبوط فولادی تہ خانے کی تجوریوں میں سونے کا انبار لگانا شروع کیا تھا اب وہاں سونے کی مقدار تین ارب بیس کروڑ پونڈ (۳,۲۰۰,۰۰۰,۰۰۰) تک پہنچ گئی ہے صرف تین ماہ پہلے یہ سونے کی مقدار صرف دو ارب پونڈ تھی کہا جاتا ہے کہ دنیا میں جتنا سونا ہے اس کی ۶۰ فی صدی مقدار اس وقت امریکہ کے پاس ہے غالباً یہ ایک ایسا ریکارڈ ہے جس کا جواب کہیں نہیں مل سکتا۔ انگلستان اور فرانس نے بھی کافی مقدار میں سونا جمع کر لیا ہے لیکن ان دولتمندوں کا اثر ان گھروں میں دیکھنے کے لائق ہے جہاں سے سونا نکل کر غیر ممالک تک پہنچا ہے اور جو خود افلاس کا شکار بن گئے ہیں۔

دہلی میں کرایہ مکان!

دوسرے بڑے بڑے شہروں میں (مثال کے طور پر کلکتہ میں) ایک "RENT ACT" یعنی قانون کرایہ مکان بہت دنوں سے نافذ ہے جس کا اثر یہ ہے کہ مالکان جائداد کرایہ داروں سے غیر واجب اور بہت بڑھا چڑھا ہوا کرایہ نہیں وصول کر سکتے۔ قانون کرایہ مکان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جائداد کی لاگت کا اندازہ لگا کر منافع کی رقم مقرر کر دی جائے اور ایسا نہ ہو کہ کوئی صاحب جائداد اپنے کرایہ دار کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی لگائی ہوئی رقم پر پچاس اور ساٹھ فی صدی منافع وصول کرے۔ دہلی کے بعض محلوں میں ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں کرایہ کی رقم مکان کی لاگت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی اور کرایہ دار کو قطعاً غیر معمولی اور تباہ کن کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے کچھ روز ہوئے انہیں کالموں میں ہم دہلی میں ایک قانون کرایہ مکان کی ضرورت کا سوال پیش کر چکے ہیں لیکن حیرت ہے کہ ایسے اہم وقتی مسئلہ پر کسی مقامی اخبار نے قلم اٹھانا ضروری نہیں سمجھا۔ اب یہ خبر کسی قدر تشفی بخش ہے کہ بعض مقامی انجمنیں اس کام کی طرف متوجہ ہوئی ہیں اور چند روز ہوئے "دہلی چیمبرس ایسوسی ایشن" کی ایک پبلک میٹنگ میں چیف کمشنر دہلی سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ دہلی میں مکانات کے کرایہ کی تخفیف کے لئے وہ مرکزی حکومت سے ایک قانون پاس کرنے کی سفارش کریں ہمارا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں صرف ایک نہیں بلکہ بہت سے مقامی جلسے ہونے چاہئیں تاکہ اس معاملہ کی اہمیت مقامی حکومت کی سمجھ میں آ جائے دہلی میں لوگوں کا رجوع بہت زیادہ ہوتا جا رہا ہے اور اس سے یہاں کے مالکان جائداد نامناسب اور اخلاقاً ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں دہلی میں یقیناً ایک "RENT ACT" کی فوری ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

ہندوستان میں ہوائی یونیورسٹی!

ترقی تو ایک طرف کسی ایسی قوم کی زندگی بھی اس دنیا میں ممکن نہیں ہے جو جدید ترین تعلیم و سامان تحفظ کی مالک نہ ہو۔ اگر کسی معجزہ کے باعث ہندوستان مستقبل قریب میں آزاد بھی ہو جائے تو اپنی کمزوری اور پسماندگی کے باعث وہ اس آزادی سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکے گا اس لئے ہم الہ آباد میں ہندوستانیوں کی ہوائی تعلیم کے لئے ایک یونیورسٹی کے قیام کا خیر مقدم کرتے ہیں اس یونیورسٹی کی اسکیم یہ ہے کہ وہ تین سال کے اندر ۲۵ ہزار آدمیوں کو فن پرواز سکھلا دے گی گویا اتنی تعداد میں ہوائی پائلٹ اور شہری کے ہوائی محافظ ہندوستان میں دستیاب ہو جائیں گے ہمیں یقین ہے کہ یو۔ پی کی کانگریسی حکومت اور پبلک دونوں اس اسکیم کی کامیابی کے لئے پوری امداد بہم پہنچائیں گی دوسرے ممالک کے مقابلہ میں ہوائی تعلیم کے اعتبار سے ہندوستان اس وقت سب سے زیادہ پس ماندہ اور کمزور ملک ہے۔

ہریجن طلبا کو مہاتما گاندھی کی ہدایات

مہاتما گاندھی نے ایک روز کے لئے دہلی میں قیام فرما کر "ہریجن انڈسٹریل ہوم" کے پہلے کانووکیشن کی صدارت کی اور پاس شدہ طلبا کو سندیں تقسیم کیں، اس موقعہ پر مہاتما جی نے جو تقریر فرمائی اس کے چند الفاظ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، ہریجن طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہ اس انڈسٹریل ہوم کے آدرش کو اپنے ساتھ لیجائیں اور اپنی عملی زندگی میں اس کی پیروی کریں مہاتما جی نے اپنے اس عقیدے کو بھی دہرایا کہ اگر ہندو مذہب کو اس دنیا میں زندہ رہنا ہے تو چھوت چھات کی اس لعنت کا جو ہندو مذہب کے خوشنما نام پر ایک دھبہ ہے دُور کرنا پڑے گا اس لئے جن ہریجن طلبا نے سندیں حاصل کی ہیں ان کے سپرد یہ فرض بھی کر دیا جائے کہ وہ ہندو مذہب کی حفاظت کریں مہاتما جی کے یہ بلند خیالات تبصرہ کے محتاج نہیں ہیں "ہریجن انڈسٹریل ہوم" کے پاس شدہ طلبا کو اور ان کے ساتھ ساتھ تمام ہندو طلبا کو یہ آدرش اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

"ٹی نیوز اینڈ ویوز"

ہندوستان میں چاء کے استعمال اور چاء کی فروخت کی ترقی کے لئے جو منظم پبلسٹی کی جا رہی ہے اس کی مثال بہت ہی کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اس سلسلہ میں "ٹی نیوز اینڈ ویوز" (یعنی چائے کے متعلق خبریں اور رائیں) کے نام سے ایک رسالہ بہت دنوں سے جاری ہے جس میں "انڈین ٹی مارکیٹ ایکسپینشن بورڈ" بورڈ کی طرف سے چاء کے متعلق دلچسپ خبریں، رائیں، تاریخی واقعات اور جدید حالات شائع کئے جاتے ہیں، اس پرچہ کی اشاعت کا ایک نیا سلسلہ ۱۹۳۹ء میں شروع کیا گیا ہے جو دلچسپ معلومات سے مزین رہتا ہے۔ ایسے پرچہ کی اشاعت کو ہم اشتہاری دنیا کا ایک کمال سمجھتے ہیں۔ ایک ہی موضوع پر بہت سے واقعات اور رایوں کا جمع کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ ایک خاصہ ریسرچ ورک ہے۔ "ٹی نیوز اینڈ ویوز" کی اشاعت میں کمشنر ٹی مارکیٹ ایکسپینشن بورڈ" کی کوششیں قابل داد ہیں۔

انقلاب اور عوام

دنیا کبھی ایک حال پر قائم نہیں رہتی ہر چیز ہمیشہ بدلتی ہے۔ اسی تبدیلی کا نام انقلاب ہے۔ اس وقت بھی مختلف ممالک میں طرح طرح کے انقلاب رونما ہو رہے ہیں۔ ہندوستان بھی اسی دنیا میں ایک ملک ہے اس لئے تبدیلی کے اٹل قانون سے باہر نہیں ہو سکتا۔ علمی اور سائنٹیفک انقلاب ہمیشہ ایک خاص طبقہ کی پیداوار ہوتا ہے، لیکن سیاسی، سماجی اور اقتصادی تبدیلیاں عوام الناس کی کوششوں کی مرہون منت ہوا کرتی ہیں۔ اسی مسئلہ پر معاصر "ہند" کلکتہ لکھتا ہے:-

" کامیاب انقلاب ہمیشہ عوام الناس کرتے ہیں یا عوام الناس کی پوری تائید انہیں حاصل ہوتی ہے جس تحریک کے علمبردار عوام نہیں، یا جس کی سرگرمی سے وہ تائید نہیں کرتے اس تحریک سے کوئی بنیادی انقلاب برپا نہیں ہو سکتا بے شک عارضی و سطحی تبدیلی ہو سکتی ہے، مگر انقلاب نہیں۔ خود ہندوستان کی حالت دیکھ لیجئے، کانگریس مدتوں سے قائم تھی۔ مگر بے وقعت و بے اثر تھی، کیونکہ عام باشندے اس کی پشت پر نہ تھے۔ صرف لکھے پڑھے لوگ ہی اس میں شامل تھے۔ لیکن جب سے کانگریس کو عوام کی تائید حاصل ہوئی ہے اسے کیسی زبردست قوت حاصل ہو گئی ہے۔ کانگریس میں عوام کا اثر جتنا زیادہ ہوتا جائے گا وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط اور انقلابی بنتی چلی جائے گی۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ انقلاب برپا کرنے والے اور انقلاب کو کامیاب بنانے والے عوام الناس ہی ہوتے ہیں، کیونکہ سوسائٹی میں سب سے زیادہ مظلوم و محروم وہی ہوتے ہیں۔ موجودہ حالات سے بے زاری انہی میں ہوتی ہے، اور وہی ان حالات میں تبدیلی کے لئے بے قرار ہوتے ہیں۔ دنیا کے تمام انقلاب دیکھ جائیے سب کے سب عوام ہی کے لائے ہوئے ثابت ہوں گے اور ہندوستان میں بھی جو انقلاب تیزی کے ساتھ پکتا چلا آ رہا ہے وہ بھی عوام ہی کے بل بوتے سے کامیاب ہوگا۔"

اس میں شک نہیں کہ عوام کی طاقت ہی دنیا میں آجکل سب سے بڑی طاقت ہے اور عامۃ الناس یعنی عامہ کی حکومت ہی کا دوسرا نام جمہوریت ہے۔ تبدیلی کے اس فلسفہ پر ان لوگوں کو غور کرنا چاہئے جو عوام کی انقلابی طاقت کے معتقد نہیں ہیں۔

دہلی میں موسیقی کا اسکول

دہلی جو قدیم زمانے سے ہندوستان کا دارالحکومت رہا ہے کسی زمانے میں ہندوستانی آرٹ "یعنی فنون لطیفہ کا مرکز بھی تھا۔ ہمیں مسرت ہے کہ دہلی میں پھر آرٹ کے پرانے معیار کو واپس لانے کی کوشش کی جا رہی ہے، اور اسی مقصد کے لئے "دہلی میوزک سوسائٹی" کے زیر اہتمام اس شہر میں موسیقی کا ایک اسکول کھولا گیا ہے جو موسیقی کا صحیح علم حاصل کرنے والوں کا تعلیمی مرکز ہوگا۔ اس ادارے کے آرگنائزروں نے ایک مکمل اسکیم مرتب کی ہے جو بہت امید افزا معلوم ہوتی ہے۔ "سرسوتی بھون" کی اتھارٹی نے اپنی عمارت اس ادارے کی تعلیمی سرگرمیوں کے لئے کچھ ماہ تک بلامعاوضہ عطا کر دیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ دہلی میوزک سوسائٹی کی جدوجہد فن موسیقی کی معیاری تعلیم کے سلسلہ میں کامیاب ثابت ہوگی۔

گریجویٹ کی خودکشی

ہندوستان میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی خودکشی کے واقعات بڑھتے جاتے ہیں اور آئے دن کسی نہ کسی صوبہ سے یہ خبر شائع ہوتی ہے کہ بیروزگاری کے باعث کسی نوجوان نے خودکشی کر لی۔ گذشتہ ہفتہ صوبہ یو۔ پی میں ایک گریجویٹ نے خودکشی کر لی تھی اور اس کی جیب سے جو خط برآمد ہوا تھا اس کا مضمون یہ تھا: "میں افلاس اور تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کرتا ہوں میری تعلیمی سند کو میری چتا پر رکھ کر جلا دینا، کیونکہ یہی میری خودکشی کا باعث ہوئی ہے"۔ آخری الفاظ کس قدر عبرت انگیز ہیں۔ اگر ہندوستان کی تعلیمی ڈگریاں نوجوانوں کی خودکشی ہی کا باعث بن سکتی ہیں تو ایسی تعلیم سے کنارہ کشی ہی غالباً بہتر ہوگی۔ ایسے افسوسناک حالات کی ذمہ داری ایک تو ان لڑکوں پر ہے جنہوں نے تعلیم کو ملازمت یا حصول دولت کا ذریعہ سمجھ لیا ہے اور دوسرے ہماری تعلیمی نظام کے نقائص پر ہے، جو صرف لٹریچر اور سائنس تو پڑھا دیتا ہے، لیکن صنعت و حرفت کی تعلیم دیکر روزی کے ذرائع پیدا نہیں کرتا۔ ہمارے ملک میں عام تعلیم کی بجائے صنعتی تعلیم کی توسیع پر زیادہ رقمیں صرف کی جائیں تو کہیں زیادہ مفید نتیجہ برآمد ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ تعلیم ایک صوبجاتی مسئلہ ہے اور کانگریسی حکومتیں اس شعبہ میں بہترین اصلاح و ترقی کی کوششیں کر رہی ہیں لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم کے متعلق عام زاویہ نگاہ جلد بدل دیا جائے اور نوجوانوں کے لئے معاشی ذرائع پیدا کئے جائیں۔

اشارات

"شیر کا شکار" ہندوستانی ریاستوں میں قدیم روایات سے وابستہ ہے، بڑے بڑے راجاؤں اور مہاراجوں نے [illegible] شیر مار کر اپنی بہادری کا مظاہرہ کرنا اپنی شانِ حکمرانی کا ایک لازمہ سمجھا ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ [illegible] صاحب یا دوست یا مہمان اور نام ہوا مہاراجہ صاحب کا، وہ اس طریقہ پر کہ مہاراجہ صاحب ہاتھ میں [illegible] لے کر مردہ شیر کے سینے پر رکھ کر ایک فاتحانہ تبسم کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور فوٹو گرافر نے (جو پیشہ ورانہ مزدوروں [illegible]) [illegible] تصویر کھینچ لی اور بعد کو اس تصویر کی کاپیاں تمام اخبارات کو بھیجی گئیں۔

لیکن ریاستوں میں "شیر کا شکار" صرف اظہارِ بہادری ہی کا ذریعہ نہیں بلکہ حکومت کے اعلیٰ ترین حکام کو [illegible] اور خوش کرنے کا بھی ایک کامیاب آلہ ہے ہندوستان کے وائسرائیوں سے لے کر ڈپٹی کمشنروں تک نے وقتاً فوقتاً ریاستوں میں "شیر کا شکار" کا دلچسپ مشغلہ فرمایا ہے خود آنجہانی وائسرائے لارڈ منٹو بھی ہندوستانی والیانِ ریاست کے ساتھ شیروں اور چیتوں کے شکار میں لطف اٹھاتے رہے تھے، اور اگر ہم یہ کہیں تو بیجا نہ ہوگا کہ اس وقت سے شیر کے شکار نے ریاستوں کے لئے ایک دوسری صورت اور اہمیت اختیار کر لی ہے، مجموعی حیثیت سے اس وقت تک والیانِ ریاست کے تین ہی مشغلے تھے، عیش پرستی، شیر کا شکار اور ولایت کی سیر،

اب جب کہ آئین اور اس آئین کے سب سے بڑے علمبردار لارڈ لنلتھگو نے ان کے لئے ایک چوتھا مشغلہ بھی پیدا کر دیا ہے یعنی فیڈریشن کے متعلق باتیں کرتے رہنا، اور ایک پانچواں مشغلہ خود والیانِ ریاست نے اپنے لئے پیدا کر لیا ہے، وہ یہ ہے کہ پرجا منڈلوں کا گلا گھونٹنا اور ریاستی رعایا پر تشدد کرنا، لارڈ لنلتھگو نے کچھ دن ہوئے ایک چھٹا مشغلہ بھی والیانِ ریاست کے لئے پیدا کرنا چاہا تھا یعنی وقت کی ہوا کو پہچاننا اور ذمہ دار حکومت کے قیام کی طرف قدم بڑھانا، لیکن ابھی والیانِ ریاست اس کام کی طرف رجوع ہوتے ہوئے دکھلائی نہیں دیتے اور مذکورہ بالا پانچوں مشغلوں سے ابھی ان کو فرصت نہیں ملی ہے،

بہرحال ان تمام "مشاغل دلچسپیوں" میں شیر کے شکار کی اہمیت اب تک وہی باقی ہے جو پہلے تھی، بلکہ اب کچھ زیادہ ہو گئی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرجا منڈلوں کی سرگرمیوں سے تنگ آ کر والیانِ ریاست نے اب یہ فیصلہ کر لیا کہ ان کے ریاستی جنگلوں کے رہنے والے شیر قہر بن کر نازل ہو کر ان کی "سرکش" رعایا پر حملہ آور ہو جائیں اگر ایسا نہیں ہے تو ہم ریاست جے پور کے اس جدید قانون کو سمجھنے سے قاصر ہیں جس کے ذریعہ سے قانوناً شہر میں شیروں کو سرکاری تحفظ عطا کیا گیا ہے تاکہ "معزز مہمانوں" کے لئے شیروں کے شکار کا تفریحی مشغلہ مہیا کیا جاسکے، اس کے معنی تو یہی ہیں کہ انسانوں کی زندگیوں کو شہر میں گھس پڑنے والے خطرناک اور خونخوار جانوروں کے سپرد کر دیا گیا ہے، کسی کی مجال نہیں ہے کہ ان حملہ آور جانوروں پر ہاتھ اٹھائے کیونکہ یہ کام صرف "معزز مہمانوں" کے لئے ریزرو کر دیا گیا ہے اور مخصوص اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی خونخوار جانور کو ہلاک نہیں کر سکتا!

اس قانون کی خلاف ورزی کے لئے سزاؤں کے دلچسپ مدارج مقرر کر دئے گئے ہیں اگر کسی پر کوئی شیر یا چیتا حملہ کرے اور وہ اس جانور کو ہلاک کر کے اپنی جان بچالے تو اس کو پانسو روپے بطور جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔ ریاست کا کوئی غریب آدمی اتنی بڑی رقم خواب میں نہیں دیکھ سکتا غالباً اسی کو غنیمت سمجھے گا کہ شیر نے اُسے کھا لیا اور سزا یابی سے نجات دلوا دی، اسی طرح کسی چھوٹے چیتے یا تیندوے کے مارنے کی سزا ڈھائی سو روپے جرمانہ ہے، ریچھ کی ڈیڑھ سو روپے اور جنگلی سور کی ایک سو روپے، یعنی اس رقم کا نصف جو چلتی ٹرین کو روکنے کے لئے بلا سبب زنجیر کھینچنے کے جرم میں ادا کرنی پڑتی ہے؛

ہندوستانی ریاستوں میں "شکار" کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ ان میں باقاعدہ "شکار خانہ ڈیپارٹمنٹ" یعنی محکمہ شکار موجود رہتا ہے، ریاست جے پور کے اس محکمے کے سپرنٹنڈنٹ کے متعلق ایک دلچسپ روایت بیان کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست موصوف نے کسی "زندہ دل" آدمی کو اس ذمہ دار عہدے پر مامور کیا ہے کہا جاتا ہے کہ کسی قریبی دیہات میں داخل ہو کر ایک شیر نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ اسکے حملوں کے باعث باشندے بہت خوفزدہ ہوئے اور شکار خانے کے سپرنٹنڈنٹ کی "خدمت" میں حاضر ہوئے کہ انہیں اس خونخوار شیر کو جو انسانوں کو کھائے جاتا ہے مار ڈالنے کی اجازت دی جائے، سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ہنس کر یہ جواب دیا کہ شیر کبھی گھاس نہیں کھاتا وہ انسانوں ہی کو کھاتا ہے کہا نہیں جا سکتا کہ یہ روایت صحیح ہے یا غلط مگر ہے بہت دلچسپ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست اور ریاستی حکام [illegible] ریاستی رعایا کی زندگیوں کی طرف سے بے پرواہ ہیں اور چند "معزز مہمانوں" کی تفریح پر ان کو بھینٹ چڑھانے میں [illegible] اس موضوع پر مزید تبصرہ لاحاصل ہے؛

راز و نیاز

(اس کالم کے لئے ہم مزید ناظرین کو سوالات بھیجنے کی دعوت دیتے ہیں جن کے جواب دلچسپ پیرایہ میں دئے جائیں گے، جو حضرات سوال بھیج چکے ہیں اور اُن کا جواب اس اشاعت میں درج نہیں ہے اُن کو آئندہ اشاعتوں کا انتظار کرنا چاہیئے، (ایڈیٹر)

سوالات:-

(۱) سوراجیہ تشدد سے ملے گا یا عدم تشدد سے؟

(۲) گاندھی بوس کے معاملے میں کون حق بجانب ہے؟

(۳) میرا ایک دوست سیاسی کاموں میں حصہ لینا چاہتا ہے مگر محلے کے چند بڑے بڑے سرمایہ پرست بزرگ اُسے اس کام میں حصہ لینے سے روکتے ہیں براہِ مہربانی کوئی ایسی تدبیر بتلاویں کہ میرا دوست ان کو راہِ راست پر لاسکے اور وہ اسے روکنے سے باز آجائیں،

(راجندر پرشاد جین، ریاست جیند)

جوابات:-

(۱) عدم تشدد سے، تشدد ہندوستان کی روحانی عظمت کے خلاف ہے اور تشدد سے سوراجیہ حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ ہندوستان کے پاس موجود نہیں ہے،

(۲) مہاتما گاندھی اور سبھاش بابو دونوں محبِ وطن ہیں لیکن منزل پر پہنچنے کا صحیح راستہ انہوں نے ترک کر دیا ہے،

(۳) جو شخص کوئی نیک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے اُسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی، سوال یہ ہے کہ محلے کے سرمایہ پرست بزرگ آپ کے دوست کو سیاسی کاموں میں حصہ لینے سے روکتے ہیں تو وہ رُکتا کیوں ہے؟ ہٹ دھرمیوں کو راہِ راست پر لانے کا ذریعہ آج تک کسی نے معلوم نہیں کیا زمانہ خود ان کو راہِ راست پر لائے گا، آپ کو یا آپ کے دوست کو ان لوگوں سے بے پرواہ ہو کر اپنا کام کرنا چاہیئے لیکن شرط یہ ہے کہ کام اچھا ہو اور ملک کے لئے فائدہ مند ہو،

سوال:- کیا ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے تو کیونکر؟ (افضل الٰہی عثمانی، دیوبند)

جواب:- دنیا میں کوئی کام ایسا نہیں ہے جو کوشش اور قوتِ ارادی کے ذریعہ انجام نہ پاسکتا ہو جیسا کہ مہاتما گاندھی نے ہریجن اخبار میں کہا ہے ہندو مسلم اتحاد اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب آزادی کی جدوجہد میں ہر فریق اپنا اپنا بار برداشت کرنے کو تیار ہو جائیں، حصہ بخرہ تو کامیابی اور فتح کے بعد کی چیزیں ہیں، ابھی سے یہ جھگڑا "قبل از مرگ واویلا" کی بدترین مثال ہے اس سوال کے جواب میں آج کا لیڈنگ آرٹیکل مطالعہ فرمائیے اسمیں تقریباً نصف کتاب اسی موضوع پر [illegible]

سوال:- ہمارے شہر میں ایک گھرانے میں ایک کنواری لڑکی ہے جس کی عمر تقریباً بائیس سال ہے مگر اسکے والدین اسکی شادی نہیں کرتے کیونکہ ان کے ایک مخبوط الحواس نوجوان لڑکا ہے وہ چاہتے ہیں کہ جو اسکے لئے لڑکی دیگا اسی گھر میں لڑکی کی شادی کریں گے مگر لڑکے کو لڑکی کوئی نہیں دیتا اس ضد کے باعث لڑکی بیچاری خاموشی کی قید بھگت رہی ہے براہِ مہربانی آپ مشورہ دیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ (دھرم ویر آریہ، محمد پورہ)

جواب:- سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آپ لوگ اس بدنصیب لڑکی کے والدین کو سمجھائیں کہ ان کا یہ طرزِ عمل نیک اخلاق اور انصاف پر مبنی نہیں ہے، اور بائیس برس کی جوان لڑکی کو اس طرح گھر میں بٹھلائے رکھنا بھی نامناسب ہے اگر لڑکی کا بھائی پاگل ہے تو اس میں لڑکی کا کیا قصور ہے اور اس کو کیوں سزا دی جارہی ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ والدین یقیناً اپنی لڑکی سے محبت کرتے ہیں اور اسے جلد بیاہ دینا چاہتے ہیں اگر ان کی نامعقولیت کی طرف ان کو اچھی طرح توجہ دلائی جائے گی تو وہ ضرور لڑکی کا بیاہ کر دیں گے، بہت ممکن ہے کہ لڑکی کے لئے اب تک ان کو کوئی پسندیدہ لڑکا نہ ملا ہو یا غربت کے باعث وہ جہیز دینے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں اور یہی امر لڑکی کی شادی میں تاخیر کا سبب ہو کوئی شریف، اچھا، لائق، تعلیم یافتہ اور کمانے والا لڑکا تلاش کر کے دیکھ لیجئے وہ ضرور اسے اپنی دامادی میں قبول کر لیں گے،

سوال:- بعض ایسی جگہ ہیں جہاں کہ چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن رہتا ہے ایسی حالت میں روزہ کس طرح رکھا جا سکتا ہے کیا وہاں رمضان شریف کا چاند نظر آئے گا؟ (عبدالرحمٰن خاں یوسف زئی)

جواب:- ہمارا خیال ہے کہ قطب شمالی کے ان ممالک میں جہاں چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن رہتا ہے وہاں کے باشندوں میں مسلمان افراد نہیں پائے جائیں گے بہرحال اگر صرف سوال کا جواب لینا مقصود ہے تو جمعیۃ العلماء ہند کے دفتر میں یہ سوال لکھ کر ارسال فرما دیجئے کافی و شافی جواب مل جائے گا ہماری اپنی رائے یہ ہے کہ اس حالت میں علم ریاضی سے کام لینا پڑے گا اور مہینوں اور دنوں اور گھنٹوں کو ضرورت کے مطابق تقسیم کرنا ہوگا

"نرملا کا جہیز!"

ایک سوشل افسانہ

از چمن سنگھ جوشن بی، اے، ایل ایل بی وکیل سہارنپور

خاص "تیج ویکلی" کیلئے

لالہ رادھے لال نے اپنی بیٹی نرملا کی بڑے لاڈ پیار سے پرورش کی تھی، بڑی دعائیں اور منتیں ماننے کے بعد انہوں نے بیٹی کا منہ دیکھا تھا، نرملا کی ماں رکمنی دیوی نرملا کو اپنی جان سے عزیز رکھتی تھی وہ نرملا کو پاکر اولاد کا غم بھول گئی تھی جب نرملا پانچ سال کی ہوئی تو رادھے لال نے اسے اپنے پاس والی پاٹھ شالا میں داخل کرا دیا، دس سال کے عرصہ میں نرملا نے انٹرنس پاس کر لیا، اور پڑھائی کے ساتھ ساتھ گانا بجانا، سینا پرونا اور کھانا پکانا بھی خوب سیکھ لیا، وہ گانے میں اتنی ہوشیار تھی کہ کئی مرتبہ اس نے اپنے اسکول میں انعام حاصل کیا، کھانے وہ ایسے مزیدار پکاتی تھی کہ کھانے والے اس کی عقل کو سراہتے تھے، سینے اور کشیدہ نکالنے میں نرملا کے ہاتھ تیزی پھرتی سے کام کرتے تھے جس سال اس نے انٹرنس پاس کیا اسی سال اس کو لکھنؤ کی نمائش میں کشیدہ کے کام پر اول انعام ملا، غرضیکہ لالہ رادھے لال کی لاڈلی بیٹی نرملا ہر طرح سے عقلمند، ہنرمند تھی، شکل صورت بھی بھگوان نے اس کو اچھی دی تھی جو اسے دیکھتا یہی کہتا کہ اس کا پتی بڑا ہی خوش قسمت ہوگا کہ اسے ایسی دھرم پتنی ملے گی۔

لالہ رادھے لال لکھنؤ میں کپڑے کی دوکان کرتے تھے، اسی دکان سے انہوں نے لاکھوں روپے پیدا کئے بیوپاریوں میں اُن کا اعتبار بندھا ہوا تھا، ہزاروں روپیہ اُن کا اُدھار میں پڑا ہوا تھا، ایک رات اُن کی دوکان میں آگ لگ گئی آگ لگی تو تھی پاس والی دوکان میں، مگر ان کی دکان بھی لپیٹ میں آ گئی، تمام کپڑا جلکر خاک ہو گیا، اس وقت انہوں نے اس نقصان کو بڑی مشکل سے برداشت کیا، دوکان میں پچاس ہزار کا مال تھا چونکہ رسوخ کافی تھا اس لئے بیوپاریوں سے اُدھار کپڑا منگا کر پھر کاروبار شروع کیا بیس ہزار روپیہ انہوں نے دوکان سے کما کر ادا کیا اب صرف دس ہزار روپیہ باقی تھا، اس میں بھی ہر سال کچھ نہ کچھ دیتے رہتے تھے اب نرملا سیانی ہو گئی تھی، نرملا کی ماں روزانہ اٹھتے بیٹھتے رادھے لال سے تقاضہ کرتی تھی اور کہتی تھی کہ برادری کے لوگ نام دھرتے ہیں جلدی سے کہیں اچھا قابل لڑکا دیکھ کر اس کا رشتہ کر دو، لالہ جی نے اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کو لکھا، پنڈتوں کو کہا اور خود بھی تلاش میں لگ گئے اس تلاش میں ایک سوال جو لالہ جی کے سامنے اچانک آیا وہ تھا نرملا کا جہیز جس جگہ بھی لالہ جی پہنچتے تھے، اور لڑکا پسند کرتے تھے اسی جگہ جہیز کی طلبی ہوتی تھی، کوئی کہتا تھا کہ لڑکے کو ولایت بھیجو، کوئی کہتا تھا کہ دس ہزار نقد اور موٹر دینی پڑے گی، عجیب پریشانی تھی، رشتہ کیا کرنا تھا ایک اچھا خاصا لڑکوں کا سودا کرنا تھا لالہ جی جب شام کو گھر پہنچتے تو جہیز کی تمام تفصیل کہہ سناتے، لڑکی ودوان تھی اور گھر کے کام کاج میں ہوشیار، خوبصورتی میں بھی سینکڑوں میں ایک تھی مگر جب تک جہیز کا سوال طے نہ ہو جائے کوئی لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا لالہ جی نے اندازہ لگایا تھا کہ شادی میں جہیز کے علاوہ پانچ ہزار روپے خرچ ہوں گے پانچ سات ہزار روپیہ وہ دوکان سے ضرور نکال سکتے تھے لیکن پندرہ بیس ہزار روپیہ دکان سے نکالنا مشکل تھا ابھی لالہ جی کو دس ہزار روپیہ کا قرض بھی ادا کرنا تھا۔

اس کشمکش و پیچ میں ایک سال گذر گیا کہیں رشتہ ٹھیک نہیں ہوا آخر کار رکمنی کے بار بار اصرار کرنے پر لالہ رادھے لال نے دوکان بند کی اور سامان باندھ کر سفر کی تیاری کی انہوں نے سنا تھا کہ الہ آباد میں بابو راماکانت کا لڑکا خالی ہے، راماکانت رادھے لال کے پرانے دوست تھے اور کلاس فیلو بھی رہ چکے تھے رادھے لال جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے الہ آباد روانہ ہو گئے راماکانت کا مکان چوک کے پاس ایک محلہ میں تھا جیسے ہی رادھے لال چوک میں پہنچے اور ایک دکاندار سے پتہ ہی پوچھ رہے تھے کہ راماکانت انہیں آتے ہوئے دکھائی دئے دیر تک بغلگیر ہوئے دونوں دوست بہت عرصہ کے بعد ملے تھے راماکانت رادھے لال کو گھر لے گئے اور خوب خاطر و تواضع سے پیش آئے جب ذرا فرصت ہوئی تو راماکانت نے رادھے لال سے الہ آباد آنے کی وجہ دریافت کی، رادھے لال ابھی کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ بابو راماکانت کا لڑکا رمیش پان لے کر آ گیا رمیش نے اسی سال بی اے پاس کیا تھا اور روزگار کی تلاش میں تھا رادھے لال نے رمیش کو دیکھتے ہی پسند کر لیا تھا رمیش کے چلے جانے کے بعد کہنے لگے کہ بھائی صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ کا لڑکا خالی ہے میں اپنی لڑکی نرملا کا رشتہ اس سے کرنے آیا ہوں بابو راماکانت دفتر میں ملازم تھے، اور دو سو روپے ماہوار تنخواہ پاتے تھے انہوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ رمیش کی شادی بغیر کافی جہیز لئے ہوئے نہ کریں گے، چونکہ اُن کے اپنے یہاں کوئی لڑکی نہیں تھی، اس لئے وہ کسی دوسرے کو جہیز دینے کی فکر سے آزاد تھے۔

رادھے لال کی بات سنکر راماکانت مسکرائے اور کہنے لگے کہ جب لڑکا برسر روزگار ہو جائے گا تب میں اس کا رشتہ کروں گا راماکانت چال سے کام لے رہے تھے رادھے لال کے اصرار پر ذرا کھلے اور کہنے لگے "بھائی صاحب آپ سے کوئی پردہ نہیں ہے آپ اپنے ہی آدمی ہیں لڑکے کی کئی جگہ سے مانگ آ چکی ہے میں جہیز میں دس ہزار مانگ رہا ہوں سات ہزار کی بولی لگ چکی ہے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے کم میں کیسے قبول کر سکتا ہوں" راماکانت بہت زیادہ مبالغہ سے کام لے رہے تھے، سات ہزار نہیں جہیز میں کہیں سے بھی نہیں مل سکتے تھے، لیکن رادھے لال کو اس کی کیا خبر تھی، رادھے لال سات ہزار کا نام سنکر سکتہ میں آ گئے۔ ۔ ۔ لڑکا دیکھ کر جتنی خوشی ہوئی تھی وہ سب ہوا ہو گئی دل کڑا کر کے بولے، "جناب عالی آپ نے کہیں پر لڑکی بھی دیکھی ہے میری لڑکی تعلیم یافتہ اور ہر طرح سے ہوشیار ہے خوبصورت ہے سوشیل ہے، ہونہار ہے میرے ساتھ آپ کو ضرور رعایت کرنی پڑے گی، آخر آپ میرے پرانے کلاس فیلو ہیں کیا ساتھ پڑھنے کا اتنا خیال بھی نہیں کریں گے۔ اتنا کہہ کر رادھے لال نے اپنی جیب سے نرملا کا فوٹو نکال کر راماکانت کے سامنے رکھ دیا، راماکانت کچھ سوچنے لگے فوٹو میں نرملا ہنس رہی تھی قدرت نے نرملا کو ہنس مکھ ہی بنایا تھا رادھے لال بڑی بے چینی سے راماکانت کے فیصلہ کا انتظار کر رہے تھے، ان کی حالت بالکل اُس قیدی کی سی تھی جو جج کے منہ سے پھانسی کا یا رہائی کا حکم سننے کے لئے آیا ہو آخرکار راماکانت بولے لالہ جی جہیز کا معاملہ بہت نازک ہے آپ کو معلوم ہے میں نے بھی بہت کافی روپیہ رمیش کی پڑھائی میں لگایا ہے بہرحال اس کا معاوضہ تو مجھے ملنا ہی چاہئے رہا لڑکی کے دیکھنے کا سوال، تو میں اس کو اتنی اہمیت نہیں دیتا مجھے آپ کا اعتبار ہے رادھے لال نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا "بھائی مجھے آپ سے بہت امید تھی خیر اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو میں آپ کو آٹھ ہزار روپیہ دوں" "مجھے منظور ہے" راماکانت کی آنکھیں خوشی سے چمک گئیں، اُن کے خیال میں ایک خطرناک شکار پھنس گیا تھا ہنستے ہوئے بولے۔ "بہت اچھا مجھے منظور ہے آپ بھی کہیں گے کہ پرانی دوستی کا خیال نہ کیا رادھے لال نے رمیش کو بلا کر ایک اشرفی دی اور اس طرح بیچاری نرملا کی تقدیر کا فیصلہ ہو گیا۔

رادھے لال جب گھر لوٹے تو طبیعت بہت پژمردہ تھی، رکمنی، بھانپ کر سہم گئی آتے ہی پوچھنے لگی کہو کیا کر آئے؟

رادھے لال نے آہ بھرتے ہوئے کہا نرملا کا رشتہ الہ آباد میں بابو راماکانت کے لڑکے سے کر آیا ہوں آٹھ ہزار جہیز میں دینے پڑیں گے یہ سنتے ہی رکمنی کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا بہت دیر بعد ہوش آیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا سوائے جہیز دینے کے اور چارہ ہی کیا تھا!!

رادھے لال نے گھر کا مکان رہن رکھ کر پندرہ ہزار روپیہ قرض لیا۔ اور شادی کی تیاری کرنے لگے شادی کے دن بابو راماکانت نے رادھے لال کو علیحدہ بلا کر طے شدہ رقم کا مطالبہ کیا۔ رادھے لال نے دھڑکتے ہوئے دل سے نوٹوں کا بنڈل پکڑا دیا، راماکانت نے ایک ایک کر کے نوٹ سنبھالے اور پھر گننے لگے، بھئی رادھے لال معاف کرنا کچھ زمانہ ہی ایسا ہے ورنہ میں ایسا کبھی نہ کرتا رادھے لال نے منہ پھیر لیا اور دوسرے کام میں مشغول ہو گئے شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی، نرملا کو رخصت کرتے وقت رادھے لال اور رکمنی کا برا حال تھا یہی اُن کا سہارا تھا لیکن دنیا کا رواج ایسا ہی ہے نرملا کو معلوم تھا کہ پتاجی کو آٹھ ہزار روپیہ دینے پڑے ہیں کئی دفعہ اس کے دل میں آیا کہ پتاجی سے صاف کہہ دے کہ مجھے ایسے لوگوں میں جانا منظور نہیں ہے لیکن شرم کے باعث وہ اب نہ کہہ سکی۔

تین چار سال شادی کے بعد اچھی طرح سے گذرے قرض خواہ چپ بیٹھے رہے لیکن پانچواں سال گذرتے ہی انہوں نے رادھے لال کو نوٹس دئے اور نالش کر دی رادھے لال روپیہ کا انتظام نہیں کر سکے عدالت سے ۲۵ ہزار کی ڈگریاں صادر ہو گئیں ڈگریوں میں مکان نیلام ہو گیا، رادھے لال اب پیسہ پیسہ کو محتاج تھے جس شہر میں انہوں نے لاکھوں روپے پیدا کئے تھے اب وہیں پر اُن کا حال پوچھنے والا بھی کوئی نہ تھا دنیا کے لوگ مطلب کے یار ہوتے ہیں جب تک کاروبار چلتا ہے تب تک بہت سے یار دوست بنے رہتے ہیں جس وقت بھی گھاٹا آیا سب دوست احباب چلتے پھرتے نظر آتے ہیں

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

پچھلے صفحہ سے

جگ میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا، رادھے لال نے رکمنی کو ساتھ لیا اور جو مختصر سامان بچ رہا تھا وہ باندھا، ان کے پاس اب صرف پچاس روپے باقی تھے، رکمنی کا زیور سب قرضخواہوں کی نذر ہو گیا تھا لکھنؤ سے انہوں نے بنارس کا ٹکٹ لیا، بنارس میں کئی دن قیام کرنے کے بعد بھی کوئی روزگار نہ لگا وہاں سے رادھے لال نے پٹنہ کا رخ کیا راستہ میں رکمنی کو بخار آ گیا، پٹنہ پہنچتے پہنچتے اس کا بخار بہت بڑھ گیا ایک ہفتہ بیمار رہنے کے بعد رکمنی اس فانی اور بے مروت دنیا کو خیر باد کہہ گئی اس کے آخری الفاظ رادھے لال کے کانوں میں گونج رہے تھے "اس دنیا کے لوگ بڑے بے رحم اور لالچی ہیں پیسہ کے سامنے یہ انسان کو کچھ نہیں سمجھتے، میری نرملا کو میرا آسرا دے دینا"

یہ ناگہانی مصیبت رادھے لال کی قوت برداشت سے زیادہ تھی، وہ سمجھتے تھے کہ رکمنی صحت یاب ہو جائے گی مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ رادھے لال کی جیب میں اس وقت ایک روپیہ اور چند آنے تھے رکمنی کا آخری سنسکار کیسے کیا جائے وہ رکمنی جو کہ ہمیشہ روپیوں میں کھیلتی تھی اور جس نے اوروں کو اپنے ہاتھ سے دان دئے تھے اب اس کے مردہ جسم کا سنسکار کرنے کے لئے رادھے لال کے پاس کافی دام نہیں تھے، رادھے لال غم کو زیادہ برداشت نہ کر سکے پھوٹ پھوٹ کر بچوں کی طرح رونے لگے رکمنی ہی انکا آخری سہارا تھی وہ بھی انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر پرم لوک کو سدھار گئی تھی پٹنہ میں ان کی جان پہچان کا کوئی نہ تھا، جس دھرم شالہ میں وہ ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں کے لوگوں نے جب ان کا حال سنا تو چندہ اکٹھا کر کے انہوں نے رکمنی کا آخری سنسکار کیا، رادھے لال کے لئے اب دنیا تاریک تھی نرملا الہ آباد میں تھی مگر کیا معلوم کس حال میں تھی دو تین دن تک رادھے لال بغیر کچھ کھائے پئے پڑے رہے، دنیا کے دھندوں سے رادھے لال کا من برگشتہ ہو چکا تھا آخر ایک دن انہوں نے اپنے کپڑے گیروے رنگ لئے اور اس دنیا کے جھنجھٹوں سے مکتی حاصل کرنے کے لئے سنیاس دھارن کر لیا ایک بزرگ سادھو سے انہوں نے گرو منتر لیا رادھے لال نے اپنے اسکول کے زمانہ میں کچھ سنسکرت پڑھی تھی اب انہوں نے پھر سنسکرت پڑھنا شروع کر دی پٹنہ سے تھوڑے دنوں بعد رادھے لال چل پڑے اور بنارس آکر گنگا جی کے کنارے ایک جھونپڑی بنا کر رہنے لگے وہ کسی سے پیسہ نہیں مانگتے تھے اگر کوئی دیتا تھا تب بھی نہیں لیتے تھے ہاں اگر کوئی روٹی یا اناج دیتا تو لے لیتے بہت سے آدمی بنارس میں ان کی تپسیا اور بھجن پوجن کو دیکھ کر معتقد ہو گئے، دو تین گئو دیوی بھی رادھے لال نے پال لی تھیں، صبح شام رادھے لال جی کا درشن کرنے کے لئے بہت سے استری پرش آتے تھے رادھے لال انہیں گیتا کی کتھا سنایا کرتے تھے اب انہوں نے اپنا نام کرشن داس رکھ لیا تھا اور لوگ انہیں سوامی کرشن داس کہہ کر پکارتے تھے سوامی جی اس زندگی میں بہت خوش تھے کبھی کبھی رکمنی اور نرملا کی یاد ستاتی تھی،

اسی دوران میں ملک کی اسمبلی میں جہیز کے خلاف ایک بل پیش ہوا۔ تمام ملک میں ہندوؤں کی سنستھاؤں سے اس بل کے حق میں ریزولیوشن پاس کئے بنارس میں بھی ایک زبردست جلسہ کا اعلان کیا گیا شام کے وقت جلسہ میں زبردست بھیڑ تھی عین وقت پر جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی کئی دیش بھگتوں اور سماج سدھارکوں نے دھواں دھار تقریریں کیں، سب سے آخر میں اعلان کیا گیا کہ سوامی کرشن داس ابھی جلسہ میں پدھارے ہیں اور کچھ کہنا چاہتے ہیں حاضرین نے زور زور سے تالیاں بجا کر خیر مقدم کیا سوامی جی نے ایشور کی پرارتھنا کر کے کہنا شروع کیا۔

بھائیو اور بہنو! مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ ہندو سماج میں اب جاگرتی پیدا ہو رہی ہے ہندوؤں کے شدھارک ہندو سوسائٹی میں مروج مذہبی رسوم و بیہودہ رسموں کو دور کرنے میں لگے ہوئے ہیں اس وقت ہندو قوم کی سماجک حالت بہت ہی گری ہوئی ہے شادی بیاہ کے معاملہ میں بڑے انیائے ہو رہے ہیں دولت کے لالچی لوگوں نے لڑکیوں کا ایسا بازار گرم کر رکھا ہے کہ جب تک انہیں کافی جہیز اور نقد روپیہ نہیں ملتا وہ لڑکیوں کے ساتھ رشتہ نہیں کرتے، اسی جہیز کی رسم کی وجہ سے ہزاروں ہندوؤں کے گھر ہر سال تباہ و برباد ہو جاتے ہیں دنیا کی تاریخ میں ایسی قوموں کی مثالیں بہت کم ملیں گی جنہوں نے اپنی لڑکیوں کی ایسی بے قدری اور بے عزتی کی ہو جو قوم اپنی عورتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے وہ کبھی دوسروں سے عزت کی مستحق نہیں ہو سکتی، سوامی جی ابھی ... کہہ رہے تھے کہ ... کے ساتھ ... لوگوں نے سوامی جی کی پیشکش ... دیکھا ... میں آ ... تھے انہیں اس وقت ... کی آنکھوں ... غم پھر تازہ ہو گیا تھا دوسرے دن جب سوامی کرشن داس اشنان سے فارغ ہوئے تو ان کے درشن کے لئے ایک عورت ... کو لئے ہوئے آئی عورت نے سوامی جی کے چرن چھوئے ... مہاراج میں نے کل جلسہ میں آپ کا ویاکھیان سنا تھا آپ کے شبد شن کر میرا دل کیوں بھر آیا آپ کا پتہ ... آپ کے درشن کرنے آئی ہوں سوامی جی اپنے ... ایک دم چونکے انہیں یہ آواز کچھ پہچانی سی معلوم ہوئی انہوں نے عورت کی طرف غور سے دیکھا اپنی پیاری بیٹی نرملا ... نہیں یہ عورت کی شکل میں کہاں ... دیا اطمینان کرنے کے لئے انہوں نے پوچھا بیٹی تمہارا نام کیا ہے؟ کہاں کی رہنے والی ہو اور یہ بچہ کون ہے؟ نرملا نے کہا یہ بچہ میرا لڑکا ہے اور اس کا نام موہن داس ہے میرا نام نرملا ہے میرے پتا جی کا نام رادھے لال تھا وہ لکھنؤ میں کپڑے کی دکان کرتے تھے مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہیں میرے پتی نے میرے سسر کے مرنے کے بعد سب روپیہ بری صحبت میں خرچ کر خراب کر دیا اب وہ بیمار ہیں میں ان کا علاج کرانے کے لئے یہاں لائی ہوں سوامی جی چپ ہو رہے بولے اچھا بیٹی بھگوان تیرے پتی کو تندرست کر دیں گے ایشور بھجن کیا کرو، سوامی جی نے اس کے جیسا کہ پتی اچھا ہو جائیگا الہ آباد چلنے کا وعدہ کر لیا ہے ؛

ڈینزگ میں نازیوں کی سرگرمیاں

سواستکا جھنڈوں کے ساتھ نازی فوجیں مارچ کر رہی ھیں

نازیوں کے ایک سوار دستہ کی پریڈ

ڈینزگ کی جرمن عورتیں نازی میٹنگ میں شرکت
کیلئے جارھی ھیں

ایک نازی دستہ شہر میں گشت کر رہا ہے

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۴)

تین سَو روپے کے نقد انعامات

بالکل صحیح حل بھیجنے والے کو دو سَو روپے، ایک یا دو غلطیاں بھیجنے والے کو ایک سَو روپے،

آخری تاریخ ۱۰ اگست ۱۹۳۹ء، مندرجہ ذیل بار بار غور سے پڑھیئے، شرائط و قواعد معمہ نمبر (۴) :-

(۱) اس انعامی مقابلہ کی فیس ۴ر فی نقشہ ہے لیکن دو نقشوں کے بھیجنے والے ایک نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں،

(۲) کل فیس داخلہ حل کے فارموں کے ساتھ آنی چاہیئے آپ فیس داخلہ بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر یا ڈاک کے ٹکٹوں کی صورت میں بھیج سکتے ہیں جو کچھ بھیجیں اس کا اندراج نقشہ میں ضرور کر دیں،

(۳) تمام حل ہمیں فارموں پر بھیجنے چاہئیں جو تیج ویکلی میں شائع ہوتے ہیں کسی دوسرے کاغذ پر حل بھیجنے والوں کے نام مقابلہ میں شامل نہیں کئے جائیں گے،

(۴) فارموں کو روشنائی سے نہایت صفائی کے ساتھ بھرنا چاہیئے پنسل سے بھرے ہوئے یا کٹے ہوئے یا مٹے ہوئے حروف والا معمہ مقابلہ سے خارج کر دیا جائے گا،

(۵) پہلا انعام مبلغ دو سَو روپے اُن صاحب کو دیا جائے گا جن کا بھیجا ہوا حل ہمارے سر بمہر حل کے مطابق ہوگا اور دوسرا انعام اُن حضرات کو تقسیم کیا جائے گا جن کے حلوں میں ایک یا دو غلطیاں ہوں گی،

(۶) معمہ کا صحیح حل تیج ویکلی مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۳۹ء کو شائع کر دیا جائے گا،

(۷) اگر ایک سے زیادہ حضرات کے حل صحیح ہوں گے تو انعامات برابر مقدار میں ان سب کے درمیان تقسیم کر دئیے جائینگے (باقی شرائط اگلے صفحہ پر)

(باقی شرائط اگلے صفحہ پر)

اشارات!

(الف) داہنی طرف سے بائیں طرف پڑھیئے :-

(۱) اُردو زبان کا سب سے بڑا اخبار،

(۸) کھانے کی نمکین چیز

(۹) گراموفون کی پلیٹوں میں نہ معلوم کیا .. رنر .. ہے کہ بچے ہر وقت بجانے کی ضد کیا کرتے ہیں،

(۱۰) ڈاکوؤں نے مسافر کو خوب ہی مارا خوب ہی .. گھونٹا،

(۱۱) سائیکل کا ٹائر اس قدر .. گھستا .. گیا کہ ٹیوب باہر نکل آیا

(۱۳) .. صاحب کا کیا کہنا اُن کی اتنی عزت ہے،

(۱۵) وہ .. نیم .. سوپ بہت استعمال کرتی ہے،

(۱۸) نیچ ذات

(۲۰) اگر .. وہ .. موجود ہو تو سیر بھر دودھ خرید لو

(۲۳) بہت سے انسانوں کی خوشحالی کا ذریعہ،

(۲۵) "چراغ گاہ" لفظ کے اُلٹے پہلے حروف

(۲۷) رستم جی کی لاری اسٹیشن پر کھڑی ہے شاید بمبئی سے کچھ .. ممبئی .. آئے ہیں (۳۰) بوڑھے مریض کو دیکھ کر ڈاکٹر نے کہا .. .. آ جانے کے بعد علاج کرنا بے کار ہے (۳۱) مالدار (۳۲) سیدھی لکیر کھینچنے کا آلہ (۳۳) اردو زبان کا ایک حرف

(ب) اوپر سے نیچے کی طرف پڑھیئے :-

(۱) ان کا خط .. تسکین .. سے بھرا ہوتا ہے (۲) ہٹلر اس قوم کا سخت دشمن ہے (۳) ایک جنگجو قوم (۴) اس کے لگنے سے لفظ بچہ کا کچھ بڑھ جائے گا (۵) بڑھئی نے اپنے نئے شاگرد سے بسولہ چھین کر آری دیتے ہوئے کہا "تختہ تو اگر شروع ہی سے آ .. سے کاٹتے تو تختہ خراب نہ ہوتا"

(۶) .. ماں .. (۷) تری پوری کانگریس سیشن میں .. .. آدمی دُور دُور سے آئے تھے،

(۱۲) اس تصویر میں .. گیسو .. کا رنگ بہت بھلا معلوم ہوتا ہے

(۱۶) ایک مشہور بندرگاہ (۱۸) انارکلی نے سلیم سے اتنی محبت کی کہ .. پارہ پارہ .. بن گئی (۱۹) یو پی کا ایک مشہور شہر

(۲۱) سیٹھ جی کی بیوی نے کہا "میری لڑکی پڑھی لکھی ہے جب تک لڑکا .. ولایت .. پاس نہ ہوگا میں شادی نہ کروں گی"

(۲۲) کہاں ذرہ سی نازک چھلا کہاں بڑا بھاری .. لوہا .. بھلا اتنی چھوٹی کیل کہیں اس کا وزن سنبھال سکتی ہے

(۲۴) لٹیروں نے اپنے شکار کو .. .. کے مسلسل استعمال سے پہلے بیہوش کر دیا پھر سب مال لیکر فرار ہو گئے،

(۲۶) شہر بننے کے لئے ہتھوڑی سی .. چھینی .. .. ہنڈیا ..

(۲۸) کیا تم کو .. .. کا حساب بھی آتا ہے،

(۲۹) افریقہ کے صحراؤں میں پلے جاتے ہیں،

(ج) نیچے سے اوپر کی طرف پڑھیئے :-

(۴) اسٹوڈنٹ کرکٹ کیپٹن نے کہا "میں اپنا فیس .. .. بھول آیا ہوں ورنہ میچ میں ضرور شرکت کرتا

ان نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیجئے جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت ۴ر ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے،

اس لائن کی چاروں طرف کاٹئے:-

فارم برائے اندراج معمہ نمبر (۴)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

(۷)	(۶) م	(۵) ا		(۴) ز		ر	(۳) ج	(۲)	(۱) ت	
ز	ا	(۹) ر		ب		ل	ا		(۸) س	
ا	ت	ے	(۱۲) گ	(۱۱) ر		ا	ٹ	و	(۱۰) ک	
ر	ا		ے			(۱۴) ک		د	ی	(۱۳)
		(۱۸) ی	گ	ی	(۱۷) م		(۱۶) م	ی	(۱۵) ن	
ا	(۲۲) ل	ا	و	ہ	د	(۲۱) و	(۲۰) د			(۱۹) ک
	و	د				ل	ر	(۲۳) ب		ا
	ہ	ع	ر	(۲۶) چ	گ	ا	(۲۵) ا		(۲۴)	ن
(۲۹) ش	ا	ا		م		ک	س	(۲۸) ر	ا	(۲۷) پ
ے		ر	گ	ن	و	(۳۱) ت				(۳۰) و
ر			ن	ی	(۳۳) ش		ا	ل	و	(۳۲) ر

ادا کردہ نقشہ نمبر ____

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

(۷)	(۶) م	(۵) ا		(۴) ز		ر	(۳)	(۲)	(۱) ت	
ز	ا	(۹) ر		ی		ل	ا		(۸) س	
ا	ت	ے	(۱۲) گ	(۱۱) ر		ا	ٹ	و	(۱۰) ک	
ر	ا		ے			(۱۴)		د	ی	(۱۳)
		(۱۸) ی			(۱۷)		(۱۶) م	ی	(۱۵) ن	
	(۲۲) ل	ا	و	ہ	د	(۲۱) و	(۲۰) د			(۱۹) ک
	و						ر	(۲۳) ب		ا
	ہ		ر	(۲۶) چ		ا	(۲۵) ا		(۲۴)	ن
(۲۹) ش	ا	ا		م			س	(۲۸) ر	ا	(۲۷) پ
✓		ر	گ	ن	و	(۳۱) ت				(۳۰) و
ر			ن	ی	(۳۳) س		ا	ل	و	(۳۲) ر

ادا کردہ نقشہ نمبر ____

(پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

(۷)	(۶) م	(۵)		(۴) ز		ر	(۳)	(۲)	(۱) ت	
ز	ا	(۹)		ب		ل	ا		(۸) س	
ا	ت	ے	(۱۲) گ	(۱۱) ر		ا	ٹ	و	(۱۰)	
ر	ا		ے			(۱۴)		د	ی	(۱۳)
		(۱۸) ی			(۱۷)		(۱۶) م	ی	(۱۵)	
	(۲۲) ل	ا	و	ہ	د	(۲۱) و	(۲۰)			(۱۹) ک
							ر	(۲۳) ب		ا
			ر	(۲۶) چ		ا	(۲۵) ا		(۲۴)	ن
(۲۹) ش	ا	ا					س	(۲۸) ر	ا	(۲۷) پ
ے		ر	گ	ن	و	(۳۱) ت				(۳۰) و
ر			ن	ی	(۳۳) ش		ا	ل	و	(۳۲) ر

مفت نقشہ نمبر ____

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۴) : میں اس انعامی معمہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ تیج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا

پورا نام (صاف طور پر) ____ پورا پتہ ____

____

____

____

رسید منی آرڈر ____ یا پوسٹل آرڈر ____ یا ٹکٹ ____

مندرجہ ذیل نقشوں پر آپ اپنے بھیجے ہوئے حلوں کی نقلیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں

(۷)	(۶) م	(۵) ا		(۴) ز		ر	(۳)	(۲)	(۱) ت	
ز	ا	(۹)				ل	ا		(۸) س	
ا		ے	(۱۲) گ	(۱۱) ر		ا	ٹ	و	(۱۰)	
ر			ے			(۱۴)		د	ی	(۱۳)
		(۱۸) ی			(۱۷)		(۱۶) م	ی	(۱۵)	
	(۲۲) ل	ا	و	ہ	د	(۲۱) و	(۲۰)			(۱۹)
							ر	(۲۳) ب		
	ہ		ر	(۲۶) چ		ا	(۲۵) ا		(۲۴)	ن
(۲۹) ش	ا	ا					س	(۲۸) ر	ا	(۲۷) پ
		ر		ن	و	(۳۱) ت				(۳۰) و
ر			ن	ی	(۳۳)			ل	و	(۳۲) ر

(۷)	(۶) م	(۵) ا		(۴) ز		ر	(۳)	(۲)	(۱) ت	
ز	ا	(۹)				ل	ا		(۸) س	
ا		ے	(۱۲) گ	(۱۱) ر		ا	ٹ	و	(۱۰)	
ر			ے			(۱۴)		د	ی	(۱۳)
		(۱۸) ی			(۱۷)		(۱۶) م	ی	(۱۵)	
	(۲۲) ل	ا	و	ہ	د	(۲۱) و	(۲۰)			(۱۹)
							ر	(۲۳) ب		
	ہ		ر	(۲۶) چ		ا	(۲۵) ا		(۲۴)	ن
(۲۹) ش	ا	ا					س	(۲۸) ر	ا	(۲۷) پ
		ر		ن	و	(۳۱) ت				(۳۰) و
ر			ن	ی	(۳۳)			ل	و	(۳۲) ر

(۷)	(۶) م	(۵) ا		(۴) ز		ر	(۳)	(۲)	(۱) ت	
ز	ا	(۹)				ل	ا		(۸) س	
ا		ے	(۱۲) گ	(۱۱) ر		ا	ٹ	و	(۱۰)	
ر			ے			(۱۴)		د	ی	(۱۳)
		(۱۸) ی			(۱۷)		(۱۶) م	ی	(۱۵)	
	(۲۲) ل	ا	و	ہ	د	(۲۱) و	(۲۰)			(۱۹)
							ر	(۲۳) ب		
	ہ		ر	(۲۶) چ		ا	(۲۵) ا		(۲۴)	ن
(۲۹) ش	ا	ا					س	(۲۸) ر	ا	(۲۷) پ
		ر		ن	و	(۳۱) ت				(۳۰) و
ر			ن	ی	(۳۳)			ل	و	(۳۲) ر

(۸) حل کے فارموں کے وقت پر نہ پہنچنے یا راستہ میں گم ہو جانے وغیرہ کے متعلق دفتر تیج ویکلی پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔

(۹) جو فیس ہموں کے حلوں کے ساتھ بھیجی جائیں گی وہ کسی حالت میں واپس نہ ہوں گی اور نہ کسی دوسرے معمہ کے حساب میں جمع کی جائیگی۔

(۱۰) آپ جتنے نقشے چاہیں مختلف اقسام کے حلوں سے بھر کر بھیج سکتے ہیں مگر یہ تمام نقشے وہی ہونے چاہئیں جو تیج ویکلی میں شائع ہوتے ہیں اور ہر نقشہ کی فیس فی نقشہ ۸ر کے حساب سے دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے۔

(۱۱) اگر فیس بذریعہ منی آرڈر بھیجی گئی ہیں تو منی آرڈر کی رسید اسی لفافہ کے اندر ہونی چاہیئے جس میں آپ نے حل بھیجے ہیں اگر منی آرڈر نہیں بھیجا ہے تو اسی قیمت کا پوسٹل آرڈر یا ڈاک کے ٹکٹ لفافہ میں رکھ دیجئے جو حل فیس کے بغیر آئے گا وہ مقابلہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

لفافہ کے اوپر پتہ اس طرح لکھیئے:-

مینیجر صاحب کراس ورڈ معمہ نمبر ۸ تیج ویکلی دہلی

ایک سیاح کی نظر میں نیپال یاترا

(از مسٹر شرما سیلج)

... میں برجستہ ... اپنے صاحب کے ساتھ ... کی گاڑی سے جو اس ... شہر کی بہت خستہ حالت ... کا چھوٹا سا بازار جو دھیا ... ۲۴ میل کا فاصلہ طے کر کے رکسول ... گورنمنٹ کی صدود کا آخری اسٹیشن ہے یہاں ... کے فاصلہ پر دوسرا اسٹیشن رکسول نیپال گورنمنٹ ... دقت میں بہت کو ۸ بجے رکسول سے چلکر ...

صبح ۸ بجے بیر گنج سے امیلیکھ گنج کے لئے گاڑی چلتی ہے یہاں ... پاسپورٹ ضرورت ... بمبئی سے روانہ ہونے سے پیشتر نیپال کا پاسپورٹ حاصل کرنے کی اطلاع ... بھی تھی چنانچہ پاسپورٹ بلا کسی دقت کے مل گیا ... صاحب دوست اور نیپالی برہمن ... جو یہاں سے ... ساتھ ہو گیا ۱۱ بجے امیلیکھ گنج ۲۴ میل کا فاصلہ طے کر کے پہونچا۔ یہاں سے بذریعہ موٹر بس بھیم بھیدی کے لئے روانہ ہوا۔ یہ جگہ امیلیکھ گنج سے ۲۲ میل ہے جو زمین ... کا راستہ ہے۔ راستہ بہت ہی موٹر تو تنگ ساتھ پہاڑی جنگلات میں سے گذرتا ہے جو بہت ہی دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ بھیم بھیدی سے ایک میل اوپر دھور سنگ مقام پر جہاں روپ وے کا اسٹیشن ہے، ہم لوگوں نے تمام اسباب بجز بستروں کے سب روپ وے سے نیپال کے لئے روانہ کیا یہاں کے افسر جو ایک کرنیل ہیں بہت ہی شریف آدمی ہیں، انھوں نے سارے اسباب کو فوراً روانہ کر دیا جو ۳ گھنٹہ میں نیپال ۲۰ میل کا فاصلہ طے کر کے پہونچ گیا۔ ہم نے اسی راستہ کو دو دن میں پیدل، ڈانڈی اور موٹر سے طے کیا۔ بھیم بھیدی پہاڑ کی تلہٹی میں واقع ہے جو سطح سمندر سے ۳۰۰۰ فٹ بلند ہے یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر چیسا پانی گڈھی ہے جو سطح سمندر سے ۸۰۰۰ فٹ کی اونچائی پر ہے۔ یہاں نیپال گورنمنٹ کی فوج رہتی ہے جہاں باضابطہ توپ اور رائفل سے فوج ہر وقت مسلح رہتی ہے اور اس وقت یہ نیپال کا پھاٹک کہلاتا ہے۔

یہاں کی آب و ہوا بہت ہی سرد و خوشگوار ہے بھیم بھیدی سے گڈھی کی چڑھائی چڑھتے وقت خوب زور سے بارش آئی اور جسم کی تمام حرارت جو الہ آبادی لوؤں سے تپا ہوا تھا بارش اور سرد ہواؤں سے سرد ہوا۔ رات کو شاہی مہمان خانہ میں قیام کیا۔ جہاں ایک جرمن جیولوجسٹ ڈاکٹر فشلر جو میگنیٹ طریقوں سے معدنیات کا سروے کر رہے ہیں، قیام پذیر تھا۔

صبح کو پارٹی چار بجے تیار ہوئی اور کچھ ناشتہ کر کے روانہ ہوئی میرے ساتھی ڈانڈی جس کو دلیم کوٹ یا تام جھام بھی کہتے ہیں ان پر سوار تھے اور بندہ پاپیادہ چل رہا تھا راستہ میں تنگ گھاٹی پر پہلی نے دیکھ کر کھانا کھایا یہاں پر ... دھی چیوڑا کیلا ... اور پہاڑوں ... بہت ... گھنٹہ پیدل ...

رہا۔ اس کے بعد پارٹی برابر اتار اور چڑھاؤ پر چل رہی تھی قریب تین بجے چندر گڈھی کی چڑھائی شروع ہوئی۔ یہ چڑھائی سطح سمندر سے ۸۰۰۰ فٹ بلند ہے چڑھائی اترائی میں تین گھنٹے صرف ہوئے۔ ۸ بجے تھان کوٹ پہونچے جہاں پہلے سے موٹر کا انتظام تھا۔ پارٹی یہاں سے موٹر میں سوار ہو کر ۱/۲ گھنٹہ میں ۸ میل کا فاصلہ طے کر کے کھٹمنڈو پہونچی۔ گورنمنٹ کی طرف سے ریسٹ ہاؤس میں قیام کا انتظام تھا چنانچہ پارٹی ریسٹ ہاؤس میں تیسری منزل پر مقیم ہوئی۔

یہ ایک بہت بڑی عالیشان بلڈنگ ہے اور جس کے

سامنے پہاڑوں اور باگ متی ندی کا نظارہ بہت ہی دلکش ہے میرے ایک دوست کو تو یہ نظارہ دیکھ کر بار بار شہد دلکش کی یاد آتی تھی جو بہت زمانہ تک انکی آنکھوں کا خطر نما رہا ہے۔

ایک مہینہ تیرہ دن نیپال کے دار السلطنت کھٹمنڈو اور اس کے قرب و جوار میں ہمارا قیام رہا۔ ہم نے نیپال کے بجانب پورب ۵۰ میل پہاڑوں میں جا کر وہاں کی دیہاتی آبادی، رہن سہن، ذریعۂ معاش، ندی، پہاڑ، جنگل اور قدرتی مناظر کا بغور مطالعہ کیا۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے بہت اختصار کے ساتھ نیپال کی جغرافی، معاشرتی، سوشل، مذہبی اور پولیٹیکل حالات بیان کریں گے۔ ہم اس میں نیپال کی کمزوریوں سے انحراف کرتے ہوئے وہاں کی اچھائی اور خوبیوں کا زیادہ تذکرہ کریں گے جس سے ہماری ہندوستانی قوم کو کچھ سبق ملے۔

کھٹمنڈو راجدھانی ایک وادی کی شکل میں ہے جو ۶ میل لمبائی اور چار میل چوڑائی میں جس کے اطراف عالیشان پہاڑوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ قدرت نے ایک بڑی اونچی اور لمبی فصیل سے گھیر کر قلعہ کی شکل میں بنایا ہے

یہ جگہ سطح سمندر سے ۴۵۰۰ فٹ اونچائی پر واقع ہے ۲۵۰ پونڈ ہوا کا دباؤ ہے۔ آب و ہوا اچھی ہے۔ شہر کے بیچوں بیچ ایک میل لمبا اور نصف میل چوڑا پریڈ گراؤنڈ ہے جہاں ملٹری روزانہ قواعد کرتی ہے اور ہوائی جہاز گلائڈنگ کا ٹرینگ بھی ہوتا ہے۔ ہر قسم کی ملیٹری ٹرینگ دیجاتی ہے۔

نیپال کی بہترین آب و ہوا چیسا پانی گڈھی اور چندر گڈھی کی پہاڑیوں کی ہے کاش کہ نیپال بجائے کھٹمنڈو کے ان پہاڑیوں پر شل شملہ کے آباد ہوتا تو وہ پہاڑی مقامات آب و ہوا کے لحاظ سے نہایت بہترین شہر ہوتا۔ چیلانگ کے صرف ۱۲ گھنٹے کے قیام سے جو رات کو وہاں بوقت واپسی کیا۔ اس آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر آب و ہوا کا بہت ہی اچھا اور خوشگوار اثر ہوا۔ یہ پہاڑی سلسلہ ہر قسم کے اعلےٰ پھل اور میوہ جات کے باغیچوں کے لئے بہترین موقعہ ہے، اور گورنمنٹ کی آمدنی کے ذرائع میں ایک مزید اضافہ ہے۔

کھٹمنڈو سے ۵۴ میل کے فاصلہ پر بجانب شمال گوشائیں کنڈ ہے جو ۱۶۷۹۹ فٹ بلندی پر واقع ہے۔ یہ ترشولی ندی کا منبع ہے یہاں پر کئی بڑے بڑے تالاب ہیں جو بہت گہرے ہیں۔ اس مقام پر جاتے ہوئے راستہ میں کچھ زہریلی بوٹیوں کے جنگل میں سے ہی گذرنا پڑتا ہے جہاں کچھ بیہوشی کا اثر ہوتا ہے لیکن کچھ پہاڑی بوٹیوں کے استعمال سے یہ اثر نہیں ہوتا۔ یہاں پر گرم پانی کی بھی اسپرنگ ہیں اس گوشائیں کنڈ کے بارے میں روایات ہے کہ جب سمندر منتھن ہوا اور اس میں سے امرت اور زہر نکلا تو دیوتاؤں اور اسروں میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ زہر کو کون پیئے اس پر شیو جی بھگوان نے فرمایا کہ اس کو ہم پئے لیتے ہیں چنانچہ بھگوان نے زہر پی لیا اور وہ اس کی گرمی کو برداشت نہ کر سکے اور ہمالیہ میں اس مقام پر آئے اور ہرپ ڈھکو اپنے ترشول سے توڑ کر ترشولی ندی کو نکالا اور اس بڑے کنڈ میں اشنان کر کے زہر کی آگ کو بجھایا۔

یہاں کا پانی بہت سرد ہے اور ہر موسم میں برف جمع رہتی ہے جولائی اور اگست میں برف پگھل جاتی ہے تب رکشا بندھن کے موقعہ پر یہاں لوگ یاترا کے لئے آتے ہیں یہاں جانا ہی جاترا سمجھا جاتا ہے۔ ... یہ مقام بہت قابل دید ہے البتہ راستہ کٹھن اور دشوار گذار ہے بہت ہی حالت میں پیدل ہی چلنا پڑتا ہے۔ یہاں پر آبادی نہیں ہے جو لوگ ہی کے نقطۂ خیال سے یہ کنڈ بہت پرانا ہے۔ اس کا پانی سیاہ رنگ کا ہے۔ یہ کنڈ اس وقت کا ہے جبکہ ہمالیہ سمندر کی سطح میں تھا اور اب حرکت کرتے کرتے ۱۶۰۰۰ فٹ کی بلندی پر پہنچ گیا ہے۔ اس لئے یہ پانی لاکھوں برس پرانا سمجھا جاتا ہے اس لئے ہندو فلاسفی میں اس میں اشنان کرنا تندرستی کے لئے بہت ہی مفید تصور کیا خیال کیا جاتا ہے چونکہ اعلیٰ قسم کی جڑی بوٹیاں اس جھیل کے کنارے ہیں اس لئے ان کا بھی اثر ہے۔ ہر سیاح کو اس مقام پر جانے کے لئے بہترین موسم ...

جذبات بسمل

(از جناب سکھ دیو پرشاد سنہا بسمل الہ آبادی)

(خاص ریاض و بلیغ کیلئے)

سفر دردِ زندگی ہے اور میں ہوں	شرابِ بیخودی ہے اور میں ہوں
دمِ آخر مرا دل کہہ رہا ہے	سلام آخری ہے اور میں ہوں
نہیں آتا کوئی اب فاتحہ کو	لحد کی بیکسی ہے اور میں ہوں
کہاں مہلت کہ دیکھوں سیرِ دنیا	نگاہِ سرسری ہے اور میں ہوں
خودی کا دھیان بھی آتا نہیں اب	وفورِ بیخودی ہے اور میں ہوں
نہیں اچھے برے سے کوئی مطلب	مری وارفتگی ہے اور میں ہوں
یہی دن رات کا پینا پلانا	نشاطِ میکشی ہے اور میں ہوں
جھکاتا ہوں خدا کی راہ میں سر	بتوں کی بندگی ہے اور میں ہوں
نہیں واقف زمانے کے مزے سے	مزے کی زندگی ہے اور میں ہوں
مبارک گوشۂ برآورد رہنا	کدورت سرسری ہے اور میں ہوں
فقط دو چار لوں مطمئن سانس	بس اتنی زندگی ہے اور میں ہوں

سخن کے جوہری پرکھیں گے بسمل

کمالِ شاعری ہے اور میں ہوں

پچھلے صفحہ سے آگے

یہاں ہوا کا دباؤ بہت کم ہے، اور آدمی کو سانس لینا دقت طلب ہوتا ہے۔ یہاں کی ٹھنڈ کو زیادہ عرصہ برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ تھوڑی دیر یہاں ٹھہر کر ہندوستان کے لوگ چلے آتے ہیں۔ صرف یاترا کے وقت ہی گورنمنٹ کا انتظام ہوتا ہے اور کسی موقعہ پر نہیں اور دیگر کسی موقعہ پر جانا خالی از

خطرہ ہوتا ہے۔ گذشتہ سال والسرائے ہند کے فرزند جنہ نیپال تشریف لائے تھے۔ وہ بھی اس مقام کو دیکھنے کے لئے بہت خواہشمند تھے۔

نیپال گورنمنٹ نے بہت سے مقامات انکو دکھلائے۔ جب باہر کی دنیا کے لوگ اس مقام کے دیکھنے کے آرزومند ہیں تو ہم امید کرتے ہیں کہ ہندوستان کے لوگ بھی ان مقامات کے دیکھنے سے مستفیض ہوں گے۔

اس شہر کی آبادی قریباً سو لاکھ ہے۔ زیادہ تر نیپالی ہیں جن میں نیور، چھتری، رانا خاندان، مگر، بھوٹ اور دیگر پہاڑی قومیں آباد ہیں۔ شہر کے اندر کچھ مارواڑی، یو۔پی، پنجابی اور کشمیر کے چند مسلمان بھی آباد ہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر تجارت، ملازمت کے سلسلہ میں قریب چالیس پچاس سال سے آباد ہیں۔ کھٹمنڈو خاص تجارتی شہر ہے۔ ٹرانسپورٹ کی بہت آسانی ہے۔ ریلوے، موٹر اور روپ وے سے آسانی مال چلا آ سکتا ہے۔ زیادہ مال باہر سے بھی آتا ہے۔ نمک، چاول، چینی پر گورنمنٹ نے ڈیوٹی معاف کر دی ہے اور ٹرانسپورٹ کا محصول بھی بہ نسبت اور جگہ اس کے نصف کر دیا ہے۔ تجارتی پیشہ اصحاب کو بہترین سہولیت دے رکھی ہے۔

جو چیزیں ہندوستان کے باہر سمندر پار کے دیشوں سے نیپال آتی ہیں، وہ یہاں فری ڈیوٹی آتی ہیں جنہیں ہندوستان میں ۵ سے ۴۰ فیصدی تک کی ڈیوٹی دینی پڑتی ہے۔ نیپالی قوم اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ بظاہر شکل میں فائدہ ضرور ہے لیکن دور بین نگاہ سے دیکھا جاوے تو یہ نیپال کی انڈسٹری پر ایک زبردست کلہاڑا چل رہا ہے جو قوم کو کبھی سرسبز نہیں ہونے دیگا۔

لیکن موجودہ مہاراجہ شری ۳ موہن شمشیر جنگ بہادر رانا صاحب نے اس کے لئے بھی بہت کچھ انتظام کر رکھا ہے یعنی جو چیزیں عیش و عشرت اور فضول خرچی میں شمار ہوتی ہیں مثلاً خوشبودار تیل، عطر، سینڈر، گراموفون باجے، ریکارڈ وغیرہ چیزیں نیپال میں آنا بند کر دی ہیں۔ صرف وہ چیزیں جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں ان کو ہی فری ڈیوٹی رکھا ہے۔ مثلاً کپڑا، چینی، نمک، دال، مشری، تیل وغیرہ۔

سب سے بڑی نیپال گورنمنٹ نے یہ رعایت وہاں کے تجارت پیشہ لوگوں کو دی ہے کہ جو ڈیوٹی نیپال گورنمنٹ اور اشیاء پر لیتی ہے وہ ایک سال کے بعد لی جاتی ہے جس سے یہاں کے تجارت پیشہ لوگوں کو اتنی سہولیت ہو گئی ہے کہ وہ گورنمنٹ کی ڈیوٹی کے روپیہ سے ایک سال تک تجارت کرتے ہیں اور اپنی تھوڑی پونجی لگاتے ہیں۔ ایسا قاعدہ کسی گورنمنٹ میں دیکھنے میں نہیں آیا ہے۔ یہ قاعدہ نیپالی اور ہندوستانی دونوں کے لئے تھا لیکن اب کچھ عرصہ سے اس قاعدے میں ترمیم ہو گئی ہے۔ صرف نیپالی قوم ہی ایک سال میں اس ڈیوٹی کو ادا کر سکتی ہے، ہندوستانی تجار کو ایک ماہ میں ادا کرنا ہوگا۔ اس طریقہ سے کچھ ہندوستانی تجار ناخوش ہو گئے ہیں۔

انصافاً اگر دیکھا جائے تو ہمارے کچھ مارواڑی بھائیوں نے ہی گورنمنٹ کی مراعات کو اپنے ناجائز طریقوں سے فائدہ اٹھانے کے لالچ میں مبتلا ہو کر کھو دیا۔ سب سے بڑا واقعہ سیٹھ ہزاری لال مارواڑی کا بیان کیا جاتا ہے کہ جس نے قریباً چار لاکھ روپیہ فری ڈیوٹی سے فائدہ اٹھا کر نیپال گورنمنٹ کو نقصان پہنچایا جس کے باعث ہمیشہ کے لئے اس کو کھٹمنڈو سے جانا پڑا۔ واقعی یہ اس قسم کا واقعہ ہے کہ جس کے لئے ہم ہندوستانیوں کو بھی شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔

ہم گورنمنٹ کے مشکور ہیں کہ اس قسم کے واقعات ہوتے ہوئے بھی ہمارے باقی ہندوستانی بھائیوں کو وہاں تجارت کرنے کی ویسی ہی آزادی ہے جیسی پہلے تھی۔ ہم نیپال گورنمنٹ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایک شخص کے فعل سے تمام قوم کو مورد الزام نہ ٹھہرائے گی اور بعض سال ڈیوٹی کی مراعات جو ہندوستانیوں کو پہلے تھیں وہی دوبارہ رائج کر دی جائینگی۔ یہ قدم نیپال سرکار کا ایک فراخدلانہ اور عقلمندانہ فعل ہوگا۔

نیپال گورنمنٹ آجکل اپنے ملک کی ترقی کے لئے کوشاں ہے۔ نیپال گورنمنٹ نے کچھ محکمہ زراعت کا ایکانومی کے ایکسپرٹ گورنمنٹ آف انڈیا سے اپنے یہاں سروس پر بلائے ہیں اور وہ اس قسم کی تحقیقات میں مصروف ہیں کہ کن کن ذریعوں سے اپنے ملک کی آمدنی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ وہ کاشتکاروں کی حالت کو بہتر بنانا چاہتی ہے۔ ایک محکمہ ایگریکلچر کا علیحدہ ہی کھول دیا ہے۔ دوسرا ڈیپارٹمنٹ ڈیولپمنٹ بورڈ ہے جو ہر قسم کی تجارتی صنعتی و معدنی ترقی میں امداد کرتا ہے جو کوٹیج انڈسٹری کو بھی ترقی دینے میں مصروف ہے۔

ہاتھ سے سوت کاتنا اور کھڈی پر کپڑا بننے کا کام قریب پانچ چھ سال سے رائج ہے اور یہ کام شری تلسی مہر جی جو گاندھی جی کے آشرم میں چھ سال تعلیم حاصل کر چکے ہیں زیر نگرانی ہو رہا ہے۔ شری مہاراجہ صاحب نے کئی لاکھ روپیہ اس کام کے لئے دیا ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ نیپال کے کونے کونے میں کپڑا کاتنے اور بننے کا کام شروع ہو جائے۔

چونکہ نیپال میں کپاس پیدا نہیں ہوتی ہے، اس لئے ان کو روئی ہندوستان سے خریدنی پڑتی ہے۔ پہاڑی علاقہ میں جہاں بھیڑیں زیادہ ہوتی ہیں وہاں کے لوگ تو عموماً اون کات کر خود ہی کپڑا بن کر پہنتے ہیں۔ اس کے علاوہ

کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

ہٹلر نے سو فی صدی ارادہ کرلیا ہے کہ وہ ڈانزگ کو جنگ کے بغیر ہی پُرامن طریقہ پر حاصل کرلے گا۔ (معاصر ہندوستان ٹائمز کے شکریہ کے ساتھ)

(ط)

ہوائی تیراکی

GLIDING

ہوائی تفریح کا نہایت سستا اور سبق آموز طریقہ

ہندوستانی نوجوانوں کیلئے ہوائی مشق بہم پہنچانے کے راستے

(از قلم مسٹر ایس۔ بی سنگھ)

[illegible] G گلائیڈنگ یا ہوائی تیراکی" اسے کہتے ہیں کہ بغیر انجن کے کسی مشین میں انسان ہوا کی سیر کرے۔ یہ مشین ہوائی جہاز کی مانند بنی ہوئی ہوتی ہے اور اسے گلائیڈر، ہوائی تیراک" یا "ہوائی کشتی" کہتے ہیں ہوائی تیراکی کے ذریعہ الف لیلہ کے اڑنے والے گھوڑے کا قصہ آجکل کے زمانہ میں صحیح معلوم ہونے لگا ہے۔ اس مشین میں ہوائی جہاز کے برخلاف کسی قسم کے ایندھن کی ضرورت نہیں ہوتی، اس مشین کو چلانے کے لئے صرف ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر ایندھن کے چلتی ہے اور پھر بھی قابو اور قبضہ میں ہوتی ہے

ہوائی تیراک اور ہوائی جہاز کا فرق

"گلائیڈر" یا ہوائی تیراک بالکل ہوائی جہاز کی مثال بنا ہوا ہوتا ہے مگر ہوائی جہاز تو فولاد کا ہوتا ہے یا دوسری دھات کا مگر یہ لکڑی کے ڈھانچہ سے بنایا جاتا ہے جس پر کپڑا منڈھا ہوا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود ہوائی جہاز کی برابر ہونے کے ہوائی تیراک بہت کم قیمت پر تیار ہو جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ہوائی جہاز کو چلانے کے لئے ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے مگر ہوائی تیراک کے لئے اس قسم کی کسی بیرونی طاقت کی ضرورت نہیں ہوتی ہی، جیسے کہ ہوائی جہاز کے مقابلہ پر اس مشین کا چلانا بھی آسان اور سستا ہے۔

کیا ہوائی تیراکی محفوظ ہے؟

اگر ہوائی جہاز سے سفر کرنا آجکل محفوظ سمجھا جاتا ہے تو پھر ہوائی تیراکی میں کیا عذر ہے؟ مس انمی جانسن مشہور ہوا باز خاتون لکھتی ہیں:۔

"نوجوان لڑکے اس شغل کو بہت پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ ہوائی تیراکی میں ہوا کا چکرانا جم جانا۔ ہوائی جہاز کے انجن کا خراب ہو جانا۔ جبریہ اترائی اور تیز رفتاری وغیرہ خطرات کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

گو ہوائی تیراک ہوا میں تیرنے والی ایک چیز ہے اور ہوا کے زور پر ہی چلتی ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تمام کمال ہوا کے رحم و کرم پر ہے۔

اس قسم کی مشین کو اڑانا، چلانا اور نیچے اتارنا آسان ہے اس کی رفتار کو کم یا زیادہ کرنا قبضہ کی چیز ہے "جبریہ اترائی" وغیرہ کا خطرہ اس میں نہیں ہے۔ نہ یہ گر کر پاش پاش ہو سکتا ہے چونکہ اس میں کوئی ایندھن استعمال نہیں ہوتا اس لئے آگ لگنے کا بھی اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور اس وجہ سے اس قسم کی مشین کا استعمال ہوائی جہاز کے مقابلہ پر بہت محفوظ ہے۔

کیا ہوائی تیراکی مہنگی ہے؟

اگر ہندوستان میں اس قسم کی کوئی مشین بنائی جائے تو ایک عام سستی موٹر سائیکل سے زیادہ اس میں لاگت نہیں آئے گی۔ اگر ہندوستان میں یہ چیز تیار کی جائے تو زیادہ آسان اور سستی چیز ہے۔ جب ہندوستان میں بائیسکلیں نئی نئی آئی تھیں تقریباً اتنی ہی لاگت اس مشین کے تیار کرنے میں لگ سکتی ہے۔ اس کو چلانا اور اسکی خرابیوں کو دور کرنا۔ بالکل آسان چیز ہے۔ اور چونکہ اس میں کسی قسم کا ایندھن استعمال نہیں ہوتا اس لئے اس کے چلانے میں ایک پائی کا بھی خرچ نہیں ہے۔

چلتا کیونکر ہے؟

تم نے دیکھا ہوگا کہ اگر کسی صاف دن پتنگ اڑا کر ذرا اونچی کردی جائے تو وہ خود بخود بغیر اپنے بازو پھڑ پھڑائے ہوا میں اونچی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہوا کی لہریں اسے اوپر چڑھاتی رہتی ہیں۔

ایک ہوائی تیراک بھی ایسا ہی کرتا ہے اور ہوا کی لہر دوں سے [illegible] اٹھا کر اوپر ابھرتا ہے۔ ہوائیں کس طرح پیدا ہوتی ہیں، آسمان کے اوپر والی ہوائیں زمین کے درجہ حرارت کے مطابق کام کرتی ہیں پانی کے ٹکڑے پر، گیلی زمین پر، باغات پر، کھیتوں پر سورج کی روشنی کم اثر کرتی ہے بہ نسبت خشک اور بنجر یا ریتلی زمین کے۔ گیلی زمینوں کا درجہ حرارت کمتر ہوتا ہے اور وہ زیادہ حرارت والی ہواؤں کی طرف اپنا رخ کرتا ہے۔ ایسی لہریں آپس میں ٹکرا کر اضطراب پیدا کرتی ہیں۔

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحے سے آگے

اور اس طرح سطح ہوا پیدا کرنے اور اس میں تلاطم پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اور پہلے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشین ہوا کے رحم و کرم پر ہے مگر دراصل ان پر پورا قبضہ ہوتا ہے اور جب مرضی چاہیں نیچے لایا جا سکتا ہے۔

ہوا میں سہارا

سب سے موٹر کے جہازوں میں ایک یا دو اٹھانے والی سطحیں ہوتی ہیں جو دراصل تختے ہوتے ہیں لمبے لمبے جو ستونوں پر قائم کئے جاتے ہیں جن کے درمیان ہوا کا آسانی کے ساتھ آنا جانا ہوتا ہے۔ اسی میں کنٹرول کی سطحیں بھی ہوتی ہیں۔ وہیں پر مشین کو نیچے اتارنے اور اوپر لے جانے۔ کنٹرول کرنے کا پہیہ بھی لگا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس پہیہ کے سامنے ہواباز بیٹھتا ہے۔

ہوا میں اس مشین کا بوجھ سہارا اس وجہ سے پاتا ہے کہ انڈر سے نیچے ہوا کا دباؤ اور بازوؤں کے اوپر لاتی ہوائی کھنچاوٹ دونوں اپنا اپنا اثر رکھتی ہیں اور ایک دوسرے سے زیادہ بھاری ہونے کی وجہ سے ایک ایسی حرکت پیدا کر دیتی ہیں کہ جب اس کے اندر پورا بوجھ ہو اس میں ہوا میں معلق ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

گرنے یا نیچے اترنے کی رفتار اس بات پر منحصر ہے کہ بھرے ہوئے گلائیڈر کا وزن کتنا ہے اور ہواباز کیسا چست و چالاک ہے اور دستے سے ہوا کے دباؤ کا مقابلہ کیسے کیسی پھرتی آتی ہے۔

بہت ہی سستا

ہوائی جہاز چلانا اگر سیکھنا ہو تو کم سے کم چند ہزار روپے آپ کی جیب میں ہونے چاہئیں مگر ہوائی تیراک کو چلانا زیادہ سے زیادہ سو روپیہ میں آ سکتا ہے۔

جلد سیکھا جاتا ہے

ہوائی جہاز چلانے کے لئے مہینوں کی مشق اور مہارت درکار ہوتی ہے۔ مگر اس مشین کو چلانے کے لئے میکانیات (Mechanics) اور ہواؤں کی حالت کا اندازہ لگانے کی معمولی قابلیت درکار ہوتی ہے اور چند ہفتوں میں یہ سب کام آ جاتا ہے۔

بہترین ہوائی تفریح

ہمارے نوجوانوں کے لئے بہترین تفریح صبح کا ذریعہ ہے۔ ڈاکٹر دلعت جنگ کلیپر دکھاتے کہ میں جب اس مشین میں بیٹھ کر آسانی اور خاموشی کے ساتھ ہوا میں تیرتا ہوا اور نیچے اپنی مشین کو لاتا لیجاتا ہوا مکانوں، اور کھیتوں اور عمارتوں وغیرہ پر سے ایک عقاب یا پرند کی مانند گزرتا ہوں تو کس قدر خوشی ہوتی ہے۔ اس مسرت کا پورا تصور آپ کے ذہن میں منتقل کرنا آسان نہیں ہے۔

ہوابازی سے ربط

اس تفریح کا ہنر کو سیکھنے سے انسان کی جھجک جو ہوا کے بارے میں عام طور پر پائی جاتی ہے نکل جائے گی ہندوستان کے نوجوان بھی ویسا ہی کر سکتے ہیں جیسے دنیا کے اور ممالک کے نوجوان کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ انگلستان، امریکہ، ہالینڈ، جرمنی اور فرانس وغیرہ کے نوجوان ہوائی تیراک بنے اور ایسے ہوائی جہازوں کے ماہر بن سکتے ہیں تو ہندوستانی کیوں نہیں بن سکتے۔

یہ ہوابازی کا پہلا قدم ہے پس ہمیں اپنے ملک کے نوجوانوں کو اس جانب متوجہ ہونا چاہئے اور اس میں ترقی کرنا چاہئے۔

ہوائی تیراکی سے کیا حاصل ہو سکتا ہے

ہوائی تیراکی کسی قوم کی حفاظت کا اولین ذریعہ ہے۔ برطانیہ، روس، فرانس اور جرمنی کی حکومتوں نے اپنے نوجوانوں کے لئے ہوائی تیراکی کا فن سیکھنا بالکل لازمی قرار دے دیا ہے اور وہ لوگ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ اس کام کو کر رہے ہیں۔ روس میں ۱۴ سال کی لڑکی اور لڑکے کے لئے اس ہنر کا سیکھنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ اس سے لڑکے اور لڑکیوں میں ہوائی ربط پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کا خوف دور ہو جاتا ہے انسان کے لئے ایک صحت بخش کھیل میسر آ جاتا ہے۔ یہ چیز انہیں بہت سے باتیں "کرنا سکھا دیتی ہے۔ ان کو ہوائی تیر کرتی ہے۔ یہ چیز انہیں [illegible] ہے کہ آئندہ انہیں اور کیا کرنا ہے۔

اس چیز میں انہیں اپنے اوپر بھروسہ کرنے اور خطرہ کا مقابلہ کرنے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بعض وقت خطروں کو دعوت دینے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اس چیز سے محض اولوالعزمی اور نیا کارنامہ کرنے کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔

مرد اور عورت دونوں اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اس چیز سے ان میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہوائی حملوں سے کسی قوم کو بچانے کے لئے یہ چیز بنیادی پتھر کا کام دیتی ہے۔ اس سے انسان ہوا باز مکمل طور پر بن سکتا ہے اور یہ اس کے لئے بچوں کا کھیل رہ جاتا ہے۔ اگر پہلے اس منزل سے کامیابی کے ساتھ گزر جائے۔

اگر کسی صاحب کو (Gliding) یا ہوائی تیراکی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنی ہوں تو آل انڈیا گلائیڈنگ انسٹی ٹیوٹ الہ آباد یا پنڈت کرشن کانت مالوی ایم۔ ایل۔ اے۔ ڈسٹرکٹ انچارج سے خط و کتابت کریں۔

ادب لطیف
شانتی
(از جناب بھان کمار جین ۔ گوڑگاؤں)

وہ جا رہا تھا۔
میں نے اس سے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو؟
اس نے کہا شانتی کی تلاش میں۔ اور وہ چلا گیا۔

راستے میں اسے ایک سنیاسی ملا۔
اس نے سنیاسی سے پوچھا۔ شانتی کہاں ملے گی؟
اور اسے جواب ملا۔ جنگلوں اور پہاڑوں کی ایکانت وادیوں میں۔ اس نے جنگلوں کا رُخ کیا۔
اتنے میں ایک فلاسفر سے اس کی بھینٹ ہوگئی!
اس نے فلاسفر سے کہا۔ شانتی کس طرح مل سکتی ہے؟
اس نے اسے بتایا کہ سوچنے سے ـــــ وہ کھڑا ہو کر سوچنے لگا۔
فوراً ہی ایک شرابی کا گذر وہاں سے ہوا۔ شرابی نے اس سے پوچھا۔ کیا سوچ رہے ہو۔ اس نے کہا شانتی پراپت کرنے کا طریقہ۔ شرابی نے جھٹ پیالہ اپنے منہ سے لگا لیا۔ اور دوسرا پیالہ بھر کر اس کے آگے کر دیا اور کہا۔ شانتی اس میں موجود ہے۔
اس نے ہاتھ بڑھا دیا۔ مگر شرابی نے وہ پیالہ بھی خود ہی چڑھا لیا۔ اور چل دیا۔ وہ شرابی کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔
کہیں پاس ہی کسی مندر میں گھڑیال بج رہا تھا۔
اس نے اس کی آواز سنی اور اس طرف چل دیا۔ مندر پہنچ کر اس نے مورتی کو نمسکار کیا، اور اس کے پاؤں پکڑ لئے
تھوڑی دیر میں پجاری آیا اور اس سے پوچھا،
یہاں کیوں پڑے ہو؟
اس نے جواب دیا۔ شاید یہاں ہی شانتی مل جائے
پجاری یہ سن کر ہنس دیا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں ناچ ہو رہا تھا۔ اس نے نگاہ اوپر اٹھائی اور وہاں لکھا ہوا تھا ـــــ شانتی کنج!
اس کا دل گھبرا اٹھا۔ اور وہ باہر چلا آیا۔
اب وہ واپس لوٹ پڑا

وہ آ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے سوال کیا۔
تمہیں شانتی کہاں ملتی ہے۔ میں مسکرا دیا اور میں نے کہا۔
ان چاندنی راتوں میں ـــ جب میں اکیلا ہوتا ہوں۔
اور میرے من مندر میں پریتم کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔
اس وقت میرا من سکھ چین ہوا اٹھتا ہے۔
گو اس سے جھینی میں کتنا آنند اور سکھ ہوتا ہے۔
بس یہی میری شانتی کا راز ہے۔
میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اور دو بڑے بڑے آنسو ان میں سے نکل کر زمین پر گر پڑے۔

جج :۔ (ملزم سے) تمہارے جرم کے ہمیشہ ساتھی کہاں ہیں۔
ملزم :۔ حضور میرے اور آپ کے سوا سب پھانسی پا چکے ہیں۔

ماسٹر :۔ (طالب علم سے خفا ہو کر) آئندہ اگر تم دیر سے آؤ تو اپنے بزرگوں کی طرف سے کوئی معقول عذر لکھوا کر لانا پڑے گا؟
لڑکا :۔ کس کی طرف سے لایا کروں؟
ماسٹر :۔ اپنے والد سے!
لڑکا :۔ جناب والد صاحب دیر سے گھر آتے ہیں اور والدہ صاحبہ وجہ پوچھتی ہیں تو وہ خود کوئی معقول عذر نہیں پیش کر سکتے۔

(مرتبہ جناب چمن سنگھ جوشن ۔ وکیل سہارنپور)

ماسٹر :۔ (لڑکے سے) تمہاری زندگی کی سب سے بڑی تمنا کیا ہے۔
لڑکا :۔ آپ مجھے گھر پر کرنے کے لئے کچھ کام نہ دیا کریں۔

چور :۔ حضور میں چور سہی، بدمعاش سہی، مگر مجھ جیسے لوگوں کا ہونا بھی تو ضروری ہے۔
مجسٹریٹ :۔ کیوں؟
چور :۔ حضور، اگر ہم لوگ نہ ہوتے تو پھر آپ کی کیا ضرورت تھی۔

جج :۔ (اپنی بیٹی سے) کیوں میری بیٹا میں نے حکم دیا تھا کہ جوزف یہاں نہ آیا کرے پھر اس نے عدول حکمی کا ارتکاب کیوں کیا۔
بیٹی :۔ بے شک ابا جان! آپ نے حکم دیا تھا مگر اس نے اماں جان کی عدالت عالیہ میں اپیل کی اور انھوں نے عدالت ماتحت کے فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے اس کی اپیل کو منظور کر لیا ہے اس لئے اس کا آنا ممنوع نہیں ہوا ہے۔

بیوی :۔ میں نے ابھی ایک خبر پڑھی ہے کہ ایک شخص چالیس برس کی عمر تک بغیر لکھے پڑھے پہنچ گیا۔ اس کے بعد اس کو ایک ایسی عورت ملی کہ جس کی خاطر اس نے دو برس میں سکالرشپ حاصل کی
خاوند :۔ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ میں ایک ایسے آدمی کو جانتا ہوں جو چالیس برس کی عمر تک بہت اچھا سکالر تھا اس کو ایک ایسی عورت ملی کہ وہ اس کی خاطر دو دن میں بے وقوف بن گیا۔

کم سرمایہ کے روزگار

لائم جوس کارڈیل

لاکھوں روپے کا لائم جوس کارڈیل ولایت سے آتا ہے اور ہندوستان میں کوئی انگریز ایسا میسر نہیں ہے جو موسم گرما میں بالخصوص اس کا استعمال نہ کرتا ہو اور کسی نہ کسی شکل میں ہر ایک ہندوستانی کیا غریب کیا امیر اس کو استعمال کرتا ہے۔ اور وہ بہ شکل لیموں کی سکنجبین کے ہے۔ لائم جوس کارڈیل گویا لیموں کی سکنجبین ہے جو ولایت سے تیار ہو کر ہندوستان میں آتی ہے اور لاکھوں روپے کی بکتی ہے ولایت میں اس کو تیار کرنے کے لئے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہندوستان میں کوئی اس کو تجارت کے خیال سے نہیں کرتا۔ حالانکہ یہاں تازہ بتازہ لیموں افراط سے مل سکتے ہیں اور نہایت عمدہ اور سستی چیز تیار ہو سکتی ہے۔ ویسے انفرادی طور پر ہر ایک آدمی گرمی کے دنوں میں شربت میں لیموں نچوڑ کر سکنجبین یعنی لائم جوس کارڈیل بناکر پیتا ہے۔ ذیل میں ہم اس کو تیار کرنے کا نسخہ اور ترکیب درج کرتے ہیں۔

نسخہ

کھانڈ ۴ پونڈ۔ پانی ۴ پائنٹ۔ سائٹرک ایسڈ (یعنی لیموں کا ست) ۴ اونس۔ بورک ایسڈ ½۱ اونس۔

ترکیب

اوّل پانی میں سائٹرک ایسڈ اور بورک ایسڈ ڈالیں پھر کھانڈ ڈال کر قوام کریں۔ لیموں کا رس نکال کر صاف کر کے ۴ اونس شامل کر دیں اگر قوام گاڑھا ہو تو پانی اور ڈال دیں اور قوام کر کے اتار لیں۔ پھر بوتلوں میں بھر کر خوبصورت لیبل لگا دیں۔ بعض تاجر بوتلیں بھی خاص قسم کی اپنے نام کی تیار کرا لیتے ہیں۔ اور لیبل اور بوتلوں پر لیموں کی ٹہنی کی تصویر بھی بنی ہوتی ہے جہاں لیموں تازہ نہیں ملتے وہاں صرف ست لیموں اور لیموں کی خوشبو ڈال دی جاتی ہے۔ ایک سیر میں پانچ رتی کے حساب سے لیڈ سلاس بھی اس میں ڈال دیا جائے تو مدت تک خراب نہیں ہوتا۔

لیمن سوڈا پاؤڈر

ہر شخص کے لئے یہ نسخہ سود مند ہے کہ وہ لیمنڈ کی بوتلیں اپنے پاس تیار رکھ سکے۔ یہ پاؤڈر بالکل لیمونیڈ کی تازہ بھری ہوئی بوتلوں کی طرح خوش ذائقہ اور مفید ہوگا۔ گرمیوں کے موسم میں اگر پاؤڈر کو رواج دیا جائے تو معقول فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

نسخہ

نہایت عمدہ قند ایک پونڈ۔ سوڈا بائی کارب ۴ اونس ٹاٹرک ایسڈ ۲ اونس۔ ایسنس آف لیمن (لیموں کا ست) ½ اونس ہونا چاہئے۔

ترکیب

ان سب چیزوں کو یکجا کر لیا جائے۔ اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں نہایت خوبصورت لیبل لگا کر بہت خوشنما پیکنگ کر کے بازار میں فروخت کیا جائے۔ ایک چمچ کے برابر پاؤڈر ایک گلاس لیمونیڈ تیار کرنے کے لئے کافی ہے یہ نہایت مجرب نسخہ ہے جس کے ذریعہ سے بہت سے مفلوک الحال اپنی زندگی کو خوشگوار بنا چکے ہیں۔ اس کام کے لئے پانچ روپیہ کا سرمایہ کافی ہے اور اس قلیل سرمایہ سے ایک روپیہ یومیہ پیدا کر لینا معمولی بات ہے۔

زکام کی نسوار

اب ہم آپ کو ایک غیر معمولی فائدہ کی چیز بتاتے ہیں جو زکام نزلہ کے لئے لاجواب چیز ہے اس میں سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ نہایت ہی مفید اور سستی دوا ہے۔ یعنی ایک اونس کے پیکٹ پر تقریباً ایک آنہ سے کم لاگت آئے گی۔ ایک طبی دوا ساز کہتے ہیں کہ میں نے دنیا بھر میں زکام کے لئے اس سے بڑھ کر دوا نہیں دیکھی۔

نسخہ

پسا ہوا سہاگہ ایک پونڈ۔ شوگر آف ملک ایک پونڈ پیپرمنٹ کا تیل ۲۰ بوند۔

ترکیب

سہاگہ اور شوگر آف ملک کو یکجان کر کے پیپرمنٹ کے تیل کی ۲۰ بوندیں ملا دیں نسوار تیار ہے۔ زکام کے لئے بجلی کا اثر رکھتی ہے۔

بچوں کیلئے لال شربت

بچوں کے لئے مختلف اقسام کے لال شربت بکثرت بازار میں فروخت ہوتے ہیں اگر عمدہ قسم کا لال شربت تیار کر کے فروخت کیا جائے تو فائدہ کی معقول امید ہے۔

نسخہ

بغیر بجھا ہوا چونا دو چھٹانک لیکر ایک سیر پانی میں ڈالکر کسی چوڑے منہ کے شیشے کی بوتل میں رکھیں اور دن میں کئی مرتبہ ہلا دیا کریں۔ تین دن تک یہی طریقہ رکھیں۔ اس کے بعد پانی کو نتھار لیں۔ اور جو چونا تہ نشین ہو جائے اسے پھینک دیں۔ اس صاف نتھارے ہوئے پانی میں تین پاؤ عمدہ شکر ملائیں۔ اور چینی کے برتن میں آگ پر رکھیں۔ اس طرح شربت کا قوام تیار ہو جائیگا جب قوام تیار ہو جائے تو اس میں الکحل گلیسرائن کو نصف ڈرام کے قریب ڈالکر اچھی طرح حل کر دیں۔ اس کے بعد آگ پر سے برتن کو اتار لیں۔ یہ خیال رہے کہ شربت پتلا نہ رہ جائے۔ اس کو رنگ دینے کے لئے کوچنائن جو عام طور پر پنسار یوں میں ملتا ہے قلیل مقدار میں ملا دیں اور شیشیوں میں بھر رکھیں۔ لال شربت تیار ہو گیا۔

ایک بہادر دیہاتی لڑکا

(از کماری پشپا دیوی)

ایک دریا کے پاس کہتے ہیں کہ ایک شہر تھا۔ وہاں ایک گھسیارا رہا کرتا تھا۔ ایک دن اس کا بیٹا گائیں چراتا چراتا اس جنگل کی طرف نکل گیا۔ گائیں تو چرتی رہیں لڑکا ادھر ادھر پھرنے لگا۔ من میں آیا کہ دریا پر چلیں وہاں ریل کا پل ہے۔ ادر تھوڑی دیر میں ریل آتی ہوگی۔ اس کا تماشا دیکھیں گے۔ لیکن وہاں پہنچکر کیا دیکھتا ہے کہ پل میں آگ لگی ہے اور ریل آنے والی ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ ریل تو اور ندی میں ایکبارگی گر جائے گی۔ یہ جلا ہوا پل اس کا بوجھ بھلا کیا سنبھال سکے گا۔ ہزاروں آدمیوں کی جانیں جاتی رہیں گی۔ ان کو کسی طرح سے بچانا چاہئے۔ اس کے من میں یہ بات آئی ہی تھی کہ ادھر ریل کی سیٹی کی آواز کان میں پہنچی اب سوچنے کا کچھ وقت نہیں رہا تھا۔ پل اور ریل کے بیچ میں صرف کوس دو کوس کا راستہ رہ گیا تھا اور پانچ سات منٹ میں یا اس سے پہلے ریل آتی ہوگی اور کچھ بھی پھر نہ ہو سکے گا۔

یہ بہادر لڑکا اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر ایک تیر کی طرح پل کی سڑک پر جدھر سے گاڑی آ رہی تھی دوڑا۔ انجن چلانے والے نے دور سے اس کو دیکھا اور زور سے سیٹی دی کہ بچ جائے نہیں تو ٹکر لگے گی اور مر جائے گا۔ اسی کے ساتھ ریل کا زور بھی کم کر دیا۔ جب ریل زور زور پر ہو اور اسے روکنا ہو تو کچھ بھی تو دیر لگے گی۔ اتنی دیر میں ریل آ پہونچی اور ریل نے ٹکر مار کر لڑکے کو ایک طرف پھینک دیا۔ اب انجنوں کے آگے چھاج لگے ہوتے ہیں۔ اگر کسی کی جان بچنی ہے تو یہ چھاج جیسی چیز پٹری پر سے سامنے کی چیز کو اٹھا کر ایک جھکولا دے کر ایک طرف پھینک دیتی ہے اس دیہاتی لڑکے کا بھی ایسا ہی معاملہ ہوا۔ وہ تو ایک طرف جا کر پڑا اور پل کی طرف سے آگ دکھائی دی۔

ریل کی چال تو ہلکی ہو ہی چکی تھی۔ اب چلانے والے نے اسے اور بھی روکا اور ٹھیک پل کے نیچے وہ ٹھہر گئی۔ سب مسافر دوڑے اور اب لوگوں کو پتہ چلا کہ بہادر دیہاتی لڑکا اتنی جانوں کو بچانے کے لئے کس طرح اپنی جان جوکھوں میں ڈالکر دوڑ رہا تھا۔ اسے اٹھا لیا۔ اس کے کئی چوٹیں بہت بری طرح آئی تھیں۔ اسے ہسپتال پہنچایا گیا اور کئی مہینے بعد وہ جا کر اچھا ہوا اسے سرکار کی طرف سے تعلیم حاصل کرنے کا وظیفہ دیا گیا اور اخباروں نے اسکی بڑی تعریف چھاپی۔ لوگوں کو بچانے کے لئے دیہاتی بھائی دوسرے لوگوں کی جو مدد اپنے اپنے علاقوں میں یا اور کسی جگہ کر سکتے ہوں کرنے سے نہ چوکیں۔ مالک انکی مدد کرے گا اور لوگ انکو اچھی طرح یاد کریں گے۔

ڈر

کاکا کالیلکر کے ایک مضمون سے ترجمہ

بہت سے لڑکوں کو اندھیرے میں سونے یا جلنے میں ڈر لگتا ہے۔ لیکن اس ڈر کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ ڈر بے وجہ ہوتا ہے۔

بعض بچوں نے جوتوں، شیروں، بھیڑیوں، سانپوں، بچھوؤں نیز ظالم ڈاکوؤں کی عجیب و غریب کہانیاں سنی ہوتی ہیں جب دل یا جسم کمزور ہوتا ہے تو تصور میں ہماری آنکھوں کے سامنے طرح طرح کی شکلیں اور صورتیں آ کھڑی ہوتی ہیں اور وہ سب چیزیں حقیقی معلوم ہوتی ہیں۔ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ پھر بھی ڈر لگنے لگتا ہے۔ اگر وہ کہانیاں نہ سنی ہوتیں۔ تو کیا اچھا ہوتا۔ ایسی کہانیاں کہنے اور سننے والوں کو اس کے نتیجہ کا بالکل خیال نہیں ہوتا۔ نہ وہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں۔ جو بچے ایسی جھوٹی یا خیالی کہانیاں نہیں سنتے انہیں کسی قسم کا ڈر نہیں ہوتا۔

اگر ڈرنے والی باتیں نہ سنی ہوں۔ تو بھی یہ قدرتی بات ہے کہ انسان کو لاعلمی کا ڈر خوف زدہ کرتا رہتا ہے اندھیرے میں انسان کی آنکھ اپنا کام نہیں کر سکتی جب اس رہنما کا یہ حال ہے تو دوسرے حواس کا پریشانی اور اندیشہ میں مبتلا ہو جانا تعجب کی بات نہیں۔ اس "تعجب نہیں" کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پریشانیوں اور اندیشوں کا قائم رہنا کوئی ضروری بات ہے۔

بیخوفی سطح کی خالص صفت ہے۔ اس کو ہماری زندگی کی بنیاد سمجھنا چاہئے۔ ہمت کے آگے ڈر ٹھہر نہیں سکتا۔ بیخوفی علم سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی وقت کسی وجہ سے ڈر لگنے لگے تو ڈر کی وجہ معلوم کر کے ڈر کو اپنے دل سے نکال پھینکنا چاہئے اندھیرے میں اگر کوئی خیالی صورت سامنے آ جائے تو جوانمردوں کی طرح ہاتھ میں ڈنڈا لے کر اس کی طرف بڑھنا چاہئے۔ اگر اندھیرے میں یہ مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہو تو دن میں اس جگہ پہنچ کر ڈر کی وجہ معلوم کرنا چاہئے۔

اگر کبھی ڈر لگے تو آسانی سے اس کے قابو میں ہو جانا ٹھیک نہیں۔ کسی بڑے واقعہ کو یاد کر کے جس میں تم بلا کسی وجہ کے ڈر [illegible] تھے اپنی ہمت بندھانا چاہئے۔

اگر وہ اندیشہ صحیح بھی ہو تو ایسے [illegible] میں جلنے کا بہت کم امکان ہوتا ہے۔ صرف اسی خیال سے تمہیں اپنی ہمت [illegible] مضبوط کرنا چاہئے تمہاری زندگی [illegible] صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔

جس طرح علم اور فرزانگی سے ڈر بھگایا جا سکتا ہے اسی طرح بہادری اور آبرو کے خیال سے بھی ڈر کو دور کیا جا سکتا ہے۔

بچوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کم ہمتی بے آبروئی کی بات ہے۔ جو انسان تکلیفوں کا مقابلہ کرتا رہتا ہے۔ وہ فی الحقیقت بہادر ہے۔ اور جو تکلیف سے ڈرتا ہے اور جان بچاتا ہے۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کی آبرو گئی۔ اس بات کو تمام بچوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

آخر میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں کہ انسان جتنا [illegible] ہے۔ اتنا ڈرپوک نہیں ہوتا۔ وہ اپنی [illegible] سے اپنے ڈر کو اور زیادہ کرتا ہے۔

کوشش [illegible] تو ڈر بالکل مٹ جاتا ہے بڑے بڑے [illegible] یہی [illegible]۔

آندھی

(از جناب احسن عثمانی)

وہ اک سمت سے دیکھو آندھی چلی ۔۔۔ ہماری طرف تیز بڑھنے لگی
غبار آسماں پر اڑاتی ہوئی ۔۔۔ چلی آتی ہے سنسناتی ہوئی
ہواؤں کا طوفاں لاتی ہوئی ۔۔۔ ہر اک سمت اودھم مچاتی ہوئی
فضاؤں میں اک شور کرتی ہوئی ۔۔۔ گذرتی ہوئی زور کرتی ہوئی
درختوں کو جڑ سے ہلاتی ہوئی ۔۔۔ مکانوں کے چھپر گراتی ہوئی
کہیں ٹین کو کھڑکھڑاتی ہوئی ۔۔۔ کہیں شامیانے گراتی ہوئی
درختوں کی شاخوں سے لڑتی ہوئی ۔۔۔ ہلاتی، گراتی، اکڑتی ہوئی
زبانوں سے تو یہ بلاتی ہوئی ۔۔۔ ہنساتی ہوئی اور رلاتی ہوئی

یہ آندھی ہے یا غول جنات کا
جو لاتی ہے ساماں آفات کا

ایک کھیل

خیال [illegible]

{ از جناب [illegible] }

ذہن [illegible] کے [illegible] والدین [illegible] بچوں کو [illegible] وقت میں مصروف رکھ سکتے ہیں۔ مزید [illegible] اس سے انکے [illegible] کی استعداد بڑھتی [illegible] خیال [illegible] بتلانے کے کئی طریقے [illegible] سنبھالتے ہیں۔

(باقی [illegible] صفحہ پر)

پچھلے صفحہ سے آگے

پہلا قاعدہ

کسی سے کہو کہ دس کے اندر ذہن میں کوئی عدد لے پھر اسے عدد ۳ سے ضرب دے اور حاصل ضرب میں ا جمع کر لے اور تین سے دوبارہ ضرب دے اور ذہن میں رکھا ہوا عدد جمع کرکے حاصل جمع بتلا دے تو تم ذہن میں لیا ہوا عدد فوراً بتا دو گے۔

طریقہ

تمہارا فریق جو حاصل جمع بتلائے اس کی اکائی کا عدد چھوڑ کر دہائی کا عدد بتلا دو یہی اس نے اپنے ذہن میں لے رکھا تھا

مثال

فرض کرو کہ ذہن میں ۶ کا عدد لیا تھا لہذا ۶ کو ۳ سے ضرب دیا تو ۱۸ ہوئے۔

پھر ا جمع کیا تو (۱ + ۱۸) ۱۹ ہوئے

پھر تین سے ضرب دیا تو (۳ × ۱۹) ۵۷ ہوئے

پھر ذہن کا عدد جمع کیا تو (۶+۵۷) ۶۳ ہوئے

۶۳ کی ۳ اکائی عدد کو نکال دیا تو اب صرف ۶ بچے۔

یہی جواب ہے

دوسرا قاعدہ

کسی سے کہو کہ دس کے اندر کوئی عدد خیال کرے پھر اسے دو نا کرے ۴ جمع کرے اور حاصل جمع کو ۵ عدد سے ضرب دے کر ۱۲ جمع کرے ۱۰ سے ضرب دے کر نتیجے سے مطلع کرے۔

طریقہ

جو حاصل ضرب تبلایا جائے اس میں سے ۳۲۰ گھٹا دو اور اکائی اور سیکڑہ کو چھوڑ کر دہائی کا عدد تبلا دو یہی اس نے خیال کیا تھا۔

مثال

فرض کرو تمہارے فریق نے خیال کیا ۶ اسے دو نا کیا تو (۲ × ۶) ۱۲ ہوئے

اس میں ۴ جمع کیا تو (۴ + ۱۲) ۱۶ ہوئے

پھر ۵ سے ضرب دیا تو (۵ × ۱۶) ۸۰ ہوئے

پھر بارہ جمع کیا تو (۱۲ + ۸۰) ۹۲ ہوئے

پھر ۱۰ سے ضرب دیا تو (۱۰ × ۹۲) ۹۲۰ ہوئے

اس میں سے ۳۲۰ گھٹایا

۹۲۰
۳۲۰
———
۶۰۰

تو اب بچے

اس میں سے اکائی اور دہائی کو چھوڑ کر سیکڑہ کا عدد لیں ۶ تبلا دیا یہی اس نے خیال کیا تھا۔

صفحہ ۱۲۶ سے آگے

جس کے سبب سے میں ایک مدت تک بچوں کی نعمت سے محروم رہی۔ ماں نے کہا۔ بیٹی کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ اس وقت تک جو تم لوگوں کے لئے ایثار کرتی تھی۔ اس سے مجھے تکلیف ہوتی تھی؟

میں نے جواب دیا "اماں! میں اس وقت تک یہی سمجھتی تھی۔ لیکن اب مجھ پر حقیقت روشن ہو گئی ہے۔ اور میں جانتی ہوں کہ جن لوگوں سے ہمیں محبت ہے ان کے لئے ایثار کرنا اور تکلیفیں اٹھانا حقیقی مسرت ہے۔ میں نسائیت کا ایک جدید نمونہ بننا چاہتی تھی (جو حقیقی نسائیت کے منافی ہے) اب میں صحیح معنوں میں ایک "ماں" بننے کی آرزو رکھتی ہوں"

(۳)

دوسروں کے خوش کرنے میں بھی اپنی خوشی ہے

میں خود غرض اور خود پسند تھا۔ اپنی اس کمزوری کا حال مجھے اس وقت تک معلوم نہیں ہوا جب تک کہ میں دو بچوں کا باپ نہ ہو گیا۔

شادی کے بعد سے میں ایسے کاموں میں منہمک رہا جن کی وجہ سے مجھے گھر سے دور رہنا پڑتا تھا۔ اصل میں [illegible]

بھی ہمیشہ تھی میرا سب سے [illegible] کے سلسلے میں شہرت، عزت [illegible] یا میرا جذبہ خود پسندی جس طرف مجھے [illegible] طرف چلنا چاہتا تھا۔

مجھے تمہارے مطالعہ کا بہت شوق [illegible] لکھتا بھی رہتا تھا۔ اس شغل میں [illegible] کہ میری بیوی تنگ آجاتی تھی میرا خیال [illegible] شخصیت کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ [illegible] ان گھریلو باتوں میں ضائع نہیں کر [illegible] کی دلچسپی کے لئے میرے پاس وقت نہ تھا۔

اتفاق سے میں بیمار ہو گیا [illegible] کر سکنے کی توقع نہ رہی اور موت [illegible] سامنے نظر آنے لگی میں بہت کمزور ہو گیا تھا [illegible] دوران میں میری بیوی اور میرے [illegible] میری اس قدر خدمت کی کہ میں بیان نہیں کر [illegible] حالت میں مجھے خیال آیا کہ ان لوگوں کا برتاؤ تو [illegible] اس قدر مشفقانہ ہے لیکن خود میرا برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ اب تک نہایت برا رہا ہے۔ سارے [illegible] سوچا کرتا تھا۔

پس میں نے ارادہ کر لیا کہ میں اپنے طرز عمل کو بدل دوں [illegible] صحت ہونے کے بعد سے میں ہر روز دو گھنٹے دوسروں کو خوش کرنے میں صرف کرنے لگا۔ اب اپنے طرز عمل سے خود [illegible] جو مسرت حاصل ہوتی اس کا اندازہ مشکل ہے۔

جدید ٹرکی میں عورت کا درجہ

از جناب اوم پرکاش ترکھا لاہور

(خاص تیج اپ ویکلی کے لئے)

[illegible] برس پہلے ٹرکی کی عورتیں [illegible] کی [illegible] بسر کرتی تھیں عورتوں کے [illegible] نامزد [illegible] تھی اور ان کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی [illegible] عورت [illegible] تھا اور اس کے قریبی رشتہ دار [illegible] کی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ گھر کی [illegible] کے اندر قید تنہائی میں رکھی جاتی تھی اگر [illegible] ضروری موقعہ پر گھر سے باہر قدم رکھنا ہوتا [illegible] برقعہ پہن کر پردے میں نکلتی۔

[illegible] کی ان دنوں اس قدر سختی ہوتی تھی کہ [illegible] عورت اپنے برقعے پر سے ہٹا کر قدرت کی نظارگی [illegible] کی بھی نظر جاتی تھی تو اس کا یہ فعل قابل دست اندازی [illegible] تصور کیا جاتا تھا اور ایسی صورت میں بعض اوقات [illegible] نتائج پیدا ہوتے تھے۔ ایک مرد ایک ہی وقت [illegible] کئی عورتوں سے شادی کر سکتا تھا اور وہ جس [illegible] وقت چاہے اپنی عورت کو طلاق دے کر گھر سے نکال [illegible] غرض کہ عورت کی کوئی پوزیشن نہ تھی۔ اس [illegible] بیوی کی تمام زندگی مرد کی غلامی میں ہی کٹ جایا کرتی تھی۔

[illegible] کل تک جن کی مائیں حرم سے باہر [illegible] نہ رکھتی تھیں آج وہ لڑکیاں کھلے بندوں اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتی ہیں۔ [illegible] اور کھیل تماشے کرتی ہیں۔ تھیٹر اور سینما دیکھتی [illegible] پردہ ان کے لئے ایک بوسیدہ خیال ہے [illegible] گھر کی چہار دیواری میں بند رہ کر زندگی کا [illegible] ان کے سامنے جہالت کی نشانی ہے۔ یہ سب کچھ جمہور ٹرکی کے پریذیڈنٹ اور [illegible] بڑے سوشل ریفارمر کمال اتاترک کی ہمت اور دلیری کا نتیجہ ہے۔

سب سے پہلے اس جواں مرد نے عورتوں کے پردے کے خلاف جہاد کیا۔ جو تعلیم کے رواج اور تعلیم کے فروغ سے آہستہ آہستہ دور ہو گیا اس کے بعد ایک ایسے قانون (Swiss Civil Code) کا نفاذ کیا گیا۔ جس کی رو سے عورتوں کا درجہ مردوں کے مساوی ہو گیا۔ جو حقوق مردوں کو حاصل تھے وہ عورتوں کو بھی مل گئے۔

کمال اتاترک نے عورتوں کیلئے حق رائے دہندگی کا قانون پاس کر دیا۔ جس کے نتیجے کے طور پر عورتیں میونسپل بورڈوں اور ملک کی آئین ساز مجالس میں ہر قسم کا سوشیل اور سیاسی پروگرام چلانے لگیں۔ یونیورسٹیوں اور تعلیمی درسگاہوں میں عورتوں کو درس و تدریس کا کام سونپا گیا جن کو انہوں نے مردوں کی نسبت نہایت خوبی سے سرانجام دیا۔ ٹرکی میں [illegible] وکیلوں۔ ڈاکٹروں۔ دستکاروں۔ سیاستدانوں ایکٹرسوں اور ہوا بازوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ پولیس اور فوج میں بھی عورتیں بھرتی ہو کر اپنے ملک کی خدمت کر رہی ہیں [illegible]

پہلے مردوں کا واحد قبضہ تھا عورتیں حصہ لے رہی ہیں قومی نشو و نما اور ترقی کے ہر پہلو میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں۔

عورتیں سیاسیات ملکی میں دل کھول کر حصہ لیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ملک کی پارلیمنٹ میں ان کو نمائندگی دی گئی ہے۔ اور آج یہ امر باعث مسرت ہے کہ ٹرکی کی پارلیمنٹ میں ۱۷ لیڈیاں حکومت چلانے کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔

صنعتی کارخانوں میں ہزارہا مزدور عورتیں کام کرتی ہیں۔ حکومت نے مزدور عورتوں کے لئے خاص قوانین نافذ کئے ہیں۔ ان قوانین کی رو سے مزدور عورتوں کے لئے الگ فیملی کوارٹر بنوائے جاتے ہیں۔ کارخانوں کے پاس ہی تفریح طبع کی خاطر خوشنما باغیچے بنوائے جاتے ہیں۔ بچوں کے لئے تعلیم کا انتظام کارخانے کے مالکوں کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ کام کرنے کے اوقات مقرر ہیں [illegible] سکتی ہے عمل کیا جاتا ہے [illegible] ملتی ہے۔ حاملہ عورتوں کو زچگی کے ایام میں ایک ماہ کی رخصت اور مل سکتی ہے۔ ان ایام میں مزدوری کی اجرت باقاعدہ ملتی رہتی ہے۔ مزدور عورتوں کو اگر اپنے مالکوں کے خلاف کسی قسم کی شکایت ہو تو وہ مزدور یونین کے ذریعہ انصاف کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہیں۔

لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کے لئے بھی لازمی تعلیم کا معیار مقرر ہے۔ اگرچہ اسکولوں اور کالجوں کی کمی کی وجہ سے ابھی اس ضمن میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو سکی مگر ترکی لڑکیاں تعلیمی لحاظ سے دنیا کی اکثر قوموں سے بہت آگے بڑھ گئی ہیں۔

مہیلا سماج

یہاں کی عورتیں فوجی اور انتظامیہ معاملات میں بھی خوب دلچسپی لینے لگی ہیں اور اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کو فوجی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ملک کے صدر مقام انگورا میں عورتوں کے لئے فوجی تعلیمی درسگاہ (Millitary College for Women) قائم ہوئی ہے جس میں نوجوان لڑکیاں تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔

ترکی کی عورتیں محنتی اور جفاکش واقع ہوئی ہیں ان کی عام صحت اچھی ہوتی ہے (Child Welfare Centres) اور زنانہ ہسپتالوں کی کمی نہیں ہے۔ یہ طبی مراکز حکومت کی مدد سے چلتے ہیں اور ان میں عورتوں کو طبی امداد مفت ملتی ہے۔ بچپن کی شادی کو سوسائٹی میں اچھا خیال نہیں کیا جاتا۔ ۱۷-۱۸ برس سے پیشتر لڑکیوں کی شادی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی میں لوگوں کی اوسط عمر ہندوستان کی نسبت بہت زیادہ ہے

عورتوں میں ہوا بازی کا شوق بھی پیدا ہو رہا ہے۔ ان دنوں درجنوں ترکی لڑکیاں انگلستان اور امریکہ میں ہوا بازی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ پچھلے دنوں ایک ہواباز ترکی خاتون نے ہوا بازی کا انعام حاصل کیا تھا۔

ترکی عورتیں جس تیزی سے ترقی کی راہ پر گامزن ہیں اس پر کسے رشک نہ آتا ہوگا۔ کیا ہندوستان کے قدامت پسند باشندے اس سے کوئی سبق حاصل کریں گے؟

بزرودہ آریہ کنیا مہاودیالیہ کی ایک لڑکی کماری سیتا کماری اپنے پاؤں سے تیر کا نشانہ لگا رہی ہے جو فن تیراندازی کا بہترین کمال سمجھا جاتا ہے۔ آپ نے اپنے فن کا کمال دکھا کر حیدرآباد دتیا گرھ کے لئے پچیس ہزار روپیہ جمع کرنے کا عہد کیا ہے

مختلف ممالک کی عورتیں

(بہ سلسلہ گذشتہ)

روس

انقلاب روس سے پہلے روس کی عورتیں بہت بری حالت میں تھیں مگر ان کی حالت اب اس قدر بہتر ہو گئی ہے کہ یورپ کے کئی ممالک کی عورتیں رشک کرتی ہیں پہلے روس کی عورتیں خاوندوں کی واحد ملکیت اور ان کی خواہشات نفسانی کی سیری کا ذریعہ سمجھی جاتی تھیں مگر آجکل وہ روسی دیویوں کی قابل فخر مائیں خیال کی جاتی ہیں۔ ان کو مردوں کی طرح فوجی تربیت ملتی ہے۔ مردوں کے شانہ بشانہ وہ زندگی کے میدان میں چلتی ہیں۔ مزدور عورتوں کے لئے ایام زچگی کی وہ آسانیاں گورنمنٹ نے مہیا کی ہوتی ہیں کہ دیگر ممالک کی متمول ترین عورتوں کو بھی حاصل نہیں روس کی عورتیں سچ مچ ایک نئے سانچے میں ڈھل گئی ہے۔

فرانس

فرانس کی عورت عیش پرست اور فیشن کی دلدادہ ہے یورپ میں جو نت نیا فیشن نکلتا ہے پیرس کی نقل ہوتا ہے پیرس کو دنیا میں بہشت محض اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں حسین عورتوں کی بہتات ہے۔ فرانس کا حسن مشہور ہے۔ اس ملک کی عورتوں کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ اس ملک کا انتظام کیسے ہوتا ہے کونسی نئی بات سر پر آ رہی ہے۔ دشمن سے ملک کو خطرہ ہے۔ وہ تو نئے راگ رنگ میں مست ہوتی ہیں۔

ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

ریزیڈنٹ نے ایک حکم کے ذریعہ یہودیوں کو ان کے تہواروں یا رسومات کا انتظام کرنے کے حق سے محروم کر دیا ہے۔

حیدرآباد میں کل رات کو ڈھول پیٹنے کے علاوہ دیں والوں کے خلاف مسلمانوں کے مظاہرے کے نتیجے کے طور پر ہندو مسلم بلوہ ہو گیا۔ معلوم ہوا ہے کہ مظاہرہ کرنے والے ڈھول پیٹنے والوں سے نعرے لگاتے ہوئے گذر رہے تھے کہ کچھ لوگوں نے ان پر گولی چلائی۔ اس کے بعد فساد ہو گیا جس میں ایک بیان کے بموجب تین ہلاک اور ۲۰ سے زیادہ زخمی ہوئے۔ دوسرے بیان کے بموجب ۶ اشخاص ہلاک ہوئے اور ۹۰ اشخاص زخمی ہوئے۔ اس جھگڑے کی خبر ابھی تک نہیں ملی الحاصل اس کے بعد ٹوٹتے ہوئے چیف سٹی مجسٹریٹ اور پولیس کمشنر فوراً ہی موقعہ پر پہنچے۔ دستکم سویہ اختیار کیا۔ مسلح پولیس اسی وقت طلب کر لی گئی اور صورت حالات پر قابو پا لیا گیا۔

بمبئی کے واقعات سے ممبران پارلیمنٹ میں اس امر بارے میں بہت کچھ شد و مد ہوئی کہ دوسرے کے متعلق بل کی تیسری خواندگی ۵ منٹ میں ہی منظور ہو گئی۔ بل میں ایک ترمیم منظور کی گئی کہ کسی شخص کو شبہ میں ۸ گھنٹے سے زیادہ حراست میں نہ رکھا جائے۔ سر سموئیل ہور نے ایک ترمیم کی جو کہ منظور کر لی گئی کہ اگر کوئی شخص اخراج یا حکم امتناعی پر اعتراض کرے تو اس کو ہوم سکرٹری کے پاس اپنی تحریری درخواست بھیجنا چاہئیے۔

مہاتما گاندھی کے پرائیویٹ سکرٹری شری مہادیو ڈیسائی کلکتہ کو روانہ ہو گئے۔ وہاں آپ بھوک ہڑتالی سیاسی قیدیوں سے جیل میں ملاقات کریں گے اور انہیں مشورہ دیں گے کہ وہ بھوک ہڑتال ترک کر دیں اور انہیں رہا کرانے کے لئے مہاتما جی جو کچھ بھی کر سکتے ہیں کریں گے۔

منگول سوویٹ ہیڈ کوارٹر سے ایک کمیونک شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ ۱۲ جولائی کو جھیل بیور کے علاقہ میں روسی فوجوں نے ایک جاپانی پیدل پلٹن کا خاتمہ کر دیا ہے ۔۔۔ سو سے زیادہ جاپانی ہلاک ہو گئے۔ روسی فوجوں کو بہت کم نقصان پہنچا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شکرولد کو ایک زبردست ہوائی لڑائی ہوئی جس میں جاپان کے ۱۲۰ اور روس کے ۱۰۰ ہوائی جہاز شریک ہوئے۔ جاپان کے ۱۴ ہوائی جہاز نیچے گرا دیئے گئے اور روس کے چار ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔

بندرگاہ پر کام کرنے والے چار ہزار مزدوروں کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے نازی لیڈر ہر فاسٹر نے پہلی مرتبہ تسلیم کیا کہ ڈینزگ میں فوجی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ جرمنی کا سہارا تکنے کی اب ضرورت نہیں ہر خطرناک صورت حالات کا اب ہم خود مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دوسرے ملک والے ہتھیار بند ہو رہے ہیں لیکن وہ اس طریقہ ہم پر غالب نہیں آ سکتے۔ ہمیں اپنے چرائے ہوئے علاقہ پر قبضہ حاصل کرنے کا حق حاصل ہے اور ہم اس کو حاصل کریں گے۔

سوامی بھوانی دیال پریذیڈنٹ نیٹال انڈین کانگریس کو جنوبی افریقہ سے ایک ضروری بحری تار موصول ہوا ہے۔ جس میں ان سے یہ درخواست کی گئی ہے کہ وہ وہاں کی صورت حالات کے پیش نظر فوراً واپس آ جائیں۔ چنانچہ وہ صحت خراب ہونے کے باوجود ۲۶ جولائی کی صبح کو بمبئی پہنچ رہے ہیں اور ۲ اگست کو نیٹال کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر لنکا سے بذریعہ اسپیشل ہوائی جہاز ترچنا پلی پہنچے۔ ترچی ایروڈروم پر آپ کا شاندار سواگت ہوا۔ پنڈت جی جب ہوائی جہاز سے اترے تو ڈاکٹر سوامی ناتھ شاستری صدر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی، مسٹر وسودیو چیئرمین سری نگم میونسپلٹی اور دوسرے اصحاب نے ہار پہنائے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے نمائندہ پریس کو بتایا کہ وہ لنکا کے مشن کے نتیجے سے پوری طرح مطمئن نہیں ہیں۔ مگر امید اب بھی پائی جاتی ہے۔ ۱۲ بجکر ۲ منٹ پر تالیوں کے درمیان ہوائی جہاز مدراس کو روانہ ہو گیا۔

دارالعوام میں کرنل ویج ووڈ نے نائب وزیر ہند سے دریافت کیا گیا۔ آیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ ہندوستان میں برطانیہ کے خلاف بغاوت کو بڑھانے کے لئے نازی پروپیگنڈہ پر کس قدر رقم صرف کر رہے ہیں۔ نائب وزیر ہند نے بتلایا کہ لارڈ زٹلینڈ اس قسم کے اخراجات کے متعلق کوئی بیان دینا نہیں چاہتے۔ اور آنریبل ممبر کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ اس قسم کے معاملات کے متعلق مفصل بیان نہیں دیا جا سکتا۔ میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں غیر ملکی سرگرمیوں کی کڑی نگرانی ہو رہی ہے۔

ڈینزگ کی نازی پارٹی کے لیڈر ہر فارسٹر نے حال ہی میں موضع ولیوا میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ڈینزگ نے سیاسی طور پر جرمنی کے ساتھ ملنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ اہل ڈینزگ کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا خود حق حاصل ہے آپ نے مزید کہا کہ ڈینزگ پولینڈ کے حملہ سے قطعی محفوظ ہے تحفظ کے لئے اس کو تین گارنٹی حاصل ہے۔ سب سے پہلی گارنٹی ہر ہٹلر نے دی ہوئی ہے جس کی تائید حال ہی میں ڈاکٹر گوبلز کر چکے ہیں۔ دوسری گارنٹی جرمن فوج ہے اور تیسری گارنٹی ڈینزگ کی اپنی فوجی طاقت ہے۔ ہم تندرست و توانا ہیں اور لڑ سکتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ برطانیہ اور فرانس بزدل ہیں اور ان کی پالیسی ڈانواں ڈول ہے۔ ان کو ڈینزگ کی اتنی فکر کیوں ہے جبکہ ان کا کوئی جائز مفاد نہیں ہے۔ پہلے ان کو اپنے دروازے کے سامنے سے گندگی صاف کرنا چاہئیے۔ برطانیہ اور فرانس جرمنی کو انصاف کرنے سے روکنا چاہتے ہیں لیکن ان کی کوشش بیکار جائیگی۔

بھابی

بمبئی ٹاکیز کا تازہ شاہکار

(از جناب پرکاش ایم۔ اے کان پور)

(خاص "لیج ویکلی" کے لئے)

بمبئی ٹاکیز کا تازہ شاہکار بھابی شمالی ہندوستان کے کئی سینما گھروں میں دکھایا جا رہا ہے اس فلم کے پلاٹ میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حقیقت اور پروپیگنڈا کی کشمکش بہترین طریقہ پر پیش کی گئی ہے اصلیت کیا ہے دنیا اسے کس نظر سے دیکھتی ہے سماج کے ایک سچے سیوک کو اسکی خدمت کا دنیا کی دربار کیا بدلہ ملتا ہے وہ کس طرح اپنی زندگی کے معیار کو بلند رکھ کر اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہتا ہے یہی سب باتیں اس فلم کے پلاٹ میں نمایاں طور پر پیش کی گئی ہیں۔ ماسٹر کشور کا ایک دوست مرتے وقت اپنی بیوی کو اس کی نگرانی میں چھوڑ جاتا ہے وہ کہتا ہے بملا کو تمہارے سہارے چھوڑتا ہوں بھگوان کے سہارے چھوڑتا ہے مصیبت زدہ بملا اپنے دیور یا بھابی کنور کے گھر میں رہ کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتی ہے دونوں میں محبت تو ہے مگر نہایت پاک صاف۔ بملا کشور کو بھائی سمجھتی ہے اور کشور بملا کو بہن۔ کشور غیر شادی شدہ ہے مگر چال چلن کا نہایت اعلیٰ اور مضبوط ہے اپنی بھابی بہن کے ساتھ ہی وہ بھی اپنی زندگی گذار رہا ہے ایک کالج میں پروفیسر ہوتے ہوئے بھی اسے سادہ زندگی میں مزہ آتا ہے گھر کا سب انتظام و خرچ بھابی کے سپرد ہے خود اپنے تجربات میں مصروف رہتا ہے لیکن دنیا کو یہ پسند نہیں ہے۔ اس کے والد بزرگوار خود اسے گھر سے نکال دینے میں اور اپنی جائداد کے حقوق سے محروم کر دیتے ہیں مگر کشور فرض کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اپنے باپ کی سوت ۔۔۔ سنکار بھی وہ یہی کہتا ہے کہ میں بھابی کو اس مصیبت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ ۔۔۔ فیصلہ ہے ایک دن کشور کی بھابی کو دوسری کی شکایت ہوئی محلہ میں قریب کے گھر میں گانا بجانا ہو رہا تھا کشور اسے ہمسایوں سے یہ درخواست کرنے جاتا ہے کہ اس کی بھابی کی بیماری کے پیش نظر وہ مہربانی گانا بجانا ملتوی کر دیں اس گھر میں ایک پندرہ سولہ برس کی حسینہ تھی جو کشور کی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہے کشور بھی اس سے پریم کرنے لگتا ہے رفتہ رفتہ بھابی کو یہ بات معلوم ہوتی ہے اور وہ نہایت خوشی سے اس کام میں امداد کرنے کی کوشش کرتی ہے مگر تقدیر کی ٹھوکریں اس ہونے والی خوشی کو ایک طویل رنج و الم کی شکل میں تبدیل کر دیتی ہیں دیور بھابی کی ہنسی، ان کا بارش میں نہانا دھونا۔ ایک ساتھ کھانا پینا ہنسنا بولنا کشور کی ہونیوالی بیوی رینو کا دلوں کے دلوں حسد کی آگ بھڑکا دیتے ہیں دوسری طرف رینو کا کے ایک اور پریمی کی سازشیں رنگ لاتی ہیں کشور کا باپ بھی اس سازش میں شامل ہوتا ہے گمنام خطوط کشور کے کالج کے پرنسپل اور رینو کا کے پتا کے پاس بھیجے جاتے ہیں کالج اور پبلک میں کشور کی بدنامی ہوتی ہے رینو کا کشور سے شادی کرنے سے انکار کر دیتی ہے کشور اپنی باقی زندگی بل سدھا نامی دوا کے ایجاد کرنے میں صرف کرنے کی کوشش کرتا ہے رینو کا کے لئے اس کی محبت اب خدمت کی شکل اختیار کر لیتی ہے کچھ دنوں بعد ہی شہر میں بلوہ ہو جاتا ہے اس زمانہ میں رینو کا کے والد سخت بیمار پڑے ہیں نوکر تک دوا لانے سے انکار کرتے ہیں کشور خبر سنتے ہی دوا لے کر ڈاکٹر کے گھر کو روانہ ہو جاتا ہے لوٹتے وقت اس پر بلوائی حملہ کرتے ہیں اور وہ سخت زخمی حالت میں رینو کا کے گھر پہنچتا ہے دوا کی شیشی رینو کا کے ہاتھ میں دیکر بیہوش ہو جاتا ہے بھابی اور رینو دونوں اسکی تیمارداری کرتی ہیں بالآخر کشور کی صحت ٹھیک ہو جاتی ہے اور رینو کا اپنی بھول کے لئے اس سے معافی مانگتی ہے اس کے بعد دونوں کی شادی ہو جاتی ہے جس کی خوشی کشور کی بھابی بملا کو سب سے زیادہ ہوتی ہے فلم کا یہ پلاٹ نہایت دلکش ہے مس مایا نے بملا کا پارٹ بڑی خوبی سے ادا کیا ہے تمام فلم کے ایکٹروں میں کشور اور مس مایا کے پارٹ بہترین ہیں رینو کا کے گانے اچھے ہیں مگر فوٹوگرافی میں اکثر ان کا چہرہ غلط طریقہ پر پردۂ فلم پر پیش کیا گیا ہے،

تاہم اس میں شک نہیں کہ بھابی فلم نے ہندوستانی مرد عورتوں کے دلوں پر گہرا اثر کیا ہے اور سچی محبت و اخلاق کے معیار کو بلند کرنے میں ایک نمایاں پارٹ ادا کیا ہے، جس کے لئے بمبئی ٹاکیز کے منتظمان مبارکباد کے مستحق ہیں،

ایک برطانی لڑکی نے دُنیا کو مات کر دیا

برطانیہ میں ایک لڑکی ہے جو اس وقت دنیا میں سائیکل کی سواری کی سب سے زیادہ ماہر ہے پچھلے چند ہفتوں میں اس نے حیرت انگیز کارنامہ پیش کیا ہے اس کا نام مارگریٹ ولسن ہے وہ بورن متھ انگلینڈ میں رہتی ہے اور اس خوبصورت لڑکی کی عمر اکیس سال ہے، اس کا بہترین کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ۲۴ منٹ میں لندن سے برائٹن تک ۱۲۸ میل کا سفر کیا ہے اور دوسری تاریخ برطانی عورتوں کا کارنامہ مات کر دیا ہے،

مس ولسن ایک مشہور ٹیم کی ممبر ہے جو برمنگھم کی ہرکولیس سائیکل کے کارخانے کے زیر اہتمام قائم ہوئی ہے ان کے کارناموں سے جو سبقت حاصل ہوئے وہ ان تمام سائیکلوں میں موجود ہے جو برطانیہ کا سب سے بڑا کارخانہ دنیا کے ہر ملک میں بھیجتا ہے اس ٹیم میں سنیک آرن شامل ہیں جس نے پچھلے دنوں سائیکل کی سواری میں ۳۳ میل فی گھنٹہ کا ریکارڈ قائم کیا ہے،

ریکارڈ و ۱۰۰ ہرکولیس "کا چولی دامن کا ساتھ ہے یہ فرم اور اس کے بانی مسٹر سر ایڈ منڈ کرین آجکل اپنی "ہرکولیس" سائیکل کی تعمیر کا سلور جوبلی منا رہے ہیں،

مشتہرین کرشن نمبر کی خاص توجہ کے لئے

ضروری اطلاع

جیسا کہ ہم پیشتر اعلان کر چکے ہیں کہ کرشن نمبر کی چھپائی شروع ہوگئی ہے۔ اشتہاری صفحے قریب قریب بک ہو چکے ہیں۔ صرف چند صفحے باقی رہ گئے ہیں۔ اس لئے جو اصحاب کرشن نمبر کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہیں فوراً اپنے اشتہارات بھیجدیں۔ انکے علاوہ جن صحاب نے اپنے اشتہاروں کے لئے جگہ ریزرو کرائی ہوئی ہے وہ بھی اپنے اشتہار جلد بھیجدیں ورنہ انکی جگہ دوسرے مشتہرین کو دیدی جائیگی اور پھر کسی قیمت پر بھی ان کا اشتہار کرشن نمبر میں نہیں جاسکیگا ترقی تجارت کا یہ نادر موقعہ سال بھر میں صرف ایک مرتبہ آتا ہے۔ اگر آپ اس موقع سے محروم رہ گئے تو سال بھر تک افسوس رہیگا اور آپ کے ہم پیشہ جنھوں نے اپنے اشتہاروں کے لئے پہلے ہی سے جگہ ریزرو کرالی ہیں ترقی کی دوڑ میں آپ سے آگے نکل جائیں گے اس لئے اب بھی وقت ہے کہ آپ اپنا اشتہار دیکر تجارت کے اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھائیں مفصل حالات پتہ ذیل سے طلب فرمائیے۔

اڈورٹائزنگ منیجر روزانہ تیج پوسٹ بکس نمبر ۱۱۲ دھلی

مہاتما گاندھی ایبٹ آباد کے ایک پبلک جلسہ میں تقریر فرما رہے ہیں

ریجن انڈسٹریل ہوم کے پہلے کانووکیشن کی صدارت
رماتے ہوئے مہاتما گاندھی اپنے پرائیویٹ سکرٹری شری
ہادیو دیسائی سے باتیں کر رہے ہیں

مندروں میں ہریجن پرویش کے متعلق مدراس میں ایک عام جلسہ جسکے صدر مسٹر وی۔ راگھ
ائنگر سابق جج مدراس ہائیکورٹ تقریر کر رہے ہیں۔ انکے پاس مسز رامیشوری نہرو ا
شری راجگوپال آچاریہ وزیراعظم مدراس بیٹھے ہیں

ندھ کے وزیر تعمیر عامہ آنریبل
ہچل داس وزیرانی جو لاہور تشریف
ئے ہیں

Printed and Published by Dharam Pal Gupta at the T.K.J Press, Burn Bastion Road, Delhi

جبرالٹر اور مالٹا کے اسرار

بحر روم کی نگرانی والے دو برطانوی مقبوضات

(بین الاقوامی سیاسیات کے ایک ماہر کے قلم سے)

(ابھی ابھی جرمنی کے مشہور اخبار "ریفنگ" نے جو ڈاکٹر گوئبلز کا خاص آرگن ہے کہا ہے کہ جبرالٹر کو اسپین کی ملکیت ہونا چاہیئے نہ کہ برطانیہ کی، اسلئے برطانیہ کا فرض ہے کہ جبرالٹر اسپین کے حوالے کر دے۔ ایسے موقعہ پر ذیل کا مضمون بہت دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ (ایڈیٹر)

مسولینی نے ایک تہائی سے زیادہ اپنے اس ارادے کا اظہار کیا ہے کہ وہ بحیرۂ روم (میڈیٹرینین) کا مالک بننا چاہتا ہے اٹلی اس وقت چھ ملٹری بندرگاہوں (جنگی بحری مرکزوں) کا مالک ہے۔

(۱) طاوی سلو ڈینیا میں گیلیگاری (۲) شمالی افریقہ میں تری پولی (۳) (۴) (۵) جزیرہ سسلی میں مسینا، تری پالی اور دوگنا (۶) جزیرہ پینٹالیریا جو پچھلے دنوں غیر معمولی طور پر مسلح کیا گیا ہے لیکن ان تمام جنگی بحری مرکزوں کے باوجود اٹلی خود کو اس وقت تک بحیرۂ روم کا مالک نہیں کہہ سکتا جب تک کہ بحیرۂ روم کے دونوں دروازے یعنی جبرالٹر اور نہر سوئز برطانیہ کے ہاتھوں میں ہیں۔ اسپین کی خانہ جنگی میں اٹلی کی کھلی ہوئی شرکت اسی غرض سے تھی کہ اس کا دوست اسپین اسکو کوئی جنگی بندرگاہ پر اختیار دیدے، کیونکہ بالکل جبرالٹر کے آمنے سامنے ہے، برطانیہ نے اٹلی پر (حبش کے سلسلہ میں) تعزیری پابندیاں عائد کرنے میں جس کمزوری کا اظہار کیا، اس کا سبب یہ تھا کہ اسے جبرالٹر اور مالٹا کو زیادہ مضبوط اور مسلح بنانے کے لئے کچھ وقت درکار تھا، ایک وقت تھا جب مسولینی بحر روم میں اقتدار حاصل کر سکتا تھا لیکن اب یہ موقعہ باقی نہیں رہا ہے جبرالٹر اور مالٹا کی مورچہ بندیاں بیحد مضبوط کر دی گئی ہیں، ایک سال پہلے جبرالٹر میں صرف دو "اینٹی ایرکرافٹ" توپیں تھیں، اب بہت سی توپیں نصب کر دی گئی ہیں۔

پُر اسرار قلعہ بندیاں

جبرالٹر کی حفاظتی اسکیم میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ کسی کو وہاں چٹانوں اور اونچی چٹانوں کے ایک بڑے ڈھیر کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، لیکن ان پہاڑوں اور چٹانوں کے اندر بہت سے غار اور سرنگیں ہیں سیکڑوں اندرونی راستے ہیں جو بجلی سے ہر وقت روشن رہتے ہیں اور ایسے تہ خانے ہیں جہاں غلوں اور سامان جنگ کی کثیر مقدار رکھی جا سکتی ہے، اور ضرورت کے وقت بڑی بڑی فوجیں پناہ لے سکتی ہیں، ملٹری ہائی کمانڈ اور وزارت جنگ کے افسروں کے سوا کسی کو ان سیکڑوں پوشیدہ راستوں سرنگوں اور تہ خانوں کا علم نہیں ہے جن کے اندر ہزاروں کی تعداد میں مسلح فوجیں رہ سکتی ہیں اور چھپے ہوئے توپ خانوں سے اس طرح حملہ کر سکتی ہیں کہ بلند چٹانوں سے باہر کسی کو کچھ دکھائی نہ دے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ یہ گولے کہاں سے آ رہے ہیں؟

یہ تمام غار اور تہ خانے اور خفیہ راستے آجکل ہی نہیں بنائے گئے ہیں کئی پشتوں سے اندرونی تعمیرات کا کام جاری ہے ان نئی ہاتھوں نے پرانے غاروں کو زیادہ وسیع کر دیا ہے، اور بہت سی قدرتی گیلریوں کے درمیان راستے بنا دئے ہیں اس سلسلہ میں ایک بندر کا قصہ مشہور ہے کہا جاتا ہے کہ جنگ عظیم سے پہلے ایک غار کے درّے پر ایک بندر بیٹھا ہوا دیکھا گیا چند منٹ بعد یہ بندر غائب ہو گیا اور دور پر ایک دوسری جگہ دکھائی دیا۔ اس راز کو دریافت کرنے کے دوران میں انجینیروں کو نئے اندرونی راستے اور تہ خانے مل گئے اس طرح صدیوں کی محنت میں اس حیرت انگیز مقام کو مسلح کیا گیا ہے۔

قدرتی تحفظ!

جب شہروں کا یہ حال ہے کہ وہ ہوائی بمباری کے ذریعہ تباہ و برباد کئے جا سکتے ہیں لیکن جبرالٹر بڑی بڑی چٹانوں اور پہاڑی چوٹیوں کے باعث ایک قدرتی تحفظ حاصل ہے کوئی ایسا نہیں کر سکتا کہ ان سر بفلک پہاڑوں کو بمباری سے تباہ کر دے ابھی ایک صدی بھی نہیں گذری ہے کہ دشمن کے ایک بحری بیڑے نے جبرالٹر کی چٹانوں پر گولہ باری کر کے ان کو توڑ دینا چاہا تھا لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور خود یہ بحری بیڑا ہی تباہ و برباد ہو گیا یہ ضرور ہے کہ اس زمانے میں ہوائی جہاز نہیں تھے پھر بھی اس زمانے میں جبکہ ہوائی بمباری انسانی زندگی کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے کوئی ہوائی جہاز جبرالٹر کی چٹانوں سے اوپر پرواز نہیں کر سکتا اس کا سبب یہ ہے کہ وہاں اینٹی ایرکرافٹ توپیں انتہائی بلندیوں پر موجود ہیں اور دشمن کے ہوائی جہاز فوراً ان کا نشانہ بن کر تباہ ہو جائیں گے جدید انجینیرنگ کا یہ ایک حیرت انگیز کرشمہ ہے اور ایک ملٹری "راز" بھی ہے کہ ایسے ڈھلواں پہاڑوں کی چوٹیوں تک یہ توپیں کس طرح پہونچائی گئیں؟

جبرالٹر کا قصبہ!

کوہ جبرالٹر کے دامن میں اسپین کی سرحد کے سلسلہ جبرالٹر کا قصبہ آباد ہے جہاں ایک جزیرہ کی طرح شہری اور فوجی آبادی موجود ہے اس جزیرہ کا نقشہ خاص طور پر بنا لیا گیا تھا تاکہ جنگ کے زمانے میں شہری آبادی کو فوراً جبرالٹر کی قلعہ بند چٹانوں کے اندر غاروں اور تہ خانوں میں پناہ دے دی جائے فوجی اور شہری آبادی کے لئے پانی کے بڑے بڑے خزانے تعمیر کئے گئے ہیں اس کے علاوہ پوشیدہ مقامات میں بھی غلوں اور سامان جنگ کے اسٹور اور پانی کے خزانے موجود ہیں تاکہ جنگ کے دوران میں جبرالٹر کی فوجی اور شہری آبادی کو بھوکا پیاسا نہ مرنا پڑے،

جبرالٹر یقیناً ایک قدرتی قلعہ ہے جو بحر روم کے مغربی دروازے کو کنٹرول کرتا ہے بحر روم میں کسی جہاز کا جبکہ داخل ہونا یا اس سے باہر جانا ممکن نہیں ہے اس کی چٹانوں میں چھپی ہوئی نگراں آنکھیں ہمیشہ ہر ایک جہاز کی ہر حرکت کو دیکھتی رہتی ہیں، کیونکہ جو جبرالٹر کے سامنے ہے ابھی اس کا مقابلہ کرنے کے لائق نہیں ہوا ہے اس لئے ظاہر ہے کہ جبرالٹر جس کا قبضہ ہوگا وہی بحر روم کے مغربی دروازے کو کنٹرول کرے گا،

مالٹا کی اہمیت!

یہ کہنا صحیح ہے کہ مسولینی جبرالٹر سے زیادہ مالٹا سے خائف ہے، جبرالٹر اٹلی سے دور ہے،

(باقی صفحہ ۲ پر)

اگر اس میں کچھ حصہ کم ہو جائے تو دُبلا ہو کر طاقتہ زیادہ آرام محسوس کریگا (جرمن اخبار "داس شوارز کورز")

اسپین اور جبرالٹر

("تیج ویکلی" کے خاص شاعر کے قلم سے)

آپ نے یہ دردِ دل جس طرح ہم کو دیدیا | اب ہماری آہِ سوزاں میں اثر بھی دیجیے
ہم بھی کچھ اپنی حفاظت کا کرینگے بندوبست | تیغ اُن کو دی ہے تو ہم کو سپر بھی دیجیے

دیکھئے برطانیہ سے جرمنی کی چھیڑ چھاڑ
کہتا ہے اسپین کو جبرالٹر بھی دیجیے

اس ہفتہ کیلئے ایک خیال: کیرکٹر ایک مالا ہی جسکی ایک گرہ کھلنے پر تمام موتی بکھر جاتے ہیں (کارلائل)

بھی بڑی سہولت ہوگی۔ اگر تعلیم یافتہ لوگ ملکر اس مسئلہ پر غور کریں اور ایک ہی رسم الخط کا تصفیہ کریں تو اس کا عام ہو جانا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ اگر خوش قسمتی سے اس تجویز کو عمل کا جامہ پہنایا جائے تو ہندوستان میں صرف دو رسم الخط رہ جائیں گے۔ ایک "دیوناگری" اور دوسرا "اردو" اور ہر قوم یہ بات اپنا فرض سمجھے گی کہ دونوں میں مہارت پیدا کرے۔ ہمیں ہندوستان کی تمام زبانوں سے محبت ہے اور ہم نے جتنے رسم الخط ممکن ہو سکے سیکھے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس راہ میں بھی مہاتما گاندھی کی رہنمائی ملک کے لئے بیحد مفید ثابت ہوگی اور زبان کا جھگڑا جو ہماری بدقسمتی سے فرقہ وارانہ صورت اختیار کر چکا ہے، جلد ختم ہو جائے گا۔

"گناہ کی آمدنی"!

بمبئی میں منع سے زیادہ شراب ہے اسلئے زیادہ [illegible] "شراب بندی" تھا۔ حکومت بمبئی کو منشیات سے جو سالانہ آمدنی ہوتی تھی اسکا نقشہ ذیل میں درج ہے:-

دیسی شراب تاڑی وغیرہ	۱۹۳۵-۳۴ میں	۴۶،۳۹۲۸۰ روپے
غیر ملکی شراب		۲۳۲۶۵۱۹۴ "
دیسی شراب	۱۹۳۵-۳۶ میں	۱۵۸،۰۶۸۷۰ "
غیر ملکی شراب		۲۶۰۹۷۳۵ "
دیسی شراب	۱۹۳۶-۳۷ میں	۱۵۵۶۸۷۳ "
غیر ملکی شراب		۲۲۹۷۱۸۱ "
دیسی شراب	۱۹۳۷-۳۸ میں	۱۵۴۴۳۷۵۰ "
غیر ملکی شراب		۲۴۹۴۵۴۰ "

اس کثیر آمدنی کو بمبئی کی کانگریسی حکومت نے صرف پبلک مفاد کے خیال سے خیرباد کہہ دیا اس بے مثل قربانی اور جرأت کی تعریف جہاں تک کی جائے کم ہے۔ "گناہ کی آمدنی" کی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومت بمبئی نے بمبئی کے باشندوں پر جس میں ہندو، مسلمان، عیسائی، پارسی شامل ہیں ایک نیا ٹیکس لگایا ہے اس کے خلاف پروٹسٹ صرف مسلمانوں نے کیا تھا۔ وہ ابھی واپس ہو گیا ہے۔

"دیوداسی" سسٹم کا انسداد!

[illegible] مدراس کی لیجسلیٹو اسمبلی نے [illegible] سرکاری [illegible] دیوداسی [illegible] سسٹم کا خاتمہ [illegible] خوشحال [illegible] سوسائٹی کے [illegible] ایسے [illegible] علاوہ [illegible] مبارکباد [illegible] کر [illegible] اسمبلی سے دیوداسی سسٹم کے [illegible] کو مسلم کر لیا ہے صرف چند نردشی مندروں کی طرف سے ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت

مدراس اس بل کو قانونی شکل دینے میں تاخیر سے کام نہ لے گی۔ دقیانوسی پنڈتوں کا پروٹسٹ اصلاح پسندوں کو اس نیک عمل سے باز نہیں رکھ سکے گا۔

یو۔ پی کا زرعی بل!

کانگریسی حکومت نے وجود میں آتے ہی صوبہ یو۔ پی میں پبلک مفاد کے جن کاموں کو ہاتھ لگایا تھا ان میں ایک ایسے زرعی بل کی تجویز بھی تھی جو کسانوں کی حالت کو بہتر بنا سکے۔ پچھلے سال جب یہ بل صوبائی اسمبلی میں پیش ہوا تو اس پر سخت ترین نکتہ چینی ہونے لگی۔ یہ کہا گیا کہ حکومت اور زمینداروں کی درمیان سمجھوتہ کے امکان پیدا ہو گئے ہیں۔ سمجھوتہ بعض اہم مسائل پر ہو بھی گیا لیکن اب جبکہ زرعی بل "جیسا کمیٹی" سے باہر آ چکا ہے تو پھر بعض زمیندار اسکے خلاف زہر افشانی کر رہے ہیں۔ اور سمجھوتہ کی اسپرٹ کو خیرباد کہہ رہے ہیں جسکا وعدہ انہوں نے کیا تھا۔ لیکن اس زرعی بل کی اصلی حقیقت یہ ہے کہ یو۔ پی کے ایک سب سے بڑے زمینداروں میں سے ایک نے جن کو سرکاری نظم و نسق کا بھی کافی تجربہ ہے کہا ہے کہ اگر یو۔ پی میں کوئی "زمینداری وزارت" بھی قائم ہوتی جب بھی وہ کم سے کم مراعات کسانوں کو ضرور دینے پڑتے جو اس بل میں موجود ہیں۔ اس سے کم پر یو۔ پی کے کسان کبھی راضی ہی نہیں ہو سکتے۔ عقلمندی کا تقاضہ یہی ہے کہ وقت کی اسپرٹ کو پہچان لیا جائے اور اس بل کو جلد از جلد اسمبلی میں پاس کر کر قانون بنا دیا جائے۔

جیلخانوں میں تعلیم!

صوبہ بہار کی کانگریسی حکومت نے تعلیم کی ترقی کے لئے جو قدم اٹھایا ہے وہ عوام ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا اثر جیل خانوں تک پہونچا ہے۔ وہاں تمام غیر تعلیم یافتہ قیدیوں کو لکھنا پڑھنا سکھلایا جا رہا ہے ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ایک سال کے اندر اس تعلیمی اسکیم نے جیلخانوں کے اندر بڑی کامیابی حاصل کی ہے [illegible] غیر تعلیم یافتہ قیدی بہار کی جیلوں سے تعلیم یافتہ ہو کر نکلے ہیں۔ یہ بھی ایک خبر ہے کہ جیل قیدیوں [illegible] بھی رہا ہو کر حکومت کا شکریہ ادا کیا ہے اس تعلیم سے [illegible] اخلاقی اصلاح [illegible] [illegible] حکومت بہار [illegible]

زنانہ ٹریننگ کالج!

[illegible] "[illegible]" کا افتتاح صوبہ [illegible] کے وزیر تعلیم ڈاکٹر [illegible] کے ہاتھوں ہوا۔ اس کالج کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو چھوٹے پیمانہ پر یو۔ پی کے اضلاع میں [illegible] اسکول چلانے کی تعلیم دی جائے۔ اس میں شک نہیں ہے عام تعلیمی جہاد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کا خاص خیال رکھنے کی ضرورت تھی۔

کراؤن پولیس دستہ

حکومت ہند نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سنٹرل انڈیا کی ریاستوں کی مشکلات کے وقت کام آنے کے لئے نیمچ کے مقام پر حکومت ہند کا ایک خاص مرکزی پولیس دستہ رکھا جائے گا جس کا نام "کراؤن پولیس بٹالین" ہوگا۔ ابتک ہندوستان میں "لا اینڈ آرڈر" قائم رکھنے کے لئے "پولیس" کا تعلق صرف صوبجاتی حکومتوں سے تھا۔ لیکن ہندوستان کی جمہوریت پسند ریاستوں کی بدولت اب حکومت کو بھی بارے ایک پولیس دستہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کراؤن پولیس کی فوج اس لئے قائم کی گئی ہے کہ حکومت بالادست کو ہندوستانی ریاستوں کی طرف اپنا فرض ادا کرنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حکومت بالادست نے اس پردے میں ریاستی فرمانرواؤں کی طرف سے اپنے فرض کو بہت جلد محسوس کر لیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ جب ریاستی رعایا کے خلاف یہ کراؤن پولیس بوقت ضرورت استعمال کی جا سکے گی کیا اس رعایا کی طرف حکومت بالادست کا کوئی فرض نہیں ہے؟ خیال کیا جاتا ہے کہ اس طرح کے "کراؤن پولیس دستے" ریاستوں کی امداد کے لئے دوسرے صوبوں میں بھی قائم کئے جائیں گے اور ان کے اخراجات کا بار لازمی بجٹ پر ڈالا جائے گا۔ مرکزی اسمبلی میں (اگر اس کا کوئی اجلاس ہوا) اس کے خلاف سخت ترین پروٹسٹ ہونا چاہئے۔

سکندری اسکیم

پچھلے دنوں پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات خاں نے ہندوستان کے حصے بخرے کر ڈالنے کے لئے ایک بے معنی اور بے نتیجہ اسکیم پیش کی تھی جس کی تفصیلات اخباروں میں آ چکی ہیں۔ اس اسکیم کی دھجیاں قوم پرست اخباروں میں اڑائی جا چکی ہیں۔ ہم ذیل میں اپنے مسلم معاصر "ہند" کلکتہ کا نقطۂ نگاہ پیش کرتے ہیں:-

"اس وقت ملک کے سامنے سکندری اسکیم آئی ہے۔ لوگ اس پر غور کر رہے ہیں۔ ہندو مسلم سوال کو ایک خاص نقطۂ نگاہ سے حل کرنے کی تجاویز پیش ہو رہی ہیں۔ اس اسکیم کا لب لباب یہ ہے۔ اگر گاڑی کسی جگہ اٹک گئی ہے تو اسے توڑ ہی کیوں نہ دیجئے۔ اس کا ایک ایک حصہ الگ کر دیا جائے۔ اس کے بعد کو یہ حصے ایک دوسرے کے بغیر کام چلا سکیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اسکیم "ہی قانون فطرت اور سوسائٹی کے خلاف نیز سوسائٹی کی قدرتی رفتار کے برعکس ایک فضول جدوجہد اور دماغ سوزی ہے۔ یہ اسکیم بھی رفتار سوسائٹی کی بصیرت سے بالکل خالی ہے۔ سوسائٹی کی اقتصادی اور تمدنی زندگی جتنی ترقی کر چکی ہے اس سے پیچھے ہٹنے میں ترقی کے بجائے ہلاکت لازمی ہے۔ اب وہ دور نہیں رہے جب مخصوص علاقے میں مخصوص فرقے بس سکتے تھے۔ اقتصادیات اور تمدن کی ترقی نے یکدوسرے کو اس طرح ملا دیا ہے کہ دنیا کے ہر حصہ اور قوم کا فرد فرد (تو دوسرا) ایک دوسرے پر دارومدار ہو چکا ہے۔ سوسائٹی کی ترقی کی رفتار کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ انسانوں کی جداگانہ اور فرقہ وارانہ زندگی کو توڑ مروڑ کر سوسائٹی متحد ہوتی بڑھتی جا رہی ہے۔ [illegible] حقیقت یہ ہے کہ جو حضرات موجودہ سامراجی نظام کے ماتحت فرقہ وارانہ کشمکش کے مسئلہ کو حل کرنا چاہتے ہیں وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ جب تک کسی مکان کی بنیاد ٹیڑھی رہے گی اس پر جتنی بھی دیواریں اٹھائی جائیں گی وہ ٹیڑھی ہی ہوں گی۔ اگر سامراجی نظام کو ہٹا کر ہندوستان میں ایک نیا جمہوری نظام قائم ہو جائے تو کسی کو کسی سے خطرے کا اندیشہ باقی رہے گا۔"

حاکم اور محکوم ممالک کا رقبہ

جرمنی کے پروپیگنڈہ ڈیپارٹمنٹ کی کارروائیاں قابل داد ہیں۔ یہ تو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تمام جرمن اخبارات ڈاکٹر گوئبلز کے محکمہ پروپیگنڈا کی مختلف آوازیں ہیں۔ ایک جرمن اخبار یہ سوال کرتا ہے کہ "طاقتوں کے توازن کو بگاڑنے کا ذمہ دار کون ہے؟" وہ اس کے جواب میں خود ہی مندرجہ معلومات پیش کرتا ہے:۔ "صرف چار کروڑ ستر لاکھ انگریز اس وقت دنیا کے ایسے حصوں پر حکمرانی کر رہے ہیں جن کا مجموعی رقبہ خود انکے ملک یعنی انگلستان سے ایک سو چالیس گنا زیادہ ہے۔ چار کروڑ فرانسیسی اپنے ملک سے بیس گنا رقبہ پر حکمران ہیں۔ اسی لاکھ ڈچ ایسی مملکت پر قابض ہیں جو ان کے ملک سے ساٹھ گنا زیادہ رقبہ رکھتی ہے اور ساٹھ لاکھ اہل بلجیم اپنے ملک سے اسی گنا رقبہ پر فرمانروائی کر رہے ہیں۔" ان اعداد و شمار کو پیش کرنے سے غالباً جرمن پریس کی مراد یہ ہے کہ جرمنی کو بھی ان میں سے کچھ حصہ ملنا چاہئے۔ مسٹر چیمبرلین اور ایم ڈلاڈیر ہی اس کا جواب دے سکتے ہیں۔

"شیعہ سنی" قضیہ

تقریباً چھ ماہ ہوئے کہ لکھنؤ میں "شیعہ سنی" ہنگامہ آرائی جاری ہے۔ نہ صرف مقامی رہنماؤں نے بلکہ باہر کے چند سربرآوردہ حضرات نے بھی ان دونوں فریقوں کے درمیان سمجھوتہ کرانا چاہا۔ اس سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مسٹر سبحان احمد کے نام بھی لئے گئے لیکن ابتک شیعہ اور سنی حضرات آپس میں لڑ رہے ہیں اور [illegible] ریلوں سے جیل بھرے جا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پنجاب کے بعض خاکساروں نے یہ الٹی میٹم دیا ہے کہ اگر وسط اگست تک یہ جھگڑا ختم نہیں ہوگا تو وہ لوگ "زبردستی" دونوں فریقوں کے درمیان سمجھوتہ کرا دیں گے۔ زبردستی کا "سمجھوتہ" ہماری سمجھ سے باہر ہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سمجھوتہ کن ذرائع سے کیا جائے گا۔ سب سے بہتر یہی ہے کہ شیعہ اور سنی حضرات آپس ملکر اپنے جھگڑے کو ختم کریں اور وہ سمجھوتہ کریں جو دونوں کے خلوص پر مبنی ہو۔

اشارات

ہندوستان کے بعض سرکاری محکموں سے رشوت ستانی کے انسداد کے لئے جو کوششیں کی جا رہی ہیں اُن کو بارآور ہوتا دیکھنا ممکن نہیں تو کسی قدر مشکل ضرور معلوم ہوتا ہے۔ عدالتوں میں مقدمہ بازی کے سلسلہ میں جو ناجائز رقمیں لوگوں کو ادا کرنی پڑتی ہیں اُن کا تذکرہ کرنا ایک کھلی ہوئی بات کو دہرانا ہے۔ مقدمہ کا کوئی فریق جب تک کہ چھوٹے چھوٹے کارندوں، اہلمدوں اور محرروں کی مٹھی گرم نہ کرے وہ اپنے مقدمہ کی اچھی طرح پیروی نہیں کر سکتا اور اس کی راہ میں بیسیوں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ رشوت ستانی کے انسداد کے لئے بڑی بڑی اسکیمیں بنائی گئیں، کمیٹیوں نے رپورٹیں کیں، تحقیقات کا سلسلہ جاری کیا گیا یہاں تک کہ ہندوستان کی بعض کچہریوں میں یہ دیکھا گیا کہ اعلیٰ اسٹاف کے کمرے چاروں طرف آہنی جال سے گھیر دیئے گئے ہیں تاکہ "موکلوں" کے ہاتھوں کی رسائی اسٹاف کے ہاتھوں تک نہ ہو اور "منسٹیک ہینڈ" کرنے کی کوئی راہ نہ رہے۔ البتہ ما جونی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ تک تقریر منتقل نہ کر دیا جائے لیکن یہ مانا جاتا ہے کہ "پیسے" کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ کسی نہ کسی طرح ۔۔۔ غلط ۔۔۔ لئے راہ نکال ہی لیتے ہیں اور کہیں کہیں عدالتی شعبوں کے کمروں کے گرد جو آہنی جال ہیں کوئی اس کا ۔۔۔ البتہ یا یوں اس پار سے اُس پار ۔۔۔ معین اقتراح ہے کہ "مٹی میں" کی برطانی اجارہ داری کے جاپانی ۔۔۔ کی طرح ۔۔۔ عدالتی اسٹاف کے گرد "کی مسعودی موجی بندی" کلکٹے وزاروں "یا" بجلی کی رو ۔۔۔ سے ناروں ۔۔۔ سے نہیں گئی ہے اگر ایسا ہوتا تو ممکن تھا کہ رشوت ستانی کا انسداد ہو جاتا۔

یہ حال کہنا یہ ہے کہ جب سے ہندوستان کے آٹھ صوبوں میں کانگریسی وزارتیں قائم ہوئی ہیں اکثر کانگرس صوبوں میں رشوت ستانی کے انسداد کی پُرزور کوششیں کی جا رہی ہیں لیکن ہر جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کوششوں کو موثر اور کامیاب بنانے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے۔ صوبہ یو پی کے ایک ممبر اسمبلی نے بھیس بدل کر رشوت ستانی کے مجرموں کو پکڑنے کا ایک بہترین طریقہ ایجاد کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جولسار ۔۔۔ کے پہاڑی علاقہ کے باشندوں کی اقتصادی اور نسلانی حالت کو ۔۔۔ کی غرض سے حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائی ہے اس کے ایک پنڈت جیا بیر بیاگی ایم ایل اے کو کثر وہاں جانا پڑا۔ علاقہ کے کسانوں سے ان سے شکایت کی کہ پٹواری رشوت ستانی کا بازار گرم ہے اور "اہلمد" حضرات "دستوری" کے نام سے جابرانہ رقم غربا سے وصول کیا کرتے ہیں۔

چونکہ پنڈت جی موصوف خود اپنی آنکھوں سے اہلمدوں کی رشوت ستانی اور "دستوری طلبی" کا تماشا دیکھنا اور مجرم کو اس کے "دستِ شاہ ہاتھوں کے ساتھ" پکڑنا چاہتے تھے انہوں نے اپنا لباس اتار کر ایک غریب دیہاتی کسان کا روپ اختیار کیا ایک میلی سی پرانی دھوتی پہنی پھٹی پرانی پگڑی سر پر باندھی، ہاتھ میں ایک دیہاتی ڈنڈا لیا اور بھیس بدل کر چند پیسے کسانوں میں جا ملے جو ایک اہلمد سے باتیں کر رہے تھے۔ یہ باتیں "لین دین" کی تھیں، کسان غریب تھے وہ کہتے تھے کہ ہم ساڑھے تین روپے سے زیادہ "دستوری" نہیں دے سکتے اور اہلمد صاحب اڑ کر پورے سات روپے یعنی اس کی ڈبل رقم کا مطالبہ کر رہے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اگر ان کا یہ مطالبہ حق بجانب یعنی پوری "دستوری" ان کو نہ دی جائے گی تو کسانوں کا کام بن نہ سکے گا۔ پنڈت جی کی زندگی میں یہ ایک سنسنی پیدا کرنے والا واقعہ تھا انہوں نے تمام باتیں سننے کے بعد اپنی شخصیت کو ظاہر کر دیا، پھر تو اہلمد صاحب "بھونچکا" ہو گئے، اور تھر تھر کانپنے لگے، پنڈت جی نے وہاں سے واپس جا کر یہ واقعہ سلمنے افسر کو سنا دیا اب اہلمد کی جان پر جو آفت آئی ہو گی اس کا اندازہ کر لیجئے۔

رشوت ستانی کا یہ صرف ایک واقعہ ہے جو ایک ممبر اسمبلی کے بھیس بدلنے سے ظہور میں آیا۔ ایسے ہزاروں لاکھوں واقعات روزانہ ہندوستان میں ہوتے ہوں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ رشوت ستانی کے انسداد میں اب تک کوئی بڑی کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے اس لعنت نے بہت دنوں سے ایک مضبوط جڑ پکڑ لی ہے۔ اس کے انسداد کے لئے حکومتوں کو انتھک کوششیں کرنی پڑیں گی، اگر سرکاری محکموں کے اعلیٰ افسر خود بھیس بدل کر رشوت ستانی کی تحقیقات نہ کر سکیں تو اتنا تو ضرور کر سکتے ہیں کہ چند ذمہ دار، قابلِ اعتماد اور بڑے عقال کا ایک خفیہ اسٹاف بنائیں جو مختلف شہر کے مقدمہ بازوں اور غریب دیہاتیوں اور کسانوں کا بھیس بدل بدل کر رشوت ستانی کے واقعات کی رپورٹیں اعلیٰ افسروں تک پہنچایا کریں، بہت ممکن ہے کہ اس سے ماتحت ملازموں کے دلوں میں ڈر اور خوف پیدا ہو جائے اور رفتہ رفتہ وہ رشوت ستانی سے باز آ جائیں۔

راز و نیاز

(اس کالم کے لئے ہم مزید ناظرین کو سوالات بھیجنے کی دعوت دیتے ہیں جن کے جواب دلچسپ پیرایہ میں دیئے جائیں گے جو حضرات سوال بھیج چکے ہیں اور ان کا جواب اس اشاعت میں درج نہیں ہے ان کو آئندہ اشاعتوں کا انتظار کرنا چاہیئے۔ ایڈیٹر)

سوال: (۱) خدا نے ہم کو پیدا کس لئے کیا ہے؟
(۲) اگر ہندوستان آزاد ہو جائے تو اس کی حکومت کس طرح ہو سکتی ہے؟ (رام پرکاش، برٹن)

جواب: (۱) اس کا جواب اس شعر میں ہے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

(۲) اگر ہندوستان آزاد ہو جائے تو یہاں ایک قومی جمہوریت قائم ہو گی جس میں تمام فرقے ہوں گے اور کسی کو کوئی شکایت نہ ہو گی۔

سوال: نووکینسی (NOVACANCY) کے کیا معنی ہیں اور اس کا استعمال کہاں کہاں ہوتا ہے؟
(بیجے نرائن سنگھ، دہلی)

جواب: "نو ویکنسی" کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اسامی خالی نہیں ہے۔ اس کا استعمال ہر اس دفتر کے دروازے پر ہوتا ہے جہاں نہ نو ملازمتوں کے سلسلہ میں درخواستیں لی جاتی ہیں اور نہ انٹرویو کیا جاتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان راستوں تشریف نہ لائیے اور اُلٹے پاؤں واپس ہو جائیے۔ ایک قدیم فلسفی نے کہا ہے کہ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" جب ہندوستان میں بے روزگاری زیادہ ہو گئی اور نوکری کی تلاش میں لوگ در بدر مارے پھرنے لگے تو دفتروں کو "نو ویکنسی" کی تختی کی بھی ضرورت محسوس ہوئی، آپ یوں سمجھ لیں کہ بے روزگاری کے زمانے کی ایجاد ہے اس سلسلہ میں "حاجی لق لق" کی ایک رباعی بھی سن لیجئے:

سنت کا کوئی کام نہیں سیکھا ہے انگریزی کو البتہ بہت گھوٹا ہے
پاتا ہوں لکھا ہر جگہ "نو ویکنسی" روزی نہیں ملتی ہے یہی رونا ہے

سوال: میرے ہمسایہ کی بیوی اپنے بچوں کو گالیاں اور کوسنے بہت دیتی ہے اس کے باعث اس کا خاوند و نیز محلہ والے بھی پریشان ہیں اس کی اس عادت کو کیونکر ترک کرایا جا سکتا ہے؟ (بشارت علی، مرادآباد)

جواب: دنیا نے اب تک کوئی ایسا بہادر پیدا نہیں کیا جو عورت کی کسی عادت کو بھی ترک کرا سکے، جب نپولین اعظم اور اتاترک کمال اس مقصد میں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو ہماری آپ کی کیا ہستی ہے بجز صبر کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔

سوال: اخبارات لکھتے ہیں کہ ہٹلر حُسن پرست ہو گیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اس نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟
(کنور گوردت سنگھ)

جواب: ہٹلر کی حسن پرستی کی داستانیں ہم نے بھی سُنی ہیں لیکن اس نے شادی کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب خود ہٹلر ہی دے سکتا ہے ہٹلر کو خط لکھ کر دریافت کر لیجئے، انگلستان کے سیاست دان مسٹر چرچل کا خیال یہ ہے کہ ہٹلر اگر شادی کر لے اور ایک سے دو ہو جائے تو یورپ موجودہ خطرے سے باہر نکل جائے گا۔

سوال: کیمیا کے بارے میں ایک صاحب کہتے تھے کہ اگر نپولین کو وہ ایک مرکب کھلا دیتے تو نپولین نہایت ڈرپوک شخص بن جاتا کیا ایسی کوئی دوا ہے جو معمولی عقل کے آدمی کو فہم و فراست کے بلند معراج تک پہنچا سکے؟
(رگھونندن سنگھ چودھری، گوڑگانوہ)

جواب: براہِ عنایت ہمیں اس شخص کا پتہ لکھ بھیجئے جس نے ایسا مرکب ایجاد کیا ہے، نپولین تو دوسری دنیا میں ہے لیکن آجکل اگر وہ ایسا مرکب کسی طرح ہٹلر اور مسولینی کو کھلا دیں تو دنیا کا کام بن جائے گا۔ مسٹر چیمبرلین کو ایک ایسی دوا کی ضرورت ہے جو ان کو ڈرپوک کی بجائے دلیر اور باہمت بنا دے، رہا بیوقوف کو عقلمند بنانا تو اس کا علاج لقمان اور جالینوس کے پاس بھی نہ تھا یہ نیا زمانہ ہے ممکن ہے کوئی ایسی دوا آئندہ ایجاد کی جائے سر دست تو احمق کو احمق ہی رہنے دیجئے۔

سوال: میں اپنے شہر میں "کھدر بھنڈار" کھولنا چاہتا ہوں براہ مہربانی اس کے متعلق کافی واقفیت بہم پہنچائیں۔ (راجندر پرشاد جین، ریاست جنید)

جواب: آل انڈیا اسپنرز ایسوسی ایشن (چرخہ سنگھ) سے دریافت کیجئے آپ کو مم واس کے متعلق کافی واقفیت حاصل ہو جائے گی، یا اگر آپ چاہیں تو پلکھوہ کے مجلا ہوں سے اس کاروبار میں مدد لیں، آپ کو کھدر بھنڈار کھولنے میں اس ذریعہ سے بڑی آسانی ہو گی۔

رفتار زمانہ

اگرچہ اس وقت دنیا کی آنکھیں ڈانزگ پر لگی ہوئی ہیں اور ہر حلقہ میں پولینڈ کو جرمنی کی دھمکیوں کا تذکرہ ہو رہا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی اپنی جد وجہد کو صرف پولینڈ ہی تک محدود رکھنا نہیں چاہتا۔ اس نے ہنگری اور یوگوسلاویہ میں بھی ریشہ دوانیاں شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ اس وقت ہنگری پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ محوری طاقتوں کے ملیٹری معاہدہ میں شریک ہو جائے۔ ہنگری کے لئے یہ ایک نازک ترین وقت ہے اور اس کے فیصلہ پر ہنگری کی آئندہ کارروائیوں کا دار و مدار ہوگا۔

ہٹلر کا خیال ہے کہ اگر ہنگری اس کے ساتھ ہو جائے گا تو سے پولینڈ، زیکوسلواکیہ اور رومانیہ پر حملہ کرنے کا ایک محفوظ راستہ مل جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ "سیر و سیاحت" کے پردے میں ہنگری کے وزیر خارجہ کاؤنٹ لیسکی نے ہٹلر اور مسولینی سے ملاقاتیں کی ہیں۔ اس واقعہ سے برلن اور روم میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے ایک دوسری اہم بات یہ ہے کہ جرمنی نے سلواکیہ سے ایک ملیٹری معاہدہ کر لیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ضرورت کے وقت جرمنی اپنی فوجوں سے سلواکیہ کی حفاظت کرے گا۔

ٹوکیو (دار الحکومت جاپان) میں برطانیہ اور جاپان کے درمیان چین کی جنگ اور ٹین ٹسن کے محاصرہ کے متعلق جو گفت و شنید ہو رہی تھی وہ کسی کامیاب نتیجہ تک نہیں پہنچی ہے۔ اب یہ امر یقینی ہے کہ یہ گفتگو ختم ہو جائے گی اور اس سے کوئی فائدہ برآمد نہ ہوگا۔ جاپان چاہتا ہے کہ برطانیہ چین میں جاپانی کرنسی کو تسلیم کر لے لیکن برطانیہ نے اس سے انکار کر دیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اب "ٹین ٹسن" کا محاصرہ زیادہ سخت کر دیا جائے گا۔ اور برطانیہ کے خلاف مزید مظاہرے ہوں گے اور ہانگ کانگ وغیرہ کو بھی جاپانی دھمکیوں اور دست درازیوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

چین کے کرتا دھرتا "مارشل چیانگ کائی شیک" نے صاف کہہ دیا ہے کہ جاپان کے مطالبات کو چین کبھی تسلیم نہیں کر سکتا، اور جب تک جاپانی سپاہی چین میں رہیں گے چین کبھی صلح پر آمادہ نہ ہوگا، اور اہل چین اپنے خون کا آخری قطرہ بھی پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہندوستان کو چین کے ساتھ جو خاص ہمدردی ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو، جنرل چیانگ کائی شیک سے ملاقات کرنے کے لئے اور محاذ جنگ پر چینیوں کی بہادری اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز چین جا رہے ہیں۔ آپ ۲۰ اگست کو الہ آباد سے روانہ ہو کر ۲۲ اگست کو چنگ کنگ پہنچ جائیں گے۔

برطانیہ اور فرانس میں نقلی جنگ کی مشق پر بڑے زور و شور سے عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اور مشرقی جنوبی یورپ میں ترکی نے بھی ایک فوجی مشق کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ مشق بلغاریہ کی سرحدوں کے قریب کی جانے والی ہے جس میں ترکی فوجی دستے حرکت میں لائے جائیں گے۔ چونکہ برطانیہ اور ترکی میں دوستی ہے اس لئے برطانیہ کے ایک بحری بیڑے نے پچھلے دنوں ترکی کا سفر کیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مشرقی بحر روم کے معاملہ میں اس وقت برطانیہ کو ترکوں کی دوستی سے بڑی مدد ملنگی ہے اور اٹلی پر شبہ پڑ گیا ہے۔ پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جرمنی اور اٹلی کی دوستی آئندہ کیا رنگ لائیگی۔ کیونکہ اسپین کا محوری طاقتوں میں شامل ہونا ایک جرمنی کی فیصلہ کن بات ہے اور اسپین کی سرحد پر جرمن ایجنٹ پہلے ہی ریشہ دوانی کا کام شروع کر چکا ہے۔

بحر روم میں جو خطرات برطانیہ کو درپیش ہیں ان کے پیش نظر اس نے اپنے مشرقی ایشیا اور آسٹریلیا کی طرف جہازوں کی آمد و رفت کے لئے جنوب کے راس امید کے راستے کی اہمیت محسوس کی ہے۔ چنانچہ برطانیہ کے بحری حکام اب اس فکر میں ہیں کہ دو معمولی جزیرے جو بحر ظلمات میں واقع ہیں ان کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے تاکہ ضرورت کے وقت ان سے اچھی طرح مستفید ہو سکیں۔ یہ دونوں جزیرے جنوبی بحر ظلمات میں واقع ہیں اور ان کے نام سینٹ ہیلینا اور اسنسن ہیں۔

جرمنی کے نازی ایجنٹوں نے ایران میں بھی ریشہ دوانی شروع کر دی ہے اور ترکی و ایران کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ایران بھی محوری طاقتوں میں شریک ہو جائے ایرانیوں کو یہ سبز باغ دکھلایا جا رہا ہے کہ اس سے ان کی صنعت تجارت کو بہت بڑا فائدہ پہنچے گا۔ جنوبی افریقہ میں بھی جرمنی کا پروپیگنڈا ایک خفیہ سیاسی انجمن کے ذریعہ کیا جا رہا ہے"

مرزا غالب سے ایک انٹرویو

(از مسٹر نند کشور جھنگن ایم اے)

کہتے ہیں جو غم دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے (غالب)
کہتے ہیں عالم تو عہد کے ساتھ دنیا میں آیا تھا، بے غم ازل
سے پہلے بھی رہتے تھے مٹی خاک کے سپرد کیا تھا اور یہ
بھی ٹھیک ہے کہ دلی ہو یا ہند کے سوا کہیں اس کا
مقام بھی تو نہیں تھا،

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا (ایک ذہن)

پھر یہ ہے کیا بلا؟ تیئے ذرا معتبر عشقِ شاعر خیابات
مرزا تو سنتے ہی پوچھ دیکھیں، آپ ابھی نے ان کے ساز
دل کے کسی درد ناک تار کو چھیڑ دیا کہ بس پھر شبہ سے
دیکھا آخر نہ کہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے

ہم بھرے بیٹھے تھے لیکن آپ نے چھیڑا ہم کو
استاد! ایسا تنگ دنیا یک بھروٹ نہ فرش وفروش

بیرا مفلس فرسائش،
میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی
لکھ دیا منجملہ اسباب ویرانی مجھے
کہیں دیا سلائی ہو تو لائیے شمع ہی روشن کر لیں
ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے
آہ! وہ بھی تو نہیں، وہ بھی جل چکی ہے اک ذرا سا
ٹکڑا باقی رہ گیا ہے سیاہ پوش، خاموش!
داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
بڑی مصیبت میں بسر کر رہے ہو استاد، اچھا خدا
سب کا [illegible] ہے،
زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے
اس قدر غم بھی تو اچھا نہیں آخر اس کا فائدہ کیا؟
دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے نہ آہِ نیم شبی ہے
للہ کچھ تو اپنی صحت کا خیال کرو، غم نے تب ہی
ہو رہا ہے"
کیجے بیاں سرورِ تپِ غم کہاں تلک
ہر مو مرے بدن پہ زبانِ سپاس ہے
غم نے گھر چوپٹ کر دیا،
گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے
آپ غم کے ایسے آرزو مند کیوں ہیں؟
[illegible] افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا
تو کیا غم سے مفر کی کوئی صورت نہیں؟ کس
قدر مشکل ہے یہ غم!
غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

سنا ہے آپ دلی چھوڑ رہے ہیں، خدارا دلی نہ چھوڑیئے
استاد یہیں رہیئے،
ہے اب اس معمورہ میں قحطِ غمِ الفت اسدؔ
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا
غمِ الفت بھی بھلا کوئی غم ہے میں تو اسے کم جانتا ہوں
کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب
دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا
اچھا استاد یہ تو بتاؤ غم ہے کیا؟ اس سے

بچے ہوئے ہیں، [illegible] ازحیات جو ٹھہرے،
رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا
مگر یہ بھی تو آپ ہی کا ارشاد ہے۔۔؟
دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں
جی ہاں ہے، پھر دل دل ہی ہے،
دن تو خیر کسی نہ کسی طرح کٹ ہی جاتا ہے مگر شب غم،

کبھی چھٹکارا بھی نصیب ہو سکتا ہے؟
قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں
غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج!
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک
خدا کا شکر ہے سنگ و خشت تو اس سے

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا
[illegible] شب فرقت؟
گر نہ اندوہِ شبِ فرقت بیاں ہو جائیگا
بے تکلف داغِ مہ مُہرِ دہاں ہو جائیگا
آپ کہہ گئے اور ہم سن گئے، غم کی [illegible] تو

غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو
مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا
باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر
ہر گلِ تر ایک چشمِ خوں فشاں ہو جائے گا!
ضرور چلو استاد۔ دیکھو تو اب تو بادل بھی
برس کر کھل گیا ہے،
ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا
نہیں چلتے نہ سہی! اچھا یہ تو بتلا دو کہ سوزِ غم
میں کس قدر حرارت ہے؟
آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں
سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے
کیا سوزِ غم کا کوئی نشان بھی ہوتا ہے کبھی کسی
نے اس کا نشان دیکھا بھی ہے؟
ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا
کس سے کہوں کہ داغ جگر کا نشان ہے یہ
کیا سوزِ غم کو دل میں چھپانے کی بھی کوئی حکمت ہے؟
لپٹنا پرنیاں میں شعلۂ آتش کا آساں ہے
ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوزِ غم چھپانے کی
کیا غم جلانے اور مٹانے کے لئے ہی بنا ہے، تربیت
اور پرورش کرنے کے لئے نہیں،
غم آغوشِ بلا میں تربیت دیتا ہے عاشق کو
چراغِ روشن اپنا قلزمِ صرصر کا مرجاں ہے
سنتے ہیں آپ نوحۂ غم اور نغمۂ شادی میں کچھ فرق
ہی نہیں سمجھتے، آخر کیوں؟
ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیئے
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن
غم کو آپ ہمیشہ ہی ٹھہرتے ہیں، جب یہ ساری ہی
ٹھہری تو پھر بس فراغت کیسی؟
کیا کہوں بیماریِ غم کی فراغت کا بیاں
جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس ہے
شمع [illegible] غم [illegible] عجیب سی بات کہہ
رہے ہیں آپ، بھلا ہم بھی سنیں کیونکر؟
غم اس کو حسرتِ پروانہ کا ہے اے شعلہ
ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانیِ شمع
عشق کو بھی آپ غم ہی سمجھتے ہیں، یہ تو عجیب ہے مگر
وہ غنچہ [illegible] در [illegible] ہوا؟
ذرا تحفے تو ایک نظر دیکھئے
جراحت تحفہ، الماس ارمغاں، داغِ جگر ہدیہ
مبارکباد اسدؔ غمخوارِ جانِ دردمند آیا
کیا کسی نے غمِ پنہاں کو سمجھا بھی ہے؟ اگر سمجھا
ہے تو کیسے؟
وہ مری چینِ جبیں سے غمِ پنہاں سمجھا
رازِ مکتوب بہ بے ربطیِ عنواں سمجھا

(باقی اگلے صفحہ پر)

بنادے گا بنانے والا!

(از جناب منشی بشیشور پرشاد صاحب منور لکھنوی)

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

بادۂ آشام بنا دے گا بنانے والا — رندِ خوش کام بنا دے گا بنانے والا
دور ہو بھی تو نہیں دور مکمل اس کا — جام کو جام بنا دے گا بنانے والا
جام کا صرف لبِ مرغ تک آنا ہے ضرور — مے کو گلفام بنا دے گا بنانے والا
شکل آغاز تو جو کچھ ہے وہ آئینہ ہے — شکلِ انجام بنا دے گا بنانے والا
انہیں جلووں کو جو قابل نظرِ خاص کے ہیں — منظرِ عام بنا دے گا بنانے والا
اے غم و پیچ کے نیرنگ میں [illegible] — [illegible] کو دام بنا دے گا بنانے والا
کفر کی عشق میں صورت ہی بدل جائے گی — [illegible] سلام بنا دے گا بنانے والا
کھینچ کر روحِ سخن شعر میں رکھتا ہوں — [illegible] بنا دے گا بنانے والا
زندگی موت کے آغوش میں سو جائے گی — [illegible] بنا دے گا بنانے والا
کام اے گردشِ ایام نہ جا اپنا — [illegible] بنا دے گا بنانے والا
لاکھ معلوم ہوا اظہار [illegible] — [illegible] بنا دے گا بنانے والا
[illegible] ہوئے رہے گی کبھی [illegible] — [illegible] کو بنا دے گا بنانے والا
انہیں باتوں کو جو موسیٰ سے [illegible] — [illegible] عام بنا دے گا بنانے والا
کام آ جانے جو دنیا کے اسی [illegible] کو — روح [illegible] بنا دے گا بنانے والا

کام کیا فکرِ دو عالم سے منورؔ مجھ کو؟
میرے سب کام بنا دے گا بنانے والا

پچھلے صفحہ کا بقایا

ہمارے محلہ میں ایک بزرگ تھے اُسے دھر کے دلاں وہ کہا کرتے تھے ان سے غم غلط ہوتا ہے کیا واقعی یہ چیزیں انسدہ زمانہ میں اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو

جو مے و نغمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں'

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے

تمرانہ مان جائیے گا استاد! اگر ایک ذاتی سوال بھی پوچھ لوں، آپ سدا مغموم بھی تو نہیں رہتے کبھی کبھار ہنس بول بھی لیتے ہیں'

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

تو پھر آپ اسباب کے قائل ہوئے کہ جہان میں غم و شادی بہم پلے جاتے ہیں'

جہاں میں ہوں غم و شادی بہم ہمیں کیا کام
دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں

غم دنیا سے آخر کبھی تو فرصت مل ہی جاتی ہوگی؟

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کو دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

آپ کی قسمت میں واقعی غم بہت معلوم ہوتا ہے کہنے ہو گئے کچھ کم ملتا تو اچھا تھا،

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا
دل بھی یا رب کئی دئے ہوتے

کوئی ایسی تدبیر بھی ہے جس سے غم نہ ہو؟

شادی سے گزر کہ غم نہ ہووے
اُردی جو نہ ہو تو دے نہیں ہے

(زرا ظرافت) شادی سے مراد نکاح ہے کیا؟

(بے اختیار ہنستے ہوئے) نہیں! (پھر تھوڑی دیر سوچ کر) ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے

پہلے عید نو منائی ہی ہوگی آپ نے؟

ہوئی یہ کثرت غم سے تلف کیفیت شادی
کہ صبح عید مجھ کو بدتر از چاک گریباں ہے

آپ تاریکی زندان غم کے ایسے شاکی کیوں ہیں؟

کیا کہوں تاریکی زندان غم اندھیر ہے
پنبہ نور صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں

آپ ہی کا قول ہے کہ غم زہر ہے اس زہر کی علامات کیا ہیں؟

رگ و پے میں جب اُترے زہر غم تب دیکھئے کیا ہو
ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہے

عابد لوگ تو کم از کم غم سے آزاد رہتے ہوں گے

مبتلا ہے نوت فرصت ہستی کا غم کوئی
عمر عزیز صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو

غمخوار تو غم بٹا ہی سکتے ہوں گے،

دوست غمخواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا

زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا
کیا قسم ہے نہیں ہیں ہوا خواہ اہل بزم
ہو غم ہی جاں گداز تو غمخوار کیا کریں

آپ تو غمخوار کے بُری طرح پیچھے پڑے ہیں؟

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا راز داں کیوں ہو

کبھی آپ نے تو بھی کبھی غمخواری کی ہوگی؟

زمانہ ماضی کے کسی واقعہ کی یاد دل میں تازہ ہو جاتی ہے اور کسی غمخوار کی جانبازی کے بجھے ہوئے داغ روشن ہو جاتے ہیں، اور استاد ہائے ہائے کے ساتھ رونا شروع کر دیتے ہیں،

تیرے دل میں گر نہ تھا آشوب غم کا حوصلہ
تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے
کیوں مری غمخوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال
دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے
عمر بھر کا تو نے پیمان وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے
زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی
یعنی تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے
گلفشانی ہائے ناز جلوہ کو کیا ہو گیا
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے
شرم رسوائی سے جا چھپنا نقاب خاک میں
ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے

اب مرزا نوشہ کی حالت ایسی نہ تھی کہ کچھ پوچھا جا سکتا، داستان غم کا اختتام رونے کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے، بقول نے

نہ بولا جائے تھا اُن سے نہ پوچھا جاتا تھا مجھ سے
خود بھی روئے اور رُلایا ہم کو

کہتے ہیں غم رونے سے ہلکا ہو جاتا ہے، مگر یہ ایک فرض نہیں، مرزا نوشہ کو روتے دیکھ ہم بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے۔

(تمام شد)

تمام دنیا کے پونے سکاؤنوں کی مجموعی تعداد ... ہے جن میں سے ایک تہائی حصہ صرف برطانی قلمرو میں رہنے والوں کا ہے،

۱۹۲ء میں انگلستان میں سلولائیڈ سے بنے ہوئے تقریباً ... ۵ ہاکھلونے فروخت ہوئے جن میں سے ... سلولائیڈ کی گڑیاں تھیں'

امریکہ ... ۱ سے زیادہ ایسے مقامات ہیں جن کا نام پیرس رہتے،

طوطا یعنی ز ... سے بات نہیں کرتا بلکہ گلے کی امداد سے بولتا ہے

دہلی میں حیدرآباد ستیاگرہ کی کامیابی پر عظیم الشان جلسہ میں لالہ دیش بندھو گپتا تقریر کر رہے ہیں۔ شری لالہ نرائن دت جی جلسہ کی صدارت فرما رہے ہیں

جیل سے رہائی کے بعد سیٹھ جمنالال بجاج کا واردھا اسٹیشن پر شاندار خیر مقدم

شریمت مہادیو ڈیسائی
آپ واردھا سے ایک خاص مشن پر شملہ تشریف لے گئے۔ جہاں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے پنجاب کے سیاسی اسیروں کی رہائی کے متعلق وزیر اعظم پنجاب سے ملاقات کی۔

شریمت بھولابھائی ڈیسائی
ورکنگ کمیٹی نے سی۔ پی۔ کے کچھ وزیروں کے خلاف تحقیقات کرنے آپ کو مقرر کیا تھا آپ اپنی رپورٹ راشٹرپتی کو دے رہے ہیں

بمبئی یونیورسٹی کی گریجویٹ لڑکیاں ڈگریاں لینے کیلئے جلوس کی شکل میں کنووکیشن ہال میں داخل ہورہی ہیں

نئی دہلی میں انڈیا گیٹ کے سامنے کنگ جارج پنجم کے مجسمہ کی تیاری میں ایک دیسی سنگتراش مصروف ہے

ہز ایگزالٹڈ ہائینس نظام حیدرآباد نے اپنی سالگرہ کے موقعہ پر آریہ ستیاگرہ کے تمام قیدیوں کو رہا کردیا ہے

شری سبھاش چندر بوس
کانگریس ورکنگ کمیٹی نے آپ کو
تین سال کیلئے کانگریس کے کسی
انتخاب میں حصہ لینے اور عہدہ
قبول کرنے سے محروم کر دیا ہے

ڈاکٹر گوپی چند بھارگو
لیڈر کانگریس پارٹی پنجاب اسمبلی،
پنجاب اسمبلی کے ضمنی انتخاب
کے سلسلہ میں ایک جلسہ کے
اندر کچھ بدمعاشوں نے آپ کو
زدوکوب کیا

لارڈ ڈینو فیلڈ کا شکریہ

دہلی کو ایک لوہے کے "پھیپھڑے" کی بہت دنوں سے ضرورت تھی لارڈ ڈینو فیلڈ نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے اور اس کا استعمال مرکزی اسمبلی کی حیات بڑھانے کے لئے جا رہا ہے۔ (معاصر ہندوستان ٹائمز کے شکریہ کے ساتھ)

برطانوی حکومت سے پہلے ہندوستان کی صنعتیں

(از جناب منت اللہ رحمانی ایم ۔ ایل ۔ اے ۔۔۔۔ (صوبہ بہار))

لوہے کا کام

لوہے کی صنعت ہندوستان کی ایک مشہور اور ممتاز صنعت تھی جس میں کوئی دوسرا ملک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ لوہے کی بعض چیزیں مثلاً تلوار وغیرہ تو ہندوستانی اس قدر بہترین بنایا کرتے تھے کہ وہ دوسرے ملکوں میں ضرب المثل بن گئی تھی۔ عرب جو ایک زمانے میں دنیا کا سب سے زیادہ بہادر اور جنگجو ملک تھا اور جہاں کے لوگ تلوار کی خوبی اور اس کے جوہر کو سب سے بہتر جانتے تھے وہاں کے مصنفین اپنی کتابوں میں اور شعراء اپنی غزلوں میں جب بھی تلوار کا ذکر کرتے ہیں تو ہندوستان کی بنی ہوئی تلواروں کی تعریف کرتے ہیں۔ مہندی تلوار کا لفظ عرب کی بول چال میں ایک مثل کی طرح جاری ہو گیا ہے اور لوہے کی صنعت ہندوستان کی بہت پرانی صنعت ہے۔ اس صنعت کے متعلق پروفیسر ولسن نے لکھا ہے کہ:-

"ابھی چند دنوں سے لوہا گلانے کا کام انگلستان میں شروع ہوا ہے مگر ہندوستانی تاریخی زمانہ کے پہلے سے لوہا گلانا اور فولاد بنانا جانتے تھے۔"

مسٹر رانا ڈے نے بھی اس صنعت کے متعلق معیشت الہند میں لکھا ہے کہ:-

"لوہے کی بنی ہوئی ہندوستانی چیزیں دنیا میں بہت مشہور تھیں ... کے ترقی یافتہ ممالک میں جاتی تھیں ... کی لاٹ سے جو وہ گڑھے ہوئے لوہے کی اعلیٰ صنعت ہے۔"

لوہے کی اس لاٹ کے متعلق مسٹر بال Ball نے لکھا ہے کہ:-

"ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ دنیا کے سب سے بڑے کارخانہ میں بھی ایسے بڑے ستونوں کی تیاری ناممکن تھی اور اس زمانہ میں بھی مقابلتہً صرف چند کارخانے ایسے ہیں کہ جن میں دھات کی اتنی مقدار ڈھالی جا سکے۔"

ایک انگریز مقیم بالاسور کے خط مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۶۷۰ء سے معلوم ہوتا ہے جو اس نے ڈائرکٹران ایسٹ انڈیا کمپنی لندن کو لکھا تھا مسٹر مکرجی لکھتے ہیں کہ:-

"ہندوستان میں بہترین لوہا دستیاب ہوتا ہے اور ہر قسم کی کاریگری کا کام مثلاً بولٹ، میخ، کیل، اور جہاز کے لنگر وغیرہ یہاں کے لوہار نہایت ہوشیاری سے تیار کرتے ہیں۔"

لوہے کی بنی ہوئی چیزیں ہندوستان سے دوسرے ملکوں میں بھی جایا کرتی تھیں۔ جسے وہاں کے باشندے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور خریدتے تھے۔

معیشت الہند میں مسٹر رانا ڈے نے لکھا ہے کہ:-

"لوہے کی صنعت نہ صرف مقامی ضروریات کو پورا کیا کرتی تھیں، بلکہ ہندوستان اپنی بنائی ہوئی چیزیں غیر ممالک کو بھی بہم پہنچاتا تھا۔"

کپتان الکزنڈر ہیملٹن نے اپنے سفر نامہ میں اورنگ زیب کے زمانہ کا ذکر کیا ہے کہ:-

"جب موصوف شہر ملتان گئے تو وہاں انھیں بہترین تیر و کمان بنانے والے ملے۔ لوہا بکثرت پایا جاتا ہے کہ وہاں جہازوں کے واسطے لوہے کے لنگر بھی ڈھالے جاتے تھے۔"

یہ چند شہادتیں اس بات کے ثبوت کے لئے بالکل کافی ہیں کہ ہندوستان میں لوہے کی صنعت بہت ترقی یافتہ تھی۔ اور بڑے وسیع پیمانہ پر ہوا کرتی تھی یہاں تک کہ لوہے کی ہندوستانی چیزوں کو دوسرے ملک کے لوگ ترجیح دیا کرتے اور اسی کو خریدتے تھے۔

صنعت جہاز سازی

جہاز سازی اور جہاز رانی جس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ یورپ والے اور خصوصاً انگریزوں کی قوم اس میں کمال رکھتی ہے اور آج نہیں بلکہ عرصہ دراز سے وہ اس میں کمال رکھتے ہیں اور اسی جہاز رانی اور جہاز سازی کی بدولت انگریزوں نے ابتداً اپنی تجارت پھیلائی اور پھر نہایت آسانی سے ہندوستان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور اتنے بڑے ملک کے مالک بن بیٹھے۔ لیکن اگر ہندوستان کے حالات کی چھان بین کی جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاز سازی کی صنعت اور جہاز رانی کا فن ہندوستان میں بڑے اچھے پیمانہ پر تھا۔ یہاں بڑے سے بڑے اور بہتر سے بہتر جہاز بنا کرتے تھے اور ہندوستانی جہاز رانی میں بھی کمال رکھتے تھے۔

سر ولیم ڈگبی ممبر پارلیمنٹ نے پراسپرس برٹش انڈیا میں لکھا ہے کہ:-

"ہندوستان میں جہاز بنانے کا کام ایسی اچھی حالت میں تھا کہ ہندوستان کے بنے ہوئے جہاز انگریزی ساخت کے جہازوں کے ہمراہ وہ بہادر کے بیڑہ یا انگریزی بیڑے کے ماتحت چلتے تھے

باقی اگلے صفحہ پر)

مجسٹریٹ:۔ (لڑکے کے باپ سے) تمہارا لڑکا بار بار چوری کے الزام میں میرے سامنے آیا ہے تم اسے سمجھاتے کیوں نہیں ڈانٹتے۔

باپ:۔ حضور میں نے تو اسے سب کچھ بتا دیا ہے مگر احمق ہے کہ بار بار گرفتار ہو جاتا ہے۔

بچہ:۔ ابا۔ ابا۔ آپ مجھے بازار سے ایک ڈھول لا دیں۔

باپ:۔ نہیں! تم مجھے ہر وقت سے بجا کر تنگ کیا کروگے۔

بچہ:۔ نہیں میں ایسا نہیں کروں گا بلکہ اس وقت بجاؤں گا جب آپ سو رہے ہونگے۔

ایک شخص:۔ (اپنے دوست کے لڑکے سے) بیٹا۔ تم اپنی عمر کے لحاظ سے بڑھتے نہیں ہو اس کی کیا وجہ ہے۔

لڑکا:۔ جناب اس کا سبب نہ پوچھئے آجکل کام میں اتنا مشغول رہتا ہوں کہ بڑھنے تک کی فرصت نہیں ملتی۔

جون:۔ تم پر دری قسم کے ناول کس لئے خرید رہے ہو؟

پیٹر:۔ مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔

جون:۔ تو پھر پڑھنے کے لئے اچھی چیز خریدو۔

پیٹر:۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ ان ردی ناولوں میں میرا دل نہ لگے اور مجھے نیند آ جائے۔

کشور:۔ تین سال ہوئے میں نے ایک پیسے پر اپنا نام لکھا تھا اور وہ سو تین سال کے بعد پھر میرے پاس آ گیا۔

حامد:۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہم دونوں لئی چیکوں پر دستخط کرتے ہیں جو دوسرے ہی دن واپس آ جاتے ہیں۔

کمسن بچہ اماں جان کے ڈر کے مارے چارپائی کے نیچے چھپ گیا اور دن بھر وہیں بیٹھا رہا۔

شام کو جب باپ گھر آیا تو ماں نے سے علم تھا کہ بچہ کہاں چھپا ہوا ہے اُسے بتایا کہ بچہ مجھ سے ڈرا ہوا ہے اس لئے تم اسے پیار چمکار کر وہاں سے لے آؤ۔

ابا جان چارپائی کے نیچے گئے ہی تھے تو بیٹے نے کھسر پھسر کے لہجے میں کہا۔ آجاؤ آجاؤ کیا تمہیں بھی اماں جان نے مارا ہے۔

(مرتبہ جناب چمن سنگھ جوشن۔ وکیل ہارنپور)

خداوند کا خوف علم کا شروع ہے لیکن احمق حکمت و تربیت کی حقارت کرتے ہیں۔ (انجیل)

یہ دنیا ایک تلخ درخت ہے۔ اس کے صرف دو ہی آب حیات کے مانند شیریں پھل ہیں اول شیریں کلامی۔ دوم صحبت نیک (چانکیہ نیتی)

بُرا آدمی کتنا ہی عالم اور ہنر ور کیوں نہ ہو تو بھی وہ اس قابل نہیں کہ اس سے محبت کی جائے۔ (سوزدی مری)

دوسروں کے لئے وہ چیز پسند نہ کرو جو تمہیں اپنے لئے اچھی نہیں لگتی۔ بس یہی دھرم اور ایمان کا نچوڑ ہے (وِدُر نیتی)

روح کا ناش کرنے والے دوزخ کے یہ تین دروازے ہیں۔ شہوت۔ غصہ اور لالچ۔ اس لئے ان تینوں کو ترک کر دینا چاہئے (گیتا)

غصہ کو محبت سے۔ بُرائی کو نیکی سے۔ لالچی کو فیاضی سے اور جھوٹے کو سچائی سے مغلوب کرنا چاہئے

(دھما پد)

انسان اپنے گندہ آلودہ دل کو رام نام سے دھو سکتا ہے۔ (گورو نانک)

مرشدی۔ خوبصورتی طاقت اور دولت سے سب لوگ محبت کرتے ہیں مگر سچی محبت وہ ہے جو ان سب کے بغیر ہو۔

بڑا تمام ہی جانداروں سے دوستی رکھتا ہے۔ کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور کسی سے تکلیف دیئے سے خود بھی دکھی نہیں ہوتا اور دنیاوی چیزوں کی خوشی غمی سے بے نیاز رہتا ہے۔

پچھلے صفحہ سے آگے

لیکن اس کی خواہش پوری نہ ہوئی۔ بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ مگر ہندوستان کے دیگر فرمانرواؤں کی طرح وہ بھی جملہ مذاہب کی مدد اور عزت کرتا تھا۔ وہ بہت خیرات کرتا تھا۔ ضروری مصارف کے بعد جو کچھ بچ رہتا ہوتا تھا اس کو ہر پانچویں برس پریاگ میں جا کر بودھ اور جین سادھوؤں برہمنوں اور غریبوں کو دے دیتا تھا اشوک کی طرح وہ بھی رعایا کی بھلائی میں لگا رہتا تھا بہادری میں وہ چندر گپت بکرما دتیہ کا جواب اور علم و فضل میں چندر گپت کی مثال تھا۔ وہ شاعر بھی تھا اور شری ہرش تخلص کرتا تھا۔ اس کی تصنیفات کے دو ڈرامے رتناولی اور ناگانند بے حد مشہور ہیں۔ اس کے دربار میں اور بڑے بڑے شاعر موجود تھے۔ ان میں بان نامی شاعر بہت مشہور ہے۔ ہیوان سانگ نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ ہرش نے ۶۲۰ء میں دکن کے چالوکیہ خاندان کے راجہ پل کیشن دوم پر حملہ کیا مگر وہاں کامیاب نہ ہو سکا۔ پل کیشن دوم کے بارے میں اس کا بیان ہے کہ اس نے اپنی سلطنت کو دریائے نربدا سے راس کماری تک پھیلا رکھا ہے۔ یہ ۶۰۹ء سے ۶۴۲ء تک حکمراں تھا۔ اس کی راجدھانی واتاپی پور ہے۔ اس کے زمانہ میں جنوبی مذہب بے حد عروج پر تھا۔

ذیل میں ان مقامات کی فہرست درج ہے جہاں ہیوان سانگ نے مختلف تواریخ میں دورہ کیا۔

یکم اگست ۶۲۹ء ٹٹو پر سوار ہو کر چین سے روانہ ہوا

تاریخ	مقام
۵ مارچ ۶۳۰ء	سمرقند
۲۰ اپریل ۶۳۰ء	بلخ
۱۰ اپریل ۶۳۱ء	ٹکشلا
۱۰ اگست ۶۳۱ء	کشمیر (دو سال قیام کیا)
۵ مارچ ۶۳۵ء	جالندھر (چار ماہ ٹھیرا)
۵ اکتوبر ۶۳۵ء	متھرا
یکم ستمبر ۶۳۶ء	قنوج (تین ماہ رہا)
۷ دسمبر ۶۳۶ء	الہ آباد
۱۲ دسمبر ۶۳۶ء	کوشامبی
۲۵ دسمبر ۶۳۶ء	کپل وستو جا پیدائش مہاتما گوتم بدھ
یکم جنوری ۶۳۹ء	کشی نگر۔ جائے وفات مہاتما بدھ
۱۲ جنوری ۶۳۹ء	بنارس
۵ فروری ۶۳۹ء	نیپال
۲۰ فروری ۶۳۹ء	پٹنہ
یکم مارچ ۶۳۹ء	راجگڈھ اور نالندہ
۵ مئی ۶۳۹ء	اڑیسہ
۳۰ مئی ۶۳۹ء	کالنگ
۲۰ جولائی ۶۴۰ء	مہاراشٹر
۱۰ اگست ۶۴۰ء	بھڑونچ
یکم ستمبر ۶۴۰ء	مالوہ
۲۰ فروری ۶۴۱ء	بلوچستان
۱۰ اکتوبر ۶۴۱ء	ملتان
یکم اپریل ۶۴۲ء	دوبارہ مگدھ واپس آیا اور دو ماہ رکا
یکم نومبر ۶۴۲ء	قنوج
یکم مارچ ۶۴۳ء	الہ آباد (ایک مذہبی جلسہ کی وجہ سے آنا پڑا اور ۷۵ دن رکا)
۲۵ مئی ۶۴۳ء	کوشامبی
۲ ستمبر ۶۴۳ء	جالندھر (ایک ماہ قیام کیا)
۵ دسمبر ۶۴۳ء	ٹکشلا
۲۵ دسمبر ۶۴۳ء	سندھ ندی کو ہاتھی پر پار کیا
۶ ستمبر ۶۴۴ء	بدخشاں
۵ اکتوبر ۶۴۴ء	کاشغر
۲۲ اکتوبر ۶۴۴ء	یارقند
یکم جنوری ۶۴۵ء	چین کی سرحد پر
یکم اپریل ۶۴۵ء	چین کی راجدھانی سینگ کانگ

پاگل!

(از نگار)

وہ بھکارن تھی۔ اور شاید ی وجہ تھی لوگ اسے پاگل بھی کہتے تھے۔

ہاں اسی لئے۔ صرف اسی لئے، کہ وہ غریب تھی۔

بھوکی۔ بالکل بھوکی۔ وہ مانگتی تھی۔ مگر صرف اتنا کہ اس کا گذارہ ہو جائے

کیونکہ وہ اکیلی تھی۔

ایک رات کو چاند نکلا ہوا تھا۔ اس وقت بیٹھی ہوئی تھی ندی کے کنارے وہ کچھ سوچ رہی تھی۔

یکایک وہ چونکی۔ آہ۔ اس نے کچھ سنا۔ کوئی گا رہا تھا

"آیا ہوں میں پریم مندر میں۔ لئے پریم کی مالا۔"

اور ذرا سی دیر میں ایک کشتی بہتی ہوئی لہروں میں دکھائی دی۔ اس کشتی میں اس نے دیکھا دو ہستیوں کو۔ کشتی چلانے والا گا رہا تھا اور اس کے سامنے کی مورتی چپ چاپ بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اور پھر کشتی جب ذرا دور چلی گئی اس نے دیکھا دونوں سایہ حرکت میں آئے اور دونوں کے ہونٹ ایک دوسرے سے مل گئے

بھکارن خاموش تھی۔ مگر اب بے چین ہو گئی۔ ہاں ایک سرد آہ بھی اس کے ہونٹوں سے باہر آئی۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور ہاتھوں کی مٹھیاں کس گئیں۔ مگر پھر ذرا سی دیر میں وہ اٹھی اور ایک طرف کو چل دی اب اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ ایک قسم کا اطمینان۔ ہاں ایک شانتی۔

صبح لوگوں نے دیکھا کہ ندی کے کنارے۔ گاؤں سے کچھ دور اس کی لاش ایک درخت سے لٹک رہی تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا۔ "وہ بھوکی تھی۔" اوروں نے کہا نہیں ایک دکھیا"۔ کسی نے کہا۔ "وہ بدمعاش تھی" "ایک گنہگار"

ایک طرف سے آواز آئی "پاگل"

پرنٹر و پبلشر ... ۱۶۳ ۱۶۲ ...

وجے دسمی

از جناب منشی بشیشور پرشاد صاحب منوّر لکھنوی مصنّف کائناتِ دل

سرزمیں میں پہ اٹھایا جو ستمگاروں نے ... آسماں ظلم کے توڑے جو جفا کاروں نے
بے گناہوں کو ستایا جو گنہگاروں نے ... شور فریاد جو برپا کیا دینداروں نے
نخلِ دسرتھ کے پتوں کا ثمر بار ہوا
قالبِ رام میں بھگوان کا اوتار ہوا

راجہ دسرتھ سے کیا ۲ وشوامتر نے یہ سوال ... یہ ہے باعث کفارت دیندار وں کا حال
رام لچھمن گئے ہمراہ پئے دفعِ ملال ... جا کے صحرا میں کیا اہلِ جفا کو پامال
جگیہ رکھشا سے رشی جی کو مسرّت بخشی
دُور افکار کئے امن کی دولت بخشی

عہدِ طفلی میں شجاعت کی نمایاں ہوئی شان ... چھتری کُل کی رکھی آکے سری رام نے آن
کھیل ہی کھیل میں سر کر لئے لاکھوں میدان ... جتنی دشواریاں رشیوں کی تھیں کر دیں آسان
کیوں ظفر یاب نہ ہوتے یہ دھنی تیر کے تھے
دیوتا جتنے بھی تھے قبضہ میں رگھبیر کے تھے

شو دھنش کا جو سوئمبر میں ہوا معرکہ سر ... چھتری دھرم کا ظاہر تھا وہاں بھی جوہر
آن رگھو بنس کی رگھو بیر نے رکھ لی جا کر ... حرف آنے نہ دیا جان بہ خود داری پر
جیون آدھار جنک راج دلاری کے بنے
پران پت جانکی متھلیش کماری کے بنے

جب دھنش شو کا پرسرام نے ٹوٹا دیکھا ... چشمِ پُر خوں سے سوئمبر کا نظارا دیکھا
رنگ ہوتے ہوئے محفل کا جو پھیکا دیکھا ... نہ پرسرام سے رگھوبیر کو نیچا دیکھا!
کر سکے بات وہ ان سے نہ مقابل ہو کر
چل دئے قدرت و اعجاز کے قائل ہو کر

دل پہ منقوش تھا منشائے ظہورِ عالی ... ظلمِ کفّار کی تھی مدِّ نظر پامالی
باعثِ رنج تھی دنیا کی پریشاں حالی ... دُور کرنے کو اسے خود یہ مصیبت ڈھالی
چھوڑ کر تختِ شہی دشت نوردی کو چلے
دھرم رکھشا کے لئے بادیہ گردی کو چلے

جانکی جان کی مانند گئیں ہمرہِ رام ... لکشمن بھی ہوئے بھائی کے شریکِ آلام
ہر نفس رام کی خدمت سی تھا سومتر کو کام ... رام سیوا سے نہ غفلت ہو یہ تھی فکر مدام
خدمتِ رام ہی میں شکلِ مسرّت دیکھی
خواب میں بھی نہ کبھی خواب کی صورت دیکھی

بن میں پامال کیا رام نے ہر دشمن کو ... نہ جُدا جان سے رکھتے تھے کبھی لچھمن کو
راہیِ ملکِ عدم کر دیا کھردوکھن کو ... کھیل بچوں کا سمجھتے تھے یہ دونوں رن کو
چھتری دھرم کا اعجاز دکھایا کیسا!
رام نے معرکہ جیتا تن تنہا کیسا!

دستِ راون سے ہوئی اور بھی برپا بیداد ... قیدِ سیتا سے نئی طرزِ ستم کی ایجاد
مول لی آکے بد اندیش نے خود جنسِ فساد ... پڑ گئی جنگ کی اُس روز سے گہری بنیاد

فکر تھی جانِ تمنا کی رہائی کے لئے
رام کے تیر مچلتے تھے لڑائی کے لئے

جانکی جی کے تجسّس میں تھے دونوں اتنگ ... مل گئے دشت میں آخر کو کپیشور بجرنگ
مشورہ سے ہوئے سگریو کے ساماں پئے جنگ ... ہر سپہدار کے دل میں تھی لڑائی کی اُمنگ
جانکی جی کا ہنومان پتہ لے آئے
جا کے لنکیش کو پیغامِ وغا دے آئے

قیدِ سیتا پہ تھا لنکیش کو حد درجہ غرور ... خود پرستی نے کیا عقل و خرد کو مستور
صُلح جُوئی سے تھی خود بین کی طبیعت نفور ... رام سے جنگ ہر اک طرح تھی اُس کو منظور
خوفِ دنیا کا نہ تھا فکر نہ عقبیٰ کی تھی
خانۂ دل میں سیاہی شبِ یلدا کی تھی

جا کے لنکا میں سری رام کا اُترا لشکر ... عرصۂ جنگ کا ہر سُو نظر آیا منظر
میان سے نکلے سپہداروں کی تیغ و خنجر ... سر فروشی کے لئے لے کے چلے تیر و تبر
شعلہ زن آتشِ پیکار جہاں سوز ہوئی
رام راون سے غرض جنگ کئی روز ہوئی

خانداں والے ہوئے جنگ میں پہلے فی النار ... خود ہوا بھیر دغا پھر شہِ لنکا تیار
پھونکے دیتے تھے صفیں اسلحۂ آتش بار ... ہوئے چڑھ چڑھ کے وِمانوں پہ ہر اک سمت سوار
صفتِ مارِ سیہ چار طرف تیر چلے
خوں بہانے کے لئے خنجر و شمشیر چلے

دونوں جانب کے سپہدار جری آئے کام ... کوئی میدان سے ہٹنے کا نہ لیتا تھا نام
جو بہادر تھا گرجتا تھا بہ رنگِ ضرغام ... دیکھتی تیغ پلٹ کر نہ کبھی پھر سوئے نیام
حوصلے ہوگئے کفّار کے پست آخر کار!
ہوگئی راونِ خود بین کو شکست آخر کار!

گو دَرن دھرم کی رُو سے تھا برہمن لنکیش ... تھا دلِ اہلِ جہاں خنجرِ بیداد سے ریش
رام نے قتل میں لیکن نہ کیا کچھ پس و پیش ... سر پہ تھی خلق کے بیداد و جفا بیش از بیش
نادم انجام پر اپنے ہوا راون کیسا!
معصیت کی جو چلے راہ برہمن کیسا!

رام کو فرض شناسی کا مقدم تھا خیال ... کشتِ بیداد ہوئی دشمنِ کرم سے پامال
نہ چلی رام کے آگے کوئی لنکیش کی چال ... دھرم کے سامنے ادھرم کا ٹھہرنا ہے محال
روزِ روشن کے مقابل شبِ یلدا ٹھہرے
سامنے گیان کے اگیان بھلا کیا ٹھہرے

ہنود رام کے اوتار کا منشا سمجھو ... رام لیلا کو نہ کچھ کھیل تماشا سمجھو
رمز ہے رام چرتروں میں نہاں کیا سمجھو ... ہے سمجھنے کا نہیں گر تمہیں دعویٰ سمجھو

رام کا راج نہ تھا، تھی یہ عملداری فرض
رام اوتار سے لو درسِ پرستاریِ فرض

۱؎ پتول یعنی ریاضت ۲؎ گادھ سون یعنی وشوامتر جی ۳؎ جیون آدھار یعنی مدارِ حیات ۴؎ سومتر، سومترا جی کے جگر بند یعنی لکشمن جی ۱۲

A.R.P — اے آر پی

ہندوستان میں ہوائی حملوں سے تحفظ کی ضرورت

(از شربت پرو فلاسین)

کیا ہندوستان دشمن کے ہوائی حملے سے بچاؤ کے لئے تیار ہے؟ کیا مقامی حکام اس وقتی مسئلہ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں؟ کیا وہ شہروں اور بندرگاہوں کی شہری آبادی کو ہوائی حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے تیاریاں کرتے ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جو آجکل ہندوستانیوں کے دلمیں پیدا ہوتے ہیں، ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندوستان پر ہوائی حملے کے امکان کو نظر انداز نہ کریں، خطرہ کیوقت کے لئے تیاری اور پیش بندی کرنا عقلمندی ہے، ایسی حالت میں حکومت اور خاص مقامات کے حکام کو اتحاد عمل کے ذریعہ شہری آبادی کو ہوائی حملوں سے بچانے کی تدابیر سوچیں پیدا کرنی چاہئیں۔

جب سے یہ جنگ شروع ہوئی ہے ہندوستان کی شہری آبادیوں کو ہوائی حملوں سے بچانے کا مسئلہ بڑی اہمیت حاصل کر چکا ہے، بعض بڑے شہروں میں اس کام کے لئے کمیٹیاں بھی بن گئی ہیں اور تجربات جاری ہیں

ہوائی حملوں کا خطرہ!

اس ملک کے اکثر باشندوں نے ہوائی حملوں کے خطرات کو اچھی طرح محسوس نہیں کیا ہے۔ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ ہندوستان کو کبھی ہوائی حملے کے تجربہ سے دوچار ہونا نہیں پڑا ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ ہندوستان جنگ کے میدان سے بہت دور ہے اس لئے دشمن کے ہوائی جہازوں کے یہاں تک پہنچنے کا امکان بہت کم ہے لیکن ایسا خیال کرنا غلط ہے ہوائی جہازوں کی تیز رفتاری نے فاصلہ کا سوال باقی نہیں رکھا ہے، اور اس ملک تک دشمن کے ہوائی جہازوں کا آنا ناممکن نہیں ہے،

بہر حال بہتر یہی ہے کہ خطرے کے لئے قبل از وقت ہی تیاری کر لی جائے، بدقسمتی سے بہت آدمیوں نے جدید طریقہ جنگ کا صحیح اندازہ نہیں کیا ہے، ہوائی جہازوں کی ایجاد نے طریقہ جنگ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے اب جنگ آزما فوجوں کے ساتھ ساتھ شہری آبادیاں بھی برابر کے خطرے میں رہتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ دشمن کے ہوائی حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے فوجیوں کی طرح شہریوں کو بھی تیار کیا جائے، اور انہیں بچاؤ کے تمام طریقوں کی تعلیم دی جائے،

لیکن ایسا کرنے میں ہم کو بہت سکون اور اطمینان کے ساتھ کام کرنا چاہیئے اور بے چینی و دہشت زدگی سے قطعاً پرہیز کرنا چاہیئے، اگرچہ شہری آبادی کو محفوظ کرنیکا اولین فرض حکومت پر عائد ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ حکومت بھی مقامی حکام کے اتحاد عمل کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔

"اے۔آر۔پی" یعنی ہوائی حملے سے تحفظ کے تمام طریقے لوکل آرگنائزیشن سے تعلق رکھتے ہیں اور جب تک کہ عوام ان تحفظاتی طریقوں پر عمل نہ کریں ہوائی حملے سے شہریوں کو بچانا ممکن نہیں ہو سکتا۔

اتحاد عمل ضروری ہے!

حقیقت میں حکومت ہی اس امر کی ذمہ دار ہے کہ عوام کو حفاظتی تعلیم دے تاکہ وہ ذہنی عتبار سے بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں لیکن جہاں تک لوگوں کا تعلق ہے یہی ظاہر ہے کہ ان کو اس تیاری میں بہا پورا اتحاد عمل پیش کرنا چاہیئے حکومت کا کام یہ ہے کہ وہ دشمن کے ہوائی جہازوں سے مقابلہ کرنے کے لئے "طیارہ شکن" (اینٹی ایر کرافٹ) توپیں اور دوسرے آلات مہیا کرے، لیکن عوام کا کام یہ ہے کہ وہ حفاظتی تدبیروں پر عمل کریں،

"اے۔آر۔پی" کے سلسلہ میں کاموں کا سب سے زیادہ اہم پہلو یہ ہے کہ وہ ہوائی حملہ کی "وارننگ" یعنی آگاہی کو اچھی طرح سمجھ جائیں جنگی ہوائی جہازوں اور طیاروں کی تیز رفتاری اس قدر زیادہ ہے کہ کسی حملہ کرنے والے ہوائی جہاز کی آمد کی اطلاع زیادہ سے زیادہ دس یا پندرہ منٹ پہلے ہی مل سکتی ہے لیکن یہ خبر پاتے ہی پبلک کو دہشت زدہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ایک منظم اور اطمینان بخش طریقہ پر احتیاطی تدبیریں اختیار کرنی چاہئیں،

ہوائی حملوں کے طریقے

عام طور پر ہوائی حملوں کے تین طریقے رائج ہیں ان میں سب سے زیادہ عام طریقہ یہ ہے کہ ہوائی جہازوں سے بم گرائے جاتے ہیں یہ بم دو قسم کے ہوتے ہیں، پھٹ پڑنے والے، اور آگ لگانے والے، بم خواہ کسی قسم کا ہو، اس سے بچنے کا بہترین طریقہ کسی گہرے تہ خانہ یا زمین دوز جائے پناہ میں چھپ رہنا ہے خندق (غار) اس کام کے لئے بہترین چیز ہیں بم جب زمین کی سطح پر گرتا ہے تو ہمیشہ اوپر کی طرف پھٹتا ہے اسلئے جو لوگ خندقوں اور زمین دوز تہ خانوں میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں وہ محفوظ ہو جاتے ہیں لیکن اگر خندقیں یا کھودے ہوئے زمین دوز تہ خانے موجود نہ ہوں تو بچاؤ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سار کھڑا یا بیٹھا نہ رہے بلکہ زمین پر لیٹ جائے ہوائی حملہ کے دوران میں کبھی باہر نہیں آنا چاہیئے ہمیشہ کسی پوشیدہ مقام پر چھپے رہنا چاہیئے۔

کسی بڑے شہر کے تمام باشندوں کے لئے گہری پناہ گاہوں یا خندقوں کا مہیا کرنا عملاً ممکن نہیں ہے، صرف یہی نہیں کہ شہر میں خندقوں کا کھودنا مشکل کام ہے بلکہ جہاں پناہ گاہیں موجود ہوں وہاں بھی تمام باشندوں کو ہوائی حملے کے وقت ان کے اندر پہونچا دینا ناممکن ہوگا اس کا سبب یہ ہے کہ ہوائی حملہ کی اطلاع صرف چند منٹ پہلے ہی دی جا سکتی ہے اور اس اطلاع کے بعد دہشت زدہ لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ بھاگنے اور جائے پناہ تک پہنچنے کے ہنگامہ میں اکثر آدمیوں کو زخمی اور ہلاک کر دیتے ہیں،

احتیاط اور سکون کی ضرورت

ہوائی حملہ کا خطرہ اس وقت سب سے زیادہ ہو جاتا ہے جب لوگ دہشت زدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگتے ہیں، دشمن کے بموں سے کہیں زیادہ نقصان لوگوں کے اس طرز عمل سے پیدا ہوتا ہے اس لئے ہوائی حملوں سے بچاؤ کی جو اسکیم بنائی جائے اس کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ خطرے کی خبر پاتے ہی سکون و اطمینان کے ساتھ منظم طریقہ پر کام کریں۔

سوراخ کرنیوالے بم!

چونکہ غیر جنگی خطوں میں اس امر کا امکان نہیں ہے کہ "سوراخ کرنے والے بم" گرائے جائیں، اسلئے بہتر طریقہ یہی ہے کہ ہوائی حملے کے دوران میں انسان اپنے گھر کے اندر رہے، "سوراخ کرنے والے" بم کی خاصیت یہ ہے کہ جب وہ کسی عمارت کے اوپر گرتا ہے تو چھت میں سوراخ کر کے اندرونی حصوں میں داخل ہو جاتا ہے اور وہاں پہنچکر پھٹتا ہے لیکن اس طرح کے بم زیادہ تر فوجی مورچہ بندیوں کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں یہ بم بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اس لئے امید کی جاتی ہے کہ شہری آبادیوں پر حملہ کرنے کے لئے ان کو استعمال نہیں کیا جائے گا،

اس سلسلہ میں یاد رکھنے کی دوسری اہم بات یہ ہے کہ رات کو جوں ہی خطرے کی آگاہی مل جائے تمام روشنیوں کو فوراً بجھا دیا جائے آگ لگانے والے بم جب زمین پر گرتے ہیں تو ان کے پھٹنے سے آگ پیدا ہوتی ہے اس لئے جب یہ ریت یا زمین پر گریں تو ان کی آگ تقریباً دس منٹ میں خود بخود ختم ہو جاتی ہے لیکن جب کسی جلنے والی چیز پر گرتے ہیں تو ان کو آگ لگا دیتے ہیں اگر فوری عمل کیا جائے تو یہ بم دو تین منٹ میں بجھائے جا سکتے ہیں، لیکن جب ان کی آگ پھیل جاتی ہے تو بجھانا مشکل ہوتا ہے،

زہریلی گیس!

ہوائی حملے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ خطرناک چیز زہریلی گیس ہے جو مخصوص قسم کے بموں سے خارج ہوتی ہے، یوروپین ممالک میں ہر شہری کے لئے ایک گیس ماسک مہیا کیا گیا ہے (باقی صفحہ ۸ پر)

باغبانی

موسمی پھولوں کی کاشت!

(از جناب آمرناتھ ... بی اے، ایم اے)

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

پھولوں کی ساری دنیا پسند کرتی ہے، انہیں صرف نوجوان اور شوقین طبعیت لوگ ہی پسند کرتے ہیں بلکہ بڈھے اور مایوس لوگوں کو یہ خوشی دینے کا ایک خاصا ذریعہ ہے چونکہ رنگین اور بھینی بھینی خوشبو والے پھولوں سے زیادہ خوبصورت، پاک اور دلکش کوئی دوسری چیز نہیں پھولوں کی کاشت کے ذریعہ ایک نفع بخش تجارت بھی کی جاسکتی ہے اس لئے پھولوں کی کاشت کے متعلق یہ مضمون دلچسپی سے پڑھا جائیگا

اقسام پھول!

(۱) **موسمی پھول**.. جو کہ ایک ہی موسم میں بوئے جاتے ہیں اور کھلتے ہیں اور اسی میں ختم ہو جاتے ہیں

(۲) **بارہ ماسی** ان کا پودا بارہ مہینہ رہتا ہے اور پھول بھی وقتاً فوقتاً ہمیشہ ہی کھلتے ہیں، موسمی پھولوں کی ایک ذات گرمی اور برسات کے موسم میں کھلتی ہے اور دوسری جاڑوں میں، جاڑوں کے پھول بہت رنگوں اور بہت قسم کے ہوتے ہیں

تخم بونے کا طریقہ!

موسمی پھولوں کی کاشت میں صحیح طریقہ پر بیج کا بونا نہایت ضروری ہے، بیج زمین میں، لکڑی کے بکسوں یا گملوں میں بوئے جاتے ہیں دو حصہ پتی کی کھاد سڑی ہوئی، ایک حصہ معمولی باغ کی مٹی ایک حصہ ریت یا ریلی مٹی کو اچھی طرح صاف کرکے آپس میں خوب ملاکر بیج بونا چاہیئے، اگر گملوں میں بیج بوئے ہوں تو پہلے گملا کنکروں یا پتھر کے ٹکڑوں سے بھرکر ایک تہ گھاس کی لگاکر پھر اوپر رکھی ہوئی مٹی سے گملے کو ایک انچ چھوڑ کر اوپر تک بھر دینا چاہیئے اگر بیج بہت چھوٹے ہوں تو انہیں گملوں میں ہی بونا چاہیئے ان چھوٹے بیجوں کو باریک مٹی یا ریت میں ملاکر بونے کی ترکیب نہایت معقول ہے ان بیجوں پر بالکل مٹی نہ ڈالنی چاہیئے یا بہت تھوڑی ڈالنی چاہیئے ان کو صرف ایک شیشے کے ٹکڑے سے ڈھانپ دینا چاہیئے اور پھر کو سایہ میں رکھنا چاہیئے بیجوں کے بونے کے بعد ان کی لمبائی کی طاقت سے زیادہ مٹی نہ ڈالنی چاہیئے، ورنہ کم اُگیں گے۔

بیجوں کو فوارہ یا کسی چھینٹے سے پانی دینا مضر ہے گملے کو پانی کے برتن میں رکھ دینا چاہیئے تاکہ نمی نیچے کے سوراخ سے مٹی اور بیج کو پہنچ جائے کیونکہ اوپر سے پانی دینا بیج کو ادھر اُدھر کر دیگا اور پودے ایک جگہ گچھا بن کر اُگیں گے، بعض اوقات بیج بونے سے پہلے مٹی میں اچھی طرح سے پانی دینا ضروری ہے تاکہ وہ میٹھے جلدی بدف ... منتشر ہو جاتے ہیں۔

زمین میں بیج بونے سے پہلے مٹی کم از کم آٹھ انچ گہری کھودنی ضروری ہے اور بنائی ہوئی کھاد کی مٹی بھر کر ہموار کرکے بیج بونا چاہیئے، بیج ہمیشہ لائن میں بونا چاہیئے تاکہ پودا نکالتے وقت ان کی باریک نازک جڑیں کم سے کم ٹوٹیں، اگر بیج بونے وقت زمین نم ہے تو اس میں ایک یا دو روز بعد ہر روز شام کو فوارہ سے پانی لگانا چاہیئے. کیاریوں، بکسوں اور گملوں کو بارش اور دھوپ سے محفوظ رکھنا چاہیئے مگر کم از کم ایک گھنٹہ صبح دھوپ اور روشنی کافی مقدار میں پودوں کو ملنی چاہیئے۔

پودے بدلنے کا طریقہ اور مناسب کھاد!

(۳) پودوں میں جب تین یا چار پتیاں نکل آویں اور ۲½ سے ۳½ انچ لمبے ہو جاویں تب سمجھ لینا چاہیئے کہ اب ان کا پھولوں کے لئے تیار کی ہوئی زمین میں بدلا جانا ضروری ہے، زمین میں دو حصہ پرانی سڑی ہوئی پتی کی کھاد اور ایک حصہ پرانی سڑی ہوئی گوبر کی کھاد ملانا ضروری ہے، اگر پودوں کو آخری جگہ لگانے سے پہلے دو تین بار بدل دیا جائے تو پھول بڑا اور خوشنما ہوتا ہے پودے کو بدلنے سے پہلے کیاری میں پانی اچھی طرح سے لگائیں تاکہ نازک جڑوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے،

پودا تبدیل کرنے کے بعد فوراً ہی پانی دینا چاہیئے اور کم از کم دو تین روز تک جب تک جڑیں مٹی کو پکڑ لیں پودوں کو دھوپ سے بچانے کا انتظام کرنا چاہیئے، جب کبھی زمین میں خشکی معلوم ہو فوارہ سے پانی دینا چاہیئے عمدہ پھولوں کو وقت پر پیدا کرنے کے لئے وقت پر گائے کی کھاد نہایت ضروری ہے پانی کا کھاد کلیوں کے بننے کے وقت دینے سے پھول بہت اچھا ہوتا ہے تازہ گوبر یا گھوڑے کی لید ایک کپڑے میں باندھ کر پانی کے ٹب میں چھوڑ دینا چاہیئے جب پانی چائے جیسے رنگ کا ہو جائے تب اس کو پودوں میں دینا چاہیئے۔

بیماریاں اور ان کے علاج!

پانی کی زیادتی سے فنگس کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے پرمنگنیٹ پوٹاش کا پانی چھڑک دینے سے اثر کم ہو جاتا ہے بعض اوقات پتیاں مڑ تڑ جاتی ہیں اور بد شکل ہو جاتی ہیں مٹی میں بجھا ہوا چونا اچھی طرح ملا دینے سے پتیوں کو یہ بیماریاں نہیں ہوتی ہیں!

چیونٹی پودوں کی پرورش میں ایک بڑا روڑا ہے ایک اونس سوڈیم آرسی نائٹ چار اونس مٹی کا تیل ایک گیلن پانی میں ملاکر پودوں کو لگا دینے سے جڑ کی چیونٹیاں مر جاتی ہیں

روسی معمّہ

کیا روس بھی جنگ میں شریک ہوگا؟

(ایک سیاست داں کے قلم سے)

یورپین جنگ میں روس کا رویہ اب تک ساری دنیا کے سیاست دانوں کے لئے ایک معمّہ بنا ہوا ہے جس وقت دنیا کو اسبات کا یقین ہو چلا تھا کہ یورپ کو جارحانہ "نازی ازم" سے نجات دلانے کے لئے روس جمہوریتوں سے ملکر ایک متحدہ محاذ قائم کرے گا، دفعتاً "روسی جرمن" معاہدے نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا، یہ کہتے ہوئے کہ روس کو مزید ملکیتوں کی ضرورت نہیں ہے، روس نے پولینڈ کے ایک بڑے حصّہ پر قبضہ کر لیا،

جرمنی اور روس

جرمنی کی طرف روس کا رویہ بہت زیادہ پُراسرار ہے روس اور جرمنی کے درمیان معاہدے پر معاہدے ہوتے جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بالٹک اور بلقان کے ممالک میں روس اپنے اقتدار کو بڑھاتا جا رہا ہے اس جنگ سے پہلے یہ ممالک جرمنی کے دائرہ اثر میں تھے اس لئے ظاہر ہے کہ روس کا فائدہ جرمنی کے نقصان کے معنی رکھتا ہے روس نے جرمنی کو اسبات کی اجازت نہیں دی کہ وہ پولینڈ میں رومانیہ کی سرحد کے قریب آجائے اس لئے رومانیہ اب روس کی گرفت میں ہے مزید برآں پولینڈ کے حصے بخرے میں تیل والے پولستانی خطوں کا اسّی فی صدی حصّہ روس نے لے لیا،

اسی طرح جرمنی کے ساتھ غیر جارحانہ معاہدہ کرتے ہوئے روس نے موقعہ سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ نہ صرف بالٹک اور بلقان کے ممالک نے بلکہ ہنگری نے بھی اپنی سیاسی اور اقتصادی دوستی کا ہاتھ جرمنی کی طرف سے کھینچ کر روس کی طرف بڑھا دیا حقیقت یہ ہے کہ جرمنی نے روس کی دوستی بہت بڑی قیمت پر خریدی ہے اور اس قیمت کا ادا کرنا جرمنی کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے،

روس کا فائدہ!

جرمنی اسبات پر فخر کر رہا ہے کہ روس کے ساتھ اس کا معاہدہ صرف "غیر جارحانہ" نہیں ہے، بلکہ باہمی فوجی اور اقتصادی امداد پر مبنی ہے لیکن اب تک یہی دیکھنے میں آ رہا ہے کہ روس اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے صورتِ حال سے مکمل فائدہ اُٹھا رہا ہے فوجی اور اقتصادی امداد کی کوئی صورت ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی ہے اور نہ جمہوریتیں اسبات سے خوف زدہ ہو سکتی ہیں کہ ان کو درپردہ ایک "روسی جرمن" ملٹری معاہدے کی دھمکی دی گئی ہے برطانیہ اور فرانس کو اسبات کا یقین نہیں ہو سکتا کہ روس کا ڈکٹیٹر اسٹالن اپنے ملک کو کھلم کھلا جرمنی کے دوش بدوش کھڑا کر کے اپنے لئے مصیبت مول لیگا اور روسیوں کو ناخوش کرے گا۔ اس وقت تک تو یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ روس نے جنہیں جانبدار رہ کر دونوں ہاتھوں سے نفع حاصل کیا ہے۔ جرمن پریس "روس جرمن" معاہدے پر خوش ہے اور ہر وان ربن ٹراپ کی کامیابی کا ڈھول بجایا جاتا ہے لیکن یہ ڈپلومیسی صرف اسی حد تک کامیاب ہوئی ہے کہ جرمنی محنت کرتا ہے اور روس کو اس کا پھل ملتا ہے :

"صلح کا مورچہ"

اب یہ سمجھنا آسان ہے کہ روس "صلح کے مورچہ" میں کیوں شریک ہونا چاہتا ہے؟ جن چیزوں کا وہ بہت دنوں سے خواہشمند تھا اُسے حاصل ہو چکیں، لیکن یہی چیزیں اسے معتدل ایام میں نہیں حاصل ہو سکتی تھیں اسلئے اب وہ صلح کی تجویز پیش کرتا ہے تاکہ جو نئے حالات پیدا ہو گئے ہیں وہ تسلیم کر لئے جائیں اس کے معنی یہ ہونگے کہ وہ پولینڈ جس کی آزادی کی حفاظت کا برطانیہ اور فرانس نے وعدہ کیا تھا پھر وجود میں نہیں آئیگا،

اسلئے بظاہر یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ جب تک پولینڈ واپس نہیں کیا جائے گا برطانیہ اور فرانس جنگ سے دست بردار نہ ہوں گے، اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا روس جرمنی کی طرف اس جنگ میں شریک ہوگا یا نہیں؟

روس نے اب تک اس سوال کا کوئی صاف جواب نہیں دیا ہے، اب تک کے حالات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ روس غیر جانبدار رہے گا اور جرمنی کو تنہا جنگ کرنے کے لئے چھوڑ دیگا، لیکن اگر روس واقعی جنگ میں شریک ہو جائے تو کیا اس سے جنگ کے موجودہ راستہ پر کوئی اثر پڑے گا؟

باہم قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ اسٹالن کوئی روسی امدادی فوج جرمنی کو بھیجے گا، یا جرمنی ایسی فوج کا خیر مقدم کرنے کے لئے رضامند ہوگا، اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہٹلر انہیں لوگوں کے ووٹوں سے جرمن حکومت کا سردار بنا ہے جو کمیونزم کے سخت ترین مخالف تھے، "روس جرمن" معاہدہ کے متعلق تو ہٹلر اپنے ہوا خواہوں سے یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ پولینڈ کو حاصل کرنے کے لئے ایک سیاسی چال تھی، لیکن جب ایسی صورت حال پیدا ہوگی کہ روسی فوجیں جرمنی کی سرزمین پر داخل ہونگی تو وہی جرمن باشندے ہٹلر سے بغاوت کریں گے اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو جرمنی میں کمیونزم انتہائی تیزی سے پھیل جائے گا اور نازی ازم کی بنیادیں ختم ہو جائیں گی۔ غالباً ہٹلر کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جو خود اس کے لئے خطرناک ہو ہٹلر ہمیشہ سے سُرخ فوجوں کا مخالف ہے اور کمیونزم کے لئے اسکے پاس نفرت کے سوا اور کچھ نہیں ہے:

اقتصادی امداد!

اس لئے امکان اسی بات کا ہے کہ جرمنی کو روس کی اگر کوئی امداد ملے گی تو وہ اقتصادی شکل میں ہوگی، اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس پالیسی کا کیا اثر ہوگا؟

ہٹلر خود اسبات سے واقف ہے کہ کسی طویل جنگ میں اگر برطانیہ نے بحری بلاکیڈ کو سخت بنا دیا تو جرمنی بالکل مجبور اور بے دست و پا ہو جائے گا، جرمنی میں کھانے کی چیزوں کی کمی ہے اور جنگ کو چلانے کے لئے خام اشیاء بھی کافی نہیں ہیں، مزید برآں جرمنی کے پاس تیل بھی اس قدر کم ہے کہ پہلے چھ ماہ کے بعد وہ جنگ کو آگے نہیں چلا سکے گا لیکن اسکے بعد جرمنی کیا کرے گا؟

جرمنی نے اپنی اُمید کا قلعہ اس بات پر بنا رکھا تھا کہ پولینڈ اور رومانیہ کے تیل کے چشموں پر قبضہ کر کے وہ جنگ کو آگے چلا سکے گا لیکن اسٹالن کی چالاکی نے ہٹلر کو بیوقوف بنا دیا۔ روس نے پولینڈ کے تیل کے چشموں کا اسّی فی صدی حصّہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

وجے دشمی

(”تیج ویکلی“ کے خاص شاعر کے قلم سے)

آگئی ہندوستاں میں پھر دسہرے کی بہار ۔۔۔ دیدنی ہے موسمی پھولوں کا گلشن میں نکھار

ہر طرف چھایا ہے پھر بھارت میں خوشیوں کا سماں ۔۔۔ اک مسرت کا خزانہ بن گیا ہندوستاں!

رام چندر جی کی یاد آئی، زمانہ جاگ اُٹھا ۔۔۔ نغمۂ حق سے ہوئی لبریز دُنیا کی فضا

فتحِ حق کی یاد پھر دل کو جلا دینے لگی ۔۔۔ پھر تمنّا آتشِ دل کو ہوا دینے لگی

حسن سے مغرور گل نے لن ترانی چھیڑ دی ۔۔۔ پھر بھی بلبل نے محبت کی کہانی چھیڑ دی

ہند ہے محکوم، ہر سو ہے نمایاں اضطراب ۔۔۔ دیکھئے چمکے یہاں کب حرّیت کا آفتاب

چلتے چلتے راہ آزادی کی طے ہو جائے گی!

چند روزوں میں ہماری بھی "وجے" ہو جائے گی!

اس ہفتہ کیلئے ایک خیال: حرص و تمنّا بے چینی ہے اور صبر و قناعت سکون ہے (کارلائل)

پچھلے صفحہ سے

اور رومانیہ بھی اب تک جرمنی کے دستبرد سے آزاد ہے،

ان حالات میں جرمنی روس کے ساتھ جوا کھیلنے پر مجبور ہوا۔

روس کے ساتھ جوا!

جرمنی کا طرز عمل اس نے ایک ہو گیا ہے کہ روس کی امداد حاصل کرنے کے لئے جرمنی کو بڑی بڑی قربانیاں کرنی پڑی ہیں۔ اور اس پر بھی کوئی خوشگوار نتیجہ برآمد نہیں ہوگا، صحیح ہے کہ روس میں ہر سال ساڑھے بارہ لاکھ ٹن تیل پیدا ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس میں سے کوئی بڑا حصہ جرمنی کو نہیں دیا جاسکے گا، اور جو کچھ دیا جائے گا اس کی مدد سے جرمنی اس جنگ کو کچھ دنوں تک تو چلا سکے گا لیکن بہت دنوں تک نہیں چلا سکے گا۔ اور خود اپنی ضروریات کے پیش نظر جرمنی کو کسی غیر محدود مدت تک امداد نہیں دے سکے گا!

ہٹلر کے شبہات

روس کا موجودہ رویہ ایک دوسرا مطلب بھی رکھتا ہے، یہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ یورپ میں کمیونزم کی اشاعت کی راہ میں جرمنی سب سے بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے اس لئے ممکن ہے کہ اسٹالن اس موقعہ پر جرمنی کے انتشار اور تباہی کو پسند کرے، اس لئے اگر اپنی امداد سے وہ ہٹلر کو جنگ میں مصروف رکھے گا تو جرمنی کی مصیبت بہت طویل ہو جائے گی، اور آخر کار جرمنی میں ایک انقلاب رونما ہوگا جو کمیونسٹوں کے لئے بہترین موقعہ ہوگا،

انہیں حالات سے ظاہر ہے کہ ہٹلر صلح کے لئے کیوں بے چین ہے ظاہر ہے کہ جرمنی اور روس کے بنیادی اصول اور مقاصد اس قدر بیگانہ ہیں کہ کوئی معاہدہ بہت دنوں تک قائم نہیں رہ سکتا، ہٹلر کی کتاب "مین کیمف" میں ایک اہم حصہ ہے جسے ایک قسم کی سیاسی پیشین گوئی سمجھنا چاہیئے، ہٹلر لکھتا ہے کہ "ایک روسی جرمن معاہدہ دوسری عالمگیر جنگ کا باعث ہوگا اور اس جنگ میں جرمنی کا خاتمہ ہو جائے گا" اس لئے ہٹلر کے دل میں خودبخود یہ شبہات پیدا ہو رہے ہوں گے کہ روس کے ساتھ اس کا جوا کھیلنا جرمنی کے لئے ایک خطرناک قدم ہے،

جرمن دشمن کی کمزوری سے اس وقت روس بھی طرح فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ عملی طور پر کسی مغربی جنگ میں شریک نہیں ہوگا اگر وہ ایسا کرے تو مشرق میں جاپان اس کے لئے مشکلات پیدا کر دے گا، دوسری طرف ترکی کا طرز عمل بھی اہم ہے ترکی ابھی عہد کر چکا ہے اگر کسی عالمگیر جنگ میں ترکی درہ دانیال کو برطانوی اور فرانسیسی جہازوں کے لئے کھول دیگا تو بحر اسود میں روس کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے گا ان حالات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روس اس جنگ میں کوئی عملی حصہ نہیں لیگا،

روس کی جیت!

اس وقت روس کی سب سے بڑی جیت یہی ہے کہ بالٹک اور بلقان کے ممالک جرمنی سے نظر پھیر کر روس کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں، پچیس برس کی پرانی روسی تمنا اس وقت پوری ہو رہی ہے روس کے اقتصادی نفع کی بنیاد جرمنی کے خسارہ پر قائم ہوئی ہے اہل جرمنی کو بھی یہ بات معلوم ہے لیکن وہ اس تلخ حقیقت کو اس لئے برداشت کر رہے ہیں کہ مغربی مورچہ پر وہ لڑائی میں مصروف ہیں، دنیا اس وقت حیرت زدہ ہو کر سوچ رہی ہے کہ جرمنی کا خاتمہ ہی کر دینا روس کا آخری مقصد ہے ہٹلر کا دماغ بھی اس خیال سے خالی نہیں ہے

روس کے رویہ کا ایک دوسرا پہلو قابل غور ہے بعض واقف کار حلقوں میں یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ روس ہی نے جرمنی کو جنگ کی ترغیب دی ہے، روس چاہتا تھا کہ مغرب ایک جنگ میں مصروف ہو جائے اور اسے خیال تھا کہ اگر وہ برطانیہ اور فرانس کی مخالفت کرے گا تو جرمنی ان ممالک کے خلاف جنگ نہیں کرے گا، روس جانتا تھا کہ جب تک جرمنی دوسری طرف مشغول نہ ہو وہ اپنے مقاصد کو حاصل نہیں کر سکے گا اس لئے اس نے جرمنی کو جنگ کے غار میں دھکیل دیا اور خود طرح طرح کے فائدے اٹھائے گا!

اگر سوویٹ روس کا رویہ اس روشنی میں دیکھا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ اسٹالن نے ایک نہایت عاقلانہ سیاسی چال چلی ہے ہٹلر نے سب سے بڑی سیاسی غلطی کی ہے یہ حقیقت کہ روس جرمنی کا بہت بڑا بہی خواہ نہیں ہے اسی سے ظاہر ہے کہ اس نے پولینڈ کا بہترین حصہ اپنے قبضہ میں لے لیا، اور سوویٹ کے لئے اس کی معدنی دولت اور رومانیہ کی سرحدوں کو ریزرو کر لیا،

اب سوال یہ ہو سکتا ہے کہ روس کا آئندہ طرز عمل کیا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ غالباً اپنی حاصل کی ہوئی ملکیتوں پر قابض رہنے کی کوشش کرے گا لیکن چونکہ جرمنی کے ساتھ روس نے بھی پولینڈ پر قبضہ کر لیا ہے اس لئے کیا برطانیہ اور فرانس اس امر کی اجازت دیں گے کہ پولینڈ کا اس طرح خاتمہ کر دیا جائے

اے۔ آر۔ پی

(صفحہ نمبر ۵ کا بقایا)

ہندوستان میں اگرچہ اس کا امکان تو نہیں ہے کہ دشمن کے ہوائی جہاز زہریلی گیس سے حملہ کریں گے پھر بھی صوبجاتی حکومتیں اس مسئلہ پر غور کر رہی ہیں ایسے بموں کے حملے سے بچاؤ کا طریقہ بھی یہی ہے کہ انسان اپنے گھر کے اندر رہے، تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کر دے اور اس وقت تک بند رکھے جب تک کہ "اختتام خطرہ" کا سگنل نہ سنا جائے،

"اے۔ آر۔ پی" کے سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم کام یہ ہے کہ عوام کو خطرے کے وقت میں صحیح عمل کرنے کی تعلیم دی جائے لوگوں کو یہ نہیں سکھلانا چاہیئے کہ وہ دوسروں کی امداد پر بھروسا کئے بیٹھے رہیں بلکہ وقت آنے پر خود عمل کرنے کو تیار ہو جائیں

ریاست ویکلی دہلی

۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۳۹ء

جنگ کے بعد اصلاحات؟

قومی مطالبہ پر وائسرائے کا جواب

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس کے موقعہ پر پنڈت جواہر لال نہرو نے ارشاد فرمایا تھا کہ تقریباً دو ہفتہ میں برطانی حکومت ہمارے قومی مطالبہ کا جواب دیگی، لیکن ابھی دو ہفتے گذرنے بھی نہیں پائے ہیں کہ حکومت برطانیہ نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے کی زبانی جواب دیدیا۔ اس جواب میں جو کچھ ہے اسکے متعلق یہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ صرف ناکافی ہی نہیں ہے بلکہ کانگریس نے جو مطالبہ کیا تھا اسکے بالکل برعکس ہے اور اس سے بھی ایک شہنشاہیت پرستانہ ذہنیت کی وہی شان نمایاں ہے جو پہلے سے اس کا طرۂ امتیاز رہی ہے

سب سے پہلا مطالبہ کانگریس کا یہ تھا کہ حکومت برطانیہ ان مقاصد کا صاف اعلان کرے جو اس جنگ میں اسکے پیش نظر ہیں، وائسرائے نے اسکے متعلق بہت سے الفاظی منزل طے کرکے جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ برطانی حکومت سردست ایسا نہیں کر سکتی، آپکے الفاظ یہ ہیں کہ "ملک معظم کی حکومت نے خود بھی اب تک اس جنگ کے سلسلہ میں اپنے مفصل مقاصد کا اعلان مکمل وضاحت کے ساتھ نہیں کیا ہے، ظاہر ہے کہ کوئی ایسا بیان اس وقت دیا جا سکتا ہے جب جنگ بعد کی منزلوں میں پہنچ گئی ہو" ــــــ اس سلسلہ میں آپ نے برطانی وزیر اعظم کے چند الفاظ بھی دہرائے ہیں جنمیں یہ کہا گیا ہے کہ برطانیہ ایک بہتر بین الاقوامی سسٹم کے قیام کے لئے جس میں ہر حیہ ما منہ بعد جنگ کا خطرہ نہو اس جنگ میں شریک ہوا ہے، وہ ایک مستقل اور حقیقی صلح کا خواہشمند ہے جو دھمکیوں سے توڑا نہ جا سکے، اس سلسلہ میں صرف اتنا ہی کہہ کر وائسرائے خاموش ہوجاتے ہیں اور ہم یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوجاتے ہیں کہ جمہوریت اور قوموں کی آزادی کے اُن بلند اصولوں کو جو پہلے بار بار پیش کئے گئے ہیں اس اہم تقریر سے کس طرح باہر اور بالکل الگ تھلگ رکھا گیا ہے،

رہا دوسرا سوال یعنی ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ، تو اس ضرب المثل کے مطابق کہ "صبح ہی سے دن کے حالات معلوم ہوجاتے ہیں" اس تقریر کی ابتدا ہی ہمیں یہ بتلا رہی ہے کہ اسکی انتہا سوائے کچھ بھی نہیں ہے کہ پرانے وعدے دہرائے جائیں اور نئے وعدوں کو اس طرح پیش کیا جائے کہ آئندہ چلکر ان میں ترمیم اور تبدیلی کا پہلو بھی بخوبی موجود رہے، وائسرائے کے چند الفاظ ملاحظہ فرمایئے:۔

"ہندوستان کی نسبت ملک معظم کی حکومت کے ارادے اور مقاصد کیا ہیں اسکے جواب میں اس سے بہتر میں اور کچھ نہیں کر سکتا کہ اس بیان کا حوالہ دوں جو ملک معظم کی حکومت کی طرف سے سابق وزیر ہند نے دار العوام میں ۶ فروری سنہ ۱۹۳۵ء کو دیا تھا، اس بیان سے پوزیشن اس قدر واضح ہوجاتی ہے کہ شک وشبہ کی ذرا بھی گنجائش باقی نہیں رہی اس میں سنہ ۱۹۱۹ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے دیباچہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ملک معظم کی حکومت اس وعدہ کو منسوخ کرنا نہیں چاہتی۔ اس سے اس بیان کی بھی تصدیق ہوتی ہے جو لارڈ ارون نے حکومت کے ایما پر سنہ ۱۹۲۹ء میں دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ "ہندوستان کی ترقی کا فطری نتیجہ ڈومینین اسٹیٹس ہی ہے"

اسکے بعد وائسرائے موجودہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی تعریف میں چند الفاظ کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ایکٹ جب بنایا گیا تھا تو حتی الامکان اسپر زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے حاصل کر لیا گیا تھا۔ نیز یہ کہ جدید آئین [illegible] اور ہندوستانی مدبروں اور برطانی ہندو ہندوستانی ریاستوں کے نمائندوں کی مشترک محنت کی پیداوار ہے اور اسپر غور و بحث کے مختلف مرحلوں پر ہندوستان کی تمام پارٹیاں شریک رہی ہیں اور ان حالات میں جو برطانی حکومت کے سامنے تھے یہی آئین عملی طور پر سب سے زیادہ اتفاق رائے کا آئینہ دار ہے،

ان الفاظ کا مطلب سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے جب وائسرائے نے پچھلے دنوں ملاقاتوں کا ایک غیر محدود سلسلہ جاری کیا تھا اور ان کے در دولت پر ملاقاتیوں کا کبھی نہ ختم ہونے والا تانتا بندھا ہوا تھا اسی وقت ــ

آئینۂ تاریخ

مہاتما گاندھی کا بیان!

پیڈنگ آرٹیکل تحریر کرنے کے بعد مہاتما گاندھی کا بیان بھی ہمارے سامنے آیا۔ ہمیں اس بیان کا انتظار تھا، کیونکہ مہاتما جی کی اس بیان سے کہ وہ ذاتی طور پر برطانیہ اور فرانس کے ساتھ غیر مشروط ہمدردی رکھتے ہیں برطانی مدبروں اور برطانی اخبارات نے بڑا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ غالباً ان کا یہ خیال تھا کہ مہاتما گاندھی کانگریس سے الگ ہوکر شخصی طور پر کوئی امدادی کارنامہ پیش کریں گے بعض انگریز ستیزین نے بھی لکھا تھا کہ کانگریس اور مسلم لیگ کو نظر انداز کرکے اسکی توقعات مہاتما گاندھی اور مسٹر جناح کے جذبات خیر سے وابستہ تھیں لیکن وائسرائے کے جواب کے متعلق

ہم سمجھ چکے تھے کہ کانگریس کے مطالبہ کا جواب کن الفاظ میں دیا جائے گا، ہم اس سے پہلے لکھ بھی چکے ہیں کہ اس وقت بھی وہی طرز عمل اختیار کیا گیا ہے جو گول میز کانفرنس کے وقت اختیار کیا گیا تھا، وائسرائے نے دعوت نامے جاری کئے اور مختلف و متضاد خیالات کے لوگوں نے ان سے ملاقاتیں کیں، کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہندوستان کی مختلف پارٹیوں کے نمائندے تھے، لیکن ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے بعض تو ایسے تھے جنکی زندگیاں صرف کانگریس کی مخالفت کے لئے وقف ہوچکی ہیں اور بعض ایسی پارٹیوں کے نمائندے تھے جن کی ممبری کی تعداد ہندوستان کی ۳۵ کروڑ آبادی میں ایک یا دو درجن افراد سے زیادہ نہیں ہے، ایسے موقعہ پر جبکہ برطانی حکومت کے سامنے ایک اہم ترین اور نازک ترین مسئلہ پیش تھا ایسے لوگوں کو اہمیت کیوں دی گئی، اسکے بیان کی غالباً ضرورت نہیں ہے ہندوستان میں اختلاف رائے ہی کی بنا پر حکومت برطانیہ قومی مطالبات کو ٹھکراتی رہی ہے اور اس وقت بھی اسی کی آڑ لے کر اس نے کانگریسی مطالبہ سے منہ موڑ لیا ہے،

یہ مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہوتی، وائسرائے کے بیان میں موجودہ جنگ کے اختتام پر ہندوستان کے لئے جو وعدہ پیش کیا گیا ہے اسکے الفاظ بھی بہت دلچسپ ہیں، ملاحظہ کیجئے:۔

"مجھے ملک معظم کی حکومت کی طرف سے یہ کہنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ لڑائی کے اختتام پر حکومت اس بات کی خواہشمند ہوگی کہ ہندوستان کے مختلف طبقوں، فرقوں، پارٹیوں اور مفادات کے نمائندوں اور والیان ریاست سے بات چیت کرے تاکہ موجودہ آئین میں مناسب تبدیلیاں کرنے کے لئے ان کی امداد اور ان کا تعاون حاصل کیا جا سکے"

ہمارے خیال میں ان الفاظ کی پیچ در پیچ ترکیبوں کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے، برطانی حکومت کے ایک نمائندے سے غالباً اس سے زیادہ توقع رکھنا بھی ہندوستانیوں کی غلطی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ ہندوستانیوں کی آنکھیں بھی اب بند نہیں ہیں وہ اچھی طرح دیکھ رہے ہیں کہ برطانیہ نے اس وقت جو سبز باغ دکھلایا ہے اس کا مطلب کیا ہے اور جنگ کے بعد ان کا کیا حشر ہونے والا ہے. وائسرائے کے بیان سے تو صاف ظاہر ہے کہ پرانی گول میز کانفرنس کی طرح پھر ایک دقیانوسی قسم کی گول میز کانفرنس غالباً بلائی جائے گی، تمام مختلف طبقوں اور فرقوں اور پارٹیوں کو اظہار خیال کی دعوت دی جائے گی، اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ پھر برطانیہ کو ہندوستان کو غلام رکھنے کے لئے ایک نیا عذر ہاتھ آجائیگا، اور وہ کہہ دیگا کہ "جب تم خود آپس میں اتفاق و اتحاد نہیں رکھتے تو ہم کیا کریں، ہم سے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ مختلف جماعتوں اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت نہ کریں"

مختصر الفاظ میں یہی وہ جواب ہے جو حکومت برطانیہ نے کانگریس کے مطالبہ پر پیش کیا ہے۔ اس جواب میں جیسا کہ ایک معاصر نے کہا ہے تقریباً تین ہزار الفاظ ہیں، لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس طویل بیان میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو قوم پرست ہندوستانیوں کو مطمئن کر سکے، الفاظ کا یہ گورکھ دھندا غالباً اسلئے تیار کیا گیا ہے کہ اصل مقصد گم ہوجائے کہنے کو جو کچھ بھی وہ صرف چند الفاظ میں کہی جا سکتی تھی لیکن جب نیت بخیر نہو تو الفاظ کے سوا باقی کیا رہتا ہے،

مختصر یہ کہ برطانی حکومت کا جواب قطعاً مایوس کن ہے اور اس سلسلہ میں کانگریس ہائی کمانڈ کا طرز عمل کیا ہوگا وہ پنڈت جواہر لال نہرو کے بیان سے ظاہر ہے آپ فرماتے ہیں کہ اب دنیا کا کوئی شخص برطانیہ کے اس دعوے پر یقین نہیں کر سکتا کہ وہ جمہوریت اور آزادی کے لئے یہ لڑائی لڑ رہا ہے بعض اخبارات کی رائیں بھی اس سلسلہ میں شائع ہوچکی ہیں اس وقت برطانیہ نے دانشمندی اور حکمت عملی کو پس پشت ڈالکر جو امپیریلسٹ رویہ اختیار کیا ہے وہ حد درجہ قابل اعتراض ہے افسوس ہے کہ برطانیہ نے ہندوستان کی دوستی حاصل کرنے کا یہ بہترین موقعہ کھو دیا ہے پھر بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وائسرائے کا بیان ہی اس سلسلہ کا آخری اعلان ہے ہر حالت میں اب ہمیں کانگریس ورکنگ کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کرنا پڑے گا جس کا اجلاس ۲۲ اکتوبر کو واردھا میں ہونیوالا ہے.

وجے دسمی

سال بھر کے بعد دسہرے کا تاریخی تیوہار پھر اپنی تمام رعنائیوں اور جلوہ آرائیوں کے ساتھ آگیا۔ ہندوستان میں گھر گھروں میں خوشیاں منائی جارہی ہیں، بازاروں کی رونق قابل دید ہے۔ سجی سجائی دوکانوں پر گاہکوں کا ہجوم رہتا ہے۔ طرح طرح کے سوتی اور ریشمی کپڑے، وضعدار اپ ٹو ڈیٹ ساڑیاں، دلکش اور نظر نواز جمپر اور انکے علاوہ سامانِ آرائش اور کھلونے خریدے جارہے ہیں۔ صرف دہلی ہی کو لیجئے اور اس شہر کے کاروبار اور خرید و فروخت پر نظر ڈالئے تو سہ پہر کو کھاری باؤلی، چاندنی چوک، گھنٹہ گھر اور نئی سڑک کا منظر آپ کو یہ بتلا دیگا کہ دسہرے کے تیوہار پر ہزار ہا روپے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کے تمام بڑے اور چھوٹے شہروں میں دسہرے پر کاروبار ہوتا ہے اور اگر شمار کیا جائے تو لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپے اس سلسلہ میں صرف کئے جاتے ہیں۔

ان مقامات کو دیکھکر اور بڑے بڑے بازاروں کی چہل پہل پر نظر ڈالکر آپ اس بات کا یقین نہیں کر سکتے کہ ہندوستان ایک ایسا افلاس زدہ غلام ملک ہے جہاں کی آبادی کے ایک بڑے حصہ کو روزانہ پیٹ بھر کر کھانا اور تن ڈھکنے کو کافی کپڑا نہیں ملتا۔ اس افسوسناک اور روح فرسا نظارہ کے لئے آپ کو "پس منظر" کی طرف دیکھنا پڑیگا اور غریب قصبا تیوں اور تنگ و پست و فاقہ کش دیہاتیوں کے تاریک گھروں کے اندر جھانکنا پڑیگا۔ برقی قمقموں کی جگمگاتی ہوئی روشنی میں رہنے والے حضرات غریب کے جھونپڑوں کے اس اندھیرے کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو تاریک رات میں تیل کی کمی کے باعث ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے بجھ جانے سے پیدا ہوتا ہے اور ایک بھوکے بچے کے بلک بلک کر رونے کی صدا اس تاریکی کو اور بھی ہولناک بنا دیتی ہے۔

آپ کہیں گے کہ ہندوستان کے اس عام افلاس کا سبب کیا ہے؟ لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ کو خود اس کا جواب معلوم ہے ہندوستان کا کروڑوں روپیہ ہر سال بدیشی تجارت کے ذریعہ باہر چلا جاتا ہے۔ غالباً یہ بات آپ کو معلوم نہیں ہوگی کہ تمام ممالک کے کارخانے سال بھر تک اسی غرض سے چلتے رہتے ہیں کہ دسہرے کے موقع پر ہندوستان کو دونوں ہاتھوں سے خوب لوٹیں گے۔ غیر ممالک ہندوستان کے مزاج اور موسمی جذبات کو خوب جانتے ہیں۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تیوہاروں پر خوشیاں تو ہم مناتے ہیں اور ہمارے گھر کی دولت نکل کر بدیشی ہاتھوں میں چلی جاتی ہے۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس غریب اور نادار ملک کا ہر تیوہار خود ہندوستانیوں کے لئے غم کا ذریعہ اور دوسری قوموں کے لئے خوشی کا باعث بن جاتا ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ افلاس میں کبھی مسرت کبھی حاصل نہیں ہوتی، اور اس ملک کا تیوہار ہی کیا جہاں انسانوں کی اکثریت بھوکی اور ننگی اور فاقہ کش اور افلاس زدہ اور کمزور اور بدحال ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ محکومی اور غلامی کی طویل مدت نے ہمارے قومی جذبات کو مردہ کر دیا ہے، ہماری خودداری اور عزتِ نفس کو خاک میں ملا دیا ہے۔ ہندوستان کے سوا کوئی ایسا ملک اس دنیا میں نہیں ہے جہاں اپنے دیس کی چیزیں محبت اور احترام کی نگاہ سے نہ دیکھی جاتی ہوں۔ میں نے اوپر دہلی کی مثال پیش کی ہے۔ آپ چاندنی چوک میں اس سرے سے اس سرے تک پھر کر روزانہ دیکھ سکتے ہیں کہ بدیسی چیزوں اور کپڑوں کی دوکانوں پر کس قدر بھیڑ رہتی ہے اور ہمارے کھدر بیچنے والے دوکاندار کس "عالم" کے عالم میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ابھی چند ہی روز ہوئے گاندھی جینتی منائی گئی تھی۔ دہلی نے کھدر کے پریم کا ثبوت یہی دیا کہ امسال کھدر کی فروخت پچھلے سال سے بھی کم ہوئی۔ امید کی گئی تھی کہ پچیس ہزار روپیہ کا کھدر اس موقع پر دہلی میں فروخت کیا جائے گا۔ لیکن اس کی کمصف رقم کا کھدر بھی نہ بیچا جاسکا صرف یہی نہیں بلکہ کھدر فروخت کرنے میں دشواریاں بھی پیش آئیں۔

ان دشواریوں کے چند واقعات ہندو ناظرین تیج میں پیش کئے گئے۔ ہم صرف ایک واقعہ ناظرین تیج دیکلی کے لئے درج کرتے ہیں۔ کھدر فروخت کرنیوالے کچھ لوگ ایک صاحب کے پاس پہنچے۔ وہ اچھے خاصے وکیل تھے مگر چوپڑ کھیلنے میں مشغول تھے۔ آداب عرض کا جواب اس سرد مہری سے دیا کہ مطلع ہی سے مقطع کا مضمون ظاہر ہوگیا۔ مگر کچھ دیر بیٹھ کر یہ انتظار کیا کہ یہ کھیل ختم ہو اور وکیل صاحب اس طرف توجہ کریں۔ مگر کھیل ختم ہونے والا کہاں تھا۔ آخر کار مجبور ہو کر عرض مقصد کیا۔ تو پچیس کہتے ہوئے جواب دیا کپڑا کافی ہے ابھی دو سال تک ضرورت نہیں ہے۔ اس جواب کے بعد پھر منہ پھیر لیا اور چوپڑ میں مشغول ہو گئے۔" ہمیں یقین ہے کہ ایسے ہی بے غیرت دار ہندوستانیوں کے باعث ہندوستان کی غلامی اب تک قائم ہے۔ اگر سی۔ آئی۔ ڈی کی طرح ان وکیل صاحب کا پیچھا کیا جاتا تو یہ حضرت جن کے پاس دو سال کے لئے کافی کپڑا موجود تھا دسہرے کے تیوہار پر اپنے لئے اور اپنی بیوی بچوں کے لئے بدیشی کپڑا خریدتے ہوئے چاندنی چوک یا گھنٹہ گھر پر پکڑے جاتے۔

اس سے زیادہ کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اس مسرت بخش اور مبارک تیوہار پر ناظرین تیج دیکلی کو لکچر دینا نہیں چاہتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ "وجے دسمی" کی خوشی تمام ہندوستانی گھروں میں منائی جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ امیر اور غریب سب اس سے یکساں طور پر بہرہ اندوز ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اگر دولتمند لوگ بیش قیمت کپڑے اور دیدہ زیب لباس میں دسہرا منائیں اور ان کے بال بچے پستے کی لوز اور امرتیاں اور قیمتی میوے کھائیں تو غریبوں کے بچے کم از کم چار آنے گز والے کپڑے اور گڑ کی مٹھائیوں سے تو محروم نہ رہیں۔ آپ یقیناً اپنی مذہبی اور روحانی روایات سے اچھی طرح واقف ہیں "وجے دسمی" اس لئے منائی جاتی ہے کہ اس روز شری رامچندر جی نے راون پر یعنی حق نے باطل پر فتح پائی تھی۔ آئیے ہم آپ مل کر دعا کریں کہ ہندوستان بھی اپنی سوشل خرابیوں اور افلاس و بدحالی پر فتح حاصل کرے لیکن اس دعا کرنے میں بھی ہمیں سری سوامی شردھانند جی کا یہ زریں قول یاد رکھنا چاہئے کہ "عمل ہی وہ دعا ہے جو قبول ہوتی ہے۔" ہم ناظرین کو "وجے دسمی" کے مقدس اور مسرت انگیز تیوہار پر تہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

راز و نیاز

سوال :- پرماتما کو چھوڑ کر آدمی کو کس سے زیادہ پیار کرنا چاہئے ——— (نوبت رام چونی بمبئی)

جواب :- اسی کو زیادہ پیار کرنا چاہئے جو سب سے زیادہ پیارا معلوم ہو۔ محبت تو ایسی چیز نہیں ہے جو ارادہ سے تعلق رکھتی ہو۔ لیکن چونکہ آپ نے پرماتما کی محبت کا درجہ سب سے بلند رکھا ہے (در حقیقت بھی یہی ہے) اس لئے میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ پرماتما کے بعد والدین کا درجہ ہے جو پرماتما ہی کے حکم سے اس دنیا میں آپ کو لانے کا باعث ہوئے۔ آپ نے شاید یہ بھی سنا ہوگا کہ "ماں کے قدموں کے نیچے بہشت ہوتی ہے" پرماتما اور والدین کی طرف اپنے فریضہ محبت و خدمت کو ادا کرنے کے بعد محبت کے چند دوسرے مدارج آتے ہیں جو آپ کو معلوم ہیں یعنی بیوی اور بچوں سے محبت کرنا لیکن یقین کیجئے کہ بلند ترین محبت وہ ہے جو پرماتما کی ہر مخلوق کے ساتھ بے لوث طریقہ پر کی جائے۔ خدا کے بندوں ہی کی خدمت احقیقت میں خدا کی عبادت ہے۔

سوال :- خبروں پر سنسر سے کیا مراد ہے؟ اگر خبریں سنسر کی جاتی ہیں تو عوام کو صحیح حالات کا پتہ کیسے مل سکتا ہے؟ ——— (بشمبر دیال گپتا۔ دھلی)

جواب :- خبروں پر سنسر سے مراد یہ ہے کہ حکومت وہی خبریں عوام تک پہنچانا چاہتی ہے جو اسکی مصلحتوں کے مطابق ہوں۔ ایسی حالت میں حکومت صرف ملک ہی کی نہیں بلکہ خبروں کی بھی "مالک" بن جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں سنسر کی ہوئی خبروں کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ باقی حالات معلوم کئے جائیں "شارٹ ویو" ریڈیو کے ذریعہ دوسرے ممالک کی کچھ خبریں آجاتی ہونگی۔ مگر یہ خبریں بھی پروپیگنڈا سے تعلق رکھتی ہیں" پروپیگنڈا بازی کے اس ہنگامہ میں صحیح حالات تو صرف فرشتوں ہی کو معلوم ہوں گے۔

سوال :- اہل یورپ کے نزدیک عورتوں کا درجہ مرد سے کہیں زیادہ رکھا گیا ہے۔ ہمارے ہندوستان میں کیا وجہ کہ عورت لونڈی سے بدتر سمجھی جاتی ہے؟ ——— (مظفر خاں۔ بہرائچ)

جواب :- ہندوستان میں اب وہ عورتیں کہاں ہیں جو لونڈی سے بدتر سمجھی جاتی ہیں؟ زمانہ بدل گیا ہے۔ عورتیں اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کر رہی ہیں۔ اب تو عورتوں کے راج اور مردوں کی غلامی کا زمانہ آرہا ہے۔ کچھ دن کے بعد مرد بچوں کی پرورش کریں گے اور عورتیں باہر کا کاروبار سنبھالیں گی

سوال (۱) (ا) دنیا کا آغاز کہاں سے ہوا۔ انسان کا انصاف اسی دنیا میں ہو جاتا ہے یا اس کے بعد کوئی اور دنیا ہے۔ (ب) پہلے انڈا ہوا یا مرغی۔ اس کو اچھی طرح بالتفصیل بیان کریں اور اپنا خیال ظاہر کریں

(۲) پیدائش اور موت پرماتما کے اختیار میں ہے یا انسان کے؟ دنیا کا کاروبار پرماتما کے ہاتھ میں ہے کہ انسان کے ہاتھ؟

(رام لال چنوں۔ تحصیل فاضلکا)

جواب :- (۱) مذہب کے رو سے دنیا کا آغاز پرماتما کے حکم سے ہوا سائینس کہتا ہے کہ یہ دنیا "ایٹمز" یعنی ذرات کے اجتماع سے پیدا ہوئی، اور گیسوں نے جم جم کر یہ ٹھوس شکل اختیار کر لی آپ اپنے ذوق کے مطابق کسی کو صحیح سمجھ لیں جو میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ انصاف اس دنیا میں بھی ہوتا ہے اور اس کے بعد والی دنیا میں بھی۔ لیکن بعد والی دنیا کی یقینی شکل و صورت اب تک معلوم نہیں ہوئی ہے۔

(ب) انڈے یا مرغی کا مسئلہ کسی ایسے منطقی سے پوچھ لیجئے جو دلیل و بحث میں اپنی شکست کو کبھی شکست تسلیم نہ کرے۔

(۲) پیدائش اور موت دونوں پرماتما کے اختیار میں ہے۔ انسان کا حصہ اسمیں اتنا ہی ہے کہ پیدائش کے لئے قدرت کے بنائے ہوئے قانون پر عمل کرتا ہے اور موت کو دور رکھنے کے لئے حتی الامکان اپنی بیماری کا علاج کر لیتا ہے۔ اس کے بعد پرماتما کا حکم اپنا کام کرتا ہے۔ انسان ہر چیز میں کوشش پر تو قادر ہے، لیکن نتیجہ پر قادر نہیں۔

دنیا کے کاروبار پر بھی اسی فلسفہ کا اطلاق ہوتا ہے کہ کوشش کرنا انسان کا کام ہے اور کوشش کو ناکامیاب یا کامیاب بنانا پرماتما کے ہاتھ میں ہے لیکن ہمیں اس کا بھی یقین ہے کہ پرماتما انصاف ور ہے، اس لئے سچی اور حقیقی کوشش کا اچھا پھل ضرور عنایت کرتا ہے۔ انسان کو اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اپنا فرض ضرور ادا کرنا چاہئے اور نتیجہ کو پرماتما کے ہاتھ میں چھوڑ دینا چاہئے۔ زندگی بسر کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔

رفتارِ زمانہ

یہ تو آپ سن ہی چکے ہیں کہ ہٹلر کی پیش کردہ شرائط پر برطانیہ اور فرانس نے صلح کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ اس کے جواب میں ہٹلر نے یہ کہا ہے کہ "اصلی جنگ" اب شروع ہوگی۔ اسی اعلان کے سلسلہ میں ہٹلر نے اپنی تمام توجہ کو مغربی محاذ کی طرف مرکوز کر دیا ہے۔ جرمنی کی بڑی بڑی فوجیں جنگ کے تمام سامان کے ساتھ فرانس کے سرحد پر جمع ہوگئی ہیں، اور فوراً جرمنی یہ کوشش کر رہا ہے کہ فرانسیسی فوجوں نے جرمنی کے جس علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا اس کو دوبارہ حاصل کر لیا جائے۔

چنانچہ جرمنی نے ایک کمیونک کے ذریعہ یہ دعوے کیا ہے کہ دریائے سار اور مارن نج کی سڑک کے درمیان جو فرانسیسی فوجیں جرمن سرزمین پر داخل ہوگئی تھیں ان کو پھر جرمن فوجوں نے فرانسیسی سرحد کی طرف بھگا دیا ہے۔ اس محاذ کے دوسرے حصوں پر مقامی توپخانوں اور فتنی دستوں نے کچھ کام کیا ہے۔ اس سلسلہ میں دو خبریں کسی قدر اہمیت رکھتی ہیں۔ برلن کی ایک خبر کہتی ہے کہ فرانسیسی محاذ کو توڑنے کے لئے ہٹلر نے دس لاکھ آدمیوں کو قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مغربی محاذ پر بارش شروع ہوگئی ہے اور راتوں کو موسلا دھار پانی برستا ہے۔ کہیں کہیں پر فرانسیسیوں نے جرمنی کی پیدل سپاہ کو پسپا کر دیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ چونکہ بارش کے باعث زمین خراب اور گیلی ہوگئی ہے اس لئے جرمنی اس وقت مغربی محاذ پر کوئی طاقتور حملہ نہیں کر سکتا۔ مزید برآں چونکہ ممالک یورپ میں سیاسی گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اس لئے فوری کسی جارحانہ حملہ کی امید نہیں کی جا سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ جنگ کی خبریں بہت قلیل مقدار میں آرہی ہیں اس لئے یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ جنگ کس منزل میں ہے۔ بحری سرگرمیوں کے سلسلہ میں یہ خبریں آئی ہیں کہ جرمنی کی ایک آبدوز کشتی نے برطانیہ کے ایک بڑے جنگی جہاز کو غرق کر دیا ہے اور برطانوی جہازوں نے چند جرمن آبدوزوں کو تباہ کر دیا ہے۔

جنگ خواہ کسی منزل میں ہو آجکل جو خبریں آتی ہیں ان کا تعلق زیادہ تر بین الاقوامی سیاسی سرگرمیوں، روسنے نئے معاہدوں سے ہوتا ہے پچھلے دنوں روس کی کوشش کر رہا تھا کہ ترکی سے اس کا کوئی معاہدہ ہوجائے اس کام کے لئے ترکی وزیر خارجہ بھی ماسکو میں چند روز دن سے مقیم تھے۔ لیکن بہرحال روس اور ترکی کے درمیان کوئی معاہدہ نہ ہو سکا اس کا سبب یہ بتلایا گیا ہے کہ روس کے مطالبات اس درجہ بڑھے چڑھے ہوئے تھے کہ ترکی ان سے مطمئن نہ ہو سکا۔ اس کے بعد فوراً ہی ترکی اور اتحادیوں یعنی برطانیہ و فرانس کے درمیان ایک معاہدہ ہوگیا ہے جسے برطانیہ میں بڑی اہمیت دی جا رہی ہے۔ اس معاہدہ کے رو سے اگر مشرقی بحر روم میں کوئی یوروپین طاقت جارحانہ عمل کرے گی، رومانیہ و یونان کی گارنٹی کے سلسلہ میں اگر برطانیہ و فرانس کسی جنگ میں شریک ہوں گے تو ترکی انکی امداد کرے گا اور اگر کوئی یوروپین طاقت ترکی پر جارحانہ حملہ کرے گی یا بحیرہ روم میں کوئی ایسی جنگ چھڑے گی جس میں ترکی کو شریک ہونا پڑے تو برطانیہ اور فرانس ترکی کو امداد دیں گے۔ لیکن اس معاہدہ کے سلسلہ میں یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ ترکی اس معاہدے کے رو سے ایسا کوئی کام نہیں کریگا جو روس سے اس کی جنگ کا باعث ہو جائے۔ یعنی ترکی نے برطانیہ اور فرانس سے یہ معاہدہ کرنے میں روس کی دوستی کو ترک نہیں کیا ہے

روس اور بالٹک کے ممالک کے درمیان سمجھوتہ پر سمجھوتہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان سمجھوتوں کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ ان ممالک کے تمام جرمن باشندے یہاں سے واپس چلے جائیں چنانچہ بالٹک کے ممالک مثلاً اسٹونیا، لتھوانیا اور لٹویا کے جرمن باشندے اپنا گھر بار چھوڑ کر واپس آرہے ہیں اور انکے قیام کے لئے پولینڈ میں جگہ نکالی جا رہی ہے۔ مزید برآں روس نے جرمنی سے کہا ہے کہ پولینڈ کے اس حصہ سے بھی جو روسی قبضہ میں ہے تمام جرمن باشندے یا تو ہٹا لئے جائیں یا انکو ہمیشہ کے لئے سوویٹ روس کا شہری تسلیم کر لیا جائے۔ روس کے ہاتھوں جرمنی کو اب تک نقصان پر نقصان پہنچ رہا ہے۔

پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ بالٹک کے ممالک کے بعد بلقان بھی رفتہ رفتہ روس کے زیر اثر آجائے گا مگر اب یہ خبر آئی ہے کہ اٹلی کی رہنمائی میں بلقان کی ایک اتحادی طاقت قائم کی جانیوالی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان سیاسی تحریکوں کا مقصد یہ ہے کہ بلقان کے ممالک اور ترکی اور بلغاریہ کے درمیان اتحاد عمل قائم ہو جائے۔ سوویت اس کا مقصد یہی ہوگا کہ بلقان کے تمام ممالک اس جنگ میں بالکل غیر جانبدار رہیں۔

افسانہ
کیمیا!

[از جناب کوثر چاندپوری]

خاص "تاریخ ویکلی" کے لئے

آدمی کو جب اپنی کوشش عمل پر بھروسہ نہیں رہتا، اور محنت و مشقت کی ہمت نہیں رہتی تو وہ کیمیا کا شائق ہو جاتا ہے، ہر کاہل اور محنت سے جی چرانے والا بیکار دن رات کیمیا بنانے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے مشکور بھی اسی قسم کے آدمیوں میں تھا بے علم یا بد معاش تو وہ نہ تھا البتہ کاہل اور سست ضرور تھا، ہر چند اس کی بے ہمتی اور سستی کا عملی نتیجہ تھی ایک مسلسل مایوسی اور متواتر بیکاری کا! جو لازمی طور پر کچھ دنوں میں آدمی کی رگوں سے جوش عمل اور خدا بہ کار کا خون چوس لیتی ہے، بس یہی وجہ تھی کہ وہ کیمیا گر بننے کی کوشش کر رہا تھا، تعلیم سے فارغ ہوئے پر جب نوکری نہ ملی اور جگہ جگہ گھومتے گھومتے اسکی طبیعت اکتا گئی تو اس نے دنیا کے تمام ذرائع معاش پر نظر ڈالی کوئی پیشہ اسکی نگاہ میں نہ جچا، کاشتکاری کے فوائد پڑھنے کی ضرورت تھی جسمیں کافی محنت درکار تھی، تجارت کے لئے روپے کی حاجت تھی، ساتھ ہی محنت اور ہمت کی بھی! زراعت میں اول تو کافی مشقت کرنا پڑتی ہے پھر یہ پیشہ موجودہ زمانہ میں کچھ معزز بھی خیال نہیں کیا جاتا۔

مشکور نے آج تک کاشتکاروں کو انسان نہ سمجھا تھا وہ کسان کے میلے کچیلے کپڑوں سے اور اس کے پسینہ کی بو سے ہمیشہ متنفر رہا تھا، اُسے یہ حقیقت تسلیم نہ تھی کہ زمین جوتنے والا کمزور اور ناتوان کاشتکار میلے کپڑے پہن کر دنیا بھر کو ایثار اور کوشش کا سبق پڑھاتا ہے اور اسکا بدبودار پسینہ ہی ملک میں عطریات کا ذخیرہ جمع کرتا ہے، بات یہ تھی کہ قدرت نے کام کرنے کی طاقت اسکے پٹھوں میں باقی نہ چھوڑی تھی اس کا دماغ بیکاری کا خوگر ہو گیا تھا، پھر اس نے جو تعلیم حاصل کی تھی وہ صرف نوکری اور غلامی کی طرف رہبری کرتی تھی، اس کی نگاہیں اتنی محدود تھیں کہ وہ دوسرے وسائل کو نہ دیکھ سکتی تھیں وہ نوکری کے لئے گداگری کرتے کرتے مایوسی اور ناکامی کا اتنا خوگر ہو گیا تھا کہ آغاز کار ہی میں ان چیزوں کا تصور کرکے لرز جاتا تھا۔ کسے معلوم تھا کہ ناکامی سے دل ٹوٹ جاتا ہے اور دل ٹوٹ جانے کی ساری تکالیف ایک ایک کرکے وہ برداشت کر چکا تھا اب انہیں دہراتے ہوئے اسکے سینہ پر سخت چوٹ لگتی تھی، مایوسی مشکور کے عقیدے میں داخل ہو گئی تھی، وہ ہر کام اور ہر مہم کا نتیجہ مایوسی ہی خیال کرتا تھا، ان خصوصیات نے اُسے واقعی طور پر بیکار کر دیا تھا۔ وہ میدان عمل میں چلنے کا اہل ہی نہ رہا تھا، اسکے اکثر عزیزوں اور دوستوں نے مشورہ دیا کہ بیکار پڑے رہنے سے کیا فائدہ! تجارت ہی کرلو اگر روپیہ تمہارے پاس نہیں ہے تو قرض مل سکتا ہے مگر اس نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ تجارت میں نقصان ہو گیا تو قرض کا بوجھ موجودہ پریشانیوں میں اور اضافہ کر دے گا کہیں ملازمت مل جاتی تو ممکن تھا میں کچھ دنوں کے بعد تجارت کے لئے تیار ہو جاتا، بات یہ تھی کہ مشکور کا دماغ صرف ملازمت ہی کے لئے تیار کیا گیا تھا، اس میں غلامی کے سوا کوئی اہلیت موجود نہ تھی،

مشکور کی بیکاری جتنی طویل ہوتی جا رہی تھی اس کی مصیبتوں میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جا رہا تھا سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ وہ رومانی طبیعت رکھتا تھا اس کی زندگی اول سے آخر تک رومان ہی رومان تھی آئے دن اسکے مقفل دل کے قفس پر بجلیاں گرتی رہتی تھیں سب سے آخر میں اس نے کالج کی ایک نوجوان لڑکی زاہدہ سے محبت کی اور اس قدر عجیب انداز سے کی کہ زاہدہ اسکی وجہ حیات بن کر رہ گئی زاہدہ حسین بھی تھی اور تعلیم یافتہ بھی مگر رومانی نہ تھی تاہم اسکے دل و دماغ پر مشکور کی والہانہ عجز پرستانہ طرز بیان نے جو بجلی گرائی وہ اس سے نہ بچ سکی، اس کی فطرت جس قدر سادہ اور معصوم تھی استقلال کے اعتبار سے وہ اتنی ہی آہنی ثابت ہوئی، زاہدہ نے اپنی دانست میں مشکور سے محبت تو نہیں کی بلکہ صرف رحم اور ترس کھایا۔ لیکن اس رحم ہی نے اتنی زبردست "رومانیت" اختیار کر لی کہ آخر مشکور کے مستقبل کی بنیاد اسی پر استوار ہوئی؛

مشکور ممکن تھا کہ بیکاری اور مفلسی ہی کو اپنا عنوان حیات بنا لیتا، لیکن زاہدہ کی محبت نے اسے سرمایہ دار بننے پر مجبور کر دیا یا کم سے کم اسکے دل میں سرمایہ داری کی آگ روشن کر دی، اور وہ مال و متاع کو حرص کی نگاہوں سے دیکھنے لگا، دولتمند بننے کا اسکے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا مگر وہ اس حقیقت سے باخبر ہو چکا تھا کہ دولتمندی کے بغیر انسانیت کی تکمیل ہی نہیں ہوتی آدمی کتنا ہی عقلمند، ذہین اور قابل ہو اگر صرف دولتمند نہیں ہے تو وہ سربلندی اُسے کسی طرح حاصل ہی نہیں ہو سکتی جس کو وہ اپنا مقصود زندگی بنانا چاہتا ہے موجودہ حالت میں زاہدہ کو حاصل کرنے کے علاوہ اس کا کوئی مدعا نہ تھا مگر یہی ایک مدعا دنیا بھر کو احاطہ کئے ہوئے تھا اسکے لئے اُسے عزت، شہرت، دولت، اقتدار اور رسوخ غرض ہر چیز کی ضرورت تھی، اور دولت چونکہ ان سب چیزوں کی اصل ہے اس لئے اسکا فراہم کرنا نہایت ضروری تھا، اسکا کوئی ذریعہ موجود نہ تھا،

ناکامی کا تصور مشکور کو پیر ہلانے کی مہلت نہ دیتا تھا، بے عملی کا فالج اسکی حس و حرکت کو زائل کر چکا تھا، وہ ہاتھ پیر ہلانے سے پہلے تھکن اور ماندگی محسوس کرنے لگتا تھا، اس عاجزی اور معذوری کے عالم میں وہ بیٹھا ہوا یہی سوچا کرتا تھا کہیں سے کوئی خزانہ ہاتھ آ جائے یا سونے کی کان معلوم ہو جائے جس سے بہت سا سونا نکال لائے اور اپنی اقتصادی حالت کو سنوار لے، یہ بھی نہیں تو کوئی ایسی اکسیر ہی ہاتھ آ جائے جس کی ایک چٹکی سے لوہے کی سلاخ سونے میں تبدیل ہو جائے۔ خزانہ کی تلاش میں وہ ویران کھنڈرات کو غور سے دیکھتا پھرا۔ جگہ جگہ سے اس نے زمین کھودی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ سونے کی کان تو افریقہ کے ادھر کہیں دستیاب ہی نہ ہو سکتی تھی، وہاں جانے میں جس قدر دشواریاں حائل تھیں ان پر مشکور یا ضعیف الارادہ انسان کسی طرح عبور حاصل نہ کر سکتا تھا،

مصنوعی طریقہ پر سونا تیار کرنے کی بہت سی ترکیبیں اُسے معلوم ہو چکی تھیں کسی نے چاندی بنانے کی تدبیر بتائی تھی کسی نے سونا تیار کرنے کی یہی صورت آسان تھی، یہاں بدقسمتی سے مشکور کی یہ خصوصیت کہ وہ کام کرنے سے قبل ہی ناکامی کا احساس کرنے لگتا، بالکل بدل گئی، سونا بنانے کا ارادہ دماغ میں (باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

عرفانِ نظر!

از حضرت سیماب اکبرآبادی

نیا نکھار نہیں، ہر نئی سحر کے لئے
یہ چیز کم ہے مرے مطمحِ نظر کے لئے

یہ جلوہ گہ کے لئے ہے نہ سنگِ در کے لئے
جبیں جبیں کیلئے ہے، نظر نظر کے لئے

طریقِ عشق کی پیچیدگی کا حال نہ پوچھ
کہ راہبر کی ضرورت ہے راہبر کے لئے

فروغِ داغِ جگر سے ہے شامِ غم روشن
جو رات ہو تو دعائیں کروں سحر کے لئے

کھچے کون و مکاں جب نگاہِ عشق اٹھی
کشش بھی ایک بڑی چیز ہے نظر کے لئے

بساطِ عشق کو درکار تھا نیاز تمام
زمین بچھ گئی تعمیرِ رہگذر کے لئے

وطن کو چھوڑ کے غربت میں کیوں ٹھہر جاؤں
قیام کے لئے نکلا ہوں یا سفر کے لئے

کبھی ہے ماتمِ ماضی، کبھی ہے ماتمِ حال
میں ایک مرگِ مسلسل ہوں نوحہ گر کے لئے

قفس میں جانے سے پہلے ہی فیصلہ ہو جائے
یہ قید میرے لئے ہے کہ بال و پر کے لئے

سرِ شکستہ پہ میرے نہیں کسی کی نظر
کھڑے ہیں لوگ تماشائی بام و در کے لئے

جو مردِ راہ ہیں منزل انہیں کو ملتی ہے
نکل کھڑا ہو کسی راہِ پُرخطر کے لئے

خرابِ شوق! اٹھا لطفِ شامِ وعدۂ دوست
ابھی تو وقت ہے اندیشۂ سحر کے لئے

میں ہوں حقیقتِ کبریٰ کا منتظر سیمابؔ
نظر ہے وقفِ تجلّی منتظر کے لئے

آنریبل شری راجگوپال آچاریہ وزیراعظم مدراس کے اعزاز میں لالہ دیش بندھو گپتا ممبر پنجاب اسمبلی کی طرف سے چائے کی پرتکلف پارٹی۔ تصویر میں بائیں طرف سے ڈاکٹر سیف الدین کچلو صدر پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی۔ آنریبل راجگوپال آچاریہ۔ لالہ دیش بندھو گپتا۔ مسٹر آصف علی اور مسٹر سری کرشن نمائندہ ایسوسی ایٹڈ پریس بیٹھے ہیں

ریاستی پرجا کانفرنس میں جانے سے پہلے مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو کی دو دو باتیں

وائسرائے سے ملاقات کیلئے ماسٹر تارا سنگھ صدر شرومنی گوردوارا پربندھک کی دہلی میں آمد

لندن میں حملہ آور ہوائی جہازوں کا پتہ لگانے والی سرچ لائٹ

دہلی کے لال قلعہ کا دروازہ جس پر ایک انگریز اور ایک
ہندوستانی سنتری پہرہ دے رہا ہے

فرانس کا ایک دستہ جو دشمن گنوں سے حملہ کرنے کو تیار ہے

خط سار میں ایک نہر کے کنارے کانٹے دار تاروں سے حفاظت کا انتظام

لندن میں ہوائی حملہ سے بچاؤ کی ترکیبوں کا مظاہرہ

برطانیہ کے مسلح ٹینکوں کا دستہ پریڈ کر رہا ہے

مغربی محاذ پر [illegible] جرمن ٹینکوں
کی نقل و حرکت

ایک حیرت انگیز فوٹو کیمرہ جو ہوائی جہازوں پر
حملہ کرنے والی بندوق کی شکل پر بنایا گیا ہے۔ یہ اسی
ہزار فٹ کی فاصلہ سے تصویر لے لیتا ہے

فرانسیسی جنگی ٹینکوں کا مشرقی
مورچہ پر اجتماع

اٹلی کا جدید جنگی جہاز جو سمندر میں
گولہ باری کی مشق کر رہا ہے

کیمیا
افسانہ

(صفحہ ۱۴ سے آگے)

کے احسان کا ایک شیریں جذبہ اپنے دل میں محسوس کیا اسی کے ساتھ ندامت و انفعال کی بھی ایک ہلکی جنبش یا کپکپی اسکے بدن میں پیدا ہوئی جو اس کی بے مائگی کا آئینہ دار تھی، مشکور نے زبان سے تو کچھ نہیں کہا مگر اسکے چہرے پر شرمندگی کا ابھار اضمحلال نمایاں ہوگیا جسے زاہدہ نے دیکھ لیا، زاہدہ کو مشکور کی مسکراہٹ میں بھی شرمندگی کا ارتعاش نظر آیا اس نے سمجھ لیا مشکور کسی ایسے جذبہ سے دوچار ہے جسے وہ محسوس تو کرلیتا ہے مگر بیان نہیں کرسکتا اور یہ جذبہ افلاس ہی کا ہوسکتا ہے جو اس کی دانست میں اس وقت سب سے بڑی مصیبت ہے،

ایک دن زاہدہ نے خود ہی مشکور سے کہا آپ میری وجہ سے اپنے کاموں میں ہرج نہ کیا کیجئے آپ کا دن بھر میرے پاس رہنا ممکن ہے کہ ہم دونوں کو کسی تکلیف کا سبب ہو،

زاہدہ! میں جاؤں بھی کہاں، مجھے تو دنیا میں کوئی کام ہی نہیں

زاہدہ نے مشکور کی اس بات کو اس انداز سے سنا گویا اُسے اسکی بیکاری کا پہلے علم ہی نہ تھا اس نے تعجب سے پوچھا۔

"کوئی کام ہی نہیں؟ کیوں"

اس لیے کہ میں بیکار ہوں دنیا کی مسرتیں میری قسمت میں نہیں، میں تم سے بھی شرمندہ ہوں، کہ میں نے تمہیں دیدہ و دانستہ اُن تکالیف میں پھنسا رہا جن سے تمہارا بچ جانا ممکن تھا

"نہیں" زاہدہ نے کہا جو مصیبت نصیب میں ہوتی ہے اس سے بچنا ناممکن ہوتا ہے آخر مجھے تو بتائیے تو سہی آپ کو کیا تکلیف ہے؟

بیکاری سے بڑی اور کیا تکلیف ہوسکتی ہے یہ سو تکلیفوں کی ایک تکلیف ہے

نہیں زاہدہ نے مسکرا کر کہا یہ تو بہت آسانی سے ٹل جانے والی مشکل ہے، خدا کا شکر ہے کہ آپ کسی اور تکلیف سے دوچار نہیں،

مشکور نے اُمید بھری نگاہوں سے زاہدہ کے چہرے کو دیکھا جس پر پھولوں کی سی ہنسی اور بہار کی سی دلفریبی نمایاں تھی کچھ دیر خاموش رہ کر مشکور نے کہا زاہدہ میری رائے میں اس سے بڑا کوئی اور دکھ دنیا میں نہیں

معاف فرمائیے! آپ کی رائے سے مجھے اتفاق نہیں، زاہدہ جلدی سے بولی،

اور اس کی وجہ میرے خیال میں یہ ہے کہ عورتوں کو گھروں میں مقید رہنے کی وجہ سے اس کشمکش کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا جس سے مرد ہر وقت دوچار رہتا ہے اور خاص طور پر وہ الجھنیں تو عورتوں کی نگاہ سے ہمیشہ اوجھل ہی رہتی ہیں جو معاش پیدا کرنے کے سلسلہ میں پیش آتی ہیں!

ہوسکتا ہے کہ اکثر عورتوں کے متعلق آپ کا یہ خیال صحیح ہو مگر میری ذات کا جس حد تک تعلق ہے میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ موجودہ زمانہ میں سب سے بڑا سوال روٹی کا ہے اس کا حل واقعی آسان نہیں، خصوصاً ہندوستان ایسے غریب ملک میں جہاں بسر اوقات معاش صرف ملازمت تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں اگر یہ صنعتی و تجارتی ملک ہوتا اور یہاں کی تعلیم میں صنعت وغیرہ بھی داخل ہوتی اور تجارت کے ذرائع بھی میسر ہوتے تو یہ کیفیت نہ ہوتی، لیکن میں کہوں گی روٹی حاصل کرنا دوسری بات ہے اور بیکاری کا رفع کرنا دوسری بات، یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی کسی کام میں لگا رہے چاہے وہ اس کا پیٹ بھر سکے یا نہ بھر سکے پہلے تو ہمیں کام کرنے ہی کی مشق کرنا ہے، بیکاری جو درحقیقت دو رہتی ہے سب سے سر سے ٹال لینا ہے، محنت یہی تو ہے جس سے زندگی کی تمام مشکلات پر عبور حاصل کیا جاسکتا ہے محنت اور افلاس کا ایک جگہ جمع ہوجانا میری سمجھ میں نہیں آتا،

خوب، مشکور نے کہا اس سے تو یہ ظاہر ہوا کہ مجھے محنت کرنے کی عادت نہیں اور اپنی پریشانیوں کا سبب خود میں ہوں

جی ہاں میرا یہی مطلب ہے،

مشکور تھوڑی دیر سر جھکائے چپ بیٹھا رہا پھر اس نے غور سے زاہدہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا محنت سے آپ کی کیا مراد ہے؟

اس مسئلہ میں میرے اور آپکے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا،

کسی کام کو پوری دلچسپی سے انجام دینا غالباً محنت کی تعریف میں آسکتا ہے،

جی ہاں زاہدہ نے کہا

میں صرف مزدوری کو محنت نہیں سمجھتی،

مگر زاہدہ مشکور بولا میں نے چند بار بڑی دلچسپی اور لگاتار محنت سے کام کیا ہے پھر بھی مجھے کامیابی نہیں ہوئی میں نے تین سال تک بڑی مشقت سے کیمیا بنانے کی سعی کی ہے مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

"کیمیا؟" ——— زاہدہ نے پوچھا "کیمیا تو محنت اور مشقت ہی کا دوسرا نام ہے تعجب ہے کہ ایک شخص محنتی ہو اور کیمیا نہ بنا سکے"

زاہدہ تم فلسفیانہ گفتگو کر رہی ہو اس قسم کی باتوں کو عمل سے کوئی واسطہ نہیں ہوا کرتا، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اسی سلسلہ میں بڑی مشقت برداشت کی ہے۔

ضرور کی ہوگی مگر محنت کا صحیح مصرف بھی تو ہو۔ ایک آدمی نہایت محنت و مشقت سے اگر دس بیس سال تک مرغ لڑاتا ہے اور بٹیر پالتا ہے تو وہ کسی اعتراض کا حق نہیں رکھتا جیسی کیمیا آپ بنانا چاہتے ہیں میں تو اسی قسم کی کیمیا کے خیال ہی کو قوت عمل کی کمی بلکہ اس کے فقدان کا ایک عکس سمجھتی ہوں۔

"اوہ!" مشکور بولا "تو آج آپ ہی میرے لئے محنت کا کوئی نصب العین بتائیے پھر دیکھئے میں کیسی دلچسپی اور انہماک سے کام کرتا ہوں"!

بہت اچھا آپ روپیہ کا انتظام کیجئے اور سبزی میوے منگا کر شہر کے صدر بازار میں دوکان لگا کر بیٹھ جائیے۔ پھر دیکھئے خدا کیا کرتا ہے، میں تو جب سے بیمار پڑی ہوں اس شہر بھر میں انگور تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوتے میں نے طے کر لیا ہے کہ یہاں میووں کی تجارت کا اپنے ہر عزیز کو مشورہ دوں گی

سب سے بڑا سوال تو روپیہ کا ہے یہ کہاں سے آئے؟

قرض لیجئے!

قرض اگر دیر سے ادا نہ ہو سکے گا اس تجارت میں لگایا اور وہ ڈوب گیا تو میں کیا کروں گا؟

یہ سب بعد کی باتیں ہیں پہلے قرض لینا بڑی بزدلی ہے اس وقت یہی کہوں گی قرض کیا جائے کہ جو روپیہ لگایا جائے گا وہ دس گنا ہو کر واپس مل جائے گا۔ اور پھر آپ ایسی حالت میں روپیہ لیتے ہی کیوں ہیں جو ڈوب جانے پر واپسی کا مطالبہ کرے

ایسا بیوقوف سرمایہ دار کہاں سے لاؤں جو قرض دیکر بھول جائے۔ مشکور نے کہا اور معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ غور سے زاہدہ کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

دنیا ایسے بیوقوفوں سے خالی نہیں ہے، زاہدہ بولی لیکن بی۔ اے پاس کر کے پھل بیچنا، فارسی پڑھ کر تیل بیچنے کے برابر ہے۔ اس میں میری کچھ توہین سی ہے میری نہیں تو میرے علم کی توہین ضرور ہوگی۔

آپ اطمینان رکھئے علم کی تذلیل کے بارہ ہی سے میں آپ کو بچانا چاہتی ہوں۔

کہئے آج کی روداد سنائیے!

وہی جو کل بیان کر چکا ہوں صرف تاریخ بدل دو، یعنی کچھ نہیں بکا؟

جی ہاں آپ کی طرح ہر بیمار تو انگور کھاتا نہیں۔ اس روپیہ کو شہر کہنا ہی فضول ہے یہاں کے باشندے تو روٹی کھانے ہی میں بخل سے کام لیتے ہیں آج کچھ بابو لوگ آنکلے تھے تین روپے کا سودا لیا چلئے افروخت میں کچھ تو اضافہ ہوا اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ہماری ایک بڑی فروگذاشت ظاہر ہوگئی۔

وہ کیا؟

ہمیں پہلے اشتہار دینا چاہئے تھا خیر اب سہی،

اس میں تو کافی روپیہ صرف ہوگا

ہوا کرے، بغیر اس کے کام بھی نہ چلے گا

کام تو اب بھی نہیں چل رہا۔ آج کی فروخت سے صرف یہی سمجھنا چاہئے کہ اب سے کچھ بگڑ جانے یا نقصان ہوگا تمہارے مصارف کو اس فہرست میں کہیں شامل نہ کیا ہوسکے۔

اس نقصان کا اعتراف نہیں چاہتی ہو جانے آپ کو کیوں اس لفظ سے اتنی نفرت ہے آپ کی کوئی گفتگو اس سے خالی نہیں ہوتی، درحقیقت میں نقصان کوئی بری چیز نہیں یہ تو ایک سبق ہے اگر تھوڑا سا روپیہ صرف کرنے کے بعد کوئی قیمتی سبق مل جائے تو دوسرا قدم اٹھانے پر کارآمد ثابت ہو تو اسے نقصان نہیں کہا جاسکتا

زاہدہ، تمہیں جلد ہی معلوم ہوجائیگا نفع نقصان کا حال اس سے پہلے دوکان میں رکھے ہوئے سڑ رہے ہیں۔

اگر سب سڑ جائیں تو بھی نقصان نہ ہوگا یہ تو صرف ایک تجربہ ہوگا۔ اسی سے ہمیں یہ پتہ چل جائیگا کہ دو دو سال سے یہاں منگانے سے پہلے ہمیں تمام دقتوں کی اصلاح کرلیں گے

تو یوں کہئے آپ مجھے پڑھا رہی ہیں!

یہی سمجھ لیجئے

مشکور نے سو روپے کے پارسل منگائے تھے، ایک ہفتہ میں مشکل سے آٹھ دس روپے کے پھل فروخت ہوئے باقی دوکان میں رکھے ہوئے آہستہ آہستہ سڑتے گلتے رہتے، مشکور صبح سویرے دوکان کھولتا تو پھلوں کی سڑاند دور سے لپکتی اور زبردستی مشکور کی ناک میں داخل ہوجاتی وہ جلدی جلدی سڑے ہوئے میوے الگ کرتا اور نالی کے قریب ان کا ڈھیر لگا دیتا، حسن اتفاق سے اگلے ہفتہ کے شروع میں کلکٹر صاحب دورے پر آگئے انکے ساتھ چند شکاری دوست بھی اور بہت سے اہلکار بھی تھے مشکور کو معلوم تھا کلکٹر صاحب آتے ہیں لیکن وہ بالکل نہ جانتا تھا کہ انکے قیام کا اسکی تجارت پر کیا اثر پڑے گا۔

وہ صبح صبح ناشتہ کرکے دوکان پر آیا اور دوکان کا تالا کھول رہا تھا کہ کلکٹر صاحب کا چپراسی پہونچا، اس نے بارہ روپے کے پھل خریدے۔ اگلے دن خاص طور پر صاحب نے مشکور کو بلا کر کہا ہمیں روزانہ ایک ہفتہ تک اتنے ہی پھلوں کی ضرورت ہوگی ہم بہت خوش ہوئے کہ آپ نے ایک اچھی چیز ہمارے لئے مہیا کی، مشکور نے یورپ میں تعلیم کے [illegible] کلکٹر صاحب سے انگریزی میں گفتگو کی [illegible] خوش ہوئے اور جیب سے [illegible] نکال کر اسکی طرف بڑھاتے ہوئے [illegible] مشکور نے شکریہ ادا کر [illegible]

کیوں؟

اس سے میری توہین ہوتی ہے [illegible] کوئی چیز خرید سکتے ہیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحہ سے آگے

کالڈ صاحب مشکور کی اس خودداری سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے مشکور کی ہمت کی اور اپنے قریب کرسی پر بٹھا کر بولے تم بڑے تعلیم یافتہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔

مشکور نے کہا جی ہاں میں نے بی۔ اے پاس کیا ہے

مجھے یقین ہے تم بہت ہی کامیاب رہو گے!

میری بیوی کا بھی یہی خیال ہے مشکور نے ہنستے ہوئے کہا۔

کالڈ صاحب نے ڈیڑھ سو روپے چلتے وقت مشکور کو ادا کئے بحیثیت مجموعی ملے پندرہ دن کے اندر اندر ساٹھ سے زائد روپے کا فائدہ ہوا۔ اگرچہ یہ کامیابی جو مشکور کے خیال میں بالکل غیر متوقع تھی مستقل نہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ہر ہفتہ آمد شاندار نہیں ہو سکتا۔ زاہدہ کہتی تھی کہ انسان اپنے فکر و خیال سے قدرتی وسائل کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ قدرت ایسے مواقع مہیا کر دیتی ہے کہ آدمی وقت کے وقت تک انہیں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کوشش اور سعی انسان کا فرض ہے اسے مشکور کرنا ایک ایسی قوت کے قبضہ میں ہے جو عادتاً کوشش کا ساتھ دیتی ہے۔ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ خاموش بیٹھنے والے جہاں تھے وہیں رہ گئے اور خطرات میں پڑ کر جن لوگوں نے میدان عمل میں قدم رکھا وہ کہیں سے کہیں جا پہنچے۔

مشکور نے پھر پارسل منگایا۔ اس مرتبہ ذرا بڑا پارسل منگایا گیا اور خشک میوے بھی منگائے گئے۔ تجربے سے ثابت ہوا کہ خشک میوے اگر بالکل بھی نہ بکیں تو کوئی نقصان نہیں اور فروخت ہو جائیں تو منفعت کافی ہے۔ ایک مہینے کے اندر یہ کیفیت ہو گئی کہ دوسرا پارسل آنے تک دوکان کا ذخیرہ بالکل ختم ہو جاتا اور خریدار مشکور پر اظہار ناراضی کرتے پہلے جو چیز شہر میں بکنا مشکل تھی بہت جلد وہ ضروریات زندگی میں شامل ہوتی جا رہی تھی۔ پھلوں میں روزانہ مال منگانے کی ضرورت ہوتی۔ چنانچہ روزانہ ایک پارسل مشکور کی دوکان پر آنے لگا ایک سال کے اندر مشکور کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ مالی اعتبار سے وہ شہر کا ممتاز آدمی بن گیا اور بلدیہ کے انتخاب میں کھڑا ہو تو زبردست اکثریت سے کامیاب ہو گیا۔ اس کی دیکھا دیکھی شہر میں پھلوں کی اور بہت سی دوکانیں کھلیں مگر جو فروغ مشکور کے حصہ میں آیا تھا وہ کسی کو میسر نہ ہوا۔ مشکور نے شہر کے ایک آباد محلہ میں عمدہ قسم کا خوبصورت مکان بھی اپنے رہنے کو تعمیر کر لیا۔ شہر میں جب کوئی نمایاں قومی کارکن آتا تو سب سے پہلے مشکور کی دوکان سے پھلوں کی ڈالی ضرور دی جاتی۔ اس سے وہ بہت مشہور اور ہر دلعزیز ہو گیا۔ قومی اور سیاسی کاموں میں بھی مشکور نے حصہ لینا شروع کیا۔ اسی قسم کے مشاغل کی نہایت اچھی قابلیت اس میں موجود تھی صرف ذرا سی مرفہ الحالی درکار تھی جو اب مل گئی تھی اور وہ بہت ہی اچھا رہنما اور کارکن ثابت ہو رہا تھا۔ زاہدہ بھی اسکی مشیر تھی وہ اکثر اوقات ایسا بہتر مشورہ دیتی تھی کہ مشکور بھی حیران رہ جاتا۔ ایک مرتبہ مشکور کسی قومی کام میں پانچسو روپے دینا چاہتا تھا۔ اس نے زاہدہ سے پوچھا تو وہ بولی اگر صرف شہرت منظور ہے تو کوئی حرج نہیں ورنہ اثر کے لحاظ سے یہ صورت بہتر ہے کہ شام کو جب چندہ وصول کرنے والوں کا ہجوم دوکان کے سامنے گذرے تو دوکان چھوڑ کر الگ ہو جائیے اور کہہ دیجئے کہ جس قدر سبز اور خشک میوے باہر موجود ہیں سب اٹھا لو۔ مشکور

تین سال کے اندر ہی مشکور کی مالی حیثیت مضبوط ہو گئی اور نقد روپیہ کافی تعداد میں اس کے پاس جمع ہو گیا۔ زاہدہ کے جسم پر اتنا طلائی زیور تھا کہ وہ افریقہ کی بڑی سے بڑی کان سے سونا اٹھا کر لاتا تو اتنا ہی لا سکتا تھا۔

ایک دن مشکور اور زاہدہ اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے گذشتہ زندگی پر تبصرہ کر رہے تھے مشکور نے اثنائے سلسلہ کلام میں کہا۔

"یہ سب کچھ تمہاری بدولت ہے زاہدہ! تم نے میری کایا پلٹ دی"

"نہیں۔ بابا آپ کی محنت اور استقلال کا نتیجہ ہے۔" زاہدہ نے کہا "پہلے آپ نے تین سال جس بیکاری کی کشمکش میں ضائع کر دیئے تھے اب معلوم ہوا محنت ہی کا دوسرا نام ہے"

"ہاں میرا عقیدہ بھی اب یہی ہے واقعی کیسا وقت بھی کوتے ہیں مگر بقول تمہارے محنت کا کوئی موقع بھی تو ہونا چاہئے۔ اگر میں اپنی طاقت عمل کو کسی اچھے کام میں صرف نہ کرتا تو اس میں شک نہیں کہ گمنامی کے کسی گڑھے میں پڑا ہوتا یہ صرف تمہاری دانشمندی تھی کہ تم نے میرے لئے ایک اچھا نصب العین تجویز کر کے مجھے اس میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا۔ سچ ہے پہلے سے ناکامی کا تصور کر لینا ایسی خوفناک غلطی ہے جو انسان کے مستقبل کی تعمیر کو کبھی مکمل نہیں ہونے دیتی۔ دنیا میں بلند حوصلہ انسان ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔ اگر میں تمہارے مشورے پر عمل نہ کرتا اور قدم اٹھانے سے پہلے خطرات کا خیال کر کے سہم جاتا تو کیا یہ عزت مجھے نصیب ہوتی۔ حقیقت یہ ہے مجھے یہ بھی نہیں کہنا چاہئے کہ یہ سب کچھ میری محنت اور کوشش کا صلہ ہے مجھے تو یہی کہنا چاہئے کہ تمہارے قدم کی برکت ہے جہاں چراغ جلتا ہے وہاں روشنی ضرور پھیل جاتی ہے۔

دیکھئے راستہ نہ بھولئے۔ زاہدہ بولی "پہلے آپ جو کہہ رہے تھے وہی صحیح تھا مجھ میں کونسی ایسی بات ہے کہ دولت برسنے لگے۔ واقعہ یہی ہے کہ یہ سب کچھ محنت اور کوشش کا انعام ہے۔ قدرت کا قانون ہے کہ جو محنت کرتا ہے وہ دولت مند بن جاتا ہے اور جو بے عملی پر قانع ہو جاتا ہے یا وہ کامیابی و ناکامی کے تذبذب میں پڑ کر وقت کو ضائع کر دیتا ہے وہ افلاس و ادبار کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اقبال نے سچ کہا ہے کہ زندگی اور جنت و دوزخ سب عمل ہی سے بنتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۶)

ایک سو ساٹھ روپیہ (۱۶۰)

۱۶۰ روپے

کے نقد انعامات ضرور حاصل کیجئے

ضروری شرائط اور ہدایات اگلے صفحہ پر دیکھئے:-

اشارات

(الف) داہنی طرف سے بائیں طرف پڑھئے

(۱) ہندوستان میں بہار کے موسم کی خبر دینے والا پرندہ،
(۵) راجہ کی شان ـــــ ہی سے ظاہر ہوتی ہے
(۷) اس سے کام لینا عین انسانیت ہے،
(۹) سب طالب علم ایسے نہیں ہوتے،
(۱۱) ہر روز
(۱۳) لفظ "[illegible]ول" کے اُلٹے پلٹے حروف
(۱۴) [illegible] کا ایک مشہور شہر
(۱۵) بھارت ورش کی ایک بڑی لعنت،
(۱۶) حسینوں کے یہ کتنے حسین معلوم ہوتے ہیں!
(۱۸) کشتی لڑنے میں اسکو نقصان پہونچ سکتا ہے،
(۲۰) زیادہ [illegible] میں اتنا ہوش نہیں رہتا،
(۲۲) جوانی میں مرد [illegible] پر نکلنا شروع ہو جاتی ہے
(۲۴) کھنکے سے کھانے بند ہونے والا چا[illegible] تو اگر ـــــ ہو جائے تو اسکی صفائی کرانے میں اکثر دقت ہوتی ہے
(۲۵) غریب، امیر سب کو اس کی خواہش ہوتی ہے،
(۲۶) بڑھاپے تک صحیح معنوں میں یہ رہنا ذرا مشکل ہے،
(۲۸) اس موقع پر اگر [illegible] ـــــ ہیں تو منبری کی کیا ضرورت ہے
(۲۹) جہاں سختیوں کی وجہ سے ہڑتالیں ہوا کرتی ہوں،
(۳۰) بعض شہری آبادیوں کی ـــــ برسات کی بارش ہی سے بیر[illegible] ہو جاتے ہیں
(۳۱) جس کو یہ کا مرض ہو جائے تو ذرا مشکل ہو جاتا ہے،
(۳۲) اکثر لوگ اس کے ذریعہ سے اپنی روزی کماتے ہیں،
(۳۳) اسکے درخت سے کئی فائدہ مند چیزیں حاصل ہوتی ہیں
(۳۴) ایک جنوبی شہر کا نقریباً کوئی محلہ خالی نہیں

(ب) اوپر سے نیچے کی طرف پڑھئے:-

(۱) [illegible] شخص [illegible] باعزت [illegible]
(۲) ڈاکوؤں [illegible] ساری خاندان [illegible] ـــــ تیار کرتے
(۳) "نوفر" کے بے ترتیب حروف،
(۴) ایک [illegible] بادشاہ قدیم زمانہ کا،
(۶) [illegible]
(۸) جو [illegible] دنیا [illegible] اپنا فرض سمجھتے ہیں:
(۱۰) [illegible]
(۱۲) "نگبن" کے بے ترتیب حروف
(۱۵) تنگ رستہ
(۱۷) اس سے [illegible] جاتی ہے
(۱۹) زمین [illegible]
(۲۱) خالص [illegible] اگر [illegible]
(۲۳) بخت کی [illegible] جاتی [illegible] حافظ ہے،
(۲۴) ضعیفی [illegible]
(۲۶) [illegible]
(۲۷) [illegible]
(۲۸) [illegible] کا ایک حصہ،
(۲۹) [illegible] آدمی [illegible]
(۳۰) [illegible] معلوم ہوتا ہے:

فارم برائے اندراج معمہ نمبر (۶)

اس لائن کے چاروں طرف کاٹئے:-

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) (اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) (پہلے دو نقشوں کیساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر ـــــ ادا کردہ نقشہ نمبر ـــــ مفت نقشہ نمبر ـــــ

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں، جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے، ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہی، نقشوں کے نیچے نمبر ضرور درج کیجئے:

"تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۶)" میں اس انعامی معمہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ ایڈیٹر تیج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً [illegible] پابندی ہوگا:

پورا نام (صاف طور پر) ـــــ

پورا پتہ ـــــ

رسید منی آرڈر ـــــ یا پوسٹل آرڈر ـــــ یا ٹکٹ ـــــ

اس لائن کے چاروں طرف کاٹئے:-

مندرجۂ ذیل نقشوں میں آپ اپنے بھیجے ہوئے حلوں کی نقلیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں

(۱) بالکل صحیح حل بھیجنے والے کو ایک سو روپے (۱۰۰) (۲) کم سے کم غلطیاں بھیجنے والے کو پچاس روپے (۵۰)

(۳) زیادہ سے زیادہ تعداد میں حل بھیجنے والوں کو دس روپے (۱۰)!

داخلہ کی آخری تاریخ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء

معمہ کے حل بھیجنے سے پہلے مندرجہ ذیل شرائط اور ہدایات غور سے پڑھیے:

(۱) اس انعامی مقابلہ کی فیس فی نقشہ چار آنے ہے لیکن دو نقشوں کے بھیجنے والے تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں یہ تینوں حل یکساں طور پر مقابلہ میں شامل کئے جاتے ہیں ان میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا (۲) تمام حل انہیں نقشوں پر بھیجے چاہئیں جو تیج ویکلی میں شائع ہوتے ہیں کسی دوسرے کاغذ پر لکھ کر حل بھیجنے والوں کے نام مقابلہ میں شامل نہیں کئے جائیں گے (۳) اس انعامی مقابلہ کے جتنے نقشے آپ چاہیں مختلف اقسام کے حلوں سے بھر کر بھیج سکتے ہیں لیکن ہر نقشہ کی فیس فی نقشہ چار آنے کے حساب سے دفتر میں پہنچ جانی چاہئیے (مفت نقشہ کی شرط اوپر درج کی جا چکی ہے) جن اصحاب کو زیادہ تعداد میں نقشے درکار ہوں وہ دفتر سے تیج ویکلی کی مزید کاپیاں دو آنے کے ٹکٹ بھیجکر منگوالیں (۴) ہر معمے کے تین نقشے جو ایک ساتھ شائع کئے جاتے ہیں ان کو کسی حالت میں بھی کاٹ کر ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ رہنے دیجئے جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اُسے خالی چھوڑ دیجئے، نقشوں کے نیچے نمبر شمار ضرور لکھ دیجئے (۵) کل فیس داخلہ حل کے فارموں کے ساتھ آنی چاہئیے، آپ فیس داخلہ بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر یا ڈاک کے ٹکٹوں کی صورت میں بھیج سکتے ہیں، جو کچھ بھیجیں اس کا اندراج نقشہ میں ضرور کر دیں (۶) فارموں کو روشنائی سے نہایت صفائی کے ساتھ بھرنا چاہئیے، پنسل سے بھرے ہوئے یا کٹے ہوئے یا مٹے ہوئے حروف والا معمہ مقابلہ سے خارج کر دیا جائے گا (۷) جو نقشہ آپ بھریں اس میں کسی خانہ کو خالی نہ چھوڑیں جس نقشہ میں کوئی خانہ خالی ہوگا وہ مقابلہ میں شریک نہیں کیا جائے گا (۸) فارم پر اپنا نام اور پتہ روشنائی سے بہت صاف اور خوشخط لکھئیے (۹) مبلغ ایک سو روپے کا پہلا انعام اُن صاحب کو دیا جائے گا جن کا بھیجا ہوا حل بالکل ہمارے صحیح یعنی ہمارے سربمہر حل کے مطابق ہوگا اور پچاس روپے کا دوسرا انعام اُن کو دیا جائیگا جن کے حل میں ایک غلطی ہوگی (۱۰) اگر کوئی "بالکل صحیح" حل دفتر میں موصول نہیں ہوگا تو پہلا انعام اس شخص کو دیا جائے گا جس کی غلطیاں کم سے کم ہوں گی اور دوسرا انعام "رنرز اپ" (RUNNERS—UP) یعنی پہلے انعام کے بعد والے حضرات میں کم سے کم غلطیاں بھیجنے والوں کو دیا جائے گا (۱۱) اگر ایک سے زیادہ حضرات کے حل صحیح یا تقریباً صحیح ہوں گے تو انعامات برابر حصوں میں ان کے درمیان تقسیم کر دئے جائیں گے (۱۲) معمہ کا صحیح حل تیج ویکلی مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں شائع کر دیا جائیگا (۱۳) ہر غلط لفظ کی ایک غلطی شمار کی جائے گی اس لئے اگر ایک حرف کے غلط بھرنے سے دو لفظ غلط ہو جائیں گے تو غلطیوں کی تعداد دو (۲) سمجھی جائے گی (۱۴) حل کے فارموں کے وقت پر نہ پہنچنے یا راستہ میں گم ہو جانے وغیرہ کے متعلق دفتر تیج ویکلی پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی (۱۵) جو فیسیں معموں کے حلوں کے ساتھ بھیجی جائیں گی وہ کسی حالت میں واپس نہ ہوں گی اور نہ کسی دوسرے معمہ کے حساب میں داخل کی جائیں گی (۱۶) اگر فیس بذریعہ منی آرڈر بھیجی گئی ہیں تو منی آرڈر کی رسید اسی لفافہ کے اندر ہونی چاہئیے جس میں آپ نے حل بھیجے ہیں، اگر منی آرڈر نہیں بھیجا ہے تو اسی قیمت کا پوسٹل آرڈر یا ڈاک کے ٹکٹ لفافہ میں رکھ دیجئے (۱۷) جو حل فیس کے بغیر آئے گا وہ مقابلہ میں شریک نہیں کیا جائے گا (۱۸) اس انعامی مقابلے کے سلسلہ میں تمام باتوں کے متعلق منیجر تیج ویکلی کا فیصلہ قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا (۱۹) روزانہ "تیج" یا "تیج ویکلی" یا "تیج پریس" کے ملازمین کو اس انعامی مقابلہ میں شریک ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے (۲۰) منی آرڈر کے فارم پر یا پوسٹل آرڈر یا حل والے لفافہ پر پتہ اس طرح لکھئیے:-

منیجر صاحب کراس ورڈ معمہ نمبر (۶) تیج ویکلی دہلی

ضروری اطلاع

(۱) تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ کے الفاظ حروف کی خاص حرکتوں کے پابند نہیں ہوتے مثلاً زبر، زیر، پیش یا جزم میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا (۲) یائے معروف اور یائے مجہول واؤ معروف اور واؤ مجہول، نون غنہ یا نون اعلان میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور کتابت میں بھی دونوں طرح کی "یا" یعنی "ی" اور "ے" بلا کسی امتیاز کے لکھی جاتی ہے اسی طرح "نون" میں خواہ نقطہ ہو یا نہ ہو اس سے کوئی خاص فرق نہیں سمجھا جاتا (۳) معمہ کے الفاظ میں الف کے اوپر "مد" کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہے (۴) "ہائے ہوز" یعنی چھوٹی ہ کا تلفظ اگر الگ پڑھا جاتا ہو تو اسے ہم ایک علیحدہ حرف کی صورت میں رکھتے ہیں مثلاً "ذائقہ" (ذ-ا-ی-ق-ہ) "نمونہ" (ن-م-و-ن-ہ) وغیرہ (۵) ہندی ترکیب سے "ہ" رکھنے والے مخلوط حروف مثلاً:- پھ، چھ، جھ، دھ، تھ وغیرہ کو ایک حرف تصور کیا جاتا ہے جیسے "گھر" (گھ-ر) جھرنا (جھ-ر-ن-ا) وغیرہ (۶) تشدید والا حرف بھی ہمیشہ ایک ہی حرف سمجھا جاتا ہے۔

یاد رکھئے کہ تیج ویکلی کراس ورڈ کے گذشتہ پانچ معموں کے سلسلہ میں ایک ہزار پانچسو پچھتر روپے (۱۵۷۵) کے نقد انعامات تقسیم ہو چکے ہیں۔

بال سبھا

ہوائی جہاز

(از شری رام برکش شرما بینی پوری)

انسان سینکڑوں برس سے اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت سی کوششیں کی گئیں مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ آخر "مانٹگوفائر" نام کے دو بھائیوں نے ۱۷۸۳ء میں ایک بڑا سا غبارہ تیار کیا۔ اسی کے سہارے دو آدمی اڑے بھی۔ "ماؤنٹ گولفائر" کے غبارے اسی طرح کے تھے جس طرح کے غبارے اکثر برات میں اڑائے جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ انکی بناوٹ میں سدھار ہوتے گئے۔ ان میں ایک عیب تھا جس طرف کی ہوا ہوتی تھی یہ اسی طرف اڑ سکتے تھے۔ ہوا کے رخ کے خلاف نہیں اڑ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بیچ بیچ میں آندھی طوفان آ جانے سے اڑنے والی جان آفت میں پڑ جاتی تھی۔

جرمنی کے "زیپلن" صاحب اور برازیل کے سینٹوس ڈوماؤنٹ صاحب نے غباروں کی بناوٹ میں بڑی ترقی کی۔ ڈوماؤنٹ صاحب نے غبارے میں ایک ایسی ترکیب لگائی جس کی وجہ سے غبارے جدھر چاہے گھمائے اور پھیرے جا سکتے تھے۔ انھوں نے اپنے غبارے کو پیرس کے "ایفیل ٹاور" نامی عمارت کے چاروں طرف گھما پھرا کے تین لاکھ روپے کا انعام حاصل کیا تھا۔

مگر غبارے میں "زیپلن" صاحب نے ہی سب سے زیادہ ترقی کی۔ انہوں نے اپنے غبارے کا اوپری حصہ پتلے ٹین کا بنایا۔ اس کے اندر گیس سے بھرے ہوئے کئی غبارے رکھے۔ اس سے زمین میں یکایک گرنے کا ڈر نہ رہا۔ کیونکہ اندر کے ایک آدھ غبارے کے پھٹ جانے پر دوسرے غبارے اسے گرنے سے روکے رہتے۔ غبارے کے نچلے حصے میں ایسے کل لگا دیئے جو آسانی سے گھما پھرا اور چڑھا اتار سکتے تھے۔ اس کے علاوہ مسافروں اور ملاحوں کے سوا چوبیس آدمی تک اور بیٹھ سکتے تھے۔ بنانے والے پر ہی اس کا نام زیپلن پڑا۔ جرمنی سے لڑائی چھڑی تو زیپلن جہازوں نے بڑا غضب ڈھایا۔ انھیں پر چڑھ کے جرمن والے لندن اور پیرس پر بم برساتے تھے۔

ایک طرف تو لوگ غبارے میں سدھار کر رہے تھے۔ دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہوائی جہاز بنانے کی دھن میں تھے جن میں غباروں کی طرح گیس بھرنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ جو چڑیوں کی طرح ڈینوں کے سہارے اڑیں۔ غبارے گیس بھر کر اڑائے جاتے تھے۔ اس لئے اس کا ڈھانچا بھی بڑا بنانا پڑتا تھا۔ بہت سدھار کرنے پر بھی اس میں کئی عیب تھے۔

اٹھارہویں صدی کی اخیر میں جرمنی کے "اوکٹو چینٹ" اور امریکہ کے "لین تھل" نامی دو قابل آدمیوں نے اس طرح کے ہوائی جہاز بنانے کی کوشش کی۔ لین تھل کو کچھ کامیابی بھی ہوئی مگر ایک بار ہوائی جہاز بگڑ جانے کی وجہ سے وہ زمین پر گر کر مر گیا۔ پھر انگلینڈ کے مشہور موجد سر ہیرم میکسم نے بھی کوشش کی۔ کچھ کامیابی بھی ہوئی مگر کچھ زیادہ فائدہ نہ ہوا۔ اسی طرح امریکہ کے پروفیسر "لینگلے" نے وہاں کی حکومت سے ساڑھے سات لاکھ روپے لے کر ہوائی جہاز بنانے کا بیڑا اٹھایا۔ مگر بے چارے کا کام آخر میں نو دو گیارہ ہو گیا۔ انھیں سرکاری روپیہ برباد کرنے پر اتنا ملال ہوا کہ انھوں نے مارے شرم کے خودکشی کر لی۔

آخرکار اس طرح کے ہوائی جہاز بنانے میں امریکہ کے دو نوجوانوں نے کامیابی پائی۔ ان کے نام تھے "ولبور رائٹ" اور "ولبر رائٹ"۔ وہ "ڈےٹن" شہر میں سائکل مرمت کرنے کی دوکان کرتے تھے۔

۱۹۰۳ء میں انھوں نے اس کام میں ہاتھ لگایا۔ کام میں کسی طرح کی رکاوٹ پڑنے کے ڈر سے وہ سمندر کے کنارے ایک اکیلی جگہ میں چلے گئے۔ وہاں پر ہی جانچ پڑتال شروع کی۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء کو ان کا کام پورا ہوا۔ ہوائی جہاز کا ایک ڈھانچہ تیار ہو گیا۔ اس کی شکل اڑنے والی چڑیوں سے ملتی جلتی تھی۔ بناوٹ بالکل معمولی تھی۔ اس کے اوپر اٹھنے کے لئے ایک کل لگا تھا۔ جب وہ پہلے پہل اڑا تو ۵۹ منٹ ہوا میں ٹھہر سکا۔ مگر ۱۹۰۵ء میں اس پر چوبیس میل کا سفر کیا گیا۔ پھر ۱۹۰۸ء میں ولبور رائٹ نے اسے ۷۵ میل تک اڑایا۔ یہ عجوبہ تماشا دیکھ کر دنیا دنگ رہ گئی۔ پھر تو ہوائی جہاز بنانے کا دنیا بھر میں ایسا جوش پھیلا کہ فرانس، انگلینڈ، جرمنی وغیرہ جیسے ترقی پائے ہوئے ملک کے موجد سب اسی دھن میں لگ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہوائی جہاز میں پہلے جو کچھ عیب تھے آہستہ آہستہ سب دور ہوتے چلے گئے۔ اب اس پر بڑی دور دور کا سفر ہونے لگا۔

ایک اڑاک (ہواباز) نے یورپ کے سب سے اونچے پہاڑ "آلپس" کو پار کیا۔ فرانس کے ایک اڑاک نے اڑتالیس دن میں تمام زمین کا چکر کاٹا۔ پہلے لوگ سمجھتے تھے کہ ہوائی جہاز زیادہ سے زیادہ پچاس میل فی گھنٹہ جا سکتا ہے۔ مگر اب تو سوا سو، ڈیڑھ سو میل کا حساب آسانی سے آ جاتا ہے۔ اب تو ایسے کتنے آدمی ہیں جو ہوائی جہاز پر ہی دنیا کے سفر کا شوق پورا کرتے ہیں۔ تھوڑے ہی دن ہوئے کچھ صاحب لوگ ہوائی جہاز پر دنیا کی سیر کرتے ہوئے ہندوستان بھی آئے تھے۔

ادھر اس چوتھائی صدی سے ہوائی جہاز میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ جرمنی والوں نے ایک ہوائی جہاز اس شکل کا بنایا کہ جس کی شکل ٹھیک چڑیا سے ملتی جلتی ہے۔ اس کا نام بھی انھوں نے فاختہ رکھا ہے ــــ وہ بالکل فاختہ جیسا معلوم بھی ہوتا ہے۔ پہلے ہوائی جہاز کے نیچے پہیے لگائے جاتے تھے اور اسی کے سہارے اوپر ہوا میں چڑھایا بھی جاتا تھا۔ مگر اس طرح کے ہوائی جہاز کو اتارنے چڑھانے کے لئے لمبے اور چوڑے میدان کی ضرورت ہوتی تھی۔ لیکن اب تو ایسے ہوائی جہاز بنائے گئے ہیں جن کے نیچے پہیے کی جگہ لوہے کی کشتی لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اس سے وہ کسی بھی چوڑے دریا میں آسانی سے اتر سکتے ہیں۔ پھر وہیں سے اڑ بھی سکتے ہیں۔ انھیں اڑنے والی مچھلی کہتے ہیں۔ نام تو بالکل ٹھیک ہے۔

اتنا سدھار ہونے پر بھی ہوائی جہاز پر چڑھنے والوں کو طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آندھی اچانک آ جانے پر ہوائی جہاز مصیبت میں پھنس جاتے ہیں۔ کتنی مرتبہ زمین پر گر کر چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی الٹ جاتے ہیں۔ اس طرح بہت سے آدمی دب کر مر جاتے ہیں۔

بچو! تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ آسمان میں ہوائی جہاز کے بہت اونچے چڑھ جانے پر سواروں کو یہ اندازہ نہیں ملتا کہ جہاز سیدھا ہے یا الٹا۔ کبھی کبھی تو اسی دھوکے میں جہاز الٹ جاتا ہے۔ مگر چالاک جہازی اسے سیدھا بھی کر لیتے ہیں۔ اب ایک ایسی کل نکلی ہے جو انھیں بتا دیتی ہے کہ جہاز سیدھا ہے یا کروٹ۔ جرمنی کے جہاز ڈاک ڈھوتے ہیں۔ اس سے دور دور کے خط جلدی مل جاتے ہیں۔ لڑائی میں ہوائی جہاز بہت کام دیتا ہے۔ ہندوستان سے انگلینڈ تک ہوائی جہاز پر ہی ڈاک لیجانے کا انتظام ہو گیا ہے۔

بچوں کی دعا

(از جناب ماسٹر عبدالصمد بزمی - بلند شہری)

اے مالک اے جگ کے داتا — خوب ہے اپنا تیرا ناتا
تو نے سب سنسار بسایا — دھرتی پر جل نیر بہایا
سورج، چاند، ستارے سارے — چمکیں کیسے پیارے پیارے
پیڑ لگائے باغ لگائے — پھلواری میں پھول کھلائے
ہر جا میں ہے لونڈی بادل — لٹک گئے ہیں پیڑ میں پھل
گھاس اگی ہے ہریالی ہے — باغ ہے دنیا تو مالی ہے
ہم ہیں بچے تیرے بندے — علم دے ہمکو باپ کو دھن دے
ہم سے تیرا فرض ادا ہو — دل کو تیرا پیار سدا ہو
ہاتھ سے اپنے ہو نہ برائی — دیس کی اپنے کریں بھلائی
پڑھ کر اپنا مان بڑھائیں — رتبہ پائیں شان بڑھائیں
بل دے ہمکو جائے سستی — سارے بھارت میں بھر دے مستی
نفرت کا کر زور تو ٹھنڈا — گاڑ دے جا تو پریم کا جھنڈا
تو جو اپنی دین دکھائے
جو مانگے بزمی مل جائے

شومئی قسمت سے میں عورت سے مرد بن گئی

ایک مرد بننے والی عورت کی کہانی اسی کی زبانی

(از جناب حبیب الحسن مخمور۔ وکیل۔ گوھر گنج بھوپال)
(خاص ریاست و یکلی کے لئے)

کچھ عرصہ ہوا روس کے دارالسلطنت ماسکو میں سونیا گریچیانت نامی ایک سترہ سالہ دوشیزہ لڑکی سے لڑکا بن گئی تھی اس سابق دوشیزہ اور حال ایک نوجوان مرد نے یورپ کے متعدد اخبارات میں اپنے عورت سے مرد بننے پر ایک نہایت دلچسپ مضمون شائع کیا تھا جس کو میں ناظرین کی دلچسپی کے لئے سپرد قلم کرتا ہوں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی عورت مرد بن جائے تو اس کے جذبات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اور مرد بن جانے کے بعد بھی اسے اپنا نسوانی زمانہ کس طرح یاد آتا ہے۔

بچپن سے میرے دل میں یہ تمنا موجود تھی کہ کاش میں مرد ہوتی تاکہ میں مردوں کی سی آزادانہ زندگی بسر کر سکتی لیکن اب جبکہ قدرت نے میرے لڑکپن کی یہ طفلانہ آرزو پوری کر کے دنیا کا سب سے عجیب واقعہ کھڑا کیا ہے۔ میری خواہش بالکل برعکس ہو گئی ہے۔ کاش میں دوبارہ عورت ہو جاتی۔

مسلسل تین ہفتہ اطباء کی ایک بڑی مجلس میرا طبی معائنہ کرتی رہی بالآخر متفقہ طور پر اس نے فیصلہ صادر کر دیا کہ میں عورت نہیں رہی ہوں۔ مرد ہو گئی ہوں۔ ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ عجیب فتویٰ سنکر میری حسرت کا کیا حال ہوا ہو گا۔ میں مبہوت ہو کر رہ گئی پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی میں نے اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ میری ہچکی بندھ گئی میں زور سے چلا اٹھی نہیں نہیں میں مرد ہونا نہیں چاہتی۔

"اب یہ نازک زنانہ کپڑے اتار دو" ایک معمر ڈاکٹر نے میرے کاندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ہمارے جیسا کوٹ پتلون پہن لو۔ آج کے بعد یہ ریشمی جرابیں اور اونچی ایڑی کا جوتہ نہ پہننا اور نہ ہونٹوں پر سرخی لگانا۔ کیونکہ اب تم ہماری طرح مرد ہو گئی ہو۔

میری مصیبت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی مجھے اپنے منگیتر کو یہ منحوس خبر سنانا ابھی باقی تھا۔

خدایا میں کیا کروں؟ میں یہ خیال کرنے لگی کہ میں اپنے منگیتر سے کیونکر کہوں؟ اف یہ منحوس خبر اس کو کیسے سناؤں۔ میرے دوست میں نے انتہائی حسرت و یاس سے کھوکھلی آواز میں اپنے عاشق کو مخاطب کیا "میں اب عورت نہیں رہی ہوں۔ ہماری شادی ناممکن ہے"

اس نے قہقہہ لگایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا لیکن میں نے سنجیدگی سے تمام واقعہ سنایا۔ کیا؟ وہ غصہ سے چلایا۔ کس گدھے نے تم سے یہ کہہ دیا ہے میں نے جیب سے طبی سندیں نکالکر اس کے سامنے ڈال دیں۔ وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ ہم دیر تک حسرت و یاس سے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، بار بار اس پر ایک غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی تھی ہم دونوں اپنی پچھلی محبت پر غور کرتے تھے اپنے وعدے یاد کرتے تھے مستقبل کا خیال کرتے تھے اور یہ سب کچھ ایک خواب سا معلوم ہوتا تھا۔ ایسی غمناک ٹریجڈی دنیا میں کبھی واقع نہیں ہوگی۔

میں اگرچہ مرد ہو چکی تھی لیکن اپنے منگیتر کی محبت میرے دل میں اتنی ہی اور ویسی ہی تھی جتنی اور جیسی عورت ہونے کی حالت میں ہو سکتی ہے۔ میری حسرت بے حجاب تھی میں خیال کر رہی تھی کہ میرا عاشق چاہے تو دوسری عورت کو اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔ لیکن میں کتنا ہی چاہوں اب کسی مرد کو اپنا شوہر نہیں بنا سکتی۔

کچھ پرواہ نہیں! میرا عاشق جوش سے چلا کر کھڑا ہو گیا۔ اگر تم مرد ہو گئی ہو تو کوئی پرواہ نہیں۔ میں تم سے اب بھی محبت کروں گا۔ اگر تم میری بیوی نہیں بن سکتی ہو تو پھر تم دوست تو بن سکتی ہو میں تم سے ایسی محبت کروں گا جیسی اس آسمان کے نیچے کسی نے بھی اپنے دوست سے نہیں کی ہوگی۔ میں زندگی بھر تمہارے نام پر کنوارہ ہی رہوں گا پھر دونوں نے نہایت جوش سے مصافحہ کیا۔ لیکن کیسا مصافحہ مردانہ مصافحہ!

جب میں نے پہلی مرتبہ خوبصورت زنانے کپڑے اتار کر مردانہ کپڑے پہنے تو بے اختیار دل بھر آیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آئینہ میں جب میں نے اپنی صورت دیکھی تو رنج و غم کی شدت سے میرا دل قریب تھا کہ پھٹ جائے۔ آج میں بازار میں اپنی سہیلیوں کو زنانہ لباس میں دیکھ کر رشک و حسد سے جل جاتی ہوں، ہر عورت کے نسوانی وجود کا منظر میری آنکھوں کے لئے غمناک ہے۔ میرا دل بے اختیار رونے لگتا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ نوجوان مرد جو پہلے مجھ سے اظہار محبت کرتے تھے اور مجھے اپنے ساتھ مخرد مباہات سے سینما لے جاتے تھے۔ اب مجھ سے کہتے ہیں کہ آؤ ہمارے ساتھ ملکر نوجوان لڑکیوں سے ملاقات کرو

(باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحہ سے آگے

کیونکہ تم بھی ہماری ہی طرح مرد ہو گئے ہو۔ وہ بالکل نہیں جانتے کہ اگرچہ میں مرد ہو گئی ہوں مگر اب تک میرے جذبات زنانہ ہی ہیں۔ میں خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر کشش رنگ میں چلنے لگتی ہوں۔ وہ مجھے پیاری معلوم ہوتی ہے۔

میں مرد ہو جانے کے بعد زندگی پر نظر ڈالتی ہوں تو پہلے سے مختلف پاتی ہوں۔ اب زندگی میرے لئے پُر سکون نہیں رہی جیسی پہلے تھی۔ اب خود مجھے دوسروں کی حمایت کرنے کے فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں۔ حالانکہ پہلے دوسرے لوگ میری حمایت کرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ مجھے اپنی تزئین و آرائش کے سوا کوئی فکر نہ تھی۔ مجھے اپنے ساتھ تفریح میں لے جانے والی عورتوں کے مصارف اپنی جیب سے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ حالانکہ پہلے میرے مصارف دوسروں کے ذمہ ہوا کرتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ اب میری آزادی پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اب میں اپنی زندگی کی مالک ہوں۔ آزادی سے جہاں چاہوں جا سکتی ہوں اور جتنی دیر چاہوں گھر سے باہر رہ سکتی ہوں۔

شروع میں خیال تھا کہ نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں دونوں مجھ سے نفرت کریں گے۔ میری یہ جنسی تبدیلی کسی کو بھی پسند نہیں آئے گی۔ مگر اس لئے کہ مرد ہو گئی ہوں اور ان کی صحبتوں اور گفتگو میں مردوں کی طرح حصہ لینے لگی ہوں۔ عورتیں اس سے کہ پہلے میں ان کی ہی طرح عورت تھی میری طرف زیادہ رغبت کا اظہار کرنے لگی ہیں اور مجھ سے محبت کی طالب ہیں۔ لیکن عورتوں کی یہ حرکت مجھے بالکل نہیں بھاتی کیونکہ اگرچہ طبیبوں نے میرے مرد ہو جانے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ مگر میرا احساس ہنوز یہی ہے کہ میں عورت ہوں۔

جوں ہی اخبارات نے میری اس بدنصیبی کی خبر شائع کی یورپ کے مختلف شہروں سے تقریباً پچاس عورتوں نے میرے پاس درخواستیں بھیجیں جن میں لکھا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہیں۔

سب نے بالاتفاق لکھا تھا کہ "ہم تم سے شادی کرنا اس لئے پسند کرتی ہیں کہ تم پہلے عورت تھیں اس لئے عورتوں کے احساسات و جذبات سے بخوبی واقف ہو۔ تم تمام مردوں سے بہتر شوہر بن سکتی ہو۔"

لیکن میں کسی عورت سے بھی شادی کرنا نہیں چاہتی۔ نہ کسی مرد سے۔ کیونکہ میں اپنی نسائیت سے محروم ہو جانے کے بعد ان کی طرح میں بھی تمام عمر بغیر شادی کے رہنا چاہتی ہوں۔

ان ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ میری تبدیلی نہایت آدمیت انگیز ہے۔ برلن (جرمنی) کی یونیورسٹی مجھے ایک ہزار پونڈ اس شرط پر دے رہی ہے کہ موت کے بعد اپنی نعش اس کے حوالے کر دوں اور وہ میری جسمانی ساخت کا مطالعہ کر سکے۔

ہر طرف سے لوگ مجھے لکھ رہے ہیں کہ اگر میں دنیا کا دورہ کروں تو بڑی دولت جمع کروں گی۔

ایک سینما کمپنی کی بھی درخواست آئی ہے وہ میری تصویریں لے کر تماشا گھروں میں دکھانا چاہتی ہے لیکن میں اس قسم کی کوئی بات بھی منظور نہیں کروں گی میں اپنے جسم کو مال جمع کرنے کا ذریعہ بنانا نہیں چاہتی۔

لطیفے

(مرسلہ جناب ظفر علی حیدری بی۔ ایس۔ سی فیکلٹی آف سائنس میرٹھ کالج)

بدھو:۔ کہو میاں تمہارے مقدمہ میں کیا ہوا؟

ملو:۔ ایک ہزار روپیہ میں چالان کر دیا ہے۔

بدھو:۔ چلو یار سستے چھوٹے اگر ایک ہزار روپیہ میں مجھے گرفتار کرتا تو کون ہاتھ پکڑ لیتا۔

بچہ:۔ ابا جان آپ کے سر پر بال کیوں نہیں؟

باپ:۔ محنت کی وجہ سے۔

بچہ:۔ ٹھیک۔ جبھی تو اماں جان کے مونچھیں نہیں ہیں۔

مجسٹریٹ:۔ کیوں کچھ جلنے سے بچا بھی۔

گاؤں والا:۔ ہاں صاحب!

مجسٹریٹ:۔ کیا؟

گاؤں والا:۔ حضور آگ بجھانے کا انجن کیونکہ وہ دیر میں پہنچا تھا۔

حاکم:۔ تم کو شرم نہیں آتی کہ اب پانچویں مرتبہ میرے سامنے پیش ہو رہے ہو۔

ملزم:۔ میں کیا کروں حضور کی ترقی ہی نہیں ہوتی۔

لڑکا:۔ ابا جان۔ ابا جان پچھلے اسٹیشن کا کیا نام تھا۔

باپ:۔ (اخبار پڑھتے ہوئے) بھاگ جاؤ مجھے معلوم نہیں

لڑکا:۔ خیر اس پر نقص رہ گیا تھا۔

صاحب:۔ دیل، یہ ٹائی کتنے دام ہے

دوکاندار:۔ دس شلنگ چھ پنس۔

صاحب:۔ واہ! اتنے میں تو ایک جوڑا بخوبی آ سکتا ہے۔

دوکاندار:۔ تو پھر جوتے ہی گردن میں پہن لیجئے گا!

وکیل کی بیوی:۔ کیوں بہن تمہارے شوہر سے کبھی لڑائی نہیں ہوتی۔

تحصیلدار کی بیوی:۔ ہوتی کیوں نہیں ہے جیسے نوبت آ ہی جاتی ہے۔

وکیل کی بیوی:۔ تو معلوم ہوتا ہے تمہارے شوہر کو ماہ بماہ تنخواہ ملتی ہوگی۔

طلاق

منروا مووی ٹون کا دوسرا شاہکار

(از جناب پرکاش ایم اے)

منروا مووی ٹون کا دوسرا شاہکار "طلاق" آجکل شمالی ہندوستان کے کئی شہروں میں دکھلایا جا رہا ہے۔ یہ فلم ڈائرکٹر سہراب مودی کے قابل ڈائرکشن کا نتیجہ ہے۔

اس فلم میں دور جدید کے سب سے زیادہ نازک مسئلہ طلاق کے دونوں پہلو نہایت خوبی سے پردہ فلم پر پیش کئے گئے ہیں۔ آجکل جب آزادی کی لہر دنیا کے کونے کونے میں پھیلتی جا رہی ہے عورتوں و مردوں میں اپنے حقوق کے لئے لڑائی ہونا کوئی غیر قدرتی بات نہیں۔ چنانچہ شریمتی روپ وتی اسی آزادی کی علمبردار کی حیثیت سے پردہ فلم پر نمودار ہوتی ہیں۔ ان سے شادی ایک مشہور پبلک لیڈر اور ہندوستانی تہذیب کے دلدادہ [illegible] ہیں۔ قدرتاً دونوں کے خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میم صاحبہ کہلانے کی خواہش رکھنے والی نئی بہو جی کا کتا انکی ساس کی پوجا خراب کر دیتا ہے جس سے گھر میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ شریمتی روپ وتی اپنی ساس و خاوند سے اس بات پر ناراض ہو کر اپنے باپ کے پاس چلی جاتی ہیں۔ باپ ان کو بہت سمجھاتا ہے مگر سب بے سود۔ روپ وتی کا خاوند بھی دوسری شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور اپنی موجودہ حالت میں ہی خوشی محسوس کرتا ہے۔ انہیں دنوں اخبار آندھی کے ایڈیٹر کسی ایسے لیڈر کی تلاش میں تھے جس کی آڑ لے کر وہ اپنے اخبار کی اشاعت میں ترقی کر سکیں۔

چنانچہ ایڈیٹر اخبار آندھی نے شریمتی روپ وتی کا پلہ پکڑا اور طلاق کے حامی بن کر قسم قسم کے داعیان ان کے ہی ایک سکھ سے رشتہ [illegible] روپ کماری پر عاشق ہو گیا اور بعد میں اپنے والد کی نامرضی و بلا اطلاع انہوں نے سول میرج کر لی۔ بوڑھے باپ کو اس سے بہت صدمہ ہوا اور وہ اس جہان سے اسی صدمہ میں رخصت ہو گیا۔

دوسری طرف روپ وتی کا خاوند اپنی بوڑھی ماں کو لے کر تیرتھ یاترا کرنے نکلا۔ ایک جگہ پر اس کو ایک ایسی نوجوان لڑکی ملی جس کا کوئی نہ تھا۔ جو غریب اور بیمار تھی۔ روپ وتی کا خاوند اسے اپنے گھر لے آیا۔ اس کا علاج کیا اور بعد میں اس کو اس کے گھر پہنچانے کے لئے اس کا پتہ پوچھا مگر اس عورت نے اپنے خاوند کا پتہ بتانے سے انکار کیا اور کہا کہ انہوں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے۔ انہیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس عورت کے اصرار پر اس کو روپ وتی کے گھر میں ہی رہنے کی اجازت مل گئی۔ وہ نہایت وفاداری سے روپ وتی کے خاوند کی خدمت کیا کرتی تھی۔ دھیرے دھیرے دونوں طرف جذبہ محبت ابھرنے لگا اور ایک دن روپ وتی کے خاوند نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اس عورت کو اس کے گھر ہی چھوڑ آئیں گے تاکہ وہ بدنامی کے غار میں گرنے سے بچ رہیں۔ چنانچہ بہت اصرار پر اس نے بتایا کہ اخبار آندھی کے ایڈیٹر اس کے خاوند ہیں۔ وہ اس کو ایڈیٹر صاحب کے گھر لے گیا اور ان کے سپرد کر دیا۔ جیسے ہی وہ گھر واپس چلا ایڈیٹر صاحب نے اسے پیٹنا شروع کیا۔ وہ بھاگی [illegible] روپ وتی کے خاوند کی شرن لی۔ اگرچہ انہوں نے [illegible] کہ وہ خود دام محبت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے اپنے گھر رہنا پسند نہیں کرتی اس کی طرف نظر بھی نہ دیکھا اور کہہ دیا کہ اگر تمہیں مرنا ہی ہے تو اپنے خاوند کے دروازے پر ہی مرو۔ اس جواب سے بیچاری مظلوم عورت نا امید ہو گئی۔ وہ واپس لوٹی اور اپنے خاوند کے دروازے پر [illegible]۔ روپ وتی نے خاوند سے [illegible] کہ [illegible] سے [illegible] تھا کہ [illegible] کام [illegible] تھا آخر کار وہ [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible] حادثہ کی آواز سنائی پڑی۔ جا کر دیکھا تو روپ وتی موٹر کے نیچے دبی پڑی ہے اور اس کی جان نکل رہی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دوسرے خاوند سے بھی اسکی زندگی خوش نہ رہ سکی [illegible] اس نے خودکشی کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد وہ بھی اس جہان فانی سے رخصت ہو گئی۔ اس کی لاش کو بھی پہلی چتا کے پاس ہی جلا دیا گیا اور روپ وتی کا خاوند بیچارہ اکیلا گھر لوٹ آیا۔

طلاق جیسے نازک مسئلہ کے دونوں پہلو اس خوبی سے پیش کرنے کا فخر ڈائرکٹر مودی ہی کو حاصل ہے۔ پری چہرہ نسیم نے روپ وتی کا پارٹ نہایت خوبی سے ادا کیا ہے۔ ٹھکرائی ہوئی عورت کا پارٹ شیلا کے حصہ میں آیا ہے اور انہوں نے اس میں جان ڈال دی ہے۔ فوٹوگرافی اور ساؤنڈ ریکارڈنگ اعلیٰ درجہ کی ہیں گانے بھی [illegible] سینما ہال سے نکلنے کے بعد [illegible] ضرور معلوم ہوتا ہے کہ فلم جلد ہی اپنی کامیابی و مقبولیت کے لئے جتنے نمبر لے لے۔ فلم طلاق کو نہیں مل سکتے۔ ویسے فلم میں بظاہر کوئی کمی معلوم نہیں ہوتی۔

TEJ Illustrated WEEKLY

سطح سمندر سے سات ہزار فٹ کی اونچائی پر واقع کانگڑہ میں
صبح کا ایک خوشنما اور دلفریب منظر

اِس ہفتہ اِن حضرات کے درمیان اہم سیاسی معاملات پر کئی بار ملاقاتیں ہوئیں

لارڈ لنلتھگو

مہاتما جی

مسٹر ایم اے - جناح

راشٹرپتی بابو راجندر پرشاد

پنڈت جواہرلال نہرو

مولانا ابوالکلام آزاد

آج ــــ کی ــــ خبریں

اڑیسہ کی کانگریسی وزارت مستعفی ہو گئی

جنگ کا ریزولیوشن پاس ہو گیا

کٹک۔ ۴ر نومبر۔ آج اڑیسہ کی کانگریسی وزارت نے بھی استعفےٰ دے دیا ہے۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ وہ منظور ہوا یا نہیں۔ پہلے اسمبلی میں کانگریس پارٹی کی جانب سے ریزولیوشن اور اس کے مخالف [illegible] دونوں سے منظور ہو گیا۔

ہالینڈ پر جرمنی کے حملہ کا خطرہ

لوگوں کو سرحدی علاقوں میں جانے کی ممانعت

ایمسٹرڈم۔ ۴ر نومبر۔ ہالینڈ کی حکومت کو چونکہ جرمنی حملہ کا خطرہ ہے اس لئے احتیاطی تدابیر عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ نہر جلیانا میں سے تمام کشتیوں کو نکل آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لوگوں کو سرحدی علاقوں کی طرف جانے سے منع کر دیا گیا ہے۔

وائسرائے کو کانگریس کا جواب

گاندھی جی کی وائسرائے سے پھر ملاقات

لیڈروں کی دہلی سے روانگی

دہلی۔ ۴ر نومبر۔ جیسا کہ کل بابو راجندر پرشاد نے نمائندہ پریس کو ایک ملاقات کے دوران میں بتلایا تھا۔ انہوں نے کل رات ہی وائسرائے کو ان کی پیش کردہ تجاویز کے متعلق جواب دے دیا۔ معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ جواب نہایت مختصر تھا اور صرف تین ٹائپ شدہ کاغذات پر مشتمل تھا۔ اس خط میں صدر کانگریس نے وائسرائے کو جواب دیدیا ہے۔

وائسرائے سے ملاقات

آج بعد دوپہر مہاتما گاندھی اچانک پھر وائسرائے سے ملاقات کرنے کے لئے گئے اور اس مرتبہ وہ مسٹر مہادیو ڈیسائی کو بھی اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ یہ ملاقات تقریباً دو گھنٹہ تک جاری رہی۔ معلوم ہوا ہے کہ دوران گفتگو میں صدر کانگریس کے جواب کا بھی تذکرہ کیا گیا اور مہاتما جی نے کانگریس کی پوزیشن کی مزید وضاحت کی۔ معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے نے اس خط کو پڑھنے کے بعد ہی گاندھی جی کو ملاقات کی دعوت دی تھی۔ مہاتما جی ملاقات کے بعد واپس برلا ہاؤس آ گئے۔

مسٹر جناح کی ملاقات

پھر تقریباً ۶ بجے مسٹر جناح بھی وائسرائے سے ملاقات کرنے کے لئے وائسرائے کے محل کی طرف روانہ ہوئے اور غالباً جو وائسرائے کی نئی تجاویز کے متعلق انہوں نے جواب بھیجا ہوگا اس کے سلسلہ میں

گفت و شنید ہوئی۔ آپ نے مسلم لیگ کے رویہ کی مزید وضاحت کی۔

مہاتما گاندھی کے وائسرائے کے محل سے واپس آنے کے بعد کانگریسی لیڈروں کی باہمی کانفرنس ہوئی جس میں مہاتما گاندھی کے علاوہ ڈاکٹر راجندر پرشاد، مولانا ابوالکلام آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو اور آچاریہ کرپلانی جو آج صبح یہاں تشریف لائے تھے شریک تھے۔ اور مہاتما گاندھی اور وائسرائے کی گفتگو پر بحث ہوئی۔

لیڈروں کی روانگی

مہاتما گاندھی آج شام کو پانچ بج کر بیس منٹ پر بذریعہ گرانڈ ٹرنک ایکسپریس واردھا کے لئے روانہ ہو گئے۔ اسٹیشن پر بہت سے لوگوں نے آپ کو الوداع کہی۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد شام کو ۷ بجکر ۱۰ منٹ پر بذریعہ طوفان میل پٹنہ کے لئے روانہ ہو گئے جہاں آپ کو لیبر کمیٹی کے اجلاس میں جو کل شام کو ۷ بجے پٹنہ میں ہو رہی ہے شریک ہونا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو الہ آباد چلے گئے ہیں۔ مولانا آزاد کل یا پرسوں کلکتہ کے لئے روانہ ہوں گے۔ آچاریہ کرپلانی اور مسز کرپلانی ابھی تک برلا ہاؤس میں مقیم ہیں۔

گفت و شنید کا ڈراپ سین

نہایت معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان جو سمجھوتہ کی بات چیت ہو رہی تھی اس کا ڈراپ سین ہو گیا۔ اصحاب سیاسی سمجھتے ہیں کہ لیگ اور کانگریس میں مصالحانہ گفتگو ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ البتہ فرقہ وارانہ معاملات پر مزید گفتگو ہونے کی امید ہے۔ کانگریس نے قطعی طور پر مسلم لیگ کی اس حیثیت کو نہیں مانا کہ وہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے

اڑیسہ اور بمبئی اسمبلی توڑ دی گئی

کٹک۔ ۴ر نومبر۔ گورنر نے اڑیسہ لیجسلیٹو اسمبلی کو توڑ دیا ہے۔

بمبئی۔ ۴ر نومبر۔ گورنر بمبئی نے بمبئی اسمبلی اور کونسل دونوں کو توڑ دیا ہے۔ گزٹ میں اس کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا ہے۔

حکومت یو پی کی نئی مشنری

محکمہ جات کی تقسیم

لکھنؤ۔ ۴ر نومبر۔ معلوم ہوا ہے کہ یو پی گورنمنٹ نے مختلف محکمہ جات کی حسب ذیل تقسیم کی ہے۔

(۱) مسٹر [illegible] مارش۔ ریونیو، جیل خانے اور پبلک ورکس

(۲) [illegible]

(۳) مسٹر پنا لال۔ لوکل سیلف گورنمنٹ، تعلیم اور جوڈیشل

امریکہ کا قانون غیر جانبداری

صدر روزویلٹ نے منظوری دیدی

برطانیہ اور فرانس کی طرف سے جہازوں کی خریداری

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

واشنگٹن۔ ۴ر نومبر۔ امریکہ نے آج غیر جانبداری کے بل کو قانون کی شکل دے دی۔ دونوں ایوان اس بل کو پاس کرنے کے بعد ملتوی کر دیئے گئے۔ آج شام کو ۷ بجے پریذیڈنٹ روزویلٹ نے دستخط کر دیئے۔ پریذیڈنٹ روزویلٹ نے سینیٹ کے صدر کے نام ایک پیغام دیا ہے جس میں بتایا ہے کہ غالباً اب دنیا کے حالات کی وجہ سے کوئی خاص اجلاس ہونے کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ قانون جمہوری حکومتوں کے لئے فائدہ مند ہوگا اور انہیں جنگی سامان سپلائی کیا جا سکے گا بشرطیکہ نقد قیمت ادا کریں اور اپنے جہازوں میں مال لاد کر لے جائیں۔

معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ اور فرانس کے ایجنٹوں نے ۵۴ کروڑ کے تین ہزار ہوائی جہاز امریکہ سے خرید لئے ہیں۔

دو اور جہاز ڈبو دیئے گئے

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

لندن۔ ۴ر نومبر۔ آج اطلاع ملی ہے کہ دو اور غیر جانبدار جہاز ڈبو دیئے گئے۔ ناروے کے ایک جہاز [illegible] کو دھماکے کے پانچ منٹ بعد ڈبو دیا گیا۔ پندرہ جہازراں شمال مشرقی ساحل پر اترے۔ تین جہازراں ابھی تک لاپتہ ہیں۔ ہالینڈ کا ایک جہاز گیارہ ہزار ٹن وزنی "کناڈا" جمعہ کو ڈبو دیا گیا۔ سات جہازراں کشتیوں پر سوار ہو کر ساحل پر آ گئے۔ جہاز کا کپتان اور تیرہ دیگر جہازراں جہاز کے ڈوبنے سے پہلے بچ گئے۔

آسام کی وزارت بھی مستعفی ہو گی

وزیر مالیات کا اعلان

سلہٹ۔ ۴ر نومبر۔ مسٹر قمر الدین علی احمد وزیر مالیات آسام نے ایک پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ آسام کی موجودہ وزارت کانگریس ہائی کمانڈ کے احکام کی پابندی کرے گی اور جنگ کا ریزولیوشن نیز آرمی بل کے پاس ہو جانے کے بعد وزارت مستعفی ہو جائے گی۔ [illegible]

کی اکثریت ہو جائیگی۔ (ا۔پ)

مسٹر چرچل فرانس میں

پیرس۔ ۴ر نومبر۔ مسٹر چرچل [illegible] ہوئے ہیں۔ آپ نے فرانس کی بحری فوج [illegible] اور ایم ڈیلاڈیئر وزیر اعظم فرانس سے ملاقات کی۔

وزیر اعظم بمبئی اپنی پرانی فرم میں

بمبئی۔ ۴ر نومبر۔ مسٹر بی۔ جی۔ کھیر سابق وزیر اعظم بمبئی نے آج سے اپنی پرانی فرم میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ آج آپ نے بمبئی کانگریس لیجسلیٹو پارٹی کی میٹنگ میں شرکت فرمائی۔ آپ بدستور لیڈر رہیں گے۔ (ا۔پ)

فرانسیسی جہاز ڈبو دیا گیا!

تیرہ جہازراں اور مسافر لاپتہ

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

پیرس۔ ۴ر نومبر۔ محکمہ جنگ نے اعلان کیا ہے کہ فرانس کا ایک جہاز چھ ہزار ٹن وزنی سمندر میں ڈبو دیا گیا۔ دو جہازراں اور گیارہ مسافر لاپتہ ہیں۔ کپتان اور ۳۰ دیگر جہازراں اور مسافر بچا لئے گئے

فن لینڈ کی سرحد پر روسی فوجیں

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

لندن۔ ۴ر نومبر۔ روم کے ریڈیو سے اعلان کیا گیا ہے کہ روس کی ۴۰۰۰۰ فوجیں فن لینڈ کی سرحد تک پہنچ گئی ہیں۔

فن لینڈ اپنی پوری حفاظت کریگا

وزیر اعظم فن لینڈ کی تقریر

ہیلسنکی۔ ۴ر نومبر۔ آج شب کو ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے فن لینڈ کے وزیر اعظم نے کہا کہ ہر حالت میں فن لینڈ اپنی پوری طرح حفاظت کرنے کے لئے تیار ہے۔ آپ نے روس کی دونوں تجویزوں سے اختلاف ظاہر کیا۔

ملایا میں ہندوستانی فوجیں

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

سنگاپور۔ ۴ر نومبر۔ [illegible] کیا گیا ہے کہ جنگ شروع [illegible] ہندوستانی فوجیں [illegible]

شہد کی مکھیاں اور پھلوں کی پیداوار

از جناب آر، این، مُنو ڈائرکٹر جیلی کوٹ ایپیری (نینی تال)

ممالک متحدہ امریکہ کے محکمہ زراعت نے پھلدار درختوں کے پاس شہد کی مکھیاں پالنے کی آزمائش کی۔ اس سے بہت فائدہ ہوا۔ پھلوں کی کھیتی کرنے والوں کو شہد کی مکھی پالنے میں جو رقم خرچ کرنی پڑی اسکی سہ گنی رقم ان کو منافع میں ملی کیونکہ پھلدار درختوں کے پاس شہد کی مکھیاں پالنے سے پھلوں کی تعداد اور ان کا وزن بڑھ گیا۔ لوگ مدت سے بہت پہلے سے واقف تھے کہ شہد کی مکھیوں سے پھلوں کی ترقی ہوتی ہے لیکن سائنس کی آزمائش سب سے پہلے امریکہ میں ہی ہوئی۔ اس کی آزمائش مسٹر اف، بی پڈوک نے کی۔ آپ امریکہ کے اسٹیٹ ایمہرسٹ میں، آپ نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا ہے کہ شہد کی مکھی پالنے کا پہلا مقصد پھلوں کی نسل بڑھانا ہے اور دوسرا مقصد شہد حاصل کرنا ہو۔ مذکورہ آزمائش حال ہی میں ہوئی ہے۔

میں نے پڑھا ہے کہ انقلاب روس کے بعد روس میں بھی ایسی آزمائشیں کی گئی ہیں وہاں کے لوگوں نے شہد کی مکھیوں کی مدد سے زیادہ مقدار میں بیج پیدا کئے ہیں وہ کھیتی میں شہد کی مکھیوں سے ہونے والے فوائد کو دیکھتے ہوئے مکھیوں کے پاس انہیں پالنے لگے ہیں۔ ان کا خاص مقصد یہ نہیں ہے کہ مکھیوں سے شہد ہی حاصل ہو۔

مذکورہ تحقیقاتوں سے متاثر ہو کر میں نے اس سلسلے کی آزمائش شروع کی اور اس کے متعلق لکھنا شروع کیا۔ ایک سال پہلے اس سلسلے کے متعدد مراسلے روزانہ اخبارات میں شائع کرا چکے ہیں۔ میں ان مراسلوں میں سے ایک مراسلہ کا کچھ اقتباس دیکر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔

"صحیح ہے کہ یہ سبھی باتیں مغربی ملکوں کے لئے موزوں ہیں لیکن اگر ہم یہ مان لیں کہ شہد کی مکھیاں امریکہ جرمنی اور روس جیسے بڑے بڑے ملکوں کو ہندوستان کی بہ نسبت زیادہ فائدہ پہونچا سکتی ہیں تو یہ ماننا ہوگا کہ یہاں کی کھیتی بھی مذکورہ ملکوں کی کھیتی سے مختلف ہوگی، ابتدا میں میری یہی پہیلیں تھیں، دمیں نے آزمائش شروع کردی۔ اس باغ کے سیب جس میں میں نے شہد کی مکھیاں پال رکھی تھیں اتنے خوبصورت اور اتنے وزنی ہوئے کہ اس باغ سے گذرنے والے لوگ سیب کے درختوں کے پاس ضرور رک جاتے، اور انہیں دیکھتے، نئی انگریز بھی انھیں دیکھنے کے لئے رک جاتے، کئی اصحاب نے مجھے پھلوں کی اس عمدگی کے لئے مبارکباد بھی دی، میں اُن سے کہا کہ پھلوں کے یہ درخت میرے نہیں ہیں میں تو صرف مکھی کاشتکار ہوں زمینداروں نے ہمیں یقین دلایا کہ ان درختوں میں اس سے پہلے کبھی ایسے پھل نہیں ہوئے مجھے افسوس ہے کہ میرے دوست پڑوسیوں نے اپنے پھلوں کی یہ ترقی منظور نہیں کی کیونکہ انہیں شاید خوف تھا کہ پھلوں کی ترقی کے بعد کہیں میں ان سے حقیقی ملکیت نہ مانگنے لگوں، یا ان پر ٹیکس نہ لگا دوں،

جیلی کوٹ کی ایپیری ایک زراعتی فارم میں کھولی گئی ہے یہاں پیدا ہونے والی فصلوں کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔ اسٹرو بیریز، لیموں اور لوکاٹ کے پھلوں پر شہد کی مکھیاں پالنے کی آزمائشیں کی گئی ہیں اس سال کے لیموں اور لوکاٹ کے اعداد وشمار ابھی موصول نہیں ہو سکے لیکن اسٹرو بیریز کے عداد بہت تعجب خیز ہیں اور وہ امریکن تجربہ کاروں کے قول کی تائید کرتے ہیں کہ شہد کی مکھیاں کھیتی کرنے والوں کو پالنے والوں کے مقابلے میں چودہ گنا زیادہ فائدہ پہنچاتی ہیں، اعداد وشمار ذیل میں درج ہیں:-

اسٹرو بیریز کی فصل (سنہ ۳۸-۱۹۳۷ء میں ایپیری قائم ہونے کے پہلے)

۸۰۰ پونڈ فی ایکڑ

اسٹرو بیریز کی فصل (سنہ ۳۹-۱۹۳۸ء ایپیری قائم ہونے پر)

۱۲۵۵ پونڈ فی ایکڑ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ۵۰ فی صدی فائدہ ہوا یہاں اسٹرو بیریز کی کاشت میں ... کا فائدہ ہوا ہے۔ آمدنی فی پونڈ ... آنے فی ایکڑ ... روپے آمدنی کی مزید آمدنی ہوئی

اس طرح ہمیں مسٹر اف بی پڈوک کے اس قول کی تائید کرنی ہوگی کہ شہد کی مکھی پالنے کا پہلا مقصد پھلوں کی نسل بڑھانا اور دوسرا مقصد شہد حاصل کرنا ہونا چاہئے

اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ کسی طرح کی ترقی کے لئے کسانوں کو ذرا بھی محنت نہیں کرنی پڑتی بلکہ شہد کی مکھی پالنے والا خود محنت کرتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ لوگ جن کے پڑوس میں شہد کی مکھیاں پالنے والے لوگ رہتے ہیں شہد کی مکھیوں سے پورا فائدہ اٹھائیں گے۔

حقیقی مسرت!

وہ شخص کس قدر خوش ہے جس کے سر کے گئے ہیں ...

وہ اور یا کسی کی غلامی کا طوق نہیں

وہ جس کے پاکیزہ اور نیز خیالات اسکے تحفظ کے لئے ... ہتھیار ہیں اور سادہ سچی ہنر اسکی جرأت ہے،

وہ جو اپنی خواہشات کا غلام نہیں اور جس کو موت سے بالکل خوف نہیں، جو دنیا سے بالکل الگ رہتا ہے شاہی ... اور دولت و ثروت سے

وہ جو شب روز خدا کی عبادت کرتا رہتا ہے اور ہر وقت اسکی نظر رحمت کی خواہاں ہوتی ہے

جدید معلومات

انسانی جسم میں پرانی ہڈیوں کے بجائے نئی ہڈیاں

حال ہی میں یہ طبعی تجربہ کامیاب ہوا ہے کہ انسان کی پرانی ہڈیاں نئی سے بدلی جا سکتی ہیں ۱۹۱۸ء میں ایک فرانسیسی جرّاح ... نے انسانی جسم کی مجروح، ٹوٹی اور بیکار ہڈیوں کی جگہ پر جانوروں کی ہڈیاں لگانے کا تجربہ کیا تھا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ بیسویں صدی میں صنعتی کارخانوں اور جنگ عظیم کے میدان کارزار میں انسانی جسم کی ہڈیاں بکثرت ٹوٹیں، اس لئے ان ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کو جوڑنا اور ان کی خرابیوں کو دور کرنا ایک خاص فن ہو گیا جس کے لئے اعلیٰ تدبیر اور اعلیٰ مہارت دونوں کی ضرورت ہوئی، ڈاکٹر ... نے جس نے جنگ عظیم میں فوج کی اگلی صفوں میں کام کیا تھا تجربہ سے یہ معلوم کیا کہ اگر انسانی ہڈیوں میں درختوں کی طرح پیوند لگایا جائے تو وہ درست ہو سکتی ہیں بشرطیکہ خون کا سیلان مجروح ہڈیوں سے ہو کر اور ان کے ارد گرد بدستور قائم رکھا جائے اس لئے ہڈیوں میں ہڈیوں ہی کا پیوند لگا کر تجربہ کیا لیکن اسکے پاس اچھے اوزار نہ تھے اس لئے حسب خواہش وہ اپنے عمل میں کامیاب نہ ہو سکا، اس نے اپنی ضرورت کے لئے بہت سے نئے اوزار بنائے جس میں ایک بجلی کی آری تھی جس کے دندانوں میں ویسی ہی حرکت ہوتی ہے جیسے انسان کرتے ہیں،

اسکے علاوہ اور ماہرین بھی پیدا ہو گئے ہیں جو یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ جس جگہ سے ہڈی علیحدہ کرنا چاہتے ہیں اسکے سرے پر چھوٹے چھوٹے سوراخ بنا دیتے ہیں اور پھر ان سوراخوں کے درمیان والے حصے کو کاٹ دیتے ہیں یہاں تک کہ ہڈی کا ٹکڑا علیحدہ ہو جاتا ہے اس سے دو فائدے ہوتے ہیں ایک یہ کہ بجلی والی آری کی تیزی سے صرف ہڈی میں گرمی اور حدت پہنچنے نہیں پاتی دوسرے سوراخوں کے ذریعہ خون کا سیلان زیادہ بڑھ جاتا ہے جو ہڈی کے بعجلت درست ہونے میں معاون ہوتا ہے۔ اب ہڈی کے ٹکڑے اور پیوند ایک ساتھ لپیٹ کر مجروح حصہ میں احتیاط سے رکھ دئے جاتے ہیں جو وہاں پہنچ کر جڑنے لگتے ہیں اور اگر ہڈیاں جڑتی نہیں ہیں تو مجروح مقام سے بالکل متصل پھر چھوٹے چھوٹے سوراخ بنائے جاتے ہیں یہ مفقود شدہ ہڈیاں زخمی حصہ میں آ کر جمع ہو جاتی ہیں اور ساتھ ہی خون کا سیلان اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

پہلے جب بیل کی ہڈی ٹوٹ جاتی تھی تو جراحی کے ماہرین لوہے کا پیوند لگاتے تھے، لیکن اس کا کیمیاوی اثر اچھا نہیں پڑتا تھا۔ اب اسکی جگہ گائے بیل کی ہڈی جوڑنے لگے ہیں جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانی ہڈیوں کے ساتھ پیوست ہو جاتی ہے چہرے پر چوٹ آنے سے جو جبڑے مجروح اور بیکار ہو جاتے ہیں انہیں درست کرنے میں گائے بیل کی ہڈیاں بہت ہی مفید ثابت ہوتی ہیں، برطانوی ڈاکٹر ... نے حال ہی میں ایک نہایت کامیاب اور کامل جراحی کیا ہے ان کا عمل اتفاقی کر کے یہ ہے کہ اگر ریڑھ کی ہڈی کے آخری حصہ میں مستقل اور بیکار کر دینے والا درد ہو تو اسکی جگہ ہڈی بھی بدل کر درد دور کیا جا سکتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر ... نے ایسے بہت سے تجربے کئے ہیں یہیں تک نہیں ایسی مثالیں بھی ہیں کہ جن لوگوں کے بازو، پاؤں اور کمر کے نیچے والے حصے بالکل بیکار ہو گئے تھے وہ مذکورہ بالا عمل سے بالکل تندرست ہو گئے، شکاگو کے ڈاکٹر ... نے صنعتی کارخانوں کے کام کرنے والوں کے مجروح حصوں کے درست کرنے میں خاص مہارت پیدا کی ہے مثلاً اگر مشینوں میں دب کر انگوٹھے یا انگلیاں بری طرح زخمی ہو جائیں تو ڈاکٹر مذکور ان کو درست کر کے اصلی حالت پر کر دیتا ہے، وہ ہڈیاں بدل کر نئی انگلیاں بھی بنا دیتا ہے گو ابھی اس میں اسکو پوری کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے لیکن پاؤں کے نکلے حصے تو اس نے بنا دئے ہیں، پیدائشی مفلوج اور ان لڑکوں کی جو بچپن ہی میں مفلوج ہو کر بیکار ہو جاتے ہیں ہڈیاں بھی بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اور بعض حالتوں میں کامیابی بھی ہوتی ہے۔

ماں باپ کو پکا کر کھانے والے

یورپ میں ایک ایسا بھی خطہ ہے جہاں کے باشندے اپنے سن رسیدہ اور بوڑھے والدین کا احترام اس طرح کرتے ہیں کہ جب وہ بہت زیادہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو سعادتمند اولاد ان کو پکا کر کھا لیتی ہے، یہ خطہ برفانی علاقہ ہے اور یہاں کے باشندوں کو اسکیمو کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ بوڑھے والدین کا جسم قابل احترام ہو جاتا ہے اس کا مصرف یہی ہے کہ اس تبرک کو چٹ کر لیا جائے اسکے علاوہ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ بوڑھی ماں یا بوڑھے باپ کو پکا کر کھانے سے روحانی طاقت بڑھ جاتی ہے اور نا پاک روحیں کبھی نہیں ستاتیں جب کوئی سعادتمند فرزند باپ یا ماں کو ذبح کرنا چاہتا ہے تو اپنی تمام قوم کو دعوت دینی پڑتی ہے اور والدین کے ذبح کرنے پر اس قوم میں بڑا جشن منایا جاتا ہے۔

ریاست ویکلی دہلی

نومبر ۱۹۳۹ء

گاندھی - وائسرائے ملاقات

جوائنٹ کانفرنس میں ازسرِنو گفت و شنید

اس وقت جبکہ ہم یہ سطور لکھ رہے ہیں، مہاتما گاندھی اور وائسرائے ہند ہز ایکسیلنسی لارڈ لنلتھگو کے درمیان ملاقات ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے بھی ان حضرات میں کئی ملاقاتیں ہو چکی ہیں لیکن دو ایسی نئی باتیں ہیں جن کے باعث اس ملاقات اور پچھلی ملاقاتوں میں فرق صاف نمایاں ہو گیا ہے۔ اگرچہ ملاقاتوں کے پہلے دور میں وائسرائے نے دعوت نامے بھیج بھیج کر اپنے در دولت پر ملاقاتیوں کا تانتا باندھ رکھا تھا تاہم ہر شخص سے وائسرائے نے علیحدہ ملاقات کی تھی اور ایک سے زیادہ ملاقاتی کسی ملاقات میں موجود نہ تھے۔ لیکن یہ نئی ملاقات ایک جوائنٹ کانفرنس کی صورت میں تھی جس میں لارڈ لنلتھگو، مہاتما گاندھی، ڈاکٹر راجندر پرشاد، صدر کانگریس، اور مسٹر جناح صدر مسلم لیگ موجود تھے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلی ملاقاتوں کے زمانے میں آٹھ صوبوں میں کانگریسی وزارتیں کام کر رہی تھیں اور یہ ملاقات ایسے وقت ہوئی ہے جبکہ چند صوبوں کی کانگریسی وزارتیں مستعفی ہو چکی ہیں اور باقی بھی استعفا دینے کی تیاریاں کر رہی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک کی سیاسی فضا بڑی حد تک مکدر ہو چکی ہے۔ حکومت و عوام کے درمیان کھینچا تانی نے ایک نئی صورت پیدا کر دی ہے کسی صوبہ میں آئین معطل کیا جا چکا ہے اور گورنر نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی ہے۔ کسی صوبہ میں انٹیرم وزارت بنانے کی ناکام کوششیں کی جا رہی ہیں اور پبلک میں انتشار پھیلا ہوا ہے۔

یہ جوائنٹ کانفرنس کیوں بلائی گئی۔ اس کا جواب وزیر ہند کی تقریر میں ملے گا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ جب تک ہندوستان میں فرقہ وارانہ نفاق موجود ہے، ہندوستان کو آزادی نہیں دی جا سکتی۔ لیکن حکومت اپنی طرف سے ایسے کاموں میں امداد دے گی جو فرقہ وارانہ اتحاد پیدا کرنے کا باعث ہوں۔ غالباً یہ "جوائنٹ کانفرنس" بھی اسی "امداد" کی ایک نئی صورت ہے۔ حکومت یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ وہ کانگریس و مسلم لیگ دونوں کو اپنے حلقۂ اعتماد میں داخل کر رہی ہے۔

دوسری طرف کانگریسی وزارتوں کے استعفے نے جو فضا پیدا کر دی ہے اس سے اس جوائنٹ کانفرنس کو زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی ہے اب لارڈ لنلتھگو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ کانگریس کا ہر فیصلہ حقیقی ارادوں پر مبنی ہوتا ہے، اور کانگریس کے قول و فعل میں کبھی ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک عملی جماعت ہے جو کام کو باتوں پر ترجیح دیتی ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جسے کانگریسی وزارتوں کے استعفے نے ثابت کر دکھایا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جوائنٹ کانفرنس میں کیا باتیں ہوئیں اور اس گفت و شنید کا نتیجہ کیا ہو گا؟ اول الذکر یعنی کانفرنس کی باتوں کے متعلق اس وقت تک کوئی علم نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی بیان ہمارے سامنے نہ آئے، چونکہ اس تحریر کے سپردِ قلم کرنے کے وقت تک کانفرنس کے کسی فریق کا بیان شائع نہیں ہوا ہے اس لئے بعض حلقوں میں قیاس آرائیوں سے کام لیا جا رہا ہے۔ رہا نتیجہ کا مسئلہ تو ظاہر ہے کہ اس کانفرنس کا نتیجہ یا تو کچھ بھی نہیں ہو گا یا کسی سمجھوتہ کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ اول الذکر حالت میں موجودہ صورتِ حال جاری رہے گی یا کوئی نئی شکل اختیار کرے گی اور دوسری حالت میں سمجھوتہ کی شرائط طے پا جائیں گی۔ ایک انگریزی اخبار کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ سمجھوتہ کی بعض اہم شرائط بتلائی جا رہی ہیں اول یہ کہ وائسرائے باہمی تصفیہ سے ایگزیکٹو کونسل میں توسیع کر دیں گے تاکہ مختلف پارٹیوں اور ہندوستانی ریاستوں کے نمائندوں کو بھی اس میں شامل کیا جائے دوم یہ کہ جنگ کے دوران میں کانگریس اور مسلم لیگ مرکزی حکومت میں سہیوگ سے کام کریں گی، سوم یہ کہ اگر اس اثنا میں یہ دونوں سیاسی پارٹیاں دوسری پارٹیوں کے سہیوگ سے کوئی متفقہ آئین تیار کریں گی تو ملک معظم کی حکومت اسے جدید آئین کی جگہ منظور کرے گی، اور لڑائی کے بعد اس متفقہ آئین کو نافذ کر دیا جائے گا،

کم سے کم شرطیں یہ ہیں:- ایک اعلان کے ذریعہ یہ تسلیم کیا جائے کہ ہندوستان کو ایک قومی اسمبلی کے ذریعہ نیا آئین خود بنانے کا حق حاصل ہے۔ مخالف مفادات اور اقلیتوں کے تحفظات اور غیر ملکی معاملات اور ڈیفنس وغیرہ کے متعلق نظم و نسق بنانا اسی اسمبلی کا کام ہو گا، دوسری بات یہ ہے کہ کانگریس مرکز میں ایک نام نہاد مشاورتی کمیٹی کے قیام کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ وہ مرکز میں چند مخصوص حدود کے ساتھ ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کرتی ہے۔ مزید برآں چونکہ سنٹرل اسمبلی کی کانگریس پارٹی حکومت کی ذمہ داری لینے کے لئے منتخب نہیں ہوئی تھی اس لئے ایک نئے انتخاب کی ضرورت ہے۔ اگر اس وقت انتخاب نہ ہو تو مرکزی کیبنٹ میں کانگریس کے نامزد کئے ہوئے نمائندوں کو شامل کیا جائے۔

ظاہر ہے کہ ان مطالبات میں اور ان خیالات میں جو ان سے پہلے اوپر کی تحریر میں پیش کئے گئے ہیں آسمان و زمین کا فرق موجود ہے، اور اس "فرق" کا خاتمہ کر دینا اور درمیانی خلیج کو پاٹ دینا اتنا آسان کام نہیں ہے جتنا کہ سمجھا جا رہا ہے۔ پھر بھی جیسا کہ مہاتما گاندھی نے فرمایا ہے ہمیں امید کا دامن ہاتھوں سے چھوڑنا نہیں چاہئے۔ آج جبکہ ہمارا قلم اس تحریر میں مصروف ہے دہلی میں اہم ترین گفت و شنید جاری ہے، مہاتما گاندھی نے مسٹر جناح سے دو ملاقاتیں کی ہیں دونوں ملاقاتیں نصف گھنٹے کی تھیں، وائسرائے کے ہاں جانے سے پہلے اور آنے کے بعد مہاتما گاندھی اور مسٹر جناح کے درمیان جو بات چیت ہوئی ہے اس کا تعلق یقیناً "ہندو مسلم" اتفاق اور طلب آزادی میں اس سے پیدا ہونے والے مفید نتائج سے ہو گا۔ اس سلسلہ میں پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی دہلی پہنچ گئے ہیں۔ اس وقت ہندوستان کی تاریخ میں ایک نازک ترین موقعہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اگر ایک طرف برطانی حکومت کے تدبر کا امتحان ہو رہا ہے تو دوسری طرف مسٹر جناح کے خلوص کی جانچ بھی اسی وقت ہے، غالباً یہ بہترین موقعہ ہے کہ برطانی حکومت اپنی گذشتہ غلطیوں کا ازالہ کر دے اور مسٹر جناح بھی اپنے تمام پچھلے رویوں اور تلخ کلامیوں [illegible] ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترک وطن کی آزادی کے لئے کانگریس سے اتحادِ عمل کریں، اگر ایسا ہو گیا تو ہم سمجھیں گے کہ دہلی کی جوائنٹ کانفرنس کامیاب ہوئی اور اگر ایسا نہ ہوا تو کانگریس کو اپنا راستہ معلوم ہے۔

"WISHFUL THINKING" [illegible] انگریزی اصطلاح میں [illegible]

غلط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

آئینۂ ایام

وزیروں کی تلاش!

مدراس میں کانگریسی وزارت کے استعفے کے بعد نئی وزارت کے قیام کے لئے گورنر نے دوسروں کو دعوت دی لیکن کامیابی حاصل نہیں ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ صوبہ مدراس میں دفعہ ۹۳ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی رو سے آئین ختم کر دیا گیا اور گورنر نے تمام اختیارات اپنے ہاتھوں میں لے لئے اس کے بعد بمبئی۔ یو۔ پی۔ اور بہار کی وزارتیں بھی مستعفی ہو چکی ہیں اور نئے وزیروں کی تلاش میں گورنر کو اب تک کامیابی نہیں ہوئی ہے اس میں شک نہیں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو عہدوں کے لئے ہمیشہ بے چین رہتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ وہ وزارتیں جن کو اسمبلی میں اکثریت حاصل نہ ہو کیونکر چل سکتی ہیں؟ غالباً نتیجہ یہی ہو گا کہ جہاں تک کانگریسی صوبوں کا تعلق ہے رفتہ رفتہ ان میں پراونشیل آٹونومی کا خاتمہ ہو جائے گا اور گورنر کے ہاتھوں میں تمام اختیارات منتقل ہو جائیں گے،

اصلاحاتِ راجکوٹ!

راجکوٹ کے ہنگاموں کے ختم ہونے پر چند ماہ سے ریاست راجکوٹ کے حکام اصلاحات کی ایک اسکیم تیار کرنے میں مصروف تھے۔ اب وہ اسکیم شائع ہو گئی ہے۔ اس سلسلہ میں مہاتما گاندھی سے جب اظہارِ رائے کی درخواست کی گئی تو انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے ابھی اس اسکیم پر غور نہیں کیا ہے، بہرحال اس اسکیم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنے دنوں کے غور و خوض کے بعد حکام راجکوٹ نے جو اصلاحات کی اسکیم پیش کی ہے، وہ اس ریاست کو ترقی کی بجائے رجعت کی طرف لے جانے والی ہے آجکل راجکوٹ کے باشندے کو عام حقِ رائے دہی حاصل ہے، لیکن نئی اسکیم نے یہ حق ان سے چھین لیا ہے اب صرف جائیداد رکھنے والوں اور ٹیکس ادا کرنے والوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہو گا۔ اس سے پہلے راجکوٹ کی اسمبلی ایک بالکل منتخب باڈی تھی، اب اس میں نامزدہ ممبر بھی شامل کر لئے گئے ہیں، ساٹھ ممبروں کی نئی اسمبلی میں چالیس ممبر منتخب ہوں گے اور بیس ممبر نامزد ہوں گے اور منتخب ممبروں میں چودہ ممبروں کا انتخاب اقلیتوں یعنی مسلمانوں، بھایاتوں اور پسماندہ اقوام کے ہاتھوں میں ہو گا، یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے پچھلے ایجی ٹیشن میں ٹھاکر صاحب کا ساتھ دیا تھا۔ اس لئے ان کو جو کچھ ملا ہے اسے "خدمت کا انعام" سمجھنا چاہئے، اسمبلی کو صرف سفارش کرنے کا اختیار

جاتا ہے اور جب تک صاحب اب بھی تمام سیاہ و سفید کے مالک ہوں گے اور وزراء پر اسمبلی کا نہیں بلکہ ٹھاکر صاحب کا کنٹرول ہوگا۔ یہ ہے خود صاحب راجکوٹ کی اصلاحات کا خلاصہ ہے کہ ان اصلاحات سے عوام مطمئن نہیں ہونگے اور کبھی بھی سمجھوتہ نہ کرنے کی مکمل جائیں گے۔ افسوس ہے کہ ٹھاکر راجکوٹ نے اب تک اس حقیقت کو محسوس نہیں کیا ہے کہ کھلونوں کی شکل میں اصلاحات دینے کا زمانہ اب باقی نہیں رہا ہے۔

خاموشی کا فائدہ!

مہاتما گاندھی کے ہفتہ وار "مون برت" کے سلسلہ میں ڈاکٹر راجن نے سٹر مہادیو ڈیسائی سے چند سوالات کئے تھے جو یہ تھے کہ مہاتما جی کی خاموشی کے باعث ان کے خون کے دباؤ میں کمی ہوئی ہے یا نہیں، یا خاموشی سے ان کی جسمانی حیثیت سے زیادہ تندرست و توانا اور زیادہ کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں یا نہیں، یا خاموشی کے دوران میں وہ زیادہ دماغی طاقت محسوس کرتے ہیں یا نہیں۔ مہادیو ڈیسائی نے ان تینوں سوالوں کا جواب اثبات میں دیا ہے اور فرمایا ہے کہ "مون برت" سے ان کی تندرستی کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اور وہ زیادہ کام کرنے کے لائق ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر راجن کا خیال صحیح ہے کہ مہاتما جی کے اس تجربے نے سائنٹفک تحقیقات کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ خاموشی صرف ایک نہیں بلکہ کئی نقطۂ نگاہ سے ایک مفید چیز ہے اور خاموش رہنے میں طاقت کا کافی ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔

پروفیسر کیتھ کا نظریہ!

پروفیسر بیریڈیل کیتھ آئین و قانون کے ایک مشہور ماہر ہیں، آپ نے پہلے بھی ہندوستان کے مسئلہ پر اظہار رائے کیا ہے اور اس وقت کانگریس کے مطالبہ کی تائید کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ برطانی حکومت کا اعلان "ہندوستانی صورتِ حال کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں قطعاً ناکامیاب رہا ہے۔ برطانی حکومت غالباً اس بات کو بھول گئی ہے کہ داخلی اور خارجی معاملات میں کوئی پالیسی الگ الگ نہیں چلائی جا سکتی، اور یورپ میں آزادی کا جہاد یہ معنی نہیں رکھتا کہ اسی آزادی سے ہندوستان کو محروم کر دیا جائے" پروفیسر کیتھ کے یہ فاضلانہ الفاظ بہت ہی بیش قیمت ہیں ان سے کانگریس کے مطالبہ کو ایک ماہر آئین کی تائید کی تقویت پہنچی ہے لیکن کیا برطانی حکومت بھی اس نظریہ پر غور کر کے صحیح راہ عمل اختیار کرے گی؟

ترقی!

اس عنوان سے ایک لیڈنگ آرٹیکل میں معاصر "اسٹیٹسمین" مہاتما گاندھی اور وائسرائے اور مسٹر جناح کی ملاقات کے متعلق لکھتا ہے کہ "اہل برطانیہ

اتنے احمق اور بد دماغ ہو سکتے ہیں جتنا کہ ہندوستانی پریس کا ایک طبقہ خیال کرتا ہے اور اہل کانگریس ایسے ضدی اور جذباتی ہو سکتے ہیں جیسا کہ برطانی نکتہ چیں سمجھتے ہیں لیکن ان دونوں میں سے کوئی پارٹی عقل اور سمجھ سے خالی نہیں ہے۔ ہمیں جلد یا بدیر ان نتائج کو جاننے کے لئے شریک جنگ ہونا پڑے گا ہم سب ایک ساتھ ہیں اور ہمارا سب کچھ خطرے میں ہے، اور اگرچہ ہم کبھی کبھی معمولی سی حماقت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ہم اتنے بیوقوف نہیں ہیں کہ آپس میں ایک حقیقی جھگڑا پیدا کر لیں اور دشمن کو مدد پہنچائیں۔ کانگریس کے استعفے، برلن میں ایک نازی کامیابی سمجھے جاتے ہیں لیکن ہمارا خیال ہے کہ یہ خلاف جلد ختم ہو جائے گا"۔ اس پر اتنا ہی تبصرہ کیا جا سکتا ہے کہ صبح کا بھولا اگر شام کو بھی واپس آ جائے تو غنیمت سمجھا جائے گا اگر برطانی حکومت کا احساس وہی ہے جو اسٹیٹسمین نے لکھا ہے تو کانگریس کا مطالبہ منظور کرنے میں اسے ذرا بھی پس و پیش نہیں ہونا چاہئیے۔

یو-پی میں خاکسار تحریک!

علامہ مشرقی نے یو۔پی کی کانگریسی وزارت کے استعفے پر اظہار اطمینان کیا ہے اور اپنے پیروؤں کو حکم دیا ہے کہ وہ یو پی میں اپنی خلاف قانون سرگرمیاں دس روز کے لئے بند کر دیں تاکہ یو-پی کی نئی حکومت کو خاکساروں کی تحریک کا نئے طور پر موقعہ مل جائے۔ خاکساروں کا خیال ہے کہ ان کے مطالبات کانگریسی وزارت کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو گئے ہیں لیکن اس کے مطالبات یہ ہیں کہ خاکساروں اور ان کے لیڈروں کے یو-پی میں داخلہ پر کوئی پابندی نہ ہو۔ خاکسار ایسی تمام قیدی رہا کر دئے جائیں اور خاکساروں کے خلاف جو مقدمات زیر سماعت ہیں وہ اٹھا لئے جائیں ہم نہیں جانتے کہ نئی حکومت اب کیا طرز عمل اختیار کرے گی لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ خاکساروں کی بڑھتی ہوئی یورش کو صرف یو-پی ہی میں نہیں بلکہ دوسرے صوبوں میں بھی روکا جائے پنجاب اسمبلی میں لالہ ... نے خاکسار تحریک کے متعلق ایک ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے جس میں یہ تجویز کی گئی ہے کہ خاکسار تحریک کی روک تھام کے لئے فوری اور موثر کارروائی کی جائے اسمبلی نے اس ریزولیوشن کے پیش کرنے کی اجازت دیدی ہے حکومت پنجاب کو چاہئے کہ صوبہ کے امن و امان کو خاکسار تحریک سے جو خطرہ پیدا ہو گیا ہے اس کا انسداد جلد کرے۔

مسٹر فضل الحق کا چیلنج!

بنگال کے وزیر اعظم مسٹر فضل الحق نے پنڈت جواہر لال نہرو کو چیلنج دیا تھا کہ اگر وہ ان کے ساتھ چند مقامات تک جائیں گے تو مسٹر حق ان مظالم کا ثبوت مہیا کر دینگے جو کانگریسی حکومتوں نے مسلمانوں پر ڈھائے ہیں۔ ہمیں مسرت ہے کہ پنڈت جواہر لال نے اس چیلنج کو منظور کر لیا اور وہ مسٹر فضل الحق کے ساتھ ان مقامات تک جانے کو تیار ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ بنگال کے وزیر اعظم اپنی پیشکش پر قائم رہتے ہیں یا نہیں؟

پنجاب میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ

صوبہ پنجاب میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ جس سختی سے استعمال کیا جا رہا ہے اس کی مثال اس وقت ہندوستان کے کسی دوسرے صوبہ میں موجود نہیں ہے۔ اس ایکٹ کے تحت میں ہر روز گرفتاریاں ہوتی رہتی ہیں۔ پنجاب اسمبلی کی مخالف پارٹی نے اس مسئلہ پر جو تحریک التوا پیش کی تھی اسے پچاسی ووٹوں کے مقابلہ میں بائیس ووٹ حاصل ہوئے۔ اقلیت میں ہونے کے باوجود مخالف پارٹی کا اتنی تائید حاصل کر لینا اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ پنجاب میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے بڑھتے ہوئے استعمال کے خلاف جذبات پھیلے ہوئے ہیں۔ وزیر اعظم پنجاب نے اپنی تقریر میں یہ بات ظاہر کی کہ وہ ان گرفتاریوں کے ذمہ دار نہیں ہیں، کیونکہ مرکزی حکومت نے ضلع افسروں کو یہ خفیہ ہدایات دے رکھی ہیں۔ ہم یہ سوال کرنے ہیں کہ پراونشل اٹونومی پر مرکزی حکومت کی انہیں دست درازیوں کے پیش نظر کیا سر سکندر حیات خاں نے یہ فرمایا ہے کہ وہ پندرہ روز میں ہندوستان کے لئے ڈومینین اسٹیٹس حاصل کر سکتے ہیں؟

ہریجن بستی میں پرارتھنا بھون

اس مرتبہ دہلی کے دوران قیام میں مہاتما گاندھی نے ہریجن بستی میں پرارتھنا بھون کھولنے کی رسم ادا کی۔ اور اس موقع پر مہاتما جی نے جو مختصر تقریر فرمائی اس کے چند الفاظ ہندوستان کی تاریخ میں زریں حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ مندر سب لوگوں کے لئے کھلا ہوا ہے" اگر ہریجن اس مندر میں پرارتھنا کرتے رہے اور ان میں باقاعدہ پرارتھنا کرنے کا بھاؤ پیدا ہو گیا تو اس چھوٹے سے مندر کی ہیبت بہت بڑھ جائے گی جس طرح شریر کیلئے روٹی خوراک ہے اسی طرح آتما کے لئے پرارتھنا خوراک ہے۔ مندر جاتی ہریجنوں کی جو سیوا کر رہی ہے وہ ان پاپوں اور بدسلوکیوں کا پرائشچت ہے جو وہ پہلے ہریجنوں کے ساتھ کرتی چلی آئی ہے" ہم پرارتھنا کرتے ہیں کہ مہاتما جی کے یہ الفاظ ہندو جاتی کے ان افراد کے دلوں میں بھی گونج اٹھیں جو اب تک کٹر پنتھی بنے ہوئے ہیں اور بہت جلد سارے ہندوستان سے چھوت چھات کی لعنت ہمیشہ کے لئے دفع ہو جائے۔

ایک عجیب رائے

یہ دیکھ کر کہ کانگریسی وزارتیں مستعفی ہو رہی ہیں، اور دوسری وزارتیں نہ بننے کے باعث گورنروں کو پورا اختیار اپنے ہاتھوں میں لینا پڑ رہا ہے بنگال کا ایک اینگلو انڈین اخبار ایک نہایت ہی عجیب و غریب مدعا پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ صوبہ سرحد کی حکومت پنجاب کی وزارت کے سپرد کر دی جائے۔ صوبہ بہار کو صوبہ یو-پی کے دامن سے باندھ دیا جائے۔ اور صوبہ آسام کو بنگال کی وزارت کے تحت میں ملا دیا جائے۔ اگرچہ یہ تجویز بے حد مضحکہ انگیز ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاصر موصوف نے آئین کا مطالعہ نہیں کیا ہے تاہم پنجاب اور بنگال کے وزیر اعظم تو اس کے تصور ہی سے خوش ہو جائیں گے یہ عجیب رائے پیش کرتے ہوئے معاصر مذکور نے یہ نہیں لکھا ہے کہ صوبہ سرحد، صوبہ بہار اور صوبہ آسام کے گورنروں کو کہاں بھیج دیا جائے کیونکہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ ایک وزارت دو گورنروں کے تحت میں کام کرے اور یا ایک بیوی دو شوہروں کے احکام بجا لائے۔

طلبا اور سیاسیات

میسور یونیورسٹی کے "کانووکیشن" یعنی جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے سر مرزا این۔ اسماعیل نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی کہ آیا طلبا کو سیاسیات میں حصہ لینا چاہئے یا نہیں، اس موضوع پر اس سے پہلے بھی بہت کچھ کہا جا چکا ہے۔ لیکن سر این۔ این سرکار نے ایک بات ایسی کہی ہے جس سے عام طور پر اتفاق کیا جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ طلبا کو اپنی ملکی سیاسیات کی پوری واقفیت حاصل کرنی چاہئے، لیکن سیاسیات میں حصہ لیتے ہوئے ان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ "اعتدال اور توازن" کے دائرہ سے باہر نہ نکل جائیں اور اپنے تعلیمی فرائض کو نظر انداز نہ کریں" یہ ایک معقول مشورہ ہے، اس لئے کہ طلبا اگر اپنے تعلیمی فرائض کو چھوڑ دیں گے تو ظاہر ہے کہ ملک میں آئندہ اچھی تعلیم یافتہ رہنماؤں کی کمی ہو جائے گی، اگر ہندوستانی طلبا وطن کی محبت اپنے دل میں رکھیں، ملکی سیاسیات میں دلچسپی لیں اور دل لگا کر تعلیم حاصل کریں تو قوم کے لئے یہ سب سے بڑا سرمایہ بن جائیں گے۔

روس کی پالیسی

سوویٹ روس کی پالیسی تو اسی وقت ظاہر ہو چکی تھی جب اس نے جرمنی کے ساتھ ملکر پولینڈ کا حصہ بخرا کر لیا تھا۔ لیکن بہتر ہوا کہ روسی وزیر خارجہ ایم مولوٹوف نے اس پالیسی کو اور بھی واضح کر دیا۔ اگرچہ انہوں نے جرمنی کو کسی طرح کی فوجی امداد دینے کا وعدہ نہیں کیا ہے۔ تاہم اتنا کہلا یا ہے کہ روس کی سیاسی و اقتصادی امداد جرمنی کو حاصل ہے۔ مزید براں انہوں نے معاہدہ ورسیلز کے مخالفت میں جو الفاظ لکھے ہیں وہ بالکل ہٹلر کے الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔ ایم مولوٹوف نے صرف اتحادیوں کو ہی طعنہ نہیں دیا ہے کہ وہ اپنے سامراجی مفاد کے لئے لڑ رہے ہیں، بلکہ امریکہ کو بھی برا بھلا کہا ہے اور جرمنی کے اس مطالبہ کی تائید کی ہے کہ وہ جرمن نو آبادیاں جو جنگ عظیم کے بعد چھین لی گئی تھیں جرمنی کو واپس ملنی چاہئیں۔ ان باتوں سے روس کی آئندہ پالیسی کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے صاف ظاہر ہے کہ روس اتحادیوں سے دور اور جرمنی سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

آجکل دہلی کی فضا بہت خوشگوار ہوگئی ہے، موسم بھی اچھا ہے اور کام بھی اچھے ہو رہے ہیں، موسم اس لئے اچھا ہے کہ جاڑا شروع ہوگیا ہے اور دیوالی قریب ہے، کام یہ اچھے ہیں کہ لارڈ لنلتھگو، مہاتما گاندھی، ڈاکٹر راجندر پرشاد، مسٹر جناح، پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد کچھ نہ کچھ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور سمجھوتہ کے لئے کوئی فارمولا تلاش کیا جا رہا ہے، لارڈ لنلتھگو سے ملاقات کے بعد مہاتما گاندھی، مسٹر جناح اور پنڈت جواہر لال نہرو کے درمیان چند ملاقاتیں ہوئی ہیں، مہاتما جی اس ارادے سے دہلی تشریف لائے تھے کہ وائسرائے سے ملاقات کرنے کے بعد شام کو واپس چلے جائیں گے لیکن یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ مزید ایک دو روز کیلئے ٹھہر گئے ہیں

اس وقت سارے ہندوستان کی آنکھیں دہلی کی طرف لگی ہوئی ہیں، نئے حالات اور ہندو مسلم سمجھوتہ کی گفت وشنید نے بعض نظر سیاسی حلقوں میں "امید" کی ایک فضا پائی جاتی ہے، یہی امید جس کے متعلق مہاتما گاندھی نے فرمایا ہے کہ "امید ہی میری زندگی ہے" حقیقت یہ ہے کہ دہلی میں دو دن سے اندر جو نئے واقعات دیکھنے میں آئے ہیں وہ بالکل حیرت انگیز ہیں، کسی کو یہ خیال نہ تھا کہ مہاتما جی اور مسٹر جناح میں اتنی طویل بات چیت ہوگی، مہاتما جی کا دو تین بار مسٹر جناح کے پاس جانا اور پھر مسٹر جناح کا برلا ہاؤس میں آنا، یہ تمام باتیں غیر متوقعہ طور پر ظہور میں آئی ہیں، کہنے والے تو کہتے ہیں کہ ان مخلصانہ ملاقاتوں سے بہت ہی مفید نتیجہ برآمد ہوگا، پرماتما کرے ایسا ہی ہو لیکن قبل از وقت رائے قائم کرنا ٹھیک نہیں، نتیجہ کا انتظار کرنا چاہیئے۔

اکثر لوگوں کو اس بات پر حیرت ہے کہ جب ایک مرتبہ وائسرائے سب سے ملاقاتیں کر چکے تھے اور ایک طرف کانگریس نے اور دوسری طرف برطانی حکومت نے اپنا آخری جواب دے دیا تھا تو دوبارہ ملاقاتوں کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کا جواب وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ کے بیان میں موجود ہے جو انھوں نے ہاؤس آف لارڈز میں دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:- "موجودہ حالات میں عقل کا راستہ یہی ہے کہ پہلے دو بڑی جماعتوں کے رہنماؤں کو دعوت دی جائے کہ وہ ایک غیر جانبدار شخص کے سامنے ملاقات کریں اور کھلے طور پر اپنے اختلافات کو ظاہر کریں، تاکہ یہ دیکھا جائے کہ ان اختلافات کا کوئی حل نکالنا ممکن ہے یا نہیں، بالکل یہی وہ کام ہے جو وائسرائے اس وقت کر رہے ہیں انھوں نے کانگریس اور مسلم لیگ کے لیڈروں کو دعوت دی ہے کہ اس مقصد کے لئے ان سے ملاقات کریں۔"

اب اگر آپ پوچھیں کہ ان ملاقاتوں اور مشوروں کا نتیجہ کسی سمجھوتہ کی صورت میں واقعی اس طرح ظاہر ہوگیا جیسے بدلی سے آفتاب نمودار ہو جاتا ہے تو اسکا اثر برطانی حکومت پر کیا ہوگا؟ اس سوال کا جواب بھی لارڈ زٹلینڈ کے الفاظ میں سن لیجئے، آپ فرماتے ہیں کہ "اگر ان مشوروں سے کوئی ایسا مشترک فارمولا پیدا ہو جائے جس پر دونوں بڑی جماعتیں ساتھ ملکر کام کر سکیں تو مرکز کے ایگزیکٹو میں سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں کو شریک کرنے کی راہ میں جو رکاوٹ ہے وہ دور ہو جائے گی۔"

فرض کر لیجئے کہ اگر یہ رکاوٹ بھی دور ہوگئی تو اسکے بعد کیا ہوگا؟ اس مسئلہ پر برطانی حکومت کے نمائندے ابھی بالکل خاموش ہیں ہمارا اصل سوال یہ ہے کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہوگی یا نہیں جسے کانگریس منظور کر لے؟ کانگریس کا پہلا مطالبہ "ہندوستان کے حق آزادی" کا اعلان ہے، دوسرا مطالبہ حکومت کے "مقصد جنگ" کا اعلان ہے، مرکز میں ایک دو آدمیوں کو شریک کر لینے سے کانگریس کے مطالبات تو پورے نہیں ہو سکتے! اسی لئے ہم نے اوپر عرض کیا ہے کہ جب تک اس گفت وشنید کا آخری نتیجہ ہمارے سامنے نہ آجائے ہمیں اسکے متعلق کوئی [illegible] قائم کرنی چاہیئے۔

آجکل دہلی میں [illegible] سواری [illegible] ہوگئی ہے جسے "رکشا" کہتے ہیں، اس سے پہلے دہلی والے تانگے [illegible]

[illegible]

کی تھی اور اسے ایک چلتی پھرتی چھپر کی طرح بازار میں نکالا تھا تو لوگوں نے خوب تالیاں بجائی تھیں اور بازاری لونڈے جھولیوں میں پتھر لئے ہوئے اسکا پیچھا کر رہے تھے، آخر یہی چھتری اس قدر مقبول ہوئی کہ وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین کی "شریک زندگی" بن گئی، تو ظاہر ہے کہ رکشا اگرچہ ابھی دیکھنے میں مضحکہ انگیز معلوم ہوتا ہے اور جب رکشا والا اپنے رکشا پر دو دو موٹی عورتوں کو بٹھا کر کھینچتا ہے تو لوگ ہنستے ہیں، لیکن آپ دیکھیں گے کہ چند دنوں میں یہ بہت ہی مقبول سواری بن جائے گا، پہاڑی مقامات کے علاوہ کلکتہ وغیرہ میں بھی اس کا رواج عام ہوگیا ہے اور اس پر سوار ہونا فیشن میں داخل ہے دہلی والے بھی اب اس فیشن کی گرفت میں جلد آنے والے ہیں۔

سوال:- ہم دو بھائی حقیقی ہیں اور دونوں برسر روزگار ابھی سروس میں ہیں، مجھ سے وہ بھائی بڑے ہیں اُن کی شادی ہوگئی ہے اور میری شادی ابھی نہیں ہوئی ہے، ابھی تک ہم دونوں بھائیوں میں آپس میں کوئی کدورت نہ تھی مگر چند مہینہ سے بھائی صاحب سے کچھ ناچاقی ہوگئی ہے مگر جنابہ بھاوج صاحبہ مجھ سے ویسا ہی برتاؤ رکھتی ہیں مجھ سے اور جنابہ بھاوج صاحبہ سے کافی محبت ہے وہ محبت پاک ہے اور میں ان کو والدہ کی طرح تصور کرتا ہوں مگر میں جب کبھی بھائی صاحب کے یہاں جاتا ہوں تو ان کو بہت کافی تکلیف ہوتی ہے اس وجہ سے میں نے آنا جانا ترک کر دیا مگر جنابہ بھاوج صاحبہ کی حالت پر رحم آتا ہے، اور محبت ترک کرنے میں مجھ کو اور جنابہ بھاوج صاحبہ کو سخت تکلیف ہوگی، ایسی حالت میں میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے سوال کا کوئی حل بتلا دیجیگا کہ جس سے میری اور جنابہ بھاوج صاحبہ کی محبت قائم رہے اور یہ بھی نہیں کہ جناب بھائی صاحب کے خیالات میری طرف سے بُرے ہیں اگر بھائی صاحب کے خیالات میری طرف سے بُرے ہوتے تو جنابہ بھاوج صاحبہ کو منع کر دیتے کہ وہ مجھ سے نہ بولیں، اور نہ خط و کتابت کریں لہذا میں امید کرتا ہوں کہ آپ میرے سوال کا جواب تسلی بخش دیں گے

(ہردیو سنگھ، سیتاپور)

جواب:- آپ نے اس سوال میں اصل بات نہیں لکھی ہے یعنی یہ کہ آپ کے بھائی صاحب اور آپ سے ناچاقی اور علیحدگی کا کیا سبب ہوا؟ آپ نے لکھا ہے کہ آپ اپنی بھاوج صاحبہ کو والدہ کی طرح سمجھتے ہیں لیکن سب سے پہلا فرض آپ کا یہ ہے کہ آپ اپنے بڑے بھائی صاحب کو اپنے والد کی طرح سمجھیں اور وہی کام کریں جس میں اُن کی خوشنودی ہو، آپ کے خیالات میں تضاد پایا جاتا ہے اور آپ کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اور آپ کی بھاوج صاحبہ کسی غلط راستہ پر چل رہے ہیں، اگر آپ کے بھائی اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ آپ اپنی بھاوج صاحبہ سے ملیں تو آپ کو فوراً آمد و رفت ترک کر دینی چاہیئے۔

سوال:- (۱) اقتصادی جنگ سے کیا مراد ہے اور وہ کس طرح لڑی جاتی ہے؟
(۲) آبدوز کشتی کس قسم کی ہوتی ہے جو بڑے بڑے جنگی جہازوں کو آنِ واحد میں غرق کر دیتی ہے، تارپیڈو کسے کہتے ہیں اور اسکی شکل کیسی ہوتی ہے؟

(عبد علی۔ برار)

جواب:- (۱) اقتصادی جنگ سے مراد یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کی تجارت اور کاروبار کو تباہ کرنا چاہتا ہے تاکہ اسکے ملک میں بدحالی پھیلے اور وہ صلح کرنے یا شکست ماننے پر تیار ہو جائے اس طرح کی جنگ کا بہترین آلہ "بلاکیڈ" یعنی ناکہ بندی ہے جس کے ذریعہ دشمن کے ملک تک تمام جہازوں کی آمد و رفت بند کر دی جاتی ہے
(۲) آبدوز کشتی اور تارپیڈو کی شکلیں تو تصویروں ہی سے سمجھ میں آسکتی ہیں آپ باتصویر "تیج دہلی" کے خریدار ہو جائیں جس میں ایسی تصویریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

سوال:- کیا صرف مسلمانانِ ہند کے ملانے سے ہی آزادی مل سکتی ہے ہندو سنگٹھن سے نہیں جب فرقہ پرست مسلمان کانگریس میں شامل نہیں ہوتے تو کیوں کانگریس ان کے پیچھے پڑی ہے؟

(روپ سنگھ شرما۔ نگینہ)

جواب:- ایک ملک اسی حالت میں آزاد ہو سکتا ہے جب اسکی رہنے والی تمام قومیں آزاد ہوں، کانگریس کسی کے پیچھے نہیں پڑتی، کانگریس سارے ہندوستان کی ایک سیاسی جماعت ہے جو سب فرقوں کو ساتھ لے کر چلنا اور انکی نمائندگی کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے

رفتار زمانہ

یوروپ کی جنگ کا آٹھواں ہفتہ ختم ہو گیا ہے۔ سب لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ کس طرح کی جنگ ہے جس میں کوئی بھی عظیم الشان لڑائی آج تک نہیں ہوئی۔ ایک فریق نے اگر ایک کا ہوائی جہاز تباہ کر دیا تو دوسرے نے اس کا بحری جہاز غرق کر دیا مغربی محاذ پر اگرچہ بہت کچھ تیاریاں ہو رہی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جرمنی ایک سخت حملہ کرنے والا ہے لیکن اب تک وسیع پیمانہ پر ایسا کوئی حملہ دیکھنے میں نہیں آیا جیسا کہ گذشتہ جنگ عظیم میں ہوا کرتا تھا۔ اس کا سبب کیا ہے؟ کوئی کہتا ہے کہ ہٹلر اب سیاسی چال چلنا چاہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ چونکہ اب موسم خراب ہو گیا ہے اس لئے ملٹری حملہ موسم بہار کے آنے پر ہوگا۔ لیکن یہ بات سے جو اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اتحادیوں کو ہٹلر کے حملہ کا انتظار کیوں ہے وہ خود ایک وسیع پیمانہ پر جرمنی پر حملہ کیوں نہیں کرتے؟

مسٹر چیمبرلین نے جنگ پر ہفتہ وار ریویو کرتے ہوئے کہا ہے کہ فرانسیسی اور جرمن سرحد پر موسم بہت خراب ہو گیا ہے اور چونکہ کہرے کے باعث صاف طور پر کچھ دکھائی نہیں دیتا اس لئے مقامی مہمات اور وقتاً فوقتاً گولہ باری کے سوا کچھ اور کام نہیں ہوا ہے۔ البتہ معلوم ہوتا ہے کہ اس محاذ پر کوئی اہم واقعات رونما نہیں ہوئے ہیں اور جنگ کے مناظر صرف بحری اور ہوائی محاذوں پر دیکھے جاتے ہیں یعنی جرمنی اس کام میں مصروف ہے کہ آبدوز کشتیوں کے ذریعہ برطانیہ کے جہازوں کو غرق کرے اور برطانیہ جرمنی کے ہوائی جہازوں کو تباہ کرے۔

اس ہفتہ کی سب سے زیادہ اہم چیز روسی وزیر خارجہ ایم۔ مولوٹوف کی تقریر ہے جس میں جرمنی کی طرفداری کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ جرمنی صلح کا خواہشمند ہے لیکن اتحادی طاقتیں زبردستی اس سے جنگ کرنے پر آمادہ ہیں۔ مزید براں اس تقریر میں امریکہ اور ترکی پر بھی آوازے کسے گئے ہیں اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ روس کا آئندہ مقصد کیا ہے۔ اس کے علاوہ آجکل روس اور فنلینڈ میں بالکل اسی طرح کی کشمکش پیدا ہو گئی ہے جیسی جرمنی اور پولینڈ کے درمیان جنگ سے پہلے ہوئی تھی۔ روس بعض جزائر پر فنلینڈ سے سمجھوتہ کرنا چاہتا ہے لیکن فنلینڈ اس پر راضی نہیں ہے اور اپنی آزادی کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔

بصورت روس اور فنلینڈ کے درمیان جنگ کا کوئی امکان نہیں ہے لیکن ان دنوں یوروپ کی بین الاقوامی سیاسیات کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ (منیجر)

شہد والی!

ازجناب عطا امیر اے (علیگ)

افسانہ

حسن اُن چند خوش نصیب انسانوں میں سے تھا جن کو ہندوستان جیسے ملک میں اپنی بیویوں پر عاشق ہونے کا روح پرور اتفاق پیش آجاتا ہے۔ اس کی نئی دُلہن حسین ہونے کے علاوہ اعلیٰ صفات سے متصف تھی، اور ایف۔ اے کا امتحان پاس کرچکی تھی حسن جمالیاتی جذبات کا مالک اور فنونِ لطیفہ کا دلدادہ تھا، وہ دنیا کی ہر شے کو اپنے مخصوص زاویۂ نظر سے دیکھا کرتا۔ اُس کی نئی دُلہن انیس فاطمہ اس کو پیکرِ حسن نظر آئی اور وہ اس کی خاموش پرستش کرنے لگا، لیکن انیس فاطمہ کی تعلیم ابھی پایۂ تکمیل کو نہ پہونچی تھی، عمر بھی کم تھی، ذوقِ سلیم بھی موجود تھا حسن نے اپنے شباب کے اُبھرتے ہوئے جذبات کا ایثار کرکے انیس فاطمہ کی آرزو کے مطابق اس کو لکھنؤ کے کالج میں بی۔ اے میں داخل کرا دیا اور خود پیدا کردہ آتشِ فراق میں جلنے لگا، جو خیال اسکو تسکین دیا کرتا وہ محض یہ تھا کہ انیس گریجویٹ ہوکر زیادہ ذہین و فہیم ہوجائے، اور اسکی جمالیاتی دنیا میں علم کی ضو فشانی سے تجلیاں صحیح جذبات نوازی سے دلفریبیاں اور جوابِ محبت کی بیباکیوں سے رنگینیاں پیدا کردے۔ حسن، حسن کی چنگاری کو شعلۂ ملتہب بنانا اور خرمنِ ہستی کو سوزاں و فروزاں رکھنا چاہتا تھا بڑی دقیع تھی اُس کی یہ آرزو!

لیکن جب سے انیس کالج میں داخل ہوئی حسن مضمحل اور مضطرب رہنے لگا، مجھ پر اسکے اضطراب اور دردِ دروں کا راز عیاں تھا، وہ میرا عزیز ترین دوست اور رشتہ دار تھا، اسکے حسیات کی معصومیت کا میرے قلب پر سکہ جما ہوا تھا۔ وہ فلسفہ میں ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کرکے اپنی تعلیم ختم کرچکا تھا اور بوجہ دولتمند باپ کا بیٹا ہونے کے فکرِ معیشت سے بے نیاز تھا۔ میں اس کی قابلیت کا معترف تھا۔ اسکے کردار میں چند باتیں مافوق تھیں جن کی میں سچے دل سے قدر کرتا تھا۔۔ تصنع سے کوسوں دور تھا۔ اور رائے عامہ کی تنقید سے طبعاً بے نیاز تھا، روشِ عام کو ناپسند کرتا تھا۔ استدلال، عملی جرأت اور استحکامِ عزم اسکی فطرت کے جوہر تھے، لیکن وہ ان پر نازاں نہ تھا، طفلانہ معصومیت اسکے عمل و خیال کے رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی، اور یہی تھی اسکے کردار میں مختلف عنوانات کے تحت منصۂ شہود پر آتی تھی، جرأتِ اخلاق کی وجہ سے بعض واقعات ایسے پیش آتے تھے جن سے اسکے جاننے والوں کو کبھی کبھی طرح طرح کے شکوک پیدا ہوجاتے تھے حسن سے مجھے بیحد محبت تھی، اور اسکو صحیح معنوں میں پہچاننے والا یا تو میں تھا یا اس کے والدین!

میں حسن کے غمِ فراق کو دور کرنے کے لئے طرح طرح کی دلچسپیاں پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتا۔ اس کو مباحثہ اور مناظرہ میں اُلجھاتا۔ اسکے لئے سامانِ تفریح بہم پہونچاتا لیکن وہ اکثر مغموم ہی رہتا۔ اور کبھی کبھی بہت خاموش، اسکے چہرے پر صحیح بشاشت اور مسرت اس وقت ضرور پیدا ہوتی تھی جبکہ وہ انیس کا خط کہیں کہیں سے چھوڑ کر مجھے سُناتا۔ اور اس وقت اور بھی خوش ہوتا جب میں خط کے چھوٹے ہوئے حصہ کو سُننے کی خواہش اور بعض دفعہ اس کے لئے ضد کرتا۔ اور وہ ہمیشہ شرماکر مُسکراکر خط کو بند کرکے مجھے قدرے مایوس کرتا۔

تین ماہ کے بعد میں نے ایک روز حسن کو خوش خوش دیکھا اور متعجب ہوا۔ میں نے کوشش کی کہ اس کی قلبی خوشی میں اپنے استفسار سے رخنہ پیدا نہ کروں، لیکن اس کی مسرت کی نوعیت اور اس کے مظاہر ایسے استعجاب افزا تھے کہ میں اپنی چشم پوشی پر قائم نہ رہ سکا میں نے حسن کے پاس بیٹھ کر اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"حسن صاحب! آج آپ خلافِ معمول اس قدر خوش کیوں ہیں؟ آج میں تین ماہ کے بعد آپ کو متبسّم و بشاش دیکھ رہا ہوں" حسن مُسکرایا۔ میں نے پھر کہا "کیا بھابی صاحبہ آگئی ہیں" میرے اس جملے نے اس کے جذبات کو ٹھیس لگائی، وہ خاموش ہوگیا۔ اور بولا "انیس نہیں آئیں" میں نے پوچھا "تو اور کیا بات ہے؟ جس نے آپ کے دل میں اتنی خوشی کی لہر دوڑائی ہے؟" حسن نے حواس مجتمع کرکے کہا "کیا میں واقعی آج خوش نظر آتا ہوں" میں نے فوراً جواب دیا "ہاں خوش اور عجب خوش!" حسن مسکرایا اور خاموش ہوگیا۔ میں نے پھر پوچھا "تو کیا آپ مجھے اپنی خوشی کی وجہ نہ بتلائیں گے؟" حسن نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں تم سے چھپاتا کیا ہوں ستار صاحب! مگر واقعہ کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ مجھے پس و پیش ہورہی ہے ورنہ میں خود ہی بتلانے آیا تھا" میں نے مشتاق ہوکر کہا "کچھ بھی ہو کہہ ڈالئے۔ مجھ سے کیا پردہ ہے؟" حسن بولے "نہیں یہ بات نہیں بلکہ واقعہ کچھ ایسا ہے کہ میں خود بھی اس کو نہ سمجھ سکا والدہ نے مدد بھی کی، میں سمجھا بھی، مگر پھر نہیں سمجھا" اب میں نے انہماک کے ساتھ کہا:

"حسن صاحب! خدارا جلدی بتلائیے، ورنہ میں زیادہ بے چین ہوجاؤں گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں سُنکر سمجھا سکوں" حسن نے کہا "ہاں یہ ممکن ہے اچھا میں سُنائے ہی دیتا ہوں مگر خدارا غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا۔ واقعہ کچھ ایسا ہی ہے تمہاری بجائے کوئی اور شخص ہوتا تو میں اس کو کبھی نہ سُناتا اور وجہ میرے تکلف کی یہ ہے کہ عام ذہنیت اسکی متحمل نہیں ہوسکتی" میں نے جلدی سے کہا "یہ تو میں جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ہر واقعہ ایسا ہی پیش آتا ہے جلد سُنائیے ہمہ تن گوش ہوں" حسن کے جسم نے پھریری لی اور اس نے کہنا شروع کیا:-

آج صبح میں اپنی بیرونی نشست میں دروازے کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور اس موضوع پر کہ "خوشی آمیز چیز تو خوشی آمیز جان لینا انسان کی خودکشی میں اضافہ کرتا ہے" کچھ لکھ رہا تھا کہ قلم چلتے چلتے ایک جگہ رُکا اور دماغ کی مشین بند ہوگئی، سوچنا اور آگے بڑھنا چاہا مگر نہ بڑھ سکا، خالی الذہن ———

باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے

تصورِ رنگیں!

(ازجناب کسریٰ منہاس)

(خاص "پیج ویکلی" کے لئے)

ابھی نظر میں ہے وہ حسنِ لاجواب ترا
کہ تھا گلِ چمنِ آرزو شباب ترا

مجھے کنکھیوں سے وہ دیکھنے کی تیری ادا
نظر فریب تھا جب حسنِ بے نقاب ترا

ادا ادا پہ مسرت نثار ہوتی تھی
قدم قدم پہ مچلتا تھا جب شباب ترا

وہ مثلِ بید لرزتا ہوا سوال مرا
وہ مثلِ تیر کھٹکتا ہوا جواب ترا

وہ دردِ دل میں سموئے ہوئے مرے ارماں
وہ کیفِ حسن میں ڈوبا ہوا شباب ترا

وہ میرے قلب کی یاس آفریں تمنائیں
وہ اپنی زلف کی مانند پیچ و تاب ترا

رچا ہوا مری فطرت میں اضطراب مرا
بسا ہوا مرے سینہ میں التہاب ترا

وفورِ شوقِ تکلم کی بے قراری میں
جھجک جھجک سا وہ جانا دمِ خطاب ترا

وہ جیسے چاند کی کرنیں پھسل پھسل جائیں
اسی جبیں پہ وہ عالم دمِ عتاب ترا

فضائے خلد کے نظارے تھرتھرائے ہوئے
حسین چہرے سے اُٹھا ہوا نقاب ترا

یہ تارے یعنی شرارے وہ میری آہوں کے
وہ چاند یعنی وہ ٹوٹا ہوا رباب ترا

رخِ صبیح پہ تیرے وہ گیسوؤں کا ہجوم
وہ کالی کالی گھٹاؤں میں ماہتاب ترا

وہ ہر ادا تری اک چھری سنبھالے ہوئے
وہ اوچی کی طرح پُرغضب عتاب ترا

نظر اُٹھا کے ذرا دیکھ چشمِ کسریٰ سے
پیامِ مرگ ہے دُنیا کو انقلاب ترا

پچھلے صفحہ سے

دوسری آنکھیں بے ارادہ بائیں جانب چھوٹی سڑک پر اگے ہوئے نیم کے درخت کو دیکھنے لگیں، میں نے دیکھا کہ ایک غریب عورت سر پر ایک برتن رکھے ہوئے سڑک پر سے گندی اور آگے چلی گئی، میری نگاہ بار بار جھکی، میرے دماغ میں توانائی محسوس ہوئی اور دماغ کی مشین نے اس تیزی کے ساتھ چلنا شروع کیا کہ میرے محسوسات میں طوفان بپا ہوگیا۔ میں نے وجہ پر غور کرنا چاہا مگر سمجھ نہ سکا۔ اضطراری کیفیات کے ساتھ اٹھا، چق اٹھائی، برآمدہ میں آگیا۔ وہ عورت بیس پچیس قدم آگے جا چکی تھی، میں اس کی پشت پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔ رستے میں اس کی ستمگر مگر میٹھی آواز میرے کانوں میں آئی اور میں نے اس کو آواز دی۔ "شہد" مگر اس نے نہ سنا اور پھر آواز لگائی جس سے میں نے یہ ضرور سمجھ لیا کہ وہ کوئی چیز بیچتی ہے۔ میں کمرہ میں داخل ہوا۔ اور نوکر کو آواز دی۔ اس سے کہا کہ اس طرف ایک عورت جا رہی ہے اسکے سر پر ایک برتن ہے اس کو بلا کر لا دو۔ وہ گیا۔ اس کو بلا لایا اور چلا گیا میں نے آمدہ میں آکر اس کو دیکھا اور یہ نہ سمجھ سکا کہ میں نے اس کو کیوں بلایا ہے آخر میں نے اس سے پوچھا "تم کیا بیچتی ہو؟"

اس کا جواب "شہد" تھا۔ میں نے فوراً کہا "اچھا ایک سیر شہد تول دو" وہ برآمدہ میں بیٹھ گئی اس نے شہد کے برتن کو سر سے اتار کر زمین پر رکھ دیا اور ترازو کو درست کر کے کہا۔

"بابو جی برتن؟"

اب مجھے تشویش پیدا ہوئی کیونکہ مجھے یاد آیا کہ والدہ صاحبہ نے چھ روز ہوئے کافی شہد خریدا ہے مگر خدا جانے کیوں! میں بیرونی نشست سے ہوتا ہوا مکان میں پہونچا۔ باورچی خانہ میں گیا اور ایک برتن لے کر باہر آیا، اور شہد والی کے سامنے رکھ دیا۔ اس نے شہد تولا اور برتن اپنے ہاتھ میں لے کر اوپر اٹھایا اور کہا "شہد لے لو بابو جی!" میں اس وقت بھی مبہوت اور خالی الذہن تھا۔ میں نے کچھ سنا کچھ نہیں سنا اور حقیقت یہ تھی کہ میں سمجھنا چاہ رہا تھا کہ میں نے اس عورت کو کیوں بلایا ہے اور کیوں بلا ضرورت شہد خرید رہا ہوں، مگر دماغ کوئی کام نہ کرتا تھا بالآخر وہ عورت کھڑی ہوگئی اور مجھے دیکھنے لگی، مجھ میں اور اس میں دو ڈھائی فٹ کا فاصلہ تھا۔ وہ مجھے دیکھ رہی تھی میں اسے دیکھ رہا تھا، وہ کس نظر سے اور کیوں مجھے دیکھ رہی تھی نہیں معلوم، مگر میں اس کو کیوں دیکھ رہا تھا؟ اس کی صحیح وجہ بھی میرے دماغ میں نہ تھی، یہ سب یک لخت تھا۔ آخر اس عورت نے کہا "بابو جی شہد لے لو!" میں ہاتھ میں اب تک قلم لئے ہوئے تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ قلم کو بائیں ہاتھ میں لوں اور برتن کو پکڑ لوں، نوکر بھی جا چکا تھا میں نے اپنے دائیں ہاتھ کو قلم سے ابھی خالی بھی نہ کیا تھا کہ اس نے برتن ہاتھ کے اس قدر قریب کر دیا کہ میں اسکو سنبھالنے پر مجبور ہوا۔ مگر میری گرفت بے قابو اور بے موقع تھی، برتن سنبھل نہ سکا، مجھ سے چھوٹا مگر اس عورت نے اس کو نیچے نہ گرنے دیا۔ اور جلد سنبھال لیا۔ اب اس نے مجھے غصہ آمیز نگاہ سے دیکھا اور ذرا کرخت لہجہ میں کہا "بابو جی شہد لیتے ہو یا مذاق کرتے ہو؟"

میں نے اسکے تیور سے معلوم کر لیا کہ وہ موقعہ بے محل کی بے ربطی سے مجھے رکیک الطبع انسان سمجھنے پر مجبور ہو چکی ہے، میں نے فوراً برتن لے لیا۔ کمرہ میں آیا اور کھڑا ہو کر سوچنے لگا۔ اس نے جھانکا اور کہا،

"بابو جی دام لیجئے"

اب میں پریشان ہوگیا کیونکہ اتفاق سے میرے پاس روپے نہ تھے اور نہ ہی مجھے یہ معلوم تھا کہ شہد کی کیا قیمت ہوئی میں نے سوچا اور مکان میں داخل ہوگیا۔

والدہ صاحبہ سے پانچ روپے طلب کئے اور شہد ان کے سامنے رکھ دیا، والدہ صاحبہ شہد کو اور میری حالت کو دیکھ کر متعجب ہوگئیں اور فرمانے لگیں۔

"بیٹا شہد تو گھر میں کافی موجود ہے"

میں نے کہا "اماں جان اب تو میں نے خرید لیا" والدہ صاحبہ نے پوچھا

"کس نرخ سے؟"

اب میں حیرت زدہ ہوگیا۔ میں نے کہا مجھے پانچ روپے دے دیجئے"

والدہ صاحبہ ہنسیں اور انھوں نے مجھے ایک نوٹ الماری سے لا کر دیدیا جس کو لیکر میری جان میں جان آئی میں خوش ہوکر اپنے کمرے میں آیا میں نے دیکھا کہ شہد والی اندر آکر میرے کمرے کی تصویروں کو غور سے دیکھ رہی ہے جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا۔ وہ فوراً باہر نکل گئی میں بھی اسکے پیچھے برآمدہ میں پہنچا اور میں نے پانچ روپے کا نوٹ اس کو دے دیا جس سے مجھے قلبی اطمینان ہوا۔ نوٹ دیتے ہی میں کمرے کے اندر آگیا اور اپنی کرسی پر آن بیٹھا اور پھر اس معمہ کو سلجھانے کی کوشش کرنے لگا۔ چق کے اس طرف شہد والی بھی خاموش بیٹھی تھی، وہ بھی کچھ سوچ رہی تھی مجھے اتنی فرصت اس وقت تو نہ تھی کہ یہ سمجھوں کہ وہ کیا سوچ رہی ہے مگر اب سمجھ چکا ہوں کہ اس کے لئے بھی معمہ سے کچھ کم نہ تھا اور وہ بھی اپنی لباط کے موافق اس کو حل کرنا چاہ رہی تھی،

کچھ لمحات کے بعد وہ اٹھی اور چق کے بالکل پاس آکر کہنے لگی:-

"بابو جی میرے پاس اس وقت روپے نہیں ہیں"

میں اس جملہ کا صحیح مفہوم سمجھ کر شہد والی کی شرافت سے خوش ہوا اور کہہ اٹھا۔

"کوئی پروا نہیں تم جاؤ"

میرا یہ جملہ سنکر وہ عورت دو تین منٹ تک کھڑی رہی مگر باہر نہ جا سکی، میں اسکی موجودگی سے بہت خوش تھا مگر ساتھ ہی کچھ پریشان بھی ہو رہا تھا۔

میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"شہد والی تم جاتی کیوں نہیں ہو؟" اس نے اب چق کی طرف دیکھا، اس کی بڑی بڑی آنکھیں مجھے بیحد خوبصورت معلوم ہوئیں، اسکی پیشانی پر میری نگاہ جم گئی، میں دیکھ ہی رہا تھا کہ اس نے چق اٹھا کر اور اپنا نصف

باقی صفحہ ۲۰ پر

وائسرائے سے ملاقات کے لئے مہاتما گاندھی کی دہلی میں آمد۔ اور نظام الدین اسٹیشن پر پرجوش استقبال

پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد کی دہلی میں تشریف آوری

وائسرائے کی ملاقات سے پیشتر مہاتما جی اور مسٹر جناح کی ملاقات

سب سے بڑا فرانسیسی جہاز نارمنڈی جس کا وزن ۷۱۰۰۰ ہزار ٹن ہے

جرمنی کا ڈکٹیٹر ہر ہٹلر ایک موٹر پر سے جرمنی کی فوج کا معائنہ کر رہا ہے

سائنور مسولینی اٹلی فوجوں کا معائنہ کر رہے ہیں

ہٹلر کی جدید سکیم میں ہوائی جہازوں کی ترقی کا ایک منظر

ہالینڈ کی ہوائی یونیورسٹی جس میں تمام قوموں کے طلبا کو
پرواز کی تعلیم دی جاتی ہے

اٹلی کا سامان اٹھانے والا جہاز جو پانی کی سطح کے نیچے
گولوں اور بموں کو چھپا کر رکھ دیتا ہے

انگلستان کے ڈاکخانہ کے تمام ملازمین کو "گیس ماسکس"
پہننے کی تعلیم دی جارہی ہے (ہندوستان
کے لئے کیا ہو رہا ہے)

مہاتما گاندھی اور بابو راجندر پرشاد
وائسرائے سے ملاقات کے لئے
جا رہے ہیں

ہریجن بستی میں مہاتما گاندھی اپنی
پوتی کو گود میں لئے ہوئے ہیں

کانگریس ورکنگ کمیٹی کے گذشتہ
اجلاس کے بعد مہاتما جی پنڈت
جواہرلال نہرو اور آچاریہ کرپلانی جی
کے ساتھ جا رہے ہیں

ڈنمارک میں تحریک امداد باہمی

از جناب اوم پرکاش ترکھا لاہور

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

ڈنمارک ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ اس کی آبادی پنجاب کے چند ضلعوں کے برابر ہے، مگر اس کے باشندے اس لحاظ سے خوش قسمت واقع ہوئے ہیں کہ ان کے اندر امداد باہمی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ زمین کی پیداوار اور اس کی کھپت صنعتی مال کی تیاری اور اس کی فروخت۔ سب کام امداد باہمی کے زریں اصولوں کے تحت سرانجام پاتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کی مجلسی اور سیاسی ترقی کا دارومدار بھی اسی پر انحصار رکھتا ہے۔ امداد باہمی ان کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

کسان بوقت ضرورت انجمن امداد باہمی سے قرض لے سکتا ہے۔ زمینوں میں بجلی کے ذریعہ کاشت کر سکتا ہے۔ اپنے مویشیوں اور ان کے ذریعہ پیدا کردہ مال کو پوری قیمت پر بیچ سکتا ہے۔ اپنی ضرورت کیلئے کھانے پینے کا سامان بھی امداد باہمی کے مرکز سے حاصل کر سکتا ہے۔ امداد باہمی کی بیمہ انجمن سے تعلق پیدا کر کے بیماری اور موت کے لئے امداد باہمی نے کسان کو پیداوار کے اچھی بنانے میں کافی امداد دی ہے۔ پیداوار کی کھپت کے اخراجات کو بہت حد تک کم کر دیا ہے۔ پیدا کرنے والے اور خریدار کے درمیان وہ کروڑ لوگ شفیق کر اتے تھے۔ ان کا وجود مٹ گیا ہے کیا یہ کم تعریف کی بات ہے۔؟

انگلستان میں سونے کا معیار ترک کر دینے سے ڈنمارک کی مالیات پر بھی اس کا اثر پڑا چنانچہ ڈنمارک کی حکومت کو بھی طلائی معیار ترک کرنا پڑا۔ نتیجہ کے طور پر وہاں کے لوگوں کی مالی حالت کمزور ہوگئی صنعتی کاموں کو فروغ دینے کے لئے ایک لاکھ پچاس ہزار جانوروں کو ذبح کرنا پڑا جس کا بہت تھوڑا معاوضہ حکومت نے لوگوں کو دیا۔

منڈیوں کی برآمد رک گئی۔ زمینوں پر قرضہ بڑھ جانے سے زرعی پیداوار کو کافی دھکا لگا۔ لیکن ڈنمارک کی حکومت اور عوام جلدی سنبھل گئے۔ تحریک امداد باہمی کی وجہ سے ڈنمارک ایک بار پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ آج ۰۰۰ سے ملکوں سے تجارتی معاہدے کر رہا ہے اور اپنی مالی ساکھ کو پھر سے پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

تحریک امداد باہمی کی ترقی کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کے لوگ انفرادی حیثیت سے کاروبار کر کے سرمایہ جمع کرنے کے فعل کو برا سمجھتے ہیں۔ فرد واحد کا ذاتی منافع نہ ہونے کی وجہ سے زرعی اور صنعتی کاموں کا تمام تر منافع ملک کی حالت کو بہتر بنانے کے کام آتا ہے۔ زرعی اور تجارتی اداروں کے تمام حصص انجمن ہائے امداد باہمی۔ ٹریڈ یونین اور اسی طرح کی دوسری مفید مطلب انجمنوں نے خرید رکھے ہیں اور ان اداروں کا تجارتی منافع ۵ فی صدی سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ زرعی اور صنعتی مال پیدا کرنے والوں پر بوجھ کم پڑتا ہے لیکن انتظام کی خوش اسلوبی کی وجہ سے ان کو منافع سے زیادہ حصہ مل جاتا ہے۔

ڈنمارک میں اخبار بھی امداد باہمی کے اصولوں پر نکالے جاتے ہیں۔ وہاں ایک سوشل ڈیموکریٹک پریس ہے جس کے زیر اہتمام ۶۳ اخبار نکلتے ہیں یہ سب اخبار بہت بڑی تعداد میں بکتے ہیں اس لئے ان کو بہت نفع حاصل ہوتا ہے۔ یہ منافع اخباری معیار کو بلند کرنے میں صرف کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں سب سے سستے اخبار ڈنمارک میں ہی بکتے ہیں۔ سال گذشتہ میں سوشل ڈیموکریٹک پریس کو ۱۵۰۰۰ پونڈ کا خالص منافع حاصل ہوا ہے۔

سنہ ۱۹۱۳ء میں ورکرز کو آپریٹو بلڈنگ سوسائٹی قائم ہوئی جس نے اس وقت تک ۰۰۰ مکان بنوا کر ورکرز کو دیئے۔ اس سوسائٹی کا سرمایہ تین کروڑ پونڈ ہے۔ اس کے علاوہ ملک میں ایک ڈ سوسائٹی ورکرز کو آپریٹو ہاؤسنگ ایسوسی ایشن بھی ہے جس کے انتظام میں ۷۴۵۴ مکان اور دوکانیں ہیں۔ جن کی مجموعی قیمت ۳ کروڑ اسی لاکھ پونڈ ہے۔ اس ایسوسی ایشن کے حصہ دار غریب مزدور اور اوسط طبقہ کے دوسرے لوگ ہیں۔ ایک آدمی صرف ۲۰ کراؤن دے کر حصہ خرید سکتا ہے۔ اور اپنے گذارے کے لئے مکان یا دوکان معمولی کرایہ پر ایسوسی ایشن سے حاصل کر سکتا ہے

ڈنمارک میں تحریک امداد باہمی اس قدر مقبول ہو چکی ہے کہ وہاں کے حجام بھی اپنی ایک علیحدہ کو آپریٹو ایسوسی ایشن رکھتے ہیں۔ حجاموں کی جماعت کے ۲۰ بڑے مرکز ہیں اور اس کے ماتحت ۱۳۴ حجام کام کرتے ہیں جن کی سالانہ آمدنی ۲۰۰۰ ۱۷ کراؤن تک پہنچ گئی ہے۔

کوپن ہیگن میں ایک ڈیری فارم ہے جو کہ لڑ بار دیہہ کے سرمایہ سے جاری ہے۔ یہ ڈیری تمام خالص دودھ کی سپلائی کے لئے ڈنمارک کی حکومت کی طرف سے تصدیق شدہ ہے۔ اس کے کام کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں ۱۹۰۰ آدمی کام کرتے ہیں۔ اس کا تمام تر فائدہ خریداروں کو پہنچتا ہے

جرمنی کی مانند ڈنمارک بھی بیئر (ہلکی شراب) پیدا کرنے کے لئے مشہور ہے۔ ڈنمارک کا سب سے بڑا عجائب گھر اسی بیئر کے منافع سے ہی چلتا ہے۔ غرضیکہ ڈنمارک میں ہر کام امداد باہمی کے زریں اصولوں کے ماتحت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ ڈنمارک کے ہر شہر قصبہ اور گاؤں میں کوآپریٹو لیگ ضرور ہو گی۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور اور غریب سے غریب انسان بھی اس لیگ کا ممبر بن کر خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔

اگر ہم ڈنمارک کے امداد باہمی کے ترقی یافتہ اصولوں سے ہندوستان کی تحریک امداد باہمی سے مقابلہ کریں تو ہمارے سر مارے شرم کے جھک جائیں حالانکہ آبادی اور وسعت کے لحاظ سے ڈنمارک اور ہندوستان کا مقابلہ چیونٹی اور ہاتھی کا فرق ظاہر کرتا ہے۔ ہمارے ملک کی ۷۰ فی صدی آبادی کے گذارہ کا انحصار زرعی پیداوار پر ہے۔ اس لئے اس ملک میں امداد باہمی کے اچھے اور مضبوط نظام کی ضرورت ہے کیا ہمارے ملک کے بہی خواہ ڈنمارک کی ترقی یافتہ تحریک امداد باہمی کا مطالعہ کر کے ہندوستان میں بھی امداد باہمی کی انجمنوں کا ایک وسیع جال پھیلا دیں گے اور یہاں کسانوں۔ مزدوروں۔ دستکاروں اور دوسرے محنت کش عوام کو موجودہ اندھیر گردی اور لوٹ سے بچا کر ان کا انتظام کریں گے۔

بیوہ

(از جناب جگدیش پرشاد شاد شنا یاں مظفر نگر)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

وہ امنگیں کیا ہوئیں اب وہ طبیعت کیا ہوئی | شادمانی کیا ہوئی۔ وہ شان و شوکت کیا ہوئی
وہ تری آرائش تن۔ اور وہ نخوت کیا ہوئی | وہ تری اٹھتی جوانی۔ وہ مسرت کیا ہوئی

مردنی رخ پہ یاس کے عالم میں چھائی ہوئی
خاموشی لب پر بہار حسن کملائی ہوئی

دلفگار و سوختہ ساماں و خستہ جاں ہے تو | مضطرب۔ سرمایہ حسرت و ارماں ہے تو
عشق کا اور درد کا اک بحر بے پایاں ہے تو | یاس کی تصویر ہے۔ گنجینہ حرماں ہے تو

زیست کا تیری بجز ارماں کچھ حاصل نہیں
وائے ناکامی کوئی پرسان حال دل نہیں

لے لیا دست قضا نے تجھ سے تیرا رازدار | اب نہیں باقی کوئی دنیا میں تیرا غمگسار
سارے گھر والے تھی تو جن کے لئے وجہ قرار | اب تری صورت بھی ان کو دیکھنی ہے ناگوار

جن کو تھی تجھ سے محبت ان کو نفرت ہو گئی
آسماں تو کیا زمیں کو بھی عداوت ہو گئی

یاد رہتا ہے تجھے ہر دم ترا راز آشنا | اور ہر دم درد سے رہتا ہے دل امڈا ہوا
تو شکست ضبط کو سمجھی ہے لیکن ناروا | آفریں اے پاکدامن۔ مرحبا صد مرحبا

رو کے چار آنسو غبار دل دبا لیتی ہے تو

مانگ پر سیندور اور ہونٹوں پر اب سرخی نہیں | اب تری نازک کلائی میں کوئی چوڑی نہیں
وہ لباس ریشمی اور زیب و زینت ہی نہیں | سچ تو یہ ہے کوئی بھی اب بات پہلی سی نہیں

موت سے بھی تلخ ہے تیرے لئے جام حیات
دوپہر ہونے نہ پائی آ گئی شام حیات

یہ پریشانی۔ یہ غم۔ یہ ماتم و سوز و گداز | تو مگر خود ہے نشاط زندگی سے بے نیاز
ہے پتی کے پریم میں پنہاں پریشانی کا راز | تیری ہستی واقعی میرے لئے ہے وجہ ناز

ختم ہے اے پاکدامن تجھ پہ ہی بس کار عشق
اس سے بڑھ کر اور ہو سکتا نہیں معیار عشق

(صفحہ ۱۴ سے آگے)

جس حق کے انداز کے عجب انداز سے کہا: بابوجی مجھے نہیں چاہئیے روپیہ۔ اپنا نوٹ لے لو" اس نے نوٹ کو ہاتھ میں لیکر بڑھایا۔

میں نے سادگی اور لاپروائی سے کہا۔

"نہیں تم اسے نوٹ لے جاؤ" اس نے جواب دیا۔ مگر یہ تو تین روپے ہوتے ہیں میں نے معا کہا ہاں۔ ہاں! میں جانتا ہوں" شہد والی نے جلدی سے کہا "تو پھر مجھے دو روپے زیادہ کیوں دیتے ہو؟" میں نے کو تذبذب کے عالم میں کہا "مجھے نہیں معلوم" میرا یہ بد شستگی آہستگی کے ساتھ، وہ کمرے کے اندر آئی اور مجھ کو جانچنے والی نگاہوں سے دیکھنے لگی میں نے اس عورت کے ان الفاظ کو سنا: بابوجی تم عجیب آدمی ہو مگر بڑے اچھے ہو! میں نے اس کی طرف مسرت بھری نظروں سے دیکھا اور چاہا کہ بازو تھام کر اسکی آنکھوں کو دیر تک دیکھتا رہوں مگر میری طبعی غیرت نے "جیسا کہ تم جانتے ہو"

مجھے اب ایسا کرنے دیا اور میں اپنے ارادہ کی اخلاقی کمزوری سے گھبرا کر والد کے کمرے میں جانے لگا جیسے ہی دروازہ میں قدم رکھا والدہ کو پردہ کے پیچھے کھڑا پایا۔ کانپ اٹھا چاہتا تھا کہ ان کے قدموں میں گر کر اپنی معصومیت کا اظہار کروں لیکن والدہ صاحبہ نے مجھے اسکا موقعہ نہ دیا اور وہ فوراً بیرونی نشست میں آکر شہد والی کو محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگیں، اور مجھے بھی شفقت آمیز لہجہ میں واپس طلب کیا۔ عجب کیفیات تھیں، شہد والی کا تمام جسم لرزہ براندام تھا مگر میری برگزیدہ والدہ صاحبہ مسکرا مسکرا کر ہم دونوں کو محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں آخر انہوں نے فرمایا: اچھی لڑکی تم کبھی کبھی یہاں آیا کرو اور شہد لے جایا کرو اور وہ دو روپے جن کے لئے تم دونوں جھگڑ رہے ہو میں تم کو انعام دیتی ہوں، بیٹا حسن! کتنی اچھی ہے یہ لڑکی۔ اسکا چہرہ انیس سے کتنا مشابہ ہے"

اس آخری جملہ کو سنکر میں بیتاب ہو گیا۔ دماغ میں اگرچہ یہ جملہ گونج اٹھا کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک! مگر جب آنکھ نے غور سے اسکے چہرے کی طرف دیکھا تو ہو بہو انیس کی آنکھیں اور انہیں کی پیشانی نظر آنے لگی، صنف نازک ہو بہو ہمزاد معلوم ہو رہا تھا،

میں اور والدہ اس کو دیکھ رہے تھے، اور وہ شرما رہی تھی، اور اس شرمائی ہوئی حالت میں تو بالکل انیس ہی معلوم ہوتی تھی میری والدہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: بیٹا اب میں سمجھی کہ تم نے اس سے بے ضرورت کیوں شہد خریدا ہے! میں قدرے محجوب ہوا۔ لیکن اس چیز سے بیحد خوش ہوا کہ والدہ صاحبہ نے ہمارے معموں کو حل کر دیا۔ والدہ صاحبہ تشریف لے گئیں اور شہد والی نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا انیس آپ کی ہونے والی بیوی کا نام ہے؟" میں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا وہ اس وقت کہاں ہے میں نے جواب دیا۔ لکھنؤ میں ہیں،

وہ ہنسی اور اٹھلاتے ہوئے انداز سے بڑی عجیب کے قریب پہنچی اور تعجب سے کہ انیس کی تصویر کو بڑے غور سے دیکھنے لگی حتیٰ کہ شرما گئی اور جلدی سے کمرے کے باہر نکل گئی اور سلام کو کہ رخصت ہو گئی۔

سب صاحب! یہ ہے وہ واقعہ جس سے میں آج تک خوش ہوں، میں نے پوچھا مگر اس میں وہ کونسی بات ہے جس کو تم سمجھے نہیں؟ حسن نے کہا یہی کہ میری سمجھ میں پہلے ہی کیوں نہ آیا کہ میرے لئے اس شہد والی میں کیا کشش تھی؟" میں نے قہقہہ لگا کر کہا۔ اتنی چھوٹی سی بات کو آپ جیسا فلسفی نہ سمجھ سکا تعجب ہے حقیقت یہ تھی کہ غریب لباس اور گندے جسم سے انیس کی کسی شے کو مناسبت قبول کرنے کا خیال ہی آپ کی ارفع محبت نہیں آنے دیتی تھی تمہارا جمالیاتی تصور اور اس کی نزہت و لطافت عقلی مناظر میں کسی شے منافی حسن کے قیام کی اجازت ہی نہ دیتے تھے، لیکن آپ کی نظریں براہ راست اس سے متاثر تھیں، قلب کی گہرائیوں میں کشش اور اضطراب پیدا کرتی تھیں اور خاموش ہو جاتی تھیں"

حسن نے سر ہلایا اور کہا۔ آج معلوم ہوا کہ نفسیات میں آپ کو بھی کافی دخل ہے،

اپنی صاف دلی اور جرأت اخلاقی کی بناء پر حسن نے متذکرہ بالا واقعہ انیس کو لکھ بھیجا۔ اور انیس فاطمہ پر اس کا اتنا خراب اثر پڑا کہ انہوں نے خط کا جواب تک نہ دیا حسن کے بندرہ روز انتہائی اضطراب میں گذرے اور سولھویں روز انیس بغیر اطلاع لکھنؤ سے آگئیں اور حسن پر برس پڑیں، شعلہ جوالہ بنی ہوئی تھیں حسن اور ان کی والدہ ان کو لاکھ سمجھاتے تھے مگر وہ نہ مانتی تھیں، بگڑ رہی تھیں، مجھ کو بھی بلا لیا گیا میں نے بھی شہادت دی مگر جوش رشک اور رشک سے انیس کی حالت بپھری ہوئی شیرنی سے کچھ کم نہ تھی، قدرت کی ستم ظریفی یہ ہوئی کہ عین اسی عالم میں شہد والی نے آواز لگائی، حسن بے چین ہو گیا، والدہ خاموش ہو گئیں میں دم بخود ہو گیا اور شہد والی اطلاقی ہوئی مکان میں داخل ہوئی، بڑی بیگم کو نہایت ادب سے سلام کیا اور حسن صاحب پر مسکراہٹ کی بجلیاں گرا دیں انیس فاطمہ نہایت غور سے شہد والی کو دیکھ رہی تھیں اور شہد والی شہد تول رہی تھی، جیسے ہی شہد کا پیالہ لے کر اٹھی اس کی نظر انیس پر پڑی اور اس کی زبان سے معاً "چھوٹی بیگم سلام" نکلا۔ اس نے پہلے سے شہد کو اپنے برتن میں انڈیلا اور حسن صاحب کی طرف مسرت بھری نظروں سے دیکھنے لگی اور کہا: بابوجی مبارک!" شہد والی نے سب کو الگ الگ سلام کیا اور خاموشی سے رخصت ہو گئی اور اپنے ساتھ ہی انیس کا رشک اور شک بھی لیتی گئی،

انیس فاطمہ پہلے خجل ہوئیں پھر مسکرائیں، اپنی خوشدامن صاحبہ کی طرف معذرت بھری نظروں سے دیکھا اور فلسفی حسن کے حضور میں سر نیاز خم کر کے زیر لب فرمایا:-

"مجھے معاف فرما دیجئے میں غلطی پر تھی" یہ کہکر انیس فاطمہ مکان سے نکلیں اور شہد والی کو تلاش کرنے لگیں اور میں اور حسن بھی باہر آئے اور انیس کے خیال تلاش

باقی مضمون صفحہ (۲۸) پر

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۶)

کا نتیجہ

تین غلطیاں بھیجنے والے تین اشخاص نے

پہلا انعام حاصل کیا

ہمارے کراس ورڈ معمہ کے چھٹے مقابلہ میں کسی نے صحیح حل یا ایک غلطی یا دو غلطیوں والے حل نہیں بھیجے۔ صرف تین حضرات نے تین غلطیوں والے حل بھیجے ہیں۔ اس لئے مبلغ ایک سو روپے کا پہلا انعام برابر حصوں میں ان کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے ہم انکی کامیابی پر ان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں،

اس مقابلہ میں چار غلطیوں والے حل نو حضرات نے بھیجے ہیں۔ اسلئے مبلغ پچاس روپے کا دوسرا انعام ان حضرات میں بحصہ مساوی تقسیم کیا جاتا ہے اور مبلغ دس روپے کا انعام معمہ نمبر ۶ کے سب سے زیادہ حل بھیجنے والے صاحب جناب رامجی لال گپتا مہرولی صوبہ دہلی کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، پچھلے معمہ میں بھی سب سے زیادہ حل آپ ہی نے بھیجے تھے،

پہلا انعام حاصل کرنیوالے ۔ فی کس مبلغ تینتیس روپے سوا پانچ آنے 33/5/3

(۱) جناب پرہلاد داس معرفت لالہ رام کرن داس پرہلاد داس بزاز بازار بزازہ ہاپوڑ ضلع میرٹھ،
(۲) جناب غلام مرتضیٰ علی، کلرک، انگریزی دفتر بندوبست علیگڑھ یو، پی
(۳) جناب خوبی رام گپتا، پوسٹ آفس بکسر ضلع میرٹھ :

دوسرا انعام حاصل کرنیوالے ۔ فی کس مبلغ پانچ روپے نو آنے 5/9/0

(۱) جناب برج نرائن پنشنر سرکاری، راحت گنج، صفی پور، ضلع اناؤ،
(۲) جناب مہیش چندر سکسینہ، برمکان بابو جگدمبا پرشاد ایڈوکیٹ، محلہ پورن پل، پیلی بھیت، یو-پی
(۳) جناب منشی برکت علی، شیلر شاپ، فرسٹ بٹالین، نارتھ اسٹیفورڈ شائر، پونا،
(۴) جناب رام برکش رام معرفت شری رامانند جی، محمد آباد چوک، ضلع غازی پور (یو-پی)
(۵) جناب منشی دیبی پرشاد خلف منشی جھابجن رائے، محلہ منڈی چوب امروہہ، ضلع مرادآباد،
(۶) جناب رامانند گوہر، آنند بھون، رام تلائی، سیالکوٹ
(۷) جناب ترکھا رام جین، معرفت سیٹھ مرلیدھر بلدیو سہائے کاٹن جننگ اینڈ پریس فیکٹری، ریاست نابھ،
(۸) جناب رامجی لال گپتا، ڈاکخانہ مہرولی، صوبہ دہلی (آپکو سب سے زیادہ حل بھیجنے پر مبلغ دس روپے کا مزید انعام ملا ہے)
(۹) جناب سنت رام گپتا، کلاس ساتویں، نیشنل سکول، پلکھوہ، ضلع میرٹھ،

معمہ نمبر (۶) کے انعامات کی رقمیں اس ماہ کے آخری ہفتہ میں بھیجی جائیں گی، مقابلہ میں شریک ہونے والوں کو غور کرنا چاہیئے کہ انعام کی رقموں میں شریک ہونے کا موقعہ اُن لوگوں کو بھی حاصل ہے جن کے بھیجے ہوئے حلوں میں غلطیاں بڑی تعداد میں ہوتی ہیں؛

چھ معموں میں ہم ایک ہزار سات سو پینتیس روپے تقسیم کر چکے ہیں

آئندہ معموں میں ضرور شریک ہوکر انعام حاصل کریں؛

فلمی شعبدہ باز!

(ڈزسٹرڈ دھرم ویر)

موجودہ فلمیں کسی شعبدہ باز کے کارناموں سے کم درجہ نہیں رکھتیں، جان جوکھوں میں ڈالنے والے کارنامے، نیز حیران کن باتیں ہر روز دیکھنے میں ضرور آتی رہتی ہیں۔

۔۔۔ کے نظارے اخون کے سمندروں کی طرف ان لہروں کو کھولتے ہوئے چھپا۔ قطب شمالی کے سین غرضیکہ ہم سب کچھ پردہ سکرین پر دیکھ سکتے ہیں۔ مگر دراصل شعبدہ باز ڈائرکٹر نہیں ہے۔ یہ خطاب ان اشخاص کا حق ہے جو سیٹ پر ہی قطب شمالی۔ بحر اوقیانوس صحرائے اعظم اور پھولوں سے لدے ہوئے باغات پیش کر کے ہیں تاکہ ڈائرکٹر فلمبند کر سکے۔

فلمی ہنر مندی کے مطابق ہر ایک زمانہ کی چیزیں سیٹ پر پیش کرنا ان شعبدہ بازوں کا کام ہے اور جس کمپنی کے شعبدہ باز زیادہ تجربہ کار ہوں گے وہی کمپنی زیادہ کہانی سے زیادہ بہتر فلمیں تیار کر سکے گی یہی وجہ ہے کہ ہالی ووڈ کے فلمساز اس محکمہ کی طرف جو پراپرٹی ڈیپارٹمنٹ (Property Department) کہلاتا ہے زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

یہ ہے نئے فلم کی کہانی۔ اس کی شوٹنگ دس دن بعد شروع ہوگی۔ اس کی ضروریات کے مطابق سیٹ بنا دو ۔۔۔۔ یہ حکم پروڈیوسر محکمہ والوں کو ملا کرتے ہیں اور وہ بہت قلیل عرصہ میں سامان تیار کر دیتے ہیں۔ دنیا کے جس بھی حصہ و جس بھی زمانہ کے سین درکار ہوں دس دن کے قلیل عرصہ میں وہ سب سیٹ پر موجود کر دیئے جاتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ڈائرکٹر آخری وقت پر سین میں کچھ تبدیلی کر دیتا ہے اور پراپرٹی مین کو صرف چند گھنٹوں میں نیا سیٹ تیار کرنا پڑتا ہے۔

کسی کمپنی کے پراپرٹی ڈیپارٹمنٹ کا مضبوط ہونا اس کمپنی کی کامیابی کی دلیل ہے اور یہی وجہ ہے کہ ڈیپارٹمنٹ میں ہر وقت نئے سے نئے تجربے ہوتے ہیں اور سرکردہ سائنسدانوں سے مشورے لئے جاتے ہیں کسی بات سے انکار کرنا ان کا شیوہ نہیں۔ انہیں سیٹ پیش کرنے کے لئے جو بھی چیز کہی جائے انہیں پیش کرنی ہوتی ہے۔

فلم You Live and Learn میں ایک ایسی گائے درکار تھی جو پاؤں سے ٹھوکر مارے ٹھوکر مارنا کسی گائے کی عادت نہیں ہے۔ گائے یہ کام سینگ سے لیا کرتی ہے۔ مگر ڈائرکٹر کو ایسی ہی گائے کی ضرورت تھی جو پاؤں سے ٹھوکر مارے۔ لہذا پراپرٹی مین کو حکم دیا گیا ۔۔۔ اس نے ربڑ کی گائے قلیل عرصہ میں ایک گائے بنا کر پیش کر دی۔ یہ مشینری کے ذریعہ چلتی اور سر ہلاتی تھی اور ایک خاص بٹن دبانے پر ٹھوکر مارتی تھی ۔۔۔ فلم دیکھنے پر کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ گائے اصلی نہیں ہے۔

فلم کنگ کانگ بھی بالکل اسی طرح تیار ہوا تھا۔

بسا اوقات فلموں میں اداکاروں پر فائر کرتے دکھایا جاتا ہے، اور اس کے بعد گولی کے زخم نمایاں طور پر سکرین پر پیش کئے جاتے ہیں۔ یہاں پراپرٹی مین کی ذہانت ہی کام کرتی ہے۔ وہ موم وغیرہ چیزوں سے مجسمے جو اداکاروں کے بالکل ہمشکل ہوتے ہیں پیش کرتے ہیں اور ان کے زخم ہی سکرین پر دکھائے جاتے ہیں۔ یہ مجسمے اس طرح تیار ہوتے ہیں کہ دیکھنے والے کو شک بھی نہیں گزرتا۔

ہر قسم کے مصنوعی درختوں، پھولوں، پودوں کا ذخیرہ ہر وقت اس ڈیپارٹمنٹ میں موجود رہتا ہے اور چند گھنٹوں کے نوٹس پر ہی یہ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ فلموں میں جو درخت دکھائے جاتے ہیں وہ انہیں شعبدہ بازوں کا ہی کارنامہ ہوتا ہے۔

ہاں آپ نے کئی ایک فلموں میں اپنے موٹروں کی ٹکریں لگتی دیکھی ہوں گی۔ موٹر کے سواروں کی حفاظت کرنا بھی ان شعبدہ بازوں کا ہی فرض ہے۔ یہ عین وقت پر اداکاروں کو بچا کر ان کے مجسمے موٹروں میں رکھ دیتے ہیں۔ اگر حادثہ میں اداکاروں کا مرجانا یا زخمی ہونا دکھانا مقصود ہو۔ تو پھر مجسموں میں ایسی چیزیں رکھ دی جاتی ہیں جو ٹوٹنے پر انسانی خون اور ہڈیاں نظر آئیں۔ پراپرٹی ڈیپارٹمنٹ میں تمام کام اس سرعت سے ہوتے ہیں کہ صرف تین گھنٹوں میں ہی ایک اداکار کا ایک مجسمہ بنا لیا جاتا ہے۔

چھوٹے بڑے ہر ایک ماڈل ہر زمانہ کے جہاز اس ڈیپارٹمنٹ میں موجود رہتے ہیں۔ ان شعبدہ بازوں کے کارناموں میں کیمیکلز (Chemicals) کا خاص درجہ اصل ہے۔ سٹوڈیو میں برف تیار کر کے قطب شمالی کا سین فلمبند کرنا انہیں کا مرہون منت ہے۔ ہالی ووڈ کو سدھانا بھی انکے فرائض میں ہی شامل ہے۔ غرضیکہ شوٹنگ کے لئے ہر چیز مہیا کرنا انکا فرض ہے۔ یہ ہیں فلمی دنیا کے ناخدا جن سے عوام ناواقف ہیں۔

فیشن اور حسن کی فروخت

(از جناب حبیب الحسن وکیل ۔ گوہر گنج بھوپال)
(خاص تیج ویکلی کے لئے)

لندن کے ایک دیکلی اخبار میں فرانس کی ایک چالاک عورت کے بہت دلچسپ اور حیرت خیز واقعات شائع ہوئے ہیں جن کو ناظرین "تیج ویکلی" کے لئے سپرد قلم کیا جاتا ہے۔

مس جیکسن تحریر فرماتی ہیں کہ:۔

مجھے یہ سن کر حیرت ہوئی کہ فرانس کی ایک آزاد خیال لڑکی نے اپنی عیاری اور چالاکی سے ایک وقت میں کئی سمجھدار آدمیوں کو بے وقوف بنایا اور کئی مہینہ تک ان سے مال و زر حاصل کرتی رہی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ چالاک لڑکی ایک انجنیئر صاحب کی صاحبزادی ہیں اور خوبصورتی میں بھی ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر اس کی تربیت اچھے پیمانے پر ہوتی تو اس کے لئے بہترین راستہ یہ تھا کہ کسی اعلیٰ حیثیت کے آدمی کی شریک حیات بنتی، لیکن افسوس اس نے بری صحبت کے اثرات قبول کرلئے اور اپنی قوتوں کو غلط طور پر صرف کیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لڑکی بالغ ہونے سے پہلے ہی بری عورتوں کی صحبت میں رہتی تھی جو ان ہی کے نقش قدم پر چلنے سے تباہ ہوئیں۔ اس کے ایک رشتہ دار کا بیان ہے کہ:۔

یہ لڑکی باوجود کوشش کے اعلیٰ تعلیم نہ حاصل کرسکی اور اس کا رجحان طبیعت شروع سے آوارگی کی طرف رہا۔ جس کالج میں یہ تعلیم حاصل کرتی تھی اس کی اکثر طالبات نہایت آوارہ تھیں اور ان میں یہ آوارگی اسی اسکول کی ایک معلمہ کے فیض صحبت سے پیدا ہوئی تھی۔

اس معلمہ کا معمول تھا کہ وہ آوارہ و عیاش نوجوانوں سے دوستانہ تعلقات رکھتی تھی اور ان سے کافی معاوضہ حاصل کرکے نوجوان طالبات کو ان کی ہوس رانی کا شکار بنا دیا کرتی تھی۔ ایک عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ اس راز کا انکشاف ہوا اور آخر کار اس معلمہ کو برخاست کردیا گیا۔

کالج سے الگ ہونے کے بعد اس معلمہ نے ایک پرائیویٹ کلب قائم کیا اور اس کلب میں حسن فروشی ہونے لگی۔ اس خاص کوشش کے بعد ایسی حسین لڑکیاں جمع کی گئیں جو حسن فروشی کی آرزو مند تھیں اور جو لذت نفس حاصل کرنے کے لئے بیقرار پائی جاتی تھیں جس لڑکی کے حالات پر تبصرہ کررہی ہوں وہ بھی اسی کلب کی ایک خاص ممبر تھی۔

شروع میں اس کا طرز عمل یہ رہا کہ وہ جاذب نظر لباس سے خوب آراستہ ہوکر اس ارادہ کے ساتھ گھر سے نکلتی کہ شاید نمائش حسن کے بعد کوئی آوارہ نوجوان اس پر فریفتہ ہوجائے اور اس کی تمناؤں کو منزل مقصود تک پہنچا سکے۔

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عیار لڑکی نوجوانوں کو اپنے دام فریب میں پھانسنے کے لئے عجیب و غریب حرکتیں کیا کرتی تھی کبھی دیدہ دانستہ بیہوش ہوکر کسی پارک میں لیٹ جاتی، کبھی نادار مسافر بن کر نوجوانوں سے امداد کی درخواست کرتی۔

کبھی مریضہ بن کر نوجوان ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاتی غرض اسی طرح وہ اپنی خواہش کو پورا کیا کرتی، ان رنگینیوں کے علاوہ جو حیرت انگیز عیاری اس نے کی وہ یہ کہ ایک ہی وقت میں اس نے کئی تعلیم یافتہ آدمیوں کو دھوکا دیا اور ہر ایک کو یہ یقین دلایا کہ مجھے تم سے بے پناہ محبت ہے اور میں بغیر تمہارے زندگی بسر نہیں کرسکتی۔ سب سے پہلے اس نے مریضہ بن کر ایک نوجوان ڈاکٹر کے ہاں آنا جانا شروع کیا اور اس سے یہ کہا کہ مجھے آپ سے سچی محبت ہے، اس نے چند ہی ... شو تسلیم کرلیا۔

اسی زمانہ میں ایک نوجوان شاعر ... پر وہ فریفتہ ہوگئی اور ایک مقررہ وقت پر اس کے پاس جانے لگی اور ... بھی اس پر فریفتہ ہوگیا اور ہر وقت اسی کے خیال میں مست رہنے لگا۔ اسی زمانہ میں ایک نوجوان پروفیسر کو بھی اس نے دھوکا دیا اور اس کو یہ یقین دلایا کہ میں تم سے سچی محبت کرتی ہوں اور میں تمہارے بغیر زندگی بسر نہیں کرسکتی۔ پروفیسر بھی اس سے محبت کرنے لگے۔

اس ہمہ گیر عشق کا طوفان ایک عرصہ تک برپا رہا۔ لیکن آخر جب یہ راز بے نقاب ہوا تو ہر شخص اپنی اپنی جگہ تصویر حسرت بن گیا۔

جاسوسی کا خطرہ!

صفحہ ۲ کا بقایا مضمون

اِن تمام تحقیقاتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اٹھارہ آدمیوں کو سزائیں دی گئیں اور باقی جاسوس جو اس مقدمہ سازش میں شریک تھے جرمنی کو بھاگ گئے۔

ہرمن گویزر کی گرفتاری

برطانیہ کے محکمہ انسداد جاسوسی کا ایک نمایاں کارنامہ مشہور جرمن جاسوس ڈاکٹر ہرمن گویزر کو گرفتار کرنا تھا۔ یہ شخص اپنی ایک محبوبہ پریم ایگس کے ساتھ (جو خود بھی جاسوس تھی) براڈ سٹیرز کے ایک خاموش مقام میں رہتا تھا اور کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کونسی مشغلہ میں مصروف ہے۔ صرف یہی دیکھا جاتا تھا کہ وہ دن ایک موٹر سائیکل پر برطانیہ کے "رائل ایئر فورس" اسٹیشن کی طرف جاتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد پریم کچھ اطلاع لیکر جرمنی واپس چلی گئی لیکن برطانیہ کی خفیہ پولیس ہرمن گویزر کی ٹوہ میں لگی رہی آخرکار یہ شخص ایک روز برطانوی ہوائی اسٹیشن کا نقشہ بناتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا۔ اسکی گرفتاری کی خبر کچھ دنوں اس لئے پوشیدہ رکھی گئی کہ شاید پریم بھی جرمن سے واپس آ جائے اور گرفتار کر لی جائے لیکن پریم کو یہ خبر جرمن میں مل گئی اور وہ پھر واپس نہ آئی۔

نازی ایجنٹوں کی مزید سرگرمیاں

نازیوں کے ایجنٹ دنیا کے ہر حصہ میں کام کرتے ہیں کچھ روز ہوئے سر الزنڈ آرن سائڈ نے جو جبرالٹر کے سابق گورنر تھے ایک انتباہ شائع کیا تھا کہ نازی ایجنٹ کوہ جبرالٹر میں موجود ہیں جنوبی مغربی افریقہ میں جو کسی زمانے میں جرمن نوآبادیات میں شامل تھا نازی جاسوسوں سے ایک شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا اسی طرح ساؤتھ امریکہ میں بھی جرمنی کے جاسوسوں نے ایک مضبوط مرکز بنا رکھا ہے۔

برطانیہ کے مشہور محکمہ پولیس اسکاٹلینڈ یارڈ میں تمام نازی جاسوسوں کی ایک مکمل فہرست موجود ہے امن کے زمانے میں برطانیہ کے اندر انکی سرگرمیوں پر سخت نگرانی رکھی جاتی ہے اور جنگ کے زمانے میں یا تو وہ لوگ نظربند کر دیئے جاتے ہیں یا ملک سے نکال دیئے جاتے ہیں۔

فرانس میں نازی جاسوسی

جرمن جاسوسی کا خطرہ فرانس میں برطانیہ سے کہیں زیادہ ہے۔ کچھ روز ہوئے ایک فرانسیسی افسر لفٹیننٹ جین ویلا کو اس کا بدترین تجربہ ہوا۔ وہ ستمبر سے پہلے ایک فرانسیسی جہاز پر سکنڈ کمانڈر تھے۔ بعد کو جب جنگ کا خطرہ پیدا ہوا تو ان کو ایک فرانسیسی تباہ کن جہاز پر متعین کیا گیا۔ اسی اثنا میں ایک خوبصورت نوجوان عورت نے ان سے ملاقات کی اور چند منٹ گفتگو کرنے کے بعد واپس چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد ویلا جہاز سے اتر کر ساحل پر اس لڑکی سے ملنے گیا لیکن اس کے بعد پھر واپس نہ آیا۔ اور نازی جاسوسی کا شکار ہو گیا یقین کیا جاتا ہے کہ ویلا کو اغوا کر کے ان جاسوسوں نے قتل کر دیا۔

دوسرے ممالک کی طرح فرانس میں بھی جرمن لڑکیوں کو فرانسیسی گھروں میں ملازم رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے مالکوں کی اطلاعات جمع کرتی ہیں اور جاسوسی کا کام کرتی ہیں۔ ان اطلاعات کو وہ اپنے خطوط میں اپنے رشتہ داروں کے پاس بھیجتی ہیں اور ان کے ذریعہ سے وہ جرمنی میں جاسوسی کے مرکزی دفتر تک پہونچ جاتی ہیں۔

نازیوں نے اپنے ضمیر کو یہاں تک خیرباد کہہ دیا ہے کہ وہ مذہبی بزرگوں کے لباس میں بھی جاسوسی کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی گرفتاری ذرا مشکل ہوتی ہے جنگ سے پہلے جب پولینڈ میں نازی جاسوسوں کو گرفتار کیا گیا تھا تو ان میں بہت سے جاسوس مذہبی جامہ میں تھے۔ اس پر جرمنی نے احتجاج کیا تھا کہ پولینڈ میں جرمنوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کے سب نازی ایجنٹ تھے اور نازی مقاصد کے حصول کے لئے طرح طرح کے بھیس میں پروپیگنڈا کرتے تھے۔

غیر جانبدار ممالک میں

یورپ کا کوئی ملک اس وقت نازی جاسوسی کے خطرے سے خالی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ غیر جانبدار ممالک مثلاً سوئٹزرلینڈ، بلجیم اور رومانیہ وغیرہ میں بھی نازی ایجنٹ موجود ہیں۔ رومانیہ کی حکومت کو نام نہاد "آئرن گارڈ" کے خلاف سخت ترین کارروائی اس لئے کرنی پڑی تھی کہ اس انجمن کے افراد نازیوں کے خفیہ ایجنٹ تھے۔ اور جرمنی کے مرکزی دفتر کی رہنمائی میں کام کرتے تھے۔

ڈنمارک میں بھی نازی جاسوسی کا خطرہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ ابھی صرف چند ہفتے ہوئے ہیں کہ ڈنمارک میں بارہ جرمن اس لئے گرفتار کر کے قید کئے گئے تھے کہ یہ لوگ برطانیہ اور ڈنمارک کے خلاف جرمنی کو بحری اطلاعات مہیا کرتے تھے۔

جرمنی کی بہت سی خوبصورت نوجوان لڑکیاں نازی جاسوسی مرکز کی ملازم ہیں جو غیر ممالک میں جا کر فوجی افسروں کو اپنے دام محبت میں گرفتار کرنے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ ان سے فوجی راز حاصل کئے جا سکیں۔ ان میں بعض تو ایسی ہیں جو دوسرے ممالک میں شادی تک کر لیتی ہیں مگر اس اثنا میں بھی اپنے خفیہ کاموں کو جاری رکھتی ہیں اور اپنے طریق عمل کو اپنے معصوم شوہروں سے چھپاتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کا کام سوسائٹی پر ایک بدترین حملہ ہے جو محبت اور شادی کے مقدس رشتہ کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس کو بھی اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔

کشمیری سیب

(از منشی پریم چند آنجہانی)

کل شام کو چوک میں دو چار ضروری چیزیں خریدنے گیا تھا۔ پنجابی میوہ فروشوں کی دکانیں راستے ہی میں پڑتی ہیں۔ ایک دوکان پر بہت اچھے، رنگیلے گلابی سیب سجے نظر آئے۔ جی للچا اٹھا۔ آج کل پڑھے لکھوں میں وٹامن، اور پروٹین کے الفاظ کا ہر شخص چرچا رہتا ہے۔ پہلے تو ٹماٹر کو کوئی مفت بھی نہ پوچھتا مگر اب یہ غذا کا ضروری جزو بن گیا ہے۔ گاجر بھی پہلے غریبوں کے پیٹ بھرنے کی چیز تھی۔ امیر تو بس اس کا حلوا ہی کھاتے تھے۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ گاجر میں بھی بہت وٹامن ہے۔ اس لئے گاجر کو بھی دستر خوان پر جگہ ملنے لگی ہے

سیب کے لئے تو اب یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ایک سیب اگر روزانہ کھائے تو حکیموں یا ڈاکٹروں کی ضرورت ہی نہ رہے۔ ان سے بچنے کے لئے تو ہم گردا ئیم تک کھا سکتے ہیں۔ سیب تو رس اور مزے میں اگر آم سے بڑھ کر نہیں تو اس سے کم بھی نہیں ہے۔ ہاں بنارس کا لنگڑا لکھنؤ کی دسہری، اور بمبئی کے الفانسو کی بات اور ہے۔ اُن کی ٹکر کا پھل تو دنیا بھر میں دوسرا نہیں ہے۔ مگر ان میں وٹامن اور پروٹین ہے یا نہیں ہے بھی تو کافی ہے یا نہیں۔ ابھی تک کسی یورپی ڈاکٹر کی تحقیق دیکھنے میں نہیں آئی۔ سیب کے متعلق تو ایسی تحقیقات ہو چکی ہے۔ اب وہ صرف مزے کی چیز نہیں رہی۔ اس میں فائدہ بھی ہے۔

ہم نے سیب کا دُکان دار سے بھاؤ پوچھا یا اور آدھ سیر سیب مانگے۔ دوکاندار نے کہا۔

"بابو جی بڑے مزے کے سیب آئے ہیں، خاص کشمیر کے۔ آپ لے جائیں کھا کر خوش ہوں گے"

میں نے اپنی جیب سے رومال نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "چن چن کر رکھنا"

دوکان دار نے ترازو اٹھا اپنے لڑکے سے کہا: لڑکے آدھ سیر کشمیری سیب لاؤ۔ چھانٹ کر لانا۔ لڑکا چار سیب لایا۔ دوکاندار نے تول، ایک لفافے میں انھیں رکھ اور رومال میں باندھ مجھے دے دیا میں نے چار آنے اس کے ہاتھ پر رکھے۔

گھر آ کر لفافہ جوں کا توں رکھ دیا۔ رات میں سیب یا کوئی دوسرا پھل کھانے کا فائدہ نہیں ہے۔ پھل کھانے کا وقت صبح ہوتا ہے آج صبح منہ ہاتھ دھو کر جو ناشتہ کرنے کو ایک سیب نکالا تو سڑا نکلا۔ کوئی ایک روپیہ بھر جگہ گل گئی تھی۔ سمجھا رات دوکان دار نے نہ دیکھا ہو گا۔ دوسرا نکالا۔ مگر یہ آدھا سڑا ہوا تھا۔ اب مجھے شبہ ہوا کہ دوکان دار نے مجھے دھوکا تو نہیں دیا؟ تیسرا سیب نکالا۔ یہ سڑا تو نہ تھا مگر ایک طرف دب کر بالکل پچپ گیا تھا۔ چوتھا دیکھا۔ وہ یوں تو بے داغ تھا مگر اس میں ایک کالا سوراخ تھا جیسا اکثر بیروں میں ہوتا ہے۔ کاٹا تو ویسے ہی دھبے جیسے کانے بیروں میں ہوتے ہیں۔ ایک سیب بھی کھانے کے لائق نہیں۔

چار آنے پیسوں کا تو اتنا غم نہ ہوا۔ جتنا سماج (قوم) کی اس بداخلاقی کا۔ دوکاندار نے جان بوجھ کر میرے ساتھ دھوکا کیا۔ ایک سیب سڑا ہوا ہوتا تو میں اسے قابل معافی سمجھتا۔ سوچتا اس کی نظر نہ پڑی ہوگی۔ مگر چاروں کے چاروں خراب نکلیں۔ یہ تو کھلا دھوکا کیا ہے؟

مگر اس دھوکے میں میں بھی شریک تھا میرا اس کے ہاتھ میں رومال دے دینا اسے دھوکا دینے کا محرک ہوا۔ اس نے بھانپ لیا کہ یہ حضرت اپنی آنکھوں سے کام لینے والے آدمی نہیں نہ اتنے چوکس کہ گھر سے پھیرنے کو آئیں گے۔ آدمی بے ایمانی بھی جب ہی کرتا ہے جب اسے موقع ملتا ہے۔ بے ایمانی کا موقع دینا چاہے اپنی سستی ہی سے ہو یا کسی پر جلد اعتبار کر لینا بے ایمانی میں شریک ہونا ہے۔ پڑھے لکھے بابوؤں پر تو اب کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ کسی تھلے یا پھری پالکیسی میں جائیے۔ آپ کی ایسی درگت ہو گی کہ آپ نازک سے نازک موقع پر بھی اُدھر کا رخ نہیں کریں گے۔

سوداگری سکہ ابھی تک بنی ... تھی۔ یوں ترازو میں جاہے چھٹانک آدھی چھٹانک لے لے مگر آپ انھیں پانچ کی جگہ بھول میں دس کا نوٹ دے آتے تو آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہ تھی آپ کے دام بالکل محفوظ ہوتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک بار میں نے محرم کے میلے میں ایک خونچے والے سے ایک پیسے کی بیوڑیاں لیں اور پیسہ کی جگہ اٹھنی دے آیا۔ گھر آ کر جب اپنی غلطی معلوم ہوئی تو خونچے والے کے پاس دوڑ گیا۔ امید نہیں تھی وہ اٹھنی پھیرے گا۔ مگر اس نے بڑی خندہ پیشانی سے اٹھنی واپس کر دی بلکہ الٹی مجھ سے معافی مانگی یہاں کشمیری سیب کے نام سے سڑے ہوئے سیب بیچے جاتے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ بازار میں جا کر میری طرح آنکھیں بند نہ کر لیا کریں گے نہیں تو "کشمیری سیب" ہی ملیں گے۔

یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

(از حضرت جوش ملیح آبادی)

یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

مہکتے ہوئے پھولوں کے پاس جاؤ ‖ لچکتی ہوئی شاخ پر بیٹھ جاؤ
ہوا میں کبھی اُڑ کے بازو ہلاؤ ‖ کبھی صاف چشموں میں غوطہ لگاؤ

یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

پھدک کر اِدھر سے اُدھر دوڑ جاؤ ‖ چہک کر اِدھر سے اُدھر پر ہلاؤ
چہک کر کبھی شاخ پر چہچہاؤ ‖ اچھل کر کبھی نہر پر گنگناؤ

یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

کبھی برگ تازہ کو منہ میں دباؤ ‖ کبھی کنج میں بیٹھ کر پھڑ پھڑاؤ
کبھی گھاس پر لوٹ کر دل لبھاؤ ‖ کبھی جا کے بیلوں کو جھولا بناؤ

یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

نہیں جاگتی روح میری جگاؤ ‖ میں مدت سے ہوں دل پہ چرکہ لگاؤ
کوئی سرمدی ساز کی گت بجاؤ ‖ مجھے اپنے نغمے کے معنی بتاؤ

یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

میں بے تاب ہوں مجھکو جلوہ دکھاؤ ‖ میں گمراہ ہوں مجھ کو رستہ بتاؤ
نہ مجھکو ستاؤ نہ کچھ خوف کھاؤ ‖ مرے پاس آؤ مرے پاس آؤ

یوں ہی پیاری چڑیو ابھی اور گاؤ

عجیب بوٹی!!

(از محترمہ اعجازی محمود احمد الہ آبادی)

دو عورتیں ترکاری کی ڈلیاں سر پر رکھ کر شہر میں ترکاری بیچنے جا رہی تھیں۔ دونوں ہی کے بوجھ بھاری تھے لیکن ان میں سے ایک کانکھتی اور منہ بچکائے ہوئے جا رہی تھی اور دوسری ہنستی کھیلتی، ہنسی مذاق کرتی ہوئی خوش ہو کر چل رہی تھی۔ اپنے سر کے بھاری بوجھ سے گھبرا کر پریشان عورت دوسری عورت سے بولی۔ اری تجھ کو مذاق سوجھا ہے اور میں تو بوجھ کے مارے مری جاتی ہوں۔ تیرا بوجھ مجھ سے ہلکا بھی نہیں ہے۔ نہ تو مجھ سے زیادہ مضبوط ہے پھر تو کیوں اتنی ہنستی ہے۔ دوسری عورت نے کہا میرے پاس ایک عجیب بوٹی ہے اس سے میرا بوجھ ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ پہلی عورت بولی تو مجھ کو بھی تھوڑی سی بوٹی دیدے۔ دوسری نے کہا وہ بوٹی اسی کے پاس رہنی چاہیے جتنی محنت برداشت ہو جاتی ہے اس بوٹی کا نام ہے "صبر و برداشت" یہ جس کے پاس ہوتی ہے اسی کے کام آتی ہے اور یہ دوسروں کو نہیں دی جا سکتی۔ اس بات کا مطلب وہ عورت سمجھ گئی اور اس نے گھبرانا اور کانکھنا بند کر دیا اور خاموش چلنے لگی۔

ہنسی، فطرت اور صبر و برداشت کی یہ دو ... انسان کو ہمیشہ خوش رکھتی ہیں۔

مشرق و مغرب کی مردوش عورتیں

(از مس [illegible] آنڈیل صاحب)

جہاں عورتوں نے مردوں سے دفتروں اور کارخانوں کا [illegible] لے لیا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ عورتوں نے ان کھیلوں میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا ہے جو کہ مردوں کی تفریح کا باعث تھے، مثلاً کرکٹ، فٹ بال اور دیگر کھیل جو کسی زمانے میں صرف مردوں کے لئے مخصوص تھے۔ یہی نہیں بلکہ دنیا کے بہت سے حصے ایسے ہیں جہاں عورتیں میدانِ جنگ میں بھی ان کی جگہ لینا چاہتی ہیں۔

اٹلی، ابی سینیا، اسپین کی خانہ جنگی اور چین کی لڑائی میں ہم سبھی اس چیز کو ملاحظہ کر چکے ہیں کہ عورتوں نے میدانِ جنگ میں قدم رکھے اور وہ عورتیں جو کہ شریک جنگ نہیں انہوں نے بھی ان تمام خطرات اور مشکلات کو برداشت کیا جو کہ ایک مرد کو لڑائی میں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔

آجکل برطانیہ عظمیٰ میں حفاظتی تدابیر کے سلسلہ میں عورتوں کے جتھے کے جتھے ملکی خدمت کے لئے بخوشی آ رہے ہیں۔

شاید سب سے بہتر مثال ان مردوش عورتوں کی روس میں ملے گی جہاں کہ عورتیں نہ صرف دفتری اور سپاہیانہ کاموں میں حصہ لے رہی ہیں بلکہ باقاعدہ فوجی سکولوں میں تعلیم پا رہی ہیں تاکہ وہ فوج میں افسروں کے عہدوں پر فائز ہو سکیں، بلکہ ایک عورت تو روس کے جنگی جہاز میں کپتان کی خدمات انجام دے رہی ہے۔

حقیقتاً روس ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں عورتیں جسمانی اور دماغی اعتبار سے مردوں کے برابر ہیں انہوں نے صنفی مساوات پر ایک سنگین حاصل کی جبکہ ۲۰۰۰ عورتیں جنگِ عظیم کے موقعہ پر جنگ میں حصہ لینے کے لئے گئی تھیں۔

مگر یورپ کی بہت کم عورتیں ان مردنما عورتوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھیں گی کیونکہ وہ سستے مردانہ لباس میں ملبوس رہتی ہیں اور ان کا سب سے بڑا دشمن افلاس غربت ہے افلاس بھی کہ انہیں ڈھنگ کا کھانا بھی میسر نہیں ہوتا۔ اور تو اور بستروں پر جھاڑ دینے والیاں بھی وردی پہننے کی عادی ہیں۔

ہزاروں کی تعداد میں عورتیں مردوں کے ساتھ ساتھ روسی افواج اور کارخانوں میں کام کرتی ہیں حتیٰ کہ ان کے بچے سرکاری نرسوں کی نگرانی میں پل کر بڑے ہو جاتے ہیں، اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی ماں کون ہے؟

مس یاؤزنی تین: مس یاؤزنی تین ایک چینی عورت جسے فرنچ جون آف آرک کہنا بجا ہوگا اپنی آخری فوج کو جاپانی اور منچوکو فوج کی متحدہ طاقت کے خلاف لڑانے کے لئے گئی، اس معرکہ میں مس یاؤزنی تین نے جس مستقل مزاجی سے ناقابل برداشت تکالیف کو جھیلا وہ بڑے سے بڑے شوریدہ سر مرد کی طاقت سے باہر ہے کئی مرتبہ منگھائی میں حکومت کے خلاف بغاوت کی عبارت کرنے کے بعد اسکو اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑا، وہ شمالی سمت میں سفر اختیار کیا اور پھر اس فوج میں جو کہ جنرل جنگ چی چاؤ کی زیر سرکردگی جاپانیوں کے خلاف لڑ رہی تھی شامل ہو گئی۔

چینی افسر کی فوجیں اس جنگ میں بری طریقہ سے ختم ہو چکی تھیں، اور وہ ہر ایک رضاکار کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا اس مردوش عورت نے بہت سی لڑائیوں میں حصہ لیا اور ایک مرتبہ پانچ جاپانی سپاہیوں کو غیر مسلح کر کے ہلاک کر دیا۔

وہ اپنی اس بلند ہمتی اور اپنی ان امتیازی خصوصیات کے ذریعہ بہت جلد فوج میں ایک بڑے عہدے پر پہنچ گئی اور اسے جاسوسی خدمات پر مامور کر دیا گیا۔ اس نے اپنے حسن کی بدولت نمایاں کامیابی حاصل کی، اور وہ بہت سی ایسی اطلاعات حاصل کر سکی جو کہ چینیوں کے لئے بڑی زبردست کامیابیوں کا باعث ہوئیں۔

جاپانیوں نے ایک مخصوص گروہ صرف اس غرض سے مقرر کر دیا کہ وہ مس یاؤزنی تین کی نگرانی کرے اور اسے پیش نظر رکھے آخرکار وہ گرفتار کر لی گئی اور کلدن کے قریب ہی ایک فوجی جیل خانے میں ڈال دی گئی۔ اس باہمت مردنما عورت نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سے جو کہ عموماً مرد قیدیوں کے لئے استعمال ہوتی ہیں چھٹکارا حاصل کیا پھر انہیں بیڑیوں سے کام لیتے ہوئے اس نے سلاخوں کے درمیان جو جگہ ہوتی ہے اس کو چوڑا کر کے آزاد ہو گئی۔

سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ اپنی بیڑی جاپانی سنتری کے سر پر مار کر اسے ہلاک کر دیا اور پھر اس کی پستول سے خود کو مسلح کر لیا۔

فوراً ہی جاپانی حکومت کی طرف سے ایک بڑا انعام اس کو پکڑنے کے لئے مقرر کر دیا گیا، لیکن کسی نے بھی اتنی جرات نہ کی کہ کوئی اس انعام کو حاصل کرنے کی غرض سے مقابلہ میں آتا۔

اس کے کچھ ہی عرصہ بعد جبکہ امریکہ کے جنگی جہاز

۱۹۳۳ء میں [illegible] کے مخالف حملے پر آتے تھے تو [illegible] کی [illegible] تک آدہ مرکب فوج تیار کی تھی [illegible] وہ دشمن سے [illegible] کا مقابلہ [illegible] ان عورتوں نے انتہائی [illegible] اور وہ [illegible]

[illegible]

برطانیہ کی مردوش [illegible] برطانیہ عظمیٰ میں بھی تقریباً ۲۰۰۰ عورتیں [illegible] کام سرانجام دیتی تھیں جو کہ دفتروں میں بیٹھنے والیاں [illegible] کالا کوٹ پہننے والی [illegible] بھی نہیں کر سکتی تھیں۔

برطانیہ کی ان مردنما عورتوں کی بہترین مثال گلاسکو کی وہ چالیس لڑکیاں ہیں جو کہ بحیثیت قلی کے ایک بڑی کیمیکل فیکٹری میں کام کرتی تھیں، صنفِ نازک کے یہ چند نمائندے بیس سے پچیس ٹن تک کا وزن بڑے بڑے تختوں پر دن بھر میں اٹھاتی تھیں اور یہ وزن انہیں تقریباً ڈھائی فیٹ کی بلندی تک اٹھانا پڑتا تھا۔

ڈنڈی میں جو اینٹوں کی فیکٹری ہے اس میں لڑکیاں اینٹیں ڈھونے کا کام کرتی تھیں، اور انہیں تقریباً پانچ پونڈ وزن ستر یا اسی گز تک لے جانا پڑتا تھا، وہ صبح چھ بجے سے شام کے ۶ بجے تک متواتر کام کرتی تھیں صرف دو گھنٹے انہیں کھانا کھانے کے لئے ملتے تھے۔

مگر اب اس قسم کے کام بوجھ اٹھانے والی مشینوں کے وجود میں آنے سے بالکل ختم ہو چکے ہیں۔

ڈنڈی سے چند میل کے فاصلے پر ایک بستی کریڈی ہے اس میں تقریباً دو ہزار مردنما عورتیں ہیں جنہوں نے کافی شہرت حاصل کی تھی۔

چوڑے کولھوں اور بھرے ہوئے بازو والی عورتیں جن کے ہاتھ سنگ مرمر کی طرح سخت تھے ایسے ہاتھ شاید ہی کسی لوہار کے ہوتے ہوں گے یہ عورتیں بڑے بڑے زنجیر بنانے والوں کے یہاں کام پر لگائی گئی تھیں لیکن

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

Regd. No. L. 1517.

Printed and Published by Dharam Pal Gupta at the TEJ Press, Burn Bastion Road, Delhi.

TEJ

Illustrated WEEKLY

قیمت دو آنے 2 Price ANNAS

No. 307 DELHI 14TH NOV. 1930. Vol. 17

صفحہ ۳ سے آگے

...جا سکے کہ کس قدر آدمی فوجی خدمت کے قابل ہو سکتے ہیں

میونچ میں بم کے شکار

دفنانے کی رسم ۔ ہر ہٹلر کی موجودگی

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

لندن ۔ ۱۱ نومبر ۔ اطلاع ملی ہے کہ میونچ میں بم کے حادثہ میں جو سات آدمی ہلاک ہوئے تھے انہیں دفنانے کی رسم آج ادا کی گئی اس موقعہ پر ہٹلر بھی موجود تھے۔

جرمنوں کا بیان ہے کہ وہ اس سازش کا پتہ چلا چکے ہیں اور مجرموں کے خلاف جلد ہی مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس حادثہ کی تحقیقات کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی تھی اس کے ممبران کی تعداد دگنی کر دی گئی ہے تاکہ تحقیقات جلد ختم ہو جائے۔

میونچ کے شراب خانہ میں حادثہ کی گونج

جرمنی کے خفیہ ریڈیو کا اعلان

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

لندن ۔ ۱۱ نومبر ۔ جرمنی کے خفیہ ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ ہم لوگ اپنے حق کو حاصل کرنے کا راستہ نکال چکے ہیں جو طاقت میونچ کے شراب خانہ میں گھس سکتی ہے وہ آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنا راستہ بھی نکال سکتی ہے۔

ہٹلر کا اپنے مشیروں سے مشورہ

روم ۔ ۱۱ نومبر ۔ روم کے ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ ہٹلر نے بہت دیر تک اعلیٰ افسران اور دیگر صلاح کاران سے بات چیت کی ہر ہٹلر نے خفیہ پولیس کے اعلیٰ افسر سے بھی ملاقات کی

برطانیہ کا ایک اور جہاز ڈوب گیا

لندن ۔ ۱۱ نومبر ۔ سمندری محکمہ نے اعلان کیا ہے کہ برطانیہ کا ایک ۶۰۰ ٹن کا چھوٹا جہاز گشت کے لئے گیا تھا لیکن وہ ابھی تک واپس نہیں آیا خیال کیا جاتا ہے کہ اسے ڈبو دیا گیا۔ اس جہاز میں ۲۷ جہازی تھے۔

مسٹر گاندھی سے سیٹھ برلا کی ملاقات

نئی دہلی ۔ ۱۱ نومبر ۔ شری سیٹھ گھنشیام داس جی برلا نے کل رات مسٹر گاندھی سے وائسریگل لاج میں ملاقات کی۔

مغربی مورچہ پر لڑائی

جرمن فوجوں کے حملے

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

پیرس ۔ ۱۱ نومبر ۔ آج پیرس سے مغربی مورچے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ مورچہ پر تھوڑی لڑائی رہی ۔ دو بار جرمنوں...

...نے چھوٹے حملے کئے لیکن انہیں پیچھے ہٹا دیا گیا۔

ڈاکٹر خان صاحب کابل جائیں گے

پشاور ۔ ۱۱ نومبر ۔ ڈاکٹر خان صاحب سابق وزیر اعظم سرحد نے ایک انٹرویو میں فرمایا کہ ان کا آئندہ کا پروگرام ابھی طے نہیں ہوا مگر ان کا خیال ہے کہ اگر ہندوستان کے حالات نے اجازت دی تو وہ کابل جائیں گے آپنے فرمایا کہ شاہ افغانستان نے کچھ دن ہوئے انہیں افغانستان آنے کی دعوت دی تھی (ا ۔ پ)

جرمنی نے چار جہاز پکڑ لئے

جرمن جہاز چھوڑ دیا گیا

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

لندن ۔ ۱۱ نومبر ۔ جرمنی نے چار غیر جانبدار جہاز پکڑے ہیں ان میں دو فن لینڈ کے اور دو سویڈن کے جہاز ہیں فن لینڈ کی حکومت نے جو جرمن سٹیمر پکڑا تھا آج اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔

ایم ڈلیڈیر سے وزیروں کی ملاقات

سر ظفر اللہ خاں فرانس میں

لندن ۔ ۱۱ نومبر ۔ سر ظفر اللہ خاں اور نو آبادیوں کے دیگر نمائندے مختصر سے دورہ پر آج فرانس آئے۔ جنرل ہیڈ کوارٹر میں جنرل گیملن کے ساتھ ان لوگوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد یہ نمائندے پیرس آئے اور ایم ڈلیڈیر وزیر اعظم فرانس سے ملاقات ہوئی نمائندوں نے میجنو لائن کا بھی معائنہ کیا۔

۵ ابمبار ہوائی جہازوں کی خریداری

عراق گورنمنٹ کا آرڈر

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

سنسی مونیکا ۔ ۱۱ نومبر ۔ عراق کی حکومت نے امریکہ سے دس لاکھ ڈالر میں پندرہ بمبار ہوائی جہاز خریدنے کا آرڈر دیا ہے۔

پوپ کا آشیرواد

بادشاہ اور ملکہ کو مبارکباد

روم ۔ ۱۱ نومبر ۔ پوپ نے بلجیم کی ملکہ اور بادشاہ کو ایک تار روانہ کیا، جس میں صلح کی کوشش کرنے پر مبارکباد دی ہے اور یہ امید ظاہر کی ہے کہ امن بحال کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی راستہ نکل آئیگا

تیج ویکلی دہلی

۱۴ نومبر سنہ ۱۹۳۹ء

دہلی ٹاک کا نتیجہ

وزیر ہند، وائسرائے ہند اور کانگریسی رہنماؤں کے بیانات

جب سے یہ جنگ چھڑی ہے اور کانگریس نے برطانیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے جنگ کے مقاصد اور ہندوستان کے مستقبل کا اعلان کرے، اس وقت سے برطانی ... بروں نے کانگریسی رہنماؤں سے مسلم لیگ کے صدر سے اور دوسری نام نہادی پارٹیوں کے نمائندوں سے گفت وشنید کرنے کا ایک سلسلہ شروع کردیا ہے، پہلی ملاقاتوں میں تو وائسرائے کے دَرِ دولت پر ملاقاتیوں کا تانتا بندھا ہوا تھا اور تمام نام نہادی پارٹیوں کے نمائندے اپنی اپنی ڈفلی بجا کر اپنا اپنا راگ گا رہے تھے لیکن بعد کو جو ملاقاتیں ہوئیں ان میں صرف مہاتما گاندھی ڈاکٹر راجندر پرشاد، مسٹر جناح کو گفت وشنید کی دعوت دی گئی،

ان ملاقاتوں سے کوئی حقیقی نتیجہ برآمد ہوا یا نہیں اس کا جواب اثبات میں بھی ہے اور نفی میں بھی، اثبات میں اسلئے کہ متعلقہ پارٹیوں پر ایک دوسرے کا رویہ نگاہ اچھی طرح ظاہر ہوگیا اور نفی میں اس لئے کہ برطانی حکومت نے ہندوستان کو صاف جواب دیدیا کہ آزادی کے متعلق ابھی کوئی اعلان نہیں کیا جاسکتا۔ اب حال یہ ہے کہ تمام کانگریسی صوبوں کی وزارتیں مستعفی ہوچکی ہیں، ان صوبوں میں آئین معطل کردیا گیا ہے اور گورنر نے تمام اختیارات اپنے ہاتھوں میں لے لئے ہیں،

ملاقاتوں کے واقعات کو نظر انداز کرکے برطانی حکومت اور کانگریس کے سوال وجواب کا سلسلہ چار حصوں میں تقسیم ہوسکتا ہے سب سے پہلے کانگریس کا مطالبہ ہے اسکے بعد وائسرائے اور وزیر ہند کا انکار ہے، پھر "دہلی ٹاک" ہے، اور اسکے اختتام پر پھر وائسرائے اور وزیر ہند کا جواب ہے، اس سلسلہ سے صرف دو ہی نتیجے نکالے جاسکتے ہیں، ایک یہ کہ کانگریس کا مطالبہ بھی اٹل ہے اور دوسرا یہ کہ اس مطالبہ کے سلسلہ میں حکومت برطانیہ کا انکار بھی اٹل ہے،

دہلی میں دوسری مرتبہ جو گفت وشنید ہوئی تھی، ممکن ہے اس سے کچھ لوگوں نے امید وابستہ کی ہو لیکن ہمیں کوئی خاص توقع نہیں تھی، ہم جانتے تھے کہ جس طرح فرقہ وارانہ اختلافات کو ہندوستان کی آزادی کے خلاف ضرورت سے استعمال کیا گیا ہے اسی طرح وہی پرانا اور کامیاب نسخہ اب بھی استعمال کیا جائے گا، ایک ایسے ملک میں جس کی آبادی تقریباً چالیس کروڑ ہے یہ امر قیامت تک ممکن نہیں ہوسکتا کہ سب لوگ اس طرح ہم خیال اور ہم آواز ہوجائیں کہ اختلاف کی صدا بلند کرنے والا ایک شخص بھی نہ پایا جائے، مزید برآں ہندوستان کی محکومی اور غلامی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ملک میں حکومت کے ٹکڑوں پر پلنے والا، اور حکومت ہی سے اپنی تمام امیدیں وابستہ کرنے والا ایک طبقہ پیدا ہوجاتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو حکومت کی ڈگڈگی پر ناچتے ہیں اور جب تک اس طرح کے مٹھی بھر مختلف الخیال لوگ ہندوستان میں موجود ہیں گے، حکومت کے ... ہندوستان کو آزاد نہ کرنے کا بہانہ بھی موجود رہے گا،

... کیا ہے؟ یہی کہ کانگریس نے صرف ایک سیاسی مطالبہ کیا تھا جس کا کوئی تعلق فرقہ وارانہ مسئلے سے نہ تھا، وہ مطالبہ یہ تھا کہ برطانیہ اس جنگ کے مقاصد کا اعلان کردے، اور یہ کہے کہ آزادی کا وہ اصول جسکو اس نے لڑائی کی بنیاد قرار دیا ہے ہندوستان پر کس طرح عائد کیا جائے گا، غور کیجئے کہ ... اس مطالبہ سے کیا تعلق تھا، یہ فرض ہے کہ اقلیتیں اپنا حق طلب کرتی ہیں اور ... تسلیم کرتے ہیں کہ فرقہ وارانہ مسئلہ اپنی مناسب اہمیت کے ساتھ ہندوستان میں موجود ہے

آئینۂ خیال

اس سال کی دیوالی!

پھر دیوالی آگئی، موسم بھی بہتر ہوگیا، رات کو خوشگوار سردی پڑنے لگی، تہوار کے موقعہ پر کائنات جھلملا اٹھی، بام ودر پر چراغوں کی قطار در قطار ضیا پاشی نے رات کو دن سے بھی زیادہ جگمگا دیا، بازاروں کی چہل پہل قابل دید ہے، مٹھائیوں، مٹھائیوں، کھلونوں، برتنوں، اور کپڑوں کی دوکانوں پر ... بھیڑ بھاڑ ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ موسم کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ملک کی سیاست ... ابھی دیوالی گئی ہے تو پہر کے موقعہ پر کانگریسی حکومتیں موجود تھیں، آج سب کی سب مستعفی ہوگئی ہیں، کیوں؟ اسلئے کہ وہ برطانی سامراج کا

لیکن سوال یہ ہے کہ اس خالص ملکی اور مقامی مسئلہ کو حکومت کے مقاصد جنگ کے اعلان سے کیا تعلق تھا؟ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا جنگ کے اختتام پر ہندوستان کو آزادی دی جائے گی؟ حکومت برطانیہ کہتی ہے کہ اصلی مسئلہ یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ تم اندرونی اختلافات کو دفع کرو، ظاہر ہے کہ یہ ایک اندرونی مسئلہ ہے جس کا تعلق ہندوستان کے باشندوں سے ہے، اور کانگریس کا سیاسی مطالبہ ایک قطعاً بیرونی مسئلہ ہے جو ہندوستان اور برطانیہ کے رشتہ سے تعلق رکھتا ہے، ان دونوں مسائل کو ملاکر برطانی حکومت نے جو پیچیدگی پیدا کردی ہے وہی اس کی پرانی چال ہے:

جیسا کہ اوپر کہا جاچکا ہے "دہلی ٹاک" کے بعد پھر وائسرائے اور وزیر ہند نے اپنے بیانات دے دئے ہیں اسکے بعد مہاتما گاندھی، ڈاکٹر راجندر پرشاد اور پنڈت جواہر لال نہرو کے بیانات بھی ہمارے سامنے آگئے ہیں لارڈ لنلتھگو اور لارڈ زٹلینڈ کے بیانات میں کوئی معنوی فرق نہیں ہے، دونوں میں کانگریس کے مطالبہ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا ہے دونوں میں اس انکار کے وہی اسباب پیش کئے گئے ہیں اور دونوں میں یہ امید ظاہر کی گئی ہے کہ اس سلسلہ میں مزید گفت وشنید جاری رکھی جائے گی، اور سمجھوتہ کی کوشش کی جائے گی، لارڈ زٹلینڈ کے چند الفاظ یہ ہیں:-

"برطانیہ کے مقاصد جنگ کا کانگریسی معنوں میں اعلان اور ملک معظم کی حکومت کی موجودہ پوزیشن کو ہندوستان میں فوراً ترک کردینا ہندوستانی آبادی کے بڑے بڑے طبقوں کو نامنظور ہوگا"

ان الفاظ پر تبصرہ بیکار ہے، ان کے معنی وہی ہیں جو اوپر بیان کئے جاچکے ہیں، مہاتما گاندھی نے اسکے جواب میں جو بیان شائع کیا ہے اس کے چند الفاظ سے صورت حال واضح ہوجائے گی، آپ فرماتے ہیں:-

"میں برطانی حکومت کو پھر یاد دلاتا ہوں کہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ برطانی حکومت کی انڈین پالیسی کا اعلان ہے جو اس سوال سے بالکل الگ ہے کہ ہندوستان کیا چاہتا ہے، غلاموں کا مالک جب غلامی کا خاتمہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے غلاموں سے یہ مشورہ نہیں کرتا ہے کہ تمہیں آزادی چاہئیے یا نہیں، اگر امپیریلزم کا خاتمہ ہوتا ہے تو گذشتہ روائتوں کو قطعاً ترک کرنا پڑے گا، اور ایسے الفاظ استعمال کرنے پڑیں گے جو نئے دور کے مطابق ہوں، اگر اس بنیادی حقیقت کو تسلیم کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا ہے تو میں اصرار کروں گا کہ سمجھوتہ کی مزید کوششیں سر دست ملتوی کردی جائیں"

اسمیں شک نہیں کہ سمجھوتہ اسی حالت میں ہوسکتا ہے جب برطانی حکومت کی نیت بخیر ہو، اور جب خود برطانی حکومت اصلی مسئلہ کو پیچیدہ بنانے میں سرگرم ہو تو مزید گفت وشنید جیسا کہ مہاتما جی نے فرمایا ہے کوئی نتیجہ نہیں پیدا کرسکتی، اور صرف تضیع اوقات کا باعث ہوگی، کسی سمجھوتہ سے پہلے برطانیہ کو اپنا ارادہ اور اپنا نقطۂ نگاہ اور اپنا مقصد بدلنا ہی پڑے گا، اور امپیریلزم کے پرانے الفاظ کو ترک کرکے آزادی کے الفاظ میں گفتگو کرنی پڑے گی،

راشٹرپتی راجندر پرشاد اور پنڈت جواہر لال نہرو کے بیانات کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ برطانی حکومت نے غلط راستہ اختیار کیا ہے راجندر بابو کہتے ہیں کہ ہندوستان کا آئینی درجہ اور برطانیہ کے جنگی مقاصد کا اعلان یہی دونوں مسئلے ہیں جو اسوقت ہمارے سامنے ہیں باقی سب مسئلے ضمنی نوعیت کے ہیں، جن کو اسکی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ بڑے مسئلوں پر چھا جائیں لیکن پنڈت جواہر لال نہرو کے بیان میں وائسرائے کے بیان پر ایک دوسرے نقطۂ نگاہ سے نکتہ چینی کی گئی ہے آپکے الفاظ یہ ہیں کہ "وائسرائے صاحب اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ بڑی بڑی سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں میں بنیادی مسئلہ پر اختلاف ہے، اس سے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صورت حال کو بالکل غلط طور پر سمجھا گیا ہے" پنڈت جی فرماتے ہیں کہ مسٹر جناح اور ان کے درمیان میں فرقہ وارانہ مسئلہ پر گفتگو آئندہ کیلئے چھوڑ دی گئی، اور سیاسی مقصد پر کوئی اختلاف رائے نہ تھا، اس پر برطانی حکومت کے ڈھول کی پول اور بھی

آزادی نہیں چاہتی۔ کانگریس ہندوستان کی آزادی کی طالب ہے۔ برطانی حکومت اس ملک کو آزاد کرنا نہیں چاہتی۔ اس لئے دیوالی ہو یا دسہرہ ہو، یا ہولی ہو یا عید ہو یہ سب کے سب جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے، محکوموں اور غلاموں کے تیوہار ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آزادی جب ہمارا فطری حق ہے تو ہمیں کیوں نہیں ملتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آزادی ایک ایسی چیز ہے جو کوئی قوم کسی قوم کیلئے نہیں سکتی، بلکہ اپنی جدوجہد و کوشش سے لی جاتی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور حکومت برطانیہ اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اگر ہندوستان میں اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا ہو جائے اور فرقہ وارانہ جھگڑے ختم ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں آزادی سے محروم نہیں رکھ سکتی۔ اس سال دیوالی کا دن تیوہار مسلمانوں کے رمضان کے آخری ہفتہ میں پڑا ہے۔ اسی ہفتہ کی چند راتیں "شب قدر" کہی جاتی ہیں۔ اسپر ہمیں اکبر الہ آبادی کی ایک رباعی کے آخری دو مصرعے یاد آتے ہیں۔ آپ نے کسی ایسے ہی موقعہ پر کہا تھا،

لازم ہے رہیں ملکے مسلماں ہندو
ہے ایکے شب قدر و دیوالی باہم

دیوالی کے دو روز بعد ہی عید بھی ہے۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے تیوہاروں میں خوشی خوشی شریک ہوتے تھے۔ اب آپس کے نفاق نے نئی نئی صورتیں اختیار کر لی ہیں اور پردے کے پیچھے خود غرضوں کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس نفاق کو دور کر کے آزادی حاصل کریں، اور اپنی دیوالی اور عید کو آزاد قوموں کا تیوہار بنائیں۔

صلح کی تجویز!

بلجیم کے فرمانروا کنگ لیوپولڈ اور ہالینڈ کی ملکہ ولہلمینا نے جرمنی، انگلستان اور فرانس کے پاس صلح کی تجویزیں بھیجی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جنگجو فریق ایک دوسرے کو صلح کی تجویزیں نہیں بھیج سکتے، ورنہ اس سلسلہ میں کوئی گفت و شنید کر سکتے ہیں، اسی لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک تیسرا فریق ان میں صلح کرانے کی کوشش کرے۔ اس امر کے پیش نظر بلجیم اور ہالینڈ کے فرمانرواؤں نے صلح کی کوشش شروع کر دی ہے۔ اس [illegible] برطانی پارلیمنٹ میں سوال کیا گیا [illegible] نے جواب دیا کہ ملک معظم کی حکومت [illegible] غور کر رہی ہے، تک اطلاع کہتی ہے [illegible] بہرحال [illegible] شک نہیں کہ ایک طرف [illegible] دوسری طرف صلح کی تجویزوں پر غور کیا جا رہا ہے۔

[illegible] کو فوجی تعلیم دینے کا مسئلہ بہت دنوں سے ہمارے سامنے ہے۔ آگرہ کالج کے پہلے، دوسرے، اور تیسرے سال کے کلاسوں کے طلباء کے لئے فوجی تعلیم لازمی قرار دیدی گئی ہے۔ روزانہ پریڈ کے علاوہ ان کو لکڑی کی بندوقوں کے ساتھ فوجی نقل و حرکت کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ جو طالب علم میڈیکل سرٹیفکیٹ کے بغیر غیر حاضر رہتا ہے اسپر آٹھ آنے روزانہ جرمانہ کیا جاتا ہے۔ فوجی تعلیم کے اصول کو ہر ہندوستانی تسلیم کرتا ہے۔ لیکن ہمارے لئے یہ سمجھنا ذرا مشکل ہے کہ لکڑی کی بندوقوں اور [illegible] سے نشانہ بازی کی تعلیم کیوں دی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ کالج کے انتظامی شعبہ نے حکومت سے یہ درخواست کی ہے کہ اصلی بندوقوں کے ذریعہ تعلیم دینے کی اجازت دی جائے۔ ہم اس تجویز کی تائید کرتے ہیں۔

قوم پرست مسلمانوں کا فرض!

مسٹر آصف علی ایم۔ ایل۔ اے (مرکزی) اخبارات کو ایک بیان دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پریس کے بعض حلقوں نے یہ مان لیا ہے کہ کانگریس مسلم لیگ کی گفت و شنید ناکامیاب ہو گئی، اور مولانا آزاد قوم پرست مسلمانوں کی ایک کانفرنس بلا رہے ہیں لیکن اس کے بالکل برعکس صدر کانگریس پنڈت جواہر لال نہرو نے اعلان کیا ہے کہ لیگ اور کانگریس کی بات چیت مناسب طریقہ پر جاری رہی، اور وہ عنقریب پھر شروع ہوگی۔ مولانا آزاد اور دوسرے قوم پرست مسلمانوں کی خواہش یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ہر ممکن امداد دی جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے کانگریس اور لیگ کے سمجھوتہ میں رکاوٹ پیدا ہو۔ قوم پرست مسلمانوں کو یقین ہے کہ کانگریس ہندوستانی مسلمانوں کو نہ صرف مساوی بلکہ عارضی مطالبوں کی طرف سے بھی مطمئن کرنے کی خواہشمند ہے۔ مسٹر آصف علی کے اس بیان سے موجودہ حالات پر کافی روشنی پڑتی ہے اور امید ہے کہ اس سے وہ غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی جو کانگریس لیگ سمجھوتہ کے متعلق پھیلی ہوئی ہیں۔ قوم پرست مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس سلسلہ میں پوری امداد پیش کریں۔

ایک سے دو ہو جانے والی روٹی!

بمبئی [illegible] پریس کی اطلاع کہتی ہے کہ مہاتما گاندھی کو دہلی میں ایک ہی روٹی پیش کی گئی ہے جو خود بخود ایک سے دو ہو جاتی ہے۔ مہاتما گاندھی اس روٹی کو تجربہ کرنے کے لئے اپنے ساتھ سیگاؤں لے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ روٹی بعض امراض میں علاج کا بھی کام دیتی ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ ایک روٹی پانی اور گڑ کے مرکب میں ایک مٹی کے برتن میں ڈال دی جاتی ہے۔ وہ پندرہ [illegible] کسی طرح تیری [illegible] ہے پندرہ روز کے بعد ایک دوسری روٹی پیدا ہو جاتی ہے [illegible] معدہ کے امراض کے علاج میں کام [illegible] کی جاسکتی ہے گڑ کا پانی یوں بھی ایک مفید چیز ہے۔ لیکن روٹی کا ایک سے دو ہو جانا [illegible] سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر یہ مرکا کا معجزہ ہوتا تو اسی خبر کو ہم اپریل فول کے ضمن میں سمجھ لیتے۔ لیکن سر دست جب تک مزید تفصیلات سامنے نہ آئیں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

دہلی میں کرایہ مکان

دہلی مرچنٹس اسوسی ایشن نے چیف کمشنر صوبہ دہلی کے پاس ایک درخواست بھیجی تھی کہ پرانی دہلی میں کرایہ مکان کی بڑھتی ہوئی رقموں پر کنٹرول کیا جائے۔ چیف کمشنر نے اس درخواست کو نامنظور کر دیا اور یہ کہا کہ کنٹرول سسٹم سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور کرایہ مکان میں کمی نہیں ہوگی۔ چیف کمشنر کا جواب ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ دہلی میں کرایہ مکان کے اضافہ کی عام شکایتیں ہر طرف سنی جاتی ہیں۔ اکثر مکاندار اپنی جائیداد کا اس قدر کرایہ وصول کرتے ہیں کہ جائیداد کی لاگت سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کرایہ مکان کے کنٹرول کا سسٹم مفید نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ دوسرے بڑے بڑے شہروں میں یہ سسٹم کیوں جاری کیا گیا ہے؟

اعتماد، محبت، نفرت

چند روز ہوئے ایک نازی لیڈر نے تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ جرمنی میں ایک نئی تعلیمی جدوجہد کا دور شروع ہونے والا ہے۔ اس اسکیم میں استادوں کو صرف ابتدائی تعلیم دی جائے گی، اور لڑکوں اور لڑکیوں کو جنگ سے متعلق صنعت و تجارت سکھلائی جائے گی۔ نازی اسکولوں کی تعلیمی پالیسی عجیب و غریب ہے۔ اس پالیسی کا مقصد یہ ہے کہ طلباء میں اعتماد، محبت اور نفرت کے جذبات پیدا کئے جائیں لیکن ان تینوں جذبات کے معنی نازی ڈکشنری میں کچھ اور ہیں۔ اعتماد کے معنی ہٹلر کی ذات پر پورا اعتماد رکھنا، محبت کے معنی صرف ہٹلر سے محبت کرنا اور نفرت کے معنی ہٹلر کے تمام دشمنوں اور مخالفوں سے نفرت کرنا ہے۔ اس طریقہ تعلیم سے یقیناً جرمنی طلباء میں بدتر ذہنیت پیدا ہوگی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد۔

کانگریس ہی ہندوستان کی آواز ہے

کانگریس اور مسلم لیگ کے اتحاد اور سمجھوتہ کی کوششوں کے متعلق لکھتے ہوئے ہمارا مسلم معاصر ہند کلکتہ مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے۔

"وہ ملک کا بدترین دشمن ہوگا جو مسلم لیگ اور کانگریس کے اتحاد اور سمجھوتے کا متمنی نہ ہو لیکن موجودہ حالات میں اس آرزو کا پورا ہونا مشکل ہے۔ اگر معاملہ صرف مسٹر جناح ہی کا ہوتا تو سمجھوتے میں زیادہ مشکل نہ ہوتی کیونکہ مسٹر جناح سے اب بھی امید [illegible] وہ حب الوطنی سے کام لیں گے۔ لیکن مسلم لیگ [illegible] اس کی باگ سیاسی فریب کاروں کے ہاتھ میں ہے، اور یہ [illegible] وہی کہیں گے اور وہی کریں گے جو برطانی حکومت چاہے گی تاہم گفت و شنید ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اتنی بات بالکل صاف ہے کہ ہندوستان کی حالت بدل چکی ہے، اور [illegible]

ہندوستان حکومت خود اختیاری کے حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر یہ حق ہندوستان کا تسلیم نہ کیا گیا تو تمام گفت و شنید بے کار ہے۔ ۳۵ کروڑ انسانوں کے ملک میں غداروں کی کمی نہیں ہو سکتی، کسی زیادہ سے زیادہ ترقی یافتہ ملک پر بھی اگر کوئی دوسری قوم قبضہ کر لے، تو فوراً وہاں بھی غدار پیدا ہو جائیں گے، جو اپنے ملک کی بدنصیبی سے فائدہ اٹھانا چاہیں گے۔ لہٰذا پورے ۳۵ کروڑ ہندوستانیوں کی متفقہ و متحدہ اسکیم نتائج پیش ہو سکتی ہے نہ قیامت تک کبھی ہوگی۔ دیکھنا صرف یہ چاہئے کہ ملک کا بیدار اور ترقی یافتہ طبقہ کیا چاہتا ہے۔ کانگریس ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے اور اس جماعت میں لاکھوں مسلمان بھی شامل ہیں۔ لہٰذا کانگریس کی آواز ہی ہندوستان کی آواز ہے، خود برطانیہ کا فائدہ بھی اسی میں ہے کہ کانگریس سے باعزت سمجھوتہ کرلے" اس تحریر پر ہماری طرف سے سوا دوسرا تبصرہ نہیں کیا جائے گا۔

جرمن افسر کی دھمکی

زیکوسلوواکیہ کے ایک تاجر نے ایک جرمن افسر کی یہ دھمکی سنی ہے کہ اگر جرمنی ختم ہو جائے گا تو اس کے ساتھ ساتھ دنیا کی نصف آبادی بھی ختم ہو جائے گی۔ اگرچہ یہ دھمکی بظاہر مضحکہ انگیز معلوم ہوتی ہے لیکن اگر اس پر غور کیا جائے تو حقیقت سے خالی نہیں ہے۔ ہٹلر نے پچھلے دنوں ایک نئے اور خطرناک آلہ جنگ کا تذکرہ کیا تھا اور بعد کو یہ بھی معلوم ہوا کہ جرمنی میں مہلک وبائی امراض کے جراثیم رکھنے والے بم تیار کئے جا رہے ہیں۔ اس افسر کا اشارہ غالباً انہی بموں کی طرف ہوگا جو انسانوں کی بڑی تعداد کا خاتمہ کرنے کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ ان بموں میں پلیگ، ہیضہ اور طاعون وغیرہ کے جراثیم ہوتے ہیں۔ شاید یہ بم اسی غرض سے تیار کرائے ہیں کہ ان کے ذریعہ پہلا حملہ "میجینو لائن" پر کیا جائے گا اور بعد کو دوسرے ممالک ان کے شکار بنائے جائیں گے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اتحادی سائنسدانوں نے اس کے انسداد کی صورت نکالی ہوگی۔

گرفتاریوں کا ریکارڈ

ہندوستان میں صرف پنجاب ہی ایک صوبہ نہیں بلکہ اور بھی صوبے ہیں اور ڈیفنس آف انڈیا آرڈیننس دوسرے صوبوں میں بھی نافذ ہیں مگر پنجاب کی حکومت اب تک اس کے ماتحت ایک سو چھتیس آدمیوں کو گرفتار کر چکی ہے اور ان میں ۴۹ آدمیوں کو سزائیں بھی دی جا چکی ہیں۔ یہ حقیقت پنجاب اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں پارلیمنٹری سیکرٹری نے پیش کی ہے۔ یہ گرفتاریاں ان جرائم کے سلسلہ میں ہوئی ہیں جن کا تعلق جنگ کی مخالفت سے ہے۔ اس افسوسناک صورت حال پر اس سے زیادہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ حکومت پنجاب کو یہ بے مثل ریکارڈ مبارک ہو۔

اشارات

بمبئی، مدراس، صوبہ متحدہ وغیرہ کانگریسی صوبوں کے گورنروں نے وزارتوں کا استعفیٰ قبول کرنے کے بعد وزیروں کی پبلک خدمات اور فرض شناسی کی تعریف کی ہے۔ مثلاً بمبئی کے گورنر کہتے ہیں کہ جب تک کانگریسی وزرا اپنے عہدوں پر رہے انہوں نے پبلک فرض کے بلند احساس کو ہاتھوں سے نہ دیا اور اسی جذبہ کے تحت میں اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ گورنروں کے طرز کلام سے جمہوری طرز حکومت کی کامیابی کی تائید ہوتی ہے یا تردید؟ اور اگر واقعی ہندوستان میں جمہوریت کامیاب ہوئی ہے اور کانگریسی وزرا نے حکومت کی باگ ڈور بھی فرض شناسی سے کامیابی سے چلائی ہے تو اس ملک میں کامل جمہوریت نافذ کرنے کے لئے بہانے کیوں پیش کئے جاتے ہیں۔

صوبہ سرحد کی مسلم لیگ پارٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب کانگریسی وزارت نے استعفیٰ دیدیا ہے تو لیگ کی وزارت قائم کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم لیگ پارٹی کانگریس پارٹی کے ساتھ اظہار ہمدردی کر رہی ہے۔ لیکن حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ مسلم لیگ صوبہ سرحد میں اپنی وزارت اس لئے قائم نہ کر سکی کہ پچاس ممبروں کے ایوان میں اس پارٹی کے ممبروں کی تعداد صرف تیرہ تھی۔ اور یہی وہ مجبوری تھی جس نے لیگ پارٹی کو مجبور کر دیا۔

جرمن وائرلیس نے امریکہ کے نئے "قانون غیر جانبداری" کے متعلق کہا ہے کہ "یہ جنگ سے نفع حاصل کرنے والے یہودیوں کی کارروائیوں کا نتیجہ ہے" اس نظریہ میں غالباً نازیوں کے روسی دوست بھی ہاں میں ہاں ملائیں گے۔ اس کا ثبوت یہ ہے:-

ایک امریکن اخبار کہتا ہے کہ امریکہ قانون کے پاس ہو جانے کے باعث امریکہ سے برطانیہ دس ہزار جنگی ہوائی جہاز اور فرانس تین ہزار جنگی ہوائی جہاز خریدے گا۔ ہٹلر کی بے چینی کا سبب یہی ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ یہ بے چینی فضول ہے۔ کامریڈ اسٹالن بھی ہٹلر کے پاس ایم۔ مولوٹوف کے دس ہزار انسٹ بھیجنے کا [illegible] ہوگا!

دوران مطالعہ میں ایک عجیب چیز ہمارے ہاتھ آگئی۔ ۱۹۲۵ء میں جرمنی کے وزیر پروپیگنڈا ڈاکٹر گوئبلز نے ایک اخبار "دی ولکیشر" میں "روسی کمیونسٹ کو کھلی چٹھی" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں یہ الفاظ شامل تھے:۔

"ہم اور تم حقیقی دشمن نہ ہوتے ہوئے بھی آپس میں لڑ رہے ہیں...... غالباً کبھی ایک ایسی اہم اور خطرناک ضرورت پیش آئے گی کہ تم اور ہم ایک ہو جائیں گے" یہ بات تو ہو کر رہی لیکن ہٹلر نے اپنی کتاب "مین کمف" میں یہ لکھا ہے کہ روس اور جرمنی کی دوستی جرمنی کے خاتمہ کا باعث ہوگی۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ پیشگوئی کب پوری ہوتی ہے۔

جیسا کہ بمبئی کے بارے میں اوپر کہا جا چکا ہے، صوبہ بہار کے گورنر بھی کانگریسی وزارت کے استعفے کے بعد حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ "مجھے بہت افسوس ہے کہ میں ایسا قدم اٹھا رہا ہوں جو جمہوری طرز عمل کی ترقی کو التوا میں ڈالتا ہے......" ہمیں حیرت ہے کہ ایک گورنر نے ایسی غلطی کیوں کی اور جمہوری طرز حکومت کو کیوں سراہا؟ ان کو تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ ہندوستان جمہوریت کے لائق نہیں ہے۔ جیسا کہ لارڈ زٹلینڈ اور مسٹر جناح دونوں کا خیال ہے۔ معلوم نہیں مسٹر جناح گورنر بہار کے الفاظ پر کیونکر برداشت کرنا چاہتے ہیں۔

پچھلے ہفتہ مہاتما گاندھی، ڈاکٹر راجندر پرشاد، اور مسٹر جناح نے وائسرائے سے جو ملاقاتیں کی تھیں، اس سلسلہ میں ایک دلچسپ لطیفہ ظہور میں آیا۔ وہ لطیفہ اس لائق ہے کہ اسے تاریخی حیثیت دیکر قلمبند کیا جائے تاکہ سند رہے اور وقت پر کام آئے۔ آپ بھی یہ لطیفہ سن لیجئے:۔ وائسرائے کی ملاقات سے پہلے مہاتما گاندھی مسٹر جناح کی کوٹھی پر گئے تھے۔ گفت و شنید کے بعد جب دونوں باہر نکلے تو مہاتما جی نے مسٹر جناح کو دعوت دی کہ وہ اسی موٹر کار میں ان کے ساتھ چلیں جس میں وہ وائسرائے کی کوٹھی پر جا رہے تھے۔ مسٹر جناح نے انکار کیا اور کہا کہ "میں اپنی موٹر کار میں ابھی آتا ہوں" اس پر مہاتما جی نے مسکرا کر کہا "میں تو یہ سمجھا تھا کہ سب ساتھ جائیں گے۔ بہرحال اب میں آپ ہی کی موٹر کار میں چلوں گا" اس کے بعد سب لوگ مسٹر جناح کی موٹر کار میں بیٹھ کر وائسرائے کی کوٹھی پر گئے۔ بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ نظر آتا ہے۔ لیکن کیا ناظرین خود اس امر کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں کہ "عزیمت" کدھر تھی اور "خلوص" کدھر تھا؟

راز و نیاز

سوال:- میرے چھ بچے ہیں [illegible] پیچھے ہیں [illegible] یاس مگر انشاء نہیں [illegible] میں [illegible] رہوں گے [illegible] [illegible] شادی کرنے کی [illegible] ہے [illegible] کوئی بیاس [illegible] میری [illegible] ضرورت [illegible] پوری ہو جائیں [illegible] ہوگا کہ میں بھی [illegible] ساتھ رکھوں کیونکہ [illegible] اس سے بیچ کا کوئی [illegible] طریقہ حصول مقصد سے بچ جاؤں۔

(ڈی۔ این۔ کھوسلہ۔ پونہ)

جواب:- معلوم نہیں آپ اپنی موجودہ بیوی کو کس جرم میں اتنی سخت سزا دینا چاہتے ہیں۔ اگر بیوی سے نہیں تو کیا آپ کو اپنے چھ بچوں سے بھی محبت نہیں ہے؟ آپ کی زندگی کو کیوں تباہ کر رہے ہیں جو شخص ایسی پوزیشن میں ہو اس کو سوائے اس کے اور کوئی بھی جواب دیا جائے گا کہ آپ موجودہ بیوی ہی سے یہ خوشگوار تعلقات قائم کریں اور یہ مانئے کہ آپ کو اختیار ہے بیچ کا راستہ کوئی نہیں ہے

سوال:- اگر پرماتما یا خدا کے فضل سے یا گورنمنٹ دولت برطانیہ انگلشیہ کی مہربانی سے ہندوستان کو سوراجیہ مل گیا تو اس کا انتظام کس کے ہاتھ میں ہوگا اور یہاں کے حکمران مثل بادشاہ وغیرہ بننے کا کن کن صاحب کو حق حاصل ہوگا۔ امید ہے کہ جناب تسلی بخش جواب دے کر راز و نیاز کے ذریعہ اگلی اشاعت کے صفحہ پر شائع کر کے مشکور فرمائیں گے

(لالہ گوردت سنگھ گورلی)

جواب:- یہی بات تو ہے کہ پرماتما کے فضل سے تو سوراج مل سکتا ہے لیکن حکومت انگلشیہ کی مہربانی سے نہیں مل سکتا۔ حاکم قوم جب تک مجبور نہ ہو کبھی اس کو آزاد نہیں کر سکتی۔ بہرحال اگر ہندوستان کو سوراج مل جائیگا تو حکمران ملکی ہونے کا فخر صرف اسی شخص کو حاصل ہوگا جس کو عوام منتخب کریں گے۔ اسی کو جمہوریت کا صدر کہتے ہیں۔

سوال:- میں کسی فلم کمپنی میں ایکٹر کی حیثیت سے ملازم ہونا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کمپنی میں داخل ہونے سے مجھے کون کون امورات کی پابندی کرنی ہوگی یعنی داخلہ کیا ہوں گے؟ داخلہ ہونے کے بعد تنخواہ بھی وقت سے ملنے لگتی ہے یا کب اور کیوں۔ داخلہ کے لئے کوئی تعلیم کی قید بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کہاں تک۔ فلم کمپنیاں ہندوستان میں کہاں کہاں ہیں اور ان کے کیا کیا نام ہیں؟ مہربانی فرما کر مندرجہ بالا باتوں کا جواب جلد از جلد آپ اپنے اخبار میں دیجئے ممنون و مشکور رہوں گا۔

(حمید حسن سرقانی بیپی بھیت۔ یو۔ پی)

جواب:- آپکا سب سے پہلا فرض تھا کہ اپنی قابلیت و معلومات کی تفصیل پیش کرتے تاکہ کوئی مشورہ دیا جا سکتا۔ فلم ساز کمپنیاں بمبئی اور کلکتہ میں ہیں۔ آپ خود ان مقامات پر جا کر دریافت کریں۔

ایم۔ مولوٹوف روسی وزیر خارجہ کہتے ہیں کہ یورپ میں مستقل امن کے لئے یہ ضروری ہے کہ جرمنی مضبوط رہے۔ لیکن غالباً ان کو معلوم نہیں ہے کہ جرمنی کی مضبوطی ہی وہ چیز ہے جو دوسروں کی کمزوری بن جاتی ہے اور یورپ میں نقص امن کا باعث بنی رہتی ہے۔ جرمنی کی مضبوطی کن چیزوں پر ہے [illegible] سامراجی مقبوضات، مثلاً آسٹریا، زیکوسلوواکیہ اور پولینڈ وغیرہ [illegible] ان حرصوں کی فہرست ہٹلر کی کتاب مین کمف میں دیکھی جا سکتی ہے۔ کیا ایم مولوٹوف نے یہ کتاب نہیں پڑھی؟ ان کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ ان حالات میں دنیا کا امن کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ [illegible] ایک عجیب و غریب اعلان شائع کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کا کوئی ہوائی جہاز اگر حدود کے علاوہ [illegible] کی طرح پکڑ لیا جائے گا تو [illegible] کے لئے بھیج دیا جائے گا۔ ہندوستان میں ہنوز [illegible] لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ [illegible] جرمن ہوائی جہازوں کے پکڑنے کی فکر ابھی [illegible] غالباً جرمن ہوائی جہاز [illegible] ابھی فرانس [illegible] سے اتنی فرصت نہیں [illegible] وہاں سے [illegible] کو چھوڑ کر براہ راست [illegible] نہیں ہے۔

مہاتما گاندھی کی روانگی کے وقت شریمت مہادیو ڈیسائی اور لالہ دیش بندھو گپتا مہاتما جی سے باتیں کر رہے ہیں

فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے سلسلہ میں پنڈت جواہرلال نہرو اور مسٹر جناح کا ایک فوٹو گروپ

انٹرنیشنل "کوآپریٹو ڈے" کے جلسہ میں مسٹر آصف علی تقریر کر رہے ہیں

ایک فرانسیسی بمبار طیارہ

ایک خوابگاہ جو ہوائی حملوں سے محفوظ ہے اور جہاں فوجی افسر سوتے ہیں

برطانیہ کا ایک بمبار ہوائی جہاز

ہالینڈ کا ایک جدید جنگی جہاز جو تمام جدید سامان جنگ سے مسلح کیا گیا ہے

پیرس کی عورتیں "ریڈ کراس" کی والنٹیر [illegible] کے کاغذوں پر دستخط کر رہی ہیں

"سپر شپ" کے شاندار کمروں کا ایک اندرونی منظر

ڈاکٹر قیوم آفریدی - محمد اسحاق - سید انور حسین
یہ حضرات کھاتولی میں ہندو مسلم اتحاد کی
تحریک کی کامیابی کا باعث ہوئے

کیتھیڈرل اسکول لاہور کے سالانہ کھیل کے موقع
پر چند لڑکیاں اونٹ پر سوار ہیں

لاہور کیتھیڈرل اسکول کے لڑکے لڑکیوں کے اسٹال
سے چیزیں خرید رہے ہیں

حکیم عبدالوحید
آپ نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے بڑی
جانفشانی سے کام کیا

پنڈت سری رام شرما مسٹر
اللہ سنگھ مسٹر وشال سنگھ
ان حضرات نے ہندو مسلم
اتحاد کی تحریک کو بڑے
خلوص اور کوشش سے کامیاب
بنایا

صاحبزادہ حافظ فہیم الدین خاں
آپکی کوششوں سے کھاتولی میں
ہندو مسلم اتحاد کا شاندار
مظاہرہ ہوا

اتحاد گیٹ — کھاتولی میں مسلمانوں نے جذبہ
رواداری سے متاثر ہو کر رام لیلا کے موقع پر اتحاد
گیٹ بنایا

جواہر پارے

(از جناب مسٹر رحمن سنگھ جوشن وکیل سہارنپور)

مصیبتوں کا اس وقت تک مقابلہ کرتے رہو جب تک کہ وہ خود بخود رفع ہو جائیں۔

تمہاری تمام خواہشیں پوری نہیں ہوسکتیں۔

انسان بغیر دولت کے بھی خوش رہ سکتا ہے۔

وقت کا بے کار کھونا موت ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا زندگی ہے

خیرات کرنے سے آج تک کوئی غریب نہیں ہوا۔

عورت اپنی زندگی میں ایک دفعہ محبت کرتی ہے۔

عورت سا ہمدم اور دمساز کوئی نہیں۔

اعلیٰ خیالات دل سے آتے ہیں۔

ہمارا بہترین زیور ہماری بہترین یادداشت ہے۔

علم وہ آئینہ ہے جس میں عیب و ہنر کی صورت نظر نہیں آتی۔

شیطان کے پاس پہونچنے کا سیدھا راستہ شراب ہے۔

دوست خوشی کو بڑھا دیتا ہے اور تکالیف کو تقسیم کرکے اور خوشی کو دوگنا کرکے غم کو بھلا دیتا ہے

جان ہر شخص کو پیاری ہے مگر عقلمند آدمی عزت کی جان سے زیادہ پرواہ کرتے ہیں۔

پست ہمت آدمی اپنی موت سے پہلے ہی مر جاتا ہے مگر اعلیٰ ہمت انسان کو ایک ہی دفعہ موت آتی ہے

کوئی انسان دنیا کو ہمیشہ دھوکے میں نہیں رکھ سکتا

شہرت حاصل کرنا بہت مشکل نہیں ہے۔ اس کے لئے صرف قوت بازو کی ضرورت ہے

اپنے فرض کو پہچاننا اور اس کو انجام دینا ہی سچی عبادت ہے

ادب لطیف
پردیسی پریتم

(از جناب چاند نشتر ماجر نلسٹ گورنمنٹ کالج لدھیانہ)

شام کا وقت تھا سکھی، اور میں کوئیں پر اکیلی تھی میں پانی کو گھڑا کھینچ رہی تھی کہ میرے کانوں میں گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی میں نے گنگنانا بند کردیا اور ادھر دیکھنے لگی۔ گھوڑے پر سے ایک خوبصورت نوجوان — قیمتی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس کے چہرہ پر پسینہ جھلک رہا تھا۔ اور یوں معلوم دیتا تھا کہ وہ بہت دور سے آرہا ہے اور تھکا ماندہ ہے۔

سکھی، میں اسے دیکھنے میں اتنی محو ہوگئی کہ پانی کھینچنا بھی بھول گئی — اور میرے ہاتھ وہیں جم گئے۔

وہ میرے نزدیک آیا۔ اور مجھ سے پانی مانگا۔ سکھی! اس کی آواز کتنی اچھی تھی! — میں نے جلد جلد گھڑا باہر نکالا اور اسے پانی پلانے لگی — وہ پانی پی رہا تھا اور میں اس کے سندر چہرے کی طرف دیکھ دیکھ کر پانی ہو رہی تھی — میرے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اور چہرے پر لالی سی آرہی تھی۔

سکھی! اس نے سر ہلایا — اور میں نے پانی کی دھار توڑ ڈالی — اس نے میرا شکریہ ادا کیا — اور گھوڑے پر بیٹھ کر ہوا ہوگیا۔

ایک بار بھی پیچھے مڑ کر اس نے میری طرف نہ دیکھا۔ میں دیر تک اسے گھوڑے پر جاتے ہوئے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ میری نظروں سے بالکل اوجھل ہوگیا۔ اس کا گھوڑا بھی اور گرد و غبار بھی — سبھی کچھ غائب ہوگیا۔

سکھی! میں انہیں اپنا مہمان بنا کر کتنی خوش ہوتی — دل و جان سے انکی سیوا کرتی!

لیکن، سکھی! کیا وہ میرے ہاں ٹھہرنا پسند کرلیتے؟ وہ مجھ سے کتنی حلیمی سے بولے تھے۔ کتنے شریف تھے وہ! لیکن سکھی ری جاتے سمے انہوں نے پیچھے مڑ کر کیوں نہ دیکھا — کہ کوئی حسرت بھری نظروں سے انکی طرف دیکھ رہی ہے

سکھی، اب بھی جب میں پانی لینے جاتی ہوں۔ تو دیر تک وہاں کھڑی کھڑی راستہ تکتی رہتی ہوں۔ کہ شاید وہ پردیسی واپس آرہا ہو اور پھر مجھ سے پانی مانگے!

لیکن کیا وہ پردیسی پھر آئے گا؟ — کاش کہ وہ ایک بار پھر آجائے — میں انہیں اس بار ضرور اپنے ہاں ٹھہراؤں گی — اسی لئے تو میں اپنا گھر سجا رہی ہوں سکھی ری!

جذبات!

(از مسٹر کیلاش ورما شائق بی، اے ہنگامی)

کبھی ہوں عین حقیقت کبھی مجاز ہوں میں
جہاں راز ہیں پوشیدہ ایک راز ہوں میں

انیس غم ہوں مگر غم سے بے نیاز ہوں میں
کہ خود ہی درد ہوں اور خود ہی چارہ ساز ہوں میں

نیاز ختم ہے مجھ پر تمام ناز ہوں میں
جو اپنا آپ ہے محمود وہ ایاز ہوں میں

قبول ہوکے رہا رنگ نا تمامی عشق
نظر میں حسن مکمل کی سرفراز ہوں میں

نفس نفس سے ہے آہنگ زیست کا اظہار
ہزار راز کے پردوں کا ایک ساز ہوں میں

ہزار شکر کہ تکمیل عشق ہوکے رہی
کہ ناز بول اٹھا بندۂ نیاز ہوں میں

کشیدگی بھی تعلق میں کار فرما ہے
تمام ناز ہیں وہ سر بسر نیاز ہوں میں

عجب ہے کیا جو حقیقت سے دور ہوں شائق
فریب خوردۂ نیرنگی مجاز ہوں میں

(مرتبہ ڈاکٹر ٹیک چند بھارتی سہارنپور)

استاد:- ملک چین کی آبادی اس قدر گنجان ہے کہ جب ہم ایک دفعہ سانس لیتے ہیں تو ایک چینی مرجاتا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ایک لڑکا جلدی جلدی سانس لینے لگا

استاد:- ارے کیا کر رہا ہے

لڑکا:- جناب میں چینیوں کا خاتمہ کر رہا ہوں۔

استاد:- ارے نالائق! مہاتما گاندھی جب تیری عمر کے تھے تو بی۔ اے بھی پاس کر چکے تھے۔

شاگرد:- جی ہاں اور جب آپ کی عمر کے تھے تو سارے ہندوستان کے لیڈر بھی بن چکے تھے۔

آقا:- (جو کہ انگریز ہے) آج ڈاک کا دن ہے ہم کسی کو نہیں دیکھ سکتا۔

نوکر:- بہت خوب۔

نووارد:- صاحب اندر ہیں؟

نوکر:- ہیں تو۔ لیکن اندھے ہیں

نووارد:- وہ کیوں؟

نوکر:- صاحب مجھ سے کہتے تھے کہ آج ہم کسی کو نہیں دیکھ سکتا۔

پہلی ہمسائی:- اے بہن! آج تمہارے والد صاحب کہاں گئے ہیں؟

دوسری ہمسائی:- میرا والد تو ایک ہے۔

پہلی:- ہمیشہ بڑوں کے لئے جمع کا لفظ بولا کرتے ہیں۔

دوسری:- اچھا تو ہمارے والد صاحب آپ کے خاوندوں کے ساتھ سینما دیکھنے گئے ہیں۔

تین بے وقوف کہیں جارہے تھے کہ سامنے سے ایک اونچا مینار دکھائی دیا

پہلا:- پرانے زمانے کے لوگ بھی کتنے لمبے ہوتے ہونگے جنہوں نے اس کو تیار کیا۔

دوسرا:- پہلے زمین پر لٹا کر تیار کرتے تھے پھر کھڑا کر دیتے تھے۔

تیسرا:- نہیں پہلے یہ کنواں تھا۔ زلزلے سے الٹ کر مینار ہوگیا۔

پادری:- میرا خیال ہے کہ اس ماہ میں تم یہ پانچویں شادی کرنے لگی ہو؟

دلہن:- میرا اصول ہے کہ میں دلہن بنی رہوں بیوی نہ بنوں۔

(از جناب صوفی لچھمن پرشاد ایڈیٹر رسالہ ستانہ جوگی لاہور)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

قریباً تمام رتن تو پتھروں کے پیٹ میں پیدا ہوتے ہیں لیکن موتی اور مونگا سمندر کی پیداوار ہیں۔ اور یہ دونوں رتن سمندر سے دستیاب ہوتے ہیں۔ میں یہاں مختصر موتی کا ذکر کروں گا۔ موتی کی نسبت دو غلط باتیں مشہور ہیں۔

(۱) یہ کہ ابر نیساں یعنی بادلوں سے جب سوئنتی کی بوندیں سمندر پر پڑتی ہیں تب سمندری سیپ سطح سمندر پر آکر اپنے منہ کھول دیتے ہیں جس سیپ میں جتنی بوندیں گرتی ہیں سیپ میں اتنے ہی موتی بن جاتے ہیں یہ سراسر غلط ہے۔

(۲) دوئم جب موتی سیپ سے نکلتا ہے تو نرم ہوتا ہے کہ اس میں نکالتے ہی سوئی سے سوراخ کر لیا جاتا ہے۔ ورنہ بعد میں موتی سخت ہو جاتا ہے کہ پھر سوراخ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ضرب المثل اسی بنا پر مشہور ہے کہ "گرہ بندھ گیا سو موتی اور نہ بندھا سو کنکر"۔ موتی سیپ سے نکلتے ہی اتنا سخت ہوتا ہے جتنا سخت جوہریوں کی دکان پر نظر آتا ہے۔ موتی کو فارسی میں مروارید۔ سنسکرت میں "مکتا" یا "موکتک"۔ چینی میں چونتی۔ برہما میں پالی۔ مصری میں "صوتو" انگریزی میں "پرل" (Pearl) کہتے ہیں۔

موتیوں کا ذکر بھارت ورش کے بہت پرانے گرنتھوں میں موجود ہے۔ وید اور پرانوں میں اس کا نام آتا ہے۔ سری رامچندر جی اور سری کرشن چندر جی کے زمانہ میں موتیوں کی مالا پہننے کا عام رواج تھا۔ امرا اس وقت اپنے مکٹ میں اور راجہ اپنے تاج میں لگاتے تھے اس وقت کی عورتیں موتیوں کو اپنی چوٹی میں گوندھتی تھیں اس زمانہ میں راجاؤں کو خراج میں موتیوں کے تھال پیش ہوتے تھے۔ مہابھارت کے زمانہ تک ہندوستان میں موتیوں کا بکثرت رواج تھا۔ ہندوستان سے دوسرے ملکوں نے موتیوں کا استعمال سیکھا۔

ہندوستانی جوہریوں نے موتیوں کی دس قسمیں مقرر کر رکھی ہیں۔

(۱) میانی یعنی سیاہی مائل ۔ ۲۔ سرمئی یعنی تھوڑا سیاہی مائل۔ ۳۔ چونا کھاری یعنی تانبی۔ ۴۔ پوربی یعنی کوڑی کے قلیل المقدار اور کم گول۔ ۵۔ بشرین یعنی شیشہ کی طرح رنگ والے۔ ۶۔ کچیا یعنی زرد رنگ۔ ۷۔ کاہیں یعنی خوب سفید رنگ۔ اس قسم کے موتی بصرہ اور دلنکا سے نکلتے ہیں۔ ۸۔ مدگی یعنی زردی مائل۔ (۹) ٹٹ گڑی یعنی نیلی جھلک والے (۱۰) جاجام کھاڑی یعنی سبز جھلک والے گو موتی کی شکل و صورت کے لحاظ سے موتیوں کی حسب ذیل قسمیں ہیں

(۱) بڑے قد کے موتی۔ ۲۔ چھوٹے قد کے موتی۔ ۳۔ لمبی اور بیضوی شکل۔ ۴۔ خورد تخم مروارید یا بہت ہی چھوٹے تخم خشخاش کے دانوں جیسے موتی دراصل موتی چور کہلاتے ہیں۔ ۵۔ گیند کی شکل کے گول موتی۔ ۶۔ ناشپاتی کی شکل والے۔ ۷۔ نیم گیند کی شکل کے موتی

ماہیت

موتی کی شکل اکثر گول اور ناشپاتی جیسی ہوتی ہے اور اس کی چمک گوہری ہے۔ موتی اندر سے ٹھوس ہوتا ہے۔ موتی دراصل نفیس قسم کے کیلسیم سے بنتا ہے لیکن موتی کی چمک ہموار مجلا سطح کے باعث ہے۔ موتی کی رنگت اور چمک خاص قسم کی ہوتی ہے جو کہ اس کے لئے ہی مخصوص ہے۔ موتی بھی کئی رنگ کے ملتے ہیں۔

(۱) سفید۔ ۲۔ گلابی ۔ ۳۔ سیاہ۔ ۴۔ بھورا۔ ۵۔ خاکی۔ ۶۔ نافرمانی یہ نہایت قیمتی رتن ہے چمک نیم شفاف اور تاریک ہوتی ہے۔ موتی کا وزن مخصوص ۲٫۵ سے ۲٫۷ تک ہے

موتی کی بناوٹ کاربونیٹ آف لائم مادہ ایگنائک ذکر جس میں کاربن کا مادہ زیادہ ہے رنگین موتیوں کا جب کیمیائی امتحان کیا تو معلوم ہوا کہ [illegible] رنگت [illegible] سونا کی موجودگی کے باعث ہے [illegible] رنگ [illegible] موتی بہت عزیز سمجھے جاتے تھے [illegible] والے موتی کہ جس کی چمک [illegible] بالکل گول اور بے داغ ہو زیادہ قیمتی [illegible] ایک شکل اور ایک جیسی چمک [illegible] بھی بہت قیمتی سمجھی جاتی ہے۔ موتیوں [illegible] مختلف چیزوں سے پیدا ہوتی [illegible] ایک [illegible] یا میگنیشیا [illegible] کا پیدا ہونا تسلیم کیا [illegible] کلورائیڈ [illegible] تیز ہو گیا

(باقی آئندہ)

لنکا کا راکشس اور موٹر لاری

کہانی — بال سبھا

کہتے ہیں کہ لنکا کے راکشس اسی وقت ختم ہو گئے تھے جب رام نے راون کو مارا تھا لیکن پھر بھی دو ایک راکشس جو اس وقت بچ گئے تھے وہ ابھی تک زندہ ہیں ایسے ہی ایک راکشس کا قصہ ہم آپ کو سناتے ہیں۔

حال ہی کی بات ہے ایک راکشس لنکا کے گردیل نامی ایک گاؤں میں دکھائی دیا۔ گاؤں کے باہر ایک پیپل کا درخت ہے اسی پر اس نے اپنا اڈا جمایا ہے۔ اس کی صورت بڑی خوفناک ہے اور منہ بہت بڑا ہے اتنا بڑا کہ ادھر سے کوئی موٹر لاری گزرتی ہے تو وہ ایک ہی نوالے میں نگل جاتا ہے۔ گردیل ایک سڑک پر آباد ہے اور پیپل بھی سڑک ہی پر ہے۔ لاریاں اسی پیڑ کے نیچے سے گزرتی ہیں۔ گاؤں کے لوگ جو باہر کھیتوں میں کام کرتے ہیں وہ اکثر لاری والوں کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ سڑک سے نہ جائیں اس پر بھی لاری والے اسی سڑک سے گزرتے ہیں کیونکہ دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایسا وقت آیا جب لنکا میں صرف ایک لاری رہ گئی۔ اس لاری کے ڈرائیور نے ایک روز رنجیدہ ہو کر کہا میں نہیں چاہتا کہ میری لاری بھی راکشس نگل جائے۔ میں کوشش کروں گا کہ وہ میری لاری نہ نگل سکے۔“

اس نے خوب غور کیا۔ اور آخر کار اسے اپنی لاری بچانے کی ایک تدبیر مناسب معلوم ہوئی وہ ایک مشہور جادوگرنی کے پاس گیا اور اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا:-

”اماں کیا تم ایک ایسا جادو کا تعویذ دے سکتی ہو جس کو پہن کر میں اپنی لاری کو جو چاہوں بنا لوں۔ بڑھیا اس وقت بہت خوش تھی چنانچہ اس نے ایک جادو کی تعویذ دے دی۔ اس تعویذ کو لے کر ڈرائیور بہت خوش ہوا اور پہن کر اپنی لاری گردیل کی طرف لے چلا۔ گاؤں کے پاس پہنچ کر ڈرائیور نے تعویذ سے کہا ”میں چاہتا ہوں کہ میری لاری سڑک کوٹنے والا انجن بن جائے“ اس کے یہ کہتے ہی لاری انجن بن گئی۔ اور راکشس نے دیکھ کر بولا ارے یہ تو بھاپ کا انجن ہے میں سمجھ رہا تھا کہ یہ لاری ہے“ یہ سوچ کر راکشس نے منہ پھیر لیا اور لاری آگے نکل گئی۔

آگے نکل کر لاری پھر اپنی شکل میں آگئی اور راکشس ہاتھ ملنے کو دوڑا مگر لاری کی تیز رفتاری کو راکشس نہ پا سکا۔ اس سے اس کو بہت غصہ آیا بولا: میں سب لاریاں نگل چکا ہوں۔ ایک تو ہی بچی ہے لیکن تو مجھے دھوکا نہ دے سکے گی۔“

بولا اس بار تو مجھے دھوکا نہیں دے سکے گی راکشس سمجھا کہ یہ وہی لاری ہے اور بھیس بدل کر نکلی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے منہ دبایا لیکن انجن کو نگلنا اس کی بساط سے باہر تھا۔ اس کے لوہے کے گرم گرم پہیے

کھا کر وہ پھر پیٹ پر آگیا۔ دوسرے روز اس سڑک سے ایک اصلی سڑک کوٹنے والا انجن نکلا۔ راکشس

اور گرم گرم نکلتی ہوئی بھاپ و آگ کی وجہ سے نگلنے میں بڑی تکلیف ہوئی اور اس کی پسلیاں اکھڑ گئیں۔

اس کے بعد لاری ہر روز اس راہ سے گزرتی رہی روز وہ ایک نہ ایک بھیس بدل لیتی۔ اور لاری والے کو غرور ہو گیا کہ میں راکشس سے زیادہ چالاک ہوں۔

ایک روز جب لاری بہت بھری ہوئی تھی اور ڈرائیور بھی بہت تھکا ہوا تھا وہ اسی راستے سے نکلی۔ سڑک کے کنارے لاری پر چڑھنے کے لئے کچھ لوگ انتظار کر رہے تھے وہ بڑے موٹے اور بھاری معلوم ہوتے تھے۔ ڈرائیور نے دل میں کہا اتنے آدمیوں کو میں نہ لے جا سکوں گا۔ یہ سوچ کر اس نے تعویذ کے ذریعے لاری کو چھوٹی سی موٹر بنا لیا۔ چھوٹی کار سمجھ کر وہ لوگ پیچھے رہ گئے اور وہ گزر گیا۔

اس طرح ڈرائیور راکشس کے علاوہ گاہکوں کو بھی بے وقوف بنانے لگا۔ اس پر اس کے ایک دوست نے کہا بھائی تم تعویذ کا بیجا استعمال نہ کرو ڈرائیور بولا یہ تو ٹھیک ہے مگر اس میں مزہ کتنا آتا ہے۔ لوگ سڑک کے کنارے انتظار کرتے ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ لاری کے بجائے کار یا ڈاک کی لاری ہے تو ایک لمبی سانس کھینچتے ہیں اور مجھے چپ چاپ چلے جانے دیتے ہیں۔ مگر مزہ تو اس وقت آتا ہے جب وہ تھوڑی ہی دیر کے بعد دیکھتے ہیں کہ یہ کار نہیں بلکہ لاری ہی ہے جو ان کے سامنے سے گزری تھی۔

دھیرے دھیرے بڑھیا کو ان باتوں کا علم ہوا اس نے کہا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو ضرور نقصان اٹھائیگا۔ مگر ڈرائیور نے اس کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔

ایک روز جب دو بوڑھی عورتیں سڑک پر کھڑی انتظار کر رہی تھیں تو ڈرائیور نے اپنی لاری کو ایک گھاس سے لدی ہوئی بیل گاڑی ... کچھ دور جا کر اسے پھر لاری بنا لیا۔ اس پر ایک بڑھیا نے رو کر کہا۔ ”وہ یہ تو لاری تھی میں سمجھی بیل گاڑی ہے“ دوسری بڑھیا نے کہا ”مجھے بھی یہی دھوکا ہوا“ دونوں رونے لگیں اور کہنے لگیں ضعیفی کی وجہ سے ہماری آنکھوں میں روشنی نہیں رہ گئی اب ... طے کرنا ہوگا۔ ادھر یہ پچھتا رہی تھیں ادھر ... پر سے پھر لاری دوڑاتا چلا جا رہا تھا۔ اس ... اس نے دیکھا ہی نہیں کہ گردیل کب ... منہ کھولے ہوئے بیٹھا تھا ڈرائیور کو تعویذ ... کا موقع ہی نہ ملا اور لاری سیدھی راکشس کے پیٹ میں پہنچ گئی۔ اس طرح راکشس کی بہت دنوں کی بھوک مٹی۔

جاگو اور جگاؤ

از جناب شفیع الدین نیر

جاگو، جاگو، جاگو پیارے ۔ جاگے دنیا والے سارے
دیکھو سورج چاند ستارے ۔ کرتے ہیں سب تم کو اشارے
تم بھی غفلت سے باز آؤ
جاگو، جاگو سب کو جگاؤ

بے کاری کا رونا کب تک ۔ آنسوؤں سے منہ دھونا کب تک
تکیہ اور بچھونا کب تک ۔ جاگو، جاگو سونا کب تک
اٹھو، اٹھو اب اٹھ جاؤ
جاگو، جاگو سب کو جگاؤ

کوشش سے کچھ کرنا سیکھو ۔ بل پر اپنے ابھرنا سیکھو
صرف خدا سے ڈرنا سیکھو ۔ حق کی خاطر مرنا سیکھو
اچھی باتیں کر کے دکھاؤ
جاگو، جاگو سب کو جگاؤ

قوم کی خدمت کر کے دکھاؤ ۔ قوم کا بگڑا کام بناؤ
قوم کی نیا پار لگاؤ ۔ ڈوب رہی ہے اس کو تراؤ
جلد کنارے پر پہنچاؤ
جاگو، جاگو سب کو جگاؤ

الفت کی بارش برساؤ ۔ نفرت کی یہ آگ بجھاؤ
مل کر گیت پریم کے گاؤ ۔ گھر گھر یہ پیغام سناؤ
آپس کے جھگڑوں کو مٹاؤ
جاگو، جاگو سب کو جگاؤ

سب ہمت ہاروں کو اٹھاؤ ۔ قسمت کے ماروں کو اٹھاؤ
قوم کے بے کاروں کو اٹھاؤ ۔ بے بس بے چاروں کو اٹھاؤ
نیر کا یہ نغمہ گاؤ
جاگو، جاگو سب کو جگاؤ

گنگا کی عظمت اور گڈھ مکتیشر!

(از جناب رام سروپ بھٹناگر چندوسی)

دنیا تماہی کیا صرف ہندوستان میں متعدد ندیاں ہیں لیکن زمانہ قدیم سے جو عظمت گنگا کو حاصل ہوئی دوسری کسی ندی کو نہیں۔ اس کا اندازہ صرف وہی متبرک ہستیاں کر سکتی ہیں جنھوں نے اس کے دلچسپ مناظر، کناروں کے عمدہ مندر نیز فرحت بخش لہروں کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان کے علاوہ دو انگریز مصنف جنھوں نے ہندوستان کے قدرتی مناظر پر لکھا خیال کیا ہے۔ انھوں نے گنگا کے متعلق جس قدر بھی اپنی تصنیف میں لکھا صرف کر سکتے تھے صرف کرکے اس کی عظمت کا اظہار کیا ہے۔

ایک انگریز شاعر نے اپنی نظم میں اس کو مختلف اوقات پر جس سے شہور و معروف دریاؤں پر ترجیح دی ہے اور اس کے کھیتوں، دونوں کناروں پر گلت کرنے والے مویشیوں، اس پر پرواز کرنے والے پرندوں، اس کے نزدیک آباد شدہ گاؤں نیز سرسبز باغوں و مقامو ں اور مختلف قسم کے پودوں کی تصویر جن بہترین الفاظ اور اسلوب میں بیان کی ہے وہ پڑھنے والوں کو موجب حیرت بنا دیتی ہے۔ آخرش اس عظمت کی کیا وجہ ہے۔ ہندو مذہب جس نقطۂ نظر سے اس کی عظمت کو تسلیم کرتا ہے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے عام طور پر جو فوائد اس کی ذات سے ہم کو ہوتے ہیں اس کا اجمالاً بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور میرے خیال میں غالباً یہی وجوہات ہر ایک شخص کو بلا امتیاز قوم و ملت اس کی بزرگی تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہوں گی۔

ہردوار سے گنگا جی کی ایک نہر نکالی گئی ہے جس سے ہر سال عموماً اور قحط سالی میں خصوصاً جو فوائد حکومت اور رعایا کو ہوتا ہے وہ سب پر ظاہر ہے محض اس ندی کی موجودگی ان علاقوں کے واسطے جہاں اکثر قحط پڑتے رہتے ہیں زندگی ہے ممالک متحدہ کا مغربی حصہ خاص طور پر اسی نہر میں ہے۔ اس کے علاوہ سہارنپور۔ مظفر نگر میرٹھ۔ بلند شہر۔ علی گڈھ مراد آباد اور بجنور کے ۵۲ مقامات میں اس کے ذریعہ سے بجلی سپلائی کی گئی ہے۔ ان مقامات میں صرف گنگا کے ہوتے بجلی دستیاب ہو سکی ہے جو اسالی اور ارزانی پیدا ہو گئی ہے وہ قابل غور ہے اس بجلی سے نہ صرف روشنی کا کام لیا جاتا ہے بلکہ آٹا پیسنا۔ روئی کا اندازہ تیار کرنا۔ کنوؤں سے پانی لینا۔ پنکھے چلانا۔ مختلف کارخانوں کا کام اس کے ذریعہ پورے ہوتے ہیں۔ ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے تقریباً ۲۰ فی صدی اشخاص کا گذارہ محض زراعت پر منحصر ہے۔ اس میں طغیانی آنے کے باعث اس کے دونوں کناروں پر ہزاروں بیگہ زمین زرخیز ہو جاتی ہے جس میں بلا کھاد ڈالے ہوئے نہایت عمدہ فصل ہوتی ہے۔

جس وقت ہندوستان میں ریلوے لائن نہ تھی اس وقت گنگا ہی کے ذریعہ تجارت ہوتی تھی کلکتہ۔ پٹنہ۔ کاشی الہ آباد۔ کانپور۔ ہردوار وغیرہ وغیرہ مقامات کی ترقی کا باعث محض گنگا کی موجودگی ہے۔ اب بھی ہمالیہ پہاڑ کے جنگلوں سے لکڑی کے لٹھے۔ نیز بانس کے گٹھے اسی دریا کے ذریعہ دوسری جگہ کو پہنچائے جاتے ہیں، اس کے علاوہ دیو پریاگ، ہردوار، الہ آباد، بنارس۔ وغیرہ جو ہندوؤں کے خاص تیرتھ گاہیں ان میں رہنے والے ہزاروں پنڈے محض اسکی وجہ سے اپنی شکم پری کرتے ہیں۔ ہزاروں مسافر ہر سال یہاں پر آتے ہیں ان کے آنے سے یہاں کی تجارت اور مالی حالت میں جو ترقی ہوئی ہے وہ دوسرے طریقے سے ناممکن تھی۔ یہی نہیں بلکہ جو شہر، قصبات، دیہات اس کے کنارے آباد ہیں انکے باشندے اس کے کنارے کی عمدہ آب و ہوا سے بھی مستفید ہوتے ہیں، اس کے جل میں ایسے اجزا ہیں جو جلدی امراض کو دور کرنے میں خاص طور پر مفید ثابت ہوتے ہیں ہزاروں مریض جو خارش وغیرہ کے موذی امراض میں گرفتار ہیں اس کے کنارے آتے ہیں اور صحت یاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔ الغرض زمانہ قدیم سے شمالی ہند میں اس سے جو مفاد حاصل ہوئے ہیں یا آئندہ ہوں گے یہ اس کی عظمت قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

کاتک گنگا اشنان پر گڈھ مکتیشر پر ایک عظیم الشان میلا لگتا ہے جس میں تقریباً تمام ہندوستان سے دو لاکھ آدمی جمع ہو جاتے ہیں۔ چھٹے اور بارھویں سال یہ تعداد دگنی چوگنی ہو جاتی ہے۔ یہ مقام ضلع میرٹھ میں گنگا کے کنارے پر بوڑھ گنگا سنگم ہونے کے کچھ میل بعد ایک اونچے ٹیلہ پر آباد ہے خاص بازار مشرق سے مغرب کو جاتا ہے۔ مشرقی جانب چار بڑی بڑی سرائیں ہیں بھاگوت پران وغیرہ میں بھی اس کا تذکرہ ہے یہاں پر ایک قدیم قلعہ ہے جس کا نام مکتیشر مہادیو کے نام پر پڑا۔ گنگا جی کے یہاں پر چار خاص مندر ہیں جن میں دو نوا دنچے ٹیلہ پر موجود ہیں اور دو نشیب میں ہیں۔ تمام مندروں میں گنگا جی کی مورتی سفید سنگ مرمر کی موجود ہے میرٹھ جانیوالی سڑک کے کنارے والے مندر کے قریب ایک کنواں ہے جس کے متعلق اشنان کرنا افضل ثواب ہے۔

تندرست آنکھیں

از جناب ڈاکٹر آر-ایس-اگروال صاحب معالج چشم دریا گنج دہلی

تندرست آنکھیں

موجودہ تہذیب اور تمدن کی ترقی کے زمانے میں آنکھوں کے امراض روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، حالانکہ جا بجا شفاخانے بکثرت ہیں، ماہرین امراض چشم کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔ ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں۔ پھر بھی کوئی گھر ایسا نہیں جہاں آنکھوں کا مریض موجود نہ ہو خصوصاً چھوٹے اسکولوں میں اور ہائی اسکولوں کی نسبت کالجوں میں چشمہ لگانے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں اونچی جماعتوں میں پہنچتے جاتے ہیں۔ اور چشمہ کی ضرورت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ آنکھوں کی بیماریوں کی آہستہ آہستہ بڑھوتری اس زیادتی سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا اکثر حصہ آنکھوں کی حفاظت کے علم سے بے بہرہ ہے۔ اور نہ یہ جانتا ہے کہ آنکھیں چیزوں کو دیکھنے کے لئے کس طرح استعمال کرنی چاہئیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہئے کہ لوگ دیکھنا نہیں جانتے۔ اس سلسلہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے آنکھوں کا صحیح استعمال بتاؤں۔

پلک

دیکھنے میں آنکھوں کی پلکیں ایک بڑا حصہ لیتی ہیں۔ عام طور سے اوپر کی پلکیں ہمیشہ کچھ جھکی ہوئی اور آنکھیں آدھی کھلی ہوئی رکھنی چاہئیں۔ اوپر یا سامنے کی طرف دیکھنے کے وقت پلکیں اوپر نہ اٹھانی چاہئیں۔ بلکہ ٹھوڑی کو اونچا کرنا چاہئے۔

پلک مارنا (Blinking)

عام طور پر یہ باتیں معمولی ہوا کرتی ہیں۔ پلکوں کا معمولی سے معمولی لیکن سب سے زیادہ پہلا کام پلک مارنا ہے۔ پلک مارنے میں اوپر کی پلک کو اتنا نیچا گرانا چاہئے کہ پلکیں آنکھ کی پتلی کو ڈھک لیں اور پھر اوپر اٹھانا چاہئے۔ جھٹکا دیکر (ٹھیک طرح سے حرکت کئے) پلک مارنا غلطی ہے۔ اس لئے ہر انسان کو اپنی یہ عادت بنا لینی چاہئے۔ چاہے خواہ وہ کوئی بھی کام کیوں نہ کر رہا ہو۔

کسی لفظ کو ٹکٹکی لگا کر دیکھئے لفظ کی سیاہی پھیکی پڑنے لگے گی۔ اب پلک ماریئے اور دیکھئے پہلے کی طرح بالکل صاف دکھائی دینے لگے گا کسی چھوٹے سے بچے کو جو قدرتی قانون کو نہیں بھولا ہے اور جس میں کوئی مصنوعی عادت یعنی سٹرین (Strain) نہیں ہے پلک مارتے ہوئے خیال کیجئے کہ اسکی پلک کام کرتی ہے اور قدرتی طور پر کیسے پلک مارتا ہے۔

ایک منٹ میں کم سے کم دو بار ضرور پلک مارنا چاہئے

پڑھنا (Reading)

کتاب کو تھوڑی سی نیچے رکھئے تاکہ پڑھتے وقت پلکوں کو زیادہ اٹھانا پڑے اور ایک سطر پڑھنے میں دو بار ضرور پلک مارنا چاہئے۔ دھوپ میں نہ پڑھنا چاہئے لیٹے ہوئے بھی بڑی آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔ لیکن سر کو نیچا رکھنا اور بار بار پلک مارنا ضروری اور لازمی ہے۔ پڑھتے وقت پلک نہ مارنا بڑی بھاری غلطی ہے جس کی احتیاط ضروری ہے۔

لکھنا Writing

لکھتے وقت نظر ہمیشہ قلم کی نوک پر رکھنی چاہئے۔ اور قلم کی نوک کے ساتھ نظر کو چلانا چاہئے اور ساتھ ہی ساتھ پلک مارتے رہنا چاہئے لکھتے وقت زیادہ تر لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ الفاظ لکھتے وقت ہی پچھلے لفظوں کو دیکھتے جاتے ہیں۔

سینا Sewing

بہت سی عورتوں کو تھوڑی دیر تک سینے پرونے کا کام کرنے سے آنکھوں پر اتنا زور پڑتا ہے کہ سر میں درد ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انکی یہ غلطی ہوتی ہے کہ وہ پلک بہت دیر میں مارتی ہیں اور اپنے کام کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتی رہتی ہیں۔ انھیں جلدی جلدی پلک مارتے رہنا اور سوئی کی نوک کے ساتھ ساتھ نظر کو گھماتے رہنا چاہئے اور جب سوئی اوپر جائے تو نظر بھی اوپر جانی چاہئے اور جب سوئی کپڑے کے نیچے جائے تو نظر بھی نیچی ہونی چاہئے۔ اس طرح سوئی کے ساتھ ساتھ نظر کے گھمانے سے آنکھوں پر زور نہ پڑے گا اور کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

سینما Cinema

عام طور پر سینما آنکھوں کے لئے نہایت نقصان دہ سمجھا جاتا ہے اور در اصل سینما نے بہت سی آنکھوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے جس سے نظر بہت کمزور ہو جاتی ہے لیکن سینما کو نظر کی تیزی کا ایک ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ سینما دیکھنے سے نقصان پہنچنے کا سب سے بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ انھیں دیکھنے کے وقت آنکھوں پر زور ڈالکر اور غلط طریقہ سے دیکھا کرتے ہیں اگر اس غلط عادت کو ترک کر دیا جائے تو نظر ہمیشہ بڑھے گی اور اگر اس طرح سینما دیکھنے کی عادت زیادہ دنوں تک جاری رکھی جائے تو بہت سی آنکھوں کی خرابیاں دور ہو سکتی ہیں۔ سینما کس طرح دیکھنا چاہئے نہایت آرام کے ساتھ سیدھے بغیر جھکے ہوئے بیٹھے اور اوپر کی پلک کو کچھ جھکا ہوا اور ٹھوڑی اوپر کو اٹھی ہوئی رکھنی چاہئے اور ساتھ ہی بار بار پلک بھی مارتے رہنا چاہئے۔ سینما دیکھنے میں جو عام طور پر غلطی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اوپر کی پلکوں کو اونچا اٹھائے رکھتے ہیں اور پلک نہیں مارتے

آنکھوں کا غسل (Eye-Bath)

آنکھوں کا دھونا بہت فائدہ مند ہے۔ اس کے لئے آنکھوں پر آہستہ آہستہ ٹھنڈا پانی ڈالا جا سکتا ہے۔ پانی زور سے نہیں ڈالنا چاہئے۔ یا آنکھ دھونے کی پیالی جو دوا بیچنے والوں کے یہاں ملتی ہے اسے کرانی سے بھر لیں اور آنکھوں کے پاس لیجا کر آنکھوں کو نیچے جھکا کر اس پانی میں بار بار کھولیں اور بند کریں۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے ایک آنکھ کو دو منٹ تک دھونا چاہئے۔ پانی کی پیالی کو بہت دیر تک آنکھوں کے آگے نہیں رکھنا چاہئے ۲۰، ۲۰ یا ۳۰، ۳۰ سکنڈ کے بعد پیالی آہستہ آہستہ آنکھ کے پاس سے ہٹا کر یہ عمل بار بار کیا جا سکتا ہے۔

پامنگ Palming

ہر ایک انسان کو اس بات کا تجربہ ہوگا کہ آنکھیں تھک جانے پر تھوڑی دیر کے لئے بند کر دینے سے نظر صاف ہو جاتی ہے اور آنکھوں کو آرام ملتا ہے لیکن آنکھیں بند کر لینے پر بھی پلکوں سے روشنی چھن کر آنکھوں میں جاتی ہے اس کو اندر نہ جانے دیا جائے تو آنکھوں کو اور بھی زیادہ آرام ملتا ہے۔ یہ عمل بند آنکھوں کو ہتھیلی سے ڈھک لینے سے ہو سکتا ہے۔ لیکن ہتھیلی کو آنکھ پر اس طرح سے رکھنا چاہئے کہ آنکھ کے ڈھیلے پر ذرہ برابر بھی دباؤ نہ پڑے۔ اس عمل کو پامنگ کہتے ہیں۔

بند آنکھوں کو ہتھیلی سے ڈھکنا ۔ کسی بالکل سیاہ چیز یا پسندیدہ چیز جیسے پھول یا ندی میں تیرتی ہوئی کشتی، ادھر ادھر گھومتے بادل وغیرہ کا دھیان کرنا چاہئے اور دماغ میں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ چیز ہمارے سامنے ہے بعض لوگ اس وقت کسی خاص پیاری چیز کا دھیان کرنا پسند کرتے ہیں مثلاً ڈاکٹر چاقو کا۔ لڑکے کھلونے کا اور ماتا بچے کا۔

پامنگ دو منٹ سے ۵ منٹ یا اس سے زیادہ دیر تک کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی کی دور کی نظر کمزور ہے یا دور کی چیزیں صاف طور پر دکھائی نہیں دیتیں تو پامنگ کرنے کے بعد آنکھوں کا چارٹ

سنیلن ٹیسٹ چارٹ (Snellen Test Chart) ناپ کر ۱۲ فٹ کی دوری پر رکھ کر پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور اگر نزدیک کی نظر کمزور ہے یا پاس کی چیزیں دیکھنے یا پڑھنے میں دقت ہوتی ہے تو ریڈنگ ٹیسٹ ٹائپ (Reading Test Type) کو پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے اس طریقہ سے ۹۰ فیصدی مریضوں کو پہلی بار میں ہی فائدہ ہو جاتا ہے مستقل فائدہ کے لئے کچھ مدت تک لگاتار کرنا چاہئے۔ اس طرح کرنے سے کئی جنم کے اندھے مریض اچھے ہوئے ہیں ایک طالب علم جو دونوں آنکھوں سے اندھا تھا دو گھنٹہ میں اچھا ہو گیا۔ گرو کل کانگڑی کا ایک طالب علم دونوں آنکھوں سے قریب قریب اندھا تھا دس دن میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔

طالبعلموں کی نظر کی خرابیوں کو دور کرنیکا طریقہ

ہمارے اسکولوں کے طلبہ میں آنکھوں کی خرابیاں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں۔ یہاں ہم ایک بہت سادہ لیکن بہت مفید طریقہ بتلاتے ہیں جس سے ساری نظر کی خرابیاں دور ہو سکتی ہیں اور تندرست آنکھیں اس عمل سے خراب نہیں ہوتیں

سنیلن ٹیسٹ ٹائپ کا پڑھنا

ہر ایک جماعت کے کمرے میں دیوار پر سنیلن ٹیسٹ ٹائپ لٹکا دیا جائے۔ ہر روز طلبا کو چپ چاپ اپنی جگہ پر بیٹھ کر اس کے باریک سے باریک لفظ جو وہ پڑھ سکتے ہوں دونوں آنکھوں سے پڑھنے چاہئیں اور پھر ایک آنکھ کو ہتھیلی سے اس طرح بند کریں کہ پتلی پر دباؤ نہ پڑے۔ دوسری آنکھ سے چارٹ کو پڑھنا چاہئے۔ استادوں کو خیال رکھنا چاہئے کہ طالب علم چارٹ کو پلک بار بار مار کر پڑھیں ہر روز ۵ منٹ تک ایسا کرنے سے ایک ماہ میں ہی طلبہ کی نظر ٹھیک ہوتی ہوئی معلوم ہوگی۔

سورج کا علاج (Sun Treatment) ہر قسم کی آنکھوں کے امراض کو دور کرنے میں سورج بہت مدد کرتا ہے۔

بڑوں کے واسطے سورج کا علاج

طریقہ علاج:- آنکھیں بند کرکے آرام کے ساتھ سورج کی طرف منہ کرکے بیٹھ جائیے آہستہ آہستہ بدن کو ایک طرف سے دوسری طرف ہلاتے رہئے۔ اس طرح دس منٹ سے ۳۰ منٹ تک کرتے رہنا چاہئے۔ اس کے لئے صبح و شام کا وقت اچھا ہے کیونکہ اس وقت سورج کی کرنوں میں تیزی نہیں ہوتی جب دھوپ کی تیزی سے تکلیف ہو تو اس علاج کو فوراً بند کر دیجئے اس کے بعد دھوپ سے اٹھ کر سایہ میں آنا چاہئے اور ٹھنڈے پانی سے آنکھیں دھو ڈالنی چاہئیں۔

چھوٹے بچوں کے واسطے سورج کا علاج

بچے کو گود میں اس طرح لو کہ سورج کی کرنیں اس کے چہرے پر پڑیں۔ اور بچہ کو گود میں آہستہ آہستہ ہلاؤ۔ بچہ پہلے رونے لگا۔ لیکن پھر چپ ہو جائے گا۔ اگر بچہ روتا بھی رہے تو بھی پانچ سات منٹ ہلاتے رہو۔ بچے کی آنکھوں کو فوراً آرام ملے گا۔ نیز درد کم ہو جائے گا اس طرح صبح و شام سورج میں عمل ہونا کافی ہے۔

میں اس وقت تک تحریک سول نافرمانی شروع ہونے نہیں دوں گا جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ ملک اس کے لئے تیار ہے۔ یہ ہے وہ جواب جو مہاتما گاندھی نے وارد ہا جاتے ہوئے ناگپور میں دیا۔ آپ نے کہا جہاں تک سہیوگ کا تعلق ہے وہ کانگریسی وزارتوں کے استعفے دینے کے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔ مہاتما جی خوش و خرم تھے اور آپ نے ہریجن فنڈ کے لئے چندہ بھی جمع کیا۔

یو پی کی ضلع قصبہ اور شہر کانگریس کمیٹیوں کے صدر اور سکریٹریوں کی کانفرنس ۸ نومبر کو پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں لکھنؤ میں منعقد ہوئی۔

اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت امریکہ نے بحری بیڑہ میں توسیع کرنے کے لئے ......۱۲ ڈالر کی اسکیم تیار کر لی ہے جو کہ جنوری میں کانگریس کے روبرو پیش ہوگی۔ اس سکیم کے مطابق ۹۵ مزید جنگی جہاز اور ۲۲۰۰ ہوائی جہاز تیار کئے جائیں گے۔

لاہور کے ریگل سینما ہال میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے فرنیچر سٹیج لاؤڈ سپیکر اور دوسرا سارا ساز و سامان تلف ہو گیا۔ فوراً ہی میونسپلٹی کے دو فائر انجن موقعہ پر پہنچے اور تقریباً ایک گھنٹہ کی جد و جہد کے بعد آگ پر قابو پا لیا گیا۔ نقصان کا اندازہ ۲۵ ہزار روپیہ لگایا جاتا ہے۔

سائنور مسولینی نے اپنے فوجی افسروں سے بات چیت کی۔ مارشل گریزیانی سے کمانڈر انچیف سے سائنور مسولینی سے بہت دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ اس کے بعد جنرل سو نو وا نائب سکریٹری

ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

جنگ سے ملاقات ہوئی۔

جرمنی نے اپنی سمندری سرنگوں کو آگے تک بڑھا دیا ہے جس کی وجہ سے بحر بالٹک کا دروازہ بند ہو گیا ہے اس سے سویڈن کے جہاز رانوں میں بڑی بےچینی پیدا ہو گئی ہے۔

پیرس کے ایک اخبار کا نامہ نگار مقیم استنبول لکھتا ہے کہ ترکی میں جو اعلیٰ جرمن افسر فوجی تعلیم دے رہے ہیں انکو واپس بلا لیا گیا ہے اور وہ جلد ہی جرمنی آ سکتے ہیں۔ وہ تھوڑے بہت باقی رہ جائیں گے وہ مارچ سے پہلے ہی واپس آ جائیں گے کیونکہ جنوری میں ترکی میں لڑکی چھڑ جائے گی جو انسر اور ماہرین جرمنی جا رہے ہیں وہ بڑے بڑے اہم کام بیچ میں چھوڑ جائیں۔ ان میں آبدوز کشتیوں کے بنانے کا کام بھی شامل ہے۔ نامہ نگار کا خیال ہے کہ یہ ایک قسم کا نازی پروپیگنڈہ ہے جس سے ترکی پر روس کا خوف بٹھایا جا رہا ہے۔

فنلینڈ میں زبردست حفاظتی تیاریاں ہو رہی ہیں اور تار اور ٹیلیفون پر سنسر لگا دیا گیا ہے۔ ماسکو میں فنش ڈیلی گیشن اور روسی وزیروں کے درمیان بات چیت ہوئی ہے فنش ڈیلی گیشن کو اپنی حکومت کی تازہ ہدایتوں کا انتظار ہے اور روسی وزیر روسی انقلاب کی بائیسویں سالگرہ کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی کانگریس جاپان کے خلاف اقتصادی مہم شروع کرنیکی اجازت دے گی۔ منسٹر پٹمین نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ اگر تجارتی معاہدہ ختم ہونے تک جاپان کے ساتھ ہمارے تعلقات بہتر نہ ہوئے تو کانگریس جاپان کو جانیوالے کسی مال یا تمام مال پر پابندی لگا دے گی۔ آپنے مزید کہا کہ چین میں جاپان نے جو پالیسی اختیار کی ہے اس میں ریاستہائے متحدہ امریکہ اور دیگر ملکوں کا کوئی خیال نہیں کیا گیا۔

"ہم آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہم اپنی اور دوسرے ملکوں کی حفاظت کے لئے لڑ رہے ہیں ہم تمام قوموں کے حقوق کی حفاظت کے لئے لڑ رہے ہیں" یہ ہے وہ جواب جو لارڈ ہیلی فیکس نے ایک تقریر میں اس سوال کا جواب دیا کہ موجودہ لڑائی کا اصل مقصد کیا ہے۔

شاہ بلجیم اور ملکہ ہالینڈ نے لڑنیوالے ملکوں سے صلح کرنے کی جو اپیل کی ہے اس کے بارے میں مختلف رائیں ظاہر کی جا رہی ہیں چونکہ بلجیم اور ہالینڈ کی سرحد کے قریب جرمنی کی فوجیں ایک بڑی تعداد میں جمع ہیں اور حملہ کا زبردست خطرہ ہے اس لئے بلجیم اور ہالینڈ نے یہ ثابت کرنیکے لئے کہ وہ غیر جانبدار ہیں صلح کی یہ اپیل کی ہے۔

ہٹلر کو ہلاک کرنیکی گہری سازش کا انکشاف ہوا جبکہ شہر میونک میں شراب کے اس گودام میں بم پھٹ گیا جہاں کہ ہٹلر تقریر کر رہا تھا جرمنی کی سرکاری خبر رساں ایجنسی نے خبر دی ہے کہ شراب کے گودام میں ایک نہایت زبردست دھماکہ ہوا جس سے گودام کی چھت اڑ گئی چھ اشخاص ہلاک اور ساٹھ زخمی ہوئے۔ ہلاک شدگان میں ڈاکٹر ہیس بھی شامل ہیں جو کہ جرمن ہوائی کمانڈ میں شامل تھے پولیس نے ہلاک شدگان کے نام بتلانے سے انکار کیا ہے۔ زخمیوں میں چار عورتیں بھی شامل ہیں۔ اس وقت نازی لیڈروں میں سے ڈاکٹر گوبلز ہر ہیس اور ڈاکٹر شٹر یشر وہاں موجود تھے۔ برلن میں مبصروں کا یہ خیال ہے کہ یہ بم ہر ہٹلر کو ہلاک کرنے کے لئے وہاں رکھا گیا تھا اور اگر وہ ذرا دیر پہلے وہاں سے نہ چلے جاتے تو ضرور ختم ہو جاتے۔ اس سے اہل جرمنی کے جذبات بھڑک گئے ہیں اور وہ اب ہٹلر کی زیادہ مضبوطی کے ساتھ پشت پر ہوں گے۔ اور یہ بھی امکان ہے کہ اس حادثہ کی وجہ سے یہودیوں کے خلاف اور زیادہ سخت کارروائی کی جائے گی۔

اپنے مخصوص متعجب انداز میں ہٹلر نے اس اپیل کا جواب دیدیا جو کہ صلح کے لئے شاہ بلجیم اور ہالینڈ کی جانب سے کی گئی تھی ہٹلر نے اپیل کا جواب ان الفاظ میں دیا کہ میں نے مارشل گورنگ کو لڑائی کے لئے پانچ سالہ سکیم تیار کرنیکا حکم دیدیا ہے۔ ہٹلر نے شراب کے مشہور گودام میں تقریر کی تقریر کے دوران میں ہٹلر نے گذشتہ لڑائی کے خوفناک سانحہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اس وقت دشمنوں کو ایک کمزور جرمن گورنمنٹ سے مقابلہ تھا۔ تقریر میں برطانیہ کے خلاف زبردست حملے کئے اور برطانیہ کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور کہا گذشتہ جنگ میں برطانیہ نے جو وعدے کئے تھے ان کی خلاف ورزی کی ہے۔ اگر برطانیہ ہندوستان کو آزاد کر کے اپنی سلطنت کو مکمل آزادی دیدے تو ہم اس کے آگے سر جھکا دیں گے۔ تقریر ختم کرتے ہوئے ہر ہٹلر نے کہا کہ اس لڑائی میں صرف ایک فاتح ہوگا اور وہ جرمنی ہوگا

مس لیلا دیسائی - جو جگت ٹاکیز دہلی میں کل سوموار سے اپنے ڈرامس ۲ کمال دکھا رہی ہیں

Printed and Published by Dharani Pal Gupta at the TKI Press, Burn Bastion Road Delhi

آج کی خبریں

سابق قیصر جرمنی کی سالگرہ
قیصر نے خاموشی سے منائی

(تیج مانیٹر سپیشل سروس)

ڈورن - ۲۷ جنوری۔ آج سابق قیصر جرمنی کی ۸۱ ویں سالگرہ تھی۔ قیصر نے آج کا دن اپنے محل میں نہایت خاموشی سے گزارا۔ تمام دن مختلف مقامات سے پھول آتے رہے۔ شہزادی جولیانہ، شہزادہ برنہارڈ، ملکہ ولہلمینا کی طرف سے مبارکبادی کے پیغامات موصول ہوئے۔ بہت سے مقامات سے مبارکبادی کے تار موصول ہوئے۔ اس موقعہ پر جرمنی کے شاہی خاندان کا کوئی فرد ڈورن نہیں آیا۔ تقریب سادہ طریقہ پر منائی گئی۔

لندن میں یوم آزادی
صدر کانگریس کا پیغام

رامگڑھ - ۲۹ جنوری۔ شریمتی ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر کانگریس نے مسٹر کرشن مینن کو لندن میں ایک پیغام ارسال کیا ہے جو وہاں ہونیوالے یوم آزادی کے جلسہ میں پڑھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ آج جبکہ دنیا کی ایک قوم دوسری قوم سے برسرپیکار ہے۔ ہمیں اس بات کو سمجھ لینا چاہیئے کہ دنیا میں امن اور شانتی اس وقت تک قائم ہونا محال ہے جب تک ہندوستان کے پینتیس کروڑ باشندے غلام ہیں اس لئے ہمارا آزاد ہونا نہ صرف ہمارے لئے بلکہ دنیا کے لئے بھی ضروری ہے۔ ہندوستان کے ہر مرد اور عورت کو یہ بار پھر یہ عہد کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے لئے آزادی کا وہی معیار حاصل کریں گے جو دنیا کی دوسری آزاد قوموں کو حاصل ہے۔

لندن میں یوم آزادی منایا گیا
کانگریس کا عہد نامہ پڑھا گیا

کلکتہ - ۲۹ جنوری۔ امرت بازار پتریکا کو لندن سے ایک بحری تار ملا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لندن اور دیگر مقامات پر ہندوستان کا یوم آزادی منایا گیا اور اس کا حلف لیا گیا۔ انڈین سوراج لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا جس میں ایک صد سے زیادہ ہندوستانیوں اور ان کے انگریز دوستوں نے آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے کا حلف لیا۔ انڈین سوراج لیگ کو مشہور انگریزوں، پروفیسر ہیرالڈ لاسکی، پروفیسر ... وغیرہ کے پیغامات ہمدردی موصول ہوئے ہیں۔ جلسوں میں مختلف اصحاب کی تقریریں ہوئیں۔ ہندوستان کی آزادی کی حمایت میں ریزولیوشن پاس کئے گئے۔

زائد منافع پر ٹیکس

کلکتہ - ۲۰ جنوری۔ اس اعلان کا کہ حکومت ہند زائد منافع پر ٹیکس عائد کرنے کے لئے بل پیش کرے گی یہاں کے شیئر مارکیٹ پر اثر پڑا ہے۔ بعض حصص کی قیمتیں گر گئیں۔ انڈین آئرن اسٹیل کی قیمت ۳۴ سے ۳۲ روپے ہو گئی۔ کلکتہ اسٹاک ایکسچینج ایسوسی ایشن کی کمیٹی کی ایک فوری میٹنگ ہوئی اور صورت حالات کا جائزہ لینے کے لئے ساڑھے بارہ بجے دوپہر کو مارکیٹ بند کر دیا گیا۔

برطانیہ اور فرانس کے خلاف تجارتی پابندیاں
جاپان نے زیادہ سخت کر دیں
ایک برطانوی جہاز روک لیا گیا

(تیج مانیٹر سپیشل سروس)

ٹوکیو - ٹین ٹسن میں برطانوی سفارت خانہ کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ آج سے برطانیہ اور فرانس کے خلاف تجارتی پابندیاں اور بھی زیادہ سخت کر دی گئی ہیں۔ چوکیوں پر کنٹرول زیادہ مضبوط کر دیا گیا ہے اور کل سے تاروں کی باڑ میں بجلی کی کرنٹ گذاری جائیگی۔ تجارتی پابندیاں گذشتہ سات ماہ سے عائد ہیں۔ ایک جاپانی افسر نے برطانیہ کے جواب کے متعلق کہا کہ برطانیہ کا جواب مکمل ہے مگر اس میں برطانیہ کے قانونی نقطہ نگاہ کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ آج ایک انٹرویو کے دوران میں مسٹر ارتیہ جاپانی وزیر خارجہ نے معاملہ کے قانونی پہلو پر بحث کئے بغیر برطانوی سفیر کو جاپان کی پوزیشن سے مطلع کیا اور اس امر کا مطالبہ کیا کہ تمام معاملہ پر برطانیہ کو از سر نو وسیع نقطہ نظر سے غور کرنا چاہئے۔

سر رابرٹ کریگی برطانوی سفیر نے آج جاپان وزیر خارجہ مسٹر ارتیہ سے ملاقات کی اور جاپانی پروٹسٹ کے جواب میں برطانیہ کا مراسلہ پیش کیا۔ ان دونوں کے درمیان دو گھنٹہ تک ملاقات جاری رہی جس کے بعد ایک سرکاری اعلان شائع کیا گیا کہ برطانوی سفیر نے برطانیہ کا مراسلہ وزیر خارجہ کے سپرد کیا جس پر بحث ہوتی رہی۔ اس کے بعد یہ طے پایا کہ اس معاملہ پر آئندہ ہفتہ پھر بات چیت ہوگی اور ۳۰ جنوری کو ساتھ ساتھ جاپان اور لندن میں برطانوی مراسلہ شائع کر دیا جائے گا۔

برطانوی جہاز روک لیا گیا

اس امر کا انکشاف ہوا ہے کہ ایک برطانوی جہاز زنگ سنگ کو پندرہ گھنٹہ تک روک رکھا گیا اور جہاز کے کپتان کو ... واقعہ کی یاد دلائی گئی جو جاپانیوں نے جہاز ... گھنٹہ تک اس جہاز کی تلاشی لی اور جہاز کے کاغذات کا معائنہ کیا۔ جہاز کے کپتان نے اس کاغذ پر کہ اس نے جاپانیوں کو جہاز کی تلاشی لینے کی اجازت دے دی تھی دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ شنگھائی کے سرکاری حلقوں میں پتہ چلا ہے کہ برطانوی افسران اس واقعہ کے خلاف جاپانی حکومت سے زبردست پروٹسٹ کریں گے۔

مہاکوشل کے کانگریس ڈیلیگیٹ
دائیں بازو کی زبردست کامیابی

جبلپور - ۲۷ جنوری۔ رامگڑھ کانگریس کے ڈیلیگیٹوں کے انتخاب میں مہاکوشل سے کل ۲۷۵ نشستوں میں سے ۲۳۴ پر دائیں بازو والوں نے قبضہ کیا۔ دو نشستیں ایک آزاد امیدوار اور ایک فارورڈ بلاک کے امیدوار ...

کو حاصل ہوئیں۔ کامیاب ڈیلیگیٹوں میں ٹھاکر چھیدی لال، آنریبل گھنشیام ہی گپت، پنڈت روی شنکر شکلا اور کاپرشاد مصرا کے نام قابل ذکر ہیں۔ (ا - پ)

نوے ہزار چینی ہلاک
چین جاپان کی جنگ کے اعداد

ٹوکیو - ۲۸ جنوری۔ جاپانی حکومت نے ایک بیان میں بتایا ہے کہ گذشتہ مہینے میں چین اور جاپان کی لڑائی میں ساڑھے تین ہزار جاپانی مارے گئے اور نوے ہزار چینی مرے ۷ ہزار چینی گرفتار کئے گئے۔

غیر ملکی ریڈیو سننے والوں کو سزائے موت
جرمن حکومت کے مظالم

برلن - ۲۸ جنوری۔ حکومت جرمنی نے ایک قانون کے ذریعہ تمام جرمنوں اور غیر ملکیوں کو جو جرمنی میں آباد ہیں دوسرے ملک کے ریڈیو سننے سے منع کر دیا گیا ہے جرمنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جہاں وہ کسی غیر ملکی ریڈیو کو سنتے ہوں اسے بند کر دیں۔ اس جرم کے مرتکب پر رحم نہیں کیا جائے گا اور اس جرم میں موت کی سزا دی جائیگی۔

جرمنی کی آبدوز کشتیوں کی تعداد
نیویارک ٹائمز کا بیان

واشنگٹن - ۲۷ جنوری۔ نیویارک ٹائمز نے اپنے ایک آرٹیکل میں لکھا ہے کہ جرمنی نے بہت کوشش کی کہ وہ موٹروں کی طرح بہت بڑی تعداد میں آبدوز کشتیاں بنا سکے۔ لیکن اس مقصد میں اسے کامیابی نہ ہوئی اس وقت جرمنی کے پاس ۶۰ آبدوز کشتیاں باقی ہیں۔ انہیں سے ایک تہائی کی تو ہر وقت حرکت ہوتی رہتی ہے۔ اور ایک تہائی آڑے وقت پر کام آنے کے لئے ہر وقت کھڑی رہتی ہیں۔ جرمن اخبار کہتے ہیں کہ جرمنی ایک دن میں ایک کشتی بنا سکتا ہے مگر نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار کا بیان ہے کہ جرمنی ایک ماہ میں بڑی مشکل سے ۵ کشتیاں بنا سکتا ہے۔

سویڈن کا ایک جہاز ڈوب گیا
۱۳ آدمی لاپتہ ہیں

لندن - ۲۷ جنوری۔ سویڈن کے جہاز "سونجا" (۸۲۸ ٹن وزنی) کا کپتان اور ۱۱ دیگر مسافر پانچ دن تک کشتی میں رہنے کے بعد بندرگاہ پر پہنچے۔ ایک دوسری کشتی کے ۱۳ مسافر ابھی تک لاپتہ ہیں۔ "سونجا" جہاز نیویارک سے روٹرڈم جا رہا تھا اور اس میں ربڑ اور روئی لے جائی جا رہی تھی۔ یہ جہاز ۲۲ جنوری کو ڈوبا ہے

"فرزندِ وطن کی لاش"

(از جناب سید مسعود حسن صاحب شہاب دہلوی)

(خاص تیج دہلی کے لئے)

دشمنانِ مُلک کے ٹوٹے ہیں پندار و غرور
شادیانے بج رہے ہیں فتح کے نزدیک و دور

نوجوانانِ وطن فرطِ طرب سے شاد ہیں
غیر قوموں کی غلامی سے بس اب آزاد ہیں

سانس اطمینان کی ہر مرد و زن لیتا ہے آج
لطفِ آزادی کا ہر اہلِ وطن لیتا ہے آج

ارغوانی رنگ چہروں کا ہے فرطِ عیش سے
ہر ہی خواہِ وطن قاصر ہے ضبطِ عیش سے

لے رہی ہے فتحمندی ہر طرف انگڑائیاں
دے رہے ہیں مژدۂ نصرت زمین و آسماں

ہر کس و ناکس کے لب صرف مبارکباد ہیں
بے دریغ و دغدغہ ہر قید سے آزاد ہیں

دشمنوں پر فتح پانے کا ہے چرچا سُو بہ سُو
لے رہے ہیں لطفِ تازہ زندگی کا سُو بہ سُو

منتہائے عیش پر ہے گردشِ لیل و نہار
ٹھوکروں میں قوم کی ہیں فتح و نصرت اقتدار

اک طرف یہ رنگ رلیاں اور اٹھکھیلیاں
دوسری جانب وہ منظر الحفیظ والاماں

ایک خاتونِ ضعیف و ناتوان و بے قرار
لرزہ بر اندام و آزردہ نگاہ و اشکبار

نصف شب کو شہر سے باہر سرِ میدانِ جنگ
ماں مامتا کے جوش میں دنیا کی ہر راحت سے تنگ

اک جوانِ مقتول کا سر اپنے زانو پر لئے
دیدۂ نورِ نظر کی اپنا دل ٹھنڈا کئے

کہہ رہی تھی سسکیاں لیکر باآوازِ نحیف
حملہ آور تیرے مُلک و قوم پر تھی کل حریف

تو نے وہ جوہر دکھائے اپنی تیغِ تیز کے
ہوگئی قائل تری جنگِ قیامت خیز کے

تجھ کو پالا تھا اسی دن کے لئے اے لختِ دل
تیرے ہاتھوں قوم کو حاصل ہو فتحِ مستقل

جوہرِ مردانگی تیرے رہیں گے یادگار
تیری پامردی بھلا سکتے نہیں لیل و نہار

مُلک و ملّت سرخرو ہیں اک حمیّت سے تری
سرنگوں ہیں سرکشانِ مُلک ہمّت سے تری

تو نے بخشا اپنے خوں سے وہ فروغِ جاوداں
ماند جس کے سامنے ہیں مہر و انجم کہکشاں

پرچمِ آزادی کا لہرائیگا جننک مُلک میں
پائیگا شہرت ترا نامِ مبارک مُلک میں

تیری جانبازی کا سکہ مٹ نہیں سکتا کبھی
تو نے بخشی ہے نئے سر سے وطن کو زندگی

گو نہیں جُنبش تری ہونٹوں کو تو خاموش ہے
بے حس و حرکت اجل سے آج ہم آغوش ہے

لیکن اب بھی کہہ رہا ہے تو زبانِ حال سے
ناز ہے میداں میں لڑکر جان دینے پر مجھے

لاج رکھ لی میں نے اپنے مُلک اور ماں باپ کی
جان دیکر غیرِ فانی میں نے پائی زندگی

تیری قربانی بدرگاہِ الٰہی ہے قبول
تجھ پہ برسائیں گی حوریں خلد سے لالا کی پھول

لاکھ میری گود تیرے دم سے خالی ہوگئی
لاکھ میرے گلستاں کی پائمالی ہوگئی

لاکھ دُنیا آج محوِ عشرت و آرام ہے
لاکھ بوڑھی ماں تری مجبور ہے ناکام ہے

لاکھ میں مغموم ہوں دل پھر بھی تازہ ہوگیا
مُلک کے عارض پہ تیرا خون غازہ ہوگیا

لاکھ بے گور و کفن ہے قوم کے نورِ نظر
لاکھ تیری لاش آلودہ بخوں ہے خاک پر

حکمراں ہر دل پہ ہے اے خسروِ بے تاج تو
اے مرے فرزند، فرزندِ وطن ہے آج تو

غم نہیں چھینا گیا تو مجھ سے از دستِ اجل
مجھ کو آزادیِ وطن کی ہے ترا نعم البدل

وادیِ نیپال

(از پرنسپل رام پرشاد کھوسلہ ناشاد ایم۔ اے)

اک ہماچل کے پہاڑوں میں نہاں وادی ہے
گھر جوانمردوں کا ہے مسکنِ آزادی ہے

شیرِ خونخوار گرجتے ہیں جہاں غاروں میں
ناچتے کبک دری رہتے ہیں کہساروں میں

جھولتی رات دن آزادی ہے گہواروں میں

سُور بیروں کی جہاں دیر سے آبادی ہے

ہے مناسب جو اسے وادیِ آیمن کہیے
یا اسے راحتِ جاوید کا مسکن کہیے

سبز اشجار کہیں وجد میں لہراتے ہیں
کہیں دھانوں کے ہرے کھیت نظر آتے ہیں

کہیں مرغانِ چمن حمدِ خدا گاتے ہیں
ہے بجا گر اسے فردوس کا گلشن کہیے

لطف دیتی ہیں کہیں باگمتی کی لہریں
کہیں چشمے ہیں رواں جیسے عروضی بحریں

کون سا راگ ہے جو اسکی نواؤں میں نہیں
کون سا رنگ ہے جو اس کی فضاؤں میں نہیں

کون سا ناز ہے جو اس کی اداؤں میں نہیں

ہر طرف بہتی ہیں موجوں سے ہوا کی نہریں

دامنِ کوہ میں اک گوشۂ تنہائی ہے
کہ جہاں خلق کو قدرت سے شناسائی ہے

شور و ہنگامۂ عالم سے بہت دور ہے وہ
نظرِ دہر سے روپوش ہے مستور ہے وہ

پردۂ حُسن میں لپٹی ہوئی اک حور ہے وہ

حسنِ قدرت کی وہاں انجمن آرائی ہے

یہ وہ گلشن ہے جہاں غنچۂ دل کھلتا ہے
قلب کو سرد ہواؤں سے سکوں ملتا ہے

یہ وہ وادی ہے جہاں بزمِ طرب رہتی ہے
اپنے اسرار جہاں قدرتِ حق کہتی ہے

جہاں بل کھاتی ہوئی موجِ صبا بہتی ہے

اِن ہواؤں میں مسرت کا فسوں ملتا ہے

اسی وادی میں کبھی للتا پٹن بستا تھا
اسی وادی میں نواڑوں کا چمن بستا تھا

اسی وادی میں اشوکا کا گذر ہوتا تھا
اسکے ہی پاس مہابیر کا گھر ہوتا تھا

کبھی پرچنڈ اھنسا کا ادھر ہوتا تھا

اسی وادی میں کبھی باغِ عدن بستا تھا

یہ وہ گلشن ہے فقط گل ہوں جہاں خار نہ ہو
یہ وہ خرمن ہے جہاں برقِ شرر بار نہ ہو

اس چمن سے اثرِ بادِ خزاں دور رہے
بادۂ رحمتِ باری سے یہ مخمور رہے

خوش و خرم رہے خنداں رہے مسرور رہے

گردشِ دورِ زماں سے یہ کبھی خوار نہ ہو

عالمِ فلک

کیا ستارے زندگی سے محروم ہیں؟

ایک پُر از معلومات علمی مضمون

ہم تاروں بھری رات میں نظر اٹھاتے ہیں تو آسمان پر بے شمار ستارے نظر آتے ہیں، یہ ستارے درحقیقت ویسے ہی کرّے ہیں جیسا کہ ایک کرہ خود ہماری زمین ہے، ان ستاروں میں بہت سے ستارے ہماری زمین سے بھی بہت زیادہ بڑے اور بہت زیادہ عمر کے ہیں۔ بعض ہماری زمین سے چھوٹے اور اس سے کم عمر کے ہیں، یہ تمام ستارے بھی ویسے ہی ایک نظام سے وابستہ ہیں جیسا ہمارا نظام شمسی ہے ان میں بھی آفتاب ہیں اور ان کے گرد بہت سے ستارے اور سیارے موجود ہیں،

مدت سے علمائے فلک میں سخت اختلاف ہے کہ یہ ستارے بھی ہماری طرح یعنی ہماری زمین کی طرح موجودات یعنی زندگی سے آباد ہیں یا نہیں؟ ایک گروہ پہلی رائے کا قائل ہے اور دوسرا طبقہ دوسری رائے کو مانتا ہے،

پہلے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ زندگی کے لئے جن شرطوں کی ضرورت ہے وہ زمین کے علاوہ اور کسی کرہ پر نہیں پائی جاتیں،

لیکن ان کا یہ دعویٰ کئی وجوہ کی بنا پر نا قابل تسلیم ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ ان شرطوں کی عدم موجودگی کا ثبوت کیا ہے؟ کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ ہوا، پانی، نور، حرارت وغیرہ لوازم زندگی سے یہ ستارے بالکل خالی ہیں! بلاشبہ اب تک ان کے وجود کی بھی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں آئی ہے، لیکن بہت ممکن ہے کہ یہ چیزیں وہاں موجود ہوں اور ہماری تحقیقات میں ابھی تک منکشف نہ ہوئی ہوں حال ہی میں انسانی علم نے معلوم کر لیا ہے کہ بعض ستاروں میں آکسیجن ضرور موجود ہے جو زندگی برقرار رکھنے والی ہوا کا خالص جزو ہے،

پھر یہ دعویٰ ہی بالکل بے دلیل ہے کہ زندگی کی جو شرطیں ہمیں معلوم ہیں ان کے بغیر زندگی کا وجود ممکن نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری زمین پر زندگی ان شرطوں کے بغیر ناممکن ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ دوسرے ستاروں کی طبیعت بھی بالکل ویسی ہی ہوگی جیسی ہماری زمین کی ہے؟

یہ بھی ضروری نہیں کہ زندگی کا ظہور ان ستاروں میں بھی ویسا ہی ہو جیسا اس زمین پر ہے، بہت ممکن ہے ان ستاروں میں زندگی کی شکلیں بالکل مختلف ہوں، اجسام کی ساخت جدا ہو، اعضا و عضلات دوسری وضع کے ہوں، زندگی کے لوازم مختلف ہوں، ستاروں کی کائنات پر ایک ہی اعتبار سے قیاس کرنا اور ان پر یکساں حکم لگانا صحیح نہیں ہو سکتا۔

دوسرے گروہ کا بیان ہے اور یہ بڑی حد تک معقول ہے وہ کہتا ہے کہ ہماری زمین کیا ہے؟ اس لا انتہا فضا میں بہنے والے لکھوکھا کروں میں سے ایک چھوٹا سا کرہ ہے زمین کو ظاہری اعتبار سے دوسرے کروں پر کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں ہے نہ تو اس کا حجم ہی سب سے بڑا ہے نہ وہ ہی سب سے زیادہ ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ اس میں زندگی موجود ہو اور باقی تمام کرّے جو اس سے زیادہ بلکہ بہت زیادہ بڑے اور پُرانے ہیں زندگی سے بالکل خالی سمجھے جائیں،

ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ تمام ستارے بھی ویسے ہی ایک باریک اور دقیق نظام سے وابستہ ہیں جیسا نظام ہماری زمین کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے وہ بھی نہایت منتظم کے ساتھ اپنے افلاک میں گردش کرتے ہیں ان کی رفتار میں بھی ادنیٰ سے ادنیٰ خلل یا بدنظمی کبھی پیدا نہیں ہوتی پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ستارے جن پر قدرت اپنی اس قدر توجہ صرف کر رہی ہے، بغیر کسی زندگی کے موجود ہوں اور اس کے سوا کوئی غرض و وجہ نہ رکھتے ہوں کہ ہماری دلچسپی اور نظر فریبی کا سامان مہیا کریں، ایسی قدرت کی کیا حکمت ہو سکتی ہے کہ یہ ننھا سا ذرہ یعنی زمین تو آباد ہو، اور باقی تمام عظیم الشان دنیائیں چٹیل میدان سے بھی بدتر ہوں، حالانکہ وہ بھی ہماری زمین کی طرح ایک پورے حکیمانہ نظام کے ماتحت قائم ہیں،

بے شمار علمی ثبوتوں سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے کہ ہمارے تمام نظام شمسی کے ستاروں کی ایک ہی اصلیت ہے جسے سدیم کہا جاتا ہے ان سب ستاروں کی تیاری اسی مادہ سے ہوئی ہے وہ بتدریج سدیمی کرہ سے جدا ہو کر مستقل وجود بنے ہیں اسی طرح تمام کیمیاوی و فلکی دلائل کا رجحان بھی اسی نظریے کی طرف ہے کہ نہ صرف خاندان شمسی بلکہ تمام فلکی دنیائیں اسی سدیم مادہ سے بنی ہیں، زمین اور تمام ستاروں کا خمیر ایک ہی ہے، یہ سب ایک مادے کی مختلف شکلیں ہیں، سب کا مادہ کیمیاوی ذروں سے مرکب ہے ان میں ہر ذرہ اپنے اندر کہربائی لہریں رکھتا ہے جو دو قسم کی ہوتی ہیں، ایجابی اور سلبی،

پس یہ کائنات اور ہماری زمین ایک ہی اصل رکھتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ صرف ہماری ہی ایک کرے میں زندگی ہو، اور باقی تمام کرے مردہ اور بے جان فرض کر لئے جائیں، اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ زمین کے سوا کسی دوسرے ستارے میں زندگی نہیں ہے تو یہ سوال بھی قابل غور ہے کہ بقول علمائے فلک سورج اپنی حرارت برابر کھو رہا ہے اور کروڑوں برس کے بعد ایک ایسا وقت آ جائے گا جب وہ بالکل بے نور اور بے حرارت ہو کر رہ جائے گا اس وقت زمین یقیناً زندگی سے محروم ہو جائے گی ایسی حالت میں یہ کروڑوں ستارے کیا ہوں گے؟ کیا یہ بھی ہمارے نظام شمسی کے ساتھ تباہ ہو جائیں گے؟ حالانکہ معلوم ہے کہ گنتی کے چند کواکب کے سوا باقی تمام ستارے ہمارے نظام شمسی سے باہر ہیں، اور ہمارے آفتاب کی موت زندگی کا کوئی ان پر اثر نہیں پڑ سکتا اگر یہ تباہ ہوں گے تو ان کے وجود سے فائدہ کیا ہے جبکہ وہ بالکل اُجاڑ، مردہ، سنسان اور بے جان ہیں؟

تمام عقلی اور نقلی علوم اور مذہبی روایات بھی ثابت کر رہی ہیں کہ تمام کائنات ایک ہی اصل سے ظاہر ہوئی ہیں اور ایک ہی قسم کے طبعی ناموس کے ماتحت برقرار ہیں، اگر یہ صحیح ہے تو زمین کو کوئی خاص امتیاز حاصل نہیں ہے کہ صرف اسی پر زندگی پلے جائے اور باقی تمام دنیائیں بے نور اور بے زندگی ہوں، زمین پر زندگی کے جو لوازم ہیں ضروری نہیں کہ وہ دوسرے ستاروں میں بھی لوازم ہوں، مسلم فزکس بتاتا ہے کہ زندہ کائنات اپنے ماحول اور زمان اور مکان کے اختلاف سے مختلف صورتیں اختیار کر لیتی ہیں ان کی شکل بھی بدل جاتی ہے مزاج بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ پہلے یقین کیا جاتا تھا کہ سنٹی گریڈ کے سو درجہ حرارت میں کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ بعض جراثیم کھولتے ہوئے پانی میں بھی زندہ رہ جاتے ہیں اسی طرح بعض جراثیم برف میں بھی مدتوں نہیں مرتے، اگر یہ صحیح ہے تو یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے ستاروں کے جاندار بھی اس ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتے جو ماحول ہماری زندگی کے منافی ہو ممکن ہے ستاروں میں زندگی کا قوام ہماری زمین کی زندگی کے قوام سے مختلف ہو، مثلاً آکسیجن ہمارے لئے ضروری ہے مگر دوسرے ستاروں کی مخلوقات کے لئے ضروری نہ ہو، ظاہر ہے کہ ستاروں کے جاندار ہم سے مختلف ہوں گے کیونکہ ان کا ماحول ہم سے بالکل مختلف ہے ہمارے ان کے درمیان ایک مشترک چیز صرف روح ہی ہو سکتی ہے اور معلوم ہے کہ روح نہ تو کوئی شکل رکھتی ہے نہ مادے کے تابع ہے خود اپنی اسی زمین پر ہم دیکھتے ہیں کہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحے سے

لاکھوں مخلوقات اپنی جسمانی ترکیب اور عنصر و بناوٹ زندگی میں ایک دوسرے سے بہت اختلاف رکھتی ہیں تاہم سب زندہ ہیں اور سب میں ایک ہی روح کارفرما ہے جب خود زمین پر مخلوقات کا اختلاف اس حد تک زیادہ ہے تو ظاہر ہے کہ دوسرے ستاروں کی مخلوق ہم سے کیوں مختلف نہ ہوگی؟

چونکہ ہماری زمین سب سے زیادہ قدیم نہیں ہے اسی لئے ممکن ہے دوسرے ستاروں میں زندگی زیادہ قدیم اور بہت ترقی یافتہ ہو، بہت ممکن ہے کہ بعض ستاروں کی مخلوق اس درجہ ترقی کر گئی ہو کہ ہم سے بہت زیادہ علوم و حکمت کی وہ مالک ہو ہم سے بہت زیادہ اسرار وجود سے واقف ہو، ہم سے کہیں زیادہ اسکی ایجادیں محیر العقول ہوں ممکن ہے ان کے پاس ایسے ذرائع موجود ہوں کہ قریب کے دوسرے ستاروں تک بھی پہنچ سکتے ہوں اور ... راز معلوم کر چکے ہوں ممکن ہے کہ ان کے جسم ہمارے ہی جیسے ہوں، ممکن ہے ہم سے وہ بالکل ہی مختلف ہوں، بہت ممکن ہے کہ وہ ہم سے زیادہ حواس رکھتے ہوں،

یہ ہے خلاصہ دوسرے گروہ کے خیالات کا، اور پہلے گروہ کے خیالات سے زیادہ معقول نظر آتا ہے، کیوں؟ آپ کی کیا رائے ہے اس مسئلہ میں؟

~~~~~~~~

سمندر کی لہر تقریباً ۴۲ فٹ اونچی ہو سکتی ہے،

سنگترہ کا پودا تقریباً ۵۰ سال تک پھل دیتا ہے

شہد کی مکھیوں کے چھتہ کے ایک مربع فٹ ٹکڑے میں تقریباً ۹ ہزار سوراخ ہوتے ہیں۔

"سوزش دل!"

(از جناب ثمر صدیقی رُدَولوی)
(خاص پنچ ویکلی کے لئے)

اُن سنہرے دِنوں ... ساعتوں کی سنہری یاد اب بھی میری سوگوار آنکھوں کے سامنے جھلکا دیتی ہے اور وہ ... سکون ... ماحول دل کی اُجڑی ہوئی نگری میں یکلخت ہی انقلاب پیدا کر دیتا ہے جب میں یاد کرتا ہوں اُن سنہرے اوقات کو جو کبھی ... لذت آفرین مرغزاروں کی حسین وادیوں میں مجھے میسر تھے۔

لمحات کتنے ہی ... غم والم سے مملو ہوں یا مسرت و شادمانی سے معمور، گذر جاتے ہیں تیز ہوا کی مانند؟ بالکل اُس خواب پریشاں کی طرح، جس کی تعبیر موت سے زیادہ تلخ ہوتی ہے۔ آہ! روحانیت کے دور میں وہ کتنا اچھا زمانہ تھا

" ... جبکہ پھولوں کے تبسم آفریں جھرمٹ میں پہلے پہل دل کی معصوم کلیاں کھلکھلا کر ہنس پڑی تھیں ... کیا خبر تھی کہ صبح کا تبسم شام کی پژمردگی میں تبدیل ہو جائے گا،

زمانہ گذرتا گیا " "

ہزاروں بہاریں آئیں اور گئیں لیکن مسرت کی دیوی نے زندگی کے قصر عالیشان میں کروٹ نہ بدلی ۔ مسرت اور غم نظام قدرت کے ماتحت تقسیم ہوتے رہے، میں نے کوشش کی، دست آرزو دراز کئے کہ شاید وہ چیز حاصل کر لوں جس کا آرزومند ہوں لیکن قدرت نے مجھے دھتکار دیا میری خیالات آفریں دنیا پر پانی پھر گیا، تاہم میں اُس کی رحمتوں سے مایوس نہیں ہوا۔

~~~~~~~~

ایک رات جو زندگی کی بیش بہا رات تھی ۔ میں نے خواب دیکھا کہ ایک نورانی سایہ اپنی تمام لطافتوں کے ساتھ میرے خیالات کی دنیا میں تھا، میری روح اُس سے مس ہوئی، میرے دل و دماغ نے محسوس کیا زندگی کی بے چین ساعتوں کا راز سمجھ میں آگیا آہ! یہ میرے گناہوں کا عکس تھا جس نے زندگی کی سلونی حلاوتوں کو تلخیوں سے بدل دیا تھا۔

" ... جب آنکھ کھلی ۔ " دو فرشتے میری خوابگاہ میں داخل ہوئے ... ایک معصوم دوسرا گناہ آلود " ... میں نے کمال ندامت سے توبہ و استغفار کا دروازہ کھٹکھٹایا "

" ... اہرمن گناہوں سے پوشیدہ ہو گیا اور " " یزداں کے پُرجلال اور دلکش راگ سنائی دینے لگے ... " میں پھر معصومیت کی دنیا میں پہونچ گیا، لیکن وہ آزادگی خلش باقی رہی،

~~~~~~~~

خلاق فطرت نے یہ کہہ کر میری سماعت کو مجروح کر دیا کہ یہ ... خار آفریں کھٹک زندگی کی آخری سانسوں تک اسی طرح برقرار رہے گی،

وہ خواب اور یہ دن " ... برابر اُسی آگ میں جل رہا ہوں ... شاید یہی اُس " مقدس ہستی کا انتقام اور قدرت کا فیصلہ ہے!

دنیا بھر میں سب سے زیادہ سونا ٹرانسوال میں نکلتا ہے،

شتر مرغ کے ایک سیر پروں کی قیمت تقریباً دو ہزار روپے تک ہوتی ہے،

~~~~~~~~

نسلِ انسانی کا مستقبل!

کیا انسان غیر محدود زمانہ تک ترقی کرتا چلا جائے گا؟

انسان کی آئندہ ترقیوں کے موضوع پر ایک علمی مذاکرہ

(از قلم مسٹر وجے کمار بی، اے)

پروفیسر ھیلڈین، کیمبرج یونیورسٹی کے علم کیمیا کے لائق پروفیسر ہیں، انھوں نے حال ہی میں "یونگ سٹینڈرڈ" میں ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے، جس میں انسان کے مستقبل اور اس کی آخری تقدیر کے متعلق نہایت دلچسپ خیال آفرینیاں کی ہیں، وہ فرماتے ہیں:-

کرۂ زمین کی قدامت!

ہماری زمین کی قدامت کا اگر حساب لگایا جائے تو تقریباً دس ارب سال کی مدّت شمار ہوگی اس تمام مدت میں اس کی سطح بلحاظ درجۂ حرارت کے اس سے کچھ بہت زیادہ مختلف نہیں رہی، جو آجکل ہے اس تمام زمانہ میں آفتاب کی حرارت میں کوئی قابل توجہ کمی واقع نہیں ہوئی ہے، اور نہ غالباً بہت سے کروڑ ہا برس تک ہوسکے گی البتہ یہ بہت ممکن ہے کہ اس زمانہ بعید کے بعد خود ہمارے کرۂ زمین کی سطح چاند کے پھٹ جانے سے برباد ہو جائے،

ہم اور ہمارے باپ دادا

کئی ارب سال کا عرصہ گذرا کہ ہمارے باپ دادا زمین پر رینگنے والے جانوروں کی شکل میں پائے جاتے تھے، اور دس ہزار سال ہوئے کہ ان کی حیثیت وحشی انسانوں کی سی تھی لیکن ارتقا کے سبب ادنیٰ زمین اور عمر گذر گئے لیکن آئندہ جو مستقبل سامنے ہے وہ اس مدت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا،

چنانچہ اس اعتبار سے کہ انسان کے آئندہ ارتقا کا زمانہ ابھی چند لاکھ برس تک اور باقی رہیگا ہم اس امر کا بآسانی قیاس کر سکتے ہیں کہ ہماری اختلاف بہ نسبت ہمارے ہر لحاظ سے اس سے بہت زیادہ فوقیت رکھتے ہوں گے جس طرح آج ہم اپنے ان باپ دادوں پر رکھتے ہیں جو لاکھوں برس ہوئے رینگنے والے کیڑوں کی شکل میں تھے اور جن سے ہم ارتقا کے اصول پر آہستہ آہستہ ترقی کر کے موجودہ حالت پر پہنچے ہیں،

کیا کرۂ زمین تباہ ہو جائے گا؟

لیکن اس کے خلاف بھی بعض ممکنات پائے جاتے ہیں نظامِ شمسی میں کوئی تبدیلی یکایک واقع ہو جائے مثلاً کرۂ زمین سے کوئی ستارہ ٹکرا جائے لیکن ایسا ہونا امکان سے بہت دور ہے کیونکہ دنیا کو کئی ارب سال ہو گئے لیکن ابھی تک ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تو آئندہ بھی اس کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا، یا مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ آفتاب کے اندر عارضی طور سے کوئی ایسی لہر پیدا ہو جائے جیسا کہ بعض ستاروں کے اندر وقتاً فوقتاً واقع ہوتی رہتی ہے اگر اس قسم کا واقعہ یا حادثہ پیش آیا تو اس میں مطلق شک کی گنجائش نہیں کہ نسلِ انسانی اسی وقت جلکر راکھ ہو جائے گی یا اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو اس کا بھی امکان ہے کہ کوئی ایسی عالمگیر وبا پھیل جائے کہ نسلِ انسانی کا وجود قطع ہو جائے اور دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک کوئی جاندار باقی نہ رہے، لیکن سائنس کے علوم کے مطابق اس قسم کے ڈر دل میں پیدا تو ضرور ہو سکتے ہیں مگر کامل یقین اور وثوق کے ساتھ اسے کوئی بھی نہیں پیش کر سکتا،

یہ ظاہر ہے کہ کروڑہا سال سے نسلِ انسانی آہستہ آہستہ ارتقا کے ذریعہ موجودہ حالت تک پہونچی ہے اب آئندہ اسکے مزید نشو ونما میں علوم سائنس کا کتنا حصہ ہوگا اور پچھلی ایک صدی سے کیا حصہ رہا ہے، جاننے والے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ نہیں، اخلاقی حالت کے اعتبار سے دیکھئے تو خود انگلستان جو آج نئی تہذیب و تمدن کا مرکز بنا ہوا ہے ایک صدی یا ڈیڑھ صدی پیشتر کیا حالت تھی؟ بلیک میلنگ یعنی چوری کی سزا کتنی خوفناک تھی ایک شلنگ کی قیمتی چیز چرانے پر لوگ پھانسی پر لٹکا دئے جاتے تھے، اسکاٹ لینڈ کے اندر معمولی مزدور اور کارکن شخصی غلاموں کی حیثیت رکھتے تھے فرانس میں مجرموں کو طرح طرح کی اذیتیں اور عذاب دے دے کر مار ڈالنے کا رواج قانوناً تسلیم کیا جاتا تھا، یورپ کے عام باشندوں کی جسمانی تندرستی، مالی یا اخلاقی حالت غرض نہایت ابتر تھی لیکن اسکے بعد ہی ہر شعبۂ زندگی میں ترقی ہوتی چلی گئی، اگرچہ تکمیل کا درجہ تو حاصل نہیں لیکن عمروں کا اوسط دوچند ہو گیا ہے، اب نہ بھوک کے مارے لوگوں کو آتش شکم بجھانے کے لئے غذا کی کوئی چیز چرانے کے جرم میں پھانسیاں دی جاتی ہیں اور نہ افریقہ کے ساحلوں سے انسان غلامی کے لئے پکڑ کر لائے جاتے ہیں اور نہ بردہ فروشی کی تجارت ہوتی ہے، علوم طبیعی (فزکس) کیمیائی ہمیں زیادہ متمول، علم الحیوانات نے ہمیں زیادہ تندرست اور سائنٹیفک خیالات نے ہم کو زیادہ نیک کردار بنا دیا ہے، اور اگر سائنس کی ترقی کی یہی رفتار جاری رہی تو بلاشبہ انسان کے جسمانی اور ذہنی اخلاقی ارتقا کی رفتار بھی اسی طرح برابر جاری رہیگی

نسلِ انسانی کبھی نہیں مرے گی!

ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ نسل انسانی ترقی کر کے ایک دوسرے کے لئے قاتل اور جابر بن سکتی ہے اقوام میں غلط مذہبی جوش، وطنی نفرت، نسلی تعصب پیدا ہوتا ہی رہتا ہے، اگر ایسی نہر پیدا ہو کہ علوم سائنس ہی کو آپس کے قتل و نابود کرنے کے لئے استعمال کیا جائے یا سائنس کو ہی دنیا سے ناپید کرنے کی کوشش کی جائے جس طرح زمانہ وسطیٰ میں مذہب عیسویت کے علمبرداروں نے علم کی روشنی کو دنیا سے مٹانے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کی تھیں، اگر ایسا ہوا تو سمجھ لینا چاہیئے کہ انسانوں کی نسل بے علمی اور وحشیانہ پن کا شکار ہو کر روز بروز تنزل پذیر ہوتی جائے گی اور اپنی بربریت اور وحشیت کے زمانے کی طرف پھر لوٹ جائے گی اور بالآخر نیست و نابود ہو جائے گی اگر موجودہ انسانوں کا یہ خوفناک انجام بھی ہوا تب اس کی پیشین گوئی کی جا سکتی ہے کہ پھر از سرِ نو انسان کی نسل پیدا ہونے کی بنیاد پڑ جائے گی، جاندار اشیاء میں سے چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی جو اس کرۂ زمین پر باقی ہوگی ارتقائی منزلیں طے کرنا شروع کر دے گی مثلاً ایک چھوٹی سی چڑیا جس میں آگے بڑھنے کی اہلیت ہے ارتقائی راستہ پر پڑ جائے گی،

(باقی اگلے صفحہ پر)

معمّہ نمبر (۸) کے متعلق

دہلی،

جناب منیجر صاحب کراس ورڈ معمّہ نمبر ۸ "تیج ویکلی" دہلی

تسلیم، گذشتہ ہفتہ کے "تیج ویکلی" میں یہ پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ معمہ نمبر ۸ کے انعامی مقابلہ میں مجھے اوّل انعام ملا ہے، آپ جس طریقہ پر کام کر رہے ہیں اس سے مجھ کو امید ہے کہ کچھ دنوں میں ہی آپ کے معمّے بمبئی کے "السٹریٹڈ ویکلی" کے معمّوں کی طرح مشہور اور مقبول ہو جائیں گے، آپ کی دیانتداری اور حسنِ طریقہ قابل تعریف ہے اور اردو اخبارات میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، آپ کی ہدایت کے مطابق میں اپنی تصویر برائے اشاعت ارسال خدمت کرتا ہوں۔

نیازمند:- ٹھاکر داس کلرک انچارج
ریلوے بکنگ آفس این، ڈبلیو، آر، چاندنی چوک، دہلی

اس ہفتہ کیلئے ایک خیال:- رکاوٹیں آدمی کیلئے ترقی کی منزل میں بہترین مددگار ہیں (میکالے)

پچھلے صفحہ سے

جسمانی اور ذہنی اعتبار سے ترقی کرنے لگے گی اور کروڑ ہا کروڑ سال سالوں گے بعد انسانوں کی ہیئت میں تبدیل ہو کر اس دنیا میں پھر تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالنے کا باعث بنے گی۔

انسانی ترقی کا غیر منقطع سلسلہ

مگر موجودہ انسانی نسل کے فنا ہونے کے متعلق یہ خیالات خوف سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے، غالب خیال یہی ہے کہ انسانی ترقیوں کا یہ سلسلہ غیر منقطع طریقہ پر جاری رہے گا مثلاً آج سے پانچ لاکھ برس کے بعد انسانی ترقی کے اس بلند زینہ پر پہنچ گیا ہوگا، اور اس نے علوم و فنون میں اتنی اونچائی اور پہنچ حاصل کر لی ہوگی اور نیچر یا قدرت کی طاقتوں پر اس قدر اختیار حاصل کر لیا ہوگا کہ اس کا تصور کر کے انسان جوش سے بھر جاتا ہے اسے نیچر پر اس قدر قابو حاصل ہو جائے گا کہ اسے ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی بیماری یا عارضہ لاحق نہ ہوگا، اس وقت کا ہر شخص موجودہ دور کے علمائے سائنس سے بدرجہا زیادہ علم اور روشنی کا مالک ہوگا، شاید عمروں کے شمار کے لئے سو نہیں بلکہ ہزاروں برس درکار ہوں گے اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں یہ لوگ عجیب و غریب ایجادات اور اختراعات کیا کریں گے ایک عجیب دنیا برپا ہو جائے گی اس وقت۔

اس دنیا کے علاوہ دوسرے سیاروں میں آمد و رفت

انسان اس دنیا سے اٹھ کر دوسرے ستاروں میں پہنچنے کی تدبیر نکالے گا اور کامیاب تر ہوتا چلا جائے گا گو اس وقت اس کے امکانات اتنے قوی نظر نہیں آتے، یہ یقین ہے کہ وہ اس وقت اس طرح اس دنیا سے مریخ یا زہرہ کے سفر کیا کریں گے جس طرح آج ہمارے زمانے میں انگلستان سے پرواز کر کے لوگ ہندوستان چلے آیا کرتے ہیں یا کسی اور ملک میں چلے جاتے ہیں اسی طرح اس زمانے کے لوگ جن کا ہم یہاں تذکرہ کر رہے ہیں ہماری اس دنیا سے دوسرے ستاروں کا سفر کیا کریں گے، غرضیکہ انسان کی آئندہ ترقیات کی کوئی حد اور آخر نہ ہوگا مگر آئندہ کی ان سب ترقیوں کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اب سے ایک دو صدی کے اندر انسان علوم سائنس کی ترقیات کو انسانی نسل کی بہتری اور بھلائی کے کاموں میں لگانے پر آمادہ ہوا ہے کہ وہ ہوتا ہے یا نہیں، یا ایک دوسرے کی تباہی پر مسلط ہو جاتا ہے آیا وہ خود نوع انسان کی جسمانی، ذہنی اور اخلاقی نشو و نما اور ترقی کے لئے اپنے علم اور قوت صرف کرنے پر مائل ہوتا ہے اور اپنے جذبات حیوانی کو فنا کرنے کی کوشش کرتا ہے یا نفس پرستی اور عیش و عشرت کی مصروفیتوں سے اپنے تو اور جسمانی کو تباہ و برباد کرتا ہے غرضیکہ نوع انسانی کا مستقبل زیادہ تر آج کے انسانوں ہی کے اپنے ہاتھ میں ہے وہ اگر صحیح راستہ پر چلتا ہے تو ہر جدید زمانہ مزید ترقیوں کا ایک دروازہ کھولنے کا باعث ہوگا ورنہ جنگ و فساد، قوموں کی رقابت اور دشمنی باہمی جلن، عوام کی اخلاقی پستی، عام گراوٹ اور شہوت پرستی اور بد اخلاقی کی جو حالتیں اس وقت پیدا ہو گئی ہیں اگر اس کو روکنے کی کوئی اچھی اور معقول کوشش نہ کی گئی تو مستقبل بجائے روشن ہونے کے سخت تاریک ہو جائے گا، بقول شاعر

جو شاخ نازک پہ آشیاں بنیگا ناپائدار ہوگا

اور آج کا انسان ہی آئندہ کی نسل انسانی کی موت و حیات کا فیصلہ کرنے کا ذمہ دار ہے آئندہ کیا ہونے والا ہے اس کا بھی علم صحیح نہیں ہے،

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

بیمہ کمپنی کا ایجنٹ (ایک دکاندار سے) کیا اس سال دوبارہ آپ اپنی دکان میں آگ لگنے کا بیمہ کرائیں گے؟

دکاندار (متفکر) **ایجنٹ**: میری خیال میں تو آپ آگ لگنے کے بیمہ کیساتھ زلزلہ کا بھی بیمہ کرا لیجئے،

دکاندار: آگ لگانے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے لیکن اگر زلزلہ پیدا کرنے کا طریقہ آپ بتا دیں تو میں زلزلہ کیلئے بھی بیمہ کرا لوں

تیج ویکلی دہلی

۳۰ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

"گاندھی وائسرائے" ملاقات

کیا آئینی کانفرنس بلائی جائیگی؟

مہاتما گاندھی اور لارڈ لنلتھگو وائسرائے ہند کے درمیان پھر ملاقات ہونے والی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ مہاتما گاندھی ۵ فروری کو دلی تشریف لائیں گے اور اسی روز بالعموم دوسرے روز آپ وائسرائے سے ملیں گے۔ اس ملاقات میں کیا بات چیت ہوگی، اسکے متعلق قیاس آرائی نہیں کرنی چاہیئے۔ ابھی صرف چار روز ہوئے ہیں کہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس وارد ھا میں ہو چکا ہے اس میں ڈومینین اسٹیٹس کے متعلق وائسرائے کے اعلان پر غور کیا گیا لیکن موجودہ حالات کے مطالعہ کے خیال سے کوئی آخری جواب نہیں دیا گیا۔

جس وقت وائسرائے نے اپنے بیان میں یہ کہا تھا کہ ہندوستان کو ڈومینین اسٹیٹس دیا جائیگا اور یہ ڈومینین اسٹیٹس آئین ویسٹ منسٹر کے مطابق ہوگا اور اسکے ملنے تک کے درمیانی وقفہ کو گھٹا کر کم سے کم کر دیا جائیگا اسی وقت راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہندوستان ڈومینین اسٹیٹس نہیں بلکہ مکمل آزادی چاہتا ہے اس مکمل آزادی کا اعلان یوم آزادی کے عہد نامہ میں بھی موجود ہے۔

اسکے بعد مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار ہریجن میں ایک مضمون لکھا جس میں آپ نے وائسرائے کے اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ بات ظاہر کی کہ برطانیہ اور ہندوستان میں سمجھوتہ ہو جانا ممکن ہے۔ آپ کے چند الفاظ یہ ہیں:۔

"میں جنگ کرنے کیلئے بیقرار نہیں ہوں، میں جنگ کو روکنا چاہتا ہوں، میں برطانیہ سے صلح چاہتا ہوں اگر وہ صلح باعزت ہو حقیقت میں ستیا گرہ کا تقاضہ بھی یہی ہے اسلئے مجھے کوئی جلدی نہیں ہے لیکن اگر لڑنے کا وقت آیا تو کسی نے میرا ساتھ نہ دیا تو میں تنہا ہی لڑوں گا۔ میں ابھی تک برطانیہ سے مایوس نہیں ہوں، لارڈ لنلتھگو کا تازہ ترین بیان مجھے پسند ہے مجھے اُن کے خلوص پر اعتماد ہے۔ اُن کی تقریر میں بہت سی روکاوٹیں حائل کرنے والی باتیں موجود ہیں لیکن اس میں ایک ایسے سمجھوتہ کے جراثیم بھی پائے جاتے ہیں جو دونوں قوموں کیلئے باعزت ہوں"

مہاتما گاندھی کے اس بیان کا جب لوگوں نے راجندر بابو کے بیان سے مقابلہ کیا تو دونوں کے درمیان میں ایک تضاد دکھائی دیا۔ اخبار "امرت بازار پتریکا" نے اس موضوع پر ایک لیڈنگ آرٹیکل سپرد قلم کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تضاد اور فرق صرف ظاہر بیں نگاہوں کو دکھائی دیتا ہے۔ مقصد اور آدرش میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے، اور مہاتما گاندھی کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ برطانیہ اپنی خوشی و رغبت سے جو کچھ دیدے اسے آنکھ بند کر کے قبول کر لیا جائے۔

آپ خود واقعات پر ایک نظر ڈالیں اور فیصلہ کریں۔ لارڈ لنلتھگو نے آئین ویسٹ منسٹر کے مطابق ڈومینین اسٹیٹس پیش کیا، راجندر بابو نے کہا کہ ہندوستان مکمل آزادی چاہتا ہے اور مہاتما جی نے فرمایا کہ اس پیشکش میں ایک باعزت سمجھوتہ کے جراثیم پائے جاتے ہیں ان دونوں باتوں میں فرق ہی کیا ہے؟ کانگریس کے صدر کی حیثیت سے راجندر بابو کو وہی کہنا چاہیئے تھا جو انہوں نے کہا اور ایک ستیا گرہی کی حیثیت سے مہاتما جی نے بھی وہی فرمایا جو صحیح تھا تحریک عدم تعاون اور سول نافرمانی کے زمانے میں اس حقیقت کا اچھی طرح تجربہ کیا جا چکا ہے کہ مہاتما گاندھی جب تک صلح اور باعزت سمجھوتہ کے تمام ذرائع ختم نہیں کر چکتے اس وقت تک لڑنے کیلئے آمادہ نہیں ہوتے اور جب وہ دیکھ لیتے ہیں کہ دوسرا فریق اپنے وعدوں پر قائم نہیں رہا اور باعزت سمجھوتہ کے تمام راستے بند ہو گئے تو میدان جنگ سے وہ کبھی منہ نہیں موڑتے اور جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے۔ وہ تنہا ہی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ طرز عمل صرف اسی لیڈر کا ہو سکتا ہے جس کو اپنے آلات جنگ پر پورا اعتماد ہو، مہاتما گاندھی کو اپنی سچائی اور عدم تشدد کے کارگر اسلحہ پر اعتماد ہے اسلئے وہ جنگ کے لئے کبھی ※

بے چین نہیں ہوتے۔

اب رہا آدرش کا سوال تو اسکے متعلق کیا کوئی ہوشمند انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے سلسلہ میں مہاتما جی کا آدرش کسی دوسرے کے آدرش سے نیچا ہے؟ اگر کوئی شخص ایسا سمجھے تو اس سے بڑا بے وقوف آفتاب کا چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملے گا اس وقت جو مقصد اور جو آدرش ہندوستانی دماغوں میں کار فرما ہے وہ مہاتما گاندھی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا بڑا رہنما خود اپنے پیدا کئے ہوئے آدرش سے پیچھے ہٹ جائے؟

دوسرے لوگ خواہ کچھ سمجھیں، لیکن ہم اس بلند ترین آدرش کی روشنی میں وائسرائے سے مہاتما گاندھی کی ملاقاتوں کو دیکھتے ہیں ہم اُن اعتراض کرنے والوں کی باتوں کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتے جو اپنی غلط بینی، یا غلط فہمی یا غلط اندیشی کے باعث یہ کہتے ہیں کہ مہاتما گاندھی ہندوستان کو آزادی کی منزل سے دور لئے جا رہے ہیں یقین کیجئے کہ اگر ہندوستان کو آزادی ملے گی تو مہاتما گاندھی ہی کی کوششوں سے، مہاتما گاندھی ہی کے ہاتھوں ملے گی

بہرحال مہاتما گاندھی اور وائسرائے میں پھر ملاقات ہونیوالی ہے اس سلسلہ میں ۲ چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں ایک تو برطانوی حکومت کے خلوص کا امتحان، اور دوسرے یہ کہ اگر ڈومینین اسٹیٹس کا وعدہ صحیح ہے تو اس وعدے کے پورا ہونے کے لئے کوئی وقت معین ہونا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ برطانوی حکومت صرف وقت گذاری کرتی رہے اور اپنے وعدے کو اپنی عادت کے مطابق قیامت تک ٹالتی چلی جائے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ برطانوی حکومت کو ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ تسلیم کر لینا چاہیئے اور غیر مبہم الفاظ میں اس کا اعلان بھی کر دینا چاہیئے اس اعلان کے بعد درمیانی وقفہ میں دونوں فریقوں کی رضامندی سے ہندوستان کا نیا آئین بہ آسانی مرتب کیا جا سکتا ہے۔ برطانوی دار العوام میں تقریر کرتے ہوئے سر سموئیل ہور نے ان آئینی کانفرنسوں کا تذکرہ کیا ہے یہ کانفرنسیں کیسی ہونگی، کن لوگوں پر مشتمل ہوں گی اور کب بلائی جائیں گی اسکے متعلق کچھ نہیں کہا گیا ہے لیکن انکے الفاظ یہ ہیں:۔

"ہمیں امید ہے کہ ان آئینی کانفرنسوں کے ذریعہ جو ہندوستان میں بہت جلد بلائی جانیوالی ہیں اب یا کچھ دنوں بعد ہندوستان کی آئینی مشکلات کا حل پیدا ہو جائیگا اور ہندوستان برطانوی کامن ویلتھ میں ایک خود مختار ڈومینین کی حیثیت سے جگہ حاصل کر لیگا"

اس وقت جبکہ وائسرائے اور مہاتما گاندھی کی ملاقات کا سلسلہ پھر شروع ہونے والا ہے ہم ان آئینی کانفرنسوں کی خبر کو اہمیت سے خالی نہیں سمجھتے لیکن ان کے متعلق بھی گذشتہ تجربات کی بنا پر ہمارے دل میں دو شبہات پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ کہیں کانفرنسیں بھی گول میز کانفرنسوں کی طرح بیہودہ ثابت ہوں اور کہیں حکومت ارادی یا غیر ارادی طور پر پھر تمام مختلف الخیال اور رجعت پسند اور فرقہ پرست لوگوں کو اکٹھا کرنے کی غلطی نہ کرے سب سے بہتر یہی ہوگا کہ آئینی اسمبلی کے اصول پر ہندوستان کے صرف وہی نمائندے بلا لحاظ مذہب و ملت فرقہ کے بلائے جائیں جنکو عوام نے اپنے ووٹوں سے منتخب کیا ہو اور جن کو ملک کا اعتماد حاصل ہو لیکن بہرحال ہمارا یہ مشورہ قبل از وقت ہے ابھی تو یہ دیکھنا ہے کہ "گاندھی، وائسرائے" ملاقات سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے؟

آئینہ خیال

برطانیہ کیخلاف مظاہرہ!

جاپانی جہاز "اساما مارو" کو روک کر چند جرمنوں کو اُس پر سے اُتار لینے کے باعث جاپانی پبلک میں برطانیہ کے خلاف مظاہرہ کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ٹوکیو میں بہت سے جاپانیوں نے برطانوی سفارت خانے کو گھیر کر اسکی کھڑکیوں کے شیشے توڑ ڈالے۔ برطانیہ کے خلاف جاپان کا یہ جذبہ کوئی نیا جذبہ نہیں ہے۔ "اساما مارو" کے واقعہ کا تو صرف ایک وقتی بہانہ ہاتھ آگیا ہے چونکہ چینی، جاپانی جنگ میں برطانیہ کی ہمدردی چین کی طرف رہی ہے اسلئے جاپانیوں کے دلوں میں فطرتاً برطانیہ سے مخاصمت کا جذبہ کارفرما ہے اب جبکہ جاپان کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ موجودہ یورپین جنگ کے باعث برطانیہ مشرق بعید کی طرف کوئی جنگی جہاز نہیں بھیج سکتا ہے اسلئے وہ موقعہ سے فائدہ اٹھا رہا ہے "ٹین سن" کے محاصرہ میں برطانوی باشندوں کے ساتھ بدسلوکی کا سبب بھی یہی تھا۔

تحقیقاتی کمیشن!

صوبوں کی کانگریسی حکومتوں پر چند فرضی الزامات عائد کرنے کے بعد مسٹر جناح نے حکومت برطانیہ سے تحقیقاتی کمیشن کا جو مطالبہ کیا تھا اُس کا مناسب جواب برطانوی دار العوام میں دے دیا گیا۔ وہاں جب یہ سوال کیا گیا کہ اقلیتوں کے ساتھ کانگریسی حکومتوں کے سلوک کے متعلق مسٹر جناح کے مطالبہ پر کوئی تحقیقات

کی جائے گی یا نہیں تو مسٹر [illegible] نے جواب دے دیا کہ ایسا کرنا تو دونوں فریقوں میں سے کسی کے لئے نہ صرف ہندوستان کے لئے مفید ہوگا بلکہ اس سلسلہ میں مختلف حلقوں میں جو شبہات ہیں دور ہو جائیں گی ان سے فرقہ وارانہ الجھنوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ یہ جواب معقول ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جب خود پنڈت جواہر لال نہرو اس کام کے لئے تیار ہیں کہ مسٹر فضل الحق کے الزامات کی تحقیقات کریں تو مسٹر فضل الحق اس پر کیوں آمادہ نہیں ہوتے، ظاہر ہے کہ تمام الزامات بے بنیاد ہیں۔

روسی حملہ کی سرگذشت!

یہ تو ظاہر ہے کہ فن لینڈ پر روسی حملہ ابھی تک کامیاب نہیں ہوا ہے اس کا سبب کچھ بھی ہو، خواہ فن لینڈ والوں کی قومی تنظیم و بہادری، خواہ دوسرے ممالک کی اندرونی امداد لیکن یہ ضرور ہے کہ روس کی جارحانہ کارروائیوں میں بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے اگرچہ فن لینڈ کا کچھ حصہ شمال میں چھین لیا گیا ہے اور روسی فوجیں مینر ہیم لائن کو توڑنے کی برابر کوشش کر رہی ہیں لیکن پھر بھی صورت حال اسٹالن کے لئے اطمینان بخش نہیں ہے اس لئے خبر ہے کہ اب اسٹالن خود ہی فن لینڈ کی محاذ پر جانے والا ہے۔ غالباً اسٹالن کو دل ہی دل میں شرم محسوس ہو رہی ہوگی کہ اس کے دوست ہٹلر نے تو چند دنوں میں چند ممالک کو اپنا لقمہ بنا لیا، اور روسی ریچھ ابھی فن لینڈ کی فتح کے خواب میں چند ماہ سے صرف ناچ ہی رہا ہے۔

"براہ راست عمل!"

کچھ لوگ بہت دنوں سے کانگریس ہائی کمانڈ کے اس طرز عمل کی شکایت کر رہے ہیں کہ وہ فوراً کوئی براہ راست عمل یا سول نافرمانی کی قسم کی کوئی چیز جاری کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس کا جواب سردار ولبھ بھائی پٹیل نے ناسک پولیٹیکل کانفرنس میں نہایت معقول طریقہ پر دیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ "مہاتما گاندھی اس وقت تک ایسا کوئی کام نہیں کریں گے جب تک کہ وہ کانگریس کی طاقت اور موجودہ صورت حال کا جائزہ اچھی طرح نہ لے لیں۔ ۲۶ جنوری کو یوم آزادی اسی حقیقت کی جانچ پڑتال کا دن ہے جو لوگ لڑائی کے لئے بے قرار ہیں اور مہاتما گاندھی کے پروگرام پر عقیدہ نہیں رکھتے وہ آزاد ہیں کہ اپنی ذمہ داری پر جو چاہیں کریں" اس سے زیادہ صاف اور صحیح جواب ان نکتہ چینوں کو نہیں دیا جا سکتا، مہاتما گاندھی اس وقت کسی "براہ راست عمل" کے لئے ہندوستان کی فضا کو مناسب نہیں سمجھتے اس لئے ظاہر ہے کہ فوج کو کمانڈر کے فیصلہ کا انتظار کرنا پڑے گا لیکن جو لوگ اس کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے وہ اپنا ڈیڑھ اینٹ کا گھروندا الگ بنا کر جو چاہیں کر سکتے ہیں ان کے اس عمل کا جو نتیجہ ہوگا اس سے ان کی کامیابی یا ناکامی کا اندازہ کیا جائے گا!

سودیشی یا بدیشی!

اس موسم میں ہندوستان کے اکثر اضلاع میں نمائشیں ہوا کرتی ہیں ان نمائشوں میں زیادہ تر سودیشی صنعتوں کی ترقی کا پہلو نمایاں کیا جاتا ہے اور بعض سودیشی نمائشوں میں تو بدیشی مال داخل ہونے ہی نہیں دیا جاتا، مظفر نگر کے ضلع میں جو نمائش ہوتی ہے اس میں گذشتہ سال بدیشی چیزوں کے لئے کوئی اسٹال نہیں رکھا گیا تھا مگر اس سال کے نمائش کے منتظمین نے بدیشی چیزوں کے اسٹال بھی رکھنے چاہے لیکن مظفر نگر میونسپل بورڈ نے اس کی اجازت نہیں دی۔ سودیشی کے خلاف ایک نئی تحریک کو روک کر بورڈ نے ایک قومی خدمت انجام دی ہے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ صرف سودیشی چیزوں کی نمائش کامیاب نہیں ہوتی۔ بہت سے خالص سودیشی نمائشوں کو ہم نے کامیاب ہوتے دیکھا ہے۔

مخلوط انتخاب کی کامیابی!

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں مخلوط انتخاب کامیاب نہیں ہو سکتا ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے ایک اور مثال ہمارے سامنے آئی ہے۔ لائل پور میونسپلٹی کے انتخاب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ صحیح امیدوار کو فرقہ یا مذہب کی بنا پر کبھی منتخب ہونے سے نہیں روکا جا سکتا، وہاں حلقہ ہائے انتخاب کی تقسیم اس طرح ہے کہ نو ہندوؤں، آٹھ مسلمانوں، تین سکھوں اور ایک عیسائی کو مخلوط انتخاب کے اصول پر چنا جاتا ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس چناؤ میں جس محلہ میں ہندو سکھ آبادی کی اکثریت تھی اس سے ایک مسلمان امیدوار چنا گیا ہے اور جہاں سکھوں کی آبادی کچھ نہ تھی وہاں ایک سکھ امیدوار منتخب کیا گیا، لائل پور میں جو خوشگوار واقعات رونما ہوئے ہیں اسی طرح کے واقعات ہر جگہ ظہور میں آ سکتے ہیں بشرطیکہ فرقہ پرست لوگ عوام کو گمراہ کرنے کا پیشہ چھوڑ دیں۔

اتحاد کیونکر ہوگا؟

لکھنؤ کی آل انڈیا بازنانہ اسٹوڈنٹس کانفرنس میں ایک پرجوش تقریر کرتے ہوئے شریمتی سروجنی دیوی نے صحیح فرمایا کہ "صرف ریزولیوشن پاس کرنے سے ہندوستان میں اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ جس کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ لڑکوں کے دماغوں میں بچپن ہی سے اتحاد کا خیال پیدا کیا جائے" ظاہر ہے کہ سروجنی دیوی کا اشارہ ہندوستان کی ماؤں اور بہنوں کی طرف تھا، جن کا فرض یہ ہے کہ وہ بچوں کو بچپن ہی سے اتحاد کی تعلیم دیں اور انہیں قومی ذہنیت پیدا کریں ماں کی زبان سے فرقہ وارانہ اتحاد کے چند الفاظ یقیناً ہزاروں تقریروں سے زیادہ بہتر ہوں گے اور ظاہر ہے کہ قومی اتحاد کی راہ میں ہندوستان کی مائیں بڑی بیش بہا خدمات انجام دے سکتی ہیں۔

فیڈرل ججوں کے لئے کام

موجودہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کا وہ حصہ جس کا تعلق مرکزی حکومت اور فیڈریشن سے ہے، فی الحال ملتوی کر دیا گیا ہے، ایسی صورت میں فیڈرل کورٹ کے ججوں کے لئے کوئی ضروری کام بظاہر باقی نہیں رہا ہے۔ سر عبد الحمید غزنوی نے ایک دلچسپ تجویز پیش کی ہے کہ فیڈرل کورٹ کے ججوں کو ہندوستان کا نیا آئین مرتب کرنے کے کام پر لگا دیا جائے۔ ان کو مصروف رکھنے کے لئے یہ تجویز کچھ بری تو نہیں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ جج حضرات اپنی قابلیت سے اگر ایک بہترین آئین کاغذ پر تیار کر دیں تو اس سے فائدہ کیا ہوگا؟ آئین تو وہی صحیح ہوگا جسے ہندوستانی عوام کی منظوری حاصل ہو، اور یہ اسی طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ عوام ہی کے منتخب کردہ ارکان کے ذریعہ آئین مرتب کیا جائے۔

مسلم لیگ کی حقیقت

مسلم لیگ کی حقیقتوں کو واضح کرنے میں ہمارا مسلم معاصر ہند کلکتہ ہمیشہ صاف گوئی سے کام لیتا ہے۔ اس وقت مسلم لیگ کے طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"مسلم لیگ کو "زندہ" ہوئے تقریباً تین برس ہو چکے ہیں۔ لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں مسٹر جناح نے بہت ہی زور و شور سے اعلان کیا تھا کہ اب مسلم لیگ میدان میں آ رہی ہے اور کچھ کر کے دکھا دے گی۔ اس کے کچھ مدت بعد مسٹر جناح نے دوسرا اعلان کیا کہ اگر ایک لاکھ مسلمان مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں تو وہ توپ کے منہ کے سامنے بھی کھڑے ہو جائیں گے۔ یہ اعلان یاد رکھئے اور یہ بھی دیکھئے کہ مسلم لیگ کے لیڈر اور اخبارات اب اعلان کر رہے ہیں کہ ہندوستان بھر کے مسلمان مسلم لیگ کے زیر علم آ چکے ہیں۔ اس نئے اعلان کی موجودگی میں کیا ہمیں اور دوسرے مسلمانوں کو لیگی لیڈروں سے یہ پوچھنا نہیں چاہئے کہ آپ اور آپ کی لیگ کون سا کام کر رہی ہے؟ اور یہ کہ مسٹر جناح اب توپ کے منہ کے آگے آ کر کھڑے کیوں نہیں ہو جاتے۔ کوئی لیگی لیڈر یا اخبار یا کوئی ادارہ بتا دے کہ اس تین سال کی مدت میں مسلم لیگ نے مسلمانوں کی بھلائی کے لئے کوئی ایک کام بھی کیا ہے؟ کہیں کسی جگہ کوئی مدرسہ بھی کھولا ہے؟ کہیں کسی جگہ کوئی ایک یتیم خانہ بھی جاری کیا ہے؟ کسی ایک مسلمان کی بھی کوئی مدد کی ہے؟ حکومت وقت سے کوئی ایک ٹکر بھی لی ہے؟ نہیں، ہرگز کوئی آدمی بھی اس قسم کی کوئی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتا۔ اگر واقعہ یہی ہے — اور یقیناً واقعہ یہی ہے کہ مسلم لیگ نے کوئی بھلائی بھی مسلمانوں سے نہیں کی ہے، تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر مسلم لیگ ہے کس مرض کی دوا؟ اور مسلم لیگ کو زندہ ہی کیوں رہنا چاہئے۔ لیکن معلوم ہے کہ لیگ نہ کسی بات کو صاف کرنا چاہتی ہے۔ نہ کوئی اسلامی اور ملکی مصلحت ہی اس کے سامنے ہے وہ تو صرف حکومت برطانیہ کی خدمت کے لئے وجود میں آئی ہے۔ اور اس قسم کی گفتگو محض اس لئے کر رہی ہے کہ مسلم پبلک کو دھوکے میں رکھے۔ دیکھئے تو آخر کانگریس بھی ہے اس نے گو ابھی تک اپنی جدوجہد شروع نہیں کی ہے مگر پوری صفائی سے اپنا مطالبہ حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کر دیا ہے اسی قدر نہیں اس نے اپنی وزارتیں بھی توڑ دی ہیں اور حکومت سے عدم تعاون کا اعلان کر دیا ہے، لیکن جنگ شروع ہوئے ساڑھے چار ماہ ہو گئے مگر مسلم لیگ نے حکومت کے سامنے نہ کوئی مطالبہ ہی پیش کیا، نہ کوئی بھی کارروائی ہی کی"۔

کیا ہمارے مسلم برادران وطن ان الفاظ پر غور کریں گے؟

منظم گداگری

برطانیہ کے دارالحکومت میں پولیس نے ایک ایسی جماعت کا پتہ لگایا ہے جو منظم اور باضابطہ طریقہ پر گداگری کا پیشہ کرنے اور لوگوں کی جیبیں خالی کرنے میں مصروف تھی۔ اس جماعت میں دو سو گداگر شریک تھے، اور ان کا سردار ایک ایسا شخص تھا جس کی دونوں ٹانگیں کٹی ہوئی تھیں اور جو ایک ٹھیلے میں بیٹھ کر سڑکوں پر بھیک مانگنے کا عادی تھا، پولیس کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس کی جماعت کے ارکان ایک حصہ داری کی کمپنی کی طرح گداگری کے کاروبار کو چلاتے ہیں اور ان گداگروں کا سردار تین مکانوں کا، ایک موٹر کار کا اور دو کرایہ کی ٹیکسی موٹروں کا مالک ہے۔ اور ممبروں کو اس گداگری سے ایک سرکاری تنخواہ دار افسر کے برابر آمدنی ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہندوستان میں اب تک کسی گداگری کی کمپنی کا انکشاف تو نہیں ہوا ہے لیکن یہاں بھی بھیک مانگنے کے لئے نئے نئے ڈھونگ، پیروں اور سادھوؤں سے لیکر گلی کوچے کے گداگروں تک میں پائے جاتے ہیں۔

دہلی کا موسم

دہلی اور اطراف دہلی میں کئی سال سے بارش بہت کم ہو رہی ہے ربیع کی فصل پر اس کا اثر اناج کی گرانی کا باعث رہا اور بعض علاقے تو اس طرح قحط زدہ ہو گئے کہ مویشیوں کے لئے چارہ تک نہ رہا۔ اس سال بارش کی دعائیں ہو رہی تھیں، معلوم ہوتا ہے غالباً کسی مہاتما نے ان دعاؤں کو قبول کر لیا ہے۔ ایک ہفتہ پہلے بھی دو روز تک کافی بارش ہو چکی تھی اور پھر خوب بارش ہو رہی ہے۔ آج جبکہ یہ تحریر لکھی جا رہی ہے صبح سے جو ہلکی ہلکی پھواریں پڑ رہی ہیں تو شام تک یہ سلسلہ جاری ہے، اور آفتاب دکھلائی نہیں دیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ قدرت اپنی اس فیاضی کو اعتدال تک ہی قائم رکھے گی تاکہ ایسا نہ ہو کہ زیادہ بارش ہو جانے کے باعث فصل کو فائدہ کی بجائے الٹے نقصان پہنچ جائے۔ اس وقت تو سردی بہت زیادہ ہے اور انگیٹھی کے باوجود ہاتھ پاؤں شل ہوئے جا رہے ہیں۔

پھول کی قربانی!

ایک نتیجہ خیز تاریخی افسانہ! خاص "پنچ و بکل" کے لئے

جو جانتے وہ کہ چُن چُن کے ہم کو توڑیں گے ٭ تو گُل کبھی نہ تمنّائے رنگ و بُو کرتے

کوئی دس بجے کا عمل تھا دنیا سیاہ چادر اوڑھ چکی تھی، راجپوتانہ بھی بحرِ تاریکی میں غرق تھا مگر ستارے تاریکی سے ناکام جنگ کر رہے تھے

ریاست میواڑ کی راجدھانی متھرا اُودے پور بھی اگرچہ حسبِ معمول سیاہ لحاف اوڑھ چکا تھا تاہم قلعے کے اندر رنگ محل میں ہر طرف کافوری شمعیں روشن تھیں، مہاراناؔ مسند پر جلوہ فرما اور ان کے وزیر قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھے تھے اور گفتگو کا سلسلہ جاری تھا،

مہارانا بولے، جے پور سے راجہ جگت سنگھ کی چھٹی آئی ہے وہ رشتہ مانگتے ہیں، منتری جی آپ کا کیا خیال ہے؟

وزیر نے جواب دیا، جو شری مہاراج کی مرضی!

مہارانا نے فرمایا:۔ ہمارا تو خیال ہے کہ منظور کر لیں، کرشنا کی ماں بھی یہ رشتہ پسند کر لی ہے،

وزیر بولا، بہت خوب، مبارک ہو مہاراج اور مہارانی کا خیال درست ہے، راجہ جگت سنگھ کی بہادری کی داستانیں دور دور تک مشہور ہیں، سری مہاراج! ایسا بر قسمت ہی سے ملتا ہے ویسے بھی وہ بڑے سنکیل جوان ہیں ہماری راجکماری کے بالکل لائق، او ہماری کرشنا کماری بھی تو اپنی سندرتا کے واسطے راجپوتانہ بھر میں مشہور، وہ تو راجپوتانے کے باغ کا شاداب اور دلکش پھول ہے، ایشور اسے بدنظری سے بچائے!

مہارانا نے یہ سنکر فرمایا:۔ اچھا تو جگت سنگھ کو چھٹی لکھ دو، اور وزیر نے ان کے حکم کی تعمیل کی،

(۲)

جودھ پور کے قلعہ میں خاص محل کے اندر ایک بڑے قالین پر والیٔ ریاست راجہ مان سنگھ تشریف فرما ہیں، ان کے بڑے بھائی مہاراجہ بھیم سنگھ کے انتقال کو زیادہ مدت نہیں گذری، آنجہانی کی نسبت کرشنا کماری سے ہوئی تھی، اگر ان کی زندگی وفا کرتی تو راجپوتانے کا شاداب پھول جودھ پور کے قلعہ کو معطر کرتا بد قسمتی سے نہ ہوا،

راجہ مان سنگھ ایک درباری سے بولے:۔ کہو بھئی کیا خبر ہے؟

درباری نے جواب دیا، مہاراج ایک بڑی منحوس خبر سُنی ہے!

مہاراج یہ سنکر گھبرا گئے، اور درباری سے تفصیل پوچھی، تو وہ بولا کہ میواڑ کا پھول جے پور کی زینت بننے جا رہا ہے، والا ہے، مہاراج بات یہ ہے کہ کرشنا کماری کا بیاہ راجہ جگت سنگھ سے ہونیوالا ہے،

راجہ نے سُنا تو متفکر ہو گئے اور خاموش ہو کر سوچنے لگے،

اب دوسرا درباری بولا جگت سنگھ نے مہارانا اودے پور کو پیغام بھیجا اور انہوں نے منظور کر لیا، اُف کیسی شرم کی بات ہے،

پہلے درباری نے اسکی تائید کی اور کہا کہ کرشنا کماری تو جودھ پور کی چیز ہے کیونکہ اسکی نسبت ہمارے سنگھاسن سے ہوئی ہے اگر آج بھیم سنگھ جی اس دنیا میں ہوتے تو ان کی شادی کرشنا کماری سے ہو جاتی، مگر وہ سورگ سدھار گئے ہیں اسلئے کرشنا کماری کا بیاہ مہاراج مان سنگھ جی سے ہونا چاہیئے،

یہ سُنکر تمام درباریوں نے اُس کی ہاں میں ہاں ملائی،

اب مہاراج نے بھی قفلِ خاموشی توڑا۔ جنانچہ فرمایا،

بے شک کرشنا کماری کی شادی صرف ہمارے ساتھ ہونی چاہیئے، یہ ہمارا ہی حق ہے، اجی یہ جگت سنگھ ہوتا کون ہے اسکی کیا مجال ہے،

لیکن یہ آواز ابھی محل میں گونج ہی رہی تھی کہ ایک راجپوت سردار بول اٹھا،

مگر سری مہاراج! کرشنا کا بیاہ تو اسی مہینے کی ۲۵ تاریخ کو جگت سنگھ کے ساتھ ہو رہا ہے چنانچہ جے پور کی فوج کا ایک دستہ کرشنا کماری کو لانے کے واسطے میواڑ کی طرف روانہ ہو چکا ہے

راجہ یہ سنکر چونک پڑے ان کا دل جوش و جذبات سے پُر ہو گیا اور انہوں نے فوراً اپنے سپہ سالار کو حکم دیا کہ تین ہزار فوج آراستہ کر کے ادھر بھیج دو،

سپہ سالار نے یہ سنکر اثبات میں سر ہلایا مگر دل سے بولا کہ دیکھیں راجپوتانہ کا پھول کیا گُل کھلاتا ہے،

(۳)

ریاست جے پور میں فوجی تیاریاں نہایت وسیع پیمانے پر شروع ہوئیں مگر کیوں؟

بات یہ ہوئی کہ یہاں کے مہاراج جگت سنگھ جی نے جو فوجی دستہ کرشنا کماری کو لانے کے واسطے اودے پور کی طرف روانہ کیا تھا اُسے روکنے کے واسطے جودھ پور سے تین ہزار فوج بھیجی گئی،

دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوئی، کھانڈے سے کھانڈا لڑا اور بجا، خون کی ندیاں بہ نکلیں اور راجپوتانے نے شجاعت کے جوہر خوب ہی دکھلائے جس کا انجام یہ ہوا کہ جودھ پوری فوج نے جے پور کی سپاہ کو شکست فاش دی، اور اسکے صرف مٹھی بھر سپاہی بھاگ کر جے پور پہونچ سکے انہوں نے واپس آکر یہ نامبارک خبر سنائی اس حادثہ نے جے پور کے راجہ جگت سنگھ کو غضبناک کر دیا، ان کے غصہ کی انتہا نہ رہی، بولے، اوہ! ہماری توہین، اور اس قدر توہین!

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

ذوقِ نظر!

از حضرت جگر مرادآبادی

ذروں سے باتیں کرتے ہیں دیوار و در سے ہم — وابستہ کس قدر ہیں تری رہگذر سے ہم

چھیڑیں کسی سے اور ہمارے ہی سامنے! — لڑتے ہیں دل ہی دل میں نسیمِ سحر سے ہم

کیونکر نہ ہو نظامِ دو عالم میں ابتری — کچھ بے خبر سے آپ ہیں کچھ بے خبر سے ہم

اتنی سی بات پر ہی بس اک جنگِ زرگری — پہلے اُدھر سے اُٹھتے ہیں یا اِدھر سے ہم

حیرت خود ایک محشرِ خاموش بن گئی — بچکر چلے تھے فتنۂ شام و سحر سے ہم

دیکھا جہاں بھی حسن وہیں لوٹ ہو گئی — تنگ آ گئے ہیں اپنے مزاجِ نظر سے ہم

کوئی حسین حسین ہی ٹھہرتا نہیں جگر

باز آئے اس بلندیٔ ذوقِ نظر سے ہم

پچھلے صفحے سے

خیر اگر اس نیک کا عبرت انگیز نفع مل گیا تو ہم پر چوٹ نہیں

راجہ نے ایک لاکھ روپیہ جمع کرنے کا حکم دیا چنانچہ لاؤ لشکر جمع ہو کر فوراً جے پور کی فوجیں ... ہندوستان کی مختلف اقوام کی تمام زمین گھیر لی اور مہاراجہ سندھیا کی فوج بھی امداد کو پہنچ گئی۔ ایک کیمپ میں جودھ پور کی فوج آموجود ہوئی جس کا سپہ سالار سردار سوائی سنگھ تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہ سردار اس کے فریق جودھ پور کے موجودہ راجہ مان سنگھ کے خلاف تھا اور ان لوگوں کی خواہش تھی کہ وہ مان سنگھ کی جگہ مرحوم بھیم سنگھ کے نو زائیدہ فرزند کو راج گدی پر بٹھائیں۔ یہ لوگ بھی جے پور کے بازو بن کر آ پہنچے۔ اور اس خانہ جنگی نے ایک نادر صورت اختیار کی۔ پنڈاروں کے سرغنہ سردار امیر خاں بھی اپنی فوج لے کر جے پور کی مدد کو آئے۔ شمالی ہند، وسط ہند اور راجپوتانہ میں پنڈاروں کا بڑا زور تھا۔ پنڈارہ ایک خانہ بدوش قوم تھی جس کا مرکز کوئی نہ تھا۔ اور اس میں تقریباً تمام اقوام کے لوگ شامل تھے۔ رہزنی ان کا عام مشغلہ تھا۔ مگر ان کے سردار مرہٹوں کے ملازم بھی تھے۔ چنانچہ جب مرہٹہ سرداروں کو ان کی خدمات کی ضرورت پڑتی تھی تو پنڈارے ان کی فوج میں شامل ہو کر داد شجاعت دیتے اور نمایاں خدمات بجا لاتے تھے۔ ان کے مشہور سرداروں میں سے امیر خاں ہلکر کی ریاست میں اور چیتو سندھیا کی فوج میں نوکر تھے۔ مرہٹہ سردار پنڈاروں کو ہر قسم کی پوشیدہ مدد دیتے تھے۔

(۴)

جے پور اور جودھ پور کا مقابلہ زبردست ہوا۔ ہر دو فریق (یعنی جے پوری اور جودھ پوری) نے شجاعت کے بے نظیر جوہر دکھلائے مگر اس بات کا کیا علاج تھا کہ ان کی فوج کی تعداد بہت کم تھی۔ جب ہر طرف ایک لاکھ سپاہ کا مقابلہ کیا کر سکتی تھی۔ راجہ مان سنگھ کے سپاہیوں نے بہادری سے دانت کھٹے کر دئے۔ جب جودھ پور کے راجہ محصور و قلعہ بند ہو گئے تو انہوں نے سردار امیر خاں سے امداد طلب کی اور بڑی جاگیر دینے کا وعدہ کر کے رضامند کیا۔

اب جے پور کا حال سنئے۔ آتش جنگ نے اس ریاست کا ایک کروڑ روپیہ ہضم کر دیا۔ ورنہ مصیبت یہ رونما ہوئی کہ امیر خاں نے یہاں بھی ہر طرح لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ وہ گویا اس طریق سے اپنے دوست راجہ جودھ پور کی مدد کر رہا تھا۔ جے پور کے مہاراج یہ رنگ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور دل میں بولے کہ یہ فتح تو شکست سے بھی مہنگی پڑی۔

(۵)

انہیں دنوں امیر خاں پنڈارہ سردار سوائی سنگھ کے پاس پہنچا اور اس سے بولا کہ راجہ مان سنگھ کچھ اچھا آدمی ثابت نہیں ہوا۔ میں نے اس کی خدمت کیسی جانبازی سے کی، مگر اس نے قدر نہ کی۔ اس لئے سچ میرا دل کھٹا ہو گیا ہے اور اب میں اس سے بیزار ہو کر آپ کی دوستی پر فخر کروں گا۔ نیز آپ کی ہر قسم کی خدمت کے واسطے حاضر ہوں۔

جب راجہ مان سنگھ نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں تو وہ قسم کھا کر شکایت آمیز لہجہ میں بولا کہ افسوس! آپ مجھ جیسے مخلص دوست پر بھی بے اعتمادی کا شک کرتے ہیں۔

یہ سنکر راجہ کو امیر خاں کی بات کا یقین آ گیا چنانچہ مان سنگھ نے کہا کہ ہم آپ کی دوستی پر فخر اور آپ پر کامل اعتماد کرتے ہیں۔ اس گفتگو کے چند روز بعد ناگور کی آبادی کے باہر ایک عظیم الشان خیمے کے اندر رقص و سرود کی محفل برپا ہوئی، امیر خاں اور سوائی سنگھ مسند پر پہلو بہ پہلو بیٹھے۔ جگر سردار اور بانکے راجپوت بھی ترچھی پگڑیاں باندھ باندھ کر شریک محفل ہوئے۔ ساغر گردش میں آئے۔ محفل کا رنگ خوب جما، اچھے اچھے ہوشمند اور بہادر انسان بھی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے مگر امیر خاں اور اس کے رفیق ہوشیار بیٹھے اور چوکنے۔ ان کے درمیان آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہو رہے تھے اور زلف شب کمر تک پہنچ چکی تھی یعنی آدھی رات آ گئی۔

مگر یہ منظر دیکھتے ہی دیکھتے بدل گیا، متوالوں کے کانوں نے کھڑ کھڑ کی آواز سنی مگر سمجھے کچھ نہیں، آخر کار بڑا خیمہ سر پر آ گرا۔ گویا پہلے کسی نے اس کے رسے کاٹ دئے۔ خیمے کی چوبیں سروں پر پڑیں، بعض سروں سے ٹکرائیں تو بہت سے سر پھٹ گئے اور لوگ گھبرا گھبرا کر ادھر ادھر بھاگے مگر سوائی سنگھ اور اس کے بہت سے دوست رفیق رسوں سے باہر نہیں نکل سکے، بلکہ رسوں میں الجھ کر وہیں رہ گئے۔

عین اس وقت خیمے کے رخ پر بندوقیں چلنے لگیں اور دو توپوں نے بھی ادھر گولہ باری کی، اب سوائی سنگھ چلایا، آہ! دغا بے وفائی اور غداری، مگر بندوقوں اور گولوں کی بارش خوب زور و شور سے ہو رہی تھی، امیر خاں سامنے کھڑا ہوا قہقہے لگا رہا تھا اور علانیہ کہہ رہا تھا کہ ہم نے سوائی سنگھ کو کیسا احمق بنایا، اسے کیسا جال میں پھنسایا، اور ہماری اس کارگزاری سے راجہ مان سنگھ بہت خوش ہو گا۔

(۶)

سوائی سنگھ حریف کی عیاری کا شکار بنا، امیر خاں نے اپنی خاص خدمت کے صلے میں بہت سا روپیہ اور جاگیر حاصل کی مگر جے پور اور جودھ پور کی جنگ ختم نہیں ہوئی۔

ادھر شہزادی کرشنا کے والد اودے پور (میواڑ) کے مہارانا ان واقعات سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے اس معاملہ میں انگریز گورنر جنرل لارڈ ہیسٹنگز سے مدد مانگی اور ان کو خط لکھا کہ آپ کی فوجی مدد کے عوض نصف ریاست نذر کروں گا، مگر ادھر سے صاف جواب ملا کیونکہ اس زمانہ میں انگریزی فوجیں ریاست نیپال سے جنگ کر رہی تھیں۔

باقی مضمون صفحہ ۲۸ پر

مہاتما گاندھی، پنڈت جواہرلال نہرو، شریمت مہادیو ڈیسائی اور ڈاکٹر پٹابھی سیتارامیہ کے ساتھ کانگریس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ کے بعد سیگاؤں جا رہے ہیں۔

شری گورو گوبند سنگھ جی کے جنم دن کے موقع پر دہلی میں سکھوں کا شاندار جلوس

آل انڈیا ویمنز کانفرنس الہ آباد کے موقع پر مس سلطانہ ملواج، شریمتی سروجنی دیوی اور مس ریلو رائے کا ایک فوٹو گروپ

موسم سرما میں جنگ کرنے کے لئے فنستانیوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا ہے کہ برف جیسے سفید لباس میں خود کو اور اپنی توپوں کو چھپا لیتے ہیں

وہ آلہ جسکے ذریعہ حملہ آور جہازوں کی پوزیشن کا پتہ لگایا جاتا ہے تاکہ حملوں سے محفوظ رہیں

شہر کی مختلف قسم کی آوازوں کو جدا جدا کرکے جانچنے کا آلہ

فرانس کے محاذ جنگ پر ملک معظم ایک فوجی افسر سے ہاتھ ملا رہے ہیں

پچھلی اولمپک کھیلوں میں پولیس کا ایک سپاہی کرتب دکھلا رہا ہے

برطانی بلاکیڈ کی مشاورتی کمیٹی کا ایک اہم اجلاس

بھگوان!

افسانہ

از جناب دُکھی پریم نگری

وسنت اپنی بوڑھی ماں کو نذر آتش کرکے لوٹ رہا تھا!

دور گرد سے اس کی آنکھیں سرخ سرخ انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں اس کی آتشیں پتلیوں پر سے آنسو حباب بن کر اڑتے جا رہے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا بڑھ رہا تھا۔

اب اس گاؤں میں کون ہے میرا؟ ایک ماں تھی آج وہ بھی سدا کے لئے چھوڑ گئی۔ یہ سوچ کر اس کی آنکھیں پھر پرنم ہو آئیں اسامنے سے دو کسان بیلوں کو ہانکتے لا رہے تھے۔ اس نے آنکھ چرا لی اور کترا کر نکل گیا۔ آج اس کا دل یہی چاہتا تھا کہ وہ روتا ہی جائے اور اس کے آنسو کبھی نہ تھمیں مرگھٹ سے اس کی جھونپڑی کافی فاصلہ پر تھی اور سورج دیوتا کی تیز نظریں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اس نے سوچا چلو ذرا سستا لیں باغ میں، پھر گھر چلیں۔ گھر میں اب کون بیٹھا ہے جو راہ تک رہا ہوگا؟"

آم کے پیڑ سے ٹیک لگا کر وہ بیٹھ گیا۔

سامنے دھرتی کے سینے سے سرخ چیونٹے اور چونٹیاں ایک قطار میں چل کر ایک لال لکیر سی بنا رہی تھیں کچھ آ رہی تھیں کچھ جا رہی تھیں، کچھ چلتے چلتے آپس میں مس ہو کر ٹھہر جاتی تھیں جیسے کچھ بات کہہ رہی ہوں۔ اور پھر اپنی راہ لیتی تھیں! ننھی ننھی جانوں کا یہ کھیل دیکھتے دیکھتے وسنت کے تھکے ہوئے جسم کو باغ کی ٹھنڈی اور سوندھی ہوا نے نیند کی دنیا میں پہنچا دیا جب وسنت کی آنکھ کھلی تو پیاسی دھوپ شیشم کی چوٹیوں پر کھیل رہی تھی وہ گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بڑی بڑی آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی۔ آم کے بور کی خوشبو نے ہوا میں مل کر فضا کو اور خواب آور بنا دیا تھا۔ وسنت نے دو چار انگڑائیاں لے کر نیند کو دور پھینکا۔ پگڑی اٹھا کر بے پروائی سے سر کے گرد لپیٹ لی۔ رات سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا اسے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ وہ گھر کی طرف جا رہا تھا اس کی پیٹھ پر آم کے درخت کی چھال نے عجیب نقوش ابھار دیئے تھے راستہ میں جنگلی بیریوں سے تھوڑے سے کھٹے بیر توڑ کر وہ ٹھونگتا ہوا چل دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گیا ہوگا کہ ریل کی سیٹی کی آواز سے چونک پڑا۔ ریل وہ سے تالاب کے اس طرف ریل سگنل نہ گرنے کی وجہ سے رکی کھڑی تھی، اور اس کے سامنے انجن کی بتی کی روشنی میں آہنی پٹریاں چمک رہی تھیں اب رات ہو چلی تھی۔

معلوم نہیں کیا سوچ کر وسنت پٹری پٹری ہوتا ہوا ریل تک پہنچ گیا خاموشی سے ایک ڈبے میں چڑھ بیٹھا اندر کے مسافر اسے عجیب نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بھی گاڑی کا ہوں کی تاب نہ لا سکا اور کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا ریل اب آہستہ آہستہ رینگ رہی تھی۔ ساتھ ہی کھڑکی سے نکلتی ہوئی روشنی میں وسنت کا سایہ بھی چل رہا تھا، باقی ہر طرف بھیانک اندھیرا تھا۔ دور کبھی کبھی گاؤں کی کسی جھونپڑی کا دیا ٹمٹماتا ہوا دکھائی دے جاتا تھا۔ ریل اب تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ آہ! اب وہ اس ندی پر سے گذر رہی تھی جس میں صبح وسنت نے اپنی پران پیاری ماتا کو راکھ کی صورت میں بہا دیا تھا! خود بخود ڈبڈبلاتے ہوئے آنسو کھڑکی سے باہر نیچے پیچھے کو دوڑتی ہوئی زمین پر گر پڑے۔

وسنت پھر باہر نہ دیکھ سکا!

اس نے منھ اندر کر لیا! ڈبے میں ایک آدمی بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا! ایک عورت کمسن بچے کو سلانے کی کوشش کر رہی تھی، اور کچھ لوگ بستر بچھا کر رات کے آرام کا سامان کر رہے تھے۔ چھت پر بتی کے گرد پروانوں کا ہجوم تھا، جو پورے ڈبے میں چکر کاٹنے کے بعد واپس آ کر پھر وہیں سر ٹکراتے تھے، پاس ہی ایک چھپکلی اپنے پیٹ کی فکر میں تاک لگائے ان کے انتظار میں ٹھہری ہوئی تھی، یہ منظر دیکھ کر وسنت نے اپنے دل میں کہا "بھگوان" اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ مگر گھنٹوں آنکھیں بند کرنے پر بھی اس کو نیند نہ آئی، وہ دوپہر میں کافی سو چکا تھا۔ جب دوبارہ اس کی بھیگی ہوئی پلکیں ایک دوسرے سے جدا ہوئیں تو اس نے دیکھا کہ تمام لوگ سو رہے ہیں اندھیری رات میں ہوا سائیں سائیں کر رہی ہے۔ ریل کی چھک پک چھک پک بدستور جاری ہے، پروانے اسی طرح سر ٹکرا رہے ہیں! چھپکلی ایک بڑے سے کیڑے کو منھ میں دبائے نگلنے کی کوشش کر رہی ہے اور معاً ایک سرد جھونکے نے اس کے لاغر برہنہ جسم میں کپکپی پیدا کر دی۔ وسنت نے پگڑی اتاری، اور دوہری کی اور سردی سے بچنے کے لئے سیٹ کے نیچے دراز ہو گیا سامنے کی سیٹ پر وہی اخبار میں حضرت ایک نرم گدیلے پر اونی کمبل اوڑھے ہوئے خراٹے لے رہے تھے۔ وسنت نے آہستہ سے اپنے دکھی من میں وہی لفظ دہرایا "بھگوان" اور اپنی آنکھیں بند کر کے پھر لیٹ گیا۔

(۲)

کلکتہ جیسا شہر بھلا وسنت جیسے دیہاتی نے کاہے کو کبھی دیکھا تھا۔ ہر طرف موٹریں، گاڑیاں، ٹرام، چہل پہل، عالی شان عمارتیں، شاندار ہوٹل، ہال رنگ والوں کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر ضرور بل آ گئے تھے۔ انسان بھگوان کو مسکرانے کا موقع دے رہے تھے۔ ایک سنسار یہ بھی ہے اور گاؤں کا سنسار بھی سنسار ہے۔ ایک ہوٹل کے سامنے سے گذرتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔ اس نے دیکھا اندر سفید پتھر کی میزوں پر صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے لوگ طرح طرح کی مٹھائیاں کھا رہے ہیں اور وہیں سڑک کے کنارے غلیظ کپڑوں میں ملبوس ایک بھکاری سڑی دال اور چھپھوندی لگی ہوئی روٹی کے ٹکڑے چبا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر خود بخود اس کا ہاتھ دل کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے آہستہ سے من میں کہا "بھگوان" اور آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک بنگلے کے سامنے کچھ میزیں کرسیاں پڑی ہیں اور لوگ ان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسی لمحہ ایک آدمی اٹھا اور وہ سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے مترو! اگر اپنے پیارے دیس کو آزاد کرانا ہے تو ہم کو چاہئے کہ پریم اور شانتی سے مل کر رہیں۔ اپنے سے نربل، اناتھوں اور غریبوں کی مدد کریں۔ وہ بھی ہم جیسے آدمی ہیں۔ آخر وہ لوگ بھی تو ہم جیسے آدمی ہیں!"

ایسی اچھی باتیں سن کر وسنت کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ آج پہلی مرتبہ اس نے اس شہر میں انسان کی صورت دیکھی تھی، خواہ مخواہ اس کا جی اس شخص سے ملنے کے لئے تڑپنے لگا۔ مگر قدم بڑھاتے ہی دربان نے روک دیا اور کہا۔

"یہ پرائیویٹ جلسہ ہے!"

وہ اس انتظار میں پھاٹک سے لگ کر کھڑا ہو گیا کہ جب یہ باہر نکلیں گے تو مل لوں گا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد جب وہ موٹر میں بیٹھے باہر جاتے دکھائی دیئے تو وہ سوائے ہاتھ اٹھا کر پرنام کرنے کے اور کچھ نہ کر سکا۔ وہ سوچنے لگا کہ بڑے لوگ صرف جلسوں اور تقریروں ہی میں غریبوں سے ہمدردی جتلاتے ہیں، دیکھو نا میرے پرنام کا جواب تک نہ دیا۔ یہ سوچ کر وہ بددل سا ہو گیا۔ مگر پھر آشا نے روپ دکھایا۔ اس نے سوچا کہ ان سے گھر پر ملنا چاہئے۔ شاید کہیں نوکر رکھ دیں، صورت سے بھی دیالو معلوم ہوتے تھے۔ یہ سوچ کر اس نے دربان سے ان کا پتہ پوچھ لیا اور اسی وقت ان کے گھر کی طرف چل کھڑا ہوا۔ راستے میں اس نے دیکھا کہ وہی صاحب اپنی خوشنما موٹر میں بیٹھے فر سے گذر گئے۔ ان کی موٹر چلی جانے کے بعد ایک اپاہج بھکاری بھی گھسٹتا ہوا سڑک پار کرنے لگا۔ وسنت وہاں سے چل دیا! راستے میں اس نے ایک شخص کا ٹرنک اس کے مکان تک پہنچا دیا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

از جناب رحیم

بطھان

نور احمد، پچھلیں

پچھلے صفحہ سے آگے

جو اسی مست تھا۔ مزدوری میں اسے تانبے کے دو ٹھیکرے مل گئے!

(۳)

"میری ماں مرگئی ہے، میرا کوئی نہیں، آپ کی باتیں سن کر آیا ہوں! میری آشا دل کو نہ توڑیے۔ آپ بڑے آدمی ہیں، دیالو ہیں کر پا کر کے مجھے کہیں نوکر رکھا دیجئے!" وسنت نے کہا۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے" مسٹر صاحب بولے "مگر کوئی کس کس کی مدد کرے۔ تمہاری طرح ہزاروں روز آتے ہیں"

"آپ کی کرپا ہو جائے تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ کل آپ کہہ رہے تھے کہ نیک لوگوں کو اناتھوں اور غریبوں کی مدد کرنی چاہئے!" وسنت نے کہا۔

"اچھا دیکھو صبح آؤ۔ ہم سفارش لکھ دیں گے،" کہہ کر مسٹر صاحب اندر چلے گئے!

وسنت اپنے من کے ان میں آشاؤں کی منوہر کلیاں چٹکاتا واپس لوٹا۔ بارش خوب ہو رہی تھی وہ تمام بھیگ گیا تھا۔ اس نے اپنی دھوتی کے کونے سے دو پیسے کھولے اور ایک معمولی سے ہوٹل کی طرف لپکا! اس جیسے ٹکڑ گداؤں کے لئے ہوٹل والے نے ہوٹل کے باہر ہی ایک چھپکے میں لغیر ڈنڈی کے پیالیاں اور چٹکی ہوئی پرچیں لٹکا رکھی تھیں، اس نے ایک ثابت سی پیالی اتاری اور چائے مانگی۔ ہوٹل کے چھجے کے نیچے بیٹھ کر وہ چائے پی رہا تھا کہ اتنے میں ایک کتے کا بچہ پانی میں بھیگتا ہوا آیا اور پانی سے بچنے کے لئے سیدھا ہوٹل کے اندر گھس گیا، مگر اندر جاتے ہی کسی نے اس کے اس زور سے لات ماری کہ چیختا چلاتا باہر بھاگا اور چھجے کے نیچے کھڑا ہو کر سردی کی وجہ سے کوں کوں کرنے لگا۔ وسنت تڑپ گیا۔ اس نے چائے کی پیالی کو چھوڑ کر کتے کے بچے کو گود میں اٹھا لیا اور بے اختیار اپنے برہنہ سینے سے لگا لیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور پلا چائے کی پیالی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وسنت نے باقی چائے پرچ میں ڈال کر اس کے سامنے رکھ دی اب وہ لپ لپ کر کے پینے لگا۔ گلہ پر چائے کی قیمت دیتے ہوئے وسنت نے دیکھا کہ مالک کی گود میں بھی ایک خوبصورت سا کتے کا بچہ بیٹھا ہوا بسکٹ کھا رہا ہے۔ وسنت ایک آہ بھر کر چپ چاپ ایک سمت ہو لیا۔ کتے کا بچہ جسے ابھی اس نے چائے پلائی تھی، اس کے پیچھے دم ہلاتا ہوا دوڑ رہا تھا!

(۴)

دوسرے دن اپنے حساس دل میں آرزوں کو لئے ہوئے وہ مسٹر صاحب کے بنگلہ پہ پہنچا، معلوم ہوا وہ کہیں گئے ہوئے ہیں، شام تک آئیں گے۔

اس نے دل میں سوچا "چلو کہیں مزدوری نہ معلوم ہیں کچھ پیسے مل جائیں تو ایک دھوتی خرید لی جائے"۔ دھوتی کا خیال آتے ہی اس کی نظریں ایک عالیشان دکان کی طرف اٹھ گئیں جہاں ایک شخص کے سامنے ریشمی اور قیمتی کپڑوں کے تھان کھلے پڑے تھے، وہ بھی دیکھنے کو کھڑا ہو گیا، اس کے پاس ہی ایک بھکارن بھی کھڑی تھی جس کی ساڑھی اور چولی تار تار ہو رہی تھی، وہ سر جھکا کر ایک پیسہ مانگ رہی تھی!

"چل ہٹ آگے جا" دکان دار نے بھکارن کو دھتکارا!

"پیسہ نہیں تو تن ڈھانکنے کو کوئی پھٹا پرانا ٹکڑا ہی مل جائے" بھکارن نے التجا کی!

"ارے جا دور ہو! کب سے کھڑی مغز چاٹ رہی ہے"، کپڑا خریدنے والے صاحب بولے اور پھر دکاندار کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"سیٹھ صاحب کوئی اچھا سا کپڑا دکھائیے۔ قیمتی ہو تو کچھ پروا نہیں، مگر ہو بڑھیا نئے ڈیزائن کا!"

وسنت نے یہ سن کر اپنے دل کو اس زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں میں درد ہونے لگا۔ اس نے اپنی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور آہستہ سے دل میں کہا "بھگوان"۔ پھر اپنی پگڑی اتار کر بھکارن کے قدموں میں پھینک دی اور ایک طرف بھاگ نکلا—! بھاگتا بھاگتا وہ ایک مندر کی طرف جا نکلا۔ مندر کے سنہرے کلس کو دیکھتے ہوئے اس نے سوچا کہ "چلو آج بھگوان سے پوچھ ہی لیں کہ آخر یہ سب کس کارن"۔ وہ اندر گھسنے والا ہی تھا کہ پجاری نے اسے روک دیا— وسنت نے دیکھا کہ بھگوان کی مورتی سے روپہلی کرنیں نکل رہی ہیں اور مورتی کے چرنوں میں طرح طرح کی مٹھائیاں اور پھل پھول چڑھے ہوئے ہیں۔ وہ یہ سب دیکھ ہی رہا تھا کہ پجاری نے دھکا دیتے ہوئے اس سے کہا "ہٹو"!

"کیوں؟" وسنت نے چھاتی ابھار کر کہا۔

"دیکھتے نہیں ہو لالہ صاحب پوجا کر رہے ہیں" پجاری بولا۔

"مگر بھگوان!...... تمہارے بھگوان کے گھر میں تو سب برابر ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جاؤ باہر لوٹ رہو۔ بڑے آئے کہیں کے" پجاری منہ بنا کر بولا۔

وسنت نے پجاری پر حقارت سے نظر ڈالی اور آتے ہوئے گھنٹہ اس زور سے بجایا کہ تمام مندر گونج اٹھا۔ اس کی سانس تیزی سے چل رہی تھی وہ سینہ نکالے گردن اکڑائے شہزادوں کی طرح قدم رکھتا مندر کی سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔ مندر کے دروازے کے سامنے بہت سے بھکاری اندھے، لولے، لنگڑے اپاہج، کوڑھی پڑے ہوئے تھے جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

زندگی کے موافق ہے

چینی عورتوں میں اب تک یہ قصہ مشہور چلا آ رہا ہے کہ دیوتاؤں کے بادشاہ نے چائے کے پودے میں وہ طاقت عطا کی ہے جس کی وجہ سے انھیں اپنے خاوندوں کو شراب خواری کی کشش سے روکنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

سنگھالی زبان میں نظمیں لکھی گئی ہیں جن میں چینی عورتوں کے مذکورہ بالا خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ شراب خوار خاوندوں کے نجات دلانے کے لئے چائے ایک بااثر علاج ہے۔ ایک نظم کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے شوہروں کو چائے پینے کی عادت ڈالنے سے وہ انھیں شراب خواری کی عادت سے بچا لیں گی۔ ہر چینی عورت اس بات کو خوب جانتی ہے کہ اس کے شوہر کو ستے کے لئے نشیلی در پوش کردہ اشیاء کی کب خواہش ہوتی ہے۔ وہ اسوقت فوراً ایک پیالی خوشبودار چائے بنا دیتی ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ نشیلی چیزوں کی خواہش دور ہو جاتی ہے۔

دنیا کے بعض حصوں میں جہاں چائے کو حال ہی میں رواج دیا گیا ہے وہاں کی عورتوں نے اسے دوسرے مصرف میں بھی لانا شروع کر دیا ہے۔ اوّل تو وہ اسے گھر بھر کے تمام لوگوں کو پلاتی ہے اور سب اس سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوئم یہ کہ چائے پی کر طبیعت میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ اس سے سب کو سیری ہوتی ہے۔ انھیں آرام ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے گھر بھر میں شادمانی ہو جاتی ہے

عورتوں کو چائے سے جو خصوصیت ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ناول نویس ولیم میک پیس تھیکری جو کلکتہ میں پیدا ہوئے تھے بہت سال قبل لکھ چکے ہیں کہ "جب سے چائے کے پودے کی شناخت ہوئی ہے۔ عام لوگوں میں اس بیچاری چائے دانی نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ بیشمار عورتیں اس کے لئے روتی ہیں کتنے مریضوں کو اس نے زندہ کیا ہے۔ بخار والے بے شمار ہونٹوں نے اسکو پی کر ترو تازگی پائی ہے۔ قدرت نے چائے کے پودے کو پیدا کر کے عورتوں کے ساتھ بڑا احسان کیا ہے۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو آپ کے ذہن میں بے شمار خیالات پیدا ہونگے۔ ایک جگہ چائے دانی اور اس کے گرد بہتیرے لوگوں کے مجمع کی تصویریں دکھائی دینگی۔ اور آپ یہ سب ماجرا دیکھکر بہت خوش ہونگے"۔

ڈاکٹر سی۔ ڈبلیو سیلبی۔ ایم۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ سی۔ ایس ایڈن برا نے اپنی ایک کتاب میں بہ عنوان "غم عمر بھر کی بیماری ہے" چائے کے جوش پیدا کرنیوالی طاقت کے بارے میں لکھا ہے۔

چائے بیماری کے خیال کو دور کرتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس سے ضمیر مردہ ہو جاتی ہے بلکہ طاقت کے ذرائع کو جگا دیتی ہے اور اس خیال کو پیدا کرتی ہے جس پر اندرونی طاقت کا دارومدار ہے۔ یہ حقیقی معنوں میں جوش پیدا کرنیوالی ہے اور ایسی چیز ہے جو زندگی کے لئے مفید ہے

خالص عمدہ دودھ کی قلت

(از قلم چودھری عطر سنگھ بی۔ ایس۔ سی)

(بسلسلہ گذشتہ)

ہندوستان میں یہاں دودھ پیدا کرنے والی ایسی بڑی بڑی کمپنیاں یا انجمنیں عام طور پر نہیں پائی جاتیں جیسی کہ مذکورہ بالا ممالک میں پائی جاتی ہیں یہاں دودھ پیدا کرنے کا کام عام طور پر ان لوگوں کے سپرد ہے کہ جو بہت غریب اور بالکل بے علم ہیں اور تندرستی قائم رکھنے کے طریقوں سے بالکل انجان ہیں۔ نہ وہ اعلیٰ نسل کی زیادہ دودھ دینے والی اچھی گائیں خرید سکتے ہیں اور نہ ان کی معقول طریقہ پر پرورش کر سکتے ہیں

ان کے پاس صاف ستھرے مکانات رہنے کے مکان میں معقول چارے اور چرا گاہوں کا انتظام ہے وہ خود نہایت میلے کچیلے رہتے ہیں۔ اس لئے اپنی گایوں کو کس طرح صاف ستھری رکھ سکتے ہیں جس قسم کی گائیں یا بھینسیں ان کو سستے داموں میں مل جاتی ہیں ان کو ہی خرید لیتے ہیں اور ان کے دودھ کو نہایت بد احتیاطی کے ساتھ اپنے میلے کچیلے برتنوں میں دوہ کر اور اس کی مقدار کو پانی سے دوگنی تگنی کر کے بازاروں میں فروخت کرتے ہیں۔

دودھ دیتے وقت ان کے تھیلے ڈھیلے جانور عموماً میلے کچیلے رہتے ہیں ان کے جسموں پر مکھیاں بھنکتی رہتی ہیں۔ تھن گندے رہتے ہیں۔ بکونوں میں چچڑیاں چمٹی رہتی ہیں۔ اور ان کے نیچے کی زمین نہایت گندی اور بدبو سے بھری رہتی ہے۔ غرضیکہ جس حالت میں دودھ نکالا جاتا ہے وہ اس قدر خراب و بھدی ہے کہ کوئی یوروپین ایسے دودھ کو استعمال کرنا تو درکنار شاید اس کو اپنے کتوں کو پلانا بھی قبول نہ کرے۔

ایسی حالت میں نکالا ہوا اور پانی ملا ہوا دودھ شہروں اور قصبوں کے حلوائیوں کی دوکانوں پر پہنچ کر اور بھی زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ انکی دوکانوں پر مکھیوں اور کیڑوں کا جمگھٹا رہتا ہے۔ دودھ کی کڑاہیاں کھلی رہتی ہیں۔ صفائی کی طرف ان کا خیال بالکل نہیں جاتا۔

اوّل تو بہت سے حلوائی اس دودھ کو سستے داموں میں لے کر اس کی مقدار کو پانی سے اور زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ اگر بڑھاتے بھی نہیں تو بد احتیاطی سے رکھ کر اور زیادہ خراب کر دیتے ہیں۔

غرضیکہ آجکل ہمارے ملک میں قریب قریب ہر جگہ خالص اور پاک صاف دودھ کی بہت ہی زیادہ قلت ہے جس کی وجہ سے باشندگان ملک کی صحت پر بہت خراب اثر پڑ رہا ہے۔ بچوں اور طالب علموں کی تندرستی پر کافی مقدار میں عمدہ خالص تازہ دودھ نہ ملنے کی وجہ سے اتنا خراب اثر پڑ رہا ہے کہ شاید ان میں سے دس فی صدی بھی مشکل سے ایسے نکلیں کہ جن کو تجربہ کار ڈاکٹر معائنہ کے پوری تندرستی کا سرٹیفکیٹ دے سکیں

اب سوال یہ ہے کہ خالص دودھ کی یہ قلت اور دقت کس طرح دور ہو اور دودھ کی پیداوار کا بڑھنا کس طرح ممکن ہے؟

یہ سوال درحقیقت اتنا اہم اور ضروری ہے کہ سبھی ملک کی بھلائی چاہنے والوں کی پوری توجہ کا مستحق ہے۔ کیونکہ اس کے حل ہونے پر ہی ملک والوں کی تندرستی اور لیاقت کا دارومدار ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہی ملک کی زراعت کی ترقی کا بھی بہت بڑا رشتہ ہے اور زراعت کی ترقی پر پبلک کی اچھائی کا دارومدار ہے

ہمارے خیال میں اس مشکل سوال کا ٹھیک طور پر حل کر سکنا ان لوگوں کی طاقت سے بالکل باہر ہے کہ جن کو غریبی اور بے پڑھے ہونے کی وجہ سے سوکھی روٹی اور کپڑے کا ملنا بھی مشکل ہو رہا ہے اس سوال پر صرف ان لوگوں کو خاص طور پر دھیان دینے کی ضرورت ہے کہ جن کو خداوند کریم نے دولت۔ قابلیت اور علم دیا ہے۔

جب ڈنمارک۔ ناروے۔ سویڈن اور ہالینڈ جیسے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے مالدار اور پڑھے لکھے لوگوں نے اپنے ملکوں میں دودھ کے دریا بہا کر کے وہاں کے رہنے والوں کو بھی اس بڑھیا تحفہ سے بھرپور کر دیا ہے تو کیا ہمارے ہندوستان کے پڑھے لکھے اور مالدار صاحبان اپنے ملک میں دودھ کی سوکھی ہوئی دریاؤں میں پھر بہاؤ پیدا نہیں کر سکتے؟

ایسا کر سکتے ہیں اس شرط پر کہ ملک کی ترقی اور بھلائی کے اصلی بھید کو ٹھیک طور پر دریافت کر لیں۔ کوئی ملک جس کے رہنے والوں کی تندرستی اور دماغی حالت بڑھیا نہ ہو ترقی نہیں کر سکتا۔ تندرستی اور لیاقت کا دارومدار کھانے اور خوشحالی پر ہے اور ان دونوں باتوں کا گہرا رشتہ گائے کی نسل کی ترقی افزا اور زراعتی پیداوار کے بڑھنے سے ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

اقوال زریں

[از جناب ثمر صدیقی ردولوی]

دنیا میں بہترین دوست وہی ہے جو مصیبت میں کام آئے۔

سچا خلوص اور بے لوث محبت دوستی کی نشانی ہے

مشکل کے وقت ہمدردی کرنے والا دوست ہمت اور امید کے ٹمٹماتے چراغ کو روشن کر دیتا ہے۔

دوست کی سچی تعریف یہ ہے کہ وہ اس کے عیوب ظاہر کر دے۔

افلاس کے وقت اپنے پرائے ہو جاتے ہیں۔

مرد کی مشکلات عورت کی ذات سے بڑھ جاتی ہیں اور انھیں گھٹانیوالی اسکی سچی شریک حیات ہوتی ہے

عورت اگر تباہ کرنے پر آجائے تو مرد کو دنیا کے کسی گوشہ میں پناہ نہیں مل سکتی؟

عورت اگر ایک وقت میں مکر و فریب کی تصویر ہے، تو دوسرے وقت ایثار و وفا کا دلکش مرقع؟

عورت اگر زندہ دشمنوں کی بھوکی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس کا جذبۂ محبت فنا ہو چکا ہے؟

زندگی اگر ایک کشتی ہے تو عورت اس کا خوبصورت ملاح۔

دنیا میں جتنے انقلاب آئے، ان میں عورت کی ذات زیادہ کارفرما ہے۔

عورت کی صحیح تعریف — "محبت اور وفا" ہے

خوش سلیقہ عورت مرد کے افلاس کو دور کر دیتی ہے۔

عورت جب محبت کرتی ہے تو دنیا کی ہر چیز کو بھول جاتی ہے۔

ایک طرح سے زندگی عورت ہے اور عورت زندگی۔

عورت میں اگر حسد کا مادہ نہ ہوتا تو وہ فرشتوں سے بالاتر تھی۔

خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ بدلتا ہے

دنیا کے بہت سے کام عورت کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچے۔

مرد کو مصائب سے نکالنے والی ایک اچھی عورت ہے!

مختصر افسانہ

چین میں!

آزادی کیلئے

(از جناب تارا شنکر ناشاد ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی۔ بستی)

کیفوچن کیا خبر ہے؟

حضور کوئی بات نہیں ہے اور شہروں کی طرح یہاں بھی چینیوں نے اپنے گھروں میں تالے ڈالکر انمیں آگ لگادی ہے اور کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں جاپانی سپاہیوں کو دیکھ کر نعرہ لگاتے ہیں "ہم آزاد ہیں ہماری روح آزاد ہے۔ ہمارا ملک آزاد ہے، اسے تلوار سے غلام بنالینا جاپانیوں کے بس کی بات نہیں"۔

بہت اچھا۔ فوراً شہر کے چاروں طرف جنگی پہرہ لگادو۔ اسکے بعد ہوائی جہازوں کو دیرے آگ لگانیوالے بم گرانیکا حکم دو۔ اسکے بعد فوج شہر کے اندر داخل ہوگی جہاں کہیں ایک دو چینی نظر آئے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ غرض اسے کل تک شہر خموشاں بنادو" بہت خوب حضور۔ لیکن عورتیں اور بچے؟" ان سے کہو جاپانی کیمپ میں پناہ لیں" مگر وہ کہتے ہیں" پناہ کیسی؟ "تو جاؤ انھیں جلتے ہوئے شعلوں میں پھنکوا دو" "بہتر ہے لیکن حضور وہ یہ سب کچھ برداشت کریں گے"

"کس لئے کیفوچن؟

"آزادی کے لئے"

(از جناب قاضی نادر الاسلام)

ریل میں سفر کرتے ہوئے میں نے دیکھا ایک جنٹلمین نے قلی کو دھکا دیکر گرا دیا۔

"آہ" اس وقت میرا دل بھر آیا۔ آنکھوں کے پیمانے چھلک پڑے کیا دنیا میں خدا کے غریب بندے ہمیشہ اسی طرح حقیر سمجھے جاتے رہیں گے جو مزدور اپنے تن من کے ایندھن سے انجن چلاتا ہے اسے پٹریوں کے سوائے کہیں پڑنے کو جگہ نہیں ملتی لیکن اسکی بنائی ہوئی ریل پر جنٹلمین اور بابو لوگ سوار ہوتے ہیں۔

"تنخواہ دیتے ہیں" خوب اے کم ظرفو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ مزدور کو دو چار کوڑیاں دیکر تمنے دولت جمع کر لی ہے۔

شاہراہوں پر موٹریں، سمندر میں جہاز آسمان پر طیارے اور شہروں میں مشینیں۔ آخر یہ تمام سامان کس کے تیار کئے ہوئے ہیں۔ انھیں چلاتا کون ہے؟

آخر یہ عالیشان محلات کس کے ہاتھوں سے خوبصورت بنائے گئے ہیں۔ سنو خاک کے ایک ایک ذرہ پر اس شان و شوکت کی ساری حقیقت روشن ہے!

کاہے اکیلا جاوت ساجن

(از جناب غمخوار پردیسی لاہور)

میں سویا۔ دلمیں تیرے ملنے کی آشائیں لئے ہوئے۔ اور سوتے میں میں نے تجھے پالیا۔ مجھے یاد ہے کہ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ میں ندی کے کنارے بیٹھا تیری خیالی تصویر کی پوجا کر رہا تھا، اور ساتھ ہی ساتھ گنگنا رہا تھا:-

کاہے اکیلا جاوت ساجن

موہے بھی سنگ لے جا

"ساجن تم بھی میرے ساتھ چلوگے کیا؟"

میں نے مڑ کر دیکھا تو تم ہاں تم وہاں نینوں میں آنسوؤں کا سمندر لئے کھڑی تھی — "کہاں چلوگی سجنی؟"

"اس سنسار سے دور، بہت دور، جہاں کوئی بھی سنساری نہ ہو جو سماج کی پابندیوں سے آزاد ہو۔ جہاں خوشنما چشمے پریت کے گیت سناتے ہوں جہاں کے پرندے، ندیاں، پھول پریم کے دلکش رنگ میں رنگے ہوں وہاں ساجن!"

میں چپکے سے اٹھا اور تیرے پیچھے پیچھے ہولیا۔ چلتے چلتے جب ہم دونوں تھک گئے تو آموں کے درخت کے نیچے جس پر کوئل پی کہاں پی کہاں کا ترانہ بول رہی تھی بیٹھ گئے۔ تمہارے زانو پر میرا سر تھا اور میں اپنی سوئی ہوئی قسمت جگا رہا تھا۔ اچانک تیری آنکھوں سے ایک گرم گرم آنسو نکلا اور میرے رخسار پر گرا میں نے آنکھیں کھولکر تجھے دیکھنا چاہا۔ مگر آہ اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ فقط ساون کے بادل میری بیکسی پر آنسو بہا رہے تھے۔

کاش! مجھے معلوم ہوتا تو میں اس خواب سے کبھی بیدار نہ ہوتا!

دُنیا!

(از جناب سلام)

دنیا میں ظالم۔ پاپی۔ مستی کے ترانے گاتے ہیں

جو پیارے جگ کے سیوک ہیں وہ مفت میں جان گنواتے ہیں

ایشور کی اس پھلواری میں کانٹے بھی ہیں۔ کلیاں بھی ہیں

پر ہم جب ہاتھ بڑھاتے ہیں کانٹے ہی کانٹے پاتے ہیں

دنیا تو بھیانک بستی ہے بے رحم سماجی دیوؤں کی

پھر خود ہی یہ بھولے بھالے انساں یہاں کیوں آتے ہیں

سوچو تو ذرا کیوں دیتے ہو دشنام سلام اس دنیا کو

دنیا تو کام کی بستی ہے جو کرتے ہیں وہ پاتے ہیں

صفحہ ۲۰ سے آگے

کوئی اپنے زخم دکھا کر بھیک مانگ رہا تھا، تو کوئی بھکارن اپنے بھوک سے بلبلاتے ہوئے بچے کو دکھا دکھا کر لوگوں کے رحم کے جذبہ کو ابھار رہی تھی۔

وسنت نے اپنے دل میں کہا "کاش بھگوان اپنے حصہ میں سے تھوڑا سا ان لوگوں میں بھی تقسیم کر دیتا جو اس کے دروازے پر بیٹھے ہوئے میٹھے اسی کے نام کی مالا جپتے رہتے ہیں"

کوئی کہہ رہا تھا۔

"بابا اندھے کو بھی کچھ دیتے جاؤ۔ یہ آنکھیں بڑی نعمت ہیں"

یہ سب کچھ دیکھ کر وسنت کے دل میں خیال آیا کہ کاش وہ بھی اندھا ہوتا، اور بھگوان کے دروازے کی یہ سوبھا نہ دیکھتا ——— یہی سوچتا ہوا وہ وہاں سے چل دیا۔

اب شام ہو چلی تھی، اس کو مقرر صاحب کے بنگلہ پر جانے کا خیال آیا اور اس نے مقرر صاحب کے بنگلہ کا رُخ کیا۔

بنگلے کے سامنے باغیچے میں مخملی گدوں والی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور مقرر صاحب اپنے چند دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں مشغول تھے۔

وسنت بھی پرنام کر کے ایک خالی کرسی پر بے دھڑک بیٹھ گیا۔ یکایک سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے ایک دیہاتی جس کے بدن پر پھٹے پرانے کپڑے بھی نہ تھے۔ یوں بڑے لوگوں کے پہلو بہ پہلو ایک مخملی کرسی پر بیٹھ جائے؟!

آخر مقرر صاحب ہی بولے "اے لڑکے کرسی پر سے اٹھو ادھر بیٹھو اسٹول پر!"

"آپ نے سویرے بلایا تھا میں آیا تھا مگر آپ نہیں ملے معلوم ہوا کہ آپ کہیں گئے ہوئے ہیں" وسنت نے کرسی پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"عجب بے تہذیب ہو" مقرر صاحب نے حقارت سے کہا۔

وسنت "بے تہذیب" کا مطلب نہ سمجھا وہ تو مقرر کے حقارت آمیز لہجے کی وجہ سے ایک گالی سمجھا،

اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی، وہ دانت پیستا ہوا مقرر صاحب کی جانب بڑھا اور نزدیک آ کر کہا:-

"آپ نے بڑی کرپا کری آپ کو اب کبھی بھی نہ ستاؤں گا" یہ کہہ کر کالر پکڑ کر دو گھونسے رسید کیا کہ مقرر صاحب تیورا کے زمین پر گر پڑے ——— پکڑو پکڑو کا شور مچا۔ مگر وسنت جا چکا تھا۔

—— ۵ ——

بارش ہو رہی تھی اور وسنت دھرتی کا سینہ کوٹ رہا تھا ——— سڑک بن رہی تھی۔ کئی دکھی عورتیں ہمزن بڑھاپے کومل اور البیلی کلائیاں مٹی اور پتھروں سے مصروف پیکار تھیں۔

سڑک کے کنارے تپائی پر ٹھیکہ دار کے منشی صاحب حاضری کا رجسٹر لئے بیٹھے ہوئے تھے اور ایک جوان لڑکی جو شاید دیر سے آئی تھی کھڑی ہوئی کام کرنے کی اجازت چاہ رہی تھی۔ مگر منشی صاحب نے جو بظاہر زندگی کی پچاس پچپن بہاروں کو ایک طویل اور ختم نہ ہونے والی خزاں سے بدل چکے تھے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ آخر وہ غریب لڑکی ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں لئے ہوئے واپس جانے لگی۔ وسنت اس کی چھلکتی ہوئی آنکھوں کی تاب نہ لا سکا۔

وہ چیخ پڑا "بھگوان" اور اس نے اپنی پوری طاقت سے موگری کو زمین پر دے مارا۔

موگری زمین پر پڑنے کے بجائے خود اسی کے پاؤں پر پڑی اور پنجے کی ہڈیاں چور چور ہو کر رہ گئیں۔ وہ آہ کر کے زمین پر گر پڑا اور اس کے پیر سے خون کے فوارے نکلنے لگے۔ سب مزدور جمع ہو گئے۔ آخر ٹھیکہ دار صاحب بھی اٹھ کے آئے اور کہنے لگے:-

"جب کام کرنا نہیں آتا تو کیوں کرتے ہو؟"

وسنت کا جی چاہا کہ ٹھیکہ دار کا گلا اتنی زور سے دبائے کہ آنکھیں باہر نکل پڑیں، مگر اس نے آہستہ سے "بھگوان" کہنے پر اکتفا کیا۔

اسی وقت ایک رحمدل گاڑی والے نے وسنت کو خیراتی ہسپتال پہنچا دیا۔ وہاں اس کی اسی طور سے خاطر مدارات کی گئی جس طرح عام طور پر اس جیسے غریبوں کی ہوتی ہے۔ لاوارثوں کو کون پوچھتا ہے۔ ان کی پروا کسے ہو سکتی ہے۔ جب خود بھگوان ان کی طرف سے بے پروا ہو جائے ——— !

وسنت کو ہسپتال سے تیسرے روز ہی خارج کر دیا گیا۔ وہ گھسٹتا گھسٹتا باہر نکل آیا۔ زخم ابھی اچھا نہ ہوا تھا۔ چلنے سے اور تکلیف بڑھ گئی ساتھ ہی ساتھ اسکی بھوک بھی بڑھ رہی تھی، مگر اب تو وہ کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"آج بھگوان مجھ سے بھیک منگوا ہی کر چھوڑے گا۔" اس نے دل میں سوچا۔

مگر کیا وہ بھیک مانگے گا؟ اور بھگوان کو ہنسنے کا موقع دے گا ——— ! اونہہ! دن گذر گیا ——— رات آئی!

بند دکان کے چبوترے پر لیٹا ہوا وسنت کروٹیں بدل رہا تھا اس کے پاؤں میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ تمام جسم بخار کی وجہ سے پھنک رہا تھا۔ پاس ہی ایک کتا بیٹھا ہوا ہمدردی کے طور پر دم ہلا رہا تھا۔ اس کٹھڑی دکان کے بازو پر عیش و آرام کی زندہ تصویریں، بھگوان کے چہیتے دولتمند، شرابی قہقہے لگا رہے تھے۔ ادھر وسنت درد کے مارے بیہوش ہوا چاہتا تھا۔ اس کے کپکپاتے ہونٹوں سے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک مبہم سی آواز نکل جاتی تھی: ... ماں ... ماں ....

مسئلہ ازدواج

عشق و محبت کی شادیاں ناکام ہوتی ہیں!

ٹیگور- برنارڈ شا اور ایک یورپین مفکر کے عجیب خیالات!

عورت و مرد کے تعلقات کی خوشگواری اور گھریلو زندگی کی مسرت اور شانتی اس وقت تک ایک بہت بڑی نعمت مانی جاتی رہی ہے۔ مگر کاونٹ ہرمین کیسرلنگ ایک بزرگ ہیں آسٹریا کے جنہوں نے ابھی ایک تازہ تصنیف میں فرمایا ہے کہ ازدواجی زندگی میں مرد و عورت کے تعلقات کی خرابی یا تھوڑی بہت ناخوشگوار نتائج کے اعتبار سے بہت عمدہ چیز ثابت ہوتی ہے۔ صاحب موصوف نے اس کی وجوہ یہ بیان کی ہیں:-

(۱) دنیا میں جس قدر بڑے انسان پیدا ہوئے ہیں ان میں سے اکثر ناخوشگوار ازدواجی زندگیوں ہی کے نتیجے تھے

(۲) زن و شوہر کے تعلقات اچھے نہ ہوں تو وہ اپنی روحوں کو زیادہ نقصان نہیں پہنچاتے۔

(۳) اگر تعلقات ناخوشگوار ہوں تو مرد و زن علیحدہ علیحدہ ترقی کرنے لگتے ہیں۔ اور یہ اختلاف انہیں مدد دیتا ہے۔

(۴) زندگی کے اردگرد اگر صرف شانتی اور راحت ہی ہو تو بہت کم لوگ اس عنصر کے نقصانات کا مقابلہ کر سکتے اور ایسے حالات میں اکثر و بیشتر انسانوں کی انفرادی ترقی رک جاتی ہے!

کاونٹ کیسرلنگ نے چند اور خیالات شادی کے مبحث پر عجیب و غریب بیان کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں:-

(۱) تجربہ کار رشتہ داروں کے ذریعہ سے جو شادیاں عمل میں آتی ہیں وہ عشقیہ شادیوں کے مقابلہ میں زیادہ شانت اور مسرور جوڑے پیدا کرتی ہیں۔

(۲) زندگی کے جو دائرے دولت پیدا کرنے اور اقتصادی ترقی کرنے کے مقصد سے متعلق ہوں جیسے دہقان اور سوداگروں کا معاملہ ہے تو انہیں حصول زر کی غرض

سامنے رکھ کر شادیاں کرنا عشق و محبت کی شادیوں کی نسبت زیادہ موزوں ہے۔

(۳) حقیقی عشق و محبت کی شادیاں عام طور پر اب ایک بے معنی رسم ہیں۔ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ بہت کم تعداد ایسے اعلیٰ ذہین اہل طبیعت لوگوں کی ہے جو عشق کے خالص ذاتی جذبات کی قدر کر سکیں۔ اور اس کی مہما کو عملاً مان سکیں۔ اس لئے یہ عشقیہ شادیاں ہر کس و ناکس ہمیشہ ناکام رہتی ہیں۔

(۵) فنون لطیفہ (فائن آرٹ) کے ماہر مرد کا فنون لطیفہ کی ماہر عورت سے شادی کے لئے غیر موزوں ہیں۔

(۴) لڑکے اور لڑکی کے درمیان گرد دستانہ تعلقات پیدا ہو گئے ہوں تو انہیں آپس میں شادی کرنے سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے دوستوں کی شادیاں کرنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہوگی

(۶) یہ بات ایک حد تک بالکل صحیح ہے کہ شادی کرنے والے افراد کا مذاق زندگی جس قدر بھی جدا جدا ہوگا ان کی زندگی خوشگوار ہوتی چلی جائیگی۔

(۷) ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے سے نیچے طبقہ میں پہنچکر شادی کرے۔

کروشیا میں ڈالی پر چڑیا

اس چڑیا کو بیل پلنگ پوش وغیرہ پر بنائیے بہت خوبصورت معلوم ہوگی ترکیب نقشہ سے صاف ظاہر ہے پہلے ۵ چین بنا کر دو دو چین چھوڑ کر خانے بنایئے۔ اس طرح ۵ ہ خانے بن جائیں گے۔ اب نقشہ کے مطابق چڑیا و پھول پتے بنا لیجئے۔ سیاہ ٹربیل اور جالی خانے رہیں گے۔ (ماخوذ از ہمجولی دہلی)

برنارڈ شا کے خیالات

کاونٹ کیسرلنگ نے اپنی کتاب چھپنے سے پہلے دنیا کے بڑے بڑے زندہ مصنفوں سے شادی کے مسئلہ پر سوالات کئے تھے اس پر انگلستان کے مشہور مصنف برنارڈ شا نے کاونٹ کی درخواست پر مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

"اپنی بیوی کے زندہ ہوتے ہوئے کوئی بھی بھلا آدمی شادی کے متعلق حقیقی خیالات ظاہر نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے کہ اسے اپنی بیوی سے سخت نفرت ہو، اور اتفاق سے مجھے اپنی بیوی سے نہیں ہے!

ٹیگور کے خیالات

تقریباً چوبیس مصنفوں نے کاونٹ کی درخواست قبول کی۔ ان میں ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے۔

"ہندوؤں کے تصور ازدواج میں ذاتی مذاق یا رغبت و میلان کو کوئی دخل نہیں ہے۔ شادی کے معاملہ میں طبعی اور فطری محبت بھروسہ کرنے کے قابل چیز نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ شادی سے پیشتر ہی مناسب طریقہ پر جذبہ محبت کی تربیت و پرورش کی جائے اور اس سے اچھے نتائج اخذ کئے جائیں۔ ہندو سماج میں لڑکی کو ابتدا ہی سے شوہر کے خیال سے آشنا رکھنے کے لئے کوششیں شروع کر دی جاتی ہیں۔ مثلاً گیتوں، قصوں کہانیوں، تیوہاروں اور عبادتوں میں غرض ہر جگہ یہ چیز موجود نظر آتی ہے لہٰذا جب ہندو لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو شوہر اسکے نزدیک ایک شخص نہیں ہوتا بلکہ وفاداری، حب وطن وغیرہ کی طرح ایک معین اصول اور انسٹی ٹیوشن ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۴ سے آگے

ب مہارانا کو صرف یہی تدبیر سوجھی کہ امیر خاں سے .. وہ مانگے۔ چنانچہ اس سے گفتگو کی اور آخر کار وہ چوتھائی ریاست دینے کی شرط پر مدد کے لئے تیار کر لیا اور اس طرح ریاست سے پور کو لوٹ مار سے محفوظ کیا۔

یہ سب کچھ تو ہوا۔ مگر کرشنا کماری کا نازک اور الجھا ہوا معاملہ نہیں سلجھا۔ مہارانا کی پریشانی باقی کی باقی رہی۔ اس لئے ایک دن مہارانا اور انکے درباری یہ گتھی سلجھانے کے لئے دیوان خاص میں جمع ہوئے۔

سردار امیر خاں مشورہ دینے آیا اور یہ سب لوگ نصیبوں جلی شہزادی کی قسمت کا فیصلہ کرنے بیٹھے

اس ریاست کی فوج کا سپہ سالار اعظم اجیت سنگھ بولا کہ جنگ کی جو آگ راجپوتانے میں پھیلتی جا رہی ہے اس کے بجھانے کی موثر تدبیر جلد ہونی چاہئے۔ ورنہ ایک بھی راجپوت زندہ نہیں رہے گا! یہ سرزمین بھی درندوں کا مسکن بن جائے گی!......

اور یہ اس نے شاید جھوٹ نہیں کہا

امیر خاں نے سپہ سالار کی تائید کی مگر کہا کہ آپ ہی کوئی تدبیر بتائیے۔

اجیت نے جواب دیا کہ فتنے کی جڑ کٹنی چاہئے! کیونکہ نہ ہوگا بانس اور نہ بجے گی بانسری! آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ یہ سارے فساد کی جڑ یہ کم بخت لڑکی ہے! جب تک یہ لڑکی زندہ ہے۔ اس وقت تک راجپوتانہ کی خونریزی کا بند ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

لڑکی کے قتل کا ذکر سن کر مجلس چونک پڑی اور مہارانا کی بہن چندا نے فوراً سوال کر دیا۔

"کونسی لڑکی"!

اجیت بولا: "کرشنا کماری؟ اور کون؟

یہ سنکر تمام مجلس خاموش ہو گئی۔ حاضرین کے دل بھر آئے اور بعض لوگ توحیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے مہارانا کی آنکھوں سے کئی آنسو ٹپک پڑے اور مہارانی تو زار زار رو رہی تھی مہاراجہ چند منٹ کے بعد دل پکڑ کر بولے:-

اجیت سنگھ! تم نے یہ کیا کہا؟ میرا تو سر چکرا رہا ہے!

اجیت نے جواب دیا:-

"سری مہاراج! راجپوتانہ قربانی چاہتا ہے! اور ملک و قوم کی بھلائی اسی کے اندر ہے۔

امیر خاں نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ بے شک کرشنا کا خون ہی جنگ کی آگ پر پانی ڈال سکتا ہے! اور اس کے سوا دوسری تدبیر راس نہیں آئے گی۔

مہارانی یہ سنتے ہی غش کھا کر گر پڑیں اور باندیاں انکے سنبھالنے میں مصروف ہو گئیں۔

اجیت بولا کہ ہماری ریاست میں جنگ کرنیکی طاقت باقی نہیں ہے۔ پس اگر یہ کارروائی نہ کی گئی تو سارا راجپوتانہ تباہ ہو جائے گا؟

یہ سن کر امیر خاں نے کہا کہ بس خیریت اسی میں ہے! ورنہ........"

امیر خاں کے ان الفاظ نے مہارانا کو چونکا دیا۔ اور انھوں نے پوچھا ـــــ ورنہ کیا ہوگا؟

امیر خاں نے بے باکی سے جواب دیا۔ اگر یہ تدبیر عمل میں نہیں آئی تو میں کرشنا کو جبراً مان سنگھ کے پاس پہنچا دوں گا!

مہارانا یہ سُن کر آہیں بھرنے لگے۔ مگر سنگدل اجیت بولا کہ دیر کرنے کا موقع بالکل نہیں ہے۔ جہانتک ہو جلدی ہونی چاہئے۔

مہارانا بولے ـــــ آہ! میں یہ خونی تدبیر کس دل سے منظور کروں؟

اجیت فوراً بول اٹھا۔ سری مہاراج! دل پر پتھر رکھنا ہوگا! ملک و قوم کی سلامتی اور عزت قائم رکھنے کے واسطے یہ قربانی ضرور ہے! ایسا جلد حکم دیجئے! ورنہ دیر تو کام خراب کر دے گی!

شہزادی کرشنا پردے کے پیچھے سب کچھ سُن چکی تھی اور خونی مستقبل اسکی آنکھوں میں پھر رہا تھا۔ اب اس کا چُپ رہنا ممکن نہ تھا۔ اس نے مجلس میں آکر کہا:- پتا جی آپ راجپوت ہیں اور راجہ! پس راجپوت ہی رہئے، میں بھی راجپوتنی ہوں۔ آپکے بہادر خون کا ایک قطرہ! راجپوت راجہ کی بیٹی! اور مجھے اپنے فرض اپنے دھرم اور اپنی ذمہ داری کا احساس ہے بس آپ ایک گھڑی کی بھی دیر نہ کیجئے۔ میں خوشی سے قربانی دینے کو تیار ہوں"!

دوسرے روز خونی ڈرامہ شروع ہوا۔ چندا بائی نے روتے روتے چاندی کی ایک صراحی میں خاص عرق تیار کیا اور اس میں سے ایک پیالہ بھر کر کانپتے ہوئے ہاتھ سے حسین دوشیزہ کرشنا کی طرف بڑھایا اور بولی اپنے دیس، اپنی قوم اور مہارانا کی عزت بچانے کے لئے یہ پی جاؤ"

کرشنا نے بے تامل ہاتھ بڑھا کر پیالہ فوراً لے لیا اور بولی میری قسمت میں یہی لکھا تھا"!

اس نے یہ کہکر پیالہ لبوں سے لگایا اور سانس لئے بغیر خالی کر دیا! پھر ایک اور پیالہ پیا اور پھر وہ آرام سے لیٹ گئی۔

ایک گھڑی کے بعد ایک سوار گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ وہ گھوڑے سے نیچے اترا۔ وہ رانا کا ماتحت ایک پہاڑی سردار تھا اور اس خونی منصوبہ کی خبر سن کر راج کماری کی جان بچانے کے واسطے آیا تھا۔ مگر بے سود کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ وہ محفل کا رنگ دیکھ کر زار زار رونے لگا اور راجہ سے کہا کہ ایسی بہادر قوم کا راجہ اور کنواری کنیا کا خون! کیا پاپ، میرا دل یہ ظلم برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ کہکر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور دم کے دم میں آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

راجپوتانہ کا حسین پھول دیکھتے ہی دیکھتے قضا کا شکار ہو گیا۔ عجب قسم کی قربانی یہ خونی حادثہ کبھی تاریخ فراموش نہیں کیا جائیگا۔

ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

ایک اخبار کی اطلاع ہے کہ جرمنی کے ساتھ جہازی کارخانوں میں نئی قسم کی ہن ڈبی کشتیاں بنائی جارہی ہیں جو کہ ایک مہینہ میں تیار ہوسکتی ہیں ملاحوں کی تربیت بھی جاری ہے

لڑائی کے سات ہفتوں میں ۵۰۰ روسی ہوائی جہاز گرائے جاچکے ہیں۔ برف پگھلنے کے بعد مزید نقصان کی اطلاع ملے گی۔ ہوائی جہازوں کے علاوہ روسی فوج کے ۲۴۴ ٹینک ۱۸۹ بندوقیں ۸۰۰ مشین گنیں اور مختلف قسم کی ۵۲۲ موٹر کاریں کھو چکی ہے ان میں سے بہت سا مال فنوں کے قبضہ میں آیا ہے۔ ۵۰۰ گھوڑے بھی فنوں کے قبضہ میں آچکے ہیں۔ فنوں نے روسیوں کے ۳۰ باورچی خانے بھی تباہ کردیئے ہیں۔

جرمن سرنگوں اور تارپیڈو کے ذریعہ برطانی اور غیر جانبدار جہاز ڈبوئے جانے کی اطلاعیں ملی ہیں۔ برطانیہ کا ایک تباہ کن جہاز "گرینول" نامی جس کا وزن چودہ سو ٹن تھا شمالی سمندر میں ڈوب گیا۔ اس کے ۱۱۸ جہازی بچ گئے۔ آٹھ ڈوب گئے اور ۳۰ لاپتہ ہیں خیال ہے کہ انکی جانیں بھی چلی گئیں۔ یہ جہاز ۱۹۳۶ء میں سمندر میں ڈالا گیا تھا۔ برطانیہ کا ایک اور مشہور اور تباہ کن جہاز "جپسی" پچھلے دنوں ڈوب چکا ہے

اخبار "ٹلگراف" کا نامہ نگار مقیم برلن لکھتا ہے کہ جرمن اور روس کے بڑھتے ہوئے تعلقات سے اٹلی میں بے چینی اٹھ رہی جارہی ہے۔ نامہ نگار مزید لکھتا ہے کہ سال کے شروع میں سائنور مسولینی نے بذات خود ہٹلر سے دریافت کیا تھا کہ کیا ان کو معلوم ہے کہ بالٹک اور بلقان میں روس کے اصل ارادے کیا ہیں۔ سائنور مسولینی نے یہ ہدایات کھول کر بیان کردی ہیں کہ میں فنلینڈ پر روس کے حملے کے سخت خلاف ہوں اور اسکی مخالفت کرتا رہوں گا۔

معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ لالہ دیش بندھو گپتا ممبر پنجاب اسمبلی نے آچاریہ کرپلانی جنرل سکریٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد کو دہلی صوبہ کانگریس کمیٹی کے خلاف چند شکایتیں بتائیں ان کا تعلق مسٹر آصف علی، لالہ دیش بندھو گپتا اور مولانا احمد سعید کے کاغذات نامزدگی مسترد کرنے سے جو انہوں نے رام گڈھ کانگریس کے ڈیلی گیٹوں کے انتخاب کے سلسلہ میں داخل کئے تھے۔ ان کے علاوہ جعلی ممبر بنانے اور رشوت دہی نیز کرتینا نائر اور مسٹر ستنر دگھن کے خلاف ضابطہ کی کارروائی کرنے کے معاملوں کے متعلق بھی شکایتیں بتائیں۔

یونان کا پانچہزار ٹن وزنی جہاز پرتگال کے ساحل سے ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر ڈوب گیا۔ اس کے چھ جہازی ہلاک ہوگئے۔ ۲۸ کو پرتگیزی جہاز نے بچالیا۔ برطانی بحری محکمے نے اعلان کیا ہے کہ ولڈر نامی ٹرالر ڈوب گیا۔ اس کے ۹ ملازم اٹلی کے ایک جہاز نے بچالئے۔ کچھ جہازی غائب ہیں۔

باخبر جاپانی حلقوں میں یقین کیا جاتا ہے کہ جاپان کے نائب وزیر خارجہ نے جاپانی جہاز سے جرمنوں کو پکڑنے کے خلاف پروٹسٹ کرتے ہوئے برطانی سفیر سر رابرٹ کریگی سے کہا کہ برطانیہ کو رضاکارانہ طور پر گرفتار شدہ جرمنوں کو جاپان کے حوالے کردینا چاہیئے۔ ورنہ حکومت جاپان اپنے حق کو استعمال کرنے پر مجبور ہوگی جو اس نے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اس نے جرمنوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ جاپانی کیبنٹ نے اتفاق رائے سے پروٹسٹ کی حمایت کی۔

اٹلی کی کیبنٹ کا تین گھنٹہ تک سائنور مسولینی کی زیر صدارت اجلاس منعقد ہوا جس میں لڑائی کے لئے اٹلی کو زیادہ مضبوط بنانے کے متعلق تدبیروں پر غور کیا گیا کیبنٹ نے فیصلہ کیا کہ مال کی تیاری کے لئے غیر فوجی ٹھیکوں کے مقابلہ میں فوجی آرڈر پہلے پورے کئے جائیں تاکہ دنیا کی موجودہ حالت کے پیش نظر ہماری مسلح فوج کی صلاحیت بڑھ سکے۔

بحر بالٹک کے ساحل رومانیہ کی سرحد اور مغربی مورچہ پر کو بلنز سے بحر شمالی تک جرمنی کی فوجوں کے جمع ہونے کے بارے میں آج رات تفصیل شائع ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بالٹک کے ساحل پر ریلیا اور اوڈر کے درمیان ایک بڑی تعداد میں جو فوجیں جمع ہیں انکا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ سکنڈینویا خاص کر سویڈن کے خلاف جمع ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جرمن فوجوں نے ہمبرگ میں جہازوں پر فوجوں کو چڑھانے اور اتارنے کی کئی مرتبہ مشق کی۔

برطانیہ کے بحری بیڑہ نے بحر الکاہل میں جاپان کا ایک اور جہاز "اسامارو" روک لیا اور اسکی تلاشی لی۔ اس سے جاپان میں اور بھی ناراضگی بڑھ گئی ہے اور برطانیہ کے خلاف مناسب کارروائی کرنے پر غور کیا جارہا ہے۔

"اپنے عمل اور عقیدہ کے درمیان خلیج کو پاٹ دو" یہ وہ جوش افزا پیغام ہے جو پنڈت جواہر لال نہرو نے اہل ملک کو دیا جبکہ آپنے یوم آزادی کا افتتاح کرتے ہوئے الہ آباد کے طالبعلموں میں تقریر فرمائی۔ الہ آباد میں پنڈت جی کے مبارک ہاتھوں سے قومی جھنڈے کی سلامی کی رسم ادا کرائی گئی۔ بمبئی، کلکتہ، دہلی، پٹنہ، پونا، لاہور، امرتسر اور بہت سے دوسرے مقاموں سے اطلاعیں ملی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم آزادی شہر شہر گاؤں گاؤں میں منایا گیا۔ جلوس نکالے گئے۔ قومی جھنڈے کی سلامی کی گئی اور آزادی کا عہد نامہ پڑھ کر حصول آزادی کا عہد کیا۔ اور مہاتما جی کی ہدایتوں کی جو انہوں نے ڈسپلن کے بارے میں شائع کی تھیں زیادہ سے زیادہ پابندی کی گئی۔

ہندو پارٹی کے حکم کے مطابق سندھ کے دو ہندو وزیروں مسٹر نکلداس وزیرانی اور مسٹر دیال مل دولت رام نے استعفا دیدیا ہے۔ انکے ساتھ راؤ صاحب توکلداس پارلیمنٹری سکریٹری بھی مستعفی ہوگئے۔

موہانا سمرتھ فلم "ڈرالا هلهوستھ ن" میں
جوکہ سنگم ٹاکیز میں چل رہا ہے

فلم "والنٹیر" کے ایک سین میں
جوکہ پکچر هاؤس میں چل رہا ہے

فلم "تقدیر کی توپ" کی ایک اداکار
جوکہ ... میں دکھایا
جا رہا ہے

Printed and Published by Dharampal Gupta at the Tej Press, Burn Bastion Road, Delhi.

No L 1517

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۵۱۷

تیج ویکلی دہلی

ہندوستان کا بہترین باتصویر ہفتہ وار

The TEJ Illustrated WEEKLY

Price 2 ANNAS قیمت دو آنے

برطانیہ کی ایک فیکٹری میں توپیں بنائی جا رہی ہیں

No. 68 DELHI 12TH MARCH, 1940 VOL. No. 18

بمبئی میں ہڑتال کی رفتار

صرف گیارہ کارخانے کھلے ہوئے ہیں

بمبئی ۱۰ مارچ۔ آج بمبئی میں ۶۲ کارخانوں میں سے صرف گیارہ کارخانے کھلے ہوئے تھے۔ پکٹنگ بدستور جاری ہے۔ آج صبح مسٹر این۔ ایم جوشی اور دوسرے لیڈروں نے مسٹر پالیسر سے ملاقات کی اور پبلک جلسوں کی ممانعت اور پابندیوں کے متعلق لیبر لیڈروں کی مشکلات ظاہر کیں۔ حکومت اس معاملہ پر غور کر رہی ہے۔

برطانیہ کا ایک جہاز غرقاب

سرنگ سے ٹکرا گیا

لندن ۹ مارچ۔ اطلاع ملی ہے کہ برطانیہ کا ایک تین ہزار ٹن وزنی جہاز تباہ ہو گیا۔ یہ جہاز پہلے منگل کے دن ایک فرانسیسی جہاز سے ٹکرا گیا تھا اور اس فرانسیسی جہاز کے مسافر بھی اس پر سوار تھے۔ اس کے بعد یہ ایک بارودی سرنگ سے ٹکرا کر غرق ہو گیا۔ اس کے مسافروں اور ملاحوں میں سے صرف ایک آدمی بچ پایا ہے جو بڑی طرح زخمی ہے اور بول بھی نہیں سکتا۔

اٹلی کے سفیر کی لارڈ ہیلی فاکس سے ملاقات

جرمن کوئلہ کی درآمد کا معاملہ

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

لندن ۹ مارچ۔ لندن میں متعینہ اٹلی کے سفیر نے آج لارڈ ہیلی فاکس سے ملاقات کی۔ ملاقات میں اٹلی میں جرمن کوئلہ کی درآمد کے متعلق برطانیہ کی روک تھام کے فیصلہ پر غور کیا گیا۔ لندن آنے کے بعد اطالوی سفیر کا یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس نے برطانوی وزیر سے ملاقات کی۔ مسٹر سمنر ویلز کل انگلستان آ رہے ہیں۔ آپ یہاں چار پانچ دن قیام کریں گے۔ جس کے دوران میں آپ ملک معظم سے ملیں گے اور مسٹر چیمبرلین وزیر اعظم اور لارڈ ہیلی فاکس کی طرف سے آپ کے اعزاز میں ڈنر دیا جائے گا۔

فن لینڈ کے نمائندے ماسکو میں

صلح کی گفت و شنید کا آغاز

(تیج رائٹر سپیشل سروس)

پیرس ۹ مارچ۔ سٹاک ہالم سے جو اطلاع یہاں پہنچی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ فن لینڈ کے ڈیلی گیٹ ماسکو میں صلح کی گفت و شنید کے لئے پہنچ گئے ہیں۔ یہ بھی خبر ہے کہ فن لینڈ کے ڈیلی گیٹ سٹاک ہالم کے راستہ سے ہی سوویٹ کے دار الخلافہ میں پہنچے ہیں۔ پیرس میں فن لینڈ کی سیاسی صورت حالات کو بدستور نازک بتایا جا رہا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہاں کے حلقوں میں امید کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔

مظہر پوری رام گڑھ کی تیاریاں

پنڈال وغیرہ مکمل ہو گئے

پٹنہ ۹ مارچ۔ رام گڑھ میں کانگریس کے اجلاس کے لئے جھونپڑیوں کا ایک نیا شہر بسایا گیا۔ دو ہزار قلی اور دو سو سے زائد مستری شب و روز کام کر رہے ہیں۔ سبجیکٹ کمیٹی اور کھلے اجلاس کے پنڈال اور باہر سے آنے والوں کی جھونپڑیاں مکمل ہو چکی ہیں۔ سبجیکٹ کمیٹی کا پنڈال ۱۰۰ سو فٹ لمبا اور سو فٹ چوڑا ہے۔ کانگریس نگر کو جانے کے لئے پانچ دروازے بنائے گئے ہیں۔ سرکردہ کانگریسی رہنماؤں کی تصویریں پنڈال میں آویزاں کی گئی ہیں۔ بنگال اور رانچی سے تعمیری سامان بیل گاڑیوں اور موٹر لاریوں میں لایا جا رہا ہے۔ ریسٹورنٹ، ہوٹل اور دیگر دکانیں پنڈال سے باہر لگائی گئی ہیں۔ ہزاروں دیہاتی سبزی، دودھ اور پھل لاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بجلی کی روشنی کا انتظام بھی مکمل ہو گیا ہے۔ ریلوے نے رام گڑھ کے لئے رعایتی ٹکٹ جاری کر دیئے ہیں۔ آل انڈیا کھادی نمائش کے علاوہ ہندوستانی سنگھ سہگاؤں کی طرف سے بنیادی تعلیم کی نمائش بھی ہوگی۔ مولانا ابو الکلام آزاد صدر منتخب ۵ مارچ کو رام گڑھ پہنچیں گے۔ صبح سے آپ کا شاندار جلوس نکالا جائے گا۔ مقامی قبیلہ باشندے اپنی قومی پوشاک میں جلوس میں شامل ہوں گے۔ وزیٹر اور دلیش سیوکا دل گارڈ آف آنر پیش کریں گے۔

جرمن وزیر خارجہ کی اٹلی کو روانگی

پوپ سے ضروری ملاقات

روم ۹ مارچ۔ اطلاع ملی ہے کہ ہز ہولی نس پوپ سے کل جرمنی کے وزیر خارجہ ہر وان ربن ٹراپ ملاقات کریں گے۔ آج مسولینی نے ہر وان ربن ٹراپ سے بات چیت کی۔

پولیس اور قبائلیوں کے درمیان معرکہ

ایک قبائلی ہلاک

پشاور ۹ مارچ۔ بنوں کوہاٹ روڈ پر ۳۶ میل کے فاصلہ پر چنگیز کے نزدیک قبائلیوں اور پولیس میں ایک گھنٹہ تک معرکہ رہا۔ پولیس نے نہایت ہوشیاری سے کام لیا اور قبائلیوں کو بھگانے میں کامیاب ہو گئی۔ قبائلی جاتے وقت دیسی ساخت کی ایک خون آلودہ رائفل چھوڑ گئے۔ خیال ہے اس معرکہ میں ایک قبائلی کام آ گیا۔ (ا۔پ)

مانٹے ویڈیو ۹ مارچ۔ تباہ شدہ جہاز "گراف سپی" کی فروخت کے اقرار نامہ پر آج جرمن وزیر اور خریدار سینر ہیلگو رسا کے دستخط ہو گئے ہیں۔

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۱۰) کا نتیجہ

صرف ایک صاحب نے صحیح حل بھیجا اور پہلا انعام حاصل کیا

"تیج ویکلی" کے دس معموں میں اب تک صرف دو مرتبہ کمپائلر نے شکست کھائی ہے، یہ دوسری شکست ان صاحب نے دی ہے جنھوں نے معمہ نمبر (۱۰) کا ایک بالکل صحیح حل بھیجا ہے، ہم ان کی کامیابی پر اُن کو مبارکباد دیتے ہیں اور استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی تصویر برائے اشاعت ارسال فرمائیں، اس معمہ میں دو حضرات نے ایک غلطی والے حل بھیجے ہیں جن کو ستر روپے کا دوسرا انعام برابر حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے دو غلطیوں والے حل آٹھ حضرات نے بھیجے ہیں اس لئے اسی روپے کا دوسرا انعام ان حضرات کو برابر حصوں میں دیا جاتا ہے اس مرتبہ حلوں کی سب سے زیادہ تعداد جناب ماسٹر بالمکند صاحب نے بھیجی تھی آپ کو مبلغ پندرہ روپے کا انعام دیا جاتا ہے،

انعامات حاصل کرنے والوں کی فہرست!

پہلا انعام ـــــ مبلغ ڈیڑھ سو روپے (۱۵۰)

(۱) جناب جگمندر داس معرفت ایم۔ ایس چندولال سٹیل مرچنٹس اینڈ کمیشن ایجنٹس کٹرہ نبی بخش صدر بازار دہلی

دوسرا انعام ـــــ فی کس مبلغ پینتیس روپے (۳۵)

(۱) جناب کشوری لال سوندھی کلرک میونسپل بورڈ، پیلی بھیت، یو، پی،

(۲) جناب بابو رام گپتا، وکیل، کرنال، پنجاب،

تیسرا انعام ـــــ فی کس مبلغ دس روپے (۱۰)

(۱) آصفیہ بیگم صاحبہ، مکان نمبر ۳۰۲۹، کوچہ نواب مرزا، کھاری باؤلی دہلی،

(۲) جناب حکیم محمد عین الحق، امروہہ، ضلع مراد آباد،

(۳) جناب میلا سنگھ دھنجل، انجینئر، ایل ایچ، شوگر مینگری لمیٹیڈ، پیلی بھیت، یو، پی

(۴) جناب مسٹر سری نراین، معرفت مسٹر ستو نرائن الوانیہ ایم اے، ایل ایل بی بلیڈر دہلی

(۵) جناب سید طفیل احمد، قصبہ و ڈاکخانہ ہھلور، ضلع بستی (یو، پی)

(۶) جناب پرملا دداس معرفت لالہ رام کرن داس پرملا دداس بزاز، بازار بزازہ، ہاپوڑ ضلع میرٹھ

(۷) جناب ظفر اشتیاق ملک، کوٹھہ پارچہ، فرخ آباد یو، پی

(۸) جناب جگجوت سنگھ سنگھل، وی، ٹی، سی، بیک ماسٹر، مقام و ڈاکخانہ باؤلی (ایس، ایس، آر) ضلع میرٹھ

سب سے زیادہ حل بھیجنے کا انعام ـــــ پندرہ روپے

جناب ماسٹر بال مکند، سکنڈ ماسٹر، مڈل اسکول، کنجھاؤلہ، براستہ بہادر گڈھ، صوبہ دہلی

معمہ نمبر ۱۰ کے انعامات مارچ کے آخری ہفتہ میں روانہ کر دیئے جائیں گے، دس معموں میں ہم تین ہزار ایک سو پانچ روپے کے انعامات تقسیم کر چکے ہیں

معمہ نمبر (۱۱) کے داخلہ کی آخری تاریخ ۲۹ مارچ یاد رکھئے!

بندے ماترم
جیسی ایک اور نظم

(از افسر الشعراء حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی) —— خاص تیج ویکلی دہلی کیلئے

پیاری ماتا تجھکو سلام — بھارت دیوی کو پرنام

ہندو مسلم سکھ عیسائی
مل جل کر سب ایک ہوئے ہیں
ہم سب تیرے لال ہیں مائی
تیرے در کے بھگت بنے ہیں

پیاری ماتا تجھکو سلام
بھارت دیوی کو پرنام

در پر تیرے سیس نوانا
تیرے چرنوں جان لگانا
دھرم ہے اپنا ماتا پوجا
نس دن پل چھن گن ہم گائیں

پیاری ماتا تجھکو سلام
بھارت دیوی کو پرنام

نرمل جل، پھل پھولوں والی
تیرا پربت سب سے اونچا
سورج چاند ستاروں والی
سنتری تیرا جگ رکھوالا

پیاری ماتا تجھکو سلام
بھارت دیوی کو پرنام

ٹھنڈی ہوائیں باغ سجاتی
شور گرج سے برکھا برسے
کنجن کنجن شوبھا لاتی
غلوں کے پھر ڈھیر لگے

پیاری ماتا تجھکو سلام
بھارت دیوی کو پرنام

تربینی اور گنگا جمنا
ادل بدل کے موسم لاتی
پانچ بہے پنجاب کے دریا
مور جھنکاریں، کوئل کوکی

پیاری ماتا تجھکو سلام
بھارت دیوی کو پرنام

سورج کی رنگین شعاعیں
گھنے درخت اور چھاؤں اجلے
چاند چڑھے ہر پہاڑ اوپر
پھولوں سے لبریز دوشالے

پیاری ماتا تجھکو سلام
بھارت دیوی کو پرنام

بھیم اور ارجن جانی
زیر کئے تیرے کیسے کیسے؟
ماتا لمبے برچھوں والی
شاہجہاں اور اکبر جیسے

پیاری ماتا تجھکو سلام
بھارت دیوی کو پرنام

جیوٹ رانا سا بلوان
دور سکھوں سرداروں والے
حیدر، ٹیپو وہ سلطان
نانک دیو دلاروں والے

پیاری ماتا تجھکو سلام
بھارت دیوی کو پرنام

عیسیٰ جی کے داس جیالے
کوٹ بوٹ اور سوٹ کے رسیا
سب سے بڑھ کر قسمت والے
تیرا ہی گن گاتے بھیا

پیاری ماتا تجھکو سلام
بھارت دیوی کو پرنام

شاعر تیرا جاپ جپیں گے
ایشور تیرا ہو رکھوالی
جب تو سب کے پاپ مٹیں گے
سندر صورت موتیوں والی

ہندوستان کا مسئلہ

فطری حقوق اور ذمہ داری کا مطالبہ

(از ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور)

(بہ سلسلہ گذشتہ)

ان دنوں ہندوستان کے تمام باشندوں کی ذمہ داریاں ان سے چھین لی گئی ہیں اور غیر ملکی ہاتھوں میں ٹرانسفر کردی گئی ہیں حکومت ہی ہماری تمام اچھائیوں اور برائیوں کا جائزہ لیتی ہے حکومت ہی ہمارے مال اور ہماری جان کی محافظ بنی ہوئی ہے ہماری تن درستی اور بہبودی کا کام بھی اسی کے ہاتھوں میں ہے ہمیں انعام اور سزائیں بھی وہی دیتی ہے یہاں تک کہ جو لوگ شراب یا دوسرے نشے کے عادی ہیں ان کی اس ضرورت کو بھی حکومت ہی پورا کرتی ہے اگر ہمارے دیہاتوں پر شیر یا چیتے حملے کرتے ہیں تو یہ بھی مجسٹریٹ صاحب کی مشق شکار کا ایک موقع بن جاتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنی سوشل ذمہ داریوں کا بار بھی برداشت کرنے کے قابل نہیں رہے ہیں برہمن اب تک ہر موقعہ پر اپنی فیس وصول کر لیتا ہے لیکن ہماری تعلیم کا کام نہیں کرتا زمیندار زبردستی اپنا لگان وصول کر لیتا ہے لیکن کسانوں کی بہبودی کا اسکو کوئی خیال نہیں ہوتا اونچے طبقے والے چاہتے ہیں کہ نیچے طبقے کے لوگ ہماری عزت کریں لیکن اس عزت کا وہ کوئی صلہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں رسم و رواج پر ہم لاکھوں روپے ضائع کر دیتے ہیں، لیکن یہ روپے غریبوں کی امداد پر صرف نہیں کئے جاتے۔ فرقہ وارانہ جھگڑے بھی موجود ہیں اور مذہب کا بیوپار بھی جاری ہے۔ لیکن ان کا کوئی علاج ہم سے نہیں ہو سکتا، یعنی ہم ایک ایسی گائے کو دانہ اور چارہ دے رہے ہیں جو ہمیں دودھ نہیں دیتی، بلکہ خفا ہو کر اپنے سینگوں سے ہم پر حملہ کرتی ہے۔

لیکن اس وقت یہ سوال نہیں ہے کہ آیا بیرونی حکومت زیادہ اچھی ہے یا اندرونی حکومت؟ اگر انسان صرف بھیڑ بکرے ہوتے تو یہ سوال پیدا ہوتا کہ ان کو کسی ایک خاص مقصد کے لئے کس نظم و ترتیب سے رکھا جائے؟ لیکن انسانوں کا حق یہ ہے کہ وہ زندہ رہیں اور نشوونما پائیں اور ترقی کریں اسلئے یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ تخلیقی طاقت اور ترقی کے مواقع کو تباہ کرکے کسی قوم

باقی اگلے صفحہ پر

پچھلے صفحے سے

کو مایوس بنانا صرف بے رحمی ہی نہیں ہے بلکہ حکومت کے مقصد ہی کے منافی ہے،

ہم جو حکومت خود اختیاری طلب کرتے ہیں وہ اس لئے نہیں کہ ہم دوسروں پر طاقت اور اقتدار حاصل کرنا چاہیئے۔ نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ خود کو مسلح کرکے کمزور لوگوں کو قبضہ میں کر لیں، ہمارا مقصد یہ ہے کہ اپنی طاقت اور جوش کو ایسے لوگوں کے قتل کے لئے استعمال کریں جو ہمارے لئے غیر ہیں، ہم اس بات پر قانع ہیں کہ ہمیں جیسا کہ مغربی لوگ کہتے چلے آئے ہیں اب بھی "نرم دل ہندوستانی" کہا جائے، ہم اس مادی نقصان کو اٹھانے کے لئے بھی تیار ہیں جو روحانی فائدہ کے لئے ہمیں دینا پڑے،

ہم جو کچھ چاہتے ہیں وہ صرف ہمارا فطری حق اور وہ ذمہ داری ہے جس کی مادر وطن کی خدمت کے لئے ہمیں ضرورت ہے ان حقوق سے محروم کرکے ہمارے دل ودماغ اور ہماری روح کو کمزور کر دیا گیا ہے، یہی چیز ہمارے ہندوستانی ہم ابھیں بے چین کرتی ہے باہر سے محفوظ بنانے ہوئے انتظام کے سایہ میں انسانیت کبھی ترقی نہیں کرسکتی تمام زندگی اسی لئے ہے کہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے دنیا کی تمام قومیں اپنی ہستی کو بڑے مقاصد کے لئے وقف کر دیتی ہیں اور ترقی کی راہ سے تمام رکاوٹیں دور کر دیتی ہیں یہ وہ منظر ہے جو ہم جیسے محسور غلام بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں،

یہی سبب ہے ... ... ہماری ... ... کے دنوں میں زندگی کی طاقت کا سیدہ برک جانے کے باعث

ایک ہندوستانی بیوی

(از جناب سر چرن سنگھ دیوانہ)

(خاص پتاجی و کلی کو بیتا)

رشتہ میں بیوی ... صلاح و مشورہ میں وزیر
خانہ داری میں مہربانہ ... سیوا میں کنیز

موت کی تکلیف سے بدتر بنا ہوا ہے اس طاقت کی نکاسی صرف کبھی کبھی محفوظ دہ علاقوں کی رضاکارانہ خدمات سے نہیں ہو سکتی، جب روزانہ کی زندگی میں یہ طاقت استعمال کی جائے گی تو اسکی ترقی کے رستے کھلیں گے ورنہ مایوسی اور دل کی آگ کی گرمی کے باعث یہ لوگ دہشت انگیزی کے خفیہ کاموں میں لگ جاتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب قومی حکومت اور قومی ترقی کے لئے منظم کاروائی کی جاتی ہے تو سرکاری حکام کی نگاہیں سے مشتبہ سمجھنے لگتی ہیں،

جب ہم برطانیہ کی تاریخ کا خیال کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا یقین نہیں آتا کہ یہ لوگ جو تین سو برس سے آزادی کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں ہمیں آزادی کی دیوی کی زیارت سے محروم رکھیں گے اس غلطی کا سبب یہ ہے کہ ہمارے اور اچھے برطانیوں کے درمیان وہ چھوٹے انگریز حائل ہیں جو ایک خاص مقصد کے ... زندگی دا... میں پائے گئے ہیں اچھے اور بڑے انگریزوں کو ہندوستان سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے ان کو تو صرف ہم لٹریچر اور بلند ترین ادب ولطف میں دیکھتے ہیں،

گھر کے گلا منیں سہاگ ... گھر کی خوش قسمتی، ...
دکھوں میں ہمدرد ... پریم میں جان سی پیاری
دل کا دھرم ... ... گلے کا ہار ...
آنکھوں کا آنسو ... ... شریر کی جان
دل کا لہو ... ... دماغ کی روشنی
غم میں تسلی دینے والی ... مشکل میں سکھ شانتی دینے والی
کانوں کے لئے آرسی کا ریڈیو ... ناک کی آٹو دل بہلا
انمول موتی ... ... بیش قیمت ہیرا،
مسکھوں کی کان ... ... جیون کا سہارا
محبت کی پیاسی ... پیار کی بھوکی ... پریم کی پجارن
عزت اور آبرو کی مالکہ ... ... منزل کا چراغ!
بیماری کے وقت ڈاکٹر ... تندرستی میں جیون نیا کا کھیوا
دل بہلانے کا ناول ... ہنسی کے وقت ہنس مکھ
گھر کے بڑے کمرے میں عیاللدی کی سٹیج پر عصمت کی سفید چادر پر جیتی جاگتی ناکی فلم، ... ...
صبح صادق کی سفیدی، محبت کے اشلوک جپنے کی مالا
اداسی کے اندھیرے میں چودھویں کا چاند،
گھبراہٹ اور فکر کے وقت حوصلہ ... ...
چنتا اور پریشانی کے سینہ میں ٹھنڈی پون کا جھونکا،
ہری نام کے صابن سے اشنان کرنے والی،
صبر اور شکر کی کنگھی کرنے والی، پتی چرنوں کی دھوڑی کا مانگ میں سندور ڈالنے والی، ...
ماتھے پر پتی کی خوشیوں کا ٹیکا لگانے والی، ...
آنکھوں میں شرم وحیا کا کاجل ڈالنے والی، ...
ہونٹوں پر پیار کی سرخی لگانے والی ...
ست اور ست کا زیور پہننے والی، ... ...
پتی برت دھرم کے بستر دل میں ڈھکی ہوئی ...
گلاب کے پھولوں کی طرح خوشبو پھیلانے والی،

صندل کے شربت کی طرح درشن کی پیاس بجھانے والی، " " پتی ... پرس چلا جائے تو ... کے گیت گانے والی،
میکے چلی جائے تو فراق کی کوتا لکھنے والی،

ہٹلر کی منظور نظر عورتیں

جرمنی کا ڈکٹیٹر ایک چاہنے والے کی حیثیت سے

(از "سیاستداں")

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ جرمنی کا ڈکٹیٹر ہر ہٹلر ایک ایسا شخص ہے جس نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی ہے لیکن اس جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی پرنسز ریز بوبل نے ہٹلر کا ایک ایسا راز ظاہر کیا تھا جو نہایت احتیاط سے پوشیدہ رکھا گیا تھا وہ راز یہ تھا کہ ہٹلر ایک یہودی لڑکی پر عاشق تھا اسکے بعد یہ بھی ظاہر ہوا کہ ہٹلر نے امریکہ کی دو ملنے والی عورتوں کو بھی اپنی توجہ کا مرکز بنایا تھا۔ اس دلچسپ مضمون میں ہٹلر کی محبت کے معاملات کی تصویر پیش کی گئی ہیں،

کیا ہٹلر کسی سے محبت کرتا ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو اکثر پوچھا جاتا ہے جب سے ہٹلر نے جرمنی میں طاقت حاصل کی ہے دنیا ہٹلر کی پرائیویٹ زندگی کا حال معلوم کرنے کے لئے بے چین نظر آتی ہے، لیکن ہٹلر کے حالات اس سختی کے ساتھ صیغہ راز میں رکھے گئے ہیں کہ بیرونی دنیا کو اس کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا ہے۔

پھر بھی پریس اور ریڈیو کے سخت ترین کنٹرول اور جرمن سی۔ آئی۔ ڈی کی کوششوں کے باوجود وقتاً فوقتاً کچھ حالات پردہ راز سے باہر آ ہی گئے ہیں کچھ دن گذرے پرنسز کیتھرائن ریز بوبل نے دنیا کو یہ بتلایا تھا کہ وہ شخص جو یہودیوں سے سخت ترین نفرت کرتا ہے خود ایک یہودی لڑکی پر عاشق ہے جس کا نام لینی رفنشتال ہے اسکے بعد ہٹلر کی رومانی زندگی کی بہت سی کہانیاں روشنی میں آئیں لیکن جرمنی کی پروپیگنڈا منسٹری نے ان کو ہمیشہ اہل جرمنی سے چھپانے کی کوشش کی،

کہا گیا ہے کہ ہٹلر کو سب سے بڑی خوشی اسبات میں ہوتی تھی کہ وہ اپنے ہموطن مشہور موسیقی داں رچارڈ ویگنر کا گانا سنے۔ اس شخص کا انتقال ہو چکا ہے لیکن ہٹلر کو چونکہ ڈراما اور تھیٹر و فلم سے بڑی دلچسپی ہے اس لئے اس نے ایکٹریسوں کی طرف اپنی توجہ اکثر مبذول کی ہے اسکی پہلی معشوقہ یعنی رفنشتال ابھی جیل میں ہے اور دوسری و تیسری محبوبہ میبر بوتن ڈینیل اور میریم وری امریکن رقاصہ ہیں، اور دونوں امریکہ ہی میں ہیں۔

پہلی محبوبہ

ان کے علاوہ جرمنی اور غیر ممالک کی بہت سی لڑکیاں ہٹلر کی توجہات کا مرکز بنیں لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نے سب سے پہلے ہٹلر کا دل لیا وہ خوبصورت لینی ہی تھی۔ ہٹلر کی اس سے پہلی ملاقات بویریا میں ہوئی جہاں رچارڈ ویگنر کی لڑکی نے اس کا تعارف لینی سے کرایا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لینی کی پہلی ہی نظر کا تیر ہٹلر کے دل میں پہنچ گیا ہٹلر اسیر زلف ہو گیا اور بہت دنوں تک یہ بات کہ وہ لڑکی یہودی نسل سے ہے، ہٹلر سے پوشیدہ رکھی گئی،

اس حقیقت کو خود ہٹلر نے بھی تسلیم کیا ہے کہ لینی نے اسکے جذبات کو بیدار کر دیا تھا یہ لڑکی خوبصورت ہونے کے علاوہ بڑی ذہین بھی تھی، ہٹلر نے کہا ہے کہ اسکی ذہانت نے مجھ پر بھی اثر کیا تھا،

جو لوگ ہٹلر سے اچھی طرح واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہٹلر عورتوں سے نفرت کرنے والا آدمی نہیں ہے لیکن خود اسکے پیرووں ہی نے اس کے بالکل برعکس اطلاع دی ہے بہرحال اب یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہٹلر عورتوں کے حسن سے بہت متاثر ہوتا ہے اور اکثر مواقع پر خوبصورت عورتوں نے اسکو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے جرمنی کے ڈکٹیٹر کی زندگی میں متعدد عورتوں نے محبت کا پارٹ ادا کیا ہے لیکن ہٹلر نے لینی سے زیادہ کسی سے محبت نہیں کی ہے،

ایک چال

عشق کے دیوتا کیوپڈ نے ہٹلر کے دل کو اپنے تیروں سے چھلنی کر دیا تھا وہ لینی کو کسی طرح بھول نہ سکتا تھا اور نہ اسکو اپنے پہلو سے دور کر سکتا تھا رفتہ رفتہ لینی اسکی مستقل ساتھی بن ہی گئی اور ہٹلر نے اسکو ترغیب دی کہ برلن ہی میں ایک مکان لے کر رہنے لگے اس سے بہت سی افواہیں برلن میں پھیلنے لگیں لیکن اس خیال سے کہ لینی سے ہٹلر کی ملاقاتوں پر نکتہ چینی نہ کی جائے لینی کو نازی پروپیگنڈا کے فلم آرگنائزیشن کا صدر بنا دیا گیا۔ اسکے بعد پروپیگنڈا کا کام سکھلانے کے بہانے سے ہٹلر اس کو روزانہ اپنے پاس بلایا کرتا کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ دن میں دو دو بار ہٹلر خود اسکے گھر چلا جاتا،

جب رفتہ رفتہ ان واقعات کا چرچا عام ہو گیا اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہٹلر کی زندگی میں لینی زیادہ اہمیت حاصل کرتی جاتی ہے تو اسکی نسلی حقیقت کو ظاہر کر دینا شروع کیا لیکن ہٹلر پر اس لڑکی کے یہودی ہونے کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک موقعہ پر جب لینی اور ہٹلر ایک ساتھ تھے لینی نے خود اس سے کہا کہ میں یہودن ہوں اسکو امید تھی کہ ہٹلر یہ خبر سنکر غصہ میں آپے سے باہر ہو جائے گا لیکن اسکے بجائے ہٹلر نے اسے پیار کر کے کہا "جب میں تم سے محبت کرتا ہوں تو اسکی کیا پرواہ ہے کہ تم کون ہو اور کیا ہو؟" اسکے بعد یہ افسانہ کہا گیا کہ لینی کی اس سچائی اور راست گوئی نے ہٹلر کو اور بھی اس سے قریب تر کر دیا اور ہٹلر کے دوست و رازدار لوگ بھی رشک کرنے لگے

ڈاکٹر گوئبلز نے ایک روز ہٹلر کو یہ مشورہ دیا کہ چونکہ ان کی تمام کوششوں کے باوجود بدنامی بڑھتی جا رہی ہے اسلئے وہ لینی سے اپنا تعلق منقطع کر دے جنرل گوئرنگ یہ محسوس کرتے تھے کہ ہٹلر پر لینی کے اثر نے خود اس کا اثر کم کر دیا ہے۔ ایک رپورٹ تو یہاں تک پہنچی ہے کہ جنرل گوئرنگ نے لینی کو یہ دھمکی دی تھی کہ اگر وہ ہٹلر سے علیحدگی نہیں اختیار کرے گی تو قید کر دی جائے گی لیکن لینی ایسی عورت نہ تھی جو ان باتوں سے ڈر جاتی وہ جانتی ہے کہ جب تک ہٹلر کے دل میں اسکی جگہ ہے اسے کسی طرح کا خطرہ نہیں ہو سکتا وہ جنرل گوئرنگ سے بھی زیادہ ہٹلر کو پہچانتی تھی، ایک یہودن میں جتنی چالاکی ہونی چاہیئے وہ لینی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اس نے ہٹلر کو اپنا ایسا گرویدہ بنا لیا تھا کہ اسکے بغیر وہ نہیں رہ سکتا تھا۔

دوسری عورتیں!

جوں جوں وقت گذرتا گیا لینی سے ہٹلر کی محبت بھی کم ہوتی گئی،

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

رشی دیانند کی شان

(از جناب منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی)

دل روشنی علم سے پُر نور ہو گیا — جب اس میں تیرگی جہالت غضب کی تھی
تکمیل ہوش نے تجھے دیوانہ کر دیا — ویدوں سے تیرے دل کو محبت غضب کی تھی
پائی تھی تو نے سپاہی کی آن بان — تجھ میں بلا کا حوصلہ ہمت غضب کی تھی
آنکھوں سے برہمچرج کی جھلکتی تھی آشکار — چہرے پہ تیرے شان ریاضت غضب کی تھی
آیا جو سامنے اسے تسخیر کر لیا! — تیرے دل و دماغ میں طاقت غضب کی تھی
دریا تھے اسکے آگے روانی میں آب آب! — فیض ازل سے پائی طبیعت غضب کی تھی

تو اک عجیب نبض شناس زمانہ تھا
تیرا وجود عہد میں اپنے یگانہ تھا

جیسے تلاش منزل مقصود کے لئے — گم گشتہ کاروان کو ہو رہبر کی احتیاج
جیسے صف ذی حس و خاشاک کے لئے — صحرائے خشک کو ہو سمندر کی احتیاج
جس طرح سحر چاک گریبان تیرگی — ہنگام شب ہو ماہ منور کی احتیاج
جیسے فساد خوں میں ہو فصاد کی طلب — پھوڑے کے چیرنے کو ہو نشتر کی احتیاج
جس طرح مرد مار گزیدہ کے واسطے — بہر علاج ہو فسوں گر کی احتیاج
تھی ہم کو ایک مصلح جانباز کی طلب — تھی ہم کو ایک مرد دلاور کی احتیاج

تو ہم کو نیستی سے بچانے کو آ گیا
مردہ جو قوم تھی اسے زندہ بنا گیا

اس ہفتہ کیلئے ایک خیال:- لالچ کو چھوڑ، رحمدل بن اور سچ بول (یوگی راج بھرتری)

دلچسپ اعداد و شمار

دُنیا کا سُونا

لیگ اقوام نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں اس نے اسبابت کا حساب لگا کر اعداد و شمار دئے ہیں کہ دنیا کے کس ملک کے پاس کتنا سونا محفوظ ہے لیگ اقوام کی اس رپورٹ کے مطابق ۱۹۳۹ء کے شروع میں کل سونا ۲ لاکھ ۶۶ ہزار ۲ سو پچاس گرانڈ ڈالرس ہے دنیا کا آدھے سے زیادہ سونا ملکیلے امریکہ کے پاس ہے آٹھواں حصہ برطانیہ کے پاس ہے اور گیارھواں حصہ فرانس میں، اس طرح دنیا کے تین ملکوں میں ہی اندازاً ۸۰ فیصدی سونا محفوظ ہے اس کے بعد نیدرلینڈ، سوئٹزرلینڈ اور بلجیم کے پاس سونا ہے ڈکٹیٹروں والے ملکوں کے پاس برائے نام سونا ہے۔ نیچے سونا رکھنے والے ۱۴ بڑے ملکوں کے نام اور دنیا میں چلنے والے سونے کا کتنا حصہ ان کے پاس ہے، یہ دکھلاتے ہیں:-

ملک		ملک	
امریکہ	۵۴ ¾ فیصدی	اٹلی	¾ فیصدی
برطانیہ	۱۳ ½ "	جاپان	¾ "
فرانس	۹ ½	نیدرلینڈ	۳ ½ "
سوئٹزرلینڈ	۳ ¾ "	بلجیم	۲ "
سپین	۲ "	ارجنٹائن	۱ ¼ "
سوویٹ روس	¾	سویڈن	۱ ½ "
ہندوستان	۱	افریقہ	¾ "

دُنیا کے مرد اور عورتیں

لیگ آف نیشنز کے ماہواری بلیٹن میں دنیا کے ۴۳ ملکوں کی آبادی حسب ذیل شائع ہوئی ہے:-

وہ ملک جنمیں مرد زیادہ ہیں!

نام ملک	مرد	عورتیں
جنوبی افریقہ	۱۰۳۸۰۰۰	۱۰۰۵۰۰
آسٹریلیا	۳۴۸۷۰۰۰	۳۱۰۴۰۰۰
برہما	۸۰۸۸۰۰۰	۷۷۷۴۰۰۰
بلگیریا	۳۰۵۳۰۰۰	۳۰۲۴۰۰۰
کینڈا	۵۷۸۲۰۰۰	۵۴۲۷۰
امریکہ	۶۴۱۰۱۰۰۰	۶۳۱۸۰۰۰۰
ہندوستان	۱۸ ۲۰۰۰۰۰	۱۶۹۵۵۴۰۰۰
آئرلینڈ	۱۵۲۰۰۰۰	۱۴۴۵۰۰۰
جاپان	۳۴۷۳۴۰۰۰	۳۴۵۲۰۰۰۰
ملایا	۲۵۸۴۰۰۰	۱۷۷۴۰۰۰
نیوزی لینڈ	۷۶۹۰۰۰	۷۴۸۰۰۰

وہ ملک جنمیں عورتیں زیادہ ہیں

نام ملک	مرد	عورتیں
جرمنی	۳۶۴۲۷۰۰۰	۳۸۴۰۰۰۰۰۰
بلجیم	۴۱۱۰۰۰۰	۴۱۹۳۰۰۰
چلی	۲۴۹۳۰۰۰	۲۱۶۵۰۰۰
ڈنمارک	۱۸۶۲۰۰۰	۱۹۱۵۰۰۰
مصر	۷۰۵۸۰۰۰	۷۱۲۰۰۰۰
اسٹونیا	۵۳۱۰۰	۶۰۰۰۰۰
فن لینڈ	۱۸۹۴۰۰۰	۱۹۴۱۰۰۰
فرانس	۱۹۹۰۰۰۰۰	۲۱۴۰۰۰۰
یونان	۳۰۷۶۰۰۰	۳۱۲۸۰۰۰
ہنگری	۴۴۵۶۰۰۰	۴۶۳۴۰۰۰
اٹلی	۲۱۶۰۷۰۰۰	۲۱۸۴۹۰۰۰
لاٹویا	۹۲۸۰۰۰	۱۰۵۳۰۰۰
میکسیکو	۸۱۱۹۰۰۰	۸۴۳۴۰۰۰
ناروے	۱۴۷۰۰۰۰	۱۴۷۹۰۰۰
نیدرلینڈ	۴۳۰۸۰۰۰	۴۳۲۴۰۰۰
پولینڈ	۱۶۱۲۴۰۰۰	۱۶۹۶۶۰۰۰
پرتگال	۳۲۵۶۰۰	۳۵۷۰۰۰۰
رومانیہ	۸۸۷۱۰۰۰	۹۱۸۲۰۰۰
برطانیہ کلاں	۲۳۷۳۵۰۰۰	۲۴۵۶۲۰۰۰
سویڈن	۳۱۰۱۰۰۰	۳۱۶۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۲۰۳۴۰۰۰	۲۱۷۴۰۰۰
زیکوسلوویکیا	۷۳۷۲۰۰۰	۷۷۸۷۰۰۰
ترکستان	۷۹۳۷۰۰۰	۸۲۲۱۰۰۰
روس	۷۱۰۴۳۰۰۰	۷۵۹۸۵۰۰۰
یوگوسلاویا	۶۸۵۲۰۰۰	۷۰۴۲۰۰۰

جنوبی ہندوستان میں ہندی پرچار

اس وقت جنوبی ہندوستان میں ۸ لاکھ آدمی ہندی سیکھ رہے ہیں اب تک ۸ لاکھ آدمیوں نے ہندی کا امتحان پاس کیا ہے ہندی پرچار کے ۲ ہزار سنٹر کھولے گئے ہیں، ۸۰ ٹیچر ہر کام کے ۸۰۰ سنٹر ہیں اور ۱۲۰۰ آدمی ہندی کے گریجویٹ ہو گئے ہیں آج وہاں کے ۲۰۰ ہائی اسکولوں میں ہندی پڑھائی جاتی ہے

"آس"
(از شفیق بابو صاحب)

لب سڑک ایک چراغ روشن تھا، اس کی زندگی یہ تھی کہ ہر ہوا کا جھونکا اُسے سہما دیتا تھا گویا کہ بس ختم ہوا۔ ہوا کے مخالف جھونکوں میں اتنی طاقت تھی کہ ایک ہی وار میں یہ جھلملاتا ہوا چراغ ختم کر دیں، لیکن چراغ جلتا رہا یہانتک کہ رات آخر ہو گئی اور ہوا کے جھونکے پہلے سے بھی تیز چلنے لگے،

چراغ کی مدھم روشنی ایکدفعہ ٹمٹمائی اور ایک تیز ہوا کے جھونکے نے ختم کر دیا چلو قصہ ہی ختم ہوا زندگی ختم ہوئی آس بھی ختم ہو گئی، فرصت ہو گئی یاس نے آس کا جھگڑا چکا دیا، کسے خبر ہے کہ اسی طرح ہماری زندگی کا بھی چراغ ہے وہ بھی یونہی مخالف ہواؤں کا مقابلہ کرتا ہی کرتے کرتے ایکدن اسی طرح ختم ہو جائے گا، چراغ کی موت کا فلسفہ تو میں نے سمجھا لیکن آہ میری زندگی کے چراغ کو خاموش دیکھ کر کون یہ فلسفہ سمجھے گا آس یا یاس؟

تیج ویکلی دہلی

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء

نازک ترین وقت

ہندوستان کے مسئلہ کی موجودہ صورت حال

گذشتہ ہفتہ کے "تیج ویکلی" کی اشاعت کے بعد ہمارے سامنے مہاتما گاندھی کا وہ بیان آیا جو انہوں نے کانگریس ورکنگ کمیٹی کے مشہور "پٹنہ ریزولیوشن" کے متعلق دیا ہے۔ لندن کے چند حضرات نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا برطانیہ سے گفت و شنید اور سمجھوتہ کا دروازہ اس ریزولیوشن کے ذریعہ بند کر دیا گیا ہے؟ مہاتما گاندھی نے اسکے جواب میں جو تین باتیں فرمائی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) میرے خیال میں اس ریزولیوشن کے معنی یہ ہیں کہ کانگریس نے سمجھوتہ کا دروازہ بند نہیں کیا ہے بلکہ وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ نے دروازہ بند کیا ہے ان کی پیش کردہ شرائط پر کانگریس کوئی گفت و شنید نہیں کر سکتی۔

(۲) چونکہ برطانیہ کا مقصد صرف برطانی امپائر کو مضبوط بنانا معلوم ہوتا ہے اور ہندوستان کی آزادی اس مقصد میں شامل نہیں ہے اسلئے کانگریس برطانیہ کو اپنی اخلاقی تائید پیش نہیں کر سکتی۔

(۳) ہندوستان جب بھی آزادی کی جد و جہد از سر نو شروع کرے گا اسکی تحریک خالص "عدم تشدد" پر مبنی ہوگی۔

ان اہم ترین نکتوں کے بعد ہندوستان اور برطانیہ کے رشتہ کی موجودہ صورت حال اور مستقبل کے متعلق کچھ کہنا باقی نہیں رہتا۔ جب برطانی دار العوام میں اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو حکومت برطانیہ کے نمائندے نے یہ جواب دیا کہ سیکرٹری وائسرائے اور دوسرے رہنماؤں کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ بند ہے اور کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ حکومت برطانیہ بھی اس جمود کو تسلیم کرکے بیٹھ گئی ہے اور آگے کی طرف کوئی قدم بڑھانا نہیں چاہتی۔

وائسرائے نے گفت و شنید کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس کا اصلی مقصد اور مطلب کیا تھا، یہ کسی پر ظاہر نہیں ہوا لیکن اس گفت و شنید کے دوران میں بھی حکومت نے یہ محسوس نہیں کیا تھا کہ آج یا کل ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب برطانیہ کو ہندوستان کی مکمل آزادی کے سوال سے دوچار ہونا پڑے گا، اور اس امر کے متعلق فیصلہ کرنا ہوگا کہ آیا وہ ہندوستان کو آزاد کرکے اسے برابری کا دوست بنائے گا یا چند ٹکڑے دے دیکر اسے یوں ہی ٹالتا رہے گا؟ اگر اسی بنیادی اصول کو حکومت اپنے پیش نظر رکھتی تو سمجھوتہ کے دروازے کے کھلنے اور بند ہونے کا سوال ہی غالباً پیدا نہ ہوتا۔

لیکن حکومت نے جو کچھ کیا اسکے برعکس کیا اس نے ہندوستان کی آزادی کا بنیادی مسئلہ نظر انداز کر دیا اور اسکی جگہ پر اقلیتوں اور ریاستوں کے حقوق اور ڈیفنس وغیرہ کی مشکلات کا نہایت ہی پرانا اور فرسودہ بہانہ پیش کر دیا حکومت یہ نہیں سمجھتی کہ ہندوستان کی آزادی کا اہم مسئلہ کے سامنے ان چھوٹے چھوٹے مسئلوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے ہندوستان جیسے برا عظم میں بہت سے پیچیدہ مسائل پائے جا سکتے ہیں لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان مسائل کا حل ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ صرف برطانیہ کے ہاتھوں میں ہو یہی ایک بنیادی مسئلہ ہے جس پر فریقین کی رائے میں بڑا فرق ہے اور اس مسئلہ پر کوئی ہندوستانی اپنے فطری حق کو ترک کرکے کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتے کیونکہ ظاہر ہے کہ آزادی اور غلامی کے درمیان کوئی بیچ کا راستہ موجود نہیں ہے۔

اسلئے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہندوستان اس وقت ایک نازک ترین دور سے گذر رہا ہے جب مہاتما گاندھی جیسا شخص جو ہمیشہ صلح اور سمجھوتہ کا حامی ہے یہ خیال کرتا ہے کہ لارڈ زٹلینڈ نے سمجھوتہ کا دروازہ بند کر دیا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ جمود خطرہ سے خالی نہیں ہے رام گڑھ کے اجلاس کانگریس کے بعد کیا ہوگا اس امر کی طرف بھی اشارہ "پٹنہ ریزولیوشن" میں موجود ہے۔ اب بھی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ناحق کانگریس کے صبر و تحمل کا پیمانہ لبریز نہ ہونے دے اور مہاتما گاندھی کے "صلح کل" مسلک سے فائدہ اٹھائے، لارڈ زٹلینڈ نے جو دروازہ بند کر دیا ہے اگر اسے وہ خود پھر اپنے ہاتھوں سے کھولیں گے تو ظاہر ہے کہ مہاتما گاندھی کی روایتی شان، گفت و شنید بھی باز نہ رہے گی، لیکن اگر حکومت برطانیہ کو یہ توقع ہوگی کہ مہاتما جی ایسے کسی سمجھوتہ کے لئے ہاتھ بڑھائیں گے جو ہندوستان کے حقیقی مفاد کے ذرہ برابر بھی خلاف ہو تو وہ غلطی پر ہوگی، مہاتما جی ہرگز کسی ایسے اقدام کے آگے نہیں بڑھیں گے حقیقت خود مہاتما جی کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے:-

"کانگریس اس وقت تک دم نہیں لے گی جب تک کہ ہندوستان بھی برطانیہ کی طرح ایک آزاد ملک نہ ہو جائے اور اگر ہندوستان "عدم تشدد" کو اپنی مستقل پالیسی بنائے گا تو وہ برطانیہ سے بھی زیادہ آزاد ہو جائے گا وہ برطانیہ جس نے سمندروں پر حکومت کی ہے اس وقت اپنی آزادی کو کھونے کے خطرے میں پڑ گیا ہے اسکے لئے میں نے ایک ایسی دوا تجویز کی ہے جو بیوقوفوں کی سمجھ میں بھی آ سکتی ہے یہ سوال علیحدہ ہے کہ کانگریس ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کی جد و جہد کرے گی لیکن یہ ظاہر ہے کہ کانگریس کسی ایسے سمجھوتہ کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے گی جس سے ہندوستان کو آزادی سے کم درجہ کی کوئی چیز ملتی ہو"

یہ آخری جواب ہے اور حکومت برطانیہ کو اس آخری جواب پر اچھی طرح غور کرنا چاہیئے گرچہ مہاتما گاندھی چند مرتبہ یہ فرما چکے ہیں کہ ملک ابھی تحریک آزادی کے لئے تیار نہیں ہے اور کسی وسیع جد و جہد کے لئے تیاری کا انتظار کرنا پڑے گا تاہم جیسا کہ کانگریس کے نئے صدر مولانا آزاد کہہ چکے ہیں تحریک آزادی بہت دنوں تک ملتوی نہیں رکھی جا سکتی اور کسی مسئلہ کے طے ہونے کا انتظار کر سکتی ہے ایک موٹی سی بات یہ ہے کہ کسی مقصد کے لئے قومی ارادہ کر لینے کے بعد تیاری میں کچھ دیر نہیں لگتی، اور ارادے اور تیاری میں کوئی دور کا فاصلہ نہیں ہے بلکہ بہت ہی قریب کا رشتہ ہے عاشق کے دست وحشت کو صرف گریبان تک پہنچنے کی دیر ہوتی ہے پھر تو اس چاک کے دامن تک پہنچنے کا مرحلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے ؎

تا دامن آ کے چاک گریباں نے دم لیا ہے دامن اور جیب میں رشتہ قریب کا

اس وقت جو ایک بات سب سے زیادہ یقینی ہے وہ یہ ہے کہ رام گڑھ کے اجلاس کے بعد کانگریس ایک آنے والی جد و جہد کی تیاریاں شروع کر دیگی اور ان تمام خامیوں کو جلد از جلد دور کر دے گی جو ملک کی سیاسی زندگی میں داخل ہو گئی ہیں، اگرچہ وقفہ بہت کم ہے پھر بھی برطانی حکومت اگر چاہے تو اس وقفہ کو ایک مفید ترین مقصد کے لئے استعمال کر سکتی ہے ہمیں بہت افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت کے موجودہ طرز عمل میں بجز کانگریس، وار باب کانگریس سے مخالفت کا رنگ جھلکنے لگتا ہے بغرض کانگریسی صوبوں میں جہاں کل تک کانگریسی حکومتیں قائم تھیں، کانگریس کی پالیسی کو پلٹ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، کانگریسی وزارتوں کے استعفے کے بعد گورنروں نے کانگریسی پروگرام کو بڑی حد تک چلانے کی کوشش کی تھی، اور بعض گورنروں نے تو یہاں تک کہا تھا کہ وہ کانگریس کی حکومت کو جسے لیجسلیچر اور حلقہ ہائے انتخاب کی تائید حاصل ہے "امانت" کے طور پر چلا رہے ہیں لیکن پچھلے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ "امانت داری" کی اس ذہنیت میں کچھ فرق آ گیا ہے اور اب رائے عامہ اور حلقہ ہائے انتخاب سے زیادہ حکومت بالا دست کے احکام کا خیال کیا جا رہا ہے، ان باتوں ہی سے نزاکت وقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اگر حقیقت یہی ہے کہ حکومت اور کانگریس دونوں کے راستے بالکل الگ ہو گئے ہیں اور اب ان کے ملنے اور ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ پر مشورہ اور اشتراک عمل کی کوئی صورت باقی نہیں رہی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ تحریک آزادی کے دن سے اہم واقعات دہرائے جانے والے ہیں!

آئینۂ خیال

روس اور فن لینڈ!

تازہ ترین اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ روس اور فن لینڈ کے درمیان بڑی گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے اگرچہ فن لینڈ نے روس کا مقابلہ اب تک کافی دلیری سے کیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ جہاں تک فوجی ذرائع اور سامان جنگ کا تعلق ہے یہ ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ ہے جو بہت دنوں تک جاری نہیں رہ سکتا اگرچہ بیرونی ممالک کی رقوں اور والنٹیروں نے کسی حد تک فن لینڈ کو امداد پہنچائی تاہم یہ امداد ایسی نہ تھی جو روس پر فن لینڈ کی فتح کا باعث ہو سکتی ناروے اور سویڈن کی حکومتوں نے بھی ایسے موقعہ پر اپنی غیر جانبداری کا اعلان کرکے اپنا دامن بچایا اور روس کے مقابلہ پر آنا پسند نہ کیا اب تو کہا جا رہا ہے کہ "مینر ہیم لائن" ٹوٹ پھوٹ چکی ہے روسی فوجیں اپنی بھاری ٹینکوں اور مشین گنوں کے ساتھ برفانی خطوں کو عبور کرتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں اور ماسکو ریڈیو بولتا ہے کہ اب روس اور فن لینڈ کے درمیان صلح کی پوری کوشش کی جا رہی ہے اس کوشش میں ناروے، سویڈن شریک ہیں اور غالباً فیلڈ مارشل مینر ہیم بھی صلح نامہ دیلی گیشن میں شامل ہوں گے۔

بمبئی کے مزدوروں کی ہڑتال

بمبئی کی ۶۰ ملوں میں سے ۵۰ ملوں کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی ہے اور جو باقی ہیں انہیں بھی مزدوروں کی بہت چھوٹی تعداد کام کر رہی ہے۔ گویا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بمشکل بمبئی کی تمام ملیں بند پڑی ہیں۔ ہڑتالی مزدوروں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ یا اس سے کچھ کم بتلائی جاتی ہے۔ یہ ہنگامہ بھی جنگ ہی کا ایک بالواسطہ نتیجہ ہے جنگ کے باعث کھانے پینے کی چیزوں میں جو گرانی ہو گئی ہے اس کی بنا پر مزدوروں نے اپنی اجرتوں میں اضافہ کا مطالبہ کیا تھا جس کے منظور نہ ہونے کے باعث انہوں نے ہڑتال شروع کر دی۔ بمبئی لیجسلیچر کے تین ممبروں نے تجویز پیش کی ہے کہ مل مالکان اور مزدوروں کے نمائندوں کو بلا کر سمجھوتہ کرا دیں۔ یہ تجویز بہت مناسب ہے۔ اور چونکہ اس وقت کانگریسی حکومت بمبئی میں موجود نہیں ہے اس لئے گورنر ہی کا یہ اولین فرض ہے کہ جلد کوئی عملی اور موثر قدم اٹھائیں۔ اس ہڑتال سے جو نقصان ہو رہا ہے اس کا اندازہ یہ ہے کہ ملوں میں روزانہ پینتالیس لاکھ گز کپڑے کی پیداوار رکی ہوئی ہے اور ہر روز مزدوروں کو بھی دو لاکھ روپیہ کی اجرت کا گھاٹا ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہی حالات کچھ روز تک قائم رہ گئے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا!

دوسرے صوبوں کی حالت

ہم دیکھ رہے ہیں کہ دوسرے صوبوں میں بھی مزدوروں کی ہڑتال کا خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدراس کی ملوں کے مزدوروں نے بھی گرانی کے باعث اپنی اجرتوں میں تیس فیصدی اضافہ کا مطالبہ کیا ہے اور دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے بعد ہڑتالوں میں پولیس کو لاٹھی چارج کی ضرورت بھی محسوس ہوئی تھی۔ بہت سے کارخانوں میں بھی غالباً ہڑتالیں شروع ہو گئی ہیں اور یو۔پی میں کانپور بھی جو ہمیشہ سے ہڑتالی ہنگاموں کا گھر بنا ہوا ہے ایک نئے خطرے کی آماجگاہ بننے والا ہے۔ کانپور کی مزدور سبھا نے یو۔پی گورنمنٹ سے اپیل کی ہے کہ وہ اجرتوں کے تعین کے لئے ایک بورڈ بنا دے۔ یہ تجویز معقول ہے۔ اور اگر ہر صوبہ میں اسی طرح کا ایک بورڈ قائم کر دیا جائے جو حالات کے مطالعہ کے بعد مزدوروں کی اجرتوں کا تعین کر دیا کرے تو شاید ہڑتالوں کا خطرہ بہت کم ہو جائے گا۔ ہر صوبہ کی حکومت کو جلد از جلد اس مسئلہ پر غور کرنا چاہئے۔

ہوائی جہاز "ہینی بل" کا حادثہ

اس ہفتہ کی سب سے زیادہ افسوسناک خبر یہ ہے کہ ہینی بل نام کا ایک ہوائی جہاز جو کراچی سے لندن جا رہا تھا راستہ میں لاپتہ ہو گیا۔ یہ اب تک معلوم نہ ہو سکا ہے کہ اس ہوائی جہاز کو کیا حادثہ پیش آیا۔ اور نہ مسلسل تلاش کا کوئی نتیجہ برآمد ہوا ہے۔ غالباً اب اس جہاز کے ملنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ کسی فوری ہوائی حادثہ کا شکار ہو کر ہینی بل ایران کے جنوبی سمندر میں گر پڑا۔ اس ہوائی جہاز پر ہندوستان سے انگلستان جانے والی ڈاک بھی تھی اور چار مسافر بھی تھے جن میں مدراس کے ایک سربرآوردہ شخص سر اے۔ ٹی۔ پنیر سلوم تھے۔ آپ اسی سال وزیر ہند کے مشیر مقرر کئے گئے تھے اور مدراس کی جسٹس پارٹی کے ممبر تھے۔ اب بھی امید کی جا رہی ہے کہ اس بدنصیب ہوائی جہاز کے مسافر سمندر میں غرق ہونے سے بچ گئے ہوں اور کسی کشتی پر یا کسی چیز کے سہارے کسی دور افتادہ ساحل تک پہنچ گئے ہوں۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا ہو۔

فرانس میں غذا پر پابندیاں

جو لوگ یہ سمجھتے یا کہتے ہیں کہ صرف جرمنی ہی سخت ترین اقتصادی بدحالی میں مبتلا ہے اور وہاں لوگوں کو کھانے پینے کی چیزیں میسر نہیں، تو وہ جنگ کے وسیع اثرات سے واقف نہیں ہیں۔ جنگ کا نتیجہ ہمیشہ دونوں فریقوں کے لئے برا ہوتا ہے اور ہر شریک جنگ ملک پریشانیوں میں مبتلا ہو کر کھانے پینے کی چیزوں پر پابندی لگا کر اپنے ذرائع کو طویل جنگ کے لئے محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ رائٹر کی خبر رساں ایجنسی اطلاع دیتی ہے کہ فرانس میں نئے احکام کے رو سے پیسٹری اور کیک اور مٹھائیوں والوں کی دکانیں ہفتہ میں تین روز بالکل بند رہیں گی اور کسی ہوٹل یا ریسٹوران میں کسی شخص کو روزانہ دو وقت سے زیادہ کھانے پینے کی چیزیں مہیا نہیں کی جائیں گی۔ شراب بھی جو اہل مغرب کی زندگی کا جزو بن چکی ہے ہفتہ میں تین روز کسی جگہ فروخت نہیں کی جائے گی اور چاکلیٹ کی فروخت پر بھی پابندی عائد ہوگی۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہے کہ صرف چھ ہی ماہ میں یہ جنگ کیا نتیجے پیدا کر رہی ہے۔

تیسرے درجہ میں بجلی کا پنکھا

برطانوی ہند میں ریلوے بورڈ اب تک یہ نہ کر سکا کہ ریل کے تیسرے درجہ کے ڈبوں میں غریب مسافروں کے آرام کے لئے بجلی کا پنکھا لگا دے۔ یہ مسافر تو بس یہ ہیں کہ گرمیوں کے دن میں جب تیسرے درجہ کے ڈبے تنور سے زیادہ گرم ہو جاتے ہیں ان میں بیٹھے ہوئے اپنی پیشانی کا پسینہ اپنے قدموں تک پہنچتا ہوا دیکھیں۔ نئے بجٹ میں ریلوے ممبر صاحب نے ریل کا کرایہ بھی بڑھا دیا ہے جس کا اثر زیادہ تر امیروں پر تو نہیں لیکن تیسرے درجہ کے نادار و مفلس مسافروں پر ہوگا۔ لیکن ان کے لئے آرام کا کوئی سامان مہیا نہیں کیا گیا۔ ایسے وقت میں ہمیں یہ سنکر مسرت ہوئی کہ ریاست گونڈال کے محکمہ ریلوے نے وہ کام کر دکھایا ہے جو برطانوی ہند کے ریلوے بورڈ سے نہ ہو سکا۔ یعنی تمام تیسرے درجوں میں مسافروں کے آرام کے لئے بجلی کے پنکھے لگا دئیے ہیں۔ ہمارے ریلوے بورڈ کو صرف اونچے درجہ یعنی فرسٹ کلاس وغیرہ کے مسافروں کو آرام پہنچانے کی فکر رہتی ہے۔ چنانچہ گرمیوں میں سرد اور جاڑوں میں گرم رہنے والے ڈبے اس سرکاری ذہنیت کے گواہ ہیں۔

شکر پر نئے ٹیکس کا اثر

شکر پر نئے ٹیکس کی خبر شائع ہوتے ہی حکومت یو۔پی۔ اور حکومت بہار نے گنے کی قیمت میں تین پیسے فی من کمی کر دی ہے۔ ہندوستان کے یہی دو صوبے ہیں جہاں شکر کی پیداوار سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ پنڈت گووند بلبھ پنت نے نئے بجٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ شکر پر ٹیکس کا اضافہ ملک کے لئے بہت نقصان دہ ثابت ہوگا۔ اس سے گنے کے کاشتکاروں، ملوں اور شکر کے عام خریداروں کو نقصان پہنچے گا۔ عوام اپنے گھروں میں شکر کا خرچ کم کر دیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شکر ساز کارخانے گنے کی خریداری میں تخفیف کر دیں گے اور گنے کی قیمت کم ہو جانے کے باعث کاشتکار زیادہ پریشان حال ہوں گے۔ اسی خیال کے پیش نظر حکومت یو۔پی نے ایک انتباہ شائع کیا ہے کہ نئے سیزن کے لئے گنے کی کاشت محدود کر دی جائے۔ پنڈت جی کا خیال صحیح ہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ جوٹ کی برآمد پر ٹیکس لگا دیا جاتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ چونکہ جوٹ کی صنعت غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس لئے گورنمنٹ ان کو کیونکر نقصان پہنچاتی؟ نقصان اور خسارہ تو ہندوستانیوں ہی کے لئے مخصوص ہے!

افغانی سرحد پر روسی سرگرمیاں

چند روز ہوئے رائٹر کی خبر رساں ایجنسی نے افغانستان کی سرحد پر روسی سرگرمیوں کی اطلاع ان الفاظ میں دی تھی "تاجکستان میں جو افغانستان کی شمالی سرحد پر سوویٹ روس کی ریاست ہے، سڑکوں کی وسیع تعمیر کی رپورٹ ملی ہے۔ دارالحکومت "استالین آباد" سے چاروں طرف جاتی ہوئی نئی نئی سڑکیں بنائی جا رہی ہیں۔" ہم اس پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن اتنا ظاہر ہے کہ شمالی سمت کی طرف روس کی سرگرمیاں خطرے سے خالی نہیں معلوم ہوتیں۔

سرحدی قبائل کی شورش

یہ ایک حقیقت ہے کہ سرحدی قبائل کی شورش بڑھتی جاتی ہے اور حکومت اب تک اس شورش کو دبانے میں کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ چند دنوں کی بات ہے کہ بنوں اور ڈیرہ اسمعیل خاں کی درمیانی سڑک پر قبائلیوں نے ایک موٹر بس کو جو مسافروں سے بھری ہوئی تھی روک لیا۔ اس ہنگامہ میں پانچ آدمی ہلاک ہوئے۔ اور ہندوستان کے ایک دولتمند ہندو ٹھیکیدار اور نورنگ سرائے کے ایک مسلمان دوکاندار کو حملہ آور اغوا کر کے لے گئے۔ مزید براں ٹانک سے ڈاک لانے والی گاڑی کو بھی بعض سرحدی حملہ آوروں نے روک لیا تھا۔ سرحد پر امن قائم کرنے کے نام سے حکومت لاکھوں روپیہ صرف کر رہی ہے، لیکن افسوس ہے کہ اب تک وہی پرانے حالات جاری ہیں اور اتنی کوشش کے باوجود کوئی معقول نتیجہ برآمد نہیں ہوا ہے۔

مسلم لیگ کے نعرے

ہمارے مسلم معاصر "ہند" کلکتہ کے ایڈیٹر جناب عبدالرزاق ملیح آبادی نے مسلم لیگ کے ان چند نعروں "کے متعلق جو چند دنوں سے لگائے جا رہے ہیں، اظہار خیال کرتے ہوئے ہند میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھتے ہیں:-

"ایک طرف "اسلامی تہذیب" کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کے "قائد اعظم" سر سے پاؤں تک فرنگی تہذیب میں غرق دکھائی دیتے ہیں! ایک طرف واویلا مچایا جاتا ہے کہ "اسلام خطرے میں ہے" اور دوسری طرف مسلمانوں سے یہ بھی بڑے ہی زور شور سے کہا جاتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت بھی اسلام کو مٹا نہیں سکتی! سمجھ میں نہیں آتا کہ کون بات سچی ہے؟ واقعی اگر اسلامی تہذیب کوئی چیز ہے، تو ضرور اسلام کے واحد علمبردار مسٹر جناح، اسلامی تہذیب کا نمونہ ہوں گے لیکن گنوار سے گنوار مسلمان بھی مسٹر جناح کو یا ان کی تصویر کو دیکھ کر بے اختیار چلا اٹھے گا کہ یہ شخص مسلمان نہیں بلکہ کوئی انگریز ہے! "اسلامی تہذیب" کو کانگریس مٹا رہی ہے یا مسٹر جناح؟ اس بات کا فیصلہ ہر مسلمان آسانی سے کر سکتا ہے۔ کانگریس اگر مٹا رہی ہے، تو "دشمن" ہے اور دشمن کے حملے آسانی سے توڑے جا سکتے ہیں، لیکن اگر ہمارا خود "قائد اعظم" ہی اسلامی تہذیب کو مست ہاتھی کی طرح اپنے پیروں سے روند ڈالے، تو بتاؤ اسلامی تہذیب کے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر اسلام ایسا دین فطرت ہے، جسے کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی تو پھر یہ نعرہ بے معنی ہو جاتا ہے کہ "اسلام خطرے میں ہے۔" انہیں دو مثالوں سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ پچھلے پندرہ بیس برس سے آج تک جو نعرے لگائے جا رہے ہیں وہ کہاں تک ٹھوس اور بامعنی ہیں۔"

ان پر معنی الفاظ پر ہمارے مسلم برادران وطن کو غور کرنا چاہئے۔

اشارات

لیڈنگ آرٹیکل اور نوٹ کی کاپی پریس میں جانے کے بعد فنلینڈ کے متعلق دلچسپ اطلاعات ہم تک پہنچیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ روس کا جارحانہ حملہ کامیاب ہو گیا، اور مینوہیم لائن کے موجد مسٹر مینرہیم خود بھاگ کر سویڈن چلے گئے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ کسی جنگ کے دوران میں اگر ملک کا فرمانروا ہی اس طرح بھاگ جائے جیسے پچھلے شہنشاہ ولایت تفاری بھاگے تھے تو ملک کا کیا حشر ہو چکا ہوگا۔ اب کہا جاتا ہے کہ سویڈن کے دارالحکومت اسٹاک ہولم میں فنلستانی، سویڈنی، جرمنی، اور روسی نمائندوں میں صلح کے متعلق گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اگرچہ صحیح حقیقت تو دنیا کو معلوم ہے کہ فاتح اور مفتوح میں کن شرائط پر صلح ہو سکتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سویڈن، روس اور فنلینڈ کے درمیان "دلالی" کا کام کر رہا ہے، اور روس کی پیش کردہ شرائط ویسا ہی بنا رہی ہیں جیسے مسٹر چل کے "نکات چودہ" سے ایکس بنگئے ہیں۔ بہر حال نتیجہ کا انتظار کرنا پڑے گا۔

قاہرہ (مصر) کے ریڈیو اسٹیشن سے جو گانے نشر کئے جاتے ہیں ان کے متعلق ایک مصری اخبار میں شکایت شائع ہوئی ہے کہ یہ گانے عموماً عشق و محبت، سوز و ساز، آہ و بکا اور ہجر و وصال کے عشریاں افسانے ہوتے ہیں جن کے ذریعہ مصری نوجوانوں کے جذبات کو مشتعل کیا جاتا ہے۔ اس پر ہمارے معاصر شاہکار نے لکھا ہے کہ ہمارے ہندوستانی ریڈیو اسٹیشنوں سے جو گانے بازاری طوائفوں کے ذریعہ نشر کئے جاتے ہیں اگر ان کا ممالک کی زبانوں میں ترجمہ کر کے انھیں سنایا جائے تو ہندوستان دنیا کی مہذب قوموں میں فی الفور رسوا ہو جائے۔ ان گانوں کی ہوس خیز عریانی ہماری مشرقی تہذیب اور ملکی شاعری کے لئے باعث ننگ ہے۔ یہ منظوم فواحش ملک کے نوجوانوں کو جس قدر مسموم کر رہے ہیں اخبارات کے کالموں اور پولیس کی رپورٹوں سے اس کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

ان خیالات کے بعد معاصر موصوف آل انڈیا ریڈیو کی خرابیوں کے اسباب ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "بات یہ ہے کہ بدقسمتی سے آل انڈیا براڈ کاسٹ ریڈیو میں کچھ ایسے لوگ سفارشوں سے منتخب ہو گئے جن کی کتاب زندگی کا ہر ورق سیاہ ہے۔ اور پھر اس بدقسمتی پر اس بدنصیبی کا اضافہ ہو گیا ہے کہ یہ رند مشرب لوگ اس محکمہ میں دخیل کار بنا دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ریڈیو اسٹیشنوں پر سب سے زیادہ عمل دخل بازاری طوائفوں کا ہو رہا ہے۔ آپ کسی ہفتہ کا پروگرام اٹھا لیجئے۔ اس کے گانوں اور گانے والوں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہو جائے گا کہ آل انڈیا ریڈیو کا اقتدار اعلیٰ کس سمت بہہ رہا ہے۔ مجالس قانون ساز کے اراکین اگر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے تو اس روحانی وبا سے اخلاق عامہ کو بچا سکتے تھے۔" اس اقتباس کے بعد غالباً اس مسئلہ پر کچھ اور کہنے کی ضرورت باقی نہیں۔

ماسٹر کی خبر رساں ایجنسی کو اکثر الہام ہوا کرتا ہے، اور بہت سی خبریں انہیں الہامات پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس کی ایک تازہ ترین مثال پچھلے ہفتے ہمارے سامنے آئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جرمن محاذ جنگ پر پیرس اخبار کا جو نامہ نگار موجود ہے، اس کا بیان ہے کہ جرمنی کے بحری محکمہ نے ہٹلر کو خبر دی ہے کہ اب تک پچاس جرمن آبدوز کشتیاں غرق کی جا چکی ہیں۔ اس سلسلہ میں غالباً ہٹلر کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا ہوگا کہ آفتاب میں روشنی ہوتی ہے اور برسات کے بعد دن آتا ہے۔ دوسری حقیقتیں جن سے ہٹلر کو آگاہ کر دینا چاہئے یہ ہیں (۱) جرمنی اور اتحادیوں میں جنگ چھڑی ہوئی ہے (۲) قریب ہے کہ روس فنلینڈ پر قبضہ حاصل کر لے۔ (۳) مسٹر چیمبرلین ہنوز برطانیہ کے وزیر اعظم ہیں اور ہاتھ میں چھتری لئے پھرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

مدراس میں ایک تقریر کرتے ہوئے سر سی۔ وی۔ رمن نے فرمایا ہے "کالج کی تعلیم کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ دماغ اور جسم کو ترقی دے بلکہ یہ بھی ہے کہ نوجوانوں میں زندگی کی بہترین اور لطیف چیزوں کو محسوس کرنے کا جذبہ پیدا کرے۔" ظاہر ہے کہ بہتر اور لطیف چیزوں کو محسوس کرنے کے لئے وہ کسی جنس لطیف پر عاشق ہو کر اسے اپنا "نصف بہتر" بنا لینے کی کوشش کرتے ہیں!

ہمارے لاہوری معاصر "زمیندار" کو یورپ کی سیاسیات کے متعلق یہ شکایت ہے کہ اس کا "باقاعدہ علاج نہیں کیا جا سکتا ہے" دہلی حکیموں کی جگہ ہے اس لئے یورپ کی سیاسیات کی تمام خرابیوں کا علاج مدیر اشارات کی سمجھ میں آگیا ہے اور وہ یہ ہے (۱) تمام ڈکٹیٹروں کو اس موسم بہار میں منضج اور مسہل پلائے جائیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو روزانہ رات کو سوتے وقت

راز و نیاز

سوال ۱: جب فوجداری کے ملزم کو جرمانہ کا روپیہ سزا کاٹنے کے بعد معاف ہو جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ دیوانی کے ملزم کو دیوانی جیل کاٹنے کے بعد قرض کا روپیہ معاف نہیں کیا جاتا؟ جب جیل بھیج کر ساہوکار نے اس کی آبرو سے روپیہ وصول کر لیا ہے تو دوبارہ کیوں روپیہ وصول کرنے کا ساہوکار کو حق حاصل ہے۔ کانگریس گورنمنٹ نے اس مسئلہ پر کیوں نہیں دھیان دیا۔

سوال ۲: سنہ ۱۹۴۱ء میں مردم شماری ہونے والی ہے۔ جات کے خانہ میں جات لکھوانی چاہئے یا نہیں۔ اور اپنے آپ کو کیا لکھوانا چاہئے۔ ہندوستانی یا کہ ہندو یا مسلمان علیحدہ علیحدہ لکھوانا چاہئے۔

سوال ۳: گورنمنٹ برطانیہ کو ہندوستان کو سوراج دینے میں کیا مشکل درپیش ہے۔ مہاتما گاندھی وائسرائے سے ملاقات ہی کرتے رہتے ہیں مگر نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلتا۔ مہاتما گاندھی کیوں نہیں ملاقات بند کر دیتے۔ (اگرک جین چکروتہ)

جواب ۱: آپ کا سوال صحیح ہے اور یہ قانون اصلاح طلب ہے۔ لیکن قانون کی اصلاح تو قانون بنانے والوں ہی کے ہاتھوں ہو سکتی ہے۔ قوانین "ضابطہ فوجداری اور ضابطہ دیوانی" کا تعلق صوبجاتی حکومتوں سے نہیں ہے بلکہ مرکزی حکومت سے ہے۔ جب مرکز میں ارباب کانگریس کو اقتدار حاصل ہوگا تو بہت سی مزید اصلاحات کے ساتھ اس کی اصلاح بھی ہو سکتی ہے۔

جواب ۲: مردم شماری سے پہلے کانگریس کی ہدایت کا انتظار کیجئے۔

جواب ۳: حکومت برطانیہ کی سب سے بڑی "مشکل" یہ ہے کہ وہ دولت کے لالچ اور ملوکیت پرستی کے شوق کو اپنے دل سے دور نہیں کر سکتی۔ ہندوستان جب آزاد ہو جائے گا تو برطانیہ کا ہاتھ خالی ہو جائے گا۔ سردست مہاتما گاندھی اور وائسرائے میں ملاقاتیں بند ہیں، لیکن اگر یہ مسئلہ صحیح ہے کہ جو کام شکر سے ہو سکے اس کے لئے زہر نہیں استعمال کرنا چاہئے تو ملاقاتوں میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سوال ۱: مہاتما گاندھی کا پورا پتہ لکھئے کیونکہ میں ان سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں؟

سوال ۲: اب کی مرتبہ بوجہ خطرات جنگ کے مردم شماری ہوگی یا نہیں؟ (رامچند بنس وال دہلی)

جواب ۱: بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کو مہاتما گاندھی کا پتہ اب تک معلوم نہیں ہے۔ غالباً کچھ دنوں میں آپ آفتاب کا پتہ بھی پوچھیں گے! بہر حال۔ مہاتما گاندھی۔ سیوا گاؤں آشرم (وار دھا) کافی ہے۔

جواب ۲: مردم شماری کے لئے حکومت نے ابتدائی انتظامات شروع کر دیئے ہیں۔ اس وقت تک تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ مردم شماری ہوگی لیکن اس کی خبر کسے ہے کہ کل کیا ہوگا؛

سوال ۱: انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ عیش و عشرت کرنا یا تسخیر قدرت کرنا (۲) انسانی افراد جنکو مذاہب نے جدا کر دیا ہے دوبارہ کس طرح ایک ہو سکتے ہیں؟ کیا مشترکہ طور پر کوئی راہ عمل تجویز کر نیسے متحد ہو سکتے ہیں۔ (۳) عورت کا ایک گھر کیلئے کھانے کیلئے انتظام کرنا کیا انسانی قابلیت کا بہترین مصرف ہے جبکہ انسانی قابلیت ہوائی جہاز ریل وغیرہ جیسی چیزیں ایجاد اور کونین ٹیکہ وغیرہ کی مفید اختراع کر سکتی ہے؟ (ظہیر احمد مظفر نگر)

جوابات: (۱) "تسخیر قدرت" کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ بہر حال انسان کی زندگی کا مقصد حصول مسرت ہے لیکن یہ چیز صرف بنی نوع انسان کی خدمت ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے اور یہی وہ راہ ہے جو نجات اخروی کی طرف بھی لیجاتی ہے۔ (۲) صرف محبت اور ہمدردی سے کیونکہ ہر مذہب میں یہی تعلیم پائی جاتی ہے (۳) عورت کا بہترین مصرف یہی نہیں ہے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ مرد اور عورت جب "ایک جنس" ہیں۔ اسلئے جب قدرت نے اتنا بڑا جنسی فرق رکھا ہے تو ظاہر ہے کہ فرائض و اعمال میں بھی کچھ فرق ضرور ہوگا۔

(۱) پانچ تولہ "کاسٹرائل" (ارنڈ کا تیل) کافی ہوگا۔ (۲) "شہنشاہیت پرستوں" اور اسلحہ سازوں کو کیلس روز تک پانی اور نمک کے سوا کوئی غذا نہیں دی جائے۔ (۳) "ملیٹرسٹ" یعنی عسکری ذہنیت والے جنگجو صاحب اپنے سروں میں روغن کدو اور روغن کاہو کی مالش کر کے ان تہ خانوں میں سوئیں جو ہوائی حملوں سے بچنے کیلئے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان مجرب نسخوں کو آزما کر دیکھئے۔ یورپ کے تمام سیاسی امراض فوراً دور ہو جائیں گے۔

"بھگوت پران" میں کہا گیا ہے کہ اپنی روحانی سیر کے دوران میں نارد منی جب ایک مرتبہ آسمان سے زمین پر تشریف لائے تو دیکھا کہ متھرا میں ایک عورت بیہوش پڑی ہے اور اس کے دونوں طرف دو لاشیں دھری ہوئی ہیں۔ نارد منی کے دل میں ہمدردی پیدا ہوئی اور انھوں نے اس عورت کو ہوش میں لا کر حالات دریافت کئے اس نے کہا میرا نام "بھگتی" ہے۔ کلجگ شروع ہو جانے کے باعث لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور اب میں بے جان سی ہو رہی ہوں۔ دونوں طرف یہ دو لاشیں میرے بیٹوں کی ہیں۔ ایک کا نام "علم" ہے اور دوسرے کا "ایثار" ہے۔ اب ان کا زندہ ہونا مشکل ہے اور میں بھی جاں بہ لب ہوں۔ اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو حال اس زمانے میں "بھگتی" کا تھا وہی حال آجکل یورپین ممالک میں "جمہوریت" کا ہو رہا ہے۔ وہ جاں بہ لب ہے اور اس کے دو بیٹوں یا بیٹیوں یعنی "آزادی" اور "مساوات" کا خاتمہ ہو چکا ہے

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے:- معمّہ نمبر (۱۱) کے مزید تین نقشے ۔ سلسلہ کے لئے دیکھیے صفحہ نمبر ۲۱-۲۲ اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) (اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) (پہلے دو نقشوں کیساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر ——— ادا کردہ نقشہ نمبر ——— مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل اِن تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اُسے خالی چھوڑ دیں، جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مُفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مُفت ہے، نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے!

تیج ویکلی کراس ورڈ معمّہ نمبر (۱۱) :- میں اِس انعامی معمّہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ مینجر تیج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانونًا قابلِ پابندی ہوگا۔

پورا نام (صاف طور پر) ———

پورا پتہ ———

نمبر رسید منی آرڈر ——— نمبر پوسٹل آرڈر ——— ٹکٹوں کی رقم

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے:- اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے:-

گانے والا پتھر

از جناب شری ناتھ سنگھ

افسانہ

مغربی افسانہ نگار کلاڈ لوک کی ایک کہانی سے ماخوذ

(۱)

موضع اندربن میں مسافروں کے ٹھہرنے کے لئے دو اڈے ہیں پہلا رانی محل جو سری نگر جانے والی سڑک پر اس سے ہٹ کر ہے یہاں بڑے بڑے رؤسا و امرا ٹھہرا کرتے ہیں خوبصورت عمارت بڑے بڑے کمرے ملازم و خدمتگار، باہر سے یہ جگہ بڑی جاذب نظر ہے دوسرا چورنگی، جو سڑک سے بہت دور ہٹ کر گاؤں کے بیچ میں ہے عمارت باہر سے ٹوٹی پھوٹی ہے مگر اندر اچھی چہل پہل رہتی ہے اس میں سوداگر کسان، طالب علم اور دیگر وسط درجے کے لوگ ٹھہرا کرتے ہیں،

آپ اگر تھوڑے ہی دنوں کے لئے کشمیر جائیں تو یقیناً رانی محل میں ٹھہریں گے، لیکن اگر آپ وہاں پوری گرمی گزارنا چاہیں تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس سوال پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں کیونکہ موضع اندربن میں دو جماعتیں ہیں ایک جماعت کے لوگ رانی محل والے اور دوسری جماعت کے لوگ چورنگی والے کہلاتے ہیں، اور اگر آپ کا نام کسی ایک جماعت کے ساتھ مل گیا تو وہ ہمیشہ ہی ملا رہے گا۔

اگر آپ رانی محل میں ٹھہریں گے تو آپ کا شمار بیرسٹروں، وکیلوں، سیٹھوں اور راجاؤں میں ہوگا، بڑے بڑے کروڑپتیوں کے ساتھ بھی کندھا ملا کر کھڑے ہونے کا آپ کو موقع مل سکتا ہے، مگر وہاں آپ کو اندربن کی حقیقی زندگی کا لطف نہیں میسر آ سکتا اس کے برعکس آپ کو چورنگی میں کسانوں معمولی سوداگروں، طلباء، موضع کے اسکول ماسٹر، پوسٹ ماسٹر اور دیگر لوگوں سے دل کھول کر باتیں کرنے کا موقعہ مل سکتا ہے،

اصلیت یہی ہے، یہ جانتے ہوئے آپ اپنا انتخاب کریں جب میں چورنگی پہنچا تو مجھے خود علم نہیں تھا، لیکن اب میں سوچتا ہوں کہ اگر میں چورنگی میں نہ ٹھہرتا تو یہ میری زندگی میں بڑی بھول ہوتی۔

جس واقعہ کی بنا پر میں یہ بات کہہ رہا ہوں وہ انہی دنوں پیش آیا جب میں رانی محل میں جگہ نہ ہونے کے باعث چورنگی میں ٹھہرنے کے لئے گیا تھا یہاں کی چہل پہل مجھے بہت پسند آئی۔

جوں ہی میں چورنگی میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ کچھ آدمی کرسیوں اور مونڈھوں پر بیٹھے باتیں کر رہے ہیں مجھے دیکھتے ہی سب نے مجھے سلام کیا اور اس طرح میرا خیر مقدم کیا گو میری ان کی پہلے کی شناسائی نہ تھی میں نے سر ہلا کر ان کے سلام کا جواب دیا اور چپ چاپ اپنے ٹھہرنے کے کمرے میں چلا گیا جب میں وہاں آتا جاتا مجھے وہ لوگ وہیں بیٹھے ملتے، اور کوئی نہ کوئی ذکر کرتے رہتے، ان کی باتیں کبھی ختم نہ ہوتیں جب کبھی میں رات میں سوتے سے جاگ پڑتا تو دیکھتا کہ انگیٹھی کے گرد وہ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور قہقہے لگا رہے ہیں،

مگر میں اپنے اور ان کے درمیان ایک اختلاف کی خلیج حائل پاتا، خواہش ہوتی مگر ان سے گفتگو نہ کر سکتا، یہ بات نہیں تھی کہ وہ لوگ مجھ سے بولنا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ تو بات چیت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے مگر شاید وہ لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ بات چیت کی ابتدا پہلے میں کروں،

میں رانی محل میں کئی بار ٹھہر چکا تھا وہ لوگ اس سے واقف بھی تھے ممکن ہے میرے اور ان کے درمیان اختلاف کا یہی ایک سبب ہو خیر اس طرح وہاں میں دو مہینے رہا۔ اور مجھ سے کوئی نہ بولا تاآخر ایک ایسا دن بھی آیا جب مجھے اپنی خاموشی ترک کرنی پڑی

وہ واقعہ یہ ہے:-

شام کا وقت تھا چورنگی میں ہمیشہ کی طرح بھیڑ لگی تھی بیشتر آدمیوں کو میں پہچانتا تھا، تو مجھے تو وہ سبھی لوگ جان گئے تھے،

پوسٹ ماسٹر صاحب دور دور سے آنے والے پارسلوں کا ذکر کر رہے تھے، اسکول ماسٹر صاحب اپنا ایک لیکچر سب کو سنا رہے تھے، جو وہ جلد ہی اسکول کے ایک جلسے میں دینے والے تھے، سرائے چورنگی کے مالک مالکہ اور ان کی لڑکیاں سب غور سے سن رہی تھیں کئی کسان اور طالب علم بھی بیٹھے تھے جو بیچ بیچ میں کچھ نکتہ چینی بھی کرتے جاتے تھے، سرائے کے بوڑھے مالک کھوجی رام باتوں میں منہمک تھے، جس طرح بگلا پانی میں غوطہ لگا کر مچھلی پکڑتا ہے اسی طرح انہوں نے یکایک اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چوکور پتھر نکالا اور سب کو سنا کر بولے:- "کیا آپ لوگوں نے کبھی گانے والا پتھر دیکھا ہے؟"

سب نے سر ہلا کر انکار کیا،

بوڑھا بولا: "پرانی چیزوں کی تلاش میں میں نے اپنی زندگی صرف کر دی مگر مجھے ایسی اب تک بھی چیز نہیں ملی جیسا کہ یہ پتھر ہے بظاہر یہ ایک معمولی پتھر ہے مگر اس کے خواص عجیب ہیں"

(۲)

اس میں شبہ نہیں کہ اس پتھر کے ٹکڑے میں کوئی تعجب انگیز خصوصیت نظر نہیں آتی تھی پرانے طرز کی اینٹ کی طرح وہ چھ انچ لمبا اور چار انچ چوڑا پتھر کا ٹکڑا تھا، قریب ایک انچ وہ موٹا تھا اور کائی کی طرح کچھ ہری ہری دھاریاں اس پر نظر آتی تھیں، اس پر کچھ نقاشی کا کام بھی تھا، مگر وہ پرانے ہونے کی وجہ سے کچھ گھس گیا تھا، میں جہاں بیٹھا تھا وہاں سے وہ پتھر صاف صاف دکھائی دیتا تھا،

اسکول ماسٹر صاحب نے کہا:- "یہ تو میز پر رکھنے کا کاغذ دبانے والا پتھر معلوم ہوتا ہے"

"نہیں جناب! یہ ایسا ویسا پتھر نہیں ہے یوں آپ کی خوشی آپ چاہیں تو اس سے کاغذ دبانے کا کام بھی لے سکتے ہیں"، (باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

ارتقائے سخن

از حضرت سیماب اکبرآبادی

جب سے وہ جلوہ ہمہ گوں جان و تن میں ہے
امید انقلاب نظام کہن میں ہے
عقدہ ہے اہتمام حجاب تعینات
ہیں روح کے سفر پہ سب احباب نوحہ زن
ہوں تو وطن میں، گو نہیں مختار بال و پر
اللہ رے تعرف دست جنون عشق
کم مائگی و وسعت ظرف بہار دیکھ
قدرت میں ہو اگر ہمہ گیری خیال کی
جو کچھ سمجھ رہا ہوں سمجھے میں وہی ہے تو
دوران گفتگو میں بعنوان سمع و شعر
بہلا نہ میرے دل کو سراب بہار سے
جس پیرہن میں سرخی خوں سی لگی ہو آگ
کیوں ذوق سوز و ساز پہ اپنے مجھے ہے ناز
میں طور پر ہوں منتظر حملہ جمال
اے سرگران حسرت دیبا و پرنیاں
پھر ہے فسردگان وطن کی تلاش میں
اب کس کو اتنی تاب کہ روکے یہ انقلاب

ہر انجمن کا رنگ مری انجمن میں ہے
خون چمن شریک شگفت چمن میں ہے
اب تک کھلا نہ یہ کہ وہ کس پیرہن میں ہے
ان کو خبر نہیں کہ مسافر وطن میں ہے
فطرت کا شکریہ کہ قفس بھی چمن میں ہے
ہاتھوں سی چاک کردہ گریباں کفن میں ہے
میں تو قفس میں ہوں مری دنیا چمن میں ہے
خلوت میں بھی وہی ہے جو کچھ انجمن میں ہے
پہلو یقین کا بھی مری حسن ظن میں ہے
خوش ہوں کہ میری یاد تری انجمن میں ہے
دے وہ شگفتگی جو مزاج چمن میں ہے
آزادئ دوام اسی پیرہن میں ہے
اس چیز کا رواج تو ہر انجمن میں ہے
کچھ زور اب بھی جلوۂ موسیٰ فگن میں ہے؟
آسودگی شکستگی پیرہن میں ہے
سوز ہزار سالہ جو خاک وطن میں ہے
مظلومیت کا ہاتھ شکست چمن میں ہے

سیماب جلوہ تاب زبان و ادب ہوں میں
اردو کا ارتقا مرے رنگ سخن میں ہے

پچھلے صفحہ سے

لیکن اگر آپ موسیقی کے شائق ہیں تو آپ اس کی پوجا کریں گے، یہ راجہ وکرمادت کے وقت کا گانے والا پتھر ہے، اس کی طرح عجیب چیز آپ دنیا میں کہیں نہ پائیں گے،

وہ اس اضطراب کا امتحان لینے کے لئے ڈالر کا جو ہمارے دل میں تیزی کے ساتھ پیدا ہو رہا تھا، پھر بولا مجھے یہ کل ہی ملا ہے ایک بنجارہ جسے معلوم ہے کہ میں ایسی چیزوں کا شائق ہوں، میرے ہاتھ بہت سستے داموں فروخت کر گیا ہے مجھے ایسا معلوم ہوا گویا وہ اس سے اپنی جان چھڑانا چاہتا ہو، خیر پتھر سینکڑوں سال کا پرانا ہے بنجارے کے قول کے مطابق اس پتھر کو راجہ وکرمادت نے ہندوستان کے اس وقت کے بہترین کاریگر سے بنوایا تھا آپ لوگ پتھر پر جو نشان دیکھ رہے ہیں وہ دراصل راجہ وکرمادت کی خوبصورت ترین رانی کی تصویر ہے، وہ رانی فن موسیقی میں طاق تھی، راجہ وکرمادت نے اپنی رانی کی خوبصورتی اور آواز ہمیشہ محفوظ رکھنے کے لئے ہندوستان کے ایک بڑے کاریگر سے رانی کی یہ تصویر ترشوائی اور پتھر کے اندر اس کی آواز بھروائی، کاریگر نے اس سنگ مرمر کے ٹکڑے پر مہینوں کام کیا اور جب تک وہ تصویر تراشتا رہا تب تک رانی اسکے پاس گاتی رہی، راجہ کی خواہش تھی کہ رانی کا حسن اور اس کی روح کچھ نہ کچھ اس پتھر میں ضرور آجائے تاکہ جب موت اسے دوسری دنیا میں بلالے تو وہ اس کے فراق کو اس پتھر کے سہارے برداشت کر سکے،

بڈھا گھوجی رام یکایک خاموش ہوگیا اور پتھر کو آہستہ آہستہ انگلیوں سے تھپ تھپایا۔ پھر بولا۔ کاریگر اس کوشش میں کامیاب ہوا۔ اوہ! راجہ کو کتنی خوشی ہوتی ہوگی، اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے مگر اس نے درحقیقت رانی کے حسن اور اسکی میٹھی آواز کو اس پتھر میں بند کر ہی لیا تھا، صدیاں گذر گئیں مگر رانی کے گیت نہیں مرے اس پتھر میں وہ برابر گونجتے ہیں، اور آج بھی گونج رہے ہیں۔"

ہمارا اضطراب بہت بڑھ گیا سرائے کی مالکہ نے کہا کیا آپ کے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ جس عورت کو مرے ہوئے مدتیں گذر گئیں اس کی آواز اس ذرا سے پتھر کے ٹکڑے میں سنائی دیتی ہے؟

"نہیں کیا! اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں اس پتھر کو خریدتا ہی کیوں؟ جب بنجارے نے مجھ سے پہلے پہل یہ بات کہی تو میں سمجھا وہ مذاق کر رہا ہے میرے دل میں آیا کہ اسے مار کر نکلوا دوں، مگر جب اس نے کہا "سرکار جی! ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے ایک بار امتحان کر لیجئے" تو میں نے پتھر ہاتھ میں لیا اسکے کہنے کے مطابق تین بار سونے کی انگوٹھی سے پیٹا اور کان کے پاس لگایا،

ایک طالب علم نے پوچھا کہ آپ کو گانا سنائی دیا؟

"بے شک! بالکل اسی طرح جس طرح ایک خاص قسم کے گھونگھے کو کان کے پاس لیجاؤ اور غور کرو تو اس میں سے سمندر کے گرجنے کی آواز نکلتی ہے بالکل اسی طرح اس سے سو گنا صاف وہ ایک حسین عورت کی نہایت شیریں آواز تھی، آہستہ گر صاف، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ گانا کس زبان میں تھا کیونکہ میری سمجھ میں نہیں آیا، اس وقت سے اب تک ہندوستان کی زبان بھی تو بدل گئی ہے جب میں نے پہلی بار وہ گانا سنا تو میں نے محسوس کیا کہ میں چوبیسی پر نہیں ہوں میرے سامنے راجہ وکرمادت کے دربار کی تصویر ناچ گئی میں اب سے سینکڑوں سال پہلے کے ہندوستان میں پہنچ گیا چار پانچ منٹ تک میری یہی حالت رہی جب میں نے پتھر کان سے ہٹایا تو وہ مجھے پھر ایک بے جان اور بے حقیقت پتھر معلوم ہوا اور میں پھر جو زندگی میں آگیا مگر تین بار پتھر ٹھونک کر جب میں نے پھر کان میں لگایا تو پھر وہ آواز نکل کر مجھ پر وجد طاری کرنے لگی،

گھوجی رام چپ ہوگیا کچھ لوگ چائے پی رہے تھے، کچھ سگرٹ پینے میں مشغول تھے چائے والوں کی چائے ٹھنڈی ہوگئی سگرٹ والوں کے سگرٹ سلگ کر بجھ گئے سب لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کی کھلی ہتھیلی پر رکھے ہوئے اس عجیب پتھر کے ٹکڑے کو دیکھ رہے تھے یکایک سرائے کی مالکہ نے چلا کر کہا۔ میں نے بارہا آپ کو سمجھایا کہ اس قسم کے جادو ٹونوں کے چکر میں نہ پڑا کیجئے، یہ عمر سیکھو دھجن کرنے کی ہے اپنے سگوں اور پڑوسیوں پر جادو کرنے کی نہیں نہ معلوم اس کا کیا برا نتیجہ ہو،

اس سادہ لوح بڑھیا نے ادھر ادھر اس امید سے دیکھا کہ کوئی اس کی تائید کرے مگر گھوجی رام کی باتیں سب کو متاثر کر چکی تھیں بیشتر لوگوں کو اسکی بات پر کچھ نہ کچھ یقین آگیا تھا،

اپنی فتح یقینی جان کر گھوجی رام مسکرائے اور بولے مالکن یقین نہ ہو تو خود آزما کر دیکھ لو جادو کی اس میں کیا بات ہے یہ کہہ کر انہوں نے پتھر اپنی بیوی کے حوالے کیا

بڑھیا نے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ پتھر لیا اور با دل ناخواستہ اسے کان کے پاس لے جا کر لگایا تھوڑی ہی دیر کے بعد بڑے استقلال کے ساتھ وہ بولی بالکل وہی بات جو میں نے سوچی تھی، دھوکا! سراسر دھوکا! مجھے تو کچھ بھی نہیں سنائی دیتا، گھوجی رام اپنی فطری ہنسی کے ساتھ آہستہ سے بولے "جب تک تم سونے کی انگوٹھی سے پتھر پر تین بار ضرب نہیں لگاؤ گی تب تک تمہیں کچھ بھی نہ سنائی دے گا"

سرائے کی مالکہ کی آنکھوں میں فتح کی جو روشنی چمک رہی تھی وہ جاتی رہی اور کچھ جھنجھلاہٹ کے ساتھ اس نے پتھر پر انگوٹھی سے تین ضربیں لگائیں اور پھر پتھر کو کان کے پاس لے گئی،

میں نے کسی کے چہرے میں یکایک اتنی تعجب خیز تبدیلی ہوتے نہیں دیکھی تھی جتنی اس وقت مجھے بڑھیا کے چہرے میں نظر آئی نفرت اور شبہ کا پردہ

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

پٹنہ میں مولانا آزاد اور راجندر بابو باتیں کر رہے ہیں

نئی دہلی میں "گرل گائڈ" جماعت کی لڑکیاں ورزش کر رہی ہیں

وائسرائے کی لڑکی لیڈی ڈوان ہوپ "گرل گائڈ" کا معائنہ کر رہی ہیں

انگلستان میں پٹرول پر پابندی کے باعث برقی انجنوں سے بھی گاڑیاں چلائی جاتی ہیں

برطانیہ کے فوجی مشن کے اعلیٰ افسر جنرل میکریڈی والی مصر شاہ فاروق سے ہاتھ ملا رہے ہیں

روما (اٹلی) کے برف آلود حصہ میں لوگ جاڑوں کے کھیل کھیل رہے ہیں

انڈین و اینگلو نیوز پیپر سوسائٹی کے جلسہ کے موقعہ پر سر آرتھر مور ایڈیٹر اسٹیٹسمین کلکتہ شری دیوداس گاندھی اور دوسرے اخباری نمائندے ایک گارڈن پارٹی میں جارہے ہیں

برطانوی فوج کا سب سے بڑا ہووٹزر جسکا حملہ بہت موثر ہوتا ہے

سرحد کا ایک آفریدی نشانہ باز جو حملہ کرنے کی تاک میں ہے

برفانی خطوں میں ٹینکوں کی نقل و حرکت میں مشکلات

اناطولیہ (ترکی) میں زلزلہ کے چند اندوہناک مناظر

ترکی کی جمہوریت کے صدر عصمت انونو ایک عورت کو جس کا گھر تباہ ہوگیا ہے تسلی دے رہے ہیں

ترکی کی فوج کے سپاہی تباہ شدہ علاقہ کی صفائی میں مشغول ہیں

مکانات کے تباہ ہوجانے کے باعث ایک عورت سردی سے کانپ رہی ہے

ایک ترک خاندان اپنے تباہ شدہ محل کے سامنے خیمہ میں زندگی بسر کر رہا ہے

ایک ترکی سپاہی ملبہ کے قریب پہرہ دے رہا ہے

افسانہ: کمالِ عشق!

(از جناب رومیش سی مہندر بی۔ اے (دہلی))

ادھر اُدھر گھومتے پھرتے راجن بابو کے دل میں ڈاکٹر گپتو کے گھر کا جو خیال آیا تو ادھر ہی کو رُخ کیا۔ اوپر گئے۔ جہاں ڈاکٹر گپتو کی اکلوتی بیٹی بمل کام میں مصروف اکیلی ہی بیٹھی تھی۔ شام کے وقت غروب ہوتا ہوا سورج۔ نیلے نیلے آسمان پر بے رنگ اور سپید بادلوں کو کتنے ہی خوبصورت رنگوں میں رنگ دیتا ہے۔ اور پھر انہی بادلوں کا عکس ندی میں کتنا سُندر معلوم ہوتا ہے۔ بمل بھی اتنی ہی خوبصورت تھی۔ بے روک ٹوک راجن کے سے تہ ملنے جلنے کے باوجود بھی آج تک کبھی بھی راجن بابو سے بے تکلف نہیں ہوئی تھی۔ آج اتفاق کی بات ہے کہ راجن کے چہرہ پر ایک غیر معمولی جھلک نے اس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

راجن کا خیر مقدم کرتے ہوئے "آیئے۔ کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے کیا؟ —— آج یہ رنگ کیسا ہے؟"

راجن بڑی ہی بے پروائی سے بولا "چھوڑو بمل۔ آخر مجھے بھی کچھ ہوگا نا۔ صبح شراب شام شراب! ہر وقت شراب! طبیعت کیا کرے گی کب تک ٹھیک رہ سکے گی۔ زندگی کی موم بتی کو میں تو دونوں سروں سے جلاتا چلا آ رہا ہوں۔"

بمل:- اس طرز عمل سے اور کوئی بہتر صورت نہیں رہ گئی؟

راجن:- یہ زندگی کتنی گندی ہے اور کتنی شرمناک ہے۔ کوئی مجھ سے دریافت کرے لیکن ....

بمل:- "لیکن کیا؟"

اچانک بمل کی نظر جو راجن پر پڑی تو وہ رو رہا تھا۔ حتیٰ کہ اب وصیت کے وقت بھی اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی "بمل! اب میری اس بہتری کا کون موقعہ ہے۔ اب سدھرنے کی کون سی منزل ہے۔ گناہ کے گہرے دریا میں میں تو اب ایک پتھر کی طرح ڈوبتا چلا جا رہا ہوں۔"

بمل سے اس کی پرانی ملاقات تھی۔ لیکن راجن کتنا جذباتی ہے۔ یہ اس نے آج ہی دیکھا تھا کچھ دیر کے بعد "بمل! اصل بات تو جذبات ہی میں گم ہو گئی معاف کر دینا مجھے آج تم سے ایک دو باتیں کرنی ہوں گی۔"

دھوپ میں موم پگھل جاتا ہے۔ بمل جانتی تھی کہ راجن جذبات کی رو میں بہا چلا جا رہا ہے۔ لیکن جذبات کی گرمی کے سامنے وہ بھی اپنے آپ کو قائم نہ رکھ سکی۔

آخر اس نے کہا "کہو راجن۔ شوق سے کہو۔"

راجن:- مجھے اور کیا کہنا ہے۔ بس یہی کہ مجھ سے نفرت نہ کیا کرو۔ حقارت کی نظر سے نہ دیکھا کرو

نے بمل سے کہا "تم نے مجھے منہ نہ لگایا۔ اچھا کیا۔ بہت ہی اچھا کیا۔ میں کون ہوں آخر! مجھے دیکھو! ایک شرابی۔ ایک نکما۔ بے کار آوارہ گرد۔ نہیں مجھ سے پیار کر کے آخر کیا ملتا؟ شکوہ؟ نہیں بالکل بے سود۔ سفید جھوٹ۔ بلکہ آنسو۔ دُکھ اور بدقسمتی ہمیشہ تمہیں کس طرح پیار کرتا ہوں۔ میری زندگی کا سب سے زریں خواب تم ہو۔ سب سے دلفریب نغمہ تم ہو۔ لیکن میں بگڑتا بگڑتا یہ بن گیا جو اب ہوں۔ لیکن اس کے باوجود اب بھی جب کبھی تمہارا۔ تمہارے پتا جی۔ اور تمہاری طرز زندگی کا خیال مجھ سے گذرتا ہے

میں تو ایسا ہوں جیسے کوئی بھری جوانی میں دم توڑ گیا میں تو وہ عمارت ہوں جسے بنتے تو سال کے سال لگ گئے لیکن بھونچال کے ایک ہی جھٹکے نے ملبہ کر کے رکھ دیا۔ زندہ رہتا تو نہ جانے کیا کیا کرتا۔"

بمل:- زندگی سے اتنے مایوس کیوں ہو گئے آخر اس کا بہترین حصہ تو ابھی آنے کو ہے۔ اب بھی آپ سے ایسے ہی نیک کام ہوں گے جیسے کہ پہلے ہونے تھے۔"

راجن:- "ٹھیک ہوگا لیکن میں اپنے آپ کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔ یہ میرے کوئی نیا نہیں میں سے خوب سمجھتا ہوں۔ یہ مجھے خوب جانتی ہے۔ دُور کیوں جاتی ہو۔ میری کوشش کے باوجود بھی کمبخت سے تمہارا نام نہیں چھوٹتا۔"

ان الفاظ میں کیا تھا کہ ان کے سنتے ہی بمل بُت بن کر رہ گئی۔ سفید اور بےحرکت۔ راجن بابو اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ گئے دونوں چپ چاپ۔ یعنی جذبات میں ڈوبے ہوئے۔ آخر راجن کے لئے تمہارے پیچھے پڑ جاتی۔ تمہیں مجھ پر رحم نہیں آ سکتا۔ اور آئے بھی کیوں۔ بلکہ سچ پوچھو تو خوش ہوں کہ تم نے ایسی غلطی ہی نہیں کی۔

بمل:- "راجن آج تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ پھیکی پھیکی باتیں کیسی کر رہے ہو؟ مانا کہ تمہارے انمول پیار کا بدلہ مجھ سے نہیں بن پڑا اور یہ بھی مانتی ہوں کہ تم مجھے پیار کرتے ہو اور میں تمہیں پیار کے بدلے پیار نہیں کر سکی لیکن ...."

راجن:- مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ تمہاری مہربانی ہے بمل۔ اگر ہو سکے تو مجھ سے سنو کہ میں تو میرے دل میں بھی ایک بار پھر سے انسانیت کی زندگی بسر کرنے کی تمنا اُٹھتی ہے۔ ایک دفعہ دل کرتا ہے کہ میں بھی انسان بن کر جیوں۔ مجھے تو اُمید تھی کہ ایسی نیک خواہشیں اور ایسی مبارک تمنائیں کر گناہوں کے ہاتھوں کبھی کی مر چکی ہوں گی۔ لیکن ابھی اس میں دم باقی ہے۔ کئی بار کتاب ہستی کے اس سیاہ ورق کو اُلٹ نیا باب شروع کرنے کی دل میں آئی ہے۔ کئی بار اس زندگی کے خلاف جنگ کرنے کی ٹھانی ہے لیکن اب بھی وہیں ہوں جہاں کہ پہلے تھا۔ نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ خواب کی تعبیر کچھ نہ بنی لیکن بمل اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ سدھار کی تمنا نیک زندگی کی اُمنگ تم ہی مجھ میں پیدا کر رہی ہو۔"

بمل:- راجن پھر کیا سوچ رہے ہو۔ ایک چھلانگ لگاؤ اور اس زندگی کو عبور کر لو۔"

راجن:- لیکن میں عبور کر کے کیا کروں گا۔ شراب اب میری ہڈیوں اور خون میں اس قدر مل چکا ہے کہ اب گناہ میرے لئے گناہ نہیں رہ گیا بلکہ زندگی کا ایک جزو بن کر رہ گیا ہے لیکن ..."

اس موقعہ پر راجن کے چہرہ پر مسکراہٹ کی ایک چھایا سی آئی۔ لاکھوں نفرتوں اور حقارتوں سے پُر۔ مختصر سی خاموشی کے بعد پھر اس امر کا فخر ہے کہ میں ایک راکھ کا انبار تھا۔ جسے تم نے شعلہ تاباں میں بدل دیا۔ لیکن اب اس شعلہ میں گرمی نہیں رہی اس میں روشنی نہیں رہی۔ بس اپنے آپ کو اب ضائع ہی کر رہا ہے!

بمل:- لعنت اس زندگی پر جس نے تمہاری خوشی اور مسرت سے روشن زندگی کو برسات کی رات کر دیا"

راجن:- (سرد آہ بھر کر) تمہارا قصور کیا ہے کو۔ پروانہ جلنے کے لئے خود ہی شمع کے پاس آ گیا اس میں شمع کی ذمہ داری کیسی؟

بمل:- "حقیقت مجھ سے آخر کب تک چھپتی رہے گی تم نہ کہو تو بھی زندگی کے اس حسرتناک انجام کی ذمہ دار میں ہی ہوں میرے اپنے چین کے لئے میری شانتی کے لئے۔ راجن اپنی کچھ خدمت کرنے دو۔ کاش تم جانو کہ اس موقعہ کے لئے میری روح کس طرح تڑپ رہی ہے۔ تمام عمر تو تم ہی کرتے رہے اب مجھے بھی نہ روکو۔"

(باقی اگلے صفحہ پر)

رُباعیات

(از جناب منشی تلوک چند محروم)

(۱)

درکار جگر تھا زخم کاری کے لئے ۔۔۔ تیار نہ تھا جگر فگاری کے لئے
محروم اسے میں کس طرح خوش رکھتا ۔۔۔ جو غم ملی تھی سوگواری کے لئے

(۲)

ہے رحم و کرم سے آج بیزار انسان ۔۔۔ انسان سے ہی خود بر سرِ پیکار انسان
دنیا کو بنا دیا ہے دوزخ اس نے ۔۔۔ کس منہ سے ہے جنت کا طلبگار انسان

(۳)

عقل و خرد و شعور و فہم و ادراک ۔۔۔ اُڑ اُڑ کے گئے ہیں تا بہ اوجِ افلاک
لیکن نہ ملا نشانِ منزل ان کو ۔۔۔ کچھ تو ہی بتا دے اے جنونِ بیباک

پچھلے صفحے سے

راجن بابو :- مجھے اور کوئی ضرورت نہیں، ہاں تم چاہو تو ایک کام میرے لئے آسکتی ہے اور اسی لئے اب تمہارے پاس آیا ہوں۔ میری اس درخواست پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا!"

نبل :- "ہو ضرور ہو راجن؟"

راجن :- "مانو گی!"

نبل :- "کاش تم مجھ پر یقین کرو۔"

راجن :- بس یہی کہ اپنے دل کا کوئی کونہ مجھے بھی دے دو جہاں رہ کر تمہاری پوجا کیا کروں۔

نبل :- یہ تمام کہانی کہنے کا آج یہ پہلا اور آخری دن ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا اور اب کبھی نہیں ہوگا۔ اب اسی کی یاد کو یہ ایک دن میں نے ایک درخواست کی تھی اور تم نے اسے قبول بھی کیا تھا۔ اپنے دل کے گہرے سے گہرے کونوں میں اپنے آخری ایام تک سنبھال سنبھال کر رکھوں گا!"

راجن بابو جو کچھ تھا وہ نہیں تھا۔ جو وہ نہیں تھا وہ تھا۔ دامن زندگی کو اس نے اپنے ہی ہاتھوں کس طرح تار تار کر ڈالا۔ منور اور روشن ہستی کو خود ہی کالا سیاہ کر دیا۔ اب ہر وقت اداس اور کھویا سا رہتا ہے۔ برسات کے موسم میں آسمان پر بادل کس طرح آتے اور جاتے ہیں

گھریلو ہدایتیں

(از جناب شری ہنس راج اجنالہ)

رنگدار جب میں یار دمال دھوتے وقت اگر پانی میں پھٹکی بھر نمک ملا لیا جائے تو ان کا رنگ خواہ کیسا ہی نازک ہو خراب نہ ہوگا۔

اسی طرح نبل کے دل میں ایسے خیالات آ رہے تھے۔ اور وہ راجن بابو کو دیکھ دیکھ کر رو رہی تھی۔ راجن بابو نبل کو روتا دیکھ کر اس کے پاس آ گئے اور اس سے کہا:-

"تم رو کیوں رہی ہو۔ پاگل نہ بنو۔ میرا کیا ہے۔ میری کوئی قیمت۔ کوئی وقعت نہیں۔ لیکن تمہارے آنسو بہت قیمتی ہیں ——— ابھی ایک لمحہ بھی نہیں گذرے گا کہیں اور میرے وہی پرانے مکروہ ہم نوالہ ہم پیالہ اکٹھے ہوں گے اور پھر سے قابلِ نفرت کاموں میں الجھ جاؤں گا جن سے حقیقتاً مجھے بڑی نفرت ہے۔ لیکن جن سے اب چھٹکارا ہے میں تمہارے لئے ہمیشہ ہی ایسا رہوں گا جیسا کہ اب ہوں۔ گو لوگوں کی نظروں میں ایک شرابی۔ کوچہ گرد۔ اور نہ جانے کیا کیا ہوں۔ تمہارے لئے اور جنہیں تم پیار کرتی ہو ان کے لئے مجھے ہر ایک قربانی کرنی ہوگی۔ نبل۔ دعا مانگو نیک فرض کے لئے موقعہ ہاتھ لگے۔

کچھ دن کے بعد یہ فرض ادا ہو گیا۔ نبل کے اثر سے راجن نے ہمیشہ کے لئے شراب کو ترک کر کے کانگریس کے کاموں میں حصہ لینے لگا نشہ بندی کی تحریک میں راجن سب سے پیش پیش رہنے لگا

آٹا خشک اور گرم جگہیں رکھنا چاہیئے ورنہ سیلی خراب بنے گی۔

ریشمی کپڑے دھوتے وقت تھوڑا سا نمک پانی میں ڈال لینا چاہیئے۔

پرانے آلو جب ابالنے ہوں تو پانی میں ذرا سی کھانڈ ڈال دیں۔ اچھے اور خوش ذائقہ ہو جاتے ہیں۔

فلالین کے کپڑے دھوتے وقت دیر تک پانی میں مت رہنے دو۔

شکر اور گوند وغیرہ۔ ایسے برتن میں مت رکھو جہاں ہوا زیادہ لگتی ہو ورنہ نمی سے مرطوب ہو کر باہم چمٹ جائیں گے۔

قالین اور نمدہ وغیرہ کو گاہے گاہے گرم پانی میں تارپین کا تیل ڈال کر برش سے صاف کرتے رہنا چاہیئے۔ بالکل اچھے رہیں گے اور کرم بھی نہ پیدا ہوں گے۔

لالٹین کی بتی کے اردگرد پسا ہوا نمک چھڑک دینے سے آگ لگنے کا ڈر نہیں رہتا۔

کھانا پکانے کے برتن میں جب کوئی چیز نیچے لگ کر جل جاوے تو پانی سے برتن کو بھر کر تھوڑا سا سوڈا ڈال دیں اور دو تین آنچ پر ابلنے کی حرارت پر لے آؤ برتن جلدی سے صاف ہو جائے گا۔ اگر ایلومینیم کا برتن ہو تو سوڈے کی جگہ سرکہ ڈالیں۔

لیمپ کے جس حصہ میں تیل ڈالا جاتا ہے اگر اس میں کافور کی ایک ٹکی بھی ڈالی جائے تو روشنی بہت صاف نکلے گی۔

لیموں کو تازہ کرنا - اگر لیموں خشک ہو گئے ہوں، تو انہیں گرم پانی میں چھوڑ دیں (پانی کھولتا ہوا نہ ہو) بعد میں گرم پانی والے برتن کو چولھے کے پیچھے رکھ دو۔ دو گھنٹے کے بعد لیموں کو پانی سے نکال لو اور کپڑے سے صاف کر کے ٹھنڈا ہونے کے بعد استعمال میں لاؤ۔

اگر کسی ریشمی رنگدار کپڑوں کو پھلوں کے داغ لگ جائیں تو سرد پانی میں صابون گھول کر کپڑے کو اسی میں بھگوئیں اور سوڈا لیں۔ داغ کپڑے پر سے دور ہو جائیں گے۔

کپڑوں کو نیل دیتے وقت اگر پانی میں ذرا سا سوڈا حل کر لیں تو نیل کے دھبے نہیں پڑیں گے

یوگی راج بھرتری کے چند سنہری اُپدیش

(از جناب چاند شرما جرنلسٹ لدھیانہ)

۱- ہاتھ خیرات سے. پیشانی بزرگوں کی خدمت سے زبان سچ بولنے سے. بازوں غریبوں اور مظلوموں کی مدد کرنے سے. دل ظاہر و باطن یکساں ہونے سے. کان اچھی کتابوں کے سننے سے اور آنکھیں بڑے بڑے مہاپرشوں کے درشن کرنے سے ہی قابل تعریف ہوتے ہیں۔

۲- پانی کی بوند گرم لوہے پر پڑنے سے غائب ہو جاتی ہے کنول کے پھول پر گرنے سے موتی کی طرح چمکنے لگتی ہے اور وہی بوند سیپ پر پڑنے سے سچا، قیمتی موتی بن جاتی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسی صحبت کسی کو ملتی ہے وہ ویسا ہی بن جاتا ہے۔ لہذا کبھی بری صحبت میں نہ جانا چاہیئے۔ بری صحبت سے تو تنہا ہی بہتر ہے۔

۳- اگر قوت برداشت ہو تو زرہ بکتر. غصہ ہو تو دشمن. چغل خوری ہو تو آگ. سچے دوست ہوں تو دوا. دشمن ہوں تو سانپ علم ہو تو دولت. شرم ہو تو زیور. شاعری میں کمال ہو تو پھر سلطنت کی کیا ضرورت ہے۔

۴- خاموش رہنا اپنے اختیار میں ہے اور یہ بہت کام کی چیز ہے ایشور نے بے وقوف کے انسانی جسم کا غلاف بنایا ہے۔ کبھی بے محل اور بے موقع بولنا نہیں چاہیئے۔

۵- جب تک میں جاہل اور بے علم رہا تو ہاتھی کی طرح مست رہا۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں بہت عالم ہوں اور جب مجھے عالموں کی صحبت سے کچھ علم حاصل ہوا تو یہ کھلا کہ میں جاہل ہوں۔ میرا پہلا غرور اس وقت جاتا رہا

۶- دنیا میں پیدا صرف وہی ہوا ہے جس کے پیدا ہونے سے اس کے خاندان کا نام روشن ہو گیا۔ ورنہ کیڑے مکوڑوں کی طرح ہر روز ہزاروں انسان مرتے اور پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں

۷- جس طرح پھولوں، پھلوں والی شاخ زمین کی طرف جھکتی ہے۔ پانی سے بھرا ہوا بادل زمین کی طرف جھکتا ہے پانی سے بھرا ہوا گھڑا کم چھلکتا ہے اسی طرح شریف اور نیک آدمی دولت، عزت، جاہ و حشمت پا کر مغرور نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ دوسرے لوگوں کی بھلائی ہی چاہتے ہیں

۸- لالچ کو چھوڑ کر رحمدل بن. غرور سے علیحدہ رہ. گناہوں سے دوستی مت رکھ. سچ بول. نیکوں کی پیروی کر. سنت مہاتماؤں کی خدمت کر. بزرگوں کی تعظیم دل میں جما. دشمنوں سے بھی بدی نہ کر. غریبوں پر ترس کھا. اپنے ہنر عیبوں کو بھی ڈھک۔ یہ سب اوصاف سیکھ لے۔

۹- شریف اور نیک آدمیوں میں جتنی عمدہ خصلتیں ہوتی ہیں۔ اُن سب میں بُرے آدمی کوئی نہ کوئی الزام ضرور لگا دیتے ہیں۔ خاموش رہنے والے کو بیوقوفی کا۔ زیادہ بولنے والے کو گپی اور چالاک کا۔ بلند نظروں کو غرور کا. مستقل مزاجوں کو ہٹ دھرمی اور ضد کا. شیریں گفتار والوں کو کمزوری کا بھگتوں کو مکاری اور بناوٹ کا. بہادروں کو ظلم کا. علماء کو خبطی کا وغیرہ. لیکن اس کی مطلق پرواہ نہ کرنی چاہیئے آخر سچائی روز روشن کی طرح خود ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔

۱۰- بھلے آدمیوں کی دوستی ایسی ہوتی ہے جیسے دودھ اور پانی کی۔ دودھ میں جب پانی ملایا جاتا ہے تو وہ اپنے سارے اوصاف پانی کو دیدیتا ہے اور اسے اپنے جیسا ہی سفید بنا لیتا ہے جب آزمائش کا وقت آتا ہے تو دونوں پوری طرح ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں یہاں تک کہ جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تم خود ہی دیکھو کہ جب پانی سے ملے ہوئے دودھ کو آگ پر رکھا جاتا ہے تو پہلے پانی ہی جلتا ہے نہ کہ دودھ جب پانی جل گیا اور دودھ کو معلوم ہوا کہ میرا دوست مجھ سے الگ ہو گیا تو وہ دشمن سے انتقام لینے کے لئے جس جوش سے دھاوا کرتا ہے وہ سب کو معلوم ہے آخر کار آگ کو ہی بجھانے لگتا ہے۔ ہاں اُس وقت شانت ہوتا ہے جب اسپر پانی کے چھینٹے دیئے جائیں کیونکہ اس وقت اُسے اپنے دوست کے آنے سے کچھ اطمینان سا ہو جاتا ہے۔

لطیفے

ایک دوست:- میری بیوی دستانوں پر بڑا خرچ کرتی ہے کیا کروں میں تو اسکے دستانوں کا بل ادا کرتے کرتے تنگ آگیا ہوں
دوسرا دوست- اُسے ایک ہیرے کی انگوٹھی خرید دو۔

ڈاکٹر (ایک باتونی عورت سے) میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کوئی بیماری نہیں صرف آرام کی ضرورت ہے۔
عورت لیکن جناب ذرا میری زبان تو دیکھیئے
ڈاکٹر- اسے بھی آرام کی ضرورت ہے۔

مسافر- آپنے جو کچھ سمجھایا ہے وہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ ہوائی جہاز میں بالکل آرام سے بیٹھا رہوں بالکل نہ گھبراؤں لیکن قبلہ یہ تو بتلایئے کہ اگر ہوائی جہاز کو کچھ ہو جائے تو اس وقت کیا کروں
ہوا باز- کوئی بڑا کام نہیں جب جہاز سے گر جاؤ تو جو چیز ہاتھ لگے اُسے پکڑ لو۔

ایک دوائی فروش- بھائیو! میں ان گولیوں کو بیس سال سے برابر بیچ رہا ہوں اور آج تک کسی نے بھی ان کی شکایت نہیں کی۔ آخر کیوں؟
ایک آواز- مردے شکایت کرنے نہیں آتے

ہٹلر کی منظورِ نظر عورتیں

از دسیا ست دان
صفحہ ۷ سے آگے

دو دوسری عورتیں اس کی زندگی میں داخل ہوتی گئیں - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لینی کی اصل محبت ایک یہودی نوجوان سے تھی لیکن وہ ہٹلر کے ساتھ اسکے اثر کو اپنی قوم کے تحفظ کے لئے استعمال کرنا چاہتی تھی ۔ اس قسم کی سچائی کو جانچنا بہت مشکل تھا لیکن ایک دن لینی یکایک گرفتار کر لی گئی - ان دنوں وہ جیل میں ہے -

(۲)

ہٹلر کی محبت اسے جیل سے نہ بچا سکی ممکن ہے ہٹلر بھی رفتہ رفتہ اس سے تنگ آگیا ہو ۔ اس کی گرفتاری سے کچھ دن پہلے ہٹلر نے اس سے ملنا جلنا کم کر دیا تھا اور جب گرفتاری کا وقت آگیا تو ہٹلر نے اس کی رہائی کی کوشش نہ کی ۔

موسیقی و رقص

موسیقی اور رقص سے ہٹلر کو جو گہری دلچسپی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کے تمام حصوں سے گانے والی اور ناچنے والی لڑکیاں برلن میں بلائی جانے لگیں ۔ موجودہ جنگ کے شروع ہونے سے چند ماہ پہلے ہٹلر نے کیلی فورنیا کی ایک ایکٹرس بیسی ڈینیل کو اس غرض سے ۱۷۰۰ پونڈ دیئے تھے کہ اس کی خاطر میونچ کے ایک تھیٹر میں "میری ویڈو" (مشرقی بیوہ) کا پارٹ کرے ۔ کہا جاتا ہے کہ ہٹلر کو بیسی سے محبت ہو گئی تھی اور وہ تھیٹر میں ہر روز اس کا ناچ دیکھنے جایا کرتا تھا ۔

دوسری محبوبہ

لیکن بہت دن نہ گذرنے پائے تھے کہ ایک دوسری بیسی مہر درلی نے ہٹلر کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی یہ رقاصہ اور ایکٹرس بھی امریکہ ہی کی رہنے والی تھی اس کو ہٹلر نے اپنی سرکاری قیامگاہ یعنی "چانسلری" میں بھی رقص کرنے کے لئے بلایا ۔ اور اپنے ہاتھوں سے اسے تحفے عطا کئے ان دونوں امریکن لڑکیوں نے ہٹلر کو اپنے رقص کا گرویدہ بنا لیا تھا اور ہٹلر نے کیے بعد دیگرے ان سے محبت کی تھی ۔

یہ دونوں ناچنے والی بہت دنوں تک جرمنی میں مقیم رہیں ہٹلر کی محبت سے کہیں زیادہ ان کو اپنی آزادی کی فکر تھی اس لئے وہ جلد از جلد امریکہ کو واپس ہو گئیں ان دنوں یہ دونوں امریکہ میں موجود ہیں اور ہٹلر کی محبت کے خطرناک نتائج سے ان کو نجات مل گئی ہے ۔

سخت ترین رازداری

ہٹلر کے دل کے معاملات رفتہ رفتہ دنیا پر روشن ہوتے جا رہے ہیں ۔ ایک اخبار کی اطلاع ہے کہ اب ہٹلر کسی اور کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے اور بدنامی بڑھتی جا رہی ہے ۔ یہ نئی محبوبہ کون ہے اس کا نام ایوا براؤن ہے جس کی عمر ۲۰ سال ہے ۔ اس سے ہٹلر کی پہلی ملاقات ۱۹۲۰ء میں ہوئی تھی کہا جاتا ہے کہ اس وقت سے اب تک یہ ہٹلر کی توجہ کا انتظار کر رہی تھی - ایوا براؤن میونچ کے ایک ہوٹل میں رہتی ہے ۔ اس کا کرایہ اور دیگر اخراجات ہٹلر اپنی جیب سے ادا کرتا ہے ۔ کچھ روز ہوئے یہ افواہ اڑی تھی کہ ہٹلر نے اس سے شادی کر لی ہے اور یہ سرکاری راز اس وقت تک سخت ترین پردۂ اخفا میں رکھا جائے گا جب تک کہ یہ جنگ ختم نہ ہو جائے ۔

اس کے علاوہ نوجوان لڑکیوں سے ہٹلر کی محبت کے بہت سے افسانے لوگوں کو معلوم ہوئے ہیں لیکن ڈاکٹر گوئبلز ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ ان لڑکیوں کے نام جرمنی سے باہر نہ جائیں - پریس کے سنسر اور ریڈیو اور پرائیویٹ خطوط پر بھی سخت ترین پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں ڈاکٹر گوئبلز اور جرمنی کی خفیہ پولیس اس بات کی نگرانی کرتی ہے کہ ان کے فرمانروا کی بدنامیاں دوسرے ممالک تک نہ پہنچیں

محبت حقیقت میں کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ محبت ایک نہایت شریفانہ جذبہ ہے ۔ اگر ہٹلر کسی عورت سے سچی محبت کرتا تو شاید اس کو انسانیت کا جوہر حاصل ہو جاتا لیکن عورتوں سے اس طرح کھیلنا اور اپنی خواہش و مرضی کے مطابق کسی کو اپنا بنانا اور کسی کو ترک کرنا ایک خطرناک عمل ہے جو صاف ظاہر کرتا ہے کہ ہٹلر میں انسانی جذبات موجود نہیں ہیں -

کامرانی

از جناب زیبا ندرانی

تو اپنی جملہ پوشیدہ طاقتوں کو کام میں لا -
اس کی زندگی کے مقصد کو ہاتھ سے نہ جانے دے
—— اس امر کا انتظار نہ کر کہ حالات تیرے مقدر کو کسی نئے سانچے میں ڈھالیں یا اس میں تغیر پیدا کریں -
دیکھ —— تجھ میں تیرا مقدر پنہاں ہے ۔
اس لامحدود صداقت کو خوف، تعصب اور تساہل کو نابود کر دینے —— جان سے کہ تو عظیم ہے اور تیری عظمت الہیات کی طفیل ہے
اپنی فرزانگی کو اسقدر وسعت دے کہ تو ازلی انعامات سے اپنا دامن بھر سکے ۔

محبت کو بے اندازہ وسیع کر کر نفرت کو بھول جا -
ہرگز کوئی ایسا مقصد پیش نظر نہ رکھ جس میں عالمگیر بھلائی نہ ہو -
سن جو کچھ تجھ سے آسمانی خاموشی "زبان سکوت" سے کہہ رہی ہے -
دنیا کی خوشیاں تیری واحد ملکیت ہیں بشرطیکہ تو استحقاق جتائے ۔ ایک بار پھر روحانی قوانین کو ذہن نشین کر لے تاکہ جملہ مادی اشیاء تیرے تابع فرمان ہوں ۔

امریکہ والوں کا خیال

دہلی کے ایک کانگریس اخبار نے ذیل کا سوال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "آپ چائے کی ایک پیالی سے کیا کچھ نہیں کر سکتے ۔

کلکتہ اور بمبئی کے ایک تھکے ماندے مزدور سے پوچھئے کہ اپنے ہتھیار اور کام کاج چھوڑ کر دوڑا دوڑا کسی قریب کے چائے خانے میں چائے کی پیالی کے لئے لپکتا ہے کسی وکیل سے پوچھئے جس نے فوجداری کے مقدمہ میں پیروی کرنے کے بعد ہی چائے مانگی ہو ۔ کسی ڈاکٹر سے پوچھئے کہ وہ کیوں کسی اہم آپریشن کے بعد چائے پیتا ہے ۔ مجھ سے پوچھئے کہ جونہی میں اخبار کا مضمون ختم کرتا ہوں مجھے چائے کی خواہش کیوں ہوتی ہے ۔ اس لئے کہ چائے کا لطف حاصل ہو"

"چائے کا لطف" اسکو بیان کرنا آسان نہیں کیونکہ یہ ہر شخص کی طبیعت کے لگاؤ کے خیال سے مختلف ہے تاہم عمدہ چائے کی پیالی پینے والوں کی متفقہ رائے ہے کہ "چائے کا لطف" سے مراد انسان کے جسمانی اور روحانی بے قراری کے احساس کا دور کرنا ہے ۔

چائے ایک اعلیٰ درجہ کی جوش میں لانے والی چیز ہے یہ خیال امریکہ کے ایک بڑے چائے خانے کے مالک کا ہے ۔ اور انہوں نے جو خیال ظاہر کیا ہے بہت کم لوگوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی ہوگی ۔ چائے نہایت عمدہ طریقہ پر جوش پیدا کرتی ہے ۔ امریکہ والے تو اس کے قائل ہیں کہ انسان کی قوت و طاقت کو برقرار رکھنے کے لئے چائے ایک لازمی چیز ہے کیونکہ سخت کام کرنے یا ناقابل برداشت آب و ہوا میں اس سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں ۔ ہم ذیل میں دو انتخاب کا خلاصہ پیش کرتے ہیں ۔

جب آپ غور کرتے ہیں کہ گھوڑ سوار دوڑ یا کشتی یا چلانے کی ریس کرنے والوں یا فٹ بال کھیلنے والے فٹ بال کے کھلاڑیوں کو آدھے وقت کے بعد گرم گرم چائے بہت زیادہ چینی ملا کر دیتے ہیں تو آپ خیال کرتے ہوں گے کہ اس چیز میں ضرور کوئی نہ کوئی خاصیت موجود ہوگی ۔ میرا خیال ہے کہ عام لوگ اسے باور نہیں کرتے کہ کسی چیز میں اتنی طاقت ہے کہ پہلے ہی گھونٹ میں اپنا پورا اثر کرے ۔

باوجود سردیوں میں بہترین پینے کی چیز ہونے کے گرمیوں میں بھی چائے بہترین ہے ۔ جن دنوں میں جب آپ کوئی ٹھنڈی چیز پینا چاہیں تو ایک آدھ پیالی گرم گرم کالی چائے ایک لمبے سے گلاس میں ڈال لیں پھر اس میں نیبو کے پتلے پتلے ورق کاٹ کر ڈالیں تھوڑی دیر تک انہیں گرم چائے میں رہنے دیں ۔ پھر ایک مٹھی بھر شکر اس میں ڈالیں اور نارنگی کے رس کا آمیزہ کے چند قطرے بھی پھر تین چار ڈلیاں برف کی پھر گلاس کو سوڈا واٹر سے بھر لیں پھر خوب ہلائیں تاکہ سب چیزیں مل جائیں اور ٹھنڈی بھی ہو جائیں اس کے بعد ایک عجیب و غریب پینے کی چیز بن جائے گی اور گرمی کے دنوں میں پینے کے قابل ہوگی ۔

آپ ایک چائے کی پیالی سے کیا کچھ نہیں کر سکتے

رڈیارڈ کپلنگ کی "اگر"

(مترجمہ جناب ابن حسن قیصر- ایم- اے- بانسورہ)

انگریزی زبان کا مشہور و معروف شاعر رڈیارڈ کپلنگ ۳۰ دسمبر ۱۸۶۵ء کو بمبئی میں پیدا ہوا۔ بچپن ہی میں اسے تعلیم کی غرض سے انگلستان بھیج دیا گیا۔ وہاں سے ۱۸۸۳ء میں فارغ التحصیل ہو کر رڈیارڈ کپلنگ ہندوستان لوٹا۔ اگرچہ ۱۸۸۱ء میں غنائی نظموں کا ایک مجموعہ شائع ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی شہرت ۱۸۸۱ء سے ۱۸۹۰ء تک اخباری کام کی بدولت ہوئی۔

اس دوران میں اس نے سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور اور پائنیر الہ آباد کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ اخباری تعلق کی وجہ سے کپلنگ کو ہندوستانی طرز معاشرت، اخلاق اور عادات کے مطالعہ کا پورا پورا موقعہ ملا۔ چنانچہ ۱۸۸۵ء میں کپلنگ نے ہندوستانی گھریلو اور سماجی زندگی سے چند افسانے سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور اور وہیلر کی سلسلہ کی کتابوں کے واسطے لکھے یہ تمام افسانے اب سات جلدوں میں جمع کر دیئے گئے ہیں

ان کتابوں کی اشاعت سے پہلے انگلستان کے لوگ ہندوستان کی دیہاتی زندگی کو افریقہ کے وحشیوں سے کچھ ہی بہتر سمجھتے تھے۔ لیکن ان کتابوں کے مطالعہ سے ان پر ظاہر ہوا کہ ہندوستان کی اصل روح تو ہندوستان کے دیہات ہی میں ہے۔ انتہائی نکبت و افلاس کے باوجود ایمانداری، خلوص اور سادگی کے جو اعلےٰ نمونے ہندوستان کے دیہات اچھی طرح سے پیش کر سکتے ہیں دوسری جگہ ان کی مثال ڈھونڈھنا عبث اور بے کار ہے۔

۱۸۹۰ء میں کپلنگ کا ناول "روشنی جو بجھ گئی" شائع ہوا۔ اسی سال کپلنگ ہندوستان سے انگلستان چلا گیا جہاں وہ تقریباً ۴۶ سال تک نہایت محنت اور جانفشانی سے انگریزی ادب کی خدمت کرتا رہا۔

انگلستان میں کپلنگ نے بچوں کے واسطے چند نہایت دلچسپ اور سبق آموز کتابیں لکھیں۔ آخر عمر میں افسانہ نویسی کے ساتھ ساتھ تاریخ نویسی کی طرف بھی توجہ دی۔ چنانچہ جنگ عظیم کے چند واقعات اور تاریخ انگلستان ان ہی کے فکر کا نتیجہ ہیں۔ لیکن کپلنگ مورخ نہ تھا۔ اس لئے افسانوی اعتبار سے ان کی اگر کوئی وقعت ہو تو ہو تاریخی نقطہ نظر سے یہ تصانیف۔ تصانیف بحث کا درجہ رکھتی ہیں ۱۹۲۲ء میں ان کو سینٹ اینڈریوز یونیورسٹی کا "ریکٹر" مقرر کر دیا گیا تھا۔ اور ایک طویل مدت تک وہ اس خدمت کو حسن و خوبی سے انجام دیتے رہے۔ ۱۹۰۷ء میں ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں ان کو نوبل پرائز بھی دیا گیا۔

کپلنگ کا جنوری ۱۹۳۶ء میں انتقال ہوا۔ اس کی لاش انگریزی زبان کے ممتاز و سربرآوردہ شعراء اور مصنفین کی گیلری ویسٹ منسٹر ایبی میں سپرد خاک کی گئی۔

کپلنگ کی یہ نظم جس کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے ان کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ بعض ناقدین نے تو اس کے متعلق یہاں تک کہا ہے کہ یہی وہ نظم ہے جس کی بدولت انگلستان کو جنگ عظیم میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

ایک مدت کی صبر آزما جنگ کے بعد انگریزی فوج پر حزن و یاس کے جذبات طاری ہو گئے تھے۔ سپاہی فتح سے قطعاً مایوس ہوتے جاتے تھے۔ اسی زمانے میں کپلنگ نے یہ نظم لکھی۔ فوجی دفتر نے اس نظم کو بہت پسند کیا۔ اسے ایک انتہائی خوبصورت کاغذ پر طبع کرا کر اسے فوج میں کثیر تعداد میں تقسیم کرایا گیا۔

اس نظم کے مطالعہ سے برطانی سپاہیوں میں جو کہ مایوس اور نا امید ہو چکے تھے ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ اور پھر سپاہیوں نے جوانمردی اور بہادری کے وہ حیرت انگیز کرشمے دکھائے کہ آج تک دنیا محو حیرت ہے۔ نظم کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

—— ۱ ——

اگر تم اس وقت بھی اپنے ہوش و حواس قائم رکھو جب کہ سب لوگ ہوش کھو کر تم پر الزام دھر رہے ہیں

اگر تم اس وقت بھی اپنی صداقت کا یقین رکھو جب کوئی بھی تمہیں صادق نہ مانتا ہو اور ان کے شبہات میں کی کمزوری کا بھی خیال رکھو۔

اگر تم بن تھکے انتظار کر سکتے ہو، اور یہ برداشت کر سکتے ہو کہ لوگ تمہارے متعلق کذب و دروغ کی خوب اشاعت کرتے پھریں اور تم انتقام کے لئے جھوٹ سے پرہیز کرو۔ یا وہ تم سے نفرت کریں اور بدلے میں تم ان سے نفرت نہ کرو۔ اور اس وقت نہ تم اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ نیک ظاہر کرو اور نہ بڑھ چڑھ کر باتیں بناؤ۔

—— ۲ ——

اگر تم خیالات کی دنیا میں گم ہو کر بھی خیالات کی رو میں نہ بہہ جاؤ۔

اگر تم غور و خوص کے عادی بن کر بھی عمل سے بیگانہ نہ ہو جاؤ۔

اگر تم کامیابی و ناکامی کو دو جھوٹے دعی سمجھ کر دونوں سے یکساں سلوک کرنا سیکھ لو۔

اگر تم یہ برداشت کر سکتے ہو کہ تم جو صداقت کا کلمہ اپنے منہ سے نکالو بدمعاش لوگ اسے کذب و افترا کا رنگ دے کر بے وقوفوں کے لئے جال تیار کریں۔ یا تم ان چیزوں کی تباہی کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو جن کی خاطر تم اپنی جان تک دینے سے دریغ نہ کرو اور اس کے بعد پھر اپنے تھکے ماندے اعضا کے ساتھ ان کی تعمیر میں لگ سکو۔

—— ۳ ——

اگر تم کامیابیوں کا ڈھیر لگا کر ایک شرط بد سکو اور اس شرط کو ہار کر نئے سرے سے کام شروع کرو اور ناکامی کے متعلق ایک حرف شکایت بھی زبان پر نہ لاؤ۔

اگر تم اپنے دل و دماغ سے اس وقت بھی کام لے سکو جب وہ تھک گئے ہوں، اور اس وقت بھی اپنا سر بلند رکھ سکو جب تمہارے جسم میں خون کا آخری قطرہ باقی رہ گیا ہو! مگر تمہارا آہنی ارادہ کہے "کوشش کو جاری رکھو"

—— ۴ ——

اگر تم انسانوں کے ہجوم کے سامنے بلکہ جھکنے کے باوجود تم اپنے دل کو پاک رکھ سکو اور بادشاہوں کے ساتھ ہم رکاب ہونے کے باوجود اپنے عزیزوں سے الگ نہ ہو۔

اگر تم دشمنوں کی عداوت اور دوستوں کی الفت سے بالاتر رہ سکو۔

اگر تم حق و صداقت کے مقابلہ میں ساری انسانی آبادی کو پر کاہ سے زیادہ بے حقیقت سمجھنے لگ جاؤ

اگر تم ایک منٹ میں ساٹھ سیکنڈوں کی برابر فاصلہ طے کر سکو

تو

بیٹا یہ ساری زمین اور اس کے تمام خزانے تمہارے ہیں اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ —— تم مرد ہو۔

"تیج ویکلی" کراس ورڈ معمہ کے متعلق

فیاض منزل شاہی چبوترہ امروہہ ضلع مراد آباد ۴-۱ فروری ۴۰ء

مکرمی تسلیم

میں آپ کے معموں میں صرف دسمبر ۳۹ء سے شرکت کر رہا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ اس سلسلہ میں دو انعام بھی حاصل کر چکا ہوں۔ اردو اخباروں میں متعدد معمے میری نظر سے گذرتے ہیں اور میں بھی اکثر میں نے شرکت کی لیکن میرا ذاتی تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ "تیج ویکلی" حقیقی معنوں میں اسٹینڈرڈ ویکلی کے قدم بقدم چل رہا ہے اس کی دیانت اور حسن انتظام قابل صد ستائش ہے مجھکو قوی امید ہے کہ اگر اسی طرح اس کے معیار کو قائم رکھا گیا تو بہت جلد دہلی کراس ورڈ بمبئی کراس ورڈ ہو کر رہے گا۔

خاکسار

مسرت حسن زبیری

زندگی!

(از جناب درگا پرشاد سر یواستو)

جب آفتاب نے کالی چادر اوڑھ لی اس وقت میں ایک تالاب کے کنارے بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔

زندگی کیا ہے؟

کیا یہ اس تالاب میں اٹھنے والی لہروں کی طرح بحر حیات کی ایک لہر ہے؟

اتنے میں میں نے شب کی دیوی کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ اس سے پوچھنے پر جواب ملا "زندگی تاریکی کا دوسرا نام ہے"

میں سوچنے لگا کہ کیا یہ سچ ہے؟

اتنے میں مشرق کے ایک کونے سے آفتاب نے جھانکا اور کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ جب میں نے اس سے پوچھا تو جواب ملا —— "زندگی روشنی ہے"

بتاؤ کس کا خیال ٹھیک تھا؟

صفحہ ۲۰ سے آگے

اٹھ گیا تھا اور ایک خاص قسم کے خوف کے آثار اس کے چہرے پر نظر آرہے تھے۔ کچھ دیر وہ اسی حالت میں رہی پھر اس کے ہونٹوں پر ایک ایسی مسکراہٹ آگئی جسے وہ۔ میں نے محسوس کیا۔ شاید ہم لوگوں سے چھپانا چاہتی تھی۔

اس نے پتھر کو ادب کے ساتھ اپنے شوہر کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا "مالک! یہ اچھی چیز ہے۔ اگرچہ میں اس راز کو نہیں سمجھتی لیکن آپ سے سخت کلامی کرنے کا مجھے افسوس ہے۔ اس پتھر میں تو فردوسی نغمے بھرے ہیں۔ دردانگیز مگر میٹھے۔ جی چاہتا ہے تا زندگی سنتی رہوں جیسے کوئی حسینہ اپنے عاشق کے ہجر میں بے قرار ہو کر گا رہی ہو۔" یکایک اس نے جیب سے رومال نکال کر اپنے آنسو پونچھے۔ وہ سچ مچ رونے لگی تھی۔ اسی وقت پوسٹ ماسٹر صاحب نے پتھر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولے "مسٹر اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی اس کی آزمائش کروں۔" "ضرور ضرور۔ آپ سب لوگ اس کی آزمائش کر سکتے ہیں۔"

ہمارا اضطراب اتنا بڑھتا جا رہا تھا کہ اب اس کو چھپانا مشکل ہو رہا تھا۔ پوسٹ ماسٹر صاحب پتھر پر انگوٹھی کی ضرب لگا رہے تھے اور ہم سب کا دل ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔ یکایک ہم نے دیکھا پوسٹ ماسٹر صاحب کے چہرے کا رنگ بدل رہا ہے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے پتھر کو نیچے کیا۔ اور تسلیم کیا کہ "میں نے زندگی میں بڑے بڑے عجوبے دیکھے ہیں مگر ایسا کراماتی پتھر کبھی نہیں دیکھا۔" کھوجی رام کی لڑکی نے بھی پتھر کو اپنے کان کے پاس لگایا اور کہنا شروع کیا۔ ہائے ہائے۔ غریب رانی کتنی غمزدہ معلوم ہوتی ہے۔ جب وہ گانا گا رہی تھی تو اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ رہے تھے۔ اسکول ماسٹر نے لڑکی سے کہا۔ پاگل مت بنو اس میں کچھ نہیں ہے۔ مگر جب انہوں نے پتھر پر ضرب لگا کر پتھر کان سے لگایا تو وہ بھی سہم کر رہ گئے اور کہنے لگے حیرت ہے کہ رانی کی آواز اتنی صاف ہے کہ میں نے گراموفون یا ریڈیو میں بھی اتنا صاف گانا نہیں سنا۔ ان کے بعد ایک کسان نے پتھر لیا گانا سننے کے بعد وہ چلایا بات سچ ہے۔ مگر میں اس کہانی پر یقین نہیں کر سکتا۔ یہ تو جادو ہے۔ صاف جادو۔

ادھر وہ لوگ ایک ایک کر کے اس پتھر کو کان سے لگا رہے تھے۔ ادھر میں بے قرار ہوا جاتا تھا۔ میں بھی ایک لحاظ سے اجنبی ہی تھا۔ اس لئے میں سوچ رہا تھا کہ دیکھیں کب تک انہیں میں سے کوئی اس پتھر کا امتحان لینے کے لئے مجھے مدعو کرے۔ سب لوگ مشغول ہو رہے تھے۔ کوئی کچھ کہہ رہا تھا کوئی کچھ۔ مجھ سے زیادہ دیر تک یہ سب کچھ نہ دیکھا جا سکا۔ مجھے کسی نے بلایا نہیں تھا اور بوڑھے کھوجی رام پتھر کو اپنی جیب میں رکھنے والے تھے میں نے صبر کھو دیا۔ ان کے پاس جا کر کھوجی رام کو مخاطب کر کے میں بولا۔ "کیا میں بھی ۔۔۔ دیکھ سکتا ہوں"

کھوجی رام نے ۔۔۔ پتھر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے تین بار اس پر انگوٹھی کی ضرب دی اور اسے کان سے لگایا مجھے کچھ بھی نہیں سنائی دیا۔ میں نے پتھر پر ضرب لگائی اور پھر کان سے لگایا۔

بوڑھی نے اپنی لڑکی کو ڈانٹ کر کہا۔ بیٹی ذرا چپ رہ۔ بابو صاحب کو بھی وہ فردوسی نغمہ سن لینے دے تو اچھا ہوگا۔

میں نے پھر کوشش کی مگر کچھ سنائی نہ دیا۔ ایک طالب علم بولا۔

"دوسرے کان سے تو آزمایئے"

میں نے ایسا ہی کیا مگر بے کار۔

ان سب انسانوں کے دلوں میں میرے لئے ہمدردی اور تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔ سرائے کی مالکہ نے اظہار تشویش کرتے ہوئے پوچھا۔ آپکو کچھ اونچا تو نہیں سنائی دیتا۔ اسکول کے ماسٹر صاحب نے کہا۔ پتھر میں ضرب کرتا ہوں سنئے۔ ایک کسان نے کہا شاید آپ کی انگوٹھی سونے کی نہیں ہے میری لیجئے۔

تقریباً تین منٹ تک میں نے سب کی باتوں پر عمل کیا مگر کچھ نہ سنائی دیا۔ یکایک میں نے انکی طرف دیکھا۔ کھوجی رام کی لڑکی اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھکر اپنی امنڈتی ہوئی ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سرائے کی مالکہ اپنے تئیں رومال ٹھونسنے میں مصروف تھی۔ پوسٹ ماسٹر سر نیچا کئے ہوئے بیٹھے تھے اور رہ رہ کر اس طرح ہل اٹھتے تھے جیسے زلزلہ آنے پر زمین ہلتی ہو۔ وہ پھوٹ پڑنا چاہتا تھا۔ سکول ماسٹر چھت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ آرہی تھی۔ اسی طرح طالب علم کسان اور دوسرے لوگ چھت کی طرف منہ کئے ہوئے قہقہے لگا رہے تھے۔ بوڑھے کھوجی رام سنجیدگی کے ساتھ مسکرانے کی کوشش کر رہے تھے۔

میں نے محسوس کیا کہ میں بے وقوف بنایا جا رہا ہوں میں نے کوشش کر کے کہا آپ لوگ جیتے میں ہارا۔ اپنی پوری زندگی میں آج کا سا بے وقوف نہیں بنا۔ یہ کامیاب ڈرامہ کرنے کے لئے میں آپ لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور اس کے بدلے میں آپ لوگوں کی ایک دعوت کرنے کو تیار ہوں۔

ان لوگوں نے کچھ نہیں کہا۔ آہستہ آہستہ امنڈتی ہوئی ہنسی نے بھی گئی تھی۔ شاید میری باتوں کا ان پر پورا اثر ہوا۔ جنہوں نے میری تعریف کی میں نے اپنا پارٹ بڑی کامیابی سے ادا کیا۔ دوسرے روز مجھے دو خط ملے ایک میں کھوجی رام کی طرف سے انکے ساتھ کھانا کھانے کی درخواست کی گئی تھی۔ اور دوسرے خط میں یہ تحریر تھا۔

جناب من خوشی کی بات ہے کہ کل کا پھروالا مذاق آپ کو ناگوار نہیں ہوا۔ ہمارا مقصد آپکو تکلیف پہنچانا نہیں تھا لیکن ہم لوگ ہر اس شخص کے ساتھ جو رانی محل میں قیام کر چکا ہو یہ مذاق کرتے ہیں۔ اب آپ قطعی فکر نہ کریں کیونکہ آپ بھی ہم میں سے ایک ہو گئے۔ ہمیں آپکو یہ مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگوں نے آپکو اپنی اس چھوٹی سی انجمن کا نائب صدر منتخب کیا ہے۔ ایسی انجمن آپ کو کہیں نہ ملیگی۔ براہ کرم خیال کیجئے کہ رانی محل والوں سے ہم لوگ کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

آپکا دوست
ہماری آنریری سکریٹری چو رنگی مجلس احباب

اس طرح میں چو رنگی مجلس احباب کا ممبر ہوا اور وہاں اپنے گھر کی طرح رہنے لگا۔

گاندھی ازم کے گیارہ سنہری اصول

از جناب اوم پرکاش ترکھا لاہور

سوشلزم، انارکزم، کمیونزم، مارکس ازم وغیرہ کی طرح گاندھی ازم بھی دنیا کے عوام کی دلچسپی کا موجب بن رہا ہے۔ گاندھی فلاسفی کا دوسرا نام گاندھی ازم ہے لیکن گاندھی جی کا کہنا ہے کہ انہوں نے دنیا کے سامنے کوئی نئی چیز نہیں رکھی جس فلاسفی کو گاندھی جی سے منسوب کیا جا رہا ہے، وہ پہلے ہی دنیا کے اندر موجود تھی۔ گاندھی جی نے صرف اسکی تائید کی ہے۔ چنانچہ اس نئی فلاسفی کے متعلق گاندھی جی کی اپنی رائے یہ ہے۔

"گاندھی ازم نام کی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ میں اپنے پیچھے کوئی مذہب چھوڑ جانا چاہتا ہوں۔ میرا یہ دعویٰ بھی نہیں ہے کہ میں نے کسی نئے دھرم یا سدہانت کی کھوج کی ہے جو اٹل صداقتیں ہیں میں نے تو صرف انکے مطابق اپنی روز مرہ کی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کی ہے جو ماتے میں نے قائم کی ہے اور جن فیصلوں پر میں پہنچا ہوں وہ بھی آخری نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے میں کل ہی انہیں بدل دوں۔ مجھے دنیا کو کوئی نئی چیز نہیں سکھانی ہے۔ ستیہ اور اہنسا انادی کال سے چلے آتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکا میں نے ان پر چلنے کی کوششیں کیں۔ ایسا کرتے ہوئے میں نے کئی بار غلطی بھی کی ہے اور ان غلطیوں سے میں نے سیکھا بھی ہے۔ اتفاق سے میں ستیہ وادی تو تھا لیکن اہنسک نہ تھا...... ستیہ کی اپاسنا کرتے کرتے مجھے اہنسا بھی ملی ہے۔"

جس کے نام کے ساتھ "ازم" چپک جائے وہ اگر خود اس کی صحت سے انکار کرتے ہیں تو انکے ساتھیوں کو ایک نیا "ازم" گھڑ کر کسی بحث میں نہیں پڑنا چاہئے۔ ہمیں تو گاندھی جی کی زندگی کو سامنے رکھ کر اس کی تقلید کرنی چاہئے۔ گاندھی جی کی زندگی کو اس قدر اونچا اور مقبول بنانے والے حسب ذیل گیارہ اصول یہ ہیں۔

۱ ستیہ یعنی صداقت کو ماننے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا۔ ستیہ یعنی جھوٹ چاہے وہ کتنا ہی پرانا کیوں نہ ہو اور کتنا ہی مقبول کیوں نہ ہو اور اس کی مدد سے کتنے ہی آگے کیوں نہ بڑھ چکے ہوں اسے پس پشت ڈالنے میں شرم محسوس نہ کرنا۔ اور ساتھ ہی جس بات کی سچائی کا یقین ہو جائے اس کے لئے تن من اور دھن کی بلی دینے کے لئے تیار رہنا، یہ ہے ستیہ کی مختصر تعریف۔ لیکن اس کے اندر دنیا کا امن پوشیدہ ہے۔ قوموں کے جھگڑے، مذہبی اور فرقہ وارانہ نوعیت کے فسادات سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ، ڈاکوؤں اور رہزنوں کی مردم آزاری، آزاد اور طاقتور لوگوں کے ہاتھوں غلاموں اور مظلوموں کی دل آزاری وغیرہ وغیرہ، ہر قسم کی مصیبت اور نا انصافی ختم ہو سکتی ہے۔ اگر لوگ صحیح معنوں میں ستیہ کے پجاری بن جائیں۔ جھوٹے ناموس کی خاطر حکومتوں اور قوموں کو برباد کر دیا جاتا ہے خیالی عزت و آبرو کی خاطر غریبوں اور ناداروں کا خون چوس کر چند روزہ عیش و عشرت کے محل تعمیر کئے جاتے ہیں۔ ایک ہی خدائے برتر کی ہستی میں یقین رکھنے والے بے بنیاد باتوں پر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ بھائی بھائی کی جان کا دشمن بن جاتا ہے بیٹا باپ کو قتل کر کے اس کی جائداد پر قابض ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ہم رشیوں اور منیوں کے پرانے اپدیش یا ستیہ کو بھلا چکے ہیں۔

۲ گاندھی جی کا دوسرا بڑا اصول اہنسا ہے۔ اہنسا بھی گاندھی جی کی پیدا کردہ کوئی نئی چیز نہیں۔ پرانے زمانے سے لوگ کسی نہ کسی شکل میں اس کا استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔ اہنسا یعنی پریم یہ قدرتی عطیہ ہے۔ رشیوں نے وقتاً فوقتاً دنیا کے لوگوں کو پریم کا اپدیش دیا۔ مہاتما گاندھی نے اس اپدیش کو دہرایا ہے اور اس کے بھولے ہوئے علم کی تشریح کی ہے۔ اہنسا کے بغیر حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا جیسے سینیا، سپین اور چین کی مثالیں ابھی تازہ ہیں۔ ہتھیار بند ہو کر ایک چھوٹی طاقت بڑی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کچھ عرصہ کے لئے طاقتور قوم یہ سمجھتی ہے کہ اس نے بے بس قوم کا گلا دبا کر امن پیدا کر دیا ہے لیکن یہ امن دیرپا نہیں ہوتا۔ مسلح بغاوت ہمیشہ صرف کا سر تا سر [illegible] حاکم اور محکوم دونوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتی ہے۔ مسلح انسان جب دشمن کے مقابلہ پر اپنے آپ کو کمزور محسوس کرتا ہے تو دشمن کی اطاعت قبول کر لیتا ہے اور ہر قسم کی ذلت اور توہین برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے لیکن ستیہ اور اہنسا کا پجاری کبھی حیوانی طاقت سے نہیں ڈرتا۔ وہ دشمن کا آتمک بل سے مقابلہ کرتا ہے۔ دشمن کو دشمن نہ سمجھ کر اسکی برائی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر وہ برائی کو دور نہیں کر سکتا۔ تو بھی برائی کے زیر اثر نہیں آتا اور ضرورت پڑنے پر اپنی جان پر کھیل جاتا ہے۔ اہنسا یعنی پریم میں دشمن کو سزا دیکر نہیں بلکہ خود اذیت برداشت کر کے اسے جیتنے کی ہے، اس طرح سے جیتا ہوا دشمن دشمن نہیں رہتا بلکہ دوست بن جاتا ہے۔

۳ تیسرا اصول جو گاندھی جی کو پیارا ہے۔ وہ ہے سیوا یعنی خدمت۔ انسان اگر کھائے پئے۔ زندگی کے چند دن عیش و عشرت سے گذارے اور چل دے تو پھر انسان اور حیوان میں کچھ فرق نہیں۔ انسان کو پرماتما نے اشرف المخلوقات بنایا۔ سوچنے سمجھنے کے لئے دماغ اور بولنے کے لئے طاقت گویائی بخشی۔ جہاں انسان کو یہ حق ہے کہ وہ پڑھے لکھے۔ کمائے۔ کھائے پئے اور خوشحال اور آزاد رہے وہاں انسان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مقدور بھر دوسروں کی خدمت کرے۔ بیواؤں۔ یتیموں۔ محتاجوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی ہر ممکن امداد و اعانت کرے۔ جس گھر یا خاندان میں آدمی پیدا ہو اسکی حالت کو بہتر بنانا ہی سیوا ہے۔ اسی طرح جس دیش میں ہم پیدا ہوئے ہیں وہ ہم سب کے لئے ایک بڑا گھر ہے۔ اس میں کئی طرح کے لوگ بستے ہیں۔ بیکار ہیں۔ محتاج ہیں۔ بیمار ہیں لاچار ہیں۔ بے علم اور جاہل بھی ہیں۔ بیکاروں کے لئے کام پیدا کرنا۔ محتاجوں اور لاچاروں کے لئے دولت جمع کرنا۔ بیماروں کی مناسب تیمار داری۔ بے علموں اور جاہلوں کے لئے سکول جاری کرنا اور ان کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا۔ یہ سب مختلف قسم کی سیوائیں ہیں۔ سیوا یعنی خدمت کا راستہ نہایت دشوار گذار اور کٹھن ہے۔ مگر جو اس کو عبور کر جاتا ہے اس کی اس دنیا میں ناموری ہوتی ہے۔ جو خدمت کا کام کرتا ہے وہ ہمیشہ کی زندگی حاصل کرتا ہے اور آنیوالی نسلیں اس کا نام فخر سے لیتی ہیں۔ مگر جو خدمت نہیں کرتا وہ صفحہ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے۔ فارسی کے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

۴ ستیہ، اہنسا اور سیوا کے برت کے ساتھ ساتھ جو تعلق برہمچریہ کا ہے جو انسان برہمچریہ کا پالن نہیں کرتا جو نفسانی خواہشات کا غلام بن کر رہتا ہے وہ کبھی کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا۔ دیرتا اور بہادری اس سے دور بھاگتی ہے۔ نفسانی خواہشوں پر قابو نہ پا کر انسان دولت، عزت اور صحت تینوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ نہ وہ شوہر بن کر دیش کی سیوا کر سکتا ہے نہ دھن سے کسی کی حاجت روائی کر سکتا ہے۔ ایسا انسان بظاہر چلتا پھرتا ہے کھاتا پیتا ہے مگر وہ دوسرے انسانوں کے لئے مردہ ہے۔ گاندھی جی نے شادی کی اور گرہست کا جیون اختیار کیا لیکن وہ اس وقت بھی برہمچریہ کے سنہری اصولوں کا پالن کرتے رہے اور آہستہ آہستہ وہ کامل طور پر برہمچریہ برت دھارن کر کے ہندوستان کے پولیٹیکل سنیاسی بن گئے۔ یہ برہمچریہ کی کرامات نہیں تو اور کیا ہے۔

۵ گاندھی جی کا پانچواں اصول اسنگرہ ہے۔ اسنگرہ کا مطلب ہے ضرورت سے زیادہ جمع نہ کرنا۔ کئی لوگ اپنی ضرورتوں کو غیر ضروری طور پر بڑھا لیتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کے اچھے رہن سہن کے لئے ۵۰ روپے ماہوار کی ضرورت ہے لیکن وہ پانچ ہزار روپیہ خرچ کرتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ بہت سے لوگوں کی کمائی کو وہ ہڑپ کر جاتا ہے ایک سرمایہ دار مزدوروں کا پیٹ کاٹے بغیر سرمایہ دار نہیں بن سکتا اگر کارخانہ دار اپنے مزدوروں کو مناسب حصہ دے اور زیادہ دولت جمع کرنے کا خیال ترک کر کے تجارتی منافع کو ان لوگوں میں بانٹ دے کہ جنہوں نے اپنی محنت سے وہ منافع پیدا کیا ہے تو آج ہی سب جھگڑے مٹ جائیں۔ آج دنیا میں جتنے فساد، ڈاکے، چوریاں اور قتل و غارت ہوتے ہیں ان سب کی تہہ میں ایک ہی بات کام کرتی ہے کہ کچھ لوگ ضرورت سے زیادہ جمع کرتے ہیں اور پھر جمع کرنے کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ امیر کبیر بن جاتے ہیں اور باقی لوگ غربت اور فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک طرف تو چند بڑے بڑے متمول اشخاص فلک بوس عالیشان کوٹھیوں اور بنگلوں میں رہتے ہیں اور دوسری طرف کچھ لوگوں کو پھوس کے چھپر بھی نصیب نہیں ہوتے۔ اس طرح سے جماعتی جنگ کی بنیاد قائم ہو کر ملکوں اور قوموں کے امن کو تباہ کر دیتی ہے۔ اسنگرہ کے اصول پر چلنے سے ہر ایک انسان خوشحال رہ کر زندگی کا بہترین مقصد حاصل کر سکتا ہے۔

۶ گاندھی جی کا چھٹا اصول ہے محنت اور جفاکشی کی زندگی بسر کرنا۔ اس سے انسان کی بیکاری دور ہو جاتی ہے جسم کے اعضا تندرست اور مضبوط رہتے ہیں۔ اور انسان خوشی اور انبساط محسوس کرتا ہے۔ ہندوستانیوں کی غریبی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں کے لوگ کاہلی اور سستی میں قیمتی وقت کو کھو دیتے ہیں۔ مگر جسمانی محنت اور جفاکشی کا کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس سے وہ اپنی بھوک دور کر سکیں۔ کسان اور دوسرے دیہاتی جو سال میں پانچ ماہ بیکار رہتے ہیں اگر بیکاری کے دنوں میں چرخہ یا اس قسم کی دوسری گھریلو صنعت کو اپنا لیں تو اپنی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ کر سکتے ہیں۔

۷ اسواد۔ انسان کی صحت پر خوراک کا اثر پڑتا ہے۔ جسمانی قوت کو برقرار رکھنے کے لئے خوراک کا اچھا ہونا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ چٹخارے کی خاطر طرح طرح کی مرغن اور مصالحہ دار غذائیں کھاتے ہیں۔ ایسی غذاؤں سے فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔ قوت ہاضمہ بگڑ جاتی ہے۔ پرانے زمانہ میں رشی منی پھل پھول کند مول کھا کر زندگی بسر کرتے تھے۔ گاندھی جی نے اصول طب کو سامنے رکھ کر سادہ مگر زندگی بخش غذا استعمال کرنے کی تلقین کی ہے سادہ غذا سے انسان تندرست رہتا ہے۔ قوت ہاضمہ بڑھتی ہے اور دماغی نشو و نما ترقی کرتی ہے۔

۸ سرو تر بھے ورجنم۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر قسم کا خوف دل سے دور کر دیں۔ مہاتما جی کی زندگی کے ہر مرحلے میں بے خوفی اور نڈرتا کا اپدیش ملتا ہے۔ راستی اور عدم تشدد پر کاربند رہ کر انہوں نے بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لگائی اور ان کی جیت ہوئی، ہزاروں برس پہلے یوگی کرشن نے ارجن کو اپدیش دیا آج وہی اپدیش ہم مہاتما گاندھی سے سن رہے ہیں۔ آتما امر ہے۔ نہ اسے آگ جلا سکتی ہے نہ اسے ہوا اڑا سکتی ہے۔ نہ اسے پانی ڈبا سکتا ہے۔ ہماری فلاسفی کے مطابق آتما کبھی نہیں مرتی۔ مرنے کا دوسرا نام جسم تبدیل کرنا ہے۔ پھر اس چند روزہ فانی جسم کے لئے انسان کیوں کسی سے دب کر رہے۔ کیوں نہ بے خوف اور بے باک ہو کر ستیہ، اہنسا اور سیوا کی زندگی بسر کرے۔ نڈر اور بہادر انسان ناموری پاتے ہیں اور ابدی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ کائر اور بزدل اس دنیا میں ذلیل و رسوا ہوتے ہیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

بمبئی کے کپڑے کے کارخانوں میں عام ہڑتال ہوگئی ہے اور تقریباً ۶۰ کارخانے بند ہوگئے ہیں ہڑتال میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور شامل ہیں، یہ ہڑتال بمبئی پراونشل ٹریڈ یونین کانگریس کی کونسل عاملہ کے حکم سے کی گئی ہے اس وقت تک صورت حالات پرامن ہے علاقہ مل میں ایک بڑی تعداد میں پولیس تعینات کردی گئی ہے دنگے فساد کے بھی کچھ واقعات ہوئے اور اس سلسلہ میں چند اشخاص گرفتار کئے گئے ہیں مل کے مالکوں اور مزدوروں کے درمیان سمجھوتہ کرانے کی کوشش کی گئی، اور بات چیت ہو رہی تھی لیکن کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکا۔

ہوائی حملے کے خطرہ کی گھنٹی بجنے سے ایک کشتی کے چینی مسافر گھبرا گئے جو کہ دریائے ینگسی میں چل رہی تھی ڈر کے مارے مسافر ادھر ادھر بھاگنے لگے اس سے کشتی الٹ گئی تین سو مسافر دریا میں گر گئے جن میں ۶۰ مسافر لاپتہ ہیں

سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ یروشلم اور تل ابیب میں یہودیوں نے مظاہرہ کیا اور پولیس پر پتھر پھینکے، یروشلم میں جلوس بنایا گیا جہاں پولیس نے ہجوم کو منتشر کر دیا حیفہ میں پولیس نے ہجوم پر سنگ پھینکے کئی کانسٹبل اور مظاہرین زخمی ہوگئے،

جنوبی روس میں جرمن فوج کے پہنچنے کے بارے میں مزید افواہیں لندن پہنچی ہیں جنوبی مشرقی یورپ سے جو خبر ملی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جرمن فوج کے ۲۰ ڈویژن کا کیمپا اور مزید مشرق کی طرف بڑھ رہے ہیں

امپیریل ایرویز کا جو ہوائی جہاز یکم مارچ کو کراچی سے روانہ ہوا تھا اور راستہ میں ساحل ایران کے قریب گم ہوگیا ہے اسکے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس میں ۵۵۶ اپونڈ ڈاک تھی، جو بمبئی، کلکتہ، دہلی وغیرہ مختلف شہروں سے یورپ بھیجی گئی تھی، ابھی تک ڈاک یا مسافروں کا کوئی سراغ نہیں لگ سکا ہے،

دارالعوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ٹیلر نے کہا کہ اگر برطانیہ، فرانس اور ترکی کے درمیان باہمی امداد کے معاہدہ پر عمل شروع ہوا تو ترکی لڑنے والے ملکوں میں شامل ہوگا اور اس معاہدہ کے مطابق وہ برطانیہ اور فرانس کے جنگی جہازوں کو درہ دانیال سے گذرنے کی اجازت دے گا،

جرمنی سے اٹلی کو جانے والے کوئلہ پکڑے جانے کے متعلق برطانی فیصلہ کے خلاف اٹلی کے پروٹسٹ پر حکومت برطانیہ غور کر رہی ہے یہ بات اچھی طرح محسوس کی جا رہی ہے کہ اس فیصلہ سے حکومت اٹلی ناراض ہوگئی ہے، اس سلسلہ میں اخبار ٹائمز لکھتا ہے کہ حکومت برطانیہ اس سلسلہ میں حکومت اٹلی سے بات چیت کرنے کو تیار ہے

سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ لڑائی شروع ہونے سے اب تک برطانیہ کے ....۶۲ ٹن کے جہاز ڈوبے، ان کی جگہ نئے جہاز بنا کر اور دشمن کے جہاز پکڑ کر پوری کر لی گئی ہے صرف ۱/۲ نقصان باقی رہا جرمنی کے ....۲۷ ٹن جہازوں کا نقصان ہوا۔

پیرس کے ریڈیو کی اطلاع ہے کہ روس نے فنلینڈ کو جو نیا الٹی میٹم دیا ہے اس کی میعاد آج دوپہر کو ختم ہو جائے گی، معلوم ہوا ہے کہ اس الٹی میٹم میں فن لینڈ سے جو مطالبے کئے گئے وہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہیں جو کہ لڑائی شروع ہونے میں کئے گئے تھے اب روس کریلیا کا سارا علاقہ ہانگو کا جزیرہ لاڈوگا جھیل کے شمال کا علاقہ اور وہ سب علاقہ چاہتا ہے جس میں پٹ سامو کا بندر شامل ہے،

سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کل اٹلی کے ۲ اور جہاز پکڑ لئے گئے، اور ان کو برطانی اڈے پر لایا گیا اب تک اٹلی کے ۱۶ جہاز پکڑے جا چکے ہیں جن کا وزن ....۸ ٹن ہے اور جن میں ایک لاکھ ٹن کوئلہ بھرا ہوا ہے،

رائٹر کے ڈپلومیٹک نامہ نگار کا بیان ہے کہ اٹلی کے پروٹسٹ کا جواب برطانیہ کی طرف سے چند روز کے اندر بھیج دیا جائے گا، شاہی برآمدی کمیٹی نے حکم جاری کیا کہ اٹلی کے ۸ جہازوں کو ڈاؤن میں روکے رکھا جائے اس فیصلہ کا یہ مطلب ہے کہ مال لڑائی ختم ہونے تک یہیں پڑا رہے گا اور یہ ثابت ہوگیا کہ یہ مال اٹلی کا ہے تو مالکوں کو واپس کر دیا جائے گا اور اگر یہ ثابت ہوا کہ یہ مال جرمنی کا ہے تو صلح کی شرطوں کے مطابق عمل کیا جائے گا،

جن ٹکڑوں کو گمشدہ امپیریل ایرویز کے ہوائی جہاز ہنی بال کے ٹکڑے خیال کیا گیا وہ کسی کشتی کے ٹکڑے نکلے اس لئے گمشدہ ہوائی جہاز کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل سکا، اور اب یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ہوائی جہاز سمندر کی تہ میں چلا گیا ہے ہوائی جہاز کل پھر اس کی تلاش کرنے کے لئے جائیں گے،

انارکلی

(از جناب قاضی عبدالغفار صاحب)

اچھا تبصرہ وہ کر سکتا ہے جو وہ مسروں کے قلم کے اصلی نقوش ایسا اپنی طرح کے افسانوں کو پڑھ سکے (اناتول فرانس)

ہندوستان میں نہ ڈراما ہے۔ اور نہ اسٹیج ہے۔ یہ دعوے بہت مہمل اور ممکن ہے۔ کہ مبالغہ آمیز سمجھا جائے۔ اس دعوے میں صرف افسانہ سہی مگر شاید ہندوستان کے اہل قلم کاروں اور ہندوستانی اسٹیج کے اہل فن کی نندہ صورت سے ایک دھیمے شکوہ اور اعراض کی ایک دبی ہوئی آواز پہچانی جائے گی۔ تھیٹریکل کمپنیوں کے اصل تسم مداہل فن انکی محنتوں سے میری بے پروائی کو ناقدرشناسی کہیں گے۔ وہ سب سب اہا سال محنت کرتے ہیں ہر ہندوستان کے اسٹیج پر نئے نئے کھیل "نظر افروز ناظرین" کرتے ہیں اور ایک شخص بلا تکلیف لکھ دیتا ہے۔ کہ ہندوستان میں نہ ڈراما ہے۔ نہ اسٹیج۔ انکی کوششوں سے یہ انکار بیدردانہ کہا جائیگا۔

چلئے ہم آپ کو ہندوستان کے اسٹیج پر لے چلیں سب سے پہلے فٹ لائٹ کے "اوٹ ڈراپ سین" ہی کو لیجئے۔ اس پر فراعنہ مصر کے عہد کی کوئی تصویر یا ردمتہ الکبرے کے عہد قدیم کا کوئی منظر نظر آئے گا۔ ہندوستان کے ڈرامہ اور اسٹیج کا پہلا نقش تو یہ ہے۔ اب جو پردہ اٹھتا ہے تو آپ ایک یوروپین وضع کے محل میں شاہ ایران کا دربار منعقد دیکھتے ہیں۔ شاہ ذی جاہ سے کر درباروں اور مشکروں تک سب یورپ کے قرون وسطی ز دمانے کے کپتر یا جنگ صلیبی کے عیسائی مجاہدین کا لباس پہنے ہوئے ہیں ہندی زبان میں ہارمونیم کے سروں کے ساتھ مبارکباد گائی جا رہی ہے اور اردو زبان میں مکالمہ شروع ہوتا ہے اس معجون مرکب کا نام جس کے اجزا یورپین۔ مصری۔ ترکی ہندی سب ہی کچھ ہیں۔ اس ملک میں ڈراما اور تھیٹر ہے رامچندر جی کا زمانہ بیان کیا جائے یا شاہ ایران کا عہد۔ یا اکبر بادشاہ کا دور کہانی عشق زبان کی ۔۔۔ دہی ہے بلکہ اب جو ڈراما کی داستان کے ساتھ ساتھ آپ چلیں گے تو ہر قسم ہر تاب کر گانے والے گاتے ہوئے ملیں گے۔ ہر ایکٹر بے وجہ اور زبردستی گانے پر تلا ہوا ہے۔ موقعہ ہو یا نہ ہو۔ گانے دیتا ہے۔ ہر ایکٹر کی صورت دیکھ کر اندیشہ اور خوف پیدا ہوتا ہے کہ بس اب یہ گا دے گا اگر ہیرو اور ہیروئن کبھی کبھی اور کہیں کہیں اپنی بے اختیار جذبات کا اظہار نظم اور موسیقی کی مدد سے کریں تو بھی غنیمت ہے لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس اسٹیج پر ڈاکو اور چور ات کی تاریکی میں چھپ کر دبے پاؤں آتے ہیں مگر چیخ چیخ کر گاتے بھی جاتے ہیں بادشاہ سلامت اپنے دربار میں عدل اور انتظام ملکی میں تو بات بات پر گا دیتے ہیں۔ وزیر صاحب بغیر گائے ایک بات نہیں کر سکتے۔ کوئی مسخرہ آتا ہے۔ تو وہ بھی گا۔ ہمارا اسٹیج پلتا تو ہے نقش کیا۔ مگر قاتل بھی گاتے جاتے۔ اور مقتول بھی۔ عدالت میں مقدمہ پیش ہے۔ مگر وکیل صاحب بھی گا رہے ہیں۔ جج صاحب بھی۔ مدعی بھی۔ مدعا علیہ بھی دیہاتی بیاروں کی ایک محفل ہے۔ جو ہارمونیم کے شور اور طبلہ کی تھاپ کے ساتھ اسٹیج پر برپا ہے۔ ڈرامہ نویس اس بلا سے محفوظ ہے۔ اسٹیج کا فن در اصل مقصود آرٹ نہیں ہے۔ مقصود واقعات و حقائق کی مصوری نہیں ہے محض بکٹ زحمت کرنا ہے۔

اپنی عمر میں ہندوستان کے اسٹیج پر کوئی ایک ڈراما بھی ڈرامہ کہے جانے کے قابل نہ پایا۔ در اصل ہمارا اسٹیج سوانگ اور تماشوں کی ایک ذرا ترقی یافتہ صورت ہے۔ اس کو اصل فن اور اس فن کی لطافت و بلاغت سے کوئی واسطہ نہیں۔

"انارکلی" اپنی قسم کا پہلا اردو ڈرامہ لکھا گیا ہے جس کی سب سے بڑی اور قابل قدر خصوصیت یہ ہے کہ اس کو اب تک کوئی اسٹیج نصیب نہ ہو سکا۔ اس کا بڑا عیب یہ ہے کہ اس میں "گانا" بالکل نہیں ہے۔ نہ کوئی نقل ہے۔ نہ کوئی مسخرا ہے۔ شہزادہ سلیم کا عشق ایک دفعہ بھی اسٹیج پر نہیں گا سکتا کہ

مجھے چاہت نے مارا اس نازنیں کی۔

نہ انارکلی اپنے جذبۂ الفت کو ہارمونیم کے سُروں میں اس طرح ادا کر سکتی ہے کہ

پیا نہیں آئے جیا گھبرائے۔

پھر جب یہ حال ہو تو انارکلی کو ہندوستان کے اسٹیج پر کیونکر جگہ مل سکے۔

ڈرامہ کی خصوصیات جن میں سے بعض انارکلی کی خصوصیات بھی ہیں۔ تین ہیں۔ اول داستان کا نقش اور واقعات کی ترتیب۔ دوم زبان و انداز بیان۔ سوم مفقود منتہائے تخیل۔

پہلی خصوصیت قصہ کو دلچسپ اور دلکش بناتی ہے دوسری ان لوگوں کے نفسیات کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے ورانسانی زندگی کا کوئی بلند نقطہ یہ دنیا کے سامنے رکھتی ہے۔

انارکلی میں پہلی دو خصوصیات بہت نمایاں ہیں آخری خصوصیت نمایاں نہیں ہے مگر اجزائے داستان میں چھپ گئی ہے۔ وہ کوئی چیز علیحدہ نظر نہیں آتی انتخاص ڈرامہ کے بیان میں اس کی جھلک جا بجا نظر آتی ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ تاج نے تینوں خصوصیات کو کچھ اس طرح ایک دوسرے سے ہم آغوش کر دیا ہے کہ اس کا تجزیہ ذرا مشکل ہے تاہم پڑھنے والے کی دماغی کیفیات ہر موقعہ پر جنکی منتہا ہوتی ہیں اور داستان کی ہر منزل پر داستان کا

حقیقی سحر انگیزی موسیقی اور ناچ کی پُر لطفی اور اس کی دلفریبی سے جو سبق حاصل کیا جاتا ہے سب چیزیں ملتی چلی جاتی ہیں۔ اور پورا سفر ہر قدم پر دلچسپ ہے۔ (باقی آئندہ)

اسماعیل فلم "گل بکاولی" میں
جوکہ سنگم ٹاکیز میں چل رہا ہے

ملروا کی فلم "وصیت"
کی ایک اداکار
جوکہ موتی ٹاکیز میں چل رہا ہے

فلم "[illegible]" کا ایک سین

قرص جریان

حضرت مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم

عالیجناب مسیح الملک حکیم جمیل خان صاحب دام اقبالہٗ

جریان کے بیماروں کو شفا و زندگی کی خوشخبری

قرص جریان کی تمام ہندوستان میں شہرت ہے۔ اس سے جریان کے ایسے ایسے بیمار اچھے ہوئے ہیں جن کو سب نے جواب دیدیا تھا۔ اور وہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ یہ عالیجناب مسیح الملک حکیم جمیل خان صاحب رئیس اعظم دہلی کے فیض کا کرشمہ ہے۔ مسیح الملک ہندوستان کے سب سے بڑے طبیب ہیں آپ کی شفا بخشی کی ہر جگہ دھوم ہے۔ قرص جریان سے جریان اور پیدا ہونیوالی تمام شکائتیں جاتی رہتی ہیں۔ مثلاً سستی، کمزوری، اعضا شکنی، سرعت، کثرت احتلام، پیشاب سے پہلے یا بعد قطرہ کا آنا۔ تولیدی مادہ کا پانی کی طرح بہنا، پٹھوں کی کمزوری، اعضاء رئیسہ کا بگاڑ، آلات ہضم کی خرابی، دماغ و دل اور پٹھوں کی کمزوری وغیرہ وغیرہ اگر یہ منحوس مرض دیر تک رہ جائے تو پھر مرگی یا پاگل پن یہاں تک کہ دق و سل جیسی خطرناک بیماریاں دور نہیں رہتیں۔ ہمدردی غربا کی وجہ سے قیمت نہایت کم رکھی گئی ہے +

قیمت ۶۰ قرص صرف ایک روپیہ چودہ آنے ترکیب استعمال دو قرص صبح یا سہپہر کو پانی یا دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

تار کا پتہ:۔ میڈی سنز دہلی

ملنے کا پتہ منیجر ہندوستانی دواخانہ پوسٹ بکس ۳۲ دہلی

C.4.H.D.DELHI

Printed and Published by Dharampal Gupta at the Tej Press, Burn Bastion Road, Delhi.

۲۶ ہزار ٹن کا جرمن جہاز غرق ہوگیا

کئی دوسرے تباہ کن جہاز ختم ہو گئے

ناروے میں جرمن جہازوں پر حملے

لندن، ۱۳ اپریل! آج تیسرے پہر لندن میں بحری محکمے نے اعلان کیا ہے کہ ناروے میں جرمنی کے خلاف برابر کارروائی جاری ہے۔ سمندر میں جنگی جہازوں کے مسلسل حملے کئے جا رہے ہیں۔ کل تین بڑے فوجی اور مال لے جانے والے جہازوں کو بہت نقصان پہنچایا گیا اور ایک بڑے گولہ بارود کے ذخیرہ کو اڑا دیا گیا۔ شمالی سمندر میں کسی بڑی سمندری یا ہوائی لڑائی کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ شمالی سمندر میں سرنگیں بچھا دینے سے جرمنی کی افواج سمندر کے راستہ ناروے نہیں جا سکیں گی اب صرف سویڈن کے ذریعے راستہ رہ گئے ہیں یا وہ سویڈن کے راستہ افواج بھیجے یا بذریعہ ہوائی جہاز افواج بھیجی جائیں۔ یہ یقینی امر ہے کہ سویڈن جرمنی افواج کو گذرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ اگر سویڈن پر حملہ ہوا تو وہ پوری تیاری سے حملہ کا مقابلہ کرے گا۔

ہوائی جہازوں سے روانہ ہونے والی افواج کو روکنے کے لئے برطانیہ کے جہاز ہر وقت ایسے جہازوں کی گھات میں لگے رہیں گے۔ معلوم ہوا ہے کہ ابھی تک جرمنی کی نئی کمک نہیں پہنچ سکی ہے۔

ایک اطلاع سے پتہ چلا ہے کہ برطانیہ کے جنگی جہاز اس چھوٹے سے علاقہ میں گھس گئے ہیں جو ڈنمارک کے ایک جزیرے کے پاس ہے۔ ان جہازوں کو ۲۰ جنگی جہاز فوجوں کی مدد دے رہے ہیں۔ ایک اطلاع ہے کہ ۲۶ ہزار ٹن کا ایک بڑا جرمن جہاز ناروے کی کھاڑی میں غرق ہو گیا۔ اس جہاز کا مقابلہ برطانیہ کے جہاز ریناؤن سے ہو گیا تھا اور اسے بہت نقصان اٹھا کر بھاگنا پڑا تھا۔ یہ جہاز ناروے کی ساحلی توپوں نے غرق کیا ہے۔ جرمنی کے بہت سے چھوٹے سرنگیں اٹھانے والے تباہ کن اور مال لے جانے والے جہاز غرق کر دیئے گئے ہیں۔ ایک بڑا جرمن جہاز اور ایک فوجیں لے جانے والا جہاز برگن کے پاس غرق ہوا۔ (رائٹر سپیشل سروس)

اوسلو میں مارشل لا کا نفاذ

کئی آدمیوں کو پھانسی دیدی گئی

اوسلو ۱۳ اپریل! اوسلو ریڈیو سے جہاں جرمنی نے قبضہ کیا ہوا ہے ناروے کے باشندوں کے نام نہایت عجیب و غریب اعلان ہو رہے ہیں۔ آج صبح یہ اعلان کیا گیا ہے کہ متعدد اشخاص گولی سے اڑا دیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے نازیوں کے احکام ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ دوسرے باشندوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ نازیوں کے احکام پر عمل کریں ورنہ ان کا بھی یہی

آج کی خبریں

حشر ہوگا۔ نازیوں نے ایک حکم جاری کیا ہے کہ کوئی شخص ایک دن کی مدتی اور تین دن کے لئے گوشت سے زیادہ سامان نہ خرید سکے اور نہ ہی اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ کمرہ ہنیل۔ وغیرہ ضروریات کا استعمال محدود کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اعلان کیا گیا ہے کہ خلاف ورزی کی گئی تو خانہ تلاشیاں کر کے سخت سزا دی جائے گی۔ اوسلو میں مارشل لا جاری کیا گیا ہے۔ بازاروں میں جرمن فوجیں پریڈ کر رہی ہیں۔

پانچ ہزار جرمن مارے گئے

سویڈن ۱۳ اپریل! سویڈن کے ایک سمندری ماہر کا اندازہ ہے کہ ناروے کی لڑائی میں جرمنی کے ۵ سے ۲۰ جہاز غرق ہوئے ہیں۔ ان جہازوں کا وزن ۷ سے ۸ ہزار ٹن کے درمیان ہے ہر ایک جہاز میں دو سو فوجی سوار تھے۔ اس حساب سے ۵ ہزار جرمن ناروے پہنچنے سے پہلے ہی غرق کر دیئے گئے۔

سویڈن پر جرمن حملہ کا خطرہ

برطانی اخبارات کی تنبیہہ

لندن ۱۳ اپریل۔ برطانی اخبارات نے سویڈن اور ڈینیوب کے ممالک کو جرمن حملہ سے خبردار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ چونکہ اب سمندر سے جرمن افواج کے جانے کی کوئی امید نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ جرمن سویڈن کے راستہ فوج بھیجنے کی کوشش کرے۔ اخبارات نے لکھا ہے کہ اتحادی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ ڈینیوب کے ممالک کو گارنٹی دیں کہ اگر ان پر حملہ ہوا تو اتحادی انکی امداد کریں گے۔

اوسلو پر جرمنی کے قبضہ کی داستان

کمانڈر نے غداری کی

لندن ۱۳ مارچ! اطلاع ملی ہے کہ اوسلو پر قبضہ کی وجہ اوسلو کے قلعہ کے کمانڈر کی غداری ہے۔ ناروے کی فوجوں کے کمانڈر نے بھی غداری کی اور جرمن فوجوں کا مقابلہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ قلعہ کے کمانڈر کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

امرتسر میں قومی ہفتہ کا آخری دن

سرکردہ لیڈروں کی طرف سے چادریں چڑھائی گئیں

امرتسر ۱۳ اپریل! قومی ہفتہ کا آج آخری دن تھا جس کے سلسلہ میں جلیانوالہ باغ میں شہیدی کنوئیں پر ڈاکٹر سیف الدین کچلو صدر پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی نے قومی جھنڈا لہرانے کی رسم ادا فرمائی۔ اس موقعہ پر پچاس گوروں نے سلامی دی گئی۔ اس دن کی یادگار میں ملک کے سرکردہ لیڈروں اور انجمنوں کی طرف سے ستر زائد چادریں چڑھائی گئیں۔ کنوئیں پر اس مطلب کے لئے خاص طور پر ایک فراش نائی گئی تھی جس پر ڈاکٹر کچلو نے سب سے پہلی چادر راشٹرپتی مولانا آزاد کی طرف سے چڑھائی اس کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو۔ پنڈت گوبند ولبھ پنت۔ شریمتی پرشوتم داس ٹنڈن۔ پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی۔ یو پی کانگریس کمیٹی۔ اندھرا کمیٹی۔ کیرالہ کانگریس کمیٹیاں۔ گاندھی آشرم۔ استری سہایک سبھا۔ میونسپل کانگریس پارٹی اور دیگر بہت سی انجمنوں کی جانب سے چادریں چڑھائی گئیں۔ ڈاکٹر کچلو نے قومی جھنڈا لہراتے ہوئے کہا کہ آج ہم جن لوگوں کی یاد منا رہے ہیں ان سب کا قومی نشان یہی سہ رنگا جھنڈا تھا جس کی ہمیں پوری طرح حفاظت کرنی ہے آپنے کہا کہ سوراجیہ کے معنی کسی خاص قوم کی حکومت نہیں ہے بلکہ ہندوستانیوں کی حکومت کے معنی ہی سوراجیہ ہے۔ آپ نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں مکمل ڈسپلن پیدا کریں۔ (ا۔پ)

لوکل باڈیز اور کانگریسی ممبران

مولانا آزاد سے انٹرویو

ناگپور ۱۳ اپریل! واردھا جاتے وقت آج شام کو مولانا آزاد ناگپور سے گذرے۔ ایک انٹرویو کے دوران میں آپنے خیال ظاہر کیا کہ ملک کی تمام لوکل باڈیز سے کانگریسی ممبران کو بہت جلد باہر آنا ہوگا۔ آپنے فرمایا کہ اب جبکہ کانگریس کسی بڑی جدوجہد کی تیاری میں ہے اس کے ممبران اپنی توجہ دوسرے معاملات کی طرف نہیں دے سکتے۔ مولانا آزاد نے فرمایا کہ جن صوبجاتی اسمبلیوں میں کانگریسی ممبروں کی اقلیت ہے (مثلاً بنگال، آسام اور پنجاب) ان کے باہر آنے کے متعلق ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں غور کیا جائے گا۔ آپنے یہ بھی فرمایا کہ وہ اکثریت والے صوبوں کے کانگریسی ممبران اسمبلی کو بھی باہر آنے کے لئے کہتے مگر اس سے برطانی حکومت کو ان صوبوں میں اقلیتوں کی وزارتیں قائم کرنے کا موقعہ ملتا ہے اس لئے یہ خیال ترک کر دیا گیا ہے۔ (ا۔پ)

واردھا میں مولانا آزاد کا استقبال

شہر میں جلوس نکالا گیا

واردھا ۱۳ اپریل! راشٹرپتی مولانا آزاد کلکتہ میل سے واردھا تشریف لائے۔ اسٹیشن پر مسٹر بہادلو لیسائی اور دوسرے مقامی کارکنوں نے پُرجوش استقبال کیا۔ اس کے بعد طلبا اور دیش سیوکاؤں کی طرف سے گارڈ آف آنر پیش کیا گیا اور پھر شہر کے خاص خاص بازاروں سے آپ کا جلوس نکالا گیا۔ سیٹھ آصف علی ممبر کانگریس ورکنگ کمیٹی نے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا۔ مسز سروجنی نائیڈو آج شب کو آ رہی ہیں۔ بابو راجندر پرشاد ۱۵ اپریل کو پہنچیں گے زیادہ تر ممبران اور دوسرے سرکردہ حضرات جنہیں خاص طور سے مدعو کیا گیا ہے کل آ رہے ہیں۔ مولانا آزاد آج شب کو یا کل صبح مہاتما جی سے ملاقات کریں گے جبکہ میٹنگ کے متعلق تمام ابتدائی معاملات پر مشورہ کیا جائے گا۔ مولانا آزاد آج شب کو جلیانوالہ باغ کی یاد میں پبلک جلسہ میں تقریر فرمائیں گے۔ (ا۔پ)

صفحہ ۳ سے آگے

ان کا شگفتہ چہرہ ان کے آئینہ دل کی ترجمانی کر رہا تھا۔ آپ مسکراتے ہوئے آئے اور پرنسپل صاحب کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گئے۔ جب آپ لیکچر دینے اٹھے تو آپ نے پرنسپل صاحب کی چھڑی کو اٹھا کر الگ رکھ دیا اور بولے، اسے ہٹا دیا ہے شاید یہ بولنے میں مجھ سے کچھ غلطی ہو جائے۔ اس پر ہم سب بے اختیار ہنس پڑے۔ آپ جب تقریر کر چکے تو نہایت جلدی میں ہونے کے باعث فوراً ہی واپس ہونا چاہتے تھے کہ راستے میں ایک لڑکے نے آپ کو فوٹو کھنچانے کی زحمت دینا چاہی۔ آپ کے پاس وقت بالکل نہ تھا پھر بھی آپنے مسکراتے ہوئے کہا۔ بھائی میں نے نہیں کہنا نہیں سیکھا ہے۔ غرض اس لڑکے نے آپ سے خوب قواعد کرائی۔ اور بڑی مشکل کے بعد ان کا فوٹو لیا گیا۔ اس پر آپنے ہنس کر کہا دیکھو اگر تم نے ہماری شکل خراب کی تو میں تمہارے آرٹ کی خوب برائی اپنی ڈائری میں لکھوں گا۔ ایسے تھے عہاتما اینڈریوز۔ ان کی پوتر آتما کی شانتی کے لئے ہم دعا کریں۔ ایسے مہاپرش کی آتما تو شانت رہے گی۔ ہماری پرارتھنا ہے کہ وہ اس سے جس کے پاس وہ اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں اس بات کی سفارش کردیں کہ وہ ہمارے کمزور دلوں کو وہ استقلال عطا فرمائے جس کی ہمیں اس وقت سخت ضرورت ہے۔

فارورڈ بلاک کے کارکنان کی گرفتاری

کلکتہ ۱۳ اپریل! مسٹر سیتہ بخشی جنرل سکریٹری صوبہ بنگال فارورڈ بلاک کو آج صبح انکی جائے رہائش سے گرفتار کیا گیا۔ یہ گرفتاری ڈیفنس آف انڈیا رول کے ماتحت ہوئی ہے۔ کل گرفتاریاں گیارہ ہوئی ہیں۔ گرفتاریوں سے قبل پولیس نے کئی مقامات پر تلاشیاں لیں۔

کیا ھٹلر دوسرا نپولین ہے؟

دُنیا کی دو ہستیوں کا دلچسپ موازنہ

(انگلستان کے مشہور مورخ فلپ گویڈلا)

چند برس ہوئے مسٹر ایچ. جی. ویلز نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ نپولین سے دنیا کو کیا کیا نقصان پہنچے انہوں نے نپولین کے تمام کارناموں کو صرف ان چند الفاظ میں لکھ کہ دنیا میں کچھ لاشوں کا ڈھیر لگ گیا، فرانس کا رقبہ کم ہوگیا اور اس نے خود جنوبی بحر اوقیانوس کے ایک جزیرے میں قید ہو کر زندگی گذار دی، ہر طرح کی بے رحمی اور سنگدلی اس سے منسوب کی گئی اور اب یہ عالم ہے کہ دنیا کی پبلک زندگی میں چند اشخاص ایسے ہیں جو شہنشاہ بننے کے بعد کسی قبرستان میں دفن ہو جانے کی تمنا رکھتے ہیں،

اس لئے ہمیں اس بات پر تعجب نہیں ہونا چاہئے کہ تاریخ کے جاننے والے اب پوچھنے لگے ہیں کہ آیا ایڈولف ہٹلر میں نپولین کے جو اوصاف پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ دنیا کے تمام خودسر اور مطلق العنان فرمانرواؤں کو ہوا دیتا زکم ازکم ایک مرتبہ نپولین سے ضرور تشبیہ دیا جاتا ہے. ظاہر ہے کہ جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے ان کے درمیاں کسی قدر مشابہت بھی ہوتی ہے، ایک شخص جو وردی پہنے ہوئے اپنے اسٹاف کے درمیان شان سے بیٹھا ہو، اسی طرح کے بالکل دوسرے شخص کا مشابہ ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے سر کے بالوں کو ایک خاص وضع کا رکھیں تاکہ مجمع میں دور سے پہچانے جاسکیں

لیکن ایسی مشابہتیں زیادہ تر سطحی ہوتی ہیں اگر صحیح معنوں میں موازنہ کرنا ہو تو ضرور ہے کہ دونوں کے کردار کی حقیقتوں کو زیادہ قریب سے دیکھا جائے، نپولین اور ھٹلر میں یہ مشابہت ہے کہ دونوں تاریکی سے یکایک روشنی میں آئے اور طاقتور بن گئے، لیکن کس طرح؟

نپولین نے فرانس پر اقتدار حاصل کیا کیونکہ اس کا ملٹری ریکارڈ بہت اچھا تھا وہ ایک ماہر سپاہی تھا اور اس کی رہنمائی میں بحیرہ روم سے لے کر آسٹریا کے مقام تک فرانسیسی فوجوں نے دو مرتبہ پوری فتح حاصل کی تھی، اس سے صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ وہ فن جنگ میں کامل مہارت رکھتا ہے نصف یورپ کی تمام فوجیں فرانس کی مخالف تھیں اور فرانس کا فرض تھا کہ وہ اپنی حفاظت کرے چنانچہ اس نے نپولین کی اہمیت کو پہچان لیا،

لیکن فرانس کے دشمن صرف فرانس کے باہر ہی نہ تھے بلکہ اندر بھی تھے، اور ان اندرونی دشمنوں کی بابت فرانسیسیوں کی پرامن زندگی کو بھی خطرہ لاحق ہوگیا تھا نپولین جانتا تھا کہ کمانڈ کس طرح کیا جاتا ہے اسے حکمرانی کی بھی عادت سی پڑ گئی تھی اس لئے اس نے اپنی طاقت کو مضبوط بنا لیا،

ھٹلر نے جس طرح جرمن آبادی پر اقتدار حاصل کیا اس کا طریقہ بالکل اور تھا اس میں نپولین کی کوئی مہارت یا کمال موجود نہ تھا، فوج کو کمانڈ کرنے کے متعلق ھٹلر کا کوئی ریکارڈ بھی نہ تھا، جنگ عظیم کے زمانے میں بھی ھٹلر کارپورل کے معمولی عہدے سے آگے نہ بڑھ سکا تھا،

ہٹلر کوئی قابل فوجی افسر یا حکمراں نہیں ہے وہ صرف کسی سیاسی مشین کے اندر سب سے بڑے اور اہم ترین پرزہ کا کام دے سکتا ہے اس میں یہ وصف ظاہر ... اور بعض سازش کی عادت موجود ہے اسی کے ذریعہ اس نے جرمنی کے سیاسی اسٹیج پر اپنا سایہ ڈال دیا.

ھٹلر کے کیرکٹر میں کوئی چیز مشابہت نہیں رکھتی ہاں اتنا ضرور ہے کہ دنیا کے مطلق العنان اشخاص کی طرح ان دونوں میں سنگدلی کا مادہ مشترک معلوم ہوتا ہے اس لئے جس طرح نپولین نے اسپین کا خاتمہ

کیا تھا، اسی طرح ہٹلر نے زیکوسلوواکیہ اور پولینڈ کا خاتمہ کیا،

بعض وقت اس نے اپنے سامعین پر رعب جمایا اور بعض مرتبہ سخت ترین سازشیں کیں،

ان حالات سے ظاہر ہے کہ نپولین کی اولوالعزمی اور

نپولین اور ھٹلر اپنی سلطنتوں اور طبیعت کے اعتبار

ترکیبی کے ساتھ بالکل جدا گانہ ہیں، لیکن جہاں تک امپائر قائم کرنے کے جنون سے تعلق ہے، دونوں میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے اور جہاں تک زندگی کے آخری لمحات کا تعلق ہے غالباً ھٹلر اور نپولین میں کچھ زیادہ فرق نہ پایا جائے گا، ظاہر ہے کہ جب ھٹلر نے یہ ارادہ کیا ہے کہ نپولین کی طرح وہ اپنی فتوحات کے ذریعہ جرمن امپائر قائم کرے تو اسکو نپولین کی قسمت کا بھی ساتھ دینا پڑیگا،

اس سلسلہ میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ھٹلر نے اب تک کوئی جنگی کارنامہ پیش نہیں کیا ہے یہ ضرور ہے کہ اسے اپنے ساتھیوں کا اعتماد حاصل ہے لیکن وہ ساتھی بھی اسی فکر میں ہیں کہ جب موقع ملے وہ ہٹلر کی جگہ خود لے لیں ؛

افکارِ عالیہ

(از جناب پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق ایم، اے، گورکھپوری)

{خاص "تیج ویکلی" کے لئے}

اپنی محفل سے اُٹھایا بھی نہیں
اہل غم کا حال پُوچھا بھی نہیں

کیوں شکایت ہو کہ دیکھا بھی نہیں
درد فرقت کچھ تماشا بھی نہیں

جی بھر آیا - ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے
اُس نے دامن کو چھڑایا بھی نہیں

جیسے نشتر بھی لئے ہو وہ نگاہ
مائلِ خونِ تمنا بھی نہیں

کچھ کسی کی یاد کو وقفہ بھی دے!
رات دن یہ درد اچھا بھی نہیں

چھوڑ بیٹھیں گوشۂ دامانِ یار
اضطرابِ دل اب اتنا بھی نہیں

بیکسی بھی ہے مری رشکِ نشاط
عشق کو غم کا سہارا بھی نہیں

اک قیامت ہے نہ کھلنا بھی ترا
عشق نے لیا تو پردا بھی نہیں

تجھ سے باتیں بھی نہ جی بھر کے ہوئیں
آنکھ بھر کے تجھکو دیکھا بھی نہیں

مٹ گیا یوں تو فریبِ حسن پر
دل نے کھایا ایسا دھوکا بھی نہیں

ناامیدی اُن کی دیکھا چاہیئے
جنکو اب تیرا بھروسا بھی نہیں

کچھ امیدیں بھی تھیں پہلے عشق کو
اب زمانہ وہ زمانہ بھی نہیں

اب تو کچھ دل کو ٹھہرنا چاہیئے
اب تو کوئی یاد آتا بھی نہیں

یہ سکونِ یاس بیجا ہے فراق
ہم نے مانا وہ کسی کا بھی نہیں

"ہاں" — از پریمی

صبح کا وقت ہے نازک جھلملاتے ہیں نسیم سحر چل رہی ہے میں اپنی بیقرار دل کو لئے گوشۂ تنہائی میں بیٹھا ہوا ہوں اور اپنی عمر رفتہ پر آنسو بہا رہا ہوں آنکھیں آنسوؤں کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہیں، کشتی حیات ناامیدیوں کے دریا میں ڈگمگا رہی ہے، بہار کی صبح شام موسم کی شادمانیاں اور آسمان کے جھلملاتے حسین ستارے شاہد ہیں چاندنی میری بیتابیوں اور بیقراریوں کا گواہ ہے کہ تمہاری یاد میں کس طرح تڑپتا ہوں میرے روئیں روئیں میں تمہاری یاد بسی ہے جب سانس آتا ہے اور جاتا ہے تو مجھ کو تمہارے پریم کی راگنی سنائی دیتی ہے محویت کا یہ عالم ہے کہ میں تجھ میں گم ہو گیا ہوں لیکن پھر بھی تم میری طرف سے غافل ہو

ان مسرت بخش ایام کی یاد کا کیا کہنا جبکہ تمہاری جلوہ آرائی میرے دل کا عنوان تھا، وہ راز و نیاز کی ابتدائی نعمتیں صبح عشرت اور شام مسرت کی لطف انگیزیاں اور محبت کے شکوے شکایتیں. اب اس عہد رفتہ کی یاد ستاتی ہے اب تو وہ زمانہ بھی طرح خواب و خیال ہو گیا،

تیرے حسن جمال کی سحر کاریاں میں نے بھلا دینی چاہیں لیکن اسکے عرفانی نقوش میرے دل سے محو نہ ہوسکے اور اب تیری محبت کا نقش دل سے مٹائے نہیں مٹ سکتا اب تو ہے اور تیری یاد،

~~~ × ~~~ × ~~~ × ~~~ ×
~~~

تیج ویکلی دہلی

۱۶ اپریل سنہ ۱۹۴۰ء

قومی ہفتہ
اس کے اختتام پر ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے

اس وقت جبکہ ہم یہ تحریر لکھ رہے ہیں قومی ہفتہ ختم کے قریب ہے۔ آ پہونچا ہے اس میں صرف ایک دن اور سب سے زیادہ اہم اور آخری دن باقی ہے یعنی ۱۳ اپریل جو "جلیانوالہ باغ ڈے" کے نام سے مشہور ہے اس تاریخ پر ہماری قومی زندگی کو اپنی انتہائی پستی اور بے دست و پائی کا نظارہ کرنا پڑا تھا، اس لئے یہی تاریخ ہمارے لئے اپنی حالت کے احساس سے پیدا شدہ قومی بیداری کی اہم ترین تاریخ ہے اور یہ بیس سال سے اب تک منائی جا رہی ہے، دنیا میں جب کسی قوم کا زوال انتہائی حد تک پہنچ جاتا ہے تو کسی ایسے ہی واقعہ سے جو اسے خواب غفلت سے بیدار کر دے اس کی کتاب زندگی کا نیا باب شروع ہوتا ہے اور اس کے عروج کا دروازہ کھلتا ہے،

یہی سبب ہے کہ یہ قومی ہفتہ ہندوستان کی جدید تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور مہاتما گاندھی کی ہدایت سے یہ ہفتہ قوم کے تعمیری کاموں اور کانگریس کے تعمیری پروگرام کو چلانے کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے، جب یہ پرچہ ہمارے ناظرین کے ہاتھوں میں ہوگا، یہ قومی ہفتہ ختم ہو چکا ہوگا، دنیا میں ہر لمحہ اور ہر گھڑی اور ہر وقت اور ہر روز اور ہر ہفتہ اسی لئے ہے کہ آئے اور ختم ہو جائے لیکن وقت کے صرف آنے اور ختم ہو جانے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے اس بیش قیمت وقت کو صحیح طور پر استعمال کیا ہے یا نہیں؟ اگر ہم نے وقت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے، اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا ہے اور اس قومی ہفتہ کے اندر وہ تمام کام پوری دیانتداری سے انجام دئے ہیں جو ہمارے قومی فرائض میں داخل ہیں اور ہمارا ضمیر مطمئن ہے کہ ہم نے مادر وطن کو اور اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیا ہے تو یقین کیجئے کہ کامرانی و کامیابی ہمارے ساتھ ہے، اور اگر ہم نے وقت کو ضائع کیا ہے اور قومی ہفتہ کے اندر کسی عذر اور بہانے سے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کی ہے، تو ظاہر ہے کہ کھوئی ہوئی ہر بیش قیمت گھڑی نہ صرف ہمیں منزل مقصود سے دور کر دیتی ہے بلکہ اس بدسلوکی دینے غفلت کا انتقام بھی ضرور لیتی ہے۔

یہی سبب ہے کہ ہم نے اوپر کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ قومی ہفتہ کے اختتام پر ہمیں اپنے حالات اور اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس تعمیری پروگرام پر جو کانگریس نے ہمارے لئے معین کر دیا ہے اور جس کی مکمل آزادی کی کسی آئندہ جدوجہد سے پہلے مہاتما گاندھی کی شرط اولین ہے، کس حد تک عمل کیا ہے؟

ہمیں اس سلسلہ میں حکومت کی طرف نگاہ اٹھا کر اس کے طرز عمل کو دیکھنا نہیں چاہیئے اور خیال سے بے نیاز ہو جانا چاہیئے کہ حکومت نے یا اس کے کسی عامل و نمائندے نے اس قومی ہفتہ کے اندر لوگوں پر کیا کیا پابندیاں عائد کیں، اور ہندوستان کے مختلف حصوں میں کتنے آدمی گرفتار کئے گئے، بلکہ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ خود ہم نے کیا کیا؟ یہاں پر ہم سے مراد "ہم" اور "آپ" دونوں ہیں، اب آپ خود غور کریں کہ کیا آپ نے قومی ہفتہ کے پورے پروگرام پر دیانتداری سے عمل کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو آپ قابل مبارکباد ہیں!

یہ تو آپ سن چکے ہیں کہ مہاتما گاندھی اسی قومی ہفتہ میں انجام دئے ہوئے کاموں کو دیکھ کر یہ اندازہ کریں گے کہ ملک اس وقت آزادی کی جدوجہد کرنے کے لئے تیار ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مہاتما گاندھی کی پہلی شرط سچائی اور عدم تشدد ہے وہ چاہتے ہیں کہ خیال، عمل اور بات میں ہر شخص عدم تشدد سے کام لے، اور تشدد کا اگر ذرہ بھی جذبہ دل میں موجود ہے تو اسے نکال پھینکے اس لئے وہ پہلا جائزہ جو اپنی حالت کے متعلق لیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم مکمل عدم تشدد کے اصول پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟

اس کے بعد مہاتما جی کی دوسری شرائط بھی آپ کو معلوم ہیں وہ کیا ہیں؟ کھدر، ہندو مسلم اتحاد اور چھوت چھات کا خاتمہ، ہمیں ان تینوں چیزوں کے متعلق بھی اپنے طرز عمل کا ضروری جائزہ لینا ہے ملاحظہ کیجئے، راشٹرپتی آزاد کیا فرماتے ہیں:-

"آپ اپنے دلوں کو ٹٹولیں، اور دیکھیں کہ کیا آپ نے کانگریس کے تعمیری پروگرام کے اصولوں کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے؟ اور کیا آپ نے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنایا ہے؟ کانگریس کے تعمیری پروگرام میں ہندو مسلم اتحاد کو سب سے بڑی اہمیت حاصل ہے آپ کو ان دونوں فریقوں کے درمیان اتحاد پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھنا چاہیئے تاکہ ہماری قومی جدوجہد میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے۔ سوتے اور جاگتے، انفرادی حیثیت سے یا اجتماعی طور پر آپ کو یہی کوشش کرنی چاہیئے کہ خیال اور عمل میں اتحاد پیدا ہو"

اس کے بعد مولانا آزاد نے چھوت چھات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہندوستان کی قومی زندگی کے لئے یہ ایک خطرہ عظیم ہے یہ ہندوستانی قومیت کی توہین ہے اور اسے دور کر کے سب کو ایک ہو جانا چاہیئے،

رہا کھدر اور چرخہ کا مسئلہ تو کانگریس کے تعمیری پروگرام میں اس کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مہاتما جی کے "چرخہ" نہ صرف "عدم تشدد" کی علامت ہے بلکہ ہندوستان کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سی ظاہر بیں نگاہوں نے چرخہ اور کھدر اور خالص سودیشی کی اہمیت کو سمجھا ہی نہیں ہے، کھدر کے استعمال سے ایک تو ہندوستان کا اقتصادی مسئلہ بڑی حد تک حل ہو جاتا ہے دوسرے اس سے غریبوں کو روٹی ملتی ہے اور تیسرے یہ کہ عوام الناس کا غریب طبقہ بلند طبقہ سے قریب تر آ جاتا ہے، اور ہندوستان کی آبادی میں بلا لحاظ مذہب و ملت ہم آہنگی، ہم رنگی اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے،

اب اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، کوئی بات ایسی نہیں ہے جو آپ کو معلوم نہ ہو اب آپ کانگریس کے اس پروگرام کے پیش نظر قومی ہفتہ میں اپنے کاموں کے متعلق اپنے دل کی تلاشی لیں اور عہد کریں کہ آپ اس پروگرام کی تکمیل کو اپنی زندگی کا بہترین فرض سمجھیں گے، اگر آپ نے ایسا کر لیا تو یقین کیجئے کہ آپ سوراجیہ سے قریب ہیں!

جنگ کی صورت حال!

چند دنوں سے جو خبریں آ رہی ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی اور اتحادیوں کے درمیان اب جنگ صحیح معنوں میں شروع ہو گئی ہے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جنگ کا کوئی اصلی محاذ معین ہو گیا ہے یا ہمارے سامنے آ گیا ہے اس وقت حالت یہ ہے کہ ڈنمارک پر قبضہ کرنے کے بعد جرمن فوجوں نے ناروے کے چند اہم مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اب برطانوی حکومت نے ناروے کی امداد کی ہے اور دونوں مل کر جرمنی کے ساتھ لڑ رہے ہیں اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سردست جنگ کا اصلی میدان "مغربی محاذ" نہیں ہے بلکہ ناروے اور اس کے پیچھے کا شمالی سمندر ہے جس وقت ہم یہ نوٹ لکھ رہے ہیں اُن اطراف سے خبریں کم آ رہی ہیں لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ نے جرمنی سے ناروے کے چند اہم مقامات چھین لئے ہیں، ناروے ایک غیر جانبدار ملک تھا لیکن اب وہ دو جنگ آزما فریقوں کے درمیان پس رہا ہے، گویا چکی کے دو پاٹوں میں آ گیا ہے، معلوم نہیں آئندہ اس ملک کا حشر کیا ہوگا، جنگ کے متعلق مزید معلومات کے لئے صفحہ ۱۲ پر "رفتار زمانہ" ملاحظہ فرمائیے۔

مہاتما گاندھی کا مشورہ!

مہاتما گاندھی نے اخبار "ہریجن" میں بعض سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسلم لیگ کی اس غلط فہمی کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو پیدا کر دی ہے مسلم لیگ کا یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ ہندوستانی ایک قوم نہیں ہیں، آپ فرماتے ہیں مجھے یقین نہیں ہے کہ عملاً جب تقسیم کا سوال آئے گا تو مسلمان جیسے سمجھے کرنا چاہیں گے، ان کی نیک فہمی انہیں باز رکھے گی، خود ان کا مفاد ایسا نہ کرنے دیگا، جو تقسیم کا نتیجہ ہوگی دو قوموں کی تھیوری ہی غلط ہے ہندوستان کے مسلمانوں کی زبردست مسلم اکثریت اسلام میں مذہب تبدیل کر کے داخل ہوئی ہے یا ایسے ہی لوگوں کی اولاد ہے تبدیل مذہب کرتے ہی وہ الگ قوم نہیں بن گئے ایک بنگالی مسلمان وہی زبان بولتا ہے جو بنگالی ہندو بولتا ہے وہی کھانا کھاتا ہے اور وہی تفریحیں کرتا ہے جو اس کا ہندو پڑوسی کرتا ہے ان کی وضع بھی یکساں ہے یہی بات کم و بیش مدراس کے غریب طبقہ پر بھی صادق آتی ہے اور زیادہ تر ہندوستان کی آبادی انہیں لوگوں پر مشتمل ہے ہندوستان کے ہندو اور مسلمان دو قومیں نہیں ہیں جنہیں خالق نے ایک بنایا ہے انہیں انسان کبھی تقسیم نہیں کر سکتا!

ایک ستم ظریفی

وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ نے ایک تقریر کی ہے جس میں آپ نے ہندوستان کی دونوں بڑی جماعتوں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیڈروں سے اپیل کی ہے کہ وہ اختلافات کی خلیج کو پاٹ ڈالیں۔ صرف اپیل ہی نہیں بلکہ انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ان کو شش کے ساتھ کہہ رہے ہیں اسے اٹھا نہ رکھنا چاہیئے۔ اس اپیل کا نتیجہ جب ہم لارڈ زٹلینڈ کی اس تقریر پر بحث کرتے ہیں جس میں انہوں نے مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم ہند کا تذکرہ کیا تھا ہمدردی کی نظر سے۔ زٹلینڈ کا یہ جدید مشورہ ایک سنجیدہ ظاہر ہے وہ وقعت نہیں رکھتا۔ لارڈ زٹلینڈ کی اس اپیل میں جو سب سے زیادہ دلچسپ بات ہے وہ یہ ہے کہ آپ اتنا فرما کر خاموش ہو جاتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ آپ کے اس نقطۂ نگاہ کے مطابق ہندوستان میں اتحاد ہو جائے گا تو اس کے بعد کیا ہوگا؟ کیا لارڈ زٹلینڈ کی حکومت اس بات کے لئے تیار ہے کہ فرقہ دارانہ اتحاد ہوتے ہی ہندوستان کو آزاد کر دیگی؟ اگر لارڈ زٹلینڈ یہ چاہتے ہیں کہ موجودہ جمود ختم ہو جائے تو صرف دونوں فرقوں سے اپیل کرنے کی بجائے ان کو صاف صاف کہنا چاہیئے کہ حکومت اس بات کے لئے تیار ہے کہ اپنے وعدے پورا کرے؟ ہمارا تجربہ کہتا ہے کہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے اور برطانی حکومت صرف وقت گذار کر اپنا کام نکالنا چاہتی ہے۔

مسٹر سی ایف اینڈروز کی وفات

پچھلے ہفتہ جب تیج ویکلی کی تمام کاپیاں پریس میں جا چکی تھیں تو ہمیں مسٹر سی۔ ایف اینڈروز کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی۔ آپ کلکتہ میں کچھ دنوں سے بیمار تھے اور اس بیماری کے سلسلہ میں جو آخری آپریشن ہوا اس میں آپ کی روح نے جسم خاکی کو خیرباد کہدیا۔ کچھ روز ہوئے مہاتما گاندھی نے بھی کلکتہ کے ہسپتال میں آپ سے ملاقات کی تھی۔ مسٹر سی۔ ایف اینڈروز کی ساری زندگی خلق خدا کی خدمتوں پر مشتمل تھی۔ آپ ہندوستان کے بہت بڑے خیرخواہ تھے ملک آپ کا وطن ثانی تھا اور اس سے جو محبت آپ کے دل میں تھی اس کا ثبوت یہی ہے کہ اسی ملک کی خدمتوں کو اور اسی ملک کی سرزمین کو آپ نے اپنی جان نذر کردی۔

آپ غریبوں کے دوست اور مصیبت زدوں کے مددگار اور پسماندہ جماعتوں کے دکھ درد میں شریک تھے آپ کی زندگی اس خودغرض زمانے میں بے لوث و بے معاوضہ خدمت کی ایک بہترین مثال تھی اور دوسروں کے لئے ایک ایسی شمع ہدایت تھی جس کی روشنی میں ساری دنیا کے لئے نجات [illegible]۔ خدمت [illegible] موجود تھا۔ اینڈروز کی وفات پر ہم اپنے دلی غم کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ پرماتما آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

لبرلوں کی مرکزی پارٹی

چونکہ ہندوستان کی لبرل پارٹی کے پاس کوئی حقیقی کام نہیں ہے اس لئے وہ نئی نئی غیرمفید اسکیمیں بناتی رہتی ہے۔ پچھلے دنوں بمبئی میں لبرلوں کا ایک جلسہ ہوا ہے جس میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک "سنٹر پارٹی" یعنی لبرلوں کی ایک مرکزی جماعت قائم کی جائے۔ اس پارٹی کا مقصد یہ بتلایا گیا ہے کہ ایک طرف وہ حکومت پر دباؤ ڈالے کہ ہندوستان کو جلد از جلد ڈومینین سٹیٹس دیدیا جائے اور دوسری طرف کانگریس کی تحریک سول نافرمانی کو روکے۔ اوّل الذکر یعنی حکومت پر دباؤ ڈالنے کے مقصد کا نتیجہ تو ہمیں معلوم ہے وہ وہ یہ ہے کہ اس پارٹی کی تجویزیں حکومت کے طرز عمل پر ذرہ برابر بھی اثر انداز نہیں ہو سکتیں لیکن اس پارٹی کا جو عملی کارنامہ ہوگا وہ صرف یہی ہوگا کہ کانگریس کی راہ میں روکاوٹیں ڈالی جائیں گی۔ [illegible] گذشتہ تحریکوں کے زمانہ میں بھی کانگریس نے لبرلوں کی کوئی پرواہ نہیں کی ہے اور نہ آئندہ کرے گی مگر لبرل حضرات بڑی خوشی سے حکومت کے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں بننے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

قانون ترمیم ضابطہ فوجداری

صوبہ یو۔ پی کی حکومت نے سہارنپور کے ضلع میں "کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ" یعنی قانون ترمیم ضابطہ فوجداری نافذ کردیا ہے۔ ایسا کیوں کیا گیا اس کا کوئی سبب ہمیں نہیں بتلایا گیا ہے بلکہ صرف ایک غیرمعمولی گزٹ کے ذریعہ یہ قانون نافذ کردیا گیا ہے جس کے ذریعہ شہریوں پر سخت ترین پابندیاں عاید ہوتی ہیں۔ اس قانون کا استعمال جس طرح پہلے کیا جا چکا ہے وہ بھی پوشیدہ نہیں ہے یہ ممکن ہے کہ حکومت یو۔ پی کے پاس اس کے نفاذ کا کوئی مناسب سبب موجود ہو۔ یا وہ اس ضلع میں خاکساروں کی نقل و حرکت روکنا چاہتی ہو لیکن کم از کم یہ ضرور ہے کہ ایک پریس نوٹ کے ذریعہ پبلک کو وہ اسباب بتا دیئے جائیں جنکی بناء پر یہ غیرمعمولی قانون نافذ کیا گیا ہے۔

صحیح جواب

لاہور کے اجلاس مسلم لیگ کے ریزولیوشن کا صحیح اور ترکی بہ ترکی جواب سارے سکھ بھائیوں نے دیا ہے جنھوں نے تقسیم ہندوستان کے سلسلہ میں یہ مطالبہ کیا ہے کہ سکھوں کی حکومت کیلئے ایک خطۂ زمین الگ کردینا چاہیئے اس سلسلہ میں سکھ حضرات نے ایک عظیم الشان جلسہ کیا تھا اور ایک بہت بڑا جلوس نکالا تھا کیا کوئی شخص سکھوں کی اس تجویز پر اعتراض کر سکتا ہے؟ جب مسلم لیگ کے مٹھی بھر فرقہ پرستوں کو سمجھ کے مطابق نجات کا حق حاصل ہے تو ہندوستان کی دوسری قوموں کو اس حق سے کس طرح باز رکھا جا سکتا ہے۔ اب تو مسلم لیگ کے [illegible] کی سمجھ میں یہ بات آجانی چاہیئے کہ ان کا مطالبہ کیسا مضحکہ خیز ہے۔

ہمارا کراس ورڈ معمہ!

اس ہفتہ ہمارا کراس ورڈ معمہ نمبر (۱۳) ناظرین کے سامنے ہے گذشتہ ہفتہ کی اشاعت میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ آپ اپنے معموں کو بہتر صورت میں دیکھیں گے چنانچہ اس ہفتہ کے معمہ اور اس کی ترتیب کو دیکھ کر آپ خود اندازہ فرمائیں گے کہ اصلاح و ترقی کا ایک بڑا قدم اٹھایا گیا ہے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ معموں کے نقشے بڑھا دیئے گئے ہیں یعنی اب ہر اشاعت میں چھ نقشوں کی بجائے نو نقشے ہوا کریں گے جن سے ناظرین کو یہ فائدہ ہوگا کہ نتیجہ نکلنے [illegible] معمہ کی شرائط کے مطابق زیادہ سے زیادہ حل حاصل کر سکیں گے انہیں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مزید نقشے ہیں جنہیں آپ اپنے بھیجے ہوئے حلوں کی نقلیں مکمل تعداد میں رکھ سکیں گے دوسری تبدیلیاں یہ ہوئی ہیں کہ انعامات کی رقم میں کافی اضافہ کردیا گیا ہے اور سب سے نئی انعامات کے درجے تین کی بجائے چار ہوا کریں گے تاکہ شرکا معمہ میں سے [illegible] حضرات انعام حاصل کرسکیں۔

اب ہم ناظرین کی توجہ چند ضروری باتوں کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ کراس ورڈ معموں سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ناظرین کو وہ تمام قاعدے اچھی طرح پڑھ لینے اور سمجھ لینے چاہئیں جو معمہ کے ساتھ صفحہ نمبر ۲۲ پر شائع ہوتے ہیں اور ان کی پوری پابندی کرنی چاہیئے دوسرے یہ کہ اپنے حلوں کو لفافہ میں رکھنے سے پہلے دوبارہ یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ کوئی خانہ خالی تو نہیں رہ گیا ہے بعض حضرات اپنے بھیجے ہوئے حلوں کی صحیح نقلیں اپنے پاس نہیں رکھتے اور انعامات کی فہرست شائع ہونے کے بعد ہمیں اپنی غلطیوں کی تعداد کو عمداً یا سہواً کم کرکے لکھ بھیجتے ہیں، حالانکہ ان کے حلوں کو دوبارہ جانچنے پر ان کا دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے دفتر میں حلوں کے نقشوں کی جانچ انتہائی غور و احتیاط کے ساتھ کی جاتی ہے اس لئے ہمارے فیصلوں میں کوئی غلطی نہیں ہوتی ہم نے اب تک "السٹریٹیڈ ویکلی" یا "اورینٹ" کی طرح حل کے کسی نقشہ کی دوبارہ جانچ کے لئے کوئی فیس نہیں رکھی ہے اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ شرکا معمہ بھی ہمارے وقت کی قدر و قیمت کا خیال فرمائیں گے،

بعض حضرات یہ کرتے ہیں کہ اپنے بھیجے ہوئے نقشوں کے ساتھ منی آرڈر کی رسید نہیں بھیجتے بلکہ صرف رسید کا نمبر نقشہ پر لکھ دیتے ہیں ان سے استدعا ہے کہ قاعدے کی پابندی ضرور کریں، اور منی آرڈر کی رسید اپنے نقشوں کے ساتھ رکھدیا کریں اس قاعدے کی پابندی سے انہیں کو فائدہ پہنچے گا، اور وصولی رقم کی جانچ میں کسی غلطی کا امکان باقی نہ رہے گا۔

ایک دو حضرات نے ہم پر بہت ہی عجیب اعتراض کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ "آپ کے معمہ میں اشارات کی وجہ سے ایک ایک خانے کے لئے دو یا تین لفظ بن جاتے ہیں" ان کی غرض یہ ہے کہ ہر خانے کے لئے صرف ایک ہی لفظ بننا چاہیئے۔ غور کیجئے کہ اگر ایسا ہو تو ہزاروں میں تمام کے تمام نقشے صحیح ہوں گے، اور انعامات کی رقم ریزوں کی صورت میں نہیں بلکہ پیسوں اور دھیلوں میں تقسیم ہو کر بھی شاید پوری نہ پڑے گی معمہ کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ متعدد الفاظ میں ایک کی بجائے دو یا تین حل بنتے ہوں جنہیں صرف ایک حل ہمارے دیئے ہوئے "اشارہ" پر غور کرنے سے صحیح بنتا ہو

چند حضرات نے دریافت کیا ہے کہ جو شخص حلوں کی تعداد سب سے زیادہ بھیجتا ہے اسے اپنے مخصوص انعام کے علاوہ دوسرا انعام بھی مل سکتا ہے یا نہیں؟ یہ بہت موٹی سی بات ہے سب سے زیادہ نقشوں کی تعداد کا انعام "صرف تعداد" ہی کے لئے ہے معمہ کے حلوں کی نوعیت اور خوبی کے لئے نہیں ہے، اس لئے اگر سب سے زیادہ حل بھیجنے والے شخص کا کوئی حل صحیح یا تقریباً صحیح ہوگا تو وہ "تعداد" کے انعام کے علاوہ دوسرے انعام کا بھی مستحق ہوگا ان سے صحیح یا کم سے کم غلطیوں والے انعامات کی فہرست میں بھی شامل کیا جائے گا، چند ضروری باتیں ہم نے "معمہ نوٹس" کے کالم میں لکھدی ہیں آئندہ ہم ایسی تحریروں اور معترضین کا جواب دینے کے لئے کوئی دوسرا کالم معین کردیں گے۔ ہم اپنے ناظرین سے استدعا کرتے ہیں کہ ان معموں میں وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوں تاکہ انعامات کی رقموں میں بھی گراں قدر اضافہ کیا جاسکے،

اجمیر میں حکام کا طرزِ عمل!

اطلاع آئی ہے کہ اجمیر کے ضلع مجسٹریٹ نے قومی ہفتہ میں تمام سیاسی جلسوں کو ممنوع قرار دیدیا ہے اور وہاں کے نمائش کے سیکرٹری کو یہ حکم دیا تھا کہ ایک گھنٹہ کے اندر قومی جھنڈا گرا دیا جائے جب اس حکم پر عمل نہیں کیا گیا تو پولیس نے خود وہاں جاکر قومی جھنڈے کو گرا دیا۔ ان خبروں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجمیر میں شہری آزادی کا بالکل ہی خاتمہ کردیا گیا ہے ہندوستان کا یہ چھوٹا سا صوبہ جو "اجمیر میرواڑہ" کہا جاتا ہے براہ راست حکومت ہند کے تحت میں ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حکومت ہند، حکام اجمیر کے اس طرز عمل کو پسند کرتی ہے؟

شریت آینگر کی وائسرائے سے ملاقات!

گذشتہ ہفتہ سیٹھ گھنشام داس برلانے وائسرائے سے ملاقات کرنے کے بعد گاندھی جی سے ملاقات کی، اسی ہفتہ شریت ایم ایس اینگر نے وائسرائے سے ملاقات کی اور اس کے بعد آپ مالویہ جی سے ملے، اور پھر گاندھی جی سے ملے، ان ملاقاتوں سے قدرتی طور پر سیاسی حلقوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ اب ایک بار پھر وائسرائے سے گاندھی جی کی ملاقات کا سلسلہ شروع ہوگا اگر ایسا ہوا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سے کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے ہمیں اس معاملہ میں شبہ ہے کیونکہ کانگریس کا ریزولیوشن بالکل صاف ہے اور گاندھی جی کے مضامین نے پوزیشن کی بالکل وضاحت کردی ہے اسکے علاوہ حکومت ہند نے بھی کانگریسی لیڈران کو اچھی طرح معلوم ہے اب تو وائٹ ہال کو اپنا سخت رویہ بدلنے کی ضرورت ہے اور جب تک ایسا نہیں ہوتا ملاقاتوں اور کانفرنسوں سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا؛

اشارات

مرکزی اسمبلی کا بجٹ سیشن ختم ہوگیا۔ اس "واقعہ" کے متعلق ہمارا ایک معاصر یہ رائے دیتا ہے کہ اب مرکزی اسمبلی کو ایک انگریز شاعر کا یہ گیت گانا چاہئے:- (ترجمہ) "ہم جاگتے رہے۔ ہم سوتے رہے۔ ہم انگڑائیاں لیتے رہے۔ خرّاٹے بھرتے رہے۔ ہم گاتے رہے۔ مرنا چاہتے رہے۔ ہم ہنستے رہے۔ ہم روتے رہے۔ ہم نے روپیہ کمایا۔ ہم نے روپیہ خرچ کیا۔ ہم نے خوشی بھی منائی۔ ہم غم میں بھی مبتلا رہے۔ لیکن دو چیزیں سب سے زیادہ اچھی رہیں۔ ایک تنخواہ اور دوسری نقد رقم۔"

اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اب کے بجٹ سیشن میں مرکزی اسمبلی کے چند ممبران سوتے ہوتے "پکڑے" گئے۔ رہا معاملہ نقد رقم کا، تو اس معاملہ پر اس سال مرکزی اسمبلی کے سر پر ایک "دیماقلیس" (Democles) کی تلوار ضرور دنوں تک لٹک رہی تھی اور ممبروں کے سواری الاؤنس اور دوسرے الاؤنس میں کمی ہو جانے کا "خطرناک" امکان پیدا ہوگیا تھا۔ یہ حضرات اپنی اپنی جگہ پر سہمے ہوئے بیٹھے تھے کہ یکایک مسٹر ظفر اللہ نے جو ایوان اسمبلی کے لیڈر ہیں، انکی امداد کی اور یہ خوشخبری سنائی کہ ممبروں کے سواری الاؤنس اور دوسرے الاؤنس میں تخفیف کا ریزولیوشن پیش نہیں کیا جائے گا۔

اس نوید روح پرور سے ممبروں کو یقیناً بڑی مسرت ہوئی ہوگی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مرکزی اسمبلی کے ممبران آسام، مدراس، بمبئی وغیرہ جیسے دور دراز مقامات سے دہلی آئیں اور اپنی موٹر کاریں ساتھ نہ لائیں! اور پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حکومت اس سواری کو ریل کے "ٹرک" پر رکھ کر ساتھ لانے کا خرچ ادا نہ کرے؟ یہ تو ہر اس انسان کا جو مرکزی اسمبلی کا ممبر ہو سکے پیدائشی حق ہے! اس حق کو جو چھینے گا وہ ہشتگر کا بھائی سمجھا جائے گا۔ ایک معاصر نے یہ اشارہ کیا ہے کہ بجٹ سیشن کے موقع پر دہلی میں بہت سی پرانی موٹر کاریں بہتر گاڑیوں سے تبدیل کی جاتی ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہتے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ مسٹر ظفر اللہ نے بڑی مہربانی کی اور ممبروں کو بہت سی تکلیفوں سے بچایا۔

ایک چھوٹی سی کہانی سنیے۔ کسی زمانے میں ایک جرمن رئیس ہندوستان میں شکار کھیلنے آیا تھا کسی جنگل میں اسے سانپ نے ڈس لیا۔ اس کے ڈاکٹر نے جو ہر وقت پاس موجود رہتا تھا اسے "اسٹرکنین" (ایک سخت ترین زہر) کا انجکشن دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ مریض کچھ دیر تک سنبھلنے کے بعد اس زہر کے عمل سے پھر خطرے میں پڑ گیا۔ ڈاکٹر نے اسے پھر سانپ کے زہر کا انجکشن دیا، اور جب حالت اور بگڑ گئی تو پھر "اسٹرکنین" کا انجکشن دیا۔ غرض یہی سلسلہ قائم رہا۔ یہاں تک کہ دونوں دوائیں ختم ہونے پر آگئیں اور مریض نے گھبرا کر ڈاکٹر کو گولی مار دی۔ اس کے بعد وہ اچھا ہوگیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زہریلی دوائیں بہت خطرناک ہوا کرتی ہیں۔ ان کے استعمال میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ غالباً یہی سبب ہے سر گرجا شنکر باجپائی نے اس سال اسمبلی میں "ڈرگس بل" (Drugs Bill) پیش نہیں کیا!!

دہلی میں میونسپل انتخابات کے سلسلہ میں چند مقدمات پیش ہیں۔ ان میں سے ایک مقدمہ کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ کسی ممبر کے لئے بہت سے زنانہ ووٹروں نے جو ووٹ دیئے تھے ان کی جانچ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ووٹ دینے والیوں کی تعداد رجسٹر میں درج شدہ ووٹروں کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔ بات دلچسپ ہے اور مقدمہ زیر سماعت ہے۔ لیکن اتنا تو ظاہر ہے کہ زنانہ ووٹروں نے اپنے حق رائے دہی کو بڑے جوش و خروش سے استعمال کیا اور اس لائن میں بھی کمال کر دکھایا۔

دہلی میں آل انڈیا ریڈیو کے تمام اسٹیشن ڈائرکٹروں کی ایک میٹنگ ہوئی ہے جس میں آل انڈیا ریڈیو کی آئندہ پالیسی، پروگرام کی بہتری اور موسیقی و ڈراما کی ترقی کے مسائل پر غور و خوض کیا گیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ کوشش اچھی چیز ہے اور اس سے کامیابی بھی حاصل ہوتی ہے لیکن آل انڈیا ریڈیو والوں کی کوششیں ایسی ہیں جو کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھتیں۔

اودھ کے لبرل حضرات نے ایک ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ چونکہ صوبوں کا موجودہ مطلق العنان طریقہ حکومت قابل اعتراض ہے اس لئے حکومت کو ایک فوری قدم اٹھانا چاہئے اور ان صوبوں کے نظم و

رازونیاز

سوال ۱:- مسلم لیگ کے وجود میں آنے کا اصل مقصد کیا ہے؟ آزادی حاصل کرنا۔ یا آزادی کی راہ میں روڑے اٹکانا؟

سوال ۲:- سنتا ہوں کہ اگر کانگریس سوراج لے لے گی۔ تو ہندوستان سے اسلام کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اور ہندوستان میں ہندو راج پھیل جائے گا۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مسلمان کیوں دن بدن صحیح راستے سے گمراہ ہو رہے ہیں۔ حالانکہ خدا قرآن شریف میں کہتا ہے۔ کہ مسلمان کبھی نہیں مٹ سکتے۔ ایسی حالت میں خدا سچا ہے؟ یا مسٹر جناح؟

سوال ۳:- موجودہ زمانے میں جبکہ ہندوستان غریبی اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے مسٹر جناح کا انگریزی لباس کیا معنی رکھتا ہے وہ دیشی کھدر کیوں نہیں پہنتے؟ (عبدالرزاق حسرت۔ ...گاڈی۔ افریقہ)

جواب (۱):- مسلم لیگ کے طرز عمل سے تو ظاہر ہے کہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں روڑے اٹکانے کے سوا اس کا اور کوئی کام نہیں ہے۔

جواب (۲):- ظاہر ہے کہ خدا سچا ہے۔ میری رائے ہے کہ آپ مولانا ابو الکلام آزاد کا خطبۂ صدارت پڑھئے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو زندہ رہنا ہے اور دونوں کی مشترکہ زندگی ہی کا نام متحدہ ہندوستانی قومیت ہے۔

جواب (۳):- اس کا جواب مسٹر جناح خود دے سکیں گے۔ انکے دل کا حال انہیں کو معلوم ہے۔

سوال:- جبکہ مسلم لیگ مسلم حلقوں میں بھی بااثر نہیں ہے اور اس کا کوئی باقاعدہ نظام اور ملک و قوم کی خدمت کے لئے کوئی پروگرام وغیرہ نہیں ہے اور ہندو بھی ان کے جلسوں میں خاص طور سے شریک نہیں ہوتے تو پھر اخبارات کیوں ان کی بے نتیجہ پاکستانی اسکیم کے سلسلہ میں روزانہ اپنے قیمتی کالم ضائع کرتے ہیں اور اس کو کیوں اس قدر اہمیت دی جا رہی ہے کہ جس کی وجہ سے ہی آج گورنمنٹ ہندوستان کی دو طاقتوں کے درمیان اس کو لا کر کھڑا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ (ڈاکٹر ...چند بھارتی سہارنپوری)

جواب:- اخبارات کا فرض ہے کہ وہ دیانت داری کے ساتھ ہر فتنہ کے انسداد کی کوشش کریں پاکستانی اسکیم ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ اگر پریس اور پلیٹ فارم اس سے غافل ہو جائیں تو اس فتنہ کے پھیلنے کا امکان زیادہ ہو جائے گا۔

سوال ۱:- کیا آجکل جھوٹ بولنا روا ہے جبکہ سچ بولنے سے آزار پہنچتا ہے؟

سوال ۲:- پروردگار کا عطا کیا ہوا حسن چھپانا مناسب ہے یا بیجا؟ (پی۔بی۔ ...۔ آرہ)

جواب ۱:- جھوٹ کسی حالت میں بھی روا نہیں ہے خواہ سچ کے لئے انسان کو اپنی جان ہی کیوں نہ گنوانی پڑے۔

جواب ۲:- یہ حسن کے مالک کی خواہش پر منحصر ہے کہ وہ اسے چھپائے یا ظاہر کرے۔

سوال ۱:- لوگ کہا کرتے ہیں کہ پتھر کے بنا کچھ نہیں ہوتی اور اگر شادی نہ کرے تو سرشتہ کا کام ختم ہو جائے۔ کیا آدمی کے لئے شادی کرنا ضروری ہے۔ اور سرشتہ کی ذمہ داری ایشور پر ہے یا آدمیوں پر؟

سوال ۲:- کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستان جیسے غلام اور غریب ملک میں شادی کر کے اولاد پیدا کرنا غلاموں اور غریبوں کی تعداد بڑھانا ہے اور جب تک اپنا ملک آزاد نہ ہو جائے شادی کرنا ضروری نہیں۔ اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ (نرنجن سنگھ۔ دہلی)

جواب ۱:- یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر دنیا میں سب لوگ اولاد پیدا کرنا ترک کر دیں تو انسانی نسل کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پرماتما کا غالباً منشا یہی ہے کہ اسکی بنائی ہوئی دنیا قائم رہے۔ اسلئے اُسنے اسے قائم رکھنے اور اچھی طرح چلانے کا کام انسانوں کے سپرد کیا ہے۔

جواب ۲:- یہ ضرور ہے کہ اگر ہم بیمار، کمزور اور غلام بچے پیدا کریں گے تو اس سے قوم کو نقصان پہنچے گا۔ اسی لئے ضبط تولید اگر حد اعتدال تک رہے تو بری چیز نہیں ہے۔ لیکن اگر اولاد پیدا کرنا قطعاً بند کر دیا جائے گا تو زیادہ آبادی رکھنے والی قوم ہم پر غالب آجائیگی۔ یورپین ممالک آجکل اپنی آبادی بڑھانے کی فکر میں ہیں تاکہ سپاہیوں کی تعداد زیادہ ہو۔

نسق کو دم لینے دو اور غیر سرکاری ہندوستانیوں کے مشورہ سے چلانا چاہئے جو مشورہ دینے کے خواہشمند ہیں" ہمیں ان لبرلوں کی "خواہشمندی" قابل رحم معلوم ہوتی ہے۔ ان کا کلیجہ اسی وقت ٹھنڈا ہوتا ہے جب انھیں کوئی سرکاری عہدہ مل جاتا ہے۔ لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستانی حکومت کی تصویروں میں اب ان کی جگہ کہیں پر باقی نہیں ہے۔

قومی ہفتہ اور چرخہ

گاندھی آشرم دہلی میں مسز وجے لکشمی پنڈت
چرخہ کاتنے کا افتتاح کر رہی ہیں

بمبئی میں قومی ہفتہ پر چرخہ کاتنے
کا مقابلہ

لکھنؤ میں قومی ہفتہ منانے کے لئے لوگ
چرخہ کات رہے ہیں

اسٹریٹ سٹلمنٹ کے سمندر میں سے سرنگیں ہٹائی جا رہی ہیں

مغربی محاذ پر برطانوی فوجوں کا مورچہ

سمندر میں سرنگوں پر توپ کے گولے چلائے جا رہے ہیں

ایک ترکی سپاہی اپنے افسر سے ہدایت لے رہا ہے

برطانیہ کے بحری محکمہ کے چند افسر جنہوں نے جرمنی کی "مقناطیسی سرنگوں" کا راز معلوم کر لیا ہے

سنگاپور کے بحری مرکز پر ایک شخص سگنل دے رہا ہے

وادی کلو کے مناظر

(مضمون صفحہ ۲۷ پر دیکھئے)

شری بیجناتھ مندر

کانگڑہ کا مندر اور اس کا خوشنما ماحول

دھرمسالہ کے قریب پہاڑوں کی برفانی چوٹیاں

بھاگسوناتھ کے باغ کا نظارہ

برطانیہ کا ایک موٹر سائیکل دستہ حملہ کی مشق کر رہا ہے

بابا جمگھٹ

(از جناب مارکنڈے باجپئی۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی)

پچھلی شام کو شہر جگمگا رہا تھا۔ چھٹی کا دن تھا۔ چھٹی کا مزہ ہی کیا اگر کوئی تیوہار نہ ہو۔ اور تیوہار کا مزہ ہی کیا اگر اس کی کوئی دیوی نہ ہو۔ پچھلے روز چھٹی تھی، تیوہار بھی تھا اور اس کی کوئی دیوی بھی تھی،

دیوالی کا تیوہار تھا اور لکشمی کے نام پر تھا سارا شہر دیوا لیوں اور بجلی کی روشنی سے خوب جگمگا رہا تھا، روشنی دیکھنے کے لئے شہر کے بچے نکلے ہوئے تھے، ان کے ساتھ ساتھ رنگارنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ان کی مائیں اور بہنیں بھی تھیں، بڑا میلا تھا۔ میلے میں غنڈے اور لفنگے بھی تھے۔ وہ اپنے بھاگ سراہ رہے تھے کہ اس ملک کے رسم و رواج کتنے اچھے ہیں کہ لوگ اپنے ہی گھر کی عورتوں کے ساتھ گھومتے ہوئے شرماتے ہیں اور اسی لئے انھیں بچوں اور نوکروں کے ساتھ گھومنے بھیج دیتے ہیں۔

آدھی رات تک یہی حال رہا۔ پھر دھیرے دھیرے سناٹا چھا گیا۔ عورتیں اور بچے اپنے اپنے گھروں میں سو گئے جاگتے رہے صرف جواری اور انھیں گرفتار کرنے والے پولیس کے آدمی لکشمی چنچل چلنے والی کہی گئی ہے اس کے معنی ہم لوگ جو سمجھ بیٹھے ہیں، یوں تو سچ پوچھو تو زندگی ہی ایک جوا ہے۔ کسی کے پو بارہ ہیں تو کوئی ماتھا ٹیکے روتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی محنت نہ کرے یا اپنا سارا وقت کوڑیاں اور تاش کھیلنے میں برباد کرے۔ ہم لوگوں کی یہ کمزوری ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی اچھی باتوں کو تو سمجھتے نہیں۔ لکیر کے فقیر بنے رہتے ہیں۔ مثال کو ہم لوگ اصلیت سمجھ بیٹھتے ہیں۔ ہمارے بزرگ بڑے سمجھدار تھے، زندگی میں انھوں نے یہ سبق سیکھا کہ روپیہ پیسہ زندگی میں ایک جوا سا ہے۔ آج آیا کل گیا۔ اور پرسوں پھر آیا۔ اسی سچائی کو انھوں نے اس طرح کہا کہ روپے پیسے کی دیوی لکشمی چنچل ہے۔ بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ روپیہ پیسہ ہاتھ کے میل کی طرح ہے اس سے ادر انسانیت سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ ہم لوگوں نے اسے ایسا میل سمجھا کہ پولیس والوں کا پیٹ اور سرکاری خزانے بھرنے لگے۔ اس کے علاوہ فساد میں اپنے بھائیوں کی کھوپڑی الگ توڑنے لگے اور جیل خانہ آباد کرنے لگے۔

دیوالی کے دوسرے روز جمگھٹ تھا اس

باردو پیر ہوائیں پڑی تھیں اس لئے دو روز جمگھٹ تھا۔ جمگھٹ کے دن سب کام بند رہتا ہے اور چھٹی منائی جاتی ہے۔ سال میں کچھ دن ضرور ایسے ہونے چاہئیں جب کہ سب لوگ کام کاج بند کرکے صرف کھیلیں۔ دنیا میں کوئی کام ایسا نہیں ہے جو بغیر آرام کے کام کیا جائے۔ انسان کی زندگی بھی آخر ایک کل ہی ہے۔ اسے بھی آرام کی ضرورت ہے۔ ہم لوگوں کے واسطے یہ بہت اچھا ہے کہ از کم ہولی دیوالی کے دن ضرور آرام کرلیتے ہیں۔ مگر ہم لوگ کھیل بھی کھیلتے ہیں تو عجیب۔ جمگھٹ کے روز پتنگیں لڑاتے ہیں۔ واسطے میں پتنگ لڑانا کوئی بُری بات نہیں ہے۔ یہ بچوں کا کھیل دنیا بھر میں رائج ہے جمگھٹ میں بڑے بوڑھے بھی سنگ کٹا کر بچوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ محض پتنگ لڑانے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ پیسہ ضرور زیادہ خرچ ہوتا ہے مگر اس کا چسکا تو بہت بُرا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شرابی کی طرح پتنگ باز بھی دن میں اگر ایک روپیہ کمایا ہے تو بارہ آنے اس نے پتنگوں میں لگائے اور چار آنے گھر لے جا کر دیئے۔ گھر والی غریب سر پیٹ کر رہ گئی کہ وہ خود کیا کھائے اور بچوں کو کیا کھلائے

جمگھٹ کے روز میں سو کر بھی نہ اٹھا تھا کہ "وہ کاٹا" اور تالیوں کے شور نے مجھے چونکا کر جگا دیا۔ ہوش و حواس بھی نہ درست کرنے پایا تھا کہ چھت پر بہت سے لوگوں کے دوڑنے کی دھم دھاہٹ نے سر میں درد پیدا کردیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر دبائے بیٹھا ہی تھا کہ وہ کاٹا کے نعروں نے چاروں طرف آسمان سر پر اٹھا لیا۔ میں نے بستر پر ہی سے ایک ڈانٹ بتائی مگر جواب میں "بپّا!

آج جمگھٹ ہے" سن کر خاموش ہو رہا۔ نہا دھو کر چھت پر پہنچا تو بھائیوں نے پتنگ بڑھانے کی دعوت دی۔ مجھے نہ پتنگ بڑھانی آتی ہے نہ اڑانی آتی ہے۔ مگر ہر سال جمگھٹ پر مجھے پتنگ بڑھانے کی دعوت ضرور دی جاتی ہے اور اگر جیب میں کچھ ہوتا ہے تو پتنگ خریدنے اور ڈور بھری چرخیاں لانے کے لئے مجھے بھی کچھ دینا ہی پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ چھت پر پیچ دیکھنے کے لئے حاضری بھی ضرور دینی پڑتی ہے۔ مجھے گھنٹوں آسمان پر دیکھنا بہت ناپسند ہے۔ اور دھوپ کی وجہ سے اپنے چہرے پر سُرخی یا سیاہی کچھ نہیں چاہتا۔ مگر مجبوری ہونے پر کیا کیا جائے؟ جمگھٹ میں چھت پر نہیں جاتا تو زبردستی پکڑ کر لے جایا جاتا ہوں۔ اس سے بہتر یہی سمجھتا ہوں کہ خود ہی پہونچ جاؤں۔

اس دن بھی ہر جمگھٹوں کی طرح آسمان پتنگوں سے چھپ گیا تھا۔ لکھنؤ جیسے شہر میں پتنگ بازی کے شوقینوں کی کمی نہیں اور پھر جمگھٹ کے دن تو جو لوگ یوں پتنگ نہیں اڑاتے وہ بھی اڑایا کرتے ہیں۔ ہر رنگ اور ہر ڈیزائن کی پتنگیں آسمان میں اڑ رہی تھیں۔ ڈھیلی۔ دوڑہی، سوا تاؤ کی چار، سوا تاؤ کی تین، چھ تاؤ کی دس، پون تاوا، ٹپی کم تاؤ، مانگدار چپ، لٹھے دار، پٹی دار پتنی، سیاہ، سُرخ، چاندتارا، ستھے دار طوتیا، گول دو پنا، دو انکھیا، تتھے دار، ایک انکھیا، بھیڑیل، گلاسیل، کروندیں، لنگوٹیل، لہریا، شطرنجی، پانا دار وغیرہ وغیرہ سب ہی موجود تھیں۔ یہ نام میرے بنائے نہیں ہیں اور نہیں ان کا ذمہ دار ہی ہوں۔ یہ تو صرف وہ نام ہیں جو لڑکوں کے چلانے میں میری سمجھ میں آئے اور ان کے بار بار چلانے سے مجھے یاد سے ہو گئے۔ پتنگوں کے اور ہزاروں نام ہیں وہ تو مجھے سات جنم بھی یاد نہیں ہو سکتے اور معلوم بھی شاید اسی وقت ہوں جب میں خود کسی پتنگ والے کی دوکان پر انھیں خریدنے جاؤں۔

سبھی چھتوں پر مجمع لگا تھا۔ مرد۔ عورتیں بچے سبھی جمع تھے اُدھر آسمان پتنگوں سے رنگین ہو رہا تھا اور ادھر زمین عورتوں اور بچوں کے کپڑوں سے رنگین بنی تھی۔ سب گلے پھاڑ پھاڑ کر چلا رہے تھے عجیب سماں بندھا ہوا تھا۔ کسی تھیٹر، سینما یا نوٹنکی میں بھی اس دن کا سا مزہ کیا آتا؟ خوب پیچ لڑ رہے

تھے۔ ڈھیلی دوڑہی سے لڑ رہے تھے۔ مانگدار لٹھے دار سے نپٹ رہی تھی جب بھیڑیل سے الجھی ہوئی تھی اور گلاسیل لنگوٹیل سے مورچہ لے رہی تھی چھوٹے بڑے، ہر قسم کے پیچ لڑ رہے تھے لمبے پیچ لڑانے والوں کے لئے مشکل تھی اُنکی پتنگیں تو دو دو میل لمبی اُڑ رہی تھیں اور بیچ بیچ میں سینکڑوں ڈھیلیاں پھدک رہی تھیں، مانجھا تو اتنا لمبا کوئی رگاتا نہیں ہے۔ اکثر بیچ کی پتنگیں لمبے پیچ والوں کو سادی ہی سے کاٹ دیتی تھیں اور لمبی بڑھی ہوئی پتنگوں کے مالک بےچارے چلاتے ہی رہ جاتے تھے اور ہر پتنگ میں انھیں آٹھ یا دس آنہ کی چپت پڑ جاتی تھی۔ لنگر ڈالنے والے ادھر بھی دھم مچائے ہوئے تھے وہ جہاں بھی کوئی تنی ہوئی ڈور دیکھتے بس فوراً اپنی ڈور میں ڈھیلا باندھ کر تنی ہوئی ڈور پر پھینکتے اور ڈور کٹ جاتی۔ پتنگ والا کوستا رہ جاتا اور پتنگ اور ڈور لنگر والے کو مل جاتی۔ پھر بھی اچھے پتنگ باز پیچ لڑا ہی رہے تھے کسی کام کے کرنے میں مزہ ہی کیا اگر اس میں خوف کا جزو شامل نہ ہو۔ کچھ پیچ لنگڑوں اور مرچیوں سے بچ کر لڑ رہے تھے۔ پتنگ باز بھی قاعدوں کی پابندی کرتے ہیں، شریف پتنگ باز کی پتنگ کبھی دو لڑتی ہوئی پتنگوں کے بیچ میں نہ پھاندے گی۔ ایسی حرکتیں کرنے نہ کرنے سے ہی پتنگ بازوں کی ذات پہچانی جاتی ہے۔

میرے یہاں ایک پوری فوج تھی۔ پانچ پتنگیں بڑھی ہوئی تھیں۔ ایک بھائی لمبا پیچ لڑا رہا تھا اور چار پتنگیں اس کا ادھر ادھر راستہ صاف کر رہی تھیں جو پتنگ بیچ میں پھاندنے کی کوشش کرتی تھی اس کا یہ پہرے دار فوراً خاتمہ کر دیتے تھے۔ بیچ بیچ میں شور بھی مچ رہا تھا کہ ابے لٹھے دار! اندھا ہے دیکھتا نہیں کہ پیچ پڑے ہوئے ہیں! ہٹ الگ۔ ابے مانگدار جلدی ہٹا نہیں تو صاف کردوں گا بیچ میں آ ملا ہے کم بخت!" وغیرہ وغیرہ۔

ایک اور دوست کی پتنگ آس پاس چکر کاٹ رہی تھی کہ اگر سپاہی کام آیا تو وہ فوراً اس کی جگہ اس وقت تک کے لئے پہنچ گئی جب تک کہ دوسرے سپاہی نے بڑھ کر پہلے سپاہی کی جگہ نہ لے لی اور یہ فوج جیتنی بھی کافی تھی کیونکہ دوسری طرف کی پتنگیں اکثر درمیان ہی سے صاف ہو جاتی تھیں۔ اکثر ایک ایک پیچ گھنٹوں لڑا کرتا تھا خوب ٹھمکیاں دی جاتی تھیں۔ ڈھیل دی جاتی تھی اور کھینچ کی جاتی تھی۔ کتنے ہمیشہ عمدہ باندھے جاتے تھے اس طرح پتنگ بھی بڑھ کر عمدہ چلتی جدھر چاہا اشارے پر چلا یا۔ کبھی کٹ گئے اور کبھی کاٹ دیا۔ کٹے کم اور کاٹا زیادہ اور جب کاٹا تو اس قدر شور مچایا کہ میل دو میل آس پاس کے لوگوں پریشان جاوی۔ دو دن یہی حال رہا میں تو حاضری دیکر چلا آیا، مگر وہ کاٹا، اور وہ بھاگا اتنا شنا کہ دو دو روز کان میں یہی آواز گونجتی رہی۔

رنگ جدید

از جناب اندرجیت شرما پھیرہ ضلع میرٹھ

کھلتا نہیں طلسم ہی بازار دھر کا
گھٹنے لگا ہے ریٹ کہ بڑھنے لگا ہے ریٹ
آتی گراں ہے روٹی تو ہوتی نہیں نصیب
کوڑی کے تین تین مگر ہیں گریجویٹ

جنگ اور مقصدِ جنگ

(از میجر ڈی گراہم پول)

(صفحہ ٧ سے آگے)

البینیہ پر حملہ کرنے والے ہیں لیکن آخری وقت میں یہ حملہ روک دیا گیا تھا اور اس کے دو اسباب بتلائے گئے تھے۔ ایک تو بلجیم کے بادشاہ لیوپولڈ نے مداخلت کی تھی اور دوسرے یہ کہ جرمن کمانڈ بھی اس حملہ کے لئے راضی نہ تھا۔ کہا گیا تھا کہ جرمن فوجیں اس خیال کو پسند نہ کرتی تھیں۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اس حملہ سے جرمنی کی راہ میں مشکلات پیدا ہونگی اور فوج میں بددلی پھیلے گی لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آج بھی جرمن فوج کا وہی خیال ہے جو اس وقت تھا؟ اس کا جواب نفی میں دکھائی دیتا ہے

جب یہ جنگ شروع ہوئی تھی تو مسٹر ڈف کوپر اور چند دوسرے اشخاص نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ جرمن فوج بہت جلد ہٹلر سے تنگ آجائیگی لیکن اب تک اس طرح کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ جرمنی نے روس سے سمجھوتہ بھی کرلیا لیکن جرمن فوج نے ہٹلر کے خلاف کوئی بغاوت نہیں کی، اب تو جرمنی کا نازی لیبر فرنٹ - زیادہ تر کارل مارکس کے فلسفہ کا دم بھرنے لگا ہے اور اس کے رہنما ڈاکٹر لے یہ کہنے لگے ہیں کہ دنیا کے مزدوروں کو متحد ہو جانا چاہئیے۔ ان خطرناک حالات کو دیکھکر بھی جرمن فوج کچھ نہیں کرتی۔

دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جنرل گورنگ پھر جرمنی اور اٹلی کے درمیان سمجھوتہ کی کوشش کر رہے ہیں یہ تو اٹلی خود بلقان میں روس کے بڑھتے ہوئے اثر کو پسند نہیں کرتا۔ مزید براں بلقان ہی ایک ایسی سرزمین ہے جس سے جرمنی تیل کی سپلائی لے سکتا ہے اس لئے جرمنی کے لئے یہی خطہ اسکی زندگی کا سرچشمہ ہے۔

بلقان، بالٹک اور بحر اسود

بلقان اور بحر بالٹک اور بحر اسود وہ خطے تھے جہاں اب تک اتحادیوں نے کوئی خاص قدم نہیں بڑھایا ہے لیکن اب بالٹک اور شمالی سمندر جنگ کا مرکز بننے والا معلوم ہوتا ہے کیونکہ برطانوی جہازوں نے شمالی سمندر میں نقل و حرکت شروع کردی ہے۔ (یہ مضمون ناروے پر جرمن حملہ سے پہلے لکھا گیا تھا اب یہی شمالی خطہ مرکز جنگ بن چکا ہے۔ ایڈیٹر) بلقان کے ممالک میں اس وقت ترکی کی پوزیشن سب سے زیادہ اہم ہے اور اس اہمیت کے دو پہلو بہت صاف ہیں۔ یورپ کی طرف وہ یوگوسلاویہ، رومانیہ اور یونان وغیرہ میں سرداری کی حیثیت رکھتا ہے اور ایشیا کی طرف وہ مشہور "سعد آباد پیکٹ" کا ممبر ہے جس میں افغانستان، ایران اور ترکی بھی شامل ہیں۔ مزید براں ترکی اور برطانیہ میں بھی دوستی کا معاہدہ ہو چکا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جنگ کا مستقبل کیا ہے؟ اور آئیندہ یہ دنیا کے کس حصہ میں لڑی جائے گی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے "مشرق قریب" ہی کے ممالک اس جنگ کا آخری مرکز بنیں گے۔ اور یہاں تیل حاصل کرنے کے لئے گھمسان لڑائی ہوگی مصر میں فوجیں جمع ہو چکی ہیں فرانس نے شام میں بہت سی فوجیں رکھدی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ روس کی فوجیں بھی اسکی پوربی اور دکھنی سرحد پر پہنچی ہوئی ہیں۔ سردست کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ جنگ کدھر کا رخ کرے گی اور اس سے کیا کیا حیرت انگیز نتیجے برآمد ہوں گے۔

تندرست رہنے کے چند اصول

(از جناب رام سروپ بھٹناگر چندوسی)

١ - قبل از طلوع آفتاب کسی گلزار کی سیر کرنا اور کچھ دور تک ٹہلنا
٢ - دندان نیز زبان کو بلاناغہ روزانہ صاف کرنا۔
٣ - سرد پانی سے منہ آنکھیں دھونا اور کلی کرنا۔
٤ - ہاتھ پیر کے ناخون نہ بڑھنے دینا نیز جسم پر زیادہ بالوں کا نہ ہونا۔
٥ - اُبٹن یا صابون لگا کر یا جسم کو کپڑے سے رگڑ کر بحالت تندرستی بلاناغہ تازہ پانی سے غسل کرنا۔
٦ - روزانہ بالوں میں کنگھا کرنا - یہ کام آنکھوں کے واسطے بیحد مفید ہے۔
٧ - شیشہ میں چہرہ دیکھنا - اس سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے
٨ - صاف لباس نیز خوشبودار پھولوں کا استعمال کرنا - علاوہ بریں روزانہ کے کاموں کا مناسب طور سے پورا کرنا
٩ - باورچی خانہ اور کھانے کے ظروف صاف ہونا نیز کھانا بنانے والا بھی صاف کپڑے استعمال کرے
١٠ - بھوک لگنے پر طبیعت کے مطابق مناسب چبا چبا کر اور پیٹ کو زیادہ نہ بھرنا۔
١١ - کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر لیٹنا بہت مفید ہے محنت کرنا یا سو جانا مضر ہے۔
١٢ - کھانا کھانے کے بعد پان نہ کھانا۔
١٣ - سہ پہر کو بلحاظ موسم تازہ اور اچھے پھل کھانا
١٤ - بوقت شام ٹہلنا
١٥ - شام کو کھانا چراغ جلنے سے پیشتر کھالینا نیز رات کو دن کی بہ نسبت کم کھانا۔
١٦ - دس بجے رات تک سو جانا۔
١٧ - ہاتھ پیر دھو کر اپنے مذہب کے مطابق خدا کو یاد کر کے سونا۔
١٨ - چارپائی سے اٹھنے کے بعد رفع حاجت میں تاخیر یا کاہلی نہ کرنا۔
١٩ - بعد الفراغ ورزش یا چہل قدمی بدن پر تیل کی مالش کرنا۔ سر میں تیل ڈالنا ہے تو ہے کانوں میں بھی تیل ڈالنا
٢٠ - کھانا کھانے کے آدھ گھنٹہ بعد پانی پینا بیحد مفید ہے
٢١ - ملذذ اور مرغن اشیاء مضر ثابت ہوتی ہیں۔
٢٢ - کھانا کھانے سے پہلے ٹھنڈے پانی سے پیروں کو دھونا طاقت میں اضافہ کرتا ہے۔ اس سے پیروں کی بیماریاں نہیں ہوتیں۔

تقریبوں میں فضول خرچی

(از جناب بابو بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار کو آپریٹو سب ... یو پی)

ہمارے ملک کے کسان بہت غریب ہیں۔ دنیا میں شاید ہی کہیں کسان اتنی محنت کرتے ہوں اور پھر بھی اتنے غریب ہوں۔ کون نہیں جانتا کہ یہ دن بھر دھوپ میں کام کرتے ہیں اور رات کو فصل کی رکھوالی کرتے ہیں مگر اتنی محنت کرنے پر بھی وہ اتنا نہیں کما سکتے کہ شادی یا غمی کے موقعہ پر بغیر قرض لئے ہوئے اپنا کام چلا سکیں۔ یہ لوگ گیہوں پیدا کرتے ہیں لیکن عموماً چنا یا باجرے پر گذر اوقات کرتے ہیں۔ کسان کپاس پیدا کرتے ہیں مگر ان کی عورتوں کے کپڑوں میں دیکھو تو سینکڑوں پیوند ہوتے ہیں اور مردوں کے جسم پر زیادہ تر لنگوٹی ہی نظر آتی ہے۔ اگر تاپنے کے لئے ملا قیا دھوپ نہ ہو تو سینکڑوں جانیں ٹھٹھر ٹھٹھر کر مر جائیں۔ ملک میں دودھ سو میں صرف ۱۲ آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے اور معمولی کسان کو دودھ یا گھی بنے گنے موقعوں ہی پر میسر ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ معمولی بیماری سے یا تو بہت کمزور ہو جاتے ہیں یا دنیا سے گذر جاتے ہیں۔

دیگر ممالک میں زندگی کا اوسط ۵۰ سے لیکر ۶۰ سال کا ہے۔ ہمارے ملک میں (جس میں پچاسی فیصدی کسان ہیں) زندگی کا اوسط ۲۳ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ ہمارے ملک کے کسان نہ تو کھاد ہی کے صحیح استعمال سے واقف ہیں نہ اچھے ہلوں یا بیجوں سے کام لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیداوار بہت کم ہوتی ہے۔ جہاں تک دیکھا گیا ہے گھر میں جتنے آدمی ہوتے ہیں وہ گھر کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے اور روز بروز غریب ہو جاتے ہیں۔

اپنی غریبی کے ذمہ دار خود کاشتکار ہیں

کاشتکار ہی خود اپنی غریبی کے لئے ذمہ دار ہیں۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ کیا ہے اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کاشتکاروں کو اوّل پیداوار بڑھانی چاہئے اور دوسری طرف شادی و غمی کے اخراجات کم کرنے چاہئیں۔ یہ دونوں باتیں ان کے ہاتھ کی ہیں۔ بغیر اچھے بیج طاقتور کھاد اور اچھے ہلوں کے پیداوار نہیں بڑھ سکتی۔ شاستروں میں لکھا ہے کہ پرانے زمانے میں آٹھ، چھ اور چار بیلوں کے ہل چلا کرتے تھے۔ آٹھ بیلوں سے ہل چلنے والے کو ہل دھرم کہتے تھے۔ اور دو بیلوں کے ہل، جوتنے والے کو پاپی سمجھا جاتا تھا۔ جو ہل آٹھ اور چھ بیلوں سے چلایا جاتا تھا وہ زمین کی کھدائی بہت گہری کرتا تھا اور پیداوار بہت اچھی ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کاشتکار ہر صورت سے آسودہ خوشحال رہتے تھے۔

پہلے زمانے میں ہر گھر میں کم از کم ایک دودھ دینے والی گائے ضرور رہتی تھی۔ اتری منی کہتے ہیں کہ جس گھر میں کم از کم ایک دودھ دینے والی گائے نہ ہو وہ پاپی ہے۔ اس کا ذہن بھی منگل ہو سکتا ہے اور نہ اس کے گناہ کبھی معاف ہو سکتے ہیں۔ شاستروں میں شادی وغیرہ رسوم میں فضول خرچی کا نام نشان نہیں، اور سکھی ہونے کی وجہ یہ تھی کہ پیداوار بہت زیادہ اور خرچ بہت کم تھا۔ ہمارے کسان آجکل شادی یا غمی کی تقریبات ... میں پاگل کی طرح اپنا روپیہ پھونکتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ایسے موقع پر مذہب کی رو سے خرچ کرنا ضروری ہے۔ یہ بات ہرگز سچ نہیں ہے اور اس مضمون کا یہی مقصد ہے کہ شاستروں کے حوالے دے کر اس ناسمجھی کو دور کیا جائے اور بتایا جائے کہ رشی منیوں نے ان موقع پر فضول خرچی کو منع ہی نہیں کیا بلکہ اسے بہت برا کہا ہے۔

تقریبات کے متعلق شاستروں کی رائے

خاص خاص تقریبات پانچ ہیں۔ چوک، منڈن، کان چھیدائی۔ جینو اور شادی شاستروں کے مطابق عورت کے پہلے حمل کے چار ماہ سے آٹھ مہینے تک چوک کی تقریب ہونی چاہئے۔ کہیں کہیں اس موقعہ پر بھائی برادری کو دعوت دینے کی رسم جاری ہے شاستروں نے اس دعوت کے کھانے کو بہت برا کہا ہے۔ کھانے والے کے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لئے ایک شلوک میں بتایا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کے پہلے حمل ہونے اور چوک وغیرہ کے وقت جو کوئی دعوت میں شامل ہو اسے چاندراین برت کرنا چاہئے۔ دھومیہ رشی نے بھی اس کھانے کو برا کہا ہے اور پرلوگ چت کی بھی یہی رائے ہے۔

"رگ دو دھان" میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بے خبری کے عالم میں چوک میں کھانا کھالے تو گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لئے "ستو بار" اریٹو" منتر کا جپ کرے۔ دھرم سندھو میں بھی ایسا ہی لکھا ہے منڈن میں خاص طور سے دعوت منع کی گئی ہے اور کچھ رشیوں کے قول سنئے۔ الپستمبر میں اس کے متعلق لکھا ہے۔

"جو کنبے والے نہ ہوں۔ ان کو کسی بچے کی پیدائش وغیرہ کی تقریب میں یا کسی کی موت کی تقریب میں اور خصوصیت کے ساتھ منڈن میں کھانا نہیں کھانا چاہئے انگرا رشی بھی یہی کہتے ہیں۔ پراشر رشی کہتے ہیں۔ چوتھا ہوم کے بعد اور نام رکھنے کے پہلے اور تقریب ولادت میں اگر کوئی کھانا کھائے تو سانتپن ورت کرنے سے گناہ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے شاستر کار، آشولاین، الپستمب، منو اور گوبھل کان چھیدنے کو کوئی تقریب ہی نہیں مانتے اور جہاں کہیں یہ مانا گیا وہاں اس موقعہ پر دعوت وغیرہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اس لئے اس موقع پر روپیہ خرچ کرنا فضول ہے۔ دونوں کانوں میں صرف دو ہی چھید کرنے چاہئیں۔ خواہ وہ لڑکی ہو لڑکا ہو چھید بھی بہت پتلے ہونے چاہئیں۔ دھرم سندھو میں لکھا ہے کہ بڑے چھید کرنے سے پاپ ہوتا ہے۔ جینو میں لڑکا سب دیوتاؤں سے اس بات کی دعا کرتا ہے کہ وہ اس کے برہمچریہ رکھنے میں معاون ہوں تاکہ وہ ... وید اور دیگر ... علوم ... حاصل کر سکے۔ ... جینو کے موقعہ پر ... دھرم شاستر یعنی گرہ سوتر دھرم سوتروں میں برادری کو کھانا کھلانے کا ذکر کہیں نہیں آیا ہے۔ یہ کھانے کھلانے کی بات چیت حال کی لکھی ہوئی کتابوں میں پائی جاتی ہے اور ماننے کے قابل نہیں ہو سکتیں۔

شادی

شادی سب سے بڑی تقریب ہے شاستر کے مطابق شادی کا منشا یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں مل کر نسل اور مذہب کو قائم رکھنے کے لئے بچے پیدا کریں۔ شادی کے بعد ہی آدھا آدمی پورا ہوتا ہے ایک ہستی کا دوسری ہستی سے زندگی بھر کے لئے رشتہ جوڑ دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے اور اسی لئے منتروں پر جو ایک کو دوسرے سے جوڑتے ہیں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

ہوم اور پھیرے وغیرہ کے منتر بڑے معرکے کے ہیں اور شادی کے وقت اچھی طرح سمجھ لینے سے لڑکا اور لڑکی بڑی محبت اور آرام سے زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس تقریب کی اہمیت کا باعث صرف منتر ہی ہیں اور جس شادی لڑکا اور لڑکی منتروں کو نہیں سمجھتے وہ صرف ایک سوانگ ہے۔

پراشر منی کہتے ہیں کہ بغیر منتروں کی شادی اس دھندلی تصویر کے ہے جس میں صرف لکیریں ہی نظر آئیں مگر نہ رنگ ہو نہ چمک۔ اس تقریب کا ذکر گرہ سوتروں میں بڑی تفصیل کے ساتھ ملتا ہے۔ لیکن آجکل کے خرچیلے رواجوں کا وہاں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ شاستروں کے مطابق تو دو چار پیسے کی لکڑی، دو چار آنے کا گھی اور ایک پیسے کی کھیل شادی کے لئے کافی ہے۔ ان شاستروں میں برات کا کہیں ذکر نہیں۔ اور آجکل کے رواجوں کے مطابق لڑکی والا اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر یا روپیہ قرض لے کر براتوں اور گھراتیوں کی دعوت کرتا ہے تو شاستروں کو بدنام کرتا ہے۔

شاستر کہتے ہیں کہ اگر شادی رات میں ختم ہوتی ہو تو لڑکا کسی ایسی برہمنی کے گھر میں رات گزارے جس کا شوہر زندہ ہو اور جو بانجھ نہ ہو۔ صبح ہوتے ہی ان دونوں کو لڑکے والے کے گھر روانہ کر دیا جائے۔

شادی کے بعد تین رات کا برہمچریہ، چترتھی کرم وغیرہ وغیرہ جو رسوم ہیں وہ لڑکے والے کے گھر ہی پورا ہونی چاہئیں اس سے ثابت ہے کہ جہاں کہیں بارات آتی بھی ہو تو وہ ایک دن سے زیادہ لڑکی والے کے یہاں نہیں ٹھہر سکتی جہاں ایک ... سے زیادہ بھی برات ٹھیری تو ... شادی کے ... کی سب ... کارروائی ... شاستر کے ... خلاف ہو جاتی ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ... آخری صفحے پر کچھ گرہ سوتر چن دیئے گئے ہیں۔

جب ویدوں کے لکھے کے مطابق شادی ہونی بند ہو گئی تو یہ گونے کا رواج شروع ہوا۔ اس رواج کا ذکر پرانے پرانے شاستروں میں کہیں ہے ہی نہیں اور اس بات کو فوراً بند کر دینا چاہئے ناک کے چھیدنے کا کسی شاستر میں ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ رسم حال ہی کی ایجاد ہے اور اسے ضرور بند کر دینا چاہئے۔ اسی طرح دانتوں کو کمزور بنانے والی جونپ پہننے کا رواج بھی حال ہی کا ہے اور ناک چھیدنے کی رسم کے ساتھ اس کو بھی اٹھا دینا چاہئے۔ ہم انگرا اور آپستمب رشیوں کے قولوں سے اوپر ہی ثابت کر چکے ہیں کہ پیدائش وغیرہ کے وقت بھنبھوں وغیرہ میں کھانا کھانے سے پراشچت کرنا پڑتا ہے۔ شرادھ میں فضول خرچی بالکل منع ہے اور اس کے بارے میں دوسرا مضمون لکھا جا چکا ہے۔

مرنے اور جینے کا سوال

ہم اوپر دکھلا چکے ہیں کہ کسان بھائیوں کی آمدنی بہت تھوڑی ہے۔ ہمارے ملک میں ہر چیز بہت مہنگی بک رہی ہے۔ اگر بچوں کا پیٹ کاٹ کر ہم بھنگ ... کھلانے میں یا ناچ تماشے میں سب پیسہ برباد کرتے ہیں تو اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے پیروں پر کلہاڑی مارتے ہیں۔ ان اخراجات کی زیادتی کے باعث کسان بھائیوں کے پاس جو کچھ تھوڑی زمین تھی وہ بہت کچھ نکل گئی اور نکلتی جا رہی ہے۔ بڑی بڑی دعوتیں دینے سے لڑکی کے پاس کچھ نہیں پہنچتا

سیر وادیٔ کلو

(از قلم جناب ڈاکٹر گردھر لال پریمی۔ سہارنپور)
(اخاص ببلی ویکلی کے لئے)

ناظرین اکثر پہاڑی مقامات کی بابت عجیب و غریب تفریحات کا تذکرہ سنا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم بھی ان ہی تذکرات کے زیر اثر بہت سے مقامات کی خاک چھانتا پھرا جس کا اظہار حسب ذیل مضمون سے ہوگا جو میری سیر کلو ضلع کانگڑہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ہر مشہور مقام کے کچھ دن خاص اہمیت رکھتے ہیں جیسے امرتسر کی دیوالی۔ کلکتہ کی درگا پوجا۔ اور متھرا برندابن کا ساون وغیرہ، ایسے ہی کلو کے لئے دسہرہ بہت مشہور ہے۔

چنانچہ میں بھی دسہرہ سے ایک ماہ پیشتر گھر سے کلو کا دسہرہ دیکھنے کے شوق سے چلا میرے ہمراہ میرا ایک ملازم جو ان مقامات کی سیر کئے ہوئے تھا اور اکثر عجیب و غریب باتیں بیان کیا کرتا تھا میرے ہمراہ تھا چنانچہ ہم لوگ سہارنپور سے دو بجے کی ٹرین سے چل کر شام کو لدھیانہ پہنچے اور رات کو وہاں پر ایک دھرم شالہ میں ٹھہر گئے۔ دوسرے روز دوپہر کی گاڑی سے جالندھر جا پہنچے یہاں سے بذریعہ موٹر ہوشیارپور اور اگلے روز صبح ہی موٹر سے ہم لوگ "جوالا مکھی" کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک دریا آتا ہے جہاں برسات کے ایام کو چھوڑ کر باقی دنوں کشتیوں کا پل بنا رہتا ہے۔ اور جب پل نہیں ہوتا تو ٹھیکہ دار کی طرف سے سرکاری کشتیاں مسافروں کو ایک طرف سے دوسری طرف لے جانے کو قریباً ہر وقت تیار رہتی ہیں موٹر نے ہم لوگوں کو دریائے مذکور کے کنارے پر چھوڑ دیا جہاں سے ہم کشتی میں بیٹھ کر گاؤں میں پہونچ گئے۔ پل سے گذرنے ہی دو پیسہ فی کس ٹیکس دینا پڑتا ہے اور سامان کا ایک آنہ فی من۔ یہاں سے ہم لوگوں نے تیسرے پہر سامان لدوا کر کھانا کھا کر "جوالا مکھی" جو ہندوستان کا مشہور تیرتھ ہے دیکھنے کی غرض سے چلے۔ یہ جگہ اس گاؤں سے آٹھ میل ہے۔ ہم لوگ یہاں پر رات کو ۸ بجے پہنچے چونکہ ہر چیز کے دیکھنے کا شوق بے حد تھا۔ اس لئے فوراً ہی مندر میں گئے جس کا راستہ بے حد خراب تھا۔ جگہ بہ جگہ پتھر پڑے ہوئے تھے۔ روشنی کا انتظام نہیں تھا کچھ دور چل کر سینکڑوں بے ناپ سیڑھیاں آتی ہیں جن پر اندھیرے میں چلنا ہمالیہ کو سر کرنا ہے اس اندھیر گردی کو دیکھ کر بہت افسوس اس خیال سے ہوا کہ مرد تو کسی نہ کسی طرح راستہ ٹٹول ہی لیتے ہوں گے۔ مگر ان نازک عورتوں کو جو اندر دشوار راستوں سے اتنی دور آتی ہیں اور اپنی حیثیت سے باہر خرچ کرتی ہیں کس قدر پریشانی ہوتی ہوگی۔ مگر خیر یہ سوچ کر شاید اس پریشانی کا نام ہی دھرم ہو گر تے پڑتے مندر کے نزدیک پہنچ گئے۔

جوالا مکھی کے مندر میں

ہمارے ملازم نے ایک تانبے کے پیڑے اور ایک آنہ کا دودھ مندر سے باہر کی دوکان سے اسی کے برتن میں لیا اور چھتری یہاں پر ہی رکھوا لی گئی۔ مندر میں ایک نالے کے پل پر ہو کر جانا پڑتا ہے۔ مندر کا دروازہ بلا کشادہ ہے۔ اندر بڑا کافی صحن ہے جو سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ درمیان میں مندر کے آگے اشنان کرنے کی ایک عمدہ جگہ ہے جہاں ہر وقت پہاڑ سے پانی گرتا رہتا ہے۔ دروازہ کے بائیں طرف ایک کوٹھری ہے جہاں پر کچھ مورتیاں رکھی ہوئی ہیں۔ اسی کوٹھری میں ایک بڑا سا چھتر بھی رکھا ہے جسے کہتے ہیں اکبر بادشاہ نے کابل سے آتے ہوئے چڑھایا تھا۔ اور جو فوراً ہی اشٹ دھات کا بن گیا تھا۔ مندر کے باہر ایک بہت بڑا گھنٹہ لگا ہوا ہے۔ مندر میں گھستے ہی ایک بلا پانی کا حوض ہے جس میں سامنے کی دیوار سے قریباً ایک فٹ نیچے ایک سوراخ سے آگ کی لو نکلتی رہتی ہے اور مندر میں تقریباً پانچ جگہ ایسی ہی چھوٹی بڑی لو نکلتی ہیں جو شعلہ ہے کہ اکثر بجھ بھی جاتی ہیں اور بڑے بھاری گھیرے پھر نکلتی ہیں مندر کے پجاری نے ہمارے آدھے پیڑے اور دودھ لے لیا۔ اور پھر ایک پیالی میں دودھ بھر کر اس لو کے منہ پر لگا دیا۔ کچھ دیر بعد لو اس دودھ میں بھی آ گئی پھر اس نے کچھ پیڑے کر دودھ اور پیڑے واپس کر دیئے جو وہاں کا پرشاد مانا جاتا ہے۔

اگلے روز صبح پھر مندر میں پہونچے اور چاروں طرف غور سے دیکھا تو مندر کے پیچھے چند سیڑھیاں چڑھ کر ایک چھوٹا حوض پانی کا دیکھا جس میں پانی ابل رہا تھا مگر وہ ٹھنڈا تھا اور اس کے اوپر بھی ایک جگہ پتھر میں آگ کی لو نکل رہی تھی۔ یہ پرسرام کی کنڈی کہلاتی ہے اور اس کی بابت یہ روایت ہے کہ پرس رام آگ جلا کر اور پانی کا برتن چڑھا کر تپسیا کرنے چلے گئے تھے تا حال وہ واپس نہیں آئے اور جب تک وہ واپس نہیں آئیں گے یہ ایسے ہی ہوتا رہیگا اس کنڈی سے دو سیڑھیاں چڑھ کر ایک پرانے ڈھنگ کی تباری میں اس کا پجاری رہتا ہے۔ اور اس تباری کے بائیں جانب چار غار بنے ہوئے ہیں جنکی بابت وہ کہتا ہے کہ ایک لنکا، دوسرا یورپ، تیسرا ہردوار اور چوتھا کاشمیر کو جاتا ہے۔ مگر چونکہ ایک مرتبہ چار مہاتما ان راستوں کو جا کر واپس نہیں لوٹے اس لئے ان کو بند کرا دیا گیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ ان باتوں کو سن کر وہاں ٹھہرنے کو بالکل دل نہ چاہا اور فوراً ہی موٹر میں بیٹھ کر کانگڑہ کی طرف روانہ ہو گئے

کانگڑہ شہر میں

یہ ضلع کا صدر مقام ہے۔ مجموعی طور پر خوشنما ہے بازار میں ایک بہت چھوٹی سی دھرم شالہ ہے۔ جہاں ہم لوگ رات کو ٹھہرے۔ رات کو کھٹملوں نے اس قدر پریشان کیا کہ بمبئی کا نقشہ سامنے آ گیا۔ مشکل سے صبح ہوئی دریا پر اشنان کرنے گئے چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا اور دریا کافی گہرائی پر بہتا ہے وہاں پر ہی کھانا خود بنا کر کھایا جس سے خوب لطف آیا۔

کانگڑہ کا مشہور شہر دیکھنے کے لئے گئے ہر طرف عجیب بے رونقی تھی۔ وہاں دل نہ لگا اور فوراً لوٹ آئے۔ وہاں سے آ کر کانگڑہ کے مشہور مندر میں گئے۔ مندر کا ایک حصہ سن ۱۹۰۵ء کے زبردست زلزلہ میں تباہ ہو گیا تھا جس کو اب جدید طریقہ پر ٹھیک کیا گیا ہے وہاں پنڈے کافی تعداد میں لوگوں کو درشن وغیرہ کرانے کی فکر میں رہتے ہیں مگر وہ لوگوں کو اس طرح نہیں چمٹتے پھرتے جیسے ہردوار اور متھرا میں۔ اس کے بعد ہم لوگ ایک نزدیک ہی دھرم شالہ میں پہنچے جس کے قریب معمولی طور پر پہاڑی بازار ہے۔ مگر پہلی دھرم شالہ جو یہاں سے ۱۲ میل ہے تمام راستہ خوبصورت درختوں سے سجا ہوا ہے۔ یہ جگہ بہت چھوٹی ہوتے ہوئے بھی بہت پر فضا ہے۔ یہاں سے تقریباً دو میل پر بھاگسو ناتھ کا مندر ہے۔ مندر کے باہر دو تالاب بنے ہوئے ہیں جن میں قدرتی چشمہ کا پانی کاریگروں کے بنائے ہوئے شیروں کے منہ میں ہو کر تالابوں میں آتا ہے یہ نظارہ قابل دید ہے۔ تالاب پر کھڑے ہو کر شمال کی طرف دیکھنے سے کل نظارہ نظر آتا ہے۔

یہاں سے ہم لوگ پھر ویج ناتھ پہنچے جو ریل کا آخری اسٹیشن ہے۔ بیج ناتھ کا مندر بھی قدیم عمارت میں ایک عمدہ عمارت ہے۔ چوک بہت کشادہ ہے۔ سن ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کا یہاں بھی کافی اثر ہوا تھا چنانچہ باہر کا حصہ سیمنٹ اور لوہے سے ٹھیک کیا گیا ہے۔ مندر پر بہت عمدہ نقوش ہیں۔ یہ مندر پانڈوں کے زمانہ کا بتایا جاتا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر!)

تصویریں بچہ سپلیمنٹ میں دیکھئے

غزل!

(از جناب ڈلمبر پرشاد گوہر تلمیذ حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی مرحوم)

اک فضائے غم جو دل پر چھا گئی
ہر کلی امید کی مرجھا گئی

جب نقاب رخ صبا سرکا گئی
جانے والی زندگی پھر آ گئی

اشک کے چشموں میں طغیانی ہوئی
پھر کسی کی یاد دل میں آ گئی

آپکی چشم کرم کا ہے کرم
برق سی دل پر مرے چمکا گئی

تیری انگڑائی کا عالم کچھ نہ پوچھ
عظمت کونین کو شرما گئی

یہ شباب روح فرسا دیکھکر
برق بھی یکبارگی تھرا گئی

عشق کی نظروں میں کیا ایسا ملا
اے نگاہ یار کیوں شرما گئی

حسن کی تیرے ادائے دلنشیں
دو جہاں پر رفتہ رفتہ چھا گئی

ان کی یہ معصومیاں دیکھے کوئی
دل جگر کو اک نظر برما گئی

زلف برہم دیکھنا گوہر ذرا
چڑھ کے سر پر کس قدر اترا گئی

پچھلے صفحے سے

یہاں سے ہم لوگ جوگندر نگر پہنچے جو ایک چھوٹا سا بازار ہے۔ اس جگہ ایک مندر بنا ہوا ہے جہاں پر ٹھہرنے کا اچھا انتظام ہے۔ یہاں سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہائیڈرو الکٹرک اسکیم کا کارخانہ ہے جہاں سے پنجاب بھر میں بجلی پہنچتی ہے۔ کارخانہ کیا ایک سیرگاہ ہے جہاں چھ میل کی اونچائی سے پانی کے بڑے بڑے نل آ کر گرتے ہیں اور مشینیں چلاتے ہیں۔ ان سے عمل کر جو پانی باہر نکلتا ہے اس کو ایک ترچھے دائرہ میں لا کر زمین پر ڈالا گیا ہے۔ پانی کا اس طرح گرنا نہایت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ کارخانہ سے چھ میل اوپر تالابوں تک جہاں سے نلوں کے ذریعہ پانی آتا ہے ایک سیل پر چلنے والی سڑک بنائی گئی ہے۔ یہاں سے ہم لوگ منڈی کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں چھ آنہ فی کس ٹول دینا پڑتا ہے۔ راستہ بہت خراب ہے۔ چڑھائی اترائی کافی ہے۔

منڈی شہر میں دریائے بیاس پر بنے ہوئے پل پر سے گذر کر جانا پڑتا ہے۔ یہاں پر شام کا نظارہ بڑا دلکش ہوتا ہے۔ پانی میں نیلائی لئے ہے۔ بجلی کی روشنی کافی تیز ہے۔ پل پر سے گذرنے والوں کو ایک آنہ فی کس ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ منڈی شہر بڑی خوبصورت جگہ نظر آتی ہے۔

اس شہر میں ہر طرف بجلی ہی بجلی چمکتی نظر آتی ہے چند ہوٹل بھی ہیں جن کا کرایہ بہت معمولی ہے۔ اور ہر دو ہر کئی باؤڑیاں اور چشمے بھی ہیں جہاں لوگ اشنان کرتے اور بھگوان کا بھجن کرتے ہیں۔ اب ہم لوگ یہاں سے کلو کی سیر کے لئے روانہ ہوئے۔

سیر کلو

یہ مقام ہندوستان میں بہت مشہور ہے یہاں کے سیب مشہور ہیں اور تمام ہندوستان میں آتے ہیں۔ ریلوے کمپنیوں نے بھی بہت سے اسٹیشنوں پر عمدہ عمدہ کئی رنگ کے فوٹو لگا کر پبلک کی توجہ اس جانب دلا رکھی ہے۔ نیز سین سینری نہایت دلکش ہے۔

کلو میں دو بڑے بازار ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ بازار سڑک کے کنارہ بھی ہیں۔ جگہ بہت بے رونق ہے۔ برابر میں دریا بیاس بہتا ہے جس کے کنارے بڑی گندگی رہتی ہے جس سے کوئی آدمی وہاں بیٹھ کر دریا کا لطف نہیں اٹھا سکتا ہے۔ یہاں بہترین دکانیں سیب فروخت کرنے والوں کی ہیں۔ سیب کافی عمدہ بڑے اور سستے فروخت ہوتے ہیں۔ ایک لکڑی بازار ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ اس کے بعد مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے لوٹتے گھر واپس آ گئے۔

صفحہ نمبر ۲ سے آگے

ان وکلاء میں سے بشپرز نے بعد میں بڑا نام پیدا کیا۔ "چیف جسٹس مقرر ہوا۔" پلومر " بیس سال بعد ڈائس چانسلر اور ماسٹر آف رولس بنا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے لارڈ میویل (MELVILLE) کی پیروی کی۔ دوسرے بھی پبلک لائف میں عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ لیکن مجرم اور ان کے وکیلوں سے زیادہ مدعی اور ان کے وکلاء نمایاں حیثیت میں نمودار ہوئے سرخ پردوں کے درمیان سبز نشستیں دار العوام کے اراکین کے لئے لگائی گئی تھیں جن پر کمیٹی نے منتظمین برک کی سرکردگی میں براجمان ہوئے۔

"فاکس" جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اپنے لباس کی طرف بہت کم توجہ مبذول کرتا ہے، اپنے مخصوص لباس میں شمشیر بھی شامل تھی نمودار ہوا۔ پٹ "۱۷۸۳ء" سے وکیل مدعی بننے سے انکار کر دیا تھا۔ مور ڈ نامتہ کافی عمر اور کم بینا ہونے کی وجہ سے اس فرائض کے قابل نہ سمجھے گئے لیکن ان دو مشہور شخصیتوں کی غیر حاضری کے باوجود منتظمین کمیٹی کی طرف سے وکلاء کی ایک کثیر تعداد موجود تھی جو ایتھنز مقررین کی یاد تازہ کرتی تھی، ان میں فاکس اور شریڈین بھی تھے جو صحیح معنوں میں ڈاس تھینز اور رہائی پرائڈس کی یاد دلاتے تھے۔ وہاں "برک" بھی موجود تھا جو اپنے دلائل قوت الفاظ سے نہیں بلکہ تخیلات کی گہرائیوں سے پیش کرتا تھا اور اپنے وقت کا بہترین مقرر سمجھا جاتا تھا۔ ہر نظر برک پر جمی ہوئی تھی جس کی شان و شوکت

انگلستان سے امتیازی حیثیت میں پیش کر رہی تھی اس کا گندمی رنگ، اس کا ہونہار اور تر و تازہ چہرہ، اس کا بہادرانہ انداز بہت نمایاں تھا۔ ہر نگاہ اس پر پڑ رہی تھی اس تعداد میں جبکہ نوجوان انعام و اکرام اور فیلوشپ کے امتیازی عہدے کے لئے جد و جہد کر سکتے تھے اس نے پارلیمنٹ میں اپنے ایک مخصوص جگہ پیدا کر لی تھی جو اس کی ذاتی محنت اور مستقل مزاجی کا نتیجہ تھی۔ وہ بغیر کسی امداد اور سفارش کے اس عہدہ جلیلہ پر پہنچا تھا اور صرف تینتیس برس کی عمر میں اس قابل ہو گیا تھا کہ برطانیہ کے جہاندیدہ مدبرین کے ساتھ صف اول میں بیٹھے۔ جنہوں نے چارلس اول گرے کو ساری رات صبح تک تقریر کرتے ہوئے سنا ہے اسکی قوت بیان کا اندازہ تھوڑی سی حد تک کر سکتے ہیں۔ وہ اگرچہ کامیاب ترین انسان نہیں تھا پھر بھی کامیابی کے قریب تر تھا۔

جو الزامات ہیسٹنگز پر عائد کئے گئے تھے پڑھے گئے۔ اس میں دو دن صرف ہوئے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ عدالت کے کلارک مسٹر کوپر نے ان کو اس طرح تلفظ کیا کہ سطحی نظر میں اسکی اہمیت بہت کم ہو گئی۔ تیسرے دن برک نے الزامات پر تفصیلی روشنی ڈالی اور نہایت مدلل طور پر ہندوستان اور اس کے معاشی و اقتصادی حالات کو بیان کیا۔ اس کے بعد برطانوی حکومت کے قیام، اس کے قوانین اور ان کے استعمال پر روشنی ڈالی۔ پھر اخلاق و تمدن کی روشنی میں ہیسٹنگز اور اس کے طرز عمل کو پیش کیا۔ اس سلسلے میں برک نے اپنی باکمال تقریر سے نہ صرف اپنے مخالف جانسن کو اپنا بنا لیا بلکہ مدعی بھی اس سے بہت متاثر ہوئے۔

ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

برطانیہ کے محکمہ اطلاعات نے ایک رنگین پوسٹر شائع کیا ہے جس میں یورپ کو فتح کرنے کے متعلق نازیوں کی دس سالہ اسکیم درج ہے۔ یہ اسکیم ایک پریس نے ۱۹۳۲ء میں جرمنی میں شائع کی تھی۔ اس اسکیم کے مطابق حسب ذیل پروگرام ہے۔ آسٹریا اور زیکو سلاویہ پر ۱۹۳۶ء میں قبضہ۔ پولینڈ اور ہنگری پر ۱۹۳۸ء میں قبضہ۔ رومانیا یوگوسلاویہ اور بلغاریہ پر ۱۹۳۹ء میں قبضہ۔ ڈنمارک۔ ہالینڈ۔ بلجیم۔ سوئٹزرلینڈ۔ اٹلی اور شمالی فرانس پر ۱۹۴۲ء میں قبضہ۔ اس کے بعد ناروے سویڈن اور پرتگال پر قبضہ اور ۱۹۴۳ء سے پہلے برطانیہ پر قبضہ۔ اس اسکیم کی نقل خفیہ طور پر آسٹریا اور زیکو سلاویکیہ میں نازی پارٹی کے پاس بھیجی گئی تھی جو وہاں کی حکومت کے خلاف سول نافرمانی شروع کرنے والی تھی۔

مسٹر ہنٹی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جنکو ۱۹ مارچ کو خاکساروں کے مظاہرہ کے موقعہ پر شدید چوٹ آئی تھی ہسپتال میں بحق ہو گئے۔ ان کا تین مرتبہ آپریشن کیا گیا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۱۹ مارچ کو جب خاکساروں نے شہر میں مظاہرہ کیا اور پولیس سے ان کا مقابلہ ہوا تو مسٹر ہنٹی شدید زخمی ہو گئے تھے۔

جرمنی اور اتحادیوں کے ہوائی جہازوں میں زمین جنگ شدید ہو گئی۔ مغربی محاذ پر اور شمالی سمندر پر فرانس کا سرکاری اعلان مظہر ہے کہ مغربی محاذ پر دریائے موزل کے مغرب میں توپخانوں نے پہلے سے زیادہ سرگرمی کا اظہار کیا گیا ہوائی مقابلہ میں جرمنی کے پانچ جہاز گرائے گئے۔

جرمن وائرلیس نے اعلان کیا ہے کہ جرمن فوجوں نے ڈنمارک اور ناروے پر حملہ کر دیا۔ اس خبر کی بھی تصدیق ہو گئی ہے کہ جرمن فوجوں نے ڈنمارک کی راجدھانی کوپن ہیگن پر اور کچھ دوسرے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ جرمن ہائی کمانڈ نے اعلان کیا ہے کہ جرمنی نے ڈنمارک اور ناروے کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اوسلو کی اطلاع ہے کہ ناروے نے جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔

اطلاع ملی ہے کہ جرمنی نے تمام ڈنمارک پر قبضہ کر لیا ہے اور ناروے میں لڑائی شروع ہو گئی ہے۔

سڈنی کے ریڈیو کا اعلان ہے کہ جاپان کے ساتھ جنگی جہاز جن میں ہوائی جہازوں کو لیجانے والے تین جہاز بھی شامل ہیں امریکہ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ ان کے یہاں جمع ہونے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بڑے پیمانہ پر حملہ ہونے والا ہے۔

ڈنمارک اور ناروے پر جرمن حملہ کی خبر اٹلی کے ڈکٹیٹر سائنور مسولینی کو ملی۔ سرکاری حلقوں میں اسکا کیا اثر ہوا یہ معلوم نہیں مگر اٹلی کے اخباروں نے حملہ کا حال بڑھا چڑھا کر چھاپا ہے اور اسے سراہا ہے۔

اوسلو ریڈیو نے جو کہ اس وقت جرمنی کے کنٹرول میں ہے اعلان کیا ہے کہ ناروے میں ایک نیشنل گورنمنٹ قائم کر دی گئی ہے۔ اس کے وزیروں میں نازی پارٹی کے آدمی شامل ہیں۔

شاہ ہاکون نے کیبنٹ کے اسپیشل اجلاس کی صدارت فرمائی جو کہ تمام صورت حالات پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ ڈنمارک اور ناروے پر جرمنی کے حملہ سے اسٹاک ہالم میں بڑی گھبراہٹ پھیل گئی ہے اور لوگوں نے ڈاکخانوں سے اپنا روپیہ نکلوانا شروع کر دیا ہے۔ رائٹر کا بیان ہے کہ سویڈن میں مقابلہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور لام بندی کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک طرف ناروے کے سمندروں میں جرمنی اور اتحادیوں کے درمیان زبردست لڑائی ہو رہی ہے۔ دوسری طرف ایک غیر مصدقہ اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ ناروے نے جرمنی سے بات چیت کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر دی ہے نازی منصوبے ابھی مطمئن نہیں ہوئے ہیں اور دوسرے چھوٹے غیر جانبدار ملکوں کی بھی خیر نہیں ہے یہ اس خبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنی میں یہ کہا جا رہا ہے کہ اتحادی ہالینڈ اور بلجیم پر حملہ کرنے والے ہیں اور کہ جرمنی ایسا نہیں ہونے دیگا۔ ناروے اور ڈنمارک پر حملہ کرنے کے لئے جرمنی نے یہی بہانہ تراشا تھا کہ اتحادی ان ملکوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ ایک اور اطلاع ہے کہ جرمنی نے سویڈن سے بھی کچھ مطالبے کئے ہیں۔

ہیگ سے خبر ملی ہے کہ ہالینڈ کی سرحد پر جرمن فوج کی تعداد سب سے زیادہ بڑھ گئی ہے جس سے ہالینڈ کی تشویش میں اضافہ ہو گیا ہے اور اس نے اپنی احتیاطی تدبیروں کی رفتار تیز کر دی ہے۔ دریائے شل میں سرنگیں ڈالنے کی بھی اطلاع ملی ہے۔

ناروے کی سمندری لڑائی میں برطانوی بحری بیڑے نے اپنی برتری کی روایت قائم رکھی۔ ابتک سولہ جرمن جہاز تباہ ہو چکے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ برطانوی فوجوں نے برگن کا بندرگاہ جرمنوں سے واپس چھین لیا ہے۔ ایک غیر مصدقہ اطلاع ہے کہ ٹرنڈہیم کا بندرگاہ بھی برطانوی قبضہ میں آگیا ہے اور برطانی جہاز ناروک اور اوسلو کی کھاڑیوں میں داخل ہو گئے ہیں اور وہاں فوجیں اتارنا شروع کر دی ہیں۔ برطانی فوجوں نے جرمنوں سے مطالبہ کیا ہے کہ اوسلو کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔

اسٹاک ہالم سے خبر ملی ہے کہ ناروے کے ساحل کے قریب برطانیہ اور جرمنی کے درمیان زبردست سمندری لڑائی جاری ہے برطانی جہازوں نے جرمنی کے تمام جنگی جہاز گھیر لئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر چرچل کا یہ اعلان صحیح ثابت ہوگا کہ اسکیگرک۔ اور کیٹیگٹ میں جرمنی کے تمام جہاز ڈبو دئے جائیں گے

کشمیری گیت

(از زاہدہ قیصر صاحبہ ایم۔ اے بانسوارہ۔ راجپوتانہ)

کشمیر جنت نظیر پر اس قدر مضامین لکھے جا چکے ہیں کہ اب پڑھنے والوں کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ پرانے زمانے سے لیکر اس وقت تک جو کوئی سیاح بھی وہاں گیا ہے اس نے اس دنیاوی بہشت کی تعریف و توصیف اپنا فرض سمجھا ہے … علاقوں، باغات، سیرگاہوں، جنگلات اور ندیوں سے گر زندگی کا شاید ہی کوئی شعبہ اب رہ گیا ہو جس پر اہل قلم حضرات نے روشنی نہ ڈالی ہو لیکن میری نظر سے اس وقت تک کشمیری زبان اور شاعری پر کوئی مضمون نہیں گذرا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ سیاح جو وہاں جاتے ہیں کشمیری زبان چونکہ نہیں سمجھتے اس وجہ سے وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

کشمیر کے لوگ بالعموم انبساط طبع واقع ہوئے ہیں ان کا موسیقی اور پھولوں کا شوق ضرب المثل ہے شاید ہی آپ کو کوئی مکان ایسا نظر آئے جہاں خوبصورت پھول کے گملے نہ ہوں اور اسی طرح شاید ہی کوئی ایسا آدمی موجود ہو جو گانا نہ جانتا ہو۔ ہر سال پامپور میں۔ جو اپنے زعفرانی کھیتوں کی وجہ سے بہت مشہور ہے گویوں کا ایک جلسہ ہوتا ہے اور ریاست کے طول و عرض میں سے ہر جگہ کے لوگ اس میلہ میں مقابلہ یا سیر کی غرض سے آتے ہیں۔ ان میلوں میں اس وقت تک جدید رجحانات و موسیقی کا گذر نہیں ہوا ہے۔ یہاں آج بھی وہی چیز پسند کیجاتی ہے جسے ہم کلاسیکل میوزک کہتے ہیں۔

کشمیر کے گویئے ہندوستان کے دیگر گویوں کی طرح مختلف ساز استعمال نہیں کرتے اور ایک گانے والی ٹولی دو یا زیادہ سے زیادہ تین آدمیوں کی ہوتی ہے اور یہ لوگ ایک ساتھ کورس میں کبھی نہیں گاتے۔

ذیل میں چند کشمیری گانوں کا ترجمہ پیش کرتی ہوں۔

گیت محبوب کی جدائی میں (آدمی کی طرف سے)

کل میں تخت سلیمان گیا تھا
وہاں مجھے یاد آیا
کہ ایک دفعہ میں تمہارے ساتھ یہاں آیا تھا۔
اور تم نے وعدہ کیا تھا۔
موسم بہار میں پھر یہاں آنے کا
لیکن بہار کا موسم تو آ گیا
خوبانیاں درختوں پر پک کر گر گئیں،
ڈل میں ہزاروں کنول کھلے اور مرجھا گئے
نشاط اور شالامار میں بہت سی دفعہ میلے ہوئے
لیکن میری محبوب تم کہاں ہو؟

(۲) (ایک اور گیت عورت کی طرف سے)

میری سہیلیوں نے باغوں میں جھولے ڈال لئے ہیں
وہ سب کی سب اپنے پیاروں کے ساتھ جھول رہی ہیں
لیکن میں کس طرح جھول سکتی ہوں
جب میرا پیارا ملتان گیا ہوا ہے
اور وہاں آجکل سخت گرمی ہے

(۳) (ایک لوری)

(۱) بچے بہت رات گذر گئی ہے
مچھلیاں پانی کی تہ میں آرام کر رہی ہیں
دور سے مانجھیوں کے گانوں کی آواز آ رہی ہے۔
کچھ شکاری چاندنی رات میں مچھلیاں پکڑنے جا رہے ہیں
بچے بہت رات گذر گئی ہے۔ اب سو جاؤ

(۲) صبح کو میں تمہارا منہ دھلاؤں گی اور تمہارے بالوں میں کنگھی کروں گی۔
اور میں تمہیں بہت سے اخروٹ اور خوبانیاں دونگی
اور کچھ زعفران میں پکے ہوئے چاول کھلاؤنگی
بچے بہت رات گذر گئی ہے اب سو جاؤ

(۳) ایک دن جب تم جوان ہو جاؤ گے
میں تمہاری شادی ایک خوبصورت کالی آنکھیں رکھنے والی لڑکی سے کروں گی۔
اور تمہارے لئے ایک ہاؤس بوٹ خرید دونگی۔
پھر تم بہت روپیہ کماؤ گے
تمہاری کشتی کبھی خالی نہ رہے گی
میرے بچے سو جاؤ بہت رات گذر گئی ہے۔

(۴) ریاست کشمیر کے محکمہ تعلیم کا بنایا ہوا ایک گیت

پیاری ماں مجھے مدرسہ میں داخل کر دے،
وہاں میں اچھی کتابیں پڑھونگا۔
وہاں سے آکر میں چھوٹی بہن کو کہانیاں سنایا کرونگا
پیاری ماں مجھے مدرسہ میں داخل کر دے
وہاں مجھے کشتی چلانا بھی سکھایا جائیگا۔ وہاں [illegible] نے کھیل کھیلا کرونگا۔ میرے بہت سے دوست مدرسہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ پیاری ماں مجھے مدرسہ میں داخل کر دے
جب میں پڑھ جاؤنگا تو امیر ہو جاؤنگا اور تمہارے واسطے کما کر بہت سے تحفے لاؤنگا۔
اور میں تمہاری بہت خدمت کرونگا۔
پیاری ماں مجھے مدرسہ میں داخل کر دے۔

(۵) مانجھیوں میں یہ گیت بہت مشہور ہے

چپو جلدی جلدی چلاؤ شالامار دور نہیں ہے۔ ہماری کشتی زیادہ بھاری نہیں ہے۔ یہ ہوا میں تیر کی طرح پانی پر چلتی ہے۔ یہ رکھنہ کے جنگلات کی بہترین لکڑی سے بنائی گئی ہے
چپو جلدی جلدی چلاؤ شالامار دور نہیں ہے
مسافر جو ہماری کشتی میں بیٹھے ہیں بہت مالدار [illegible]
اور ہمکو شالامار پہنچانے پر [illegible]
یہ ہمیں کافی مزدوری اور انعام دیں گے
چپو جلدی جلدی چلاؤ شالامار دور نہیں ہے

Society Wedding at Neemuch on 5-4-40.

Pioneer Perfumer of Bombay Mr. F. E. Patanwala Son of Late E. S. Patanwala with Miss Zaitoonbai Daughter of Khansaheb Ismailji, H.E. Dalal of Bombay.

وشنو پکچرس فلم "سلمت قاسر د ن" میں
جو کہ سنگم ٹاکیز میں چل رہا ہے

جمنا فلم "زندگی" میں
جو کہ جگت ٹاکیز میں آنیوالا ہے

قرص جریان
حضرت مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب
عالیجناب مسیح الملک حکیم جمیل خان صاحب
جریان کے بیماروں کو شفا و زندگی کی خوشخبری
قرص جریان کی تمام ہندوستان میں شہرت ہے۔ اس سے جریان کے ایسے ایسے بیمار اچھے ہوئے ہیں جن کو سب نے جواب دیدیا
تھا۔ اور وہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ یہ عالیجناب مسیح الملک حکیم جمیل خان صاحب رئیس اعظم دہلی کے فیض کا کرشمہ
ہے مسیح الملک ہندوستان کے سب سے بڑے طبیب ہیں آپ کی شفابخشی کی ہر جگہ دھوم ہے۔ قرص جریان سے جریان اور
پیدا ہونیوالی تمام شکائتیں جاتی رہتی ہیں۔ مثلاً سستی، کمزوری، اعضا شکنی، سرعت، کثرت احتلام، پیشاب سے پہلے یا بعد
قطرہ کا آنا، تولیدی مادہ کا پانی کی طرح بہنا، پٹھوں کی کمزوری، اعضاء رئیسہ کا بگاڑ، آلات ہضم کی خرابی، دماغ و دل اور
پٹھوں کی کمزوری وغیرہ وغیرہ اگر یہ منحوس مرض دیر تک رہ جائے تو پھر مرگی یا پاگل پن یہاں تک کہ دق و
سل جیسی خطرناک بیماریاں دور نہیں رہتیں۔ ہمدردی غربا کی وجہ سے قیمت نہایت کم رکھی گئی ہے +
قیمت ۶۰ قرص صرف ایک روپیہ چودہ آنے ترکیب استعمال دو قرص صبح یا سہپر
کو پانی یا دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔
تار کا پتہ۔ میڈی سنز دہلی
ملنے کا پتہ۔ منیجر ہندوستانی دواخانہ

پنڈت جواہرلال نہرو
آپنے لاہور میں سنگھ کرت کیمپ کا افتتاح فرمایا۔ اس کے بعد آپ کشمیر تشریف لے جائینگے

مسز کوشلیا پاہوا
آپ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے دہلی یونیورسٹی سے امسال ایل-ایل-بی- کا امتحان پاس کیا ہے۔ آپ مسٹر ڈی شرما پاہوا سب جج دہلی کی اہلیہ محترمہ ہیں

سر سیموئل ہور
آپ سپین میں انگلستان کے سفیر مقرر ہو گئے ہیں

کیا آپ کو معلوم ہے

از کرشن بہاری لعل
ایس کے ایس اسسٹنٹ بھوپال
خاص تیج ویکلی کیلئے

ہندوستان میں

قومیں

(۱)	انگلین	۶۴۰
(۲)	پوتگیز	۶۳
(۳)	فرنچ	۶۸۴
(۴)	رومی	۲۴
(۵)	روسی	۱۷۳
(۶)	ہنگرین	۱۰۴
(۷)	یوگوسلاوین	۳۴
(۸)	جرمن	۱۹۲۰
(۹)	بلگرین	۲
(۱۰)	امریکن	۱۹۰۲
(۱۱)	جاپانی	۸۹۰
(۱۲)	سپینش	۱۸۴

گیہوں بہ نسبت دنیا کے روس میں زیادہ پیدا ہوتا ہے

چاول	″	ایشیا	″
تمباکو	″	ریاستہائے امریکہ	
سن	″	ہندوستان	″
ریشم	″	چین	″

ہندوستان میں

ہندو	۲۱۳۱۰۰ لاکھ
مسلمان	۶۶۰ ″
روحوں پر اعتقاد رکھنے والے	۸۵ ″
عیسائی	۱۰½ ″
سکھ	۳۰ ″
جینی	۱۲½ ″
بدھ (تمام کے تمام برما میں)	۱۱۵ ″

آج — کی — خبریں

کیمپ کے نزدیک ... میں دست بدست جنگ

... سے دو شہر واپس لے لئے گئے

... فوجیں تو جوق در جوق پہنچ گئیں

پیرس ۲۵ مئی۔ فوجی ... کے بارے ... اعلان شائع کیا ہے کہ ... شام تک ہماری افواج ... کے ... اپنے مورچوں ... پر بھی ... کے ... ہو ... نہیں ہوئی۔ فرانس ... ایک ... لڑائی ... زور ... کے شمال ... سے لڑائی ہو ... بہت زور ... کی سمت ... بار ... جاری ... ہیں ... کچھ ... گاڑیاں ... کی طرف ... میں ... جرمن دستے بھیجے گئے ہیں ... موٹر ... کو ... کی ... بھیجا ... کنارے پر ... گیا ... ہے۔ میدان ... جرمن ... کی ... بڑھ رہے ہیں ... کے واسطے بھیجے گئے ہیں ... لیا گیا ہے ... کو ... تھا ... دارس اور ... کے مقامات جرمنوں سے پھر چھین لئے گئے ہیں بلجیم میں بلجیم اور انگریزی افواج نے مورچوں پر آ گئی ہیں۔ یہ افواج دباؤ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس ... مورچوں پر آئی ہیں کہ دبار ... پر زیادہ اچھی طرح ... گی۔ لندن کے سرکاری حلقوں میں بتایا گیا ہے کہ لڑائی کے بارے میں زیادہ خبریں نہیں بتائی جا سکتیں۔ اس لئے لوگوں کو بے چین نہیں ہونا چاہئے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہماری ... کا دشمن کو علم نہ ہونے پائے۔ اس وقت افواج کو ایک ... دوسری جگہ بھیجنے کی اطلاعات دشمن کو ... ثابت ہو سکتی ہیں ... لوگوں کو ... جرمنوں کو قیدی بنا لیا ... لڑائی کے ... حالات معلوم ... برطانیہ میں کہا جا رہا ہے کہ کوئی ... سے معلوم ہوتا ہے کہ حالات ... ہیں۔ شمال اور جنوب کے مورچوں کے پیچھے بڑی تعداد میں دشمن کے ٹینک موجود ہیں۔ بولون میں جو لڑائی ہو رہی ہے اس کی کوئی خبر لندن نہیں آئی ہے۔ ٹائمز کا فوجی نامہ نگار لکھتا ہے کہ ... جو ... بنایا تھا جیسا گذشتہ جنگ میں بنایا گیا تھا۔ تمام افواج کو مختلف مقامات پر بانٹ دیا گیا تھا۔ مغربی کنارے کے پاس خوب لڑائی ہو رہی ہے۔ جرمن بم برسانے والے جہاز انگریزوں اور ان کے ساتھیوں کی افواج پر بم گرا رہے ہیں۔ رائل ایر فورس کے جہاز بھی تمام مورچوں پر

سرگرمیاں دکھا رہے ہیں۔ فرانس کے مغرب میں اکٹھی ہونے والی جرمن افواج پر اتحادی ایر فورس کے جہازوں نے بمباری کی۔ تین ٹینکوں کو آگ لگا دی گئی اور کئی کو بیکار کر دیا گیا۔ ... میں تیل کے ذخیروں پر حملے کئے گئے ... ایک ... کشتی کو تباہ کر دیا گیا۔ رائل ایر فورس کے جہازوں نے ... سلسلہ میں ... سرگرمی جاری رکھی۔

ہندوستان کی حفاظت کیلئے فوج میں اضافہ

سامان جنگ کی تیاری جاری رہیگی

شملہ ۲۵ مئی۔ محکمہ ڈیفنس نے ایک اعلان کیا ہے کہ جاری کیا ہے جس میں ہندوستان کی جنگی کوششوں اور ہندوستانی ... فوجی تیاری کا عام ذکر کیا ہے کیونکہ ... علاوہ دیگر امور کے ہندوستان کی زیادہ سے زیادہ حفاظت ... فوری ... افواج میں اضافہ اور تیاری کے لئے احکام جاری کئے گئے ہیں۔

ان افواج کی تیاری میں انڈین ٹیریٹوریل فورس اور انڈین ... فورس کا پورا استعمال کیا جائے گا۔ ... ہندوستانی ہوائی فوج کے مزید دستوں کی ترتیب اور ... کی ٹریننگ کی جائے گی۔ افواج میں موٹر ... ، پیدل، سگنلز، انجنیئرز، میڈیکل اور موٹر ... دستے شامل ہوں گے۔ علاوہ ازیں ہندوستانی ساماں جنگ کی تیاری جو جنگ کے سلسلہ میں ہندوستان اور باہر استعمال ہوگا اپنی زیادہ سے زیادہ ممکن طاقت کے ساتھ جاری رکھیگا۔

اٹلی اور ہندوستان کے درمیان آمد و رفت

جہاز آنے جانے بند ہو گئے

بمبئی ۲۵ مئی۔ اٹلی کی جہاز راں کمپنی ... نے اعلان کیا ہے کہ جون کے ماہ میں اٹلی اور ہندوستان کے درمیان اس کے جہازوں کی آمد و رفت ... بند کی جائے گی۔ اس کی وجہ کمپنی نے ... اطالوی ... نے مال کی آمد و رفت بند کر دی ہے۔ دوسرے ... بہت کم ... ہیں۔

دنیا کی موجودہ صورت حالات

پنڈت جواہر لال کی لاہور میں تقریر

لاہور ۲۵ مئی۔ آج شب کو بریڈلا ہال میں ... پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر ہونے والی تھی۔ ... سے جلسہ ہال کے دروازہ کو توڑ ... زبردستی اندر داخل ہو گئے۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا ... کی وجہ سے بہت دیر تک گڑبڑ ہوتی رہی۔ آخر پنڈت جی نے

مجمع پر قابو پالیا اور پھر ایک گھنٹہ تک دنیا کے موجودہ حالات اور ان کا ہندوستان پر پڑنے والے اثر کے متعلق تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا کہ اس وقت حکومت برطانیہ کو پریشان کرنا نہیں چاہتے مگر اس کے ساتھ ساتھ آزادی کی جد و جہد کو ملتوی بھی نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ ستیاگرہ اس وقت شروع ہوگا جب ملک اس کے لئے تیار ہو جائے گا۔ آج شب کو پنڈت جی پشاور کے لئے روانہ ہو گئے جہاں چار روز قیام کرنے کے بعد آپ کشمیر جائیں گے۔ (اپ)

ایک درجن خاکساروں کی گرفتاری

لاہور ۲۵ مئی۔ ایک درجن خاکساروں کو جو بیلچے وغیرہ سے لاہور ریلوے سٹیشن پر پہنچے پر گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے قبضہ سے ۱۴ بیلچے برآمد ہوئے جنھیں پولیس نے اپنے قبضہ میں کر لیا۔

برطانیہ کے رویہ میں تبدیلی نہیں ہوئی

راشٹرپتی مولانا آزاد کا بیان

نینی تال ۲۵ مئی۔ جب ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے نے دار العوام میں مسٹر ایمرے وزیر ہند کے بیان پر مولانا آزاد صدر کانگریس سے انٹرویو کیا تو مولانا نے فرمایا کہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ برطانوی وزارت کے نظریہ میں ہندوستان کے متعلق ذرا بھی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ نئے وزیر ہند نے وہی کچھ کہا ہے جو اس سے پہلے وزیر ہند کہہ چکے ہیں۔ اور جس پوزیشن کے متعلق کانگریس ایک سے زیادہ مرتبہ اپنی پالیسی کی وضاحت کر چکی ہے۔

بمبئی اور احمد آباد کے سٹاک ایکسچینج بند

حکومت بمبئی نے منظوری دیدی

بمبئی ۲۴ مئی۔ گزٹ کی ایک غیر معمولی اشاعت میں شائع شدہ ایک اعلان سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت بمبئی نے بمبئی کے حصص اور سٹاک مارکیٹ کے بند کر دینے کے متعلق بروکرز ایسوسی ایشن کے فیصلہ پر اپنی منظوری دے دی ہے۔ احمد آباد کے حصص اور سٹاک مارکیٹ کو بند کرنے کی بھی منظوری دیدی گئی ہے۔

موسیو ٹراٹسکی کو قتل کرنیکی کوشش

کوٹھی پر حملہ۔ مشین گن سے فائر

میکسیکو ۲۵ مئی۔ موسیو ٹراٹسکی کو میکسیکو کے کچھ لوگوں نے قتل کرنیکی کوشش کی مگر وہ بال بال بچ گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ رات کو ۲۰ آدمی فوجی وردیاں پہنے ہوئے کوٹھی میں داخل ہوئے۔ کوٹھی میں پولیس والے پہرہ دے رہے تھے ان پہرہ داروں کو لوگوں نے آسانی سے قابو پالیا اور کوٹھی پر مشین گنوں سے فائر کرنے شروع کر دیئے۔ موسیو ٹراٹسکی اور انکی بیوی نے زمین پر لیٹ کر اپنی جان بچائی۔ یہ لوگ جاتے ہوئے ایک آگ لگانے والا بم چھوڑ گئے۔ موسیو ٹراٹسکی کے ایک سکرٹری کو بھی گرفتار کر لے گئے۔ موسیو ٹراٹسکی سٹالن سے پہلے روس کے پریذیڈنٹ تھے سٹالن و نیا میں انکا سب سے بڑا دشمن ہے۔

ایشیاٹک بنک کی شاخ کا افتتاح

لالہ دیش بندھو جی نے رسم ادا فرمائی

دہلی ۲۵ مئی۔ آج شام کو ایشیاٹک بنک لمیٹڈ کی چاندنی چوک برانچ کا افتتاح لالہ دیش بندھو گپتا ممبر پنجاب اسمبلی نے کیا۔ اس موقعہ پر شہر کے بہت سے معززین ایک تھے۔ کو نسٹیشن ہوٹل میں بنک کی طرف سے ایک پارٹی دی گئی۔ اس موقعہ پر بنک کی طرف سے ایک ایڈریس پیش کیا گیا جس میں بنک کی مفید سکیموں کا مختصر الفاظ میں تذکرہ کیا گیا۔ اس کے جواب میں لالہ دیش بندھو گپتا نے کہا کہ ملک کے لئے تو بہت سے بنک ہیں اور انکے لئے بہت سی سکیمیں بھی ہیں لیکن اس بنک کی سکیمیں غریبوں اور امیروں دونوں کے لئے فائدہ مند ہیں۔ اگر اس بنک نے بنک کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی تو ملک کی بنکنگ انڈسٹری جو ملک کے لئے بہت اہم انڈسٹری ہے بہت زیادہ ترقی کر سکتی ہے مجھے امید ہے کہ لوگ اس میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں گے۔ مسٹر کیشوانی جو بنک کے مینیجنگ ڈائرکٹر ہیں تے تمام اصحاب کا شکریہ ادا کیا اور پارٹی ختم ہوئی۔

ضلع راولپنڈی کا خاکسار لیڈر گرفتار

راولپنڈی ۲۴ مئی۔ پولیس نے ضلع راولپنڈی کے خاکساروں کے سالار اعظم مسٹر اشرف اسسٹنٹ ہائی انسپکٹر میونسپل کمیٹی کو گرفتار کر لیا ہے۔ دو تین دن سے مسٹر اشرف کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ آج انھوں نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالہ کر دیا۔ پولیس نے دو اور خاکسار محمد یونس و شمشیر زماں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔ رات کو پولیس نے دو خاکساروں کو پکڑا جو شہر میں مسلم مولویوں کی طرف سے لگائے ہوئے پوسٹر پھاڑ رہے تھے۔ انھوں نے کوتوالی میں جا کر معافی مانگی اسپر انہیں چھوڑ دیا گیا۔

مجلس آئین ساز کے ممبران کی تنخواہیں

حکومت بمبئی کا فیصلہ

بمبئی ۲۵ مئی۔ گورنر بمبئی نے فیصلہ کیا ہے کہ صوبجاتی مجلس آئین ساز کے ممبران و افسران کی تنخواہیں اور الاؤنس یکم جولائی ۱۹۳۹ء سے بند کر دیئے جائیں گے اس سلسلہ میں قانون بنایا جا رہا ہے امید ہے کہ اس قانون کو نہ صرف ممبران و افسران کی حمایت ہی حاصل ہوگی بلکہ عامہ بھی اس کے حق میں ہوگی۔

مشرق قریب کی بساط شطرنج

اس خطہ میں کیا کیا چالیں چلی جا رہی ہیں؟

(از مسٹر رام داس)

اس وقت جبکہ ساری دنیا کی نگاہیں مغرب کی طرف لگی ہوئی ہیں اور ہٹلر اور اتحادیوں کے محاذ جنگ کے ہنگامے آنکھوں میں پھر رہے ہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ سوچتے ہیں کہ مشرق قریب یعنی بلقانی ممالک کا حال کیا ہوگا؟ اور یہ کہ کیا جرمنی، اٹلی یا روس اس طرف کی کوئی اسکیم اپنے پیش نظر رکھتا ہے یا نہیں؟

جس وقت سے یہ جنگ شروع ہوئی ہے برطانیہ اور فرانس دونوں نے اپنے اثرات اور اپنے فوجی انتظامات کو مصر، فلسطین اور شام میں بڑھا دیا ہے اور ترکی عراق نے بھی اپنی فوجوں میں اضافہ کیا ہے اور ان کو جدید حربوں اور سامانوں سے مسلح کر دیا ہے،

ترکی اور بلقانی ممالک کی امداد کے لئے اتحادیوں نے پورا سامان کر لیا ہے، اور جس وقت اٹلی یا جرمنی یا روس ان ممالک کے امن کو خراب کرنے اور ان پر حملہ کرنے کی کوشش کرے گا اتحادیوں کی فوجیں ان کی امداد کے لئے فوراً بھیج دی جائیں گی۔

مصر میں!

مصر میں مصری کمانڈ کے تحت میں جو مضبوط فوجیں پہلے سے جمع تھیں ان میں ہندوستانی فوجوں اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی فوجوں کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے اس وقت مصری فوج جو برطانیہ کے فوجی مشن کے تحت میں کام کر رہی ہے بہت وسیع اور طاقتور ہو گئی ہے اور اسکی اسلحہ بندی بھی از سر نو کر دی گئی ہے،

فلسطین اور شام!

فلسطین میں بھی آسٹریلیا کی فوجیں موجود ہیں اور ان کے باعث فلسطین اور ٹرانس جارڈن میں متعین برطانوی فوج زیادہ مضبوط اور طاقتور ہو گئی ہے ان کے علاوہ شام میں ٹرانس جارڈن کی ایک سرحدی فوج بھی کام کر رہی ہے اس فوج کے سپاہی اپنی جاں بازی کے لئے مشہور ہیں،

مزید برآں شام اور لبنان میں جنرل ویگانڈ کے کمانڈ میں ایک ایسی فوج ہے جو شمالی افریقہ اور دوسری نوآبادی اور فرانسیسی مٹروپولیٹن کے سپاہیوں پر مشتمل ہے یہ فوج بھی مستحکم ہے اور اچھا ڈسپلن رکھتی ہے،

ہوائی طاقت!

عراق میں جو فوج ہے وہ دفاع کے لئے استعمال کی جائے گی لیکن برطانوی اور فرانسیسی فوجوں کی طرح اس ملک کی ہوائی طاقت بھی بہت بڑھا دی گئی ہے اور اس میں بہت اچھے اچھے بمبار ہوائی جہاز ہیں اس وقت جبکہ جنگ میں ہوائی طاقت بڑی اہمیت رکھتی ہے ظاہر ہے کہ اگر بلقان میں جنگ کے شعلے بلند ہوئے تو ان ہوائی دستوں سے بہت اچھا کام لیا جائیگا

ترکی

ترکی اگرچہ اس جنگ میں اب تک غیر جانبدار رہی ہے تاہم اس نے اپنی فوج اور اپنے اسلحہ میں بڑا اضافہ کیا ہے اور اب اس ملک کی بری بحری اور ہوائی طاقتیں بہت ہی منظم اور ترقی یافتہ ہیں اور تمام جدید سامانوں اور اسلحوں سے بھری ہوئی ہیں کچھ روز ہوئے برطانیہ کے ایر چیف مارشل مچل ترکی گئے تھے آپ نے معلوم کیا کہ ترکی نے بڑی فوجی ترقی کی ہے اور اس ملک کے اور اتحادی جنرل اسٹاف میں مکمل اتحاد موجود ہے۔

اس امر میں بھی کوئی شک باقی نہیں رہا ہے کہ اہل ترکی کی ہمدردی اس جنگ میں کس طرف ہے ان کو اچھی طرح یاد ہے کہ گذشتہ جنگ عظیم میں جرمنوں کا ساتھ دے کر اس نے کس قدر نقصان اٹھایا تھا وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ برطانی اور فرانسیسی مقاصد ان کے مقاصد سے بہت ملتے جلتے ہیں اور برطانیہ اور فرانس بحر روم میں اپنا کوئی مقصد اسکے سوا نہیں رکھتے کہ وہاں اور بلقانی ممالک میں موجودہ امن قائم رہے،

عراق اور مصر!

دوسری طرف عراق اور مصر یہ چاہتے ہیں کہ انکو جو آزادی کی نئی حیثیت پچھلے دنوں حاصل ہوئی ہے وہ اور مضبوط ہو جائے اسلئے انہوں نے جرمنی کے خلاف اگرچہ اتحادیوں کی طرح اعلان جنگ نہیں کیا ہے تاہم جرمنی سے سفارتی تعلقات منقطع کر دیے ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اتحادیوں کو مخلصانہ امداد دے رہے ہیں اور اگر دنیا کے اس حصہ میں جنگ ہوگی تو وہ فوراً امداد دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

اس وقت تک یہ معلوم نہیں ہے کہ اس خطہ میں جرمنی، اٹلی یا روس کا آئندہ جارحانہ عمل کیا ہوگا۔ اور شعلہ کس ملک میں بھڑکے گا، غالباً خود نازیوں کو بھی اسکی خبر نہیں ہے،

ہٹلر نے بار بار مسولینی سے اس امر پر اصرار کیا ہے کہ اس کی تائید میں وہ بھی اتحادیوں کے خلاف کوئی مخالفانہ کارروائی عمل میں لائے، لیکن مسولینی نے اب تک پروپیگنڈا کے سوا کوئی اور جارحانہ اقدام شروع نہیں کیا ہے۔

اگر جرمنی، اٹلی یا روس کسی بلقانی ممالک پر دھاوا کرے گا یا اگر روس مرکزی ایشیا کی طرف بڑھے گا تو ترکی غیر جانبدار نہ رہ سکے گا مزید برآں ترکی اور یونان نے رومانیہ کو یہ گارنٹی دی ہے کہ کوئی دوسرا بلقانی ملک اگر اس پر حملہ کرے گا تو وہ اس کی امداد کریں گے اسی طرح کی ایک گارنٹی برطانیہ اور فرانس نے بھی رومانیہ کو دی ہے اس لئے رومانیہ پر حملہ ہوتے ہی اتحادیوں اور ترکی اور یونان کو اس میدان جنگ میں شریک ہونا پڑے گا، یہی حال یوگوسلاویہ کا بھی ہے اور اگر اس پر حملہ ہوا تو اس حالت میں بھی مدا ایگلو [illegible] ترکی" اتحاد عمل میں آجائے گا اور تینوں مل کر اس ملک کی امداد کرنی پڑے گی۔

رازِ ہست و بود

(از حضرت سیماب اکبرآبادی)

ہیں نور جہاں، وہاں ہے نظر کا گزر کہاں　　ہے عصمت جمال کو تاب نظر کہاں

منظور ہے ابھی نہیں پاس نظر کہاں　　وعدہ کیا ہے جلوہ گری کا، مگر کہاں

تھی شورش بہار میں اتنی خبر کہاں　　کیا جانے میں نے پھینک دیے بال و پر کہاں

ہوں سرخوش جمال سکوں ہو مگر کہاں　　نظارہ سے بقدر مذاق نظر کہاں

اے وحشت خیال اسے کیا جواب دوں؟　　غربت یہ پوچھتی ہے کہ چھوڑ آئے گھر کہاں

منزل پہ منحصر ہے مسافر ترا سکون　　رکھی ہے یہ متاع سر رہگزر کہاں

احساس آشیاں و قفس تک ہے بے پری　　ہے اس کے بعد کشمکش بال و پر کہاں

ماہ و نجوم سے بھی پرے محو سیر ہوں　　دیکھا ہے تونے میرا مذاق نظر کہاں

محدود دیر و کعبہ نہ کر حسن دوست کو　　وہ جلوۂ محیط کہاں، بام و در کہاں

زندہ دلان عشق و فنا راز ہست و بود　　یہ ملک جاوداں کے مسافر ادھر کہاں؟!

اجڑا اور ایسی شان سے اجڑا مرا چمن　　یہ بھی پتہ نہیں کہ بنایا تھا گھر کہاں

غلطی ہوئی تو ہیں مری بے اعتباریاں کہیں　　میں اس دیار خواب سے تھا بیشتر کہاں!

پہونچا ہوں راہ دور سے ہستی کی شام تک　　اب غور کر رہا ہوں کہ ہوگی سحر کہاں؟

پروانہ دفن شمع ہوا شمع نذر صبح　　ہوتا ہے ختم دیکھیے اپنا سفر کہاں؟

اپنے جنون خام کی تکمیل کیجیے

سیماب پھر یہ موسم دیوانہ گر کہاں!

غیر مرئی معاون!

مادر گیتی کے پیارے بچے!

غم رسیدہ انسان

بے بسی کے عالم میں دنیائے غیر معلوم کی سرحد پر

عالم یاس میں کھڑے ہو جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں

تو غیر مرئی معاون، وہی غیر مرئی معاون

وہی قدسی

جو خدا کی پاکیزہ فضاؤں میں

ذات باری کے شرف میں

آتے ہیں،

اور کانپتے ہوئے دلوں کو تسکین اور حوصلہ

عطا کرتے ہیں،

ایک کرہ سے دوسرے کرہ تک فضائے

بسیط میں تیرتے ہوئے،

جب ان ہستیوں　ان غیر مرئی معاونوں کو،

کوئی بھٹکی ہوئی حاجتمند امداد کی مستحق روح پر

نظر پڑتی ہے،

تو وہ قریب تر ہو کر

اسے اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں،

یہ کسی دنیائے تخیل میں اڑنے والے مجذوب کا خواب نہیں

گو ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے،

لیکن وہ ... وہ غیر مرئی معاون زندہ ہیں،

اور دنیا کے رنگا رنگ غیر مرئی پردوں میں ملفوف،

؎　؎　؎　؎　؎

برطانیہ کے موجودہ وزیر اعظم مسٹر ونسٹن چرچل

ایک دلچسپ مقالہ :- (از جناب تارا شنکر ناتھ ایم اے ایل ٹی)

خاص تیج ویکلی کے لئے

مسٹر چیمبرلین کی وزارت کا مستعفی ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ایسا تو ایک دن ہونا ہی تھا تعجب یہ ہے کہ انگلینڈ جیسے ہوشیار اور دور اندیش ملک نے شخصیت کی ہی تعظیم و تکریم میں اپنے مفاد کو کیسے اتنے دنوں تک قربان کیا شروع جنگ میں ہی انگلستان کی چند سوقر ہستیوں نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ لڑائی کے دنوں میں صلح جو انسان کا وزیر اعظم بننا اچھا نہیں ہوتا۔ جارج برنارڈ شا کو مسٹر چیمبرلین کی تقریروں میں ہمیشہ کمزوری اور تذبذب کا احساس ہوتا تھا ان کی رائے میں برطانوی وزیر اعظم کی جوابی تقریریں ہٹلر کی زوردار زبردست تقریروں کے سامنے بھدی بے مزہ اور پوچ تھیں، مسٹر لائڈ جارج شروع ہی سے مسٹر چیمبرلین اینڈ کمپنی کے خلاف تھے، آخر مخالف آوازیں جواب تک صدا بصحرا تھیں ایوان پارلیمنٹ میں گونجیں اور اگرچہ مسٹر چیمبرلین کی ذات گرامی اب بھی ہاؤس آف کامنس کے لئے باعث عزت و فخر ہے لیکن انگلینڈ کی وزارت کی ذمہ داری اب کنزرو پارٹی کے مدبر مسٹر چرچل کے سر آ پڑی ہے مسٹر چرچل موجودہ انگلینڈ کے مشہور ترین مدبروں میں سے ہیں وہ برطانوی سیاست کے روح رواں ہیں انڈیا اور امپائر کے مشفق قدیم اور ہٹلر کے مخلص ترین دشمن ہیں آپ نے ہٹلر کی تقریروں کو اگر غور سے پڑھا ہے تو آپ کو یاد ہوگا کہ ہٹلر کو تقریر کے وقت مسٹر چرچل پہلے یاد آتے تھے اسکے بعد مسٹر چیمبرلین،

اگرچہ مسٹر چرچل کا نام نامی ہٹلر سے کم زبان زد خلائق نہیں پھر بھی ان کا تعارف بے موقعہ ہوگا ان کے تعارف کے لئے ان کے والد یا جد لارڈ رینڈالف چرچل کا تذکرہ ضروری نہیں ہے کیونکہ آپ پر فارسی کی مشہور کہاوت "جو باپ نہ کر سکا بیٹے نے کر دکھایا" کا پورا پورا اطلاق ہوتا ہے رینڈالف چرچل اپنی پوری کوشش کے باوجود وزیر اعظم نہ بن سکے تھے اور یہ حسرت وہ اپنے ساتھ لے گئے پھر بھی مسٹر چرچل کو جہاں بے شمار دولت ترکہ پدری میں دستیاب ہوئی وہاں قدرتی ذہانت اور خاندانی سیاست بھی ان کے حصہ میں آئی،

مسٹر چرچل ڈیزرایلی کی طرح لاتعداد صفتوں کے مالک ہیں ان کی تقریر موثر، صاف اور معنی خیز ہوتی ہے اور اب مسٹر برنارڈ شا کو جہاں تک ہٹلر کی تقریروں کے جواب کا تعلق ہے غالباً شکایت کا کوئی موقعہ نہ ملے گا، ڈیزرایلی کی طرح آپ بھی کئی پولیٹیکل ڈراموں یا ناولوں کے مصنف رہ چکے ہیں، آپ پولیٹکس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، ناظرین کے لئے یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ہٹلر کی طرح مسٹر چرچل بھی ایک ہوشیار معمار ہیں کیا مطلب معنوں میں وقت کی ستم ظریفی دیکھئے جس نے اپنی عمر کو برباد کرنے کے لئے یا اسکی حفاظت کی خاطر مضبوط مقصود معمار منتخب کئے ہیں، غرض مقابلہ بے ڈھب ہے کاش بجائے معصوم انسانوں کے کشت و خون کے مسٹر چرچل اور ہٹلر کے ہی جنگ پر فتح و شکست کا انحصار ہوتا اگر ایسا ہو جائے تو یقین جانئے انگلینڈ کو فرانس یا امپائر کی امداد کی کوئی ضرورت نہیں مسٹر چرچل کا بھاری بھرکم جسم ہٹلر سے ڈوئل یعنی جنگ مبارزت کے لئے بالکل کافی ہے

ہٹلر کی سوجھ بوجھ اور اسکی ہوائی طاقت نے یورپ کی جنگ ہفت سالہ کی یاد تازہ کر دی ہے خدا کرے مسٹر چرچل کے بھاری بھرکم قالب میں سٹالن کی ممکن الفتح روح موجود ہو، بہر حال اگر اس وقت صرف پٹ انگلینڈ کو بچا سکتا تھا تو اس وقت مسٹر چرچل سے انگلینڈ کی تمام امیدیں وابستہ ہیں، مسٹر چرچل کا مقابلہ ہٹلر سے بہر صورت دلچسپ ہے طوالت کا خیال ہے اسلئے مختصر لکھتا ہوں ہٹلر نے ۵-۶ برس پہلے کرسمس کی تعطیلوں میں چھوٹی چھوٹی توپیں، ٹینک اور اڑنے والے کھلونے کے ہوائی جہاز بچوں کو بطور تحفہ تقسیم کئے تھے، مسٹر چرچل جب چھوٹے تھے تو انہوں نے اپنے والد کے ڈرائنگ روم میں ایک دفعہ ۱۵۰۰ کھیل کے سپاہیوں کی پریڈ کرا کر اپنے والد سے معائنہ کرایا تھا ہٹلر نے جنگ عظیم میں کئی معرکوں میں نیا سر کھپایا ہمارے موجودہ وزیر اعظم صاحب بھی بوئر وار میں کمانڈر انچیف کو سپرد اجل کر دیا ہوتا اگر جنرل بوتھا نے انہیں گرفتار نہ کر لیا ہوتا، ہٹلر حوالات سے خفیہ نکل گیا تھا، بوئر وار میں گرفتاری کے سبب مسٹر چرچل کو بھی اپنے محافظین کو چکمہ دے کر نکل بھاگنا پڑا تھا، اگر ہر ہٹلر ہوائی طاقت کا ناظم ہے تو چرچل بحری طاقت کا لاجواب سرچشمہ اور سمندری جہازوں کا عدیم المثال ناخدا ہے موجودہ جنگ میں دو ماہ کے اندر مائن میلٹس پر قابو پانا چرچل ہی کا کام تھا،

۱۹۱۱ء میں مسٹر چرچل امیر البحر کے ممتاز عہدے پر فائض ہوئے تھے جنگ عظیم میں یعنی ۳ سال بعد آپ کا بحری بیڑہ عجائبات عالم میں سے تھا ان کے جہازوں کا جلوس ۱۸ میل لمبا تھا انہوں نے ہی پورٹ لینڈ سے اسکینڈینیا ملوک ملنے سمندر پر اپنا جال ایسا بچھایا تھا کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے تھے، جنگ کی ترتیب اور تنظیم میں آپ کو کامل دستگاہ ہے ہٹلر کی طرح آپ میں بھی صبر ذرا کم ہے۔

ہندوستان کا مسئلہ

اسکے حل کیلئے چند مفید اور موثر صورتیں

(از مسٹر ایس، ستیا مورتی ایم، ایل، اے سنٹرل)

سیاسی جھگڑوں کے ہنگاموں میں بعض وقت یہ مناسب بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ ملک کے وہ سیاستداں اور مدبرین جو جھگڑوں کی گرم بازاری سے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھ سکتے ہوں، سائنٹفک طریقوں پر ان مسئلوں کو جانچیں، جن کا حل کرنا ضروری ہے، ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے سوال پر بظاہر حکومت اور اس ملک کے باشندوں کے درمیان کوئی اختلاف رائے نظر نہیں آتا، سب کے سب اس پر متفق معلوم ہوتے ہیں کہ ہندوستان کے مستقبل کی بنیاد لامحالہ اسکے حق آزادی پر رکھی جائے خواہ اسکا نام کامل آزادی رکھا جائے، خواہ پورن سوراجیہ خواہ وہ ڈومینین سٹیٹس جو آئینی ویسٹ منسٹر کے مطابق ہو۔ موخر الذکر صورت اب بآسانی نظر انداز کی جاسکتی ہے کیونکہ اس جنگ کے بعد اس فقرے یعنی ویسٹ منسٹر کے مطابق ڈومینین سٹیٹس کے خیال میں تبدیلیاں ہونی ضروری ہیں، اور برطانیہ اور اسکی نوآبادیوں کے رشتہ میں بھی نوعیت کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ تبدیلی ہو گی لیکن عمومی حیثیت سے بہ مشترک بنیاد صاف دکھلائی دے رہی ہے کہ داخلی اور خارجی دونوں معاملات میں ہندوستان کے باشندے ہی آخری مالک بنیں گے اور یہ کہ برطانیہ اور ہندوستان کے رشتہ کو دباؤ اور جبر پر نہیں بلکہ مفاہمت اور رضامندی پر مبنی ہونا چاہئیے۔

سمجھوتہ مشکل نہیں ہے

مندرجہ بالا حقیقتوں کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہو سکتا جو باہمی رواداری اور مفاہمت سے حل نہ کیا جاسکے لیکن بدقسمتی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخری مقصد کو تسلیم کرنے کے باوجود مشکلات اور اختلافات بڑھتے چلے جا رہے ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی صورت پیدا کی جاسکتی ہے جس سے سمجھوتہ آسان ہو جائے اور عقلی دلیلوں کے ذریعہ گتھی سلجھائی جائے۔

جہاں تک انڈین نیشنل کانگریس کا تعلق ہے ہمیں مہاتما گاندھی کا شکریہ ادا کرنا چاہئیے کہ انہوں نے صاف طور پر اور مکمل خلوص کے ساتھ سب کچھ کہہ دیا ہے اور کانگریس نے کسی بات کو پوشیدہ نہیں رکھا ہے بلکہ اپنے تاش کے تمام پتوں کو فریق کے سامنے رکھ دیا ہے کانگریس کا کھلا مطالبہ مکمل آزادی ہے لیکن اسکے ساتھ ساتھ مہاتما گاندھی نے یہ خیال بھی ظاہر کر دیا ہے کہ مکمل آزادی دوسرے ممالک مثلاً مصر یا آئرلینڈ کی طرح برطانیہ اور ہندوستان کے درمیان ایک سیاسی رشتہ پر مبنی کی جاسکتی ہے۔

دونوں فریقوں کا مفاد

یہ سیاسی رشتہ اس طرح قائم کیا جاسکتا ہے کہ ماضی، حال اور مستقبل کے حالات پر نگاہ رکھی جائے اور دونوں فریق اپنے خلوص کے ذریعہ تمام معاملات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کریں، بالآخر دونوں فریقوں کے لئے مفید ثابت ہو گا۔

اسکے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی آئین کی ذمہ داری۔۔ درمیانی وقفہ کے لئے تمام انتظامات اسی جمہوری طریقہ پر قائم کئے جائیں جو اب تک دنیا کو معلوم ہو سکا ہے، وہ طریقہ کیا ہے؟ یہی کہ خود ہندوستان کے باشندے ہی اسکے متعلق اپنی رائے ظاہر کریں۔

> "دنیا میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو باہمی رضامندی، رواداری اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کے ذریعہ حل نہیں کیا جاسکتا اگرچہ ہندوستان کی مشکلات کے ساتھ ساتھ اختلافات بھی بڑھتے جا رہے ہیں تاہم ایسی صورتیں، ایسے طریقے اور ایسے ذرائع پیدا کئے جاسکتے ہیں جن سے ہندوستان کے مسئلہ کو حل کرنے میں آسانی پیدا ہو" (مسٹر ستیا مورتی)

ظاہر ہے کہ اس ملک کے تمام پینتیس یا چالیس کروڑ باشندے اکٹھا نہیں کئے جاسکتے، تاکہ وہ ایک جگہ بیٹھ کر اپنے مقاصد کے متعلق بحث اور فیصلہ کر سکیں اس لئے یہ ترکیب سوچی گئی ہے کہ حق رائے دہی بالغان کے اصول پر نمائندوں کی ایک محدود تعداد منتخب کی جائے اور یہی نمائندے "آئینی اسمبلی" کی صورت میں ہندوستان کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ کریں۔

ایک دوسرا طریقہ

اسکے علاوہ ایک دوسرا طریقہ جو پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ [illegible] کو جو تین کروڑ پچاس لاکھ ووٹروں پر یعنی بالغ آبادی کی تقریباً ایک چوتھائی تعداد پر مشتمل ہے، اس آئینی اسمبلی کے لئے استعمال کیا جائے، اور اگر یہ تعداد بھی زیادہ سمجھی جائے تو صوبائی لیجسلیچروں کے ممبران جو خود براہ راست ووٹروں کے ذریعہ منتخب کئے گئے ہیں خود اپنی ہی جماعتوں میں سے آئینی اسمبلی کے لئے ارکان منتخب کر لیں اور یہی آئینی اسمبلی ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کرے۔

غالباً برطانیہ بھی کسی ایسی اسمبلی کی ضرورت کو دل ہی دل میں تسلیم کرتا ہے، لیکن وہ بعض مرتبہ صاف طور پر اور بعض مرتبہ اشاروں میں یہ کہتا ہے کہ اس ملک میں اسکے جو مختلف اقسام کے مفادات ہیں ان کو محفوظ کر دیا جائے جب کوئی سوال اس سادہ اور کھلی ہوئی صورت میں سامنے آجاتا ہے تو اسکا جواب بھی آسان ہو جاتا ہے میرا خیال یہ ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس جب تک مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں ہے کبھی کسی جائز حق کو دینے سے انکار نہیں کرے گی۔ اگر ہندوستان میں برطانیہ کے کچھ ایسے حق موجود ہیں جو ہندوستان کے مستقل مفاد کے خلاف نہ ہوں تو ان کا تحفظ کچھ مشکل نہیں ہے۔

ہندوستان کا تحفظ

اگر یہ مسئلہ صرف اسی حد تک موجود ہوتا تو اس میں کوئی الجھاؤ پیدا نہ ہوتا لیکن برطانیہ اس سے بہت آگے بڑھ جاتا ہے اور ہندوستان کے والیان ریاست ہندوستان کی اقلیتوں اور ہندوستان کے تحفظ کے نام پر بہت سی مشکلات اور پیچیدگی پیدا کرنا چاہتا ہے جہاں تک ہندوستان کے تحفظ کے مسئلہ کا تعلق ہے کسی ہندوستانی کو اسکے متعلق غلط فہمی نہیں ہے دنیا کی موجودہ حالتوں کو دیکھ کر اور آنے والے خطرات کا خیال کر کے یہ ضرور محسوس کیا جا رہا ہے کہ ہندوستان کو بری بحری اور ہوائی طاقتوں کے ذریعہ اچھی طرح محفوظ کیا جانا چاہئیے، اسکے ساتھ ساتھ ہندوستان یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ ان اسباب کی بنا پر جو اسکے اختیار میں نہ تھے اور جن کیلئے وہ ذمہ دار نہیں ہے، ہندوستانی اس لائق نہیں رکھے گئے ہیں کہ وہ بیرونی حملوں سے اپنے ملک کو خود بچا سکیں۔

لیکن جب ہندوستان سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے ملک کی حفاظت کرنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتا تو اس کا دل غم و غصہ سے لبریز ہو جاتا ہے وہ اپنی قدیم تاریخ اور اپنی بہادری اور جنگ آزمائی پر ایک نظر ڈالتا ہے اور یہ سوال کرتا ہے کہ آج اسکی کمزوری اور بے بسی کی ذمہ داری کس پر ہے؟ ہندوستان کم از کم یہ سننا کسی طرح پسند نہیں کرتا کہ اپنی کمزوریوں کے باعث وہ پورن سوراجیہ کا اہل نہیں ہے۔

اگر ہندوستانیوں کا صرف یہ حق تسلیم کر لیا جائے کہ ان کے ملک کا انتظام خود انہیں کے ہاتھوں میں ہونا چاہئیے تو ہندوستان بڑی خوشی سے برطانیہ کی طرف سمجھوتہ کا ہاتھ بڑھا سکتا ہے اور برطانیہ سے اس امر کے متعلق گفت و شنید کر سکتا ہے کہ ایک معین اور محدود مدت کے اختتام پر ہندوستان کے تحفظ اور دفاع کی پوری ذمہ داری ہندوستان کو مل جائے گی، اس اثنا میں انتظامات کئے جاسکتے ہیں اور درمیانی وقفہ کو نئی تبدیلیوں کے لئے بآسانی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

والیان ریاست کا مسئلہ

جہاں تک ہندوستان کے والیان ریاست کے مسئلہ کا تعلق ہے اس میں شک نہیں کہ اس مسئلہ کے باعث کسی قدر پیچیدگی پیدا ہوتی ہے لیکن یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ ان والیان ریاست کو ہندوستان کے حق آزادی کو اور اس کے تحت میں برطانی ہند کے فیڈریشن کو مسترد کر دینے کا حق کیونکر حاصل ہو سکتا ہے! پہلے ہمیں اپنے مسئلہ کو حل کر لینا چاہئیے اس کے بعد یہ فیصلہ خود والیان ریاست پر چھوڑ دینا چاہئیے کہ وہ اس آزاد فیڈریشن میں شریک ہوں گے یا نہیں؟ ان میں بہت سی ریاستیں ایسی چھوٹی چھوٹی ہیں جو کسی فیڈریشن میں "یونٹ" (UNIT) کی حیثیت سے شریک نہیں ہو سکتیں، ان کو ضرور آپس میں ملکر ایک مشترک یونٹ قائم کرنا پڑے گا۔

میرا خیال ہے کہ جوں ہی ہندوستانی فیڈریشن اور ہندوستانی اتحاد اور ہندوستانی آزادی کا مسئلہ طے ہو جائے گا ایک آزاد ہندوستان میں والیان ریاست کی

(باقی اگلے صفحہ پر کرم)

اس ہفتہ کیلئے ایک خیال

اپنی بھلائی سے زیادہ دوسروں کی بھلائی کیلئے بیچین رہنا چاہئیے (رسکن)

پچھلے صفحہ سے

شرکت کا مسئلہ بھی نسبتاً آسان ہوجائے گا، اور اس گتھی کا سلجھانا کچھ مشکل نہ ہوگا، بہر حال یہ تو ایک حقیقت ہے کہ ھندوستان کی آزادی کی راہ میں والیان ریاست کے مسئلہ کا اڑنگا لگانا برطانیہ کا صحیح طرز عمل نہیں ہے :

اقلیتوں کا مسئلہ

اقلیتوں کے مسئلہ پر ہمیں ایسے نقطہ نگاہ سے غور کرنا ہے جو انسانی علم اور انسانی تجربہ کے مطابق ہو مذہبی اقلیتوں کا مسئلہ صرف ھندوستان ہی میں موجود نہیں ہے بلکہ بہت سے دیگر ممالک میں بھی موجود ہے اور حل کیا جا چکا ہے وہاں مذہب کی بنا پر کوئی سیاسی فرق باقی نہیں رکھا گیا ہے، سیاسی اقلیتوں کا مسئلہ تو اسپر ہمیں فکرمند نہیں ہونا چاہیئے آج کی سیاسی اقلیتیں کل سیاسی اکثریتوں میں مبدّل ہوجاتی ہیں اور وہ خود اپنا علاج پیدا کرلیتی ہیں اس لئے اس مسئلہ کا حل صرف "جمہوریت" ہے :

مذہبی اور نسلی اقلیتوں کے مسئلہ کو ہندوستان بآسانی حل کر لیتا کچھ مشکل نہیں ہے اسکی پہلی صورت یہ ہے کہ سمجھوتہ اور رضامندی کے ذریعہ ایک "فارمولا" بنا لیا جائے، اقلیتوں کو حق حاصل ہے کہ اپنے تحفظ کا مطالبہ کریں، اور اپنے مذہب، کلچر، تعلیم اور حکومت کے عام کاروبار میں اپنے حقوق کے لئے گارنٹی مانگیں،

لیکن ان تحفظات کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں کافی سے زیادہ بندوبست کر دیا گیا ہے انسانی ذہانت نے اس میں ترقی کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے، لیکن انڈین نیشنل کانگریس اس سے بھی آگے بڑھتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے متعلق تمام معاملات کا فیصلہ کرنے کا حق خود اقلیتوں ہی کے ایسے نمائندوں کو حاصل ہوگا جو جداگانہ انتخاب کے ذریعہ آئینی اسمبلی میں بھیجے گئے ہوں گے اس میں صرف ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تحفظات پورے طور پر ھندوستان کی آزادی کے موافق ہوں گے اگر کچھ اختلافات پیدا ہوجائیں تو کانگریس اس امر پر بھی راضی ہے کہ ان کا فیصلہ ایک غیر جانبدار ادارہ عدالت کے ذریعہ کر دیا جائے،

برطانیہ کی ذمہ داری

اب یہ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں برطانیہ پر ایک بہت بڑی اور اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کانگریس نے اقلیتوں کے مسئلہ کا ایک صاف حل پیش کر دیا ہے برطانیہ نے اب تک اس مسئلہ کو مخلصانہ طور پر ہاتھ نہیں لگایا ہے، برطانیہ کو اس کا جواب دینا ہے وہ جواب صرف اسی طرح دیا جا سکتا ہے کہ جداگانہ انتخاب کا خاتمہ کر دیا جائے یہی وہ تھیلی ہے جس میں سے ملک کے تمام فسادات نکلتے ہیں۔

اقوالِ زریں

(مرتبہ:- جناب درگا پرشاد سریواستو بھوپال)

یہ کیا کرتے ہو، میری غلطیاں مجھے بتاؤ کیونکہ وہ مجھے منزلِ مقصود تک پہنچا دیں گی،

بات اور کام میں بڑا فرق ہوتا ہے حالانکہ دونوں کا تعلق ایک دوسرے سے بہت گہرا ہے،

محبت سے دلوں پر قبضہ کیا جاتا ہے تلوار سے نہیں،

دوست وہ ہے جو تمہاری غلطیاں تمہیں بتلائے،

انسان وہ ہے جو وقت کو اپنا اور خود کو وقت کا بنا دے

ہر وقت خدمت قوم کے لئے تیار رہو،

ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم قوم کے فوائد پر اپنے فوائد کو قربان کر دیں،

وطن ہمارا ہے اور ہم ہیں وطن کے سیوک یہ ہمارے دل میں رہنا چاہیئے،

وقت کے مطابق کام کرنے والا کامیاب ہوتا ہے،

عقلمندی نام ہوتا ہے وقت پر کام کرنے کا،

بیکار، غدار، خود غرض، مکار، ان سے بچنا چاہیئے،

جیل جانے سے نہ ڈرو، پھانسی کے تختہ پر چڑھنے سے نہ ہچکچاؤ اگر اس سے دم بدم فائدہ ہوتا ہو،

ایسا کام نہ کرو جو تمہیں شرمندہ کرتا ہے،

قوم پرستی، وطن پرستی، دنیا پرستی مذہب کے دوسرے نام ہیں،

مذہب کہتے ہیں کاموں کے مجموعہ کو جو انصاف اور سچائی کے قریب تر ہو

خود غرض کا انصاف کرنا بہت مشکل ہے

بادشاہ وہ ہے جو لوگوں کے دل پر حکومت کرے

بدذکر شکایت کرتے وقت ہمیشہ [illegible]

ریاست ویکلی دہلی

۲۸ مئی ۱۹۴۰ء

ہندوستان کا مستقبل

دارالعوام میں نئے وزیر ہند کا بیان

برطانی دارالعوام میں مسٹر ویجوڈبن نے نئے وزیر ہند مسٹر ایمری سے پوچھا تھا کہ کیا وہ اس زاویہ کے متعلق جو برطانی حکومت ہندوستان کے موجودہ مسائل کے سلسلہ میں اختیار کرنا چاہتی ہے کوئی بیان دیں گے؟ اگر برطانی حکومت اپنی سامراجی ذہنیت کو بالکم از کم جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے اپنے امپیریلزم کے مقصد کو ترک کر چکی ہوتی تو اس سوال کا جواب کچھ مشکل نہ تھا اگر وہ ... کبھی کہ ہندوستان سے سمجھوتہ کر لے اور ہندوستان کو اپنانے کے بہت سے زریں مواقع پہلی حکومتوں کی غلط روی اور تنگ نظری کے باعث کھوئے جا چکے ہیں اور اس وقت حسن اتفاق سے برطانیہ کی نئی بنی ہوئی حکومت کو ایک نیا موقعہ ہاتھ آ گیا ہے جب بھی اس سوال کا جواب دینا آسان تھا اسے کو بھی جانے دیجئے اگر صرف اتنا ہی خیال ہوتا کہ جب تک برطانیہ ہندوستان کو آزاد نہیں کرے گا اسکی انصاف پسندی اور جمہوریت پرستی اور آزادی کی علمبرداری کا وہ ڈھول جو روز ... پیٹا جا رہا ہے، حق پرستوں کے کانوں تک اپنی آواز نہیں پہنچا سکے گا جب بھی مسٹر ویجوڈبن کے سوال کا جواب کچھ کل نہ تھا اور اگر ان تمام باتوں سے قطع نظر اگر برطانی حکومت کی سمجھ میں اتنی ہی بات آ جاتی کہ اس وقت جبکہ نازیوں کی دست درازی اور ... اور وحشیانہ طریقہ جنگ و جبارانہ حملوں کے باعث فرانس اور برطانیہ کی جمہوریتیں بھی خطرے سے ... نہیں ہیں ہندوستان ... اسکے لئے بڑے کام کی چیز ہوتی جب بھی اس سوال کا جواب ... آسان تھا۔

لیکن مسٹر ایمری نے ... بیان ... کو چھوڑ کر وہی ... پر خطر ... اختیار کیا ... ان کے ... اور ... نے اختیار کیا تھا۔ یہ نہیں ہے کہ ہمیں برطانی حکومت کی تبدیلی سے کوئی توقع پیدا ہو گئی ہے یہ بھی نہیں ہے کہ ہم ہندوستان کے متعلق نئے وزیر اعظم مسٹر چرچل کے خیالات سے واقف نہیں ہیں، اور یہ بھی نہیں ہے کہ ہم مسٹر چرچل کی حکومت سے کوئی امید وابستہ کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسی خطرناک گھڑی میں جبکہ ہٹلر نے دنیا میں آگ اور خون کی حکومت پھیلانے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے ہمیں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ برطانی سیاست دانی اور برطانی تدبر اس نقطے تک پہنچ گیا ہے کہ اسے آفتاب کی طرح روشن حقیقت بھی دکھلائی نہیں دیتی:

مسٹر ایمری فرماتے ہیں:۔

"ہماری پالیسی کا مقصد یہ ہے کہ برطانی کامن ویلتھ میں ہندوستان کو آزادی اور برابری کی حصہ داری کا درجہ حاصل ہو جائے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان کے مقصد اور حالات کے مطابق ایک آئین بنانے میں خود ہندوستانیوں ہی کو ایک اہم حصہ لینا ہے، جنگ کے اختتام پر قانون ۱۹۳۵ء اور اسکی پالیسی اور اسکیم کی دوبارہ جانچ کرنے کا جو وعدہ کیا گیا ہے اسکے معنی بحث اور گفت و شنید ہیں، نہ کہ زبردستی اپنی بات کو منوانے کی کوشش۔"

ان فقروں کو بار بار پڑھنے کے بعد بھی ہمیں اس میں کوئی ایسا لفظ نظر نہیں آیا جو نیا ہو۔ اور نہ کوئی ایسی بات دکھائی دی جو بیسیوں مرتبہ مسٹر ایمری کے تمام پیشرو دلوں کی زبانی دہرائی نہ گئی ہو اگر اب بھی وہی پرانی بات کہی جا رہی ہے تو غالباً یہ نتیجہ اس مخلصانہ ہمدردی اور اظہار ہمدردی کا ہے جو ہندوستان اس نازک گھڑی میں اپنا فرض سمجھ کر مغربی جمہوریتوں کے ساتھ کر رہا ہے۔ ہندوستان کے باشندے بھی اس حقیقت کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ دنیا میں اگر نازی اور فیشسٹ حکومتوں کو اقتدار حاصل ہو جائیگا تو انصاف اور آزادی اور جمہوریت اور انسانی حقوق کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن ہندوستان یہ بھی دیکھتا ہے کہ برطانیہ جن نیک اور بلند آہنگ مقاصد کے نام پر نازی بربریت

امریکہ سے!

اس وقت تک موجودہ خطرناک اور تباہ کن جنگ میں ولایات متحدہ امریکہ کا طرز عمل ایک دور کے تماشائی کے طرز عمل سے بہتر نہیں ہے، اور جرمنی کے حملوں سے چند جمہوریتوں اور آزاد ممالک کا خاتمہ ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ جمہوریت پسند ملک جو اپنے آپ کو آزادی کا دلدادہ کہتا ہے اور جس کے ساحل پر "آزادی کا مجسمہ" نصب ہے جرمنی کے خلاف ہلکے پھلکے پروٹسٹ کر کے خاموش ہو جاتا ہے اس پر ایک انگریز شاعر ڈبلو لائوش نے ایک بہت ہی دلچسپ نظم کہی ہے جس کے مصرعوں کا ترجمہ ہم سطر بہ سطر ذیل میں پیش کر رہے ہیں:۔

ابھی چند سال گذرے ہیں کہ تم نے ان لوگوں کے ساتھ ایک مشترک کاز بنایا تھا،

جو جمہوریت کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے اور ایسی وحشی اور بربری طاقت سے لڑ رہے تھے جو انسانوں کو غلام بنانا چاہتی تھی،

اس وقت پھر آزادی کے علمبردار ایک ظالمانہ طاقت کے خلاف صف باندھ کر کھڑے ہیں،

جبکہ حرص و ہوس کا ایک طوفان آزاد قوموں کو گھیر کر تباہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے،

تمہارا ملک جو آزادی کا گہوارہ ہے، ٹکٹکی باندھے لیکن بے تعلقی کے ساتھ ہزاروں آدمیوں کو آزادی پر قربان ہوتے دیکھ رہا ہے،

ان کو ہمدردی کے الفاظ کی نہیں بلکہ عملی امداد کی ضرورت ہے،

کیا تم چاہتے ہو کہ تاریخ کے صفحات تمہیں اس نیرو کی طرح بدنام کریں جو دنیا کو جلتے ہوئے دیکھ کر سارنگی بجا رہا تھا

تم بھی وحشیانہ طاقت کی کبھی کبھی مذمت کرتے ہو اور ہمارے کاز کی تعریف کرتے ہو،

اور ہٹلر کی لڑائیوں کو ناجائز قرار دے کر انسانی حقوق اور آزادی کا گانا گاتے ہو،

پھر بھی تم دور کھڑے ہوئے یہ ہولناک تماشہ دیکھ رہے ہو،

(باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر)

و بے رحمی کا مقابلہ کر رہا ہے، انہیں مقاصد کو ہندوستان کے سلسلہ میں پس پشت ڈال دیتا ہے گویا حق اور انصاف بھی ایسے چٹے ہیں جو بھی تھیلی سے باہر نکالے جاتے ہیں اور پھر تھیلی میں ڈال دئے جاتے ہیں

مسٹر ایمری کے بیان کے جواب میں مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے پنڈت جی کہتے ہیں اور اس کہنے میں حرف بحرف صداقت موجود ہے کہ "اس تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا میں روز نہ بہت سی حیرت انگیز تبدیلیاں ہو رہی ہیں لیکن ان واقعات میں سب سے زیادہ حیرت انگیز وہ مسلسل اور مستقل طرز عمل ہے جو برطانی حکومت نے ہندوستان کے سلسلہ میں اختیار کر رکھا ہے غالباً یہی وہ کبھی نہ بدلنے والا خیال ہے جو انگلستان کی اتنی مشکلات اور خطرات کا باعث بنا ہوا ہے۔ نئے وزیر ہند کے طرز بیان میں تو رضا جوئی کا عنصر موجود ہے لیکن اس کو یورپ اور ہندوستان کی موجودہ حقیقتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے برطانی حکومت کو یہ خیال ترک کر دینا چاہیئے کہ وہ ہندوستان کی مربی اور مالک ہے اس کو ہندوستان کی مکمل آزادی اور اسکے مستقبل کا آئین بنانے میں صرف ہندوستانیوں ہی کے حق کو تسلیم کر لینا چاہئیے" غالباً اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں، اور اگر کچھ اور کہا جا سکتا ہے تو اس کمی کو مہاتما گاندھی نے اپنے طور پر اپنے مخلصانہ انداز میں پورا کر دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت جبکہ مغرب میں ہر گھنٹہ میں کشت و خون کا بازار گرم ہے مسٹر ایمری کے بیان کے متعلق میرا دل مجھے کچھ کہنے نہیں دیتا، لیکن یہ کہنا کافی ہے کہ موجودہ ڈیڈ لاک کو ختم کرنے اور ایک پرامن اور باعزت سمجھوتہ کے لئے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھوں گا،

یہ پرامن اور باعزت سمجھوتہ کیونکر ہو سکتا ہے، برطانی حکومت کو اچھی طرح معلوم ہے اگر وہ ہمت اور بلند حوصلگی اور حق شناسی اور انصاف پرستی کے دامن کو دونوں ہاتھوں سے تھام لے اور سامراجی خیالات کو ترک کر کے ہندوستان کے حق آزادی کو تسلیم کر لے اور ہندوستان کو اپنا برابر کا دوست اور حصہ دار بنا لے تو ظاہر ہے کہ ایک روز میں ساری دنیا کی فضا بدل جائے گی اور آزادی و جمہوریت کے پرچم اس شان سے لہرانے لگیں گے کہ ہٹلر کی آنکھوں کو چکا چوند لگ جائے گی اور نازی مظالم کا جھنڈا ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو جائے گا ہم اب بھی امید کرتے ہیں کہ مہاتما گاندھی کی صلح جوئی سے برطانی حکومت فائدہ اٹھائیگی افراد کی زندگی کی طرح قوموں کی زندگی میں بھی ایک موقعہ ایسا آتا ہے کہ اگر وہ اسے بہترین طریقہ پر استعمال کریں تو انسانی ترقی بلند ترین منزل پر پہنچ جائے اور حق و صداقت کا بول بالا ہو جائے،

پانچواں کالم

موجودہ جنگ کے سلسلہ میں چند روز سے پانچویں کالم کے الفاظ کثرت سے استعمال ہو رہے ہیں مگر اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ "پانچواں کالم" کیا چیز ہے۔ اس فقرے کے موجد جنرل فرینکو ہیں۔ جنھوں نے دارالحکومت اسپین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تھا کہ "میرے چار فوجی دستے میڈرڈ کے قریب ہیں اور پانچواں کالم (دستہ) میڈرڈ شہر کے اندر ہے"۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ فوجی حملے سے پہلے شہر میں کچھ ایسے جاسوس اور غدار بھی موجود ہیں جو اندرونی انتشار پھیلا کر فوجی حملہ کو زیادہ کامیاب بنا رہے ہیں۔ اس وقت سے "پانچویں کالم" کے معنی وہ لوگ ہیں جو یا تو باہر سے آکر جاسوسوں کا کام کرتے ہیں یا وہ جو خود اپنے وطن سے غداری کر کے دشمن کو امداد پہنچاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہالینڈ پر نازی حملے سے پہلے اس ملک میں سولہ ہزار جرمن جاسوس موجود تھے جو "پانچویں کالم" کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمن طریقہ جنگ میں صرف حملہ نہیں بلکہ دغا اور فریب بھی شامل ہے۔

یو-۲۳۵

یہ ایک کیمیاوی مرکب ہے جسے کولمبیا یونیورسٹی کے ایک سائنس داں نے دریافت کیا ہے۔ اس میں "یورینیم" کی بیش قیمت دھات شامل ہے اور اس کا اصلی نام "آئسوٹاپ" ہے۔ لیکن اصطلاح میں اس کا نام "یو-۲۳۵" رکھ دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دھات کا ایک "پونڈ" اتنی طاقت پیدا کر سکتا ہے جو پچاس لاکھ پونڈ کوئلہ کے ذریعہ پیدا ہو سکتی ہے کسی انجن کو یا موٹر کو چلانے کے لئے اگر "یو-۲۳۵" کو ٹھنڈے پانی کے ایک مسلسل دھارے میں رکھ دیا جائے تو اس سے اتنی متحرک طاقت پیدا ہوتی ہے کہ پیٹرول یا کسی دوسرے ایندھن کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ سنا گیا ہے کہ جرمن حکومت نے بھی اپنے سائنس دانوں کو اس کے متعلق تحقیقات کا حکم دیا ہے۔ اگر یہ تحقیقات کامیاب ہو گئی تو نازیوں کے سامنے تیل اور پیٹرول کی کمی کا جو مسئلہ درپیش ہے وہ حل ہو جائے گا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تحقیقات کے لئے بھی ضروری سامان اس وقت جرمنی میں موجود نہیں ہیں۔ اور اگر ہوں بھی تو یہ چیز ابھی تحقیقات کی منزل سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

ہوائی تعلیم

"انٹر یونیورسٹی بورڈ" نے حکومت ہند سے درخواست کی تھی کہ طلبا کو فن پرواز کی تعلیم دینے کے لئے ہندوستانی یونیورسٹیوں کو مالی امداد دی جائے لیکن حکومت ہند نے اس درخواست کو اس بنا پر نامنظور کر دیا ہے کہ اس وقت فلائنگ کلبوں کو اس سلسلہ میں مالی امداد دی جا رہی ہے تاکہ وہ پرواز کی عملی تعلیم دیں۔ حکومت ہند کی یہ منطق ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ کیا حکومت کو اتنا بھی نہیں معلوم ہے کہ یونیورسٹی کے ذریعہ دی جانے والی ہوائی تعلیم اور فلائنگ کلبوں کی تعلیم میں کیا فرق ہے؟ موخرالذکر میں جو تعلیم دی جاتی ہے اس میں چند آدمی سے زیادہ حصہ نہیں لے سکتے۔ لیکن یونیورسٹیوں میں اگر تعلیم دی جائے گی تو نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد فن پرواز میں مہارت حاصل کر سکے گی۔ اس وقت جبکہ ہندوستان کو وسیع پیمانے پر ہوائی تحفظ کی ضرورت ہے اور خود برطانیہ کو بھی اچھے پائلٹوں کی ضرورت ہے۔ حکومت ہند کا یہ انکار کیا معنی رکھتا ہے؟

اشیا کی قیمت

جنگ کی خبروں کا اثر براہ راست بازاروں میں ضرورت کی چیزوں پر پڑتا ہے۔ اس وقت تمام چیزوں کی قیمت تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ اس ملک میں چیزوں کی کمی ہے بلکہ یہ ہے کہ بازاروں میں غلط افواہیں بہت جلد پھیل جاتی ہیں۔ لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ فرانس میں جرمنی کے حملوں کی تیز رفتاری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اتحادیوں کو شکست ہو رہی ہے۔ بہت ممکن ہے۔ اتحادی فوجوں کو اپنی فتح سے پہلے کچھ اور مشکلات کا سامنا کرنا ہو لیکن اس طرح کی جنگ میں فوری ہنگامے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ آخری فتح ایک دوسری چیز ہے اور وہ صبر و استقلال سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اہل بازار کو قطعاً دہشت زدہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ مطمئن طور پر ایمانداری سے اپنا کاروبار چلانا چاہئے۔ حکومت کا بھی فرض یہ ہے کہ وہ چیزوں کی قیمتوں پر نگاہ رکھے اور بازاروں میں بداعتمادی نہ پھیلنے دے۔ بلکہ غلط افواہوں کی کڑی نگرانی کرے۔

سبھاش بابو کی مصروفیت

مسٹر سبھاش چندر بوس ایک بہت دلچسپ آدمی ہیں۔ بنگال میں پچھلے دنوں آپ نے ہوبجاتی مسلم لیگ سے سمجھوتہ کر کے جس طرح ایک لیگی امیدوار کو کارپوریشن کا میئر بنوایا، وہ واقعہ تو آپ نے سن لیا ہوگا۔ اس کے بعد سبھاش بابو اپنے لئے استقبالی جلسے کرانے اور جگہ جگہ اپنی مشتبہ لیڈری کی شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے میں مصروف ہیں۔ اب آپ نے یہ ترکیب نکالی ہے کہ ڈھاکہ میں "بنگال پراونشل کانفرنس" کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا جائے۔ اس نئے آرگنائزیشن کا کوئی تعلق بنگال کی کانگریس آرگنائزیشن سے نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن سبھاش بابو فرماتے ہیں کہ انکی ڈھاکہ والی کانفرنس سے ایک ایسی پالیسی اور پروگرام برآمد ہوں گے جو صرف بنگال کی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کی رہنمائی کے لئے کافی ہوں گے! یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ڈھاکہ ہی اس وقت بنگال میں مسلم لیگ کا مرکز ہے۔ اب آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس کانفرنس سے کیسی دلچسپ پالیسی اور کیسا دلچسپ پروگرام برآمد ہوگا!

مرغی کی ایک ٹانگ

اس عنوان سے ہمارا مسلم معاصر "ہند" کلکتہ مسٹر جناح صدر مسلم لیگ کے تازہ ترین رویہ پر حسب ذیل الفاظ لکھتا ہے: "بہت دن چپ رہنے کے بعد اب مسٹر جناح پھر بولے ہیں۔ مگر وہی مرغی کی ایک ہی ٹانگ کہہ رہے ہیں۔ اب بھی وہی کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں فرقہ وارانہ سمجھوتہ نہ ہونے کی ذمہ داری کانگریس پر ہے۔ اور یہ کہ وہ اب بھی گاندھی جی سے بات چیت کرنے پر آمادہ ہیں بشرطیکہ گاندھی جی ہندوؤں کے نمائندہ بن کر ملیں۔ ہمیں اس بحث سے کوئی مطلب نہیں کہ فرقہ وارانہ سمجھوتہ نہ ہونے کی ذمہ داری کس کے سر ہے۔ کانگریس کے یا مسلم لیگ کے؟ لیکن ہم مسٹر جناح کے اس مطالبے کو ہرگز روا نہیں سمجھ سکتے کہ گاندھی جی ہندوؤں کے نمائندہ بن کر ان سے گفتگو کریں۔ یہ مطالبہ دو وجہ سے ناروا ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہندو مہاسبھا گاندھی جی پر اعتماد نہیں رکھتی اور ۔۔۔ انھیں کسی حال میں بھی ہندوؤں کا نمائندہ تسلیم نہیں کرے گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو مسٹر جناح پر بھروسہ نہیں ہے اور وہ انھیں اپنا نمائندہ مان نہیں سکتے۔ ہماری رائے میں مسٹر جناح، مسلم لیگ اور کانگریس میں سرے سے کوئی سمجھوتہ ہونے دینا نہیں چاہتے کیونکہ دونوں میں سمجھوتہ ہو جانے کی صورت میں مسلم لیگ کو "اسلام خطرے میں" چلانے کا موقعہ باقی نہیں رہے گا۔ اور جب یہ نعرے بند ہو جائیں گے تو مسٹر جناح اور دوسرے لیگیوں کی لیڈری بھی ختم ہو جائیگی"۔

معاصر موصوف کے آخری چند جملے اگر طعنے کے طور پر نہیں کہے گئے ہیں تو ان کا سمجھنا دشوار ہے کیونکہ ہندوستان میں صحیح امن و اطمینان تو اسی وقت قائم ہوگا جب یہ نعرے بند ہو جائیں اور فرقہ پرستوں کی لیڈری باقی نہ رہے!

مسٹر ہمانسو راؤ

ہمیں یہ خبر سنکر بہت افسوس ہوا کہ "بمبئی ٹاکیز" کے بانی مسٹر ہمانسو راؤ چند روز بیمار رہ کر راہی ملک عدم ہوئے۔ آنجہانی ہندوستان کی ان چند شخصیتوں میں سے تھے جنھوں نے نہ صرف یہ کہ ہندوستانی آرٹ کو ترقی دی تھی بلکہ اس نئے زمانے میں یورپ میں بھی اس کا سر اونچا کیا تھا۔ مسٹر ہمانسو راؤ کی بنائی ہوئی دو فلموں "لائٹ آف ایشیا" اور "شیراز" نے یورپین ممالک میں بڑی مقبولیت حاصل کی تھی۔ اس کے بعد ہندوستان واپس آکر آپ نے "بمبئی ٹاکیز" کی بنا ڈالی جس میں آپ کی بیوی اور ہندوستان کی بہترین اور تعلیم یافتہ ایکٹرس دیویکا رانی نے آپ کا ہاتھ بٹایا اور ہندوستانی آرٹ کی خدمت کی۔ ایک روایت کہتی ہے کہ دیویکا رانی کو اپنے شوہر سے اس قدر محبت تھی کہ اسٹوڈیو میں انھوں نے حکم دیا تھا کہ مجھے دیویکا رانی کی بجائے مسز راؤ کہہ کر پکارا جائے۔ ہندوستان کے ان تمام حلقوں میں جو آرٹ سے دلچسپی رکھتے تھے مسٹر ہمانسو راؤ کی بے وقت موت پر اظہار غم کیا جا رہا ہے۔ ہم بھی اس غم میں شریک ہیں اور دیویکا رانی سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ غالباً ناظرین کو معلوم ہے کہ دیویکا رانی ہندوستان کے شاعر اعظم ڈاکٹر ٹیگور کے گھرانے کی ایک فرد ہیں۔

جنگ کب تک رہیگی؟

اب ہر حلقہ میں یہی سوال پوچھا جا رہا ہے کہ یہ جنگ کب تک جاری رہیگی اور وہ مبارک گھڑی کب آئیگی جب یہ جنگ ختم ہو جائیگی؟ دنیا کے باشندے اس جنگ سے پریشان اور دردمند ہو گئے ہیں اور جلد از جلد صلح و امن کے خواہشمند ہیں لیکن اس خواہش کے باوجود صلح اور امن کی گھڑی کو قریب تر لانا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ کا شروع کرنا خود ایک مشکل کام ہے لیکن جب جنگ شروع ہو جاتی ہے تو اس کا ختم کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہو جاتا ہے۔ اتحادیوں کا پہلا اعلان جو ابتدائے جنگ میں کیا تھا یہ تھا کہ کم از کم تین سال تک اس جنگ کو چلانے کے لئے انھوں نے تیاریاں کر لی ہیں۔ دوسری طرف اب معلوم ہوتا ہے کہ نازیوں کی فوجی کامیابیوں کے باوجود اہل جرمنی ایک ایسی اقتصادی بدحالی سے دوچار ہو گئے ہیں جو روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اس سبب سے اہل جرمنی میں ایک بے چینی سی پھیل گئی ہے اور غالباً انھیں لوگوں کو جھوٹی تسلی دینے کے لئے ہٹلر نے نازی افسروں کی ایک کانفرنس میں یہ اعلان کیا ہے کہ وہ ۱۵ اگست سے پہلے پہلے وہ جنگ کو ختم کر دیگا اور صلح ہو جائیگی لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہٹلر اس وعدے کو کیونکر پورا کریگا؟ غالباً ہٹلر کے تمام وعدوں کی طرح یہ وعدہ بھی ویسا ہی ہے جو پورا ہونے کی غرض سے نہیں کیا گیا ہے!

کراس ورڈ معمہ کے متعلق

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ کے انعامات کی فہرست شائع ہونے کے بعد بعض حضرات اس طرح کے خطوط بھیجتے ہیں کہ "میری ایک غلطی تھی" یا "میری دو غلطیاں تھیں" اس لئے اصل کے فارم دوبارہ جانچے جائیں لیکن انکی استدعا پر جب نقشے دوبارہ جانچے جاتے ہیں تو ہمارا فیصلہ ہی صحیح نکلتا ہے اور انکی غلطیوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ معمہ نے اب تک حلوں کی دوبارہ جانچ کے لئے کوئی فیس معین نہیں کی ہے لیکن ظاہر ہے کہ اگر اس طرح کے بے نتیجہ خطوط آیا کرینگے اور لوگ اپنے حلوں کی صحیح نقلیں اپنے پاس نہیں رکھیں گے، یا اگر وہ کراس کا بغور مطالعہ نہیں کریں گے تو مجبوراً ہمیں بھی اپنے وقت کی قیمت کا خیال کرنا پڑے گا۔

اشارات

نازی لیڈروں کا دعویٰ ہے کہ وہ خود کوئی ذاتی ملکیت یا جائداد یا نقدی نہیں رکھتے بلکہ وہ صرف جرمن قوم کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں۔ یہ دعویٰ کس قدر غلط ہے اور نازیوں کی باتیں کس درجہ نظر فریب ہیں، بحقیقت اس امر سے صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ہٹلر نے صرف اپنی کتاب "مین کیمف" کی فروخت سے لاکھوں پونڈ حاصل کئے ہیں اور اس کی بڑی بڑی نوٹی رقمیں دوسرے ممالک میں جمع ہیں تاکہ "پڑی رہیں اور وقت پر کام آئیں"۔ حال میں معلوم ہوا ہے کہ ہٹلر کے دست راست ڈاکٹر گوبلز کے ایک متولے حصے نہر سوئیز کی کمپنی میں ہیں، جن کا سود اب تک ان کو سات ہزار پونڈ کی رقم میں مل چکا ہے۔ اب فرانسیسی حکومت نے آرڈر دیا ہے کہ ڈاکٹر گوبلز کو اس طرح کی کوئی رقم ادا نہ کی جائے جو لوگ دولت کے لالچی ہیں ان کے لئے یہی سزا ہی بہتر ہے۔ قید و نظربندی کی سزا کا زمانہ بھی بعد کو آجائے گا۔

ہندوستان کے نوجوانوں میں شاعری کا مرض خطرناک طریقہ پر پھیل رہا ہے۔ ایک لڑکے نے جس نے بدنصیبی سے اس راہ میں قدم رکھ دیا ہے ہمیں چند شعر برائے اشاعت بھیجے ہیں جو شاعری کے تمام قواعد و ضوابط سے بے نیاز ہیں۔ درحقیقت یہ ہے کہ اس میں ردیف کے سوا اور کسی چیز کا پتہ ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا۔ دو تین شعر آپ بھی سن لیں۔ دراصل ہماری یہ اپنے عزیز لڑکوں کو دور رکھنے کی کوشش ہے یہ صاحبزادے لکھتے ہیں:

دنیا میں بہت بدنام ہیں ہم لوگ ☆ کیا کریں عشق سے مجبور ہیں ہم لوگ

حسن پر نہیں ہم سب کامیاب ☆ عشق میں لیکن ہوا ہیں ہم لوگ

عشق کیا چیز ہے محبت کیا شے ہے ☆ آہ جس کے شیفتہ ہیں ہم لوگ

باقی خرافات سے آپ کی سمع خراشی کرنا ہم نہیں چاہتے۔ یہ تو وہ اشعار ہیں جو خود شاعری پر دھبہ ہیں۔

ایک خبر تھی کہ امریکہ کی تمام حکومتوں نے اب ملامت اور نفرت کی اس تجویز کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہالینڈ، بلجیم اور لکسمبرگ وغیرہ پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں جرمنی کو ایک اجمالی پروٹسٹ بھیجا جائے۔ یہ خبر بہت دلچسپ ہے۔ ابھی اہل امریکہ پروٹسٹ کی منزل سے آگے نہیں بڑھے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس اجمالی پروٹسٹ کے بعد کوئی عملی کارروائی کب ہوگی؟

دلی میں رکشاؤں کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ گئی تھی اور جس سڑک پر یا جس گلی کوچہ میں دیکھئے آدمی کو آدمی کھینچتے ہوئے نظر آتے تھے۔ مرزا دبیر یا میر انیس نے ایک گھوڑے کی سبک رفتاری کی تعریف کرتے ہوئے یہ مصرع فرمایا تھا:

دیکھو ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار ہے

اس مصرع میں اور رکشا میں فرق صرف اتنا ہے کہ ہوا کے گھوڑے پر گھوڑا نہیں سوار ہوتا ہے بلکہ انسانی گھوڑے پر انسان سوار ہوتا ہے۔ بعض دفعہ تو یہ دیکھا گیا ہے کہ دو دو اور تین تین انسان رکشا کے "انسانی گھوڑے" پر سوار چلے جا رہے ہیں، کبھی ایک بہت موٹا تازا اور بڑے تن و توش والا، پانچ سات من کا آدمی جسے ایک "متحرک لاش" کہنا بے جا نہ ہوگا رکشا پر بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ من دو من کا سامان بھی ہے اور اس کو ایک نحیف و زار، ایک کمزور و ناتوان انسان پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے کھینچ رہا ہے، اوپر تو "موٹو میاں" ڈٹ کے بیٹھے ہیں اور نیچے رکشا والے کے ماتھے کا پسینہ ایڑی کی چلچلاتی دھوپ میں زمین پر ٹپک رہا ہے۔ کبھی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک خوبصورت جوڑا یعنی ایک خوش پوش شوہر اور ان کی پری جمال بیوی "پریچہرہ نسیم" کے حسن گلو سوز کو مات کرتی ہوئی بیٹھی ہے اور یہ میاں بیوی رکشا پر دندناتے چلے جا رہے ہیں۔ اس وقت تو رکشا والے کے دل سے یہی دعا نکلتی ہوگی کہ کاش یہ شخص میرا رکشا کھینچتا اور میں اس کی جگہ اس پری پیکر کے پہلو میں بیٹھ جاتا۔ جب سے دہلی میں رکشاؤں کی بھیڑ بھاڑ ہو گئی ہے ایسے مناظر مختلف مواقع پر نئی نئی صورتوں میں دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس لئے یہ بہتر ہوا کہ دہلی میونسپلٹی نے رکشاؤں کی تعداد صرف دو سو تک محدود کر دی ہے۔ غالباً یہ بھی بہتر ہوگا کہ ان رکشاؤں کو صرف انہیں گلی کوچوں میں چلنے کی اجازت دی جائے جہاں بڑی سواریاں نہ جا سکتی ہوں، یا جیسا کہ میونسپل کمیٹی میں دوران بحث میں کسی ممبر نے کہا کہ رکشا کے بجائے "ڈولی" کی جگہ پر استعمال کیا جائے۔ لیکن کیا اس کا مطلب ہے کہ رکشا میں صرف عورتیں بیٹھا کریں۔ پھر تو "ڈولی" کا لفظ بدل کر رنگین کا یہ شعر مندرجہ ذیل طریقہ پر پڑھنا پڑے گا:

ذرا گھر کو رنگیں سے تحقیق کر لو ☆ یہاں سب سے پہلے "رکشا" کہاروں

رازونیاز

سوال ۱: - معموں کے فارموں پر نمبر سلسلہ کس طرح ڈالا جائے ۱ و ۲ و ۳ وغیرہ سلسلہ وار یا فیس ادا شدہ کا سلسلہ علیحدہ ہو اور مفت نقشہ کا علیحدہ ۱ و ۲ وغیرہ۔

سوال ۲: - ایک محلہ کے ایک موضع کے باشندے ایک ہی لفافہ میں ایک ہی منی آرڈر سے معمہ بھیج سکتے ہیں یا نہیں۔ **سوال ۳:** - اگر منی آرڈر وقت پر نہ پہنچے اور حل کے نقشے پہنچ جائیں اور منی آرڈر کی رسید لفافہ میں رکھی ہو تو مقابلہ میں شریک ہوگا یا نہیں۔ (اے ایم ولی عثمانی۔ پنیالہ)

جواب ۱: - معموں کے نقشوں پر نمبر سلسلہ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵ وغیرہ سلسلہ وار ڈالنا چاہئے۔ ہم نے ادا شدہ نقشوں کے نمبر اور مفت نقشوں کے نمبر الگ الگ ڈالنے کی اب تک کوئی ضرورت محسوس نہیں کی ہے مثلاً اگر آپ ۹ یا بارہ یا چوبیس مختلف حل روانہ فرمائیں تو ایک سے بارہ تک یا ایک سے چوبیس تک سلسلہ وار نمبر ڈالدیں اور ادا شدہ و مفت نقشوں میں کوئی امتیاز نہ کریں۔

جواب ۲: - صرف ایک خاندان کے چند افراد ایک ہی لفافہ میں اپنے حل اور ایک ہی منی آرڈر سے اپنی فیس داخلہ بھیج سکتے ہیں۔ اگر ایک دیہات یا ایک قصبہ یا ایک شہر کے لوگ، ایک ہی لفافہ میں اپنے حل اور ایک ہی منی آرڈر سے کثیر رقمیں یکجائی طور پر ارسال فرمانے لگیں تو فارموں کو جدا جدا کرنا اور ان کی فیس داخلہ کی جانچ کرنا ناممکن ہو جائے گا۔

جواب ۳: - اگر منی آرڈر کی رسید لفافہ میں باقاعدہ رکھدی گئی ہے اور اس کا نمبر بھی فارم پر درج ہے تو وہ فارم مقابلہ میں ضرور شریک کئے جائیں گے۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ آپ منی آرڈر بھیجنے کے بعد ہی اس کی رسید کو لفافہ میں رکھ کر اپنے حل کے فارم بھیجیں گے۔ پھر کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا کہ منی آرڈر بعد کو پہنچے۔ بہرحال آپ مطمئن رہیں وہ فارم ضرور شریک مقابلہ کئے جائیں گے۔

سوال: - مسجد کے سامنے باجہ بجانے کا مسئلہ اپنے ملک میں بہت سے اختلاف و خونریزی کا باعث بنا ہوا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ گورنمنٹ یا ہمارے لیڈر قانونی یا اخلاقی طریقہ سے اس کو طے نہیں کرتے۔ (اکانلال دریاباد)

جواب: - گورنمنٹ کے دل کا حال ہمیں معلوم نہیں ہے کہ وہ کیوں ایسا نہیں کرتی۔ لیکن یہ مسئلہ اسی وقت طے ہو سکتا ہے جب مسلمان ہندو مذہب کا اور ہندو مسلمانوں کے مذہب کا احترام کریں۔ وقت ایک بڑا معلم ہے اور ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ غالباً کچھ دنوں کے بعد ہندو و مسلمان ضرور ایک ہو جائیں گے۔

سوال: - ملازمت اچھی ہے یا کوئی کھیلو پیشہ اچھا ہے؟ (شوکت علی بہادر پور بانیاں ضلع ہوشیار پور)

جواب: - کیا آپنے وہ مشہور ضرب المثل نہیں سنی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سب سے اچھی چیز کھیتی ہے، اس کے بعد تجارت ہے۔ نوکری ان دونوں سے بدتر ہے اور بھیک مانگنا سب سے زیادہ بری چیز ہے؟ اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

سوال: - آجکل بے کار نوجوانوں کی زندگی فکر روزگار کے باعث شمع کے گھل رہی ہے۔ ایسی صورت میں وہ شادی سے بھی محروم رہتے ہیں اور ان کی افکار میں اور بڑا اضافہ ہوتا ہے۔ کیا کوئی تدبیر ایسی ہو سکتی ہے جس سے یہ پیچیدہ مسئلہ بآسانی حل ہو جائے اور وہ خانہ آبادی کا بھی لطف اٹھائیں۔ (پی۔ بی۔ مبارہ۔ آگرہ)

جواب: - سوال کسی قدر پیچیدہ اور مبہم ہے۔ بے کاری اور بے روزگاری الگ چیز ہے، اور شادی کا مسئلہ بالکل الگ ہے۔ اگر کوئی بے روزگار شخص شادی کرے گا تو وہ یقیناً اپنے ساتھ اپنی رفیقہ حیات کو بھی فاقوں میں مبتلا کرے گا۔ پہلے تو آپ صرف یہ پوچھیں کہ بیروزگاری کیونکر دور ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب حکومت اور ماہرین اقتصادیات دیں گے۔ لیکن اگر ملک کے نوجوان صنعت و حرفت اور تجارت کے کاموں میں لگ جائیں اور اگر یہ بھی نہ ہو تو چرخہ چلائیں اور سوت کاتیں تو مسئلہ بے روزگاری و افلاس بڑی حد تک حل ہو جائیگا۔ اس کے بعد جب پیٹ بھر کر روٹی ملنے پر بھی کچھ رقم کی پس انداز ممکن ہو گی تو شادی کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

سوال: - فارسی ادب میں ملا ناصر الدین کا نام بہت جگہ آتا ہے۔ خاص کر ایسی کہانیوں میں جو کہ مذاحیہ ہوں۔ یہ ملا ناصر الدین کون تھے۔ کیا آپ ان کے بارے میں کچھ بتلا سکتے ہیں۔ (کنور دھرمپال سنگھ راٹھور۔ آگرہ)

جواب: - فارسی ادب میں ملا ناصر الدین کی حیثیت اور درجہ وہی ہے جو ہندوستان کے مذاحیہ ادب میں راجہ بیربل اور شیخ چلی کا ہے۔

رفتار زمانہ

اس وقت تک جبکہ ہم یہ سطریں سپرد قلم کر رہے ہیں نازیوں کی رفتار بہت خوفناک دکھائی دے رہی ہے۔ اگرچہ [illegible] کا [illegible] سبب نہیں ہے ہم [illegible] فرانس [illegible] برطانیہ کے دورانا [illegible] ہے کہ بیس فوجوں کی بڑھتی ہوئی پوزیشن خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس وقت نازی حملوں کی رفتار بہت تیز ہے اور ان کے تمام [illegible] کا مقصد سردست یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ [illegible] فرانس کے ساحل [illegible] پہلے استحکام کر لیں۔ اب تک شمالی فرانس کے بیشتر اہم مقامات پر انہوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ لیکن اتحادی فوجوں نے نازیوں کو شکست دیکر آراس واپس لے لیا ہے۔

ناروے، ڈنمارک، ہالینڈ، اور بلجیم کو قبضہ میں کرنے کے بعد فرانسیسی ساحل کی طرف نازی پورشش اس امر کا کھلا ہوا ثبوت پیش کر رہی ہے کہ وہ برطانیہ کے مشرقی جنوبی ساحل پر کوئی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر نازیوں نے ایسا ارادہ کیا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے مرکز سے بہت دور جا پڑیں گے اور بہت ممکن ہے ایسی حالت میں فرانس ایک پرزور حملہ کر کے ان کا راستہ روک دے اور ان کی فوجیں گھر کر ختم ہو جائیں۔

جو لوگ جرمنی کے حملوں کی تیزی رفتار کے باعث مایوس ہونے لگے ہیں ان کو گذشتہ جنگ عظیم کے حالات بھی یاد رکھنے چاہئیں۔ ان مقابلہ سے معلوم ہوگا کہ جرمن حملوں کی رفتار شروع میں ہمیشہ تیز رہتی ہے، در غالباً جرمنوں کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ جلد سے جلد اپنا کام ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یہی جلد بازی بالآخر ان کی شکست کا باعث ہوتی ہے۔ ان کی طاقت بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور ان کا ہشیار اور دانا مقابل اپنے استقلال سے ان کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

موجودہ واقعات سے گذشتہ واقعات کا مقابلہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اگست سنہ ۱۹۱۴ء میں جب جرمنی نے اپنا حملہ شروع کیا تو صرف دو ہفتہ جنگ کرنے کے بعد اس نے ۲۰ اگست کو بلجیم کے دارالحکومت بروسیلز پر قبضہ کر لیا۔ ۱۵ اگست ہی کو اس نے لیج کا قلعہ فتح کر لیا تھا۔ اور پھر ۲۰ اگست کو جرمن فوج نامور کے قریب نمودار ہوئی [illegible] دریائے میوز سے فرانس کی طرف بڑھی صرف تین روز میں نامور پر جرمنوں کا قبضہ ہو گیا اور اس کے بعد اتحادی فوجیں مونز سے واپس ہٹنے لگیں۔

---

۳۰ اگست کو جرمن ہوا بازوں نے شہر پیرس پر بمباری کی، ور ستمبر کی ابتدائی تین جرمن فوجیں [illegible] سے گذر کر پیرس کی طرف روانہ ہوئیں اور اتنی تیزی سے آگے بڑھیں کہ پیرس سے صرف تیس میل کے فاصلہ پر رہ گئیں۔ اس کے بعد جنرل جافرے نے جرمنوں پر خود اتحادیوں کی طرف سے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حملے [illegible] جاری ہوئے اور جرمنوں اور اتحادیوں میں مارن کی مشہور جنگ شروع ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پیرس بچ گیا اور جرمن فوجیں مارن سے ایسنے تک پسپا ہوتی چلی گئیں۔

یہ ہیں واقعات گذشتہ جنگ عظیم کے اور ان کو مختصر الفاظ میں ہم نے اس وجہ سے دہرایا ہے کہ ناظرین اس وقت کے حالات اور گذشتہ جنگ عظیم کے حالات سے مقابلہ کر سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ جرمنی کی پورشش نے گذشتہ جنگ عظیم میں برطانیہ کو بڑی مشکلات میں ڈال دیا تھا۔ لیکن اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ جرمنی کی فوجیں اتحادیوں سے طاقت یا تعداد میں زیادہ تھیں، بلکہ یہ تھا کہ جرمنی نے آبدوز کشتیوں (یو۔ بوٹ) کے ذریعہ برطانیہ کے تجارتی جہازوں کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا تھا اور اس کا زبردست اتحادی دباؤ برطانیہ پر پڑ رہا تھا۔

یہ جرمنی کی یقیناً ایک خطرناک چال تھی۔ اس جنگ میں جرمنی نے ایک دوسرا خطرہ اتحادیوں کیلئے پیدا کیا ہے، اور اب نہ صرف یہ کہ اسکے مشترک ہوائی اور بری حملے ایک بے پناہ طاقت کے ساتھ کئے جاتے ہیں بلکہ اس کی پانچویں کالم والی فوج" (یعنی وہ لوگ جو شہریوں کے لباس میں دوسرے ممالک میں پھیلائے جاتے ہیں اور جاسوسی کا کام کرتے ہیں اور رسول اور فوجی انتظامات میں ابتری پھیلاتے ہیں)۔ فریب اور دھوکے سے کام لے کر جرمن حملہ کی کامیابی کا باعث بن جاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ برطانی حکومت نے تمام برطانی فیشسٹوں کو نظر بند کر دیا ہے اور ہر طرف ایسے لوگوں کی تلاش جاری ہے جو جاسوسی کے ذریعہ دشمن کو امداد پہنچاتے ہیں۔

پچھلے صفحہ سے

پر کیسے مجبور کیا جا سکتا ہے، مگر سیٹھ صاحب نے ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی کیونکہ ان کے خیال میں اس قسم کی شادیاں کرنا ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگانا تھا اور برادری کی نظروں میں اپنے آپ کو ذلیل کرنا تھا، اس خیال کی روشنی میں انہوں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ دوبارہ اپنی لڑکی کی شادی نہ کریں گے۔

احساس غم روز بروز کم ہوتا گیا، اور روزانہ کی مصروفیات نے چند مہینوں میں اس کو دل سے دھو ڈالا، ساتھ ہی سیٹھ آنند سروپ کو اپنی دوسری شادی کر لینے کا شوق بڑھنا شروع ہوا۔ دوستوں نے ان کو سمجھایا کہ اس بڑھاپے میں شادی کر کے اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہ مارو، مگر سیٹھ جی کے ٹمٹماتے چراغ کو بڑھے ہوئے جوش نے ان کو اس پہلو پر سوچنے کی مہلت نہ دی، اور دوستوں کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ پرمیلا کی دیکھ بھال کرنے اور میرے دکھ سکھ میں کام آنے کے لئے بیوی کا ہونا ضروری ہے۔

آخر ایک دلال کی معرفت سیٹھ جی کی شادی کا معاملہ ایک جگہ پر طے ہو گیا، اور روپے کے لالچ نے ایک شخص کو اپنی لڑکی سیٹھ دامودر سروپ کی خواہشات کا شکار بنانے کے لئے دینے پر تیار کر دیا پانچ ہزار میں سودا طے ہو گیا اور سیٹھ جی ایک سولہ سال کی نئی نویلی دلہن کو بیاہ لانے میں کامیاب ہو گئے۔

برداشت کی بھی حد ہوتی ہے ظلم کی زیادتی کمزور سے کمزور انسان کو بھی بدلہ لینے پر تیار کر دیتی ہے سیٹھ دامودر سروپ نے شاردا کے جسم کو دولت کے زور سے خرید لیا تھا، مگر اسکے دل کو نہ خرید سکے بلکہ اس کے برخلاف شاردا کے سینہ میں اپنے ماں باپ اور شوہر کے خلاف انتقام کی زبردست آگ بھڑک اٹھی اس کو آنند سروپ کے دل کو ٹھیس پہنچانے میں لطف محسوس ہونے لگا، وہ تمام دن پلنگ پر بیٹھی رہتی، اور پرمیلا کو اسکے حکم کی تعمیل کرنی پڑتی اگر اسکے حکم کے بجالانے میں دیر ہو جاتی تو وہ پرمیلا پر ٹوٹ پڑتی اور اسکو سینکڑوں گالیاں سنا ڈالتی۔

سیٹھ آنند سروپ کو جلدی ہی اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا اسکے دل کو اپنی لڑکی کی اس ذر دستی سے سخت چوٹ پہنچی مگر مجبور تھا اب شاردا نے سیٹھ جی کو بھی آڑے ہاتھوں لینا شروع کیا اور ان کو ہر ممکن طریقہ سے تنگ کرنا شروع کر دیا۔

ماسٹر موہن لعل سیٹھ جی کے پڑوسی تھے وہ اکثر اسکول سے چھٹی ملنے کے بعد سیٹھ جی کے پاس آ بیٹھتے تھے۔ سیٹھ جی بھی ماسٹر جی کو اپنا غمگسار دوست سمجھتے تھے اور اپنی دکھ بھری کہانی ماسٹر جی کو سنا کر اپنے دل کے بار کو ہلکا کر لیتے تھے۔

ماسٹر جی ایک خوبصورت نوجوان تھے اور علم موسیقی کا بھی شوق رکھتے تھے ہر روز صبح کے وقت اپنے مکان پر اس کا ریاض کرتے تھے سیٹھ جی کی بیوی شاردا کے کانوں میں بھی ماسٹر جی کی سریلی آواز پڑتی جو اسکے جوش جوانی کو بھڑکانے میں مددگار ہوتی۔

ایک دن شاردا نے سیٹھ آنند سروپ سے موسیقی سیکھنے کی خواہش ظاہر کی، سیٹھ جی خوش تھے، کیونکہ شاردا کی سیٹھ جی سے یہ پہلی فرمائش تھی اس نے فوراً ہی ماسٹر جی کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ ذرا شام کے وقت ایک گھنٹہ شاردا کو گانا سکھا دیا کریں۔

موسیقی کے پہلے سبق کے ساتھ ساتھ عشق کے اول باب کی پڑھائی بھی شروع ہو گئی راگ ودیا کی تعلیم کے ساتھ ساتھ پریم کی پینگ بھی بڑھنے لگی اب ماسٹر جی کا زیادہ وقت شاردا کے پاس ہی گزرنے لگا سیٹھ جی کو شاردا کی زبان سے گانا سنکر خوشی محسوس ہونے لگی مگر شاردا کو اب سیٹھ جی اور پرمیلا اپنے اور ماسٹر جی کے درمیان خار نظر آنے لگے، وہ اپنے راستے سے ان کو اکھاڑ کر پھینک دینے کا تہیہ کر چکے تھے، اس لئے اس نے پرمیلا پر سختی کا شکنجہ زور سے کسنا شروع کیا اور اس پر طرح طرح کے الزامات لگانے شروع کر دئے۔

پرمیلا خاموشی سے برداشت کرتی اور اپنی قسمت کا قصور سمجھ کر زبان سے اف نہ نکالتی اس طرح مطلب حل نہ ہوتے دیکھ کر شاردا نے شکنجہ کو اور زیادہ تیزی سے دبایا یعنی پرمیلا پر بدچلنی کا الزام لگا ڈالا، اور سیٹھ آنند سروپ کو یقین دلانے کی پوری کوشش کی مگر سیٹھ جی خاموش تھے، ان کو اپنی لڑکی کی بے گناہی کا پورا یقین تھا ساتھ ہی ان میں شاردا کے لگائے ہوئے الزام کی تردید کرنے کا حوصلہ بھی نہ تھا۔

پرمیلا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا، وہ شاردا کے مظالم برداشت کرتی رہی تھی مگر اپنی پاکدامنی پر جھوٹا الزام برداشت نہ کر سکی، اس کو اس زندگی سے موت کی آغوش میں جانا بہتر معلوم ہونے لگا، اس ارادے سے ایک رات کو چپ چاپ وہ اپنے بستر سے اٹھی اور گھر سے باہر چلی گئی، اور ایک کنوئیں میں چھلانگ لگا کر اپنی مصیبتوں کا خاتمہ کر ڈالا۔

صبح اٹھتے ہی شاردا نے پرمیلا کا بستر خالی پایا اس نے سیٹھ آنند سروپ کو جگایا اور کہنے لگی:- "دیکھ لیا وہ تمہاری پرمیلا رفو چکر ہے اب تو میری بات کا یقین ہو گیا میں تو بہت دنوں سے اسکی حالت دیکھ رہی تھی مگر تمہیں یقین ہی نہ آتا تھا اب شہر میں کیسے منہ دکھاؤ گے"

سیٹھ جی کو اپنی لڑکی پر پورا بھروسہ تھا، وہ اس کو معصوم اور بے گناہ سمجھتے تھے سیٹھ جی چارپائی سے اٹھے اور بدحواسی میں نیم پاگلوں کی طرح گھر سے چل دئے کنوئیں پر صبح کے وقت پانی بھرنے والوں نے پرمیلا کی لاش پانی پر تیرتی ہوئی دیکھی انہوں نے پولیس میں اطلاع دی پولیس نے لاش کو باہر نکالا اور بڑی سہولیت سے اس کو شناخت کر لیا گیا سیٹھ آنند سروپ بھی وہاں آ پہنچے اور لاش کا داہ سنسکار کر دیا گیا۔

(باقی صفحہ (۲۰) پر)

(از منشی جگدیش سہائے سکسینہ بی-اے-ایل-ایل بی شاہجہانپوری)

آہ! یہ خاکِ چمن پر غنچۂ پژمردہ ہے
کوئی داغِ آرزوئے بلبلِ دلگیر ہے
آہ نکلی ہے اسیروں کے دلِ ناشاد سے
دستِ ناکامیوں کا یہ لبِ گفتار ہے
اب کہاں گلزار میں وہ کیفِ صہبائے بہار
ملکِ عشرت میں سفیرِ رنج فرما ہے کوئی
شمعِ گشتہ ہے مزارِ ارمانِ شوقِ ناشاد کی

یا کسی ناکامِ الفت کا دلِ افسردہ ہے
یا کسی حسرت زدہ کا کوکبِ تقدیر ہے
آ کے آئی ہے چمن میں خانۂ صیاد سے
دامنِ گلشن پہ اشکِ نرگسِ بیمار ہے
توڑ ڈالی ہے خزاں نے آج مینائے بہار
اہلِ گلشن کے لئے پیغام لایا ہے کوئی
اک نشانی ہے چمن میں ہستیِ برباد کی

حسن کا جلوہ دکھا کر نرگسِ بیمار کو
آخری تسلیم کرتا ہے کوئی گلزار کو

اے چراغِ خانۂ امید و جانِ آرزو
نالہ کش ہیں تیرے غم میں خوشنوایانِ چمن
میں بھی تیرے واسطے گریاں چمن بلبل ہیں ہوں

تیرے دم سے تھا شگفتہ بوستانِ آرزو
تیرا ماتم کر رہے ہیں سرو و ریحانِ چمن
لالہ و گل کی طرح تیرے عزاداروں میں ہوں

تیرا مرجھانا ہے اے راحتِ قلبِ حزیں
صورتِ داغِ عزیزاں سے مصیبت آفریں

تیری رنگینی چمن میں جنتِ نظارہ تھی
شاخِ گلبن کو تری ہستی پہ کیا کیا ناز تھے
غم زدائے خاطرِ مخزوں ترا دیدار تھا
حیف ابھی گلشن میں عنبر بیز تیری بو نہ تھی
دیدۂ تر کیا کرے آنسو بہا کر رہ گیا
ایک دن برباد ہوگا جو یہاں آباد ہے
دہر میں پھولوں کا بھی انجام ہونا ہے یہی

تیرے کوچے میں کبھی بادِ صبا آوارہ تھی
کس قدر دلچسپ تیرے حسن کے انداز تھے
تو چمن میں چارہ سازِ نرگسِ بیمار تھا
مسکراہٹ میں ادائے خندۂ دلجو نہ تھی
پھول تو ہنسنے لگے تو مسکرا کر رہ گیا
برق کی چشمک بہارِ گلشن ایجاد ہے
عندلیبوں کو مگر گلشن میں رونا ہے یہی

پھول تو کھل کر بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے (ذوق)

کاش تو بھی فصلِ گل میں خندہ زن ہوتا کبھی
اہلِ گلشن دیکھتے جلوے تری رعنائی کے
جگمگا اٹھتا حسن سے تیرے جو ایوانِ بہار
دیکھ کر شبنم ریاضِ دہر میں خنداں تجھے
تو بھی اک آئینہ ہوتا بہرِ لیلائے بہار

پھول بن کر نازشِ رنگِ چمن ہوتا کبھی
کچھ دنوں تو بھی مزے لیتا چمن آرائی کے
باغباں کہتے تجھے شمعِ شبستانِ بہار
نو نمائی میں عطا کرتی دُرِ غلطاں تجھے
تیرے ساغر میں نظر آتا تماشائے بہار

حسن میں تیرے نہاں ہوتی صفائے روئے دوست
عارفوں کو تیرے پیراہن سے آتی بوئے دوست

آہ یہ ارمان بھی گویا اک خیالِ خام تھا
جورِ گلچیں سے گلِ خنداں گریباں چاک ہیں
پھول مت سرخی نہ سمجھو بادۂ گلنار کی
خار بھی گلشن میں ہیں مصروف ہیں گلچیں بھی ہے

پھول ہونا تیرے حق میں باعثِ آلام تھا
فدائے ناکامی چمن میں رہ کے بھی غمناک ہیں
خونچکاں ہے پیرہن کاوش سے نوکِ خار کی
یوں ترا پژمردہ ہونا موجبِ تسکیں بھی ہے

شکوۂ سنجِ گردشِ دوراں گلِ شاداب ہو
تو چمن میں بسترِ خاکی پہ محوِ خواب ہو

(از نرما کیلاش)

مختصر افسانہ

شیلا کا شوہر ایک بے دماغ - کج فہم اور متضاد طبیعت کا انسان تھا۔ اس کے تصورات کی دنیا محرقوں کے دائرہ میں محدود تھی۔ اس کی عادات و اطوار اس کے ذاتی اوصاف اور گن حقیقت سے خالی۔ رنگینی و لطافت سے مبرا جذبات سے بیگانہ اور زندگی بے کیف اور روحانی تصور سے قطعی ناآشنا تھی۔ اس لئے کوئی وجہ نہ تھی کہ ایسے شوہر کے ساتھ وہ نباہ کرنے میں تھکی جا رہی تھی اور اس کا پلہ ایک ایسے آدمی کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا جو اس جیسی لڑکی کے لئے قطعی ناموزوں تھا۔

اگر اس کی صحت روز بروز خراب ہوتی جا رہی تھی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ اس کی شادی کو چند ہی ماہ گذرے تھے۔ اس کے باپ نے صرف لڑکے کے خاندان کا اچھا ہونا دیکھ کر اسے بے سوچے سمجھے بیاہ دیا تھا۔

شیلا ایک بدقسمت ہستی تھی۔ ایک اعلیٰ تعلیم گریجوایٹ لڑکی جو اپنی زندگی کے مستقبل کے بارے میں بڑے بڑے خیال باندھا کرتی تھی کس بدنصیبی کے دوزخ میں جھلس رہی تھی۔

"تم میرے لئے بالکل بے موزوں ہو!" وہ اپنے اس شوہر سے سنا کرتی تھی۔ مگر صرف ابھی برس نہ تھا۔ بہرکیف، کچھ بھی ہو شیلا کے بھی سب کچھ تھا ایک معزز خاندان، عمدہ ماحول، اور اعلیٰ تربیت خوشحال ماضی۔ اعلیٰ ہنگی تعلیم جو اس نے یونیورسٹی میں حاصل کی سیر و سفر سے تجربات عقل و دانش کا دامن بھی اس کا مالامال تھا۔

اس کا شوہر شکیل و خوبصورت تھا چمکدار روشن سیاہ آنکھیں اور پرزور رعنائی، مگر وہ بے رحم تھا۔ وہ شیلا سے کہا کرتا تھا۔

"تم میرے لائق نہیں ہو۔ بالکل میں تم سے کسی طرح بھی بدتر نہیں ہوں.........وہ! میں جانتا ہوں اس بات کو کہ میں تمہارے ساتھ بے رحمی کر رہا ہوں۔ لیکن کیا کر سکتا ہوں........؟"

وہ رو رہی تھی، اس کا خوبصورت چہرہ اندوہ و مصیبت اور پریشانی کا آئینہ تھا۔

اسی قسم کے ریکارڈ تھے جو شیلا کے کمرہ میں روزانہ زندگی کے گراموفون پر بجائے جاتے تھے۔ دن گذرتے چلے گئے شیلا روز بروز کمزور ہوتی چلی گئی۔ اس کا چہرہ سوکھتا جا رہا تھا۔ زرد ہوتی جاتی تھی اور اس کی نقل و حرکت میں ایک قسم کی پریشانی تکلیف اور درد پایا جاتا تھا۔

رات کو دیر تک وہ اپنے ڈرائنگ روم کی کھڑکی میں بیٹھ کر سامنے بہنے والے سمندر کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھا کرتی۔ وہ روز بروز دبلی، خراب و خستہ اور نڈھال ہوتی جا رہی تھی۔ انجام قریب نہ آتا تھا اور ایک زندگی ہمیشہ کے لئے ڈوبی جا رہی تھی۔

انجام جلد آگیا اور بہت تیزی کے ساتھ جو صدمہ کو بھی اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا۔ اس نے ایک روز اپنے شوہر کو ایک اور لڑکی کے ساتھ سڑک پر گذرتے دیکھا۔

ایک روز اس کی طبیعت بیحد پُرسکون اور شانت تھی حسبِ عادت وہ اپنے ڈرائنگ روم کی کھڑکی میں سے سمندر کی طرف دیکھ رہی تھی، سورج کی چند کرنیں سمندر کی سطح پر پڑ رہی تھیں اور اسے ایک وسیع تختہ "نیل ذریں" بنا رہی تھیں۔ ایک پرلطف و خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ جس میں مچھلی اور نمک کی بو بھی آتی تھی۔ یکایک اسے کھانسی کی بھی مضمون ڈالا اس کا انجام قریب آ رہا تھا۔

"میں اس سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ اتنی زیادہ کہ شاید ہی کبھی کسی سے نفرت کی ہو"، اس کا شوہر آپ سے بے آپے ہوا کرتا تھا۔

شادی کے ابتدائی سالوں میں یہ فرق اس قدر زیادہ نمایاں طور پر محسوس نہ ہوا۔ لیکن شیلا کو پیدائشی طور پر یہ چیز ورثہ میں ملی تھی کہ باوجود اعلیٰ تعلیم کے وہ عدو درجہ شوہر پرست اور برداشت کرنے والی لڑکی تھی، اس لئے اس نے سب ظلم بے چون و چرا سہے۔ مرتے مر گئی مگر اف منھ سے نہ نکلی۔ اس کی خرابی صحت اب عام طور پر معلوم ہونے لگی تھی اور اس کا انجام قریب تر آتا جا رہا تھا۔

آخر کار اس نے اپنے لب کھولے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

اشارات

(الف) داہنی طرف سے بائیں طرف پڑھئے:

(۱) یہاں کی تہذیب مشہور ہے (۵) بعض بندے تو ایسے بھی ہیں کہ خدا کی عبادت تک نہیں کرتے (۸) شاعر کا معاوضہ، (۹) بعض مرتبہ مخصوص پر تبہ وہ بھی اسکو نہیں پہچان سکتے، (۱۰) تنو روپے کی شرط ایک غریب آدمی کیلئے ... ہے دعا کرو کہ کامیابی ہو، (۱۱) ہماری لالٹین "..." رکھی رہنے دیجئے کیونکہ روشنی کافی آ رہی ہے، (۱۴) بیپے ٹیرس کا غصہ غضب کا ہوتا ہے (۱۶) ملک کا ... سے یہ ہوا ہے، روز افزوں ترقی کر رہا ہے، (۱۸) یہ جیب ناہر مفلس کا کام نہیں، (۲۰) خوشخبری (۲۳) آج گھاٹ پر ایسا زبر دست خاکہ چپ، بچے گم ہوگئے، (۲۵) جب اسکی ہوئی تو ... بس پھیر لیں، (۲۶) لفظ "ہرن" کے بے ترتیب حروف (۲۸) ہمارے محلہ میں ہیضہ کا ایک ... ہوگیا ہے تو اس مکان سے چھوڑ کر ہو گیا ... (۲۹) چودھری نے گوت نصیبہ ... صاحب کی عزت کرتے ہیں، (۳۰) بعض انگریزی تعلیم یافتہ حضرات مولویوں کی باتوں کو ایسا سمجھتے ہیں، (۳۱) ہیرے کی ... مشکل سے ہوتی ہے، (۳۳) مہاتما گاندھی نے ہماری مردہ قوم کو ... دیا ہے، (۳۴) فارسی میں جگہ کو کہتے ہیں، (۳۵) ہندی کا ایک حرف، (۳۷) اہنسا کی تبلیغ کرنے والا معتبر بیان قومی لیڈر،

(ب) اوپر سے نیچے کی طرف پڑھئے:

(۱) ایک خوشبودار گوند (۲) بعض درختوں کے بڑھنے کے واسطے مٹی میں ... کا شریک ہونا ایسے نباتات ضروری جانتے ہیں (۳) شعر "... جبر کی سہی، داسہی ہمیں ہمیں سہی، پ سب کچھ صحیح پر ایک ... کی نہیں سہی" (۴) بعض عقل مند مہاجن روپیہ صرف کرکے حسب دلخواہ "..." کو دیتے ہیں (۵) لوگ ... سیاتوں ایجنٹ کے بڑے بڑے وعدوں پر اعتبار نہیں کرتے، (۶) شعر "کہا دل سے کہ گھبرا ملے کیوں اس شوخ کے گھر جا، مگر جب پتہ کو ... تو جھنجھلا کر کہا ... جا" (۷) اگر ... جوش کے ... الا مکی سے آنچ بہت تیز کردی تو کیا عجب ہے کہ ... پگھل جائے (۱۳) حق پر ... انسان ... کو ... بیں، (۱۳) ایک ... کا نام (۱۵) اگر ترتیب سے لکھا جائے تو "بیتس" بن جائے، (۱۷) ... خیال ... ٹھیک ہے (۱۹) میں نے ... تنا ... ہے نہ ... ہے نہ دیکھا (۲۱) جیتی ... زری تمہاری ... پرسونے کے ساتھ کو بھلا یہ کہاں نصیب (۲۳) ایک سستی سواری (۲۴) ... کر پڑھئے تو ایک لفظ معنی "خوبصورت" بن جائے (۲۵) منیجر (۲۷) "مرحبا" کے الٹے پلٹے حروف (۲۹) کسان ... ہے مگر ... اپنا معاوضہ نہیں پاتا، (۳۰) ہر عقلمند اس کی قدر کرتا ہے، (۳۲) کرایہ کی ... (۳۶) اناج

فارم برائے اندراج معمہ نمبر (۱۳)

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے:-

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر — ادا کردہ نقشہ نمبر — مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اُسے خالی چھوڑ دیں جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے پتہ نمبر ضرور دیجئے

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۱۳):- میں اس انعامی معمہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ منیجر تیج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا،

پورا نام (صاف خوشخط) ———— پورا پتہ ————

نمبر رسید منی آرڈر — نمبر پوسٹل آرڈر — ٹکٹوں کی رقم

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے:-

معمّہ نمبر (۱۳۳) کے مزید چھ (۶) نقشے مندرجہ ذیل ہیں:-

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے:-

فارم برائے اندراج معمّہ نمبر (۱۳۳)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر — ادا کردہ نقشہ نمبر — مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیجا کیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اُسے خالی چھوڑ دیں جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے!

نیچ دیکلی کراس ورڈ معمّہ نمبر ۱۳۳ :- میں اس انعامی معمّہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ منیجر نیچ دیکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور ناقابل پابندی ہوگا۔

پورا نام (صاف طور پر) پورا پتہ

نمبر رسید منی آرڈر — نمبر پوسٹل آرڈر — ٹکٹوں کی رقم

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے:-

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے

فارم برائے اندراج معمّہ نمبر (۱۳۳)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر — ادا کردہ نقشہ نمبر — مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیجا کیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اُسے خالی چھوڑ دیں جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے!

نیچ دیکلی کراس ورڈ معمّہ نمبر ۱۳۳ :- میں اس انعامی معمّہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ منیجر نیچ دیکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور ناقابل پابندی ہوگا۔

پورا نام (صاف طور پر) پورا پتہ

نمبر رسید منی آرڈر — نمبر پوسٹل آرڈر — ٹکٹوں کی رقم

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے

ریویو

مشہور دہلی

رسالہ "مشہور" دہلی جناب حکیم محمد تقی دہلوی کی ادارت میں پہلے دو ماہ سے شائع ہونا شروع ہوا ہے اس کی دونوں گذشتہ اشاعتیں ہماری نظر سے گذری ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پرچہ تیزی سے ترقی کر رہا ہے "مشہور" ایک علمی، ادبی اور طبی ماہوار مصور رسالہ ہے جس میں مختلف اقسام کے دلچسپ اور بلند پایہ مضامین شائع ہونے میں صرف گذشتہ دو پرچوں میں دیگر حضرات کے علاوہ مندرجہ ذیل ادیبوں اور شاعروں کے نتیجات قلم شائع ہو چکے ہیں جناب سر شاہ محمد سلیمان صاحب جج فیڈرل کورٹ علامہ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی حضرت جوش ملیح آبادی، جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب جناب سید ظہور احمد صاحب جعفری، جناب بہزاد لکھنوی جناب نیر صاحب ایڈیٹر ہمایوں وغیرہ وغیرہ اسی واقعہ سے رسالہ "مشہور" کا معیار اور اسکے ایڈیٹر کی سلیقہ شعاری ظاہر ہے پرچہ کی ترتیب اور لکھائی اور چھپائی بہت دیدہ زیب ہے اور اس زمانے میں جبکہ کاغذ گراں ہے اس میں بہت اچھا کاغذ لگایا گیا ہے پہلی اشاعت میں جناب حکیم سراج الدین صاحب دہلوی اور دوسری اشاعت میں حکیم احسن اللہ خاں صاحب طبیب شاہان مغلیہ کی تصویر شامل ہے، رسالہ "مشہور" ان تمام غیر معیاری حسن و بیت سے پاک ہے جو معمولی درجہ کے رسالوں میں بھرے جاتے ہیں اور متانت کے ساتھ ساتھ اسکے ایڈیٹر نے زندگی کے اسلامی رجحانات، فکری اور مسلمانی پہلوؤں کو بھی نظر رکھا ہے اسکی قیمت سالانہ صرف ایک روپیہ فی پرچہ دو آنہ، ملنے کا پتہ:

منیجر رسالہ مشہور ممتاز منزل، فراشخانہ دہلی

"آوازِ نسواں" دہلی

دہلی کا یہ رسالہ جناب شہزادہ اقبال احمد، مولانا محمد علی مرحوم کے کامریڈ کے زمانہ کے رفیق راجہ غلام حسین مرحوم کی بیوی راجہ غلام احمد صاحب کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے ہندوستانی خواتین کے لئے ایک مفید اور دلچسپ علمی، سیاسی و صحافتی ماہنامہ ہے زیر نظر پرچہ (بابت اپریل سنہ ۱۹۴۰ء) میں سر ورق کے اندر ایک دلکش سہ رنگی تصویر "یاد شوہر" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے، آوازِ نسواں کے ادارے میں اہل قلم خواتین بھی شامل ہیں۔ اس رسالہ کے مضامین اور نظمیں اور افسانے بلند پایہ ہیں اور اصلاحی مضامین بھی بچوں اور ان کی نگراں ماؤں کے لئے چراغ ہدایت کا کام دیں گے آوازِ نسواں کی اس اشاعت کا بہترین مضمون "ہم سب ہندوستانی آپس میں بھائی ہیں" اور اس کی مصنفہ عصمت جہاں واحدی صاحبہ نے ایک فلسفیانہ بحث کے بعد اس حقیقت کو ثابت کیا ہے کہ اس مذہب ملک کے جو اب فرقہ دارانہ نفاق کا مرکز بنا ہوا ہے تمام ہندو اور مسلمان بچے پیدا ہونے کے بعد اپنے گہواروں ہی سے بھائی بھائی ہوتے ہیں اس طرح کے مضامین یقیناً ایک زنانہ رسالہ کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوں گے تاکہ عورتیں ان کو پڑھ کر اپنے بچوں کے دلوں سے فرقہ دارانہ جراثیم کو بچپن ہی سے نکال پھینکیں۔ آوازِ نسواں کی کتابت طباعت اور ترتیب بھی صحیح ہے، ضخامت ۶۴ صفحات ہے قیمت سالانہ تین روپے، فی پرچہ ۴ آنے،

ملنے کا پتہ: منیجر "آوازِ نسواں" لال کنواں، دہلی

سالنامہ "ادبِ لطیف"

لاہور کے مشہور رسالہ "ادبِ لطیف" کا سالنامہ ہمارے پاس بغرض ریویو آیا ہے، یہ رسالہ بہت دنوں سے اردو علم و ادب کی شاندار خدمات انجام دے رہا ہے اور اس کا موجودہ سالنامہ بھی اسی قابل قدر خدمت کا ایک جدید ترین ثبوت ہے، اسکے مضامین میں دلفریبی اور تنوع کے کافی عناصر موجود ہیں، دلچسپ افسانے بھی ہیں، مفید مضامین بھی ہیں اور بلند پایہ نظمیں بھی ہیں، ضخامت ۲۰×۳۰ کی تقطیع کے ۲۲۴ صفحات ہے اور سرورق بھی رنگین اور دیدہ زیب ہے قیمت سالنامہ ایک روپیہ، چندہ سالانہ چار روپے چار آنے (للعہ) ملنے کا پتہ منیجر رسالہ "ادبِ لطیف" سرکلر روڈ، لاہور

ہند ادیب

ہندوستان میں زبان اردو کے مشہور بلند پایہ ادیبوں کا یہ بہت ہی پُراز معلومات تذکرہ جناب ناظر کاکوروی نے شائع کیا ہے، اس کتاب نے وقت کی ایک بڑی کمی کو پورا کر دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو ادیبوں کے کیسے کیسے احسانات اردو زبان پر ہیں، اسکے پیش لفظ اور دیباچے لکھنے والوں میں رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو، خواجہ حسن نظامی صاحب، پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری اور مولانا ضیاء الحسن علوی ہیں، کتاب شروع سے آخر تک دلچسپ ہے کوئی کتب خانہ یا کسی صاحب ذوق کا گھر اس کتاب سے خالی نہیں رہنا چاہیئے،

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ ملنے کا پتہ

انوار بک ڈپو، لکھنؤ

پوتر بھوجن بھون

(از جناب رام سروپ بھٹناگر چندرسی)

جاڑوں کا موسم اسکولوں کی چھٹی ہیجے ہو گئی لیکن سیدھا گذر نہ ہو سکا۔ کیونکہ شہر کے اخراجات جہاں ایک روپیہ کی قیمت ۸ پائی سے زیادہ نہیں محض تنخواہ سے کس طرح پورے ہو سکتے تھے جب تک کسی دوسرے ذریعے سے کچھ روپیہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ بچوں کی چاٹ۔ اہلیہ محترمہ کے شوق سامان۔ اپنے لباس کے اخراجات۔ بوٹ جوتہ اور اس کی پالش جرابیں ادنی مفلر اور گرم کوٹ سکے مصارف۔ مکان کا کرایہ بجلی کا خرچہ۔ کہاری کی تنخواہ حمام کی اجرت دھوبی کی دھلائی۔ یہ تمام ضروریات ایسی تھیں کہ محض تنخواہ میں پورا ہونا دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ لہذا ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے میں بجائے [illegible] کے مکان آتا تھا یہاں اگر صرف کپڑا [illegible] اور منہ ہاتھ دھوکر کھانا کھا کر چارپائی پر دراز ہو جانا [illegible] کام تھا۔ مگر آج اس ٹائم ٹیبل میں بھی کچھ رخنہ [illegible] تھا۔ کیونکہ اہلیہ محترمہ نے کئی ماہ پہلے سے اپنے [illegible] جانے کا الٹی میٹم دے دیا تھا اور اس [illegible] تیاریاں ہو رہی [illegible] ایک شخص کو جو خود ورزش [illegible] صدی محتاج ہو نیز فن نانبائی سے [illegible] سخت خوفناک تعیں کیا کیا جائے [illegible] رتھا۔ ہر چند رتی عدیم الفرصتی کا اظہار کیا۔ کھانے پینے کی مشکلات کا اندازہ کرایا۔ گھر کے غیر محفوظ ہونے کا خوف دلایا لیکن تمام عرضیاں معروض پر نفی کا جواب۔ بلکہ اس کے ساتھ ایک پرزور تقریر بھی سنی جس کا ماحصل یہ تھا کہ کیا میں تمہارے ہاتھ فروخت ہو گئی ہوں یا میری طبیعت کسی کو دیکھنے کو نہیں چاہتی جو دو دو چار چار سال ہو جاتے ہیں اور میکے کا نام نہیں لیتے۔ میری ہمجولیاں سال میں دو تین مرتبہ آتی ہیں ایک تم ہی نوکر ہو جس کو اس قدر کام لگے رہتے ہیں۔

بہرحال اس مرتبہ جبکہ ہر ایک ملک۔ ہر ایک مذہب۔ ہر ایک قوم ہر ایک فرد بشر آزادی کی طرف قدم بڑھا رہا ہے اور ہندوستان بھی اس امر کا حامی ہے کہ عورتوں کو آزادی دیکر پردہ کے رواج کو قطعی نیست و نابود کرکے عورتوں کو اسی پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا جائے جہاں یورپ اور امریکہ کی لیڈیاں موجود ہیں۔ اہلیہ صاحبہ کی مرضی میں دخل دینا مناسب خیال نہ کیا اور یہ بھی خیال کیا کہ اگر اس مرتبہ انکی خلاف منشا کام کیا تو یورپ میں مغربی محاذ اور یورپ شمالی میں جو ہلچل مچ رہی ہے وہی یہاں پیدا ہو جائیں گی اور انہوں نے بھی بطور تکمیل ضابطہ صحیح اجازت لیکر گنجی پروسن کے حوالہ کر حب الوطنی کے جوش میں مدہوش ہو کر ہمراہی برادر عزیز دوپہر کی ٹرین سے روانگی اختیار کی۔ الغرض جس وقت میں مکان آیا قفل بند پایا۔ فوراً ایک بچہ دوسرے مکان سے آیا اور کنجی دیکر بلا کچھ کہے سنے فوراً بھاگ گیا۔ قفل کھولا۔ اندر کا تالا ابھی بند تھا۔ اس کو بھی کھولا۔ روشنی کرکے کپڑے اتارے۔ برتن صاف رکھے تھے۔ پانی بھرا ہوا تھا۔ کیونکہ کہاری کو پہلے ہی آرڈر مل گیا تھا کہ آج روانگی سے پہلے یہ کام کر جانا۔ بہرصورت اس عنایت کا شکریہ ادا کرنے کے بعد بھوک نے زور کیا۔ کیونکہ ہمیں کم کھانا کھانے کی عادت نہ تھی، لہذا کھانے کا انتظام کرنا سب سے اول اور مشکل امر تھا۔ کیونکہ روٹی کی خاطر دنیا کے پھیلاؤ پھیلانے پڑتے ہیں۔ یوں کہنے کو تو سب ہی کہتے ہیں کہ انسان کا فرض اپنی شکم پری ہی نہیں بلکہ اس کی ذات سے اور دیگر امور بھی وابستہ ہیں۔ لیکن ہمارے خیال ناقص میں سب سے اول کام یہ ہے اور اس کے بعد دنیا کا تمام نظام ہے نظیر اکبر آبادی نے روٹی کے متعلق کیا خوب لکھا ہے

روٹی نہ پیٹ میں ہو تو پھر کچھ جتن نہ ہو
میلے کی سیر خواہش باغ و چمن نہ ہو
بھوکے غریب دل کی خدا سے لگن نہ ہو
سچ ہے کہا کسی نے کہ بھوکے بھجن نہ ہو

سو سو طرح کی دھوم مچاتی ہیں روٹیاں
اللہ کی بھی یاد دلاتی ہیں روٹیاں

لہذا اس مرحلہ کو طے کرنیکی فکر ہوئی۔ خیال ہوا کہ ہوٹل کی طرف چلنا چاہئے۔ کیونکہ وہاں پر اس مسئلہ کے حل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوگی اور اہلیہ محترمہ جس وقت اپنی روانگی کا تذکرہ فرما کر روٹی کی جانب خوف دلا کر اپنی ضرورت اور موجودگی کا احساس کراتی تھیں تو اس وقت ہوٹل کا نام لے کر دل کو تسکین ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ان خیالات کو اس وقت عملی جامہ پہنانے کی وقت ہوا۔ ہوٹل کے بھی مختلف نام ہیں لیکن سار گذارہ تو ایسے ہوٹلوں میں ہو سکتا تھا جیسا کہ پنڈت رتن ناتھ سرشار نے فسانہ آزاد میں تحریر کیا ہے۔ کہ میاں آزاد جیسے ہی ایک ہوٹل میں داخل ہوئے ہوٹل کیا تھا گویا صفائی کے صحن میں کسی عظیم الشان امیر کی آرام گاہ سنگ مرمر کی میزیں قرینہ سے لگی ہوئی ہیں چند کم سن لڑکے عمدہ لباس پہنے ہوئے تواضع میں مصروف ہیں۔ ہر قسم کے کھانے موجود ہیں۔ مذہب وملت کا خیال مفقود ہے۔ اگرچہ اس قسم کے ہوٹل ہر ایک جگہ اب بھی موجود ہیں۔ مگر میاں آزاد کے پیچھے تو خوجی لگا پھرتا تھا لیکن موجودہ زمانہ میں مذہبی ٹھیکیدار خوجی سے کیا کم ہیں۔ بلکہ خوجی اکیلا تھا۔ انکی تعداد اس غریب سے کہیں زیادہ خواہ انگریزی حکومت ان تمام قیود کی اپنی حکمت عملی سے بالائے طاق رکھا کر اپنے ہی رنگ میں رنگ رہی ہو۔ لیکن ان صاحبوں کو ایک شخص کے مطعون کرنے سے۔ اسطرح نہ کہ مذہب کے حقیقی اصولوں سے۔ ایک شخص نے کیا خوب فرمایا ہے کہ مذہب ہندوستان میں ایک جنون ہے۔

اس کے علاوہ ہم کو ان ہوٹلوں سے بھی واسطہ نہ تھا جیسا کہ مولانا شبلی نے اپنے سفرنامہ میں تحریر فرمایا ہے:-

قسطنطنیہ میں نیز دیگر شہروں میں ہوٹل اور قہوہ خانہ عین دریا کے کنارے پر ہیں۔ بعض بالکل سمندر میں ہیں۔ بہت ہی پُرفضا ہیں، نہایت ترتیب کے ساتھ سنگ مرمر کے تختے کی چھوٹی چھوٹی میزیں اور ان کے گرد کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ قہوہ۔ چائے۔ توس۔ مکھن ہر وقت تیار رہتا ہے۔ انکے مالک رئیس اعظم ہیں۔ ہر زبان کے اخبار موجود ہیں۔ لوگ آتے ہیں اور قہوہ پیتے جاتے ہیں۔ اخبار پڑھتے جاتے ہیں۔ ہمارا مقصد روٹی کھانا تھا۔

الغرض ان ہوٹلوں پر خدا حافظ کہکر ہم نے جس ہوٹل میں قدم رکھا۔ اس کو عام طور پر دھابا بھوجن بھون کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہاں کا اسٹاف ایک دو رسوئیا۔ دو ایک کہار اور خود مالک صاحب جنکو اس موقع پر رزاق کہنا نامناسب ہوگا مشتمل ہے۔ دروازے پر سائن بورڈ لگا ہوا ہے جس پر جلی حروف میں تحریر ہے "پوتر بھوجن بھون" مالک شیو نندن گونہ برہمن"۔ اندر آئے تو دیکھا چھٹ کی آواز عجیب انداز سے آ رہی ہے اور بالکل مردہ ہی مرد نظر آتے ہیں۔ کوئی کھانا کھا رہا ہے۔ کوئی ہاتھ منہ دھو رہا ہے کوئی حقہ میں دم لگا رہا ہے۔ کوئی مالک صاحب سے جھگڑا کر رہا ہے کہ میری خوراکیں جو اس ماہ میں لگائی ہیں غلط ہیں کسی سے مالک صاحب خود جھگڑا کر رہے ہیں۔ الغرض عجیب سماں ہے۔ مجھکو وہاں کی حالت دیکھکر دفعتاً خیال ہوا کہ ہندوستان کی تقسیم کے واسطے جیسا کہ آچاریہ کرپلانی کی تجویز ہے کو زنانستان اور مردستان الگ الگ بنائے جائیں۔ تو یہ مردستان کا نمونہ ہے اور غالباً آچاریہ جی کے دل میں یہیں کے ماحول کو دیکھکر یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ ہندوستان کو تقسیم کرنیکا بہترین طریقہ یہی ہے کہ مرد اور عورت بالکل الگ الگ رہیں حقیقت میں اگر آچاریہ جی کا یہ خیال عملی جامہ پہن لے تو واقعی ہزار ہا مخصوں سے نجات مل جائے گی۔ ہمارے خیال میں حضرت آدم سے جو زبردست غلطی ہوئی وہ یہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

غزل!

(از جناب تارا شنکر ناشاد — ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی)

مٹنے والوں کیلئے مٹنے کا ساماں کیجئے
مشکلیں بیمار کی اب یوں ہی آساں کیجئے

درد حد سے بڑھ گیا اب کچھ نہ درماں کیجئے
اک پریشان کو نہ اب ناحق پریشاں کیجئے

حضرتِ دل پھر بہار آئی بڑھا جوشِ جنوں
پھر گریباں چاک کیجے چاک داماں کیجئے

نعمتیں ہر دو جہاں کی اک محبت کے عوض
اس گراں سودے کو کچھ تو اور ارزاں کیجئے

رازِ دل افشا نہ ہو جائیں کہیں ایسا نہ ہو
ہوش میں رکھئے مجھے اتنا تو احساں کیجئے

روشنی طور کا جلوہ دکھا کر ایک بار
میری ہمت دیکھئے مجھکو بھی حیراں کیجئے

بولی رحمت دیکھ کر ماتم دلِ ناشاد کو
خود پشیماں ہے اسے اب کیا پشیماں کیجئے

پچھلے صفحہ سے

گندم کھانے کی بنا پر بہشت سے نکالے گئے اور انکی اولاد سے جو زبردست قصور ہوا وہ یہ کہ شادی کر کے اپنے کو مصیبتوں میں گرفتار کر لیا۔ اب رہا سوال اس کا کہ آبادی کس طرح بڑھے۔ اس کے واسطے دوسرے ممالک موجود ہیں۔ بتیس کروڑ آبادی ہی غلامی میں زندگی بسر کر رہی ہے اگر زیادہ آبادی ہوئی تو اس سے بھی کیا منفعت کی امید ہے۔

بہرحال ذکر بھوجن کا ہے۔ میں اپھر اصل مقصد کی جانب رجوع ہوتا ہوں۔ کہ دوسری بات جو مجھکو بھوجن بھون میں معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ جس قدر آدمی وہاں کھانا کھانے آتے ہیں ان میں کچھ تو ایسے بدنصیب ہیں جن کی رفیقہ حیات ان کو داغ مفارقت دے کر عالم نوجوانی میں ہی عالم جاودانی کی طرف روانہ ہو چکی ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو سامت اعمال سے اس لذت ہی سے محروم ہیں اور مجرد زندگی بسر کرتے ہیں کچھ ہم جیسے بھی ہیں جن کی ہمدم و دمساز کو بالوطنی نے ہوکلش میں اپنے شوہر کی بے سروسامانی کا قطعی خیال نہیں۔ اگرچہ اس بھوجن بھون میں کوئی امور زیادہ دلچسپ نہ تھا لیکن وہ دور نگی جسکو ہندوستان کی تہذیب کا اثر کہو یا مغربی تمدن کی جھلک کہو یہاں بھی موجود تھی۔

ایک طرف ٹوٹی پھوٹی کرسیاں۔ دو ایک بوسیدہ میزیں۔ کسی کا پایہ ٹوٹا ہوا کسی کا تختہ چٹخا ہوا۔ کسی کی کیل ابھری ہوئی۔ کسی کی اکھڑی ہوئی موجود تھی۔ آرائش کا نام و نشان نہ تھا جیسے ہی وہ اصحاب جو چوکے وغیرہ کے پابند نہ تھے کھا کر فارغ ہوئے۔ کہ ... آیا۔ گیلا کپڑا لے کر میزوں پر پھیر کر چلتا بنا۔ چند کیاریاں بھی تھیں جن میں وہ اصحاب کہ ماتن دل فرما رہے تھے جو خود کو سناتن دھرم کا ستون اور رکن خیال کر رہے تھے۔

مالک صاحب ایک تخت پر بیٹھی ہوئی چادر بچھائے حقہ کا دم لگا رہے تھے۔ کبھی کبھی دام وصول کر کے ایک صندوقچی میں ڈال دیتے تھے۔ کبھی آنے کا سنکے کسی سے لکڑیوں کا بھاؤ معلوم کر کے گاہکوں کو اپنی رعایت کا احساس کرا رہے تھے کہ۔

صاحب کیا کروں اس کام میں نفع تو بالکل نہیں ہے۔ لیکن آخر کیا کروں بیروزگاری کا مسئلہ درپیش ہے۔ لہذا اسی سے دل بہلاتا ہوں نوکروں کو بھی خوش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ گاہکوں کی بھی رضامندی کا خیال کرتا ہوں۔ دوسرے ہوٹلوں میں جا کر دیکھئے۔ چٹنی ہے نہ اچار محض اڑد کی دال اور ایک ساگ دستیاب ہوگا۔ الغرض کی داستان قصہ اناجیل سے کم نہ تھی۔ مہاراج بیچارے خاموش تھے چونکہ وہ بالکل خط استوا پر تھے اس لئے انکی گرمی سے انکی مشین خود بخود نہایت سرعت سے کام کر رہی تھی کبھی روٹی بناتی تھی۔ کبھی روٹی پھینکتی تھی۔ خواہ وہ تھالی میں گرے یا کھانے والوں کے سر پر مثل فٹ بال کے محمد کے اسکے ہی جا سکے۔ لیکن کھانے والا بھی ایسا ولیا نہ تھا۔ دونوں ہاتھوں سے دبوچ کر فوراً ہضم کرنیکی ترکیب سوچتا تھا۔ بہرحال انکی مشین سے ہی کام وابستہ نہ تھے بلکہ روٹی تھپکنا بھی انکے ذمہ تھا اور یہ تھپکیا محض روٹی بڑھانیکا کام انجام نہ دیتی تھا بلکہ ایک گھنٹی کا کام بھی دے رہا تھا جو اس امر کو ظاہر کر رہا تھا کہ بھوجن بھون جاری ہے۔

کبھی کبھی مشین تو بیکار کرتی تھی کبھی چولہے کے اندر داخل جاتی تھی۔ کھانے والے بھی یہی آواز لگاتے تھے کہ مہاراج ذرا کر کری۔ میرا نمبر ہے۔ میں اس سین کو دیکھکر دل تو متعجب ہوا کہ نمبر کا عمل دخل رسوئی خانہ میں بھی موجود ہے۔ گویا اپرنٹس کا سلسلہ یہاں بھی موجود ہے۔

الغرض اس نظارہ پر سرسری نظر ڈالکر ہم نے منیجر صاحب سے گفتگو کی اور انکی شرائط پر لبیک پڑھکر چکے ہیں تب ہم مہاراج کی ہٹی میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے بھی روٹی کیا کھلائی ایک نوتی پوری کی۔ اس وقت معاً غالب صاحب کا وہ فقرہ یاد آیا۔ جو انھوں نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ اگر برتنوں کی کثرت پر غور کرتا ہوں تو میرا دسترخوان یزید کا دسترخوان معلوم ہوتا ہے اور اگر کھانے کی مقدار پر خیال کرتا ہوں تو بایزید کا دسترخوان معلوم ہوتا ہے۔ کہاں گھر پر منع کرنے کے باوجود اہلیہ صاحبہ ہلکے ہلکے تبسم کے ساتھ ایک دو روٹی کا کھلا دینا۔ کہاں یہاں منہ سے انکار نکلنے کی امید کرنا اور پھر نام نہ لینا۔ یا کہاں گھر پر نمک مرچ کی کمی بیشی پر جنگ پانی پت کا ہونا کہاں یہاں کسی بات پر اف نہ کرنا۔ اگر بھوکے رہو تو انھیں پرواہ نہیں شکم سیر ہو جاؤ تو انکو غرض نہیں۔ دال میں نمک کم ہے تو انکو تعلق نہیں۔ اگر زیادہ آدمی ہیں تو نوبت بدلتے بدلتے جو حالت ہوتی ہے اسکا اندازہ ان ہی اصحاب کو ہو سکتا ہے جنکو چند یوم بھوجن بھون میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوا ہے۔ اگر آدمی کم ہیں تو مہاراج نے چند پھلکے سینک سینک کر اس طرح جمع کر دیئے گویا کوہ ایورسٹ پر چڑھنے کو زینہ طیار ہو رہا ہے۔ بھوجن ختم ہوتے ہی منیجر صاحب نے بل تیار کر دیا اگر اسکی ادائیگی ٹھیک وقت پر ہو گئی تو خیر ورنہ کچھ نہ پوچھئے وہ کیا بے عزتی ہے

الغرض جب اچھی طرح عقل پوکس ہو گئی تو مجبوراً اسی مرکز میں داخل ہوئے جہاں سارا خاندان چند ماہ قبل جمع ہو چکا تھا۔ اور اپنی ضروریات اور تکلیفات نیز بھوجن بھون کے مصائبات کا احساس کرا کر بال بچوں کو لوا کر لائے اور صبح شام کی پرارتھنا میں ایشور سے دعائیں بھی کرنے لگے کہ یا بھگوان تو کسی باعزت آدمی کو کسی بھی ہوٹل میں جانے کا موقع عطا نہ فرما۔

دودھ و گھی کو آپریٹو سوسائیٹیاں

(از جناب [illegible] انسپکٹر محکمہ امداد باہمی)

اس ملک میں تقریباً ۳۵ سال سے تحریک امداد باہمی جاری ہے لیکن یہاں زیادہ تر قرض دینے والی سوسائٹیاں ہی قائم ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک کے زیادہ تر لوگ جاہل ہیں اور قرض سے لدے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سوا قرض کے اور کسی کام میں کوآپریٹو اصول کارآمد نہیں ہو سکتے۔

زندگی کے ہر شعبہ میں امداد باہمی سے کام لیا جا سکتا ہے ہمیں یہاں یہ دیکھنا ہے کہ گائے بھینس پالنے والوں کے لئے امداد باہمی کیا کر سکتی ہے۔ عام طور سے یہ لوگ اپنا دودھ گاؤں کے کسی ایک ہی شخص کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں جو بہت سستے نرخ پر ان کا دودھ خریدتا ہے یہ لوگ شہر میں لاکر وہ دودھ دوکانداروں کے ہاتھ بیچتے ہیں اور کافی منافع حاصل کرتے ہیں۔ مگر جو لوگ گائے اور بھینس پالتے ہیں ان کو دو قسم کا نقصان ہوتا ہے۔ ایک تو انہیں دودھ یا گھی سستے نرخ پر فروخت کرنا پڑتا ہے اور مویشیوں کے لئے بھوسی چنی کھلی وغیرہ بنیوں سے گراں نرخ پر خریدنی پڑتی ہیں۔ دودھ بیچنے کی کوآپریٹو سوسائیٹیاں قائم ہو جانے سے دودھ بیچنے والوں کی تمام تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں اور ان کو زیادہ پیسہ بھی مل جاتا ہے۔

ہمارے صوبے میں ۳۰ کے قریب دودھ بیچنے والی سوسائیٹیاں قائم ہو چکی ہیں ایک کوآپریٹو دودھ یونین لکھنؤ میں قائم ہو چکا ہے جس میں ۲۲ دودھ کی سوسائیٹیاں شامل ہیں۔ یہ سوسائیٹیاں بخشی کے تالاب کے قریب و جوار میں ہیں۔ یونین لکھنؤ لاٹوش روڈ پر قائم ہے اور اس کے ذریعہ روزانہ ۴۰ من کے قریب دودھ فروخت کیا جاتا ہے۔ یونین کے پاس اچھی مشینیں بھی ہیں جن کے استعمال کرنے سے بڑی آسانی ہوتی ہے اور کام اچھی طرح چلتا ہے۔

کوآپریٹو دودھ سوسائٹی کا مقصد گائے بھینس پالنے والوں کا (آپس میں مل کر) ایک دوسرے کی مالی حالت درست کرنا ہے۔ ممبروں کے لئے عمدہ نسل کے مویشی جیسے مرّا بھینس یا سندھی گائے وغیرہ اور بکفایت خریدی جا سکتی ہیں چارہ وغیرہ خریدنے کا انتظام کیا جا سکتا ہے اور سوسائٹی مویشیوں کے لئے دیہاتوں میں شفاخانہ قائم کرا سکتی ہے۔ اچھی نسل پیدا کرنے کے لئے اچھے سانڈ کا انتظام بھی سوسائٹی کے ذریعے آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

جس طرح اوپر بتلایا جا چکا ہے اسی طرح کوآپریٹو گھی سوسائیٹیوں کے ذریعہ کسانوں کی زندگی میں بہت تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ ہمارے صوبے میں گھی سوسائیٹیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے ممبروں کی تعداد تقریباً ۴ ہزار ہے۔ یہ سوسائیٹیاں عام طور سے ضلاع آگرہ، اٹاوہ، مین پوری، بلند شہر اور میرٹھ میں ہیں گھی بیچنے کے ۵ یونین بھی (اوہ چوبوں کا پورہ (آگرہ)، شکوہ آباد (مین پوری) اہسراہ (مین پوری)، دادری (بلند شہر)، موانہ (میرٹھ) میں قائم ہو چکے ہیں۔ گھی یونین کے قائم ہونے سے پہلے بنئے گھی بیچنے والے کسانوں سے ۳۰ سے ۴۰ فی صدی تک کم دودھ دیا کرتے تھے۔ یونین کے قائم ہو جانے سے اب بازار نرخ سے صرف ۱۵ بیس فی صدی تک کمی ہوتی ہے اس وجہ سے ممبرں کو پہلے کی بہ نسبت بہت فائدہ ہوتا ہے۔ گھی سوسائیٹیوں کی سرکاری باٹوں سے تول ہوتی ہے جس کے باعث ممبران ان نقصان سے بچ جاتے ہیں جو انہیں بنیوں کے ہاتھ گھی بیچنے سے نقلی باٹوں کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔

گھی سوسائیٹیوں کا مقصد گھی بیچنے والے کسانوں کی مالی حالت درست کرنے اور تنظیم کے ذریعہ گھی کی تجارت کو ترقی دینے کا ہے یہ سوسائیٹیاں عام طور سے ان دیہاتوں کے لئے زیادہ مفید ہوا کرتی ہیں جہاں سے دودھ بیچنے کا مناسب انتظام نہیں ہو سکتا۔ سوسائٹی ممبروں کو بھینس خرید دیتی ہے اور ان کی قیمت گھی کی قیمت میں سے مجرا کر لیتی ہے۔ پنچایت طے کرتی ہے کہ کس بھینس پر کتنی قیمت گھی سے وصول کی جائے۔ یہ ہر ایک ممبر کی علیحدہ علیحدہ بھینس دیکھکر طے کیا جاتا ہے۔ کوئی ممبر پنچایت کی اجازت کے بغیر سوسائٹی کے علاوہ اور کسی کے ہاتھ گھی نہیں فروخت کر سکتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو پنچایت اسے سزا دے سکتی ہے۔

گھی تولنے کے لئے پنچایت ایک دن مقرر کر دیتی ہے اور اسی روز سب ممبروں کا گھی تول لیا جاتا ہے پنچایت کا یہ فرض ہے کہ وہ نگرانی کرتی رہے کہ گھی میں کسی قسم کی ملاوٹ تو نہیں ہوتی۔ سوسائٹی کے قواعد میں یہ اکثر لکھ دیا جاتا ہے کہ اگر یہ پتہ چلا کہ گھی میں کسی قسم کی ملاوٹ کی گئی ہے تو اس ممبر پر جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔

سوسائیٹیاں یونین کے ذریعے گھی بیچتی ہیں۔ جس سے ان کو اچھی قیمت ملتی ہے۔ اس فائدے کے علاوہ ممبروں کو گھی سوسائیٹیوں سے ایک اور فائدہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سال بھر میں سوسائیٹیوں کو جو منافع

(باقی اگلے صفحہ پر)

سیاہی سازی

(از جناب جے عبدالحمید اسسٹنٹ ایڈیٹر رسالہ صنعت و حرفت لاہور)

فونٹن پین کیلئے سیاہی

عمدہ مازو (بلا سوراخ)	- -	۶ اونس
ہیراکسیس	- - -	۴ "
پانی صاف	- - -	۶ پونڈ
تیزاب گندھک	- - -	۳۰ قطرے
کاربولک ایسڈ	- - -	۱۵ "
انک بلو یا "سالوبل بلو" ٹی نیلا رنگ		½ اونس

ترکیب ساخت

کوٹے ہوئے مازو کو پانی میں چند گھنٹے بھگو کر دھیمی آنچ پر تقریباً نصف گھنٹہ تک پکائیں۔ بعدہ دو ایک جوش دے کر عرق کو چھان لیں اور کسیس ملا کر ایک دن پڑا رہنے دیں۔ دوسرے دن بلاٹنگ پیپر میں چھان کر رنگ و تیزاب وغیرہ ملا دیں ایک ہفتہ کسی محفوظ جگہ رکھدیں۔ بعدہ ایک دفعہ اور جاذب کاغذ میں چھان کر شیشیوں میں بھر لیں۔ نفیس لیبل وغیرہ لگا کر عمدہ پیکنگ سے آراستہ کر کے فروخت کے لئے بازار بھیجدیں۔ فونٹین پین کی سیاہی کو کم از کم دو مرتبہ فلٹر کرنا ضروری ہے اور اس کی تیاری میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے

دیگر

مازو	- -	۲ اونس
لونگ عمدہ اور صاف	..	½ ڈرام
کسیس	- ..	۲ تولہ
پانی صاف	- ..	۱½ پونڈ
تیزاب گندھک	- -	۵ قطرے
کاربولک ایسڈ	- -	۵ "
نیلا جرمنی رنگ (میتھلین بلیو)		½ تولہ

ترکیب ساخت

ایک بڑی بوتل میں مازو اور لونگ کو کوٹ کر ڈالدیں اور اوپر سے پانی ڈال کر خوب ہلا دیں اور کارک لگا کر دس بارہ دن کسی محفوظ جگہ رکھیں اور ہر روز دو تین مرتبہ بوتل کو اچھی طرح ہلا دیں آخر میں کسیس باریک سفوف بنا کر ملا دیں اور بذریعہ جاذب کاغذ چھان کر رنگ اور محفوظ رکھنے والے تیزاب ملا کر ایک مرتبہ اور چھان لیں۔ عمدہ بلیو بلیک سیاہی تیار ہوگی۔

دیگر

گیلک ایسڈ	- ..	۸۰ گرین
ہیراکسیس عمدہ	.. -	۱۲۰ "
تیزاب گندھک (کمزور)	- ..	۴ ڈرام
گوند کیکر سفوف کیا ہوا	- ..	۶۰ گرین
سیکوپٹا فینول (یا اور کوئی محفوظ رکھنے والی دوا)		۳۰ قطرے
گلیسرین	.. ..	۴۰ قطرے
پانی صاف کیا ہوا		۴۰ اونس
نیلا رنگ جرمنی کا عمدہ قریباً		۳ ڈرام

ترکیب ساخت

پہلے نصف آب مقطر میں گیلک ایسڈ کو نرم آنچ پر حل کریں جب دو ایک جوش آجائیں تو بقیہ پانی میں رنگ کے علاوہ باقی تمام چیزوں کو ترتیب سے حل کر کے شامل کر دیں۔ دوسرے دن رنگ حل کر کے جاذب کاغذ میں چھان لیں۔

دیگر

ایک آسان اور عمدہ بلیو بلیک سیاہی کا نسخہ درج کیا جاتا ہے۔

اصلی جرمنی نیلا رنگ	- ..	دس حصے
اصلی سیاہ جرمنی رنگ	- ..	۳ "
کسیس صاف	- -	۵ "
دانہ دار چینی صاف	- -	۴ "
پھٹکری	- -	½ "
پانی صاف کیا ہوا قریباً	..	۳۵۰ "
کاربولک ایسڈ	..	½ "

ترکیب ساخت

پہلے پانی میں کسیس اور کھانڈ کو حل کر لیں پھر تمام چیزیں یکے بعد دیگرے ملا دیں۔ عمدہ بلیو بلیک سیاہی تیار ہو جائیگی۔

سیاہی کو تیار کر کے تین چار دن بعد چھان لیں۔ اگر کاربالک ایسڈ کو نکال دیں اور باقی تمام چیزوں کو اچھی طرح سفوف کر کے ایک جان بنا لیا جاوے تو فونٹین پین انک پوڈر تیار ہو جائے گا جب سیاہی تیار کرنی ہو تو ایک اونس عرق گلاب بازار سے لے کر حسب ضرورت سیاہی میں ملا لیا جائے۔ ایک نئی چیز ہوگی اور کافی بکری کی امید ہے۔ بنائیں اور فائدہ اٹھائیں۔

دیگر

گیلک ایسڈ	- ..	۸ اونس
ٹینک ایسڈ	- ..	۱ "

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

کوآپریٹو سوسائٹیاں

{پچھلے صفحہ سے}

ہوتا ہے۔ اس کا ایک چوتھائی حصہ بچت کی پونجی میں ڈالا جاتا ہے۔ باقی چوتھائی بہی کھاتہ فنڈ میں لیا جاتا ہے۔ بچت کی پونجی اور بہی کھاتہ میں ڈالنے کے بعد جو بچتا ہے اس کا تین چوتھائی تک بطور بونس ممبران کو گھی کی ادائیگی کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔

گھی سوسائٹیوں کی کامیابی کے لئے دو باتوں کی خاص ضرورت ہے۔

(۱) اچھے مویشی جن کے دودھ میں گھی کا حصہ زیادہ ہو یہ انتظام سوسائٹی کرتی ہے۔

(۲) گھی کا دام ٹھیک مل جانا اور بازار تک گھی پہنچنے کا مناسب انتظام ہونا۔ یہ کام گھی یونین کے ذریعے بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے۔ یونین کے پاس بازاروں کا نرخ پہنچا کرتا ہے اور اس سے سوسائٹیوں کے مقابلے میں وہ گھی کا دام اچھا پا سکتا ہے۔ یونین سوسائٹیوں کے لئے ایجنٹ اور ایماندار آڑھتیا کا کام کرتا ہے اور سوسائٹیوں سے صرف سوا یا ڈیڑھ روپیہ تک فی من گھی پر سال میں کمیشن لیتا ہے سوسائٹیوں کے ممبروں کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی فائدہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ سوسائٹیاں قائم ہو جانے سے بنئے اپنی حسب مرضی نرخ سے گھی نہیں لینے پاتے انکو سوسائٹیوں کے نرخ کے مطابق چلنا پڑتا ہے۔

غرضیکہ گھی سوسائٹیوں سے کاشتکاروں کو گھی کے مناسب دام مل جاتے ہیں اور کھانے والوں کو اچھا گھی مناسب دام میں مل جاتا ہے۔ اس لئے گھی سوسائٹیوں کی تعداد اور ان کے کاروبار کو بڑھانے کے لئے ہمارے صوبے کی حکومت نے ۱۲۵۰۰ روپیہ سالانہ گرانٹ بجائے ۴۰-۱۹۳۹ء میں ۲۵۰۰۰ روپیہ گرانٹ دی ہے اور گھی کے کام کی نگرانی کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھا دی گئی ہے۔ اس سے کاشتکاروں کو بہت فائدہ ہو رہا ہے اور گھی سوسائٹیوں کو تجارتی واقفیت حاصل ہو رہی ہے۔

سیاہی سازی پچھلے صفحہ سے

فرس سلفیٹ	-	۱۲ اونس
جرمنی کا اصلی نیلا رنگ	-	۶ اونس
کاربالک ایسڈ	-	۲ ڈرام
پانی صاف	-	۴۰ سیر

ترکیب ساخت

پہلے نصف حصہ صاف پانی میں مندرجہ بالا دونوں ایسڈوں کو نرم آنچ پر حل کریں اور جو باقی آدھا پانی ہے اس میں فرس سلفیٹ یعنی کسیس کو حل کر کے دونوں محلولوں کو اکٹھا ملا دیں۔ دو چار روز کے بعد فلٹر کر کے رنگ اور کاربالک ایسڈ بھی ملا دیں۔

آسان طریقہ سے سیاہیاں تیار کرنا

آپ جس رنگ کی سیاہی تیار کرنا چاہیں اسی قسم کا اعلیٰ درجہ کا رنگ صاف پانی میں اس قدر ملائیں کہ پانی صحیح طور پر سیاہی کی طرح رنگین ہو جائے اب اس میں گوند کیکر (ببول) یا دانہ دار چینی بہت ہی کم مقدار میں ملا دیں تاکہ رنگ کا کوئی مادہ تہ نشین نہ ہونے پائے اور سیاہی کی نگہداشت کرنے والی کوئی دوائی حسب ضرورت ملا دیں۔ نہایت عمدہ اور آسان طریقہ سے سیاہی تیار ہو جائیگی۔ ایسی سیاہیاں خاص کر فونٹین پین کے لئے مفید ہیں۔ چونکہ فونٹین پین کے لئے سیاہی بہت پتلی ہونی چاہئے اس لئے مندرجہ بالا طریقے سے ہر رنگ کی سیاہی آپ آسانی کے ساتھ بنا سکتے ہیں۔

سیاہ رنگ کی روشنائی

لاگ ووڈ کا جوہر	-	-	۳ اونس
فرس سلفیٹ	..	..	۶ اونس
گوند کیکر صاف	..	..	۲ اونس

پوٹاشیم بائی کرومیٹ	..	۳ ڈرام
سیاہ رنگ پختہ	-	۱۱ اونس
صاف کیا ہوا پانی	-	۵ پونڈ

ترکیب ساخت

مندرجہ بالا چیزوں کو نرم آنچ پر حل کریں اور جاذب کاغذ میں چھان کر سیاہ رنگ شامل کر دیں۔ اور رنگ کو تھوڑے سلوشن میں حل کر کے ملا دیں۔

دیگر

نسخہ نمبر ۱ اور چار میں بجائے نیلا رنگ کے کوئی عمدہ جرمنی کا بنایا ہوا سیاہ رنگ شامل کر لیں۔ عمدہ سیاہ رنگ کی روشنائی تیار ہوگی۔

سرخ رنگ کی روشنائی

صاف کیا ہوا پانی	..	ایک بوتل
برازیل ووڈ (بالقم کی لکڑی)	-	۴ اونس
ایسٹک ایسڈ (تیزاب سرکہ)	-	۳ ڈرام

سرخ رنگ (سکارلیٹ ۳ آر) حسب ضرورت۔

ترکیب ساخت

برازیل ووڈ کو ٹکڑے کر کے پانی میں قریباً چوبیس گھنٹے بھگو کر جوش دیں۔ جب سارا عرق نکل آئے تو چھان لیں اور سرخ رنگ اس قدر ملائیں کہ ٹھیک طور پر رنگ اختیار کرے۔ رنگ کی مقدار ایک دوبار کے تجربہ سے معلوم ہو جائیگی۔

سیاہی کو فلٹر کرنے کے لئے فلٹر پیپر میں چھاننے سے جو خوبی ہوتی ہے وہ دوسری چیزوں میں چھاننے سے نہیں ہوتی اکثر لوگ فلالین کے کپڑے میں بھی چھان لیتے ہیں۔ فلٹر پیپر ایک مہنگی چیز ہے اس لئے بلاٹنگ پیپر میں چھان سکتے ہیں۔

ہفتہ کی اہم مختصر خبریں

معلوم ہوا ہے کہ شہر دانرڈم پر بمباری سے ایک لاکھ آدمی ہلاک ہو گئے شہر کا ایک تہائی حصہ تباہ ہو گیا۔ شہر کے بہت سے حصہ میں آگ لگ گئی۔ جرمن ہوائی جہازوں نے ۲۰۰ فٹ کی بلندی سے بم گرائے۔

ہالینڈ اور بلجیم پر جرمنی کے حملہ کے خلاف امریکہ کی ۲۱ قومیں پروٹسٹ کر رہی ہیں۔ پروٹسٹ میں لکھا ہے کہ بین الاقوامی قوانین کے مطابق امریکہ کی حکومتیں بلجیم ہالینڈ اور لکسمبرگ کی غیر جانبداری پر حملہ کو ظلم اور غیر حق بجانب خیال کرتی ہیں اور عوام میں حق و انصاف سے دوبارہ قیام کی اپیل کرتی ہیں۔

پیرس کا ایک اعلان ظاہر ہے کہ سینٹ کوئنٹن (پیرس کے شمال میں تقریباً ۸۰ میل دور) کے شمالی مشرقی علاقہ میں گھمسان لڑائی ہوئی یہاں فرانس کی فوجیں جرمنوں کے زبردست حملہ کا مقابلہ کر رہی ہیں۔

اٹلی کے وزیر خارجہ کاؤنٹ چیانو نے ایک تقریر میں بتلایا کہ بڑے زبردست واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ جن سے نئی قسمت اور نئی دنیا بن رہی ہے۔ یورپ میں جو واقعات پیش آ رہے ہیں۔ اٹلی ان سے الگ نہیں رہ سکتا ان میں اٹلی کی بات مانی جائے گی۔ اہل اٹلی اس نئے کام کے لئے تیار ہیں جس کے لئے ان کو بلایا جائے گا۔ جیسا کہ سنیور مسولینی نے فیصلہ کر لیا ہے وہ حکم جاری کر دیں گے۔

جرمن ہائی کمانڈ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سینٹ کوئنٹن اور لیون جرمنوں کے ہاتھ آ گئے ہیں اور جرمن فوجیں دریائے ایزنی نہر تک پہنچ گئی ہیں۔ مگر فرانس کے کل رات کے سرکاری اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن حملہ سینٹ کوئنٹن کے شمال اور مغرب میں بڑے زوروں سے جاری ہے۔ اس اعلان سے یہ تصدیق نہیں ہوتی کہ سینٹ کوئنٹن اور لیون پر قبضہ کر لیا ہے۔ برطانی فوج کے ہیڈکوارٹر سے جو اعلان کل شائع ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنوں نے دریائے اسکارپ کے جنوب میں اور شیلے کے علاقہ میں جو حملے کئے انگریزوں نے انہیں پسپا کر دیا۔

رومانیہ کی راجدھانی بخارسٹ سے خبر ملی ہے کہ روس کی فوجیں بڑی تعداد میں جرمنی اور ہنگری کی سرحد پر جمع ہو گئی ہیں۔ جارجیا کا شہر جو کرڈی کے شمال مشرق میں ہے اور کالے سمندر کے جنوب مشرق میں واقع ہے خالی کر دیا گیا ہے اور تیل کے چشموں کو ہوائی حملہ سے محفوظ رکھنے کے لئے توپیں چڑھا دی گئی ہیں۔ جرمنی سے خبر ملی ہے کہ وہاں سے عورتوں اور بچوں کو ہٹا دیا گیا ہے۔ ان کو وہاں سے بین الاقوامی صورت حالات کے پیش نظر ہٹایا گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسپین لڑائی میں غیر جانبدار رہے گا۔

پیرس کے ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ موجودہ نازک صورت حالات کے پیش نظر ریڈیو پر گانے بجانے اور دیگر قسم کے پروگرام بند کر دئے گئے ہیں۔ صرف خبریں اور تقریریں براڈکاسٹ کی جایا کریں گی۔

چین میں جاپان کی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل سکیدا نے شنگھائی میں برطانی۔ جرمنی۔ فرانسیسی امریکہ اور اٹلی کی فوج کے کمانڈروں کی ایک کانفرنس بلائی اور اس میں کہا کہ جاپان یورپ کی لڑائی سے الگ تھلگ رہنا چاہتا ہے اور اس کی یہ بھی خواہش ہے کہ یہ لڑائی چین اور جاپان میں پھیلنا نہ پائے آپ نے وہ تجویزیں بھی بتلائیں جو کہ جاپان لڑائی کو پھیلنے سے روکنے کے لئے اختیار کرنا چاہتا ہے۔

جرمنی نے شمالی فرانس میں کچھ کامیابی حاصل کرنے کے بعد اب انگلینڈ کی طرف رخ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ایک تازہ اطلاع میں بتلایا گیا ہے کہ انگلینڈ کے جنوبی مشرقی کنارے پر مشین گنوں کے چلنے کی آوازیں اور توپوں کی زبردست گرج سنائی دی۔ اور ہوائی حملے کے خطرہ کی گھنٹی بجائی گئی پچھلے کئی مہینوں میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ خطرہ کی گھنٹی بجائی گئی۔ محافظوں نے سیٹیاں بھی بجائیں۔

ہوائی وزارت نے اعلان کیا ہے کہ کینٹ کے مشرق میں ہوائی حملہ کے خطرہ کی گھنٹی بجائی گئی۔ دشمن کے ایک ہوائی جہاز نے جنوب مشرقی شہر کی طرف آ کر سمندر پر اور خشکی پر بمباری کی مگر اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حملہ آور نے جہازوں کو نشانہ بنانا چاہا مگر کامیابی نہیں ہوئی۔

پارلیمنٹ میں وزیر اعظم نے مختصر بیان میں تسلیم کیا کہ فرانس کی فوج میں ایک غلطی سے فائدہ اٹھا کر جرمنی کی مسلح فوجیں بلجیم میں اتحادی فوجوں کے پیچھے گھس آئی ہیں اور اب ہمارے راستوں کو تباہ کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔

مایا [illegible] فلم "[illegible]" میں
جو کہ موتی ٹاکیز میں دکھایا
جا رہا ہے

Delhi Agents.—
SRI RAM SURI.
Qutab Road, Delhi

فلم "سنت گیانیشور"
کا ایک سین

Regd. No. L. 1517.

Printed and Published by Dharampal Gupta at the Tej Press, Burn Bastion Road, Delhi.

ٹھاکر صاحب راجکوٹ
دل کی حرکت بند ہوجانے کے باعث
اس ہفتہ آپ کا سورگباس ہوگیا

مسلم وزرائے اعظم کی کانفرنس کے سلسلہ میں ڈاکٹر خان صاحب سابق
وزیراعظم سرحد کی دہلی میں تشریف آوری

مُعمّہ نمبر (۱۳۳) کے مقابلہ کا نتیجہ

انعام پانے والے حضرات کی

فہرست!

اس وقت تک ہم مُبلغ چار ہزار پانچسو تیس (۴۵۳۰) کی کثیر رقم تیرہ مُعمّوں میں تقسیم کر چکے ہیں

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر ۱۳۳ کے مقابلہ میں دو حضرات نے کمپائلر کو شکست دی، اور بالکل صحیح حل بھیجے، ان کو مبلغ دو سَو روپے کا پہلا انعام برابر حصّوں میں بذریعہ مبارکباد کے ساتھ دیا جاتا ہے، اور استدعا کی جاتی ہے کہ وہ اپنی تصویریں برائے اشاعت ارسال فرمائیں، ایک غلطی والے تین اشخاص نے، دو غلطیوں والے حل دو اشخاص نے اور تین غلطیوں والے حل گیارہ اشخاص نے بھیجے ہیں اور سب سے زیادہ حل پھر آگرہ کے ڈاکٹر نور احمد خاں نے بھیجا ہے ان صاحب کے بھیجے ہوئے حلوں کی تعداد اول الذکر سے کم ہے لیکن آپس میں برابر ہے اسلئے زیادہ حلوں والا دوسرا انعام برابر حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تمام انعام پانے والے حضرات کے اسمائے گرامی اور ان کے انعامات کی رقمیں ذیل میں درج ہیں:-

پہلا انعام ——— فی کس مبلغ ایک سَو روپے

(۱) جناب لکشمی چند جین، معرفت لالہ کھیم چند پنّا لال جین مقام منغلودہ ڈاکخانہ خاص تحصیل پانی پت ضلع کرنال

(۲) جناب مہندر پرشاد ایم. اے نمبر ۹، ساتار روڈ، لاہور

دوسرا انعام ——— فی کس مبلغ پچاس روپے

(۱) جناب کریم بخش معرفت پنجاب مسلم کلوتھ ہاؤس، اندرون دہلی دروازہ، لاہور

(۲) جناب چندر پرکاش بر مکان لالہ رتی رام جے رام داس محلہ بابرہ، روہتک،

(۳) جناب انوار الدین، لنگر خانہ، درگاہ کلیر شریف، تحصیل رُڑکی، ضلع سہارنپور،

تیسرا انعام ——— فی کس مبلغ بیس روپے

(۱) شریمتی راجیشوری دیوی سریواستو معرفت بابو شیام لال سریواستو مکان ۵۷/۱۴۴ محلہ پریم نگر کانپور

(۲) مسٹر محمد سمیع اللہ خاں شوگر کین ٹرامویے ڈاکخانہ دورالہ ضلع میرٹھ،

چوتھا انعام ——— فی کس مبلغ دس روپے

(۱) شریمتی ساوتری دیوی معرفت بابو منی لال ڈاکخانہ باغپت ضلع میرٹھ (۲) شریمتی کُنتی دیوی معرفت بابو پنّا لال دورالہ شوگر ورکس، دورالہ ضلع میرٹھ (۳) جناب محمد عبد الاحد اسرائیلی، سنبھل ضلع مراد آباد، (۴) جناب واحد علی جعفری کلرک کلکٹری مین پوری (یو-پی) (۵) جناب پریشور ناتھ محرر بابو رام شنکر ٹنڈن وکیل محلہ گولا گنج شہر گونڈہ ضلع گونڈہ ڈاکخانہ گونڈہ سٹی یو پی (۶) جناب مسٹری سراج الدین معرفت مولا رام اینڈ سنز، کوئنز روڈ، شتو آشرم دہلی (۷) جناب جونہ مل عرضی نویس کچہری سیالکوٹ (۸) جناب سید اقبال حیدر کاظمی ڈپٹلہ یادگار سہارنپور (۹) جناب بھیم راج سوری شارپ گیری ۲۴/ ایچ، دی ال پٹ در چھاؤنی (۱۰) جناب محمد عبد الصمد انصاری محلہ سرائے میر، نگینہ ضلع بجنور، یو پی (۱۱) جناب جمال دین معرفت مظفر دین کباڑی ریلوے روڈ لنڈا بازار لاہور، سب سے زیادہ حل بھیجنے کا انعام مبلغ پچیس روپے (۱) جناب ڈاکٹر نور احمد خاں ویٹرنری اسسٹنٹ سرجن فتحپور سیکری ضلع آگرہ، حلوں کی زیادہ تعداد بھیجنے کا دوسرا انعام فی کس پانچ روپے (۱) جناب محمد عرفان علیخاں سنبھل ضلع مراد آباد (۲) جناب پیارے لال بھٹناگر سیڈ ماسٹر پرائمری اسکول چرنڈو ضلع بلند شہر

انوارِ اختر

(از جناب اختر نگینوی شاگرد حضرت داغ دہلوی مرحوم)

{خاص "تیج ویکلی" کے لئے}

دیدار؟ اک نگاہ پہ ہی منحصر کہاں — دیکھے جمال یار! یہ تاب نظر کہاں

سُنسان دل ہُوا ہی یہاں ہی گذر کہاں — تو آج اے تصوّرِ جاناں ادھر کہاں؟

منزل گذر گئی، یہ ہمیں ہے خبر کہاں — اس وحشتِ خیال میں چھوٹا ہی گھر کہاں

آزاد ہو کے کیا چمن و آشیاں کی قید — لیجائیں گے اُڑا کے مجھے بال و پر کہاں

ہرچند فطرتاً ہے ہر اک خواہشِ سکوں — دیتی ہی چین شدّتِ دردِ جگر کہاں

تیرا جہاں نشان ہو، تیرا پتہ ملے — ہم اس تلاش میں ہیں یا وہ رہگزر کہاں

کیا روزِ حشر سے شبِ غم ہو گئی دراز — اب دیکھیں کو بھی ہی نمودِ سحر کہاں

اے ضعف! ہو سکیں گے نہ دستِ دُعا بلند — بالفرض کی دُعا، تو دُعا میں اثر کہاں؟

بیمارِ غم کی شکل بھی دیکھی نہیں ابھی — گم ہو گئے حواس تری چارہ گر کہاں؟

جمتی نہیں نگاہ ذرا حُسنِ یار پر — آخر چلا گیا وہ سکونِ نظر کہاں

دیوانگانِ عشق نے عالم بدل دیا — باقی رہی وہ صورتِ دیوار و در کہاں

کون و مکاں سمائے نہ اپنی نگاہ میں — جلوی بقدرِ وسعتِ ذوقِ نظر کہاں

گزری ہی ایڑیاں ہی رگڑتے خضر تمہیں — ایسی ملے گی زندگیِ مختصر کہاں

کسبِ کمال سے ہی حصولِ کمال کب — ہر ایک کو نصیب متاعِ ہنر کہاں

پیکانِ یار دل میں ہی دل ہی جگر میں ہی — بیٹھے گا یہ بنا کے خدا جانے گھر کہاں

پھر کیا رہا ہی، جب نہ حدِ معرفت رہی — پہنچی ہی یہ پہنچتے پہنچتے نظر کہاں

اختر کو دیکھتے نہیں دشتِ جنوں میں ہم — کیا جانے چلدیا ہے وہ شوریدہ سر کہاں

۔۔۔۔۔ کی ۔۔۔۔۔ خبریں

ہٹلر سے ایک امریکن اخبار نویس کی ملاقات

ہٹلر کا تازہ بیان

لندن۔ ۱۵ جون۔ ایک امریکن جرنلسٹ جو جرمنی میں پہنچا ہوا تھا نے ہٹلر سے ہیڈ کوارٹر میں ملاقات کی اس ملاقات میں ہٹلر نے بتایا کہ میری پالیسی یہ ہے کہ امریکہ امریکہ والوں کے لئے ہے اور یورپ یورپ والوں کے لئے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ میں ساری دنیا پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں تو اپنی نوآبادیات واپس لینا چاہتا ہوں۔ ہٹلر نے یہ بھی کہا ہے کہ میں برطانیہ کو تباہ کرنا نہیں چاہتا میں برطانیہ کے ساہوکاروں کو ختم کروں گا۔

لتھوانیا میں مزید روسی فوجیں

حکومت لتھوانیا نے منظور کر لیں

لندن۔ ۱۵ جون۔ روس کی حکومت نے لتھوانیا کو ایک الٹی میٹم دیا تھا۔ اب روس کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ روس اور لتھوانیا میں یہ سمجھوتہ ہو گیا ہے کہ روس لتھوانیا میں مزید فوج رکھے گا لتھوانیا نے روس کا یہ مطالبہ مان لیا ہے۔ اس کے علاوہ لتھوانیا نے یہ بھی منظور کر لیا ہے کہ وہ اندرونی معاملات کے وزیر اور چیف آف پولیٹکل پولیس کے خلاف مقدمہ چلائے۔ یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے روس کی ان افواج کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا تھا۔ اب روس کی افواج لتھوانیا کے کسی حصہ میں کتنی ہی تعداد میں رہ سکیں گی۔

اطالوی چوکیوں پر برطانوی فوجوں کا قبضہ

اٹلی کی بارکوں میں آگ لگ گئی

لندن۔ ۱۵ جون۔ فرانس اور اٹلی کی سرحد پر لڑائی کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ مصر اور لیبیا کی سرحد پر انگریزی افواج نے حملہ کر کے دو خاص چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ انگریزی فوج نے ... کے کیمپ پر حملہ کیا۔ اطالوی فوجوں سے بھری ہوئی بارکوں میں آگ لگ گئی۔ ایک بڑی عمارت پر بم گرا۔ اور کئی ہوائی جہازوں پر گولے پھینکنے والی توپیں برباد ہو گئیں۔ حبش میں بھی ... افریقہ کی فوجوں نے ایک اطالوی چوکی پر چھاپہ مارا اور بہت سے اطالویوں کو گرفتار کر لیا۔ اطالوی جہازوں نے سوموم اور ... پر بم گرائے جو برطانوی ... کی سرحد پر واقع ہیں۔ لیکن زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ حبش کے قبیلوں نے ... جو حبش پر اٹلی کا قبضہ ہونے سے حبش چھوڑ گئے تھے واپس حبش لوٹ رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنے قبیلوں کو نئے سرے سے ترتیب دینا چاہتے ہیں۔ ان میں حبش کی سابق حکومت کے بہادر کے ذریعے بھی ہیں۔

فرانسیسی جہازوں کی بمباری

لندن۔ ۱۵ جون۔ فرانسیسی اور برطانوی ہوائی جہازوں نے فرانس میں دشمن موٹر فوجوں کے آنے جانے کے راستوں۔ موٹر گاڑیوں اور فوجی جمگھٹوں پر زبردست بمباری کی اور انہیں بہت نقصان پہنچایا۔

برطانوی اور فرانسیسی سفیر

روس کے وزیر خارجہ سے بات چیت

ماسکو۔ ۱۵ جون۔ آج سر اسٹیفورڈ کرپس برطانوی سفیر اور فرانسیسی سفیر نے ایم۔ مولوٹوف وزیر خارجہ روس سے ایک ایک گھنٹہ تک ملاقات کی۔

مصر میں اٹلی کا سفیر

مصر سے واپس جا رہا ہے

قاہرہ۔ ۱۴ جون۔ مصر میں اطالوی سفیر کاؤنٹ مینز ولنی معہ اپنے اسٹاف کے اٹلی کو روانہ ہو رہا ہے۔ مصر میں اطالوی مفاد سوئٹزرلینڈ کے نمائندہ کے سپرد کر دیا گیا ہے اور اٹلی میں مصری مفاد امریکہ کے سفارت خانے کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

پیرس کا جرمن گورنر

پیرس۔ ۱۴ جون۔ معلوم ہوا ہے کہ ہر ہٹلر نے ایک جرمن فوجی افسر کو سروست پیرس کا گورنر مقرر کر دیا ہے۔

دنیا کو تباہی سے بچایا جائے

ڈاکٹر ٹیگور کا روزولٹ کو تار

کلکتہ۔ ۱۵ جون۔ شاعر اعظم ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور نے پریذیڈنٹ روزولٹ کے نام ایک بحری تار ارسال فرمایا ہے جس میں ان سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ دنیا کو تباہی کے خطرے سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔

امریکہ زیادہ تیزی سے سامان بھیجے گا

پریذیڈنٹ روزولٹ کا بیان

واشنگٹن۔ ۱۵ جون۔ پریذیڈنٹ روزولٹ نے فرانس کو یقین دلایا ہے کہ امریکہ اپنی سرگرمیوں کو زیادہ تیز کر دے گا۔ اور جب تک فرانس اپنی آزادی کے لئے لڑتا رہیگا اتحادیوں کو یہاں سے سامان جنگ۔ اور ہوائی جہاز مہیا ہوتے رہیں گے۔ یہ جواب ایم رینو وزیر اعظم فرانس کی اپیل کے بعد دیا گیا ہے۔ پریذیڈنٹ روزولٹ نے یہ بھی لکھا ہے کہ امریکہ کے لوگ فرانس کی بہادری کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ (رائٹر)

فرانس میں برطانوی فوجوں کی آمد

نئے مورچوں پر فرانسیسی فوجوں کا جماؤ

نارمنڈی کے قریب گھمسان کی لڑائی

لندن۔ ۱۵ جون۔ آج ایک فرانسیسی اعلان میں بتایا گیا ہے کہ نارمنڈی میں ... اور دیرے کے قریب سخت لڑائی جاری ہے۔ ... فرانسیسی باقاعدگی سے اپنے نئے مورچوں پر آ گئے ہیں۔ جرمنوں نے سوس اور بورین کے علاقہ میں ... مورچوں پر گولہ باری کی۔ فرانس میں نئی برطانوی افواج ... کی طرح پہنچ رہی ہے اس فوج کے پاس بالکل نئے ہتھیار ہیں اور اس میں کینیڈا کی افواج بھی شامل ہے۔ فرانس میں رہنے والے انگریزی افواج کے کمانڈر اور فرانس کے اعلیٰ افسروں کے درمیان بات چیت ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ آئندہ ہونے والی فوجی کارروائی کے بارے میں بڑے فیصلے کئے گئے ہیں خیال ہے کہ یہ فیصلے ۴۸ گھنٹے کے بعد ظاہر ہو جائیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ لڑائی کی حالت ڈانواں ڈول ہے۔

واردھا میں کانگریسی لیڈروں کی آمد

ٹنڈن جی کی گاندھی جی سے ملاقات

واردھا۔ ۱۵ جون۔ مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن سپیکر یو۔ پی اسمبلی نے کل شام کو مہاتما گاندھی سے ملاقات کی اور ان سے موجودہ سیاسی پوزیشن پر بحث کی۔ مولانا آزاد کل شام کو یہاں پہنچے اور غالباً مہاتما جی سے ملاقات کرینگے اور ان کے سامنے مسلم وزیر اعظم سے دہلی میں بات چیت کے حالات رکھیں گے۔ توقع کی جاتی ہے کہ مسٹر جی۔ ڈی برلا بھی گاندھی جی سے ملاقات کریں گے اور سیاسی جمود کے حل کے لئے بعض تجاویز رکھیں گے۔

اٹلی کے تارپیڈو سے برطانوی جہاز کی غرقابی

دو جہاز سرنگوں سے ٹکرا گئے

لندن۔ ۱۵ جون۔ برطانیہ کے بحری محکمے نے اعلان کیا ہے کہ برطانیہ کا ایک چھوٹا گشتی جہاز بحر روم میں ایک اٹلی کی آبدوز کے تارپیڈو سے غرق ہو گیا۔ ایک افسر اور ۲۸ جہازی غائب ہیں۔ برطانوی سمندر میں ۲ برطانوی جہاز سرنگوں سے ٹکرا کر غرق ہو گئے ہیں۔

برطانوی فوج میں ۲۸ سالہ نوجوانوں کی بھرتی

لندن۔ ۱۵ جون۔ آج برطانیہ میں ۲۸ سال کے نوجوانوں نے فوجی خدمات کے لئے اپنے نام لکھوائے۔ خیال ہے کہ ۲ لاکھ ۸۰ ہزار جوان فوجی خدمت کے لئے آ جائیں گے۔ آئندہ سنیچر کو ۲۹ سال کے جوان اپنے نام لکھوائیں گے۔

فرانس کے لئے "نازک لمحہ"

آئندہ ۴۸ گھنٹے فیصلہ کن ہوں گے

لڑائی خاتمہ پر پہنچ رہی ہے

لندن۔ ۱۵ جون۔ یہاں یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ فرانسیسی حکومت ٹورز سے کسی اور مقام کو چلی گئی ہے اور جب تک وہ اپنا ہیڈ کوارٹر نہیں بنا لیتی تو فرانس کی فوجی صورت حال کے متعلق خبریں بہت کم مہیا ہو سکیں گی۔ ٹورز سے ایک اطلاع مظہر ہے کہ گذشتہ چوبیس گھنٹوں سے یہ سوال اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ فرانس اب کب تک زبردست دشمن کا مقابلہ کر سکے گا۔ اندازہ ہے کہ اس وقت سمندر سے میونتک بیس لاکھ جرمن فوج میدان جنگ میں اتری ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ تازہ فوج آ گئی ہے۔ سمندر سے میونتک مشرق اور مغرب دونوں جانب صورت حالات زیادہ خراب ہے۔ مغرب میں جرمن مسلح فوجوں کے ساتھ ساتھ موٹر سوار فوج جو بہترین ہتھیاروں سے مسلح ہے کام کر رہی ہے۔ مشرقی کنارے پر بھی صورت حالات نازک ہے مگر فرانسیسی فوجوں نے اس وقت تک نہایت کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ آئندہ چوبیس یا اڑتالیس گھنٹوں میں لڑائی اختتام پر پہنچ سکتی ہے۔ فرانسیسی فوجوں نے اس قدر تھکان اور زبردست نقصان کے باوجود ہمت نہیں ہاری ہے۔ وہ ابھی تک مردانہ وار لڑ رہی ہیں۔ اگر دوسری جمہوریتوں کی طرف سے حقیقی اور زبردست امداد نہ پہنچی تو اس سانحہ کے متعلق جو سامنے دکھائی دے رہا ہے کوئی راز باقی نہیں رہیگا۔ فرانس اپنی تاریخ کے اس نازک ترین لمحہ میں آسمان پر ایک بہت بڑے بادل یعنی "امریکہ" کی تلاش کر رہا ہے جو امریکن ہوائی جہاز زیادہ سے زیادہ تعداد میں ارسال کرے۔ اگران ہوائی جہازوں کو فوراً ہی اور ہزاروں کی تعداد میں پہنچا جا رہا ہے۔

سر اکبر حیدری کو صدمہ

لیڈی حیدری کا انتقال

حیدرآباد۔ ۱۴ جون۔ آج رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری وزیر اعظم ریاست حیدرآباد دکن کی اہلیہ محترمہ کا انتقال حیدرآباد دکن میں ہو گیا۔ اس ... واقعہ سے تمام ریاست میں ماتم چھا گیا ہے اور ہر خاص و عام کی زبان پر مرحومہ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہے۔ سر اکبر حیدری سے اس صدمہ میں پوری ہمدردی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

فرانسیسی لائن نہیں توڑی گئی

لندن۔ ۱۵ جون۔ جرمن نیوز ایجنسی کے اس بیان کی کہ ساحل سمندر سے لیکر مونٹ مڈی کے نزدیک میجنو لائن تک تمام فرانسیسی لائن توڑ دی گئی ہے۔ لندن کے ذمہ دار حلقوں میں تردید کی گئی ہے۔

"پانچواں کالم" کیا ہے؟

دوسرے ممالک میں انتشار کیونکر پھیلایا جاتا ہے

(مسٹر ایم۔ بی کے قلم سے)

اسپین کی خانہ جنگی اور جنرل فرینکو کے حملہ کے زمانے میں "پانچواں کالم" ایک فقرہ تھا جو جنگی کارروائیوں کے سلسلے میں استعمال کیا گیا تھا، آج یہی فقرہ دنیا میں ایک سب سے بڑی اندرونی خطرے کو ظاہر کرتا ہے مندرجہ مضمون میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے :۔ (ایڈیٹر)

"پانچواں کالم" ایک ایسا فقرہ ہے جو آج کل اخباروں میں کثرت سے استعمال کیا جا رہا ہے، اور غالباً ہر شخص اس سے متاثر ہے صرف چند ہفتوں میں اس فقرے نے تیزی سے ترقی کی ہے اور اس وقت سے جبکہ ہر کوئز لنگ نے اپنے وطن ناروے سے غداری کی اور ہٹلر کا ایجنٹ بن کر دغا فریب سے کام لیا، یہ فقرہ اور بھی مشہور ہو گیا ہے،

چونکہ یہ فقرہ بہت تیزی سے عام استعمال میں آ گیا ہے اس لئے اس کی اصل اور اس کے معنی کے متعلق طرح طرح کے خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں، لیکن حقیقی حالات مندرجہ ذیل ہیں، ابتداء میں "پانچواں کالم" کا فقرہ اس معنی میں نہیں استعمال کیا گیا تھا کہ کسی ملک کی بری فوج یا بحری بیڑے یا ہوائی طاقت سے الگ رہ کر یہ دستہ کوئی جداگانہ فوجی خدمت انجام دیتا ہے اس کی اصل کو جاننے کے لئے ہمیں سنہ ۱۹۳۶ء کے ایک واقعہ کی طرف لوٹنا ہوگا، جبکہ جنرل مولا نے جو اسپین کی خانہ جنگی میں ایک نیشنلسٹ لیڈر تھا، ایک انٹرویو کے دوران میں یہ کہا تھا کہ نیشنلسٹ فوجوں کے چار کالم میڈرڈ پر حملہ کر رہے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ لوگوں نے غلطی سے اس فقرے کو جنرل فرینکو سے منسوب کیا ہے "پانچویں کالم" کا فقرہ پہلے پہل جنرل مولا نے استعمال کیا تھا۔ اور میڈرڈ پر حملے کے سلسلہ میں مذکورہ بالا چار کالموں کا ذکر کر کے اس نے یہ الفاظ کہے تھے :۔ "ہمارا پانچواں کالم جو پہلے ہی سے شہر کے اندر ہے ہماری فتح کے لئے بیش بہا خدمات انجام دے گا"

فوجی مورچوں کے پیچھے!

اس کہنے سے جنرل مولا کی مراد یہ تھی کہ اسپین کی جمہوری فوجوں کے پیچھے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو نیشنلسٹ فوجوں سے ہمدردی رکھتے ہیں خانہ جنگی میں ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت میں ایک خاندان کے مختلف افراد تک الگ الگ کیمپوں میں ہوتے ہیں،

اسی وقت سے جنرل مولا کے "پانچویں کالم" کے مقصد کو نازیوں نے اپنے مقصد کے لئے ترقی دینا شروع کیا ہٹلری ایجنٹوں کے بڑے بڑے جتھے اس کام کے لئے تیار کئے گئے، اور ہنکولا ایک ایسا ہی جتھا تھا جو سوڈیٹن لینڈ کی واپسی اور جرمن ریاست میں اس کی شمولیت کا پُرزور مطالبہ کر رہا تھا، اور ہنکولا کے اندرونی امن کو تباہ و برباد کر رہا تھا، لیکن اس وقت تک اس نازی اصول نے ایسی خطرناک صورت اختیار نہیں کی تھی جیسی کہ اب ہے،

آج اس "پانچویں کالم" کے کارناموں کو ہم اس کی انتہائی ہیبت ناک شکلوں میں دیکھ رہے ہیں ناروے اور ہالینڈ میں اس نے نازی مقاصد کو جس طرح آگے بڑھایا وہ بھی ہمارے سامنے ہے آج یہ "پانچواں کالم" صرف جاسوسی اور کسی ملک میں انتشار پھیلانے کی ایجنسی نہیں ہے۔ بلکہ ان خدمات کے علاوہ اور بھی مزید خدمات انجام دیتا ہے اس کا مقصد صرف یہی نہیں ہوتا کہ جس ملک پر نازی حملہ ہونے والا ہو اس کا کوئی پل توڑ دے یا اس کی فوجوں کی نقل و حرکت سے نازیوں کو آگاہ رکھے، بلکہ پانچواں کالم یہ بھی چاہتا ہے کہ نازیوں کا شکار ہونے والے ملک پر ایک ایسا دماغی اور ذہنی رعب جما دے کہ جب نازی یورش کا وقت آئے تو اس کی روک تھام کرنے کے لئے لوگوں کی دل میں خواہش ہی باقی نہ رہے۔

"پانچویں کالم" والا نازی سسٹم دوسرے ملک کے اہم طبقوں کے لوگوں کی ہمدردی اور خوشنودی کے جذبات پر اس طرح اثر کرتا ہے کہ وہ اس بات کا یقین کر لیں کہ نازیوں کا مقابلہ کرنے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ناروے میں آخر ہٹلر کی عملی طاقت جس طرح بیکار و مفلوج ہو گئی تھی وہ پانچویں کالم کی کارروائیوں کی بہت کھلی ہوئی مثال ہے،

دو طریقے!

نازیوں نے اس طرح سے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے دو طریقے رکھے ہیں ایک تو یہ کہ وہ نازی ایجنٹوں سے کام لیتے ہیں جو دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلا دئے گئے ہیں دوسرے وہ جس ملک پر حملہ کرتے ہیں اسکے باشندوں کو بھی نازی ذہنیت کا شکار بنا لیتے ہیں پانچویں کالم کے طریق عمل میں موخر الذکر کو زیادہ اہمیت حاصل ہے ظاہر ہے کہ اگر خود کسی ملک میں نازی طرز حکومت کے جراثیم نہ پھیلائے گئے ہوں اور اسی ملک کے باشندوں کا ایک وسیع حلقہ نازیوں سے ہمدردی کرنے کے لئے تیار نہ کیا جائے تو صرف نازی ایجنٹوں سے کوئی بااثر خدمت نہیں لی جا سکتی ناروے کے باشندے ہر کوئز لنگ کی شخصیت نے غداری اور فریب کے لئے اب دنیا میں شہرت حاصل کر لی ہے اسی طرح کے لوگ ہوتے ہیں جو کسی ملک میں غدار کے جاسوس اور پس پردہ کام کرنے والوں کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں لیکن صرف عملی ہمدردی بھی اس وقت تک کافی نہیں ہو سکتی،

باقی مضمون صفحہ ۸ پر

وجدانیات!

(از جناب سادھو رام صاحب آرزو سہارنپوری)

(خاص تیج ویکلی کے لئے)

قطرتِ گریہ پہ اکثر مسکرا دیتا ہوں میں
مسکرا کر آگ پانی میں لگا دیتا ہوں میں

جاگ اٹھتی ہے محبت بنکے ساری کائنات
روح کو جب اپنے دامن کی ہوا دیتا ہوں میں

چھیڑ دیتا ہوں کبھی جب سازِ معراجِ وفا
حسن کو بھی عشق کا مجرم بنا دیتا ہوں میں

دیدکے قابل ہی کچھ اس وقت اندازِ سجود
جب کبھی دیوار کو در سے ملا دیتا ہوں میں

وجد کرتی ہے فضائے روح میں آوازِ دوست
عاشقی کے ساز کی جب لے بڑھا دیتا ہوں میں

ایک انگڑائی سی لیتی ہے عروسِ کائنات
شب کو جب پچھلے پہر کچھ گنگنا دیتا ہوں میں

آزمانے بیٹھتا ہوں جب کبھی تاثیرِ عشق
حسن کی آنکھوں سے بھی آنسو گرا دیتا ہوں میں

جس کے صدقے میں ملی ہیں دو سرو سامانیاں
اب تو اس جانِ دو عالم کو دعا دیتا ہوں میں

چھیڑ کر اے آرزو، افسانۂ طورِ جمال
روح کی گہرائیوں کو جگمگا دیتا ہوں میں

عدن پر بمباری

ہندوستان میں نئے آئین کے نفاذ سے کچھ دن پہلے تک عدن بھی سرکاری نظم و نسق کے اعتبار سے ہندوستان ہی کا ایک حصہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے وہ براہ راست حکومت ہند کے ماتحت تھا۔ اب اس کا انتظام بالکل الگ ہے اور وہاں ایک برطانوی گورنر رہتا ہے جو برطانوی حکومت کے روبرو ذمہ دار ہے۔ چند روز ہوئے اٹلی کے ہوائی جہازوں نے عدن پر چند بم پھینکے جس سے چار پانچ عربی باشندے ہلاک اور چند آدمی زخمی ہو گئے۔ [illegible] ہے کہ اٹلی کا یہ اصل مقصد اس سے تھا کہ مشرق میں خوف و ہراس پیدا کیا جائے لیکن ظاہر ہے کہ وہ اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور چند بم پھینک کر چند بے قصور شہریوں کو ہلاک کر دینا کوئی بڑا جنگی کارنامہ نہیں کہا جا سکتا۔

پنڈت گووند بلبھ پنت

صوبہ یو۔پی کے سابق وزیر اعظم اور کانگریس کے سرکردہ رہنما پنڈت گووند بلبھ پنت کو راشٹرپتی ابوالکلام آزاد نے کانگریس ورکنگ کمیٹی میں شامل کر لیا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب نئے صدر کانگریس نے نئی ورکنگ کمیٹی کے ممبروں کو نامزد کیا تھا تو ایک نشست خالی رہ گئی تھی۔ اب اس نئی نامزدگی سے وہ جگہ بھر گئی اور پنڈت گووند بلبھ پنت ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہو گئے۔ ملک کو آپ کی خدمات ہر وقت حاصل تھیں۔ اور اب ورکنگ کمیٹی میں رہ کر آپ اپنے وطن کو اور بھی زیادہ فائدہ اپنی خدمات سے پہنچا سکیں گے۔ پنڈت جی کے متعلق غالباً اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ انکی وطن پرستی اور جذبہ قربانی آفتاب کی طرح روشن ہے۔

مسجدوں کی بے حرمتی اور خاکسار

لاہور میں خاکسار تحریک کے پیدا کئے ہوئے ہنگاموں کے باعث مسجدوں کی جو بے حرمتی ہوئی ہے اس کے متعلق دو رائیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس بے حرمتی کی ذمہ داری خود خاکساروں پر ہے جنہوں نے مقدس عبادت گاہوں کو اپنی خلاف قانون سرگرمیوں کا اڈا بنایا ہے۔ دوسرے یہ کہ مسجدوں کی بے حرمتی کی ذمہ داری حکومت پنجاب پر ہے جس نے خاکساروں کو مسجدوں سے گرفتار کیا اور ان خاکساروں کو مسجدوں میں رسد پہنچانے پر پابندی عائد کی۔ ان دونوں میں سے کون سی رائے صحیح ہے اس کا فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ مندر ہوں یا مسجدیں ہوں یا کلیسا ہوں، یہ مقدس مقامات صرف اس لئے ہیں کہ ان میں جائز عبادت کی جائے اس لئے نہیں ہیں کہ انکو قابل اعتراض اور خلاف قانون سرگرمیوں کا اڈا بنایا جائے۔ اس سلسلہ میں حکومت پنجاب کا ایک کمیونک شائع ہوا ہے جو کہتا ہے کہ "جس طریق پر خاکساروں نے حکومت کے اعلان کے خلاف اقدام کیا وہ بالکل قابل ملامت تھا۔ پہلے تو انہوں نے متشدد یا متشددانہ ذرائع سے خلاف ورزی قانون کی ایک مہم جاری کی دوسرے خود اپنے مرکزی اڈوں کے طور پر مسجدوں کو منتخب کیا۔ اس اقدام کے دونوں پہلو واضح طور پر ...... ملک کے بہترین مفاد کے منافی ہیں اور ان تمام جمہوریت پسند لوگوں سے دغا کرنا ہے جنکی آج سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ دنیا کو نازی اقتدار کے خطرے سے بچایا جائے ...... حکومت کو اس بارے میں جو معلومات حاصل ہیں ان سے صاف اور پر طور ظاہر ہو جاتا ہے کہ خاکساروں کی تحریک کے موجودہ دور سے ملک کے اندر فساد اور بدامنی پیدا کر کے دشمن کی امداد کرنے کا قطعی مقصد کلی طور پر معلوم تھا ...... کوئی ذی ہوش شخص حکومت سے یہ توقع نہیں رکھ سکتا کہ قانون کی زد سے بھاگے ہوئے لوگ اگر عبادت گاہوں میں چھپ جائیں تو انہیں ہرگز گرفتار نہ کیا جائے۔ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو قانون اور ضابطہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس سے یہ ضروری ہے کہ ...... ایسے لوگوں کو ان مقدس مقامات کو قانون اور ضابطہ کی خلاف ورزی کے لئے اپنی مہم دہی کے اڈے بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔" حکومت پنجاب کا یہ اعلان بہت طویل ہے ہم نے صرف چند جملے درج کئے ہیں۔ حکومت پنجاب کی بہت سی کارروائیوں کی ہم مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ لیکن خاکسار تحریک کے متعلق مندرجہ بالا الفاظ میں جو معقولیت موجود ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مرکزی اسمبلی کی حیات

حکومت ہند نے موجودہ مرکزی اسمبلی کی حیات میں مزید ایک سال کی توسیع کر دی ہے۔ یا تو یہ اسمبلی بہت ہی سخت جان ہے یا اس کے بعض ارکان کی قسمت کا ستارہ اس قدر چمکا ہوا ہے کہ کسی طرح ہندوستان کو انکی ذات و صفات یعنی انکی بے [illegible] شخصیت اور ان کی رجعت پسندی سے چھٹکارا نصیب ہی نہیں ہوتا۔ اس اسمبلی میں جو نئے آئین کے نفاذ سے پہلے کی یادگار ہے، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر نیا انتخاب ہو تو یہ اسمبلی میں پھر کبھی واپس نہیں آ سکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف تین برس کے لئے اسمبلی میں آئے تھے اور اب اس کی بڑھتی ہوئی لامحدود زندگی کے ساتھ ساتھ ساتویں برس میں قدم رکھ رہے ہیں۔ غور کیجئے کہ جن رائے دہندوں نے ان ممبروں کو صرف تین سال کے لئے منتخب کیا تھا وہ حکومت کے اس طرز عمل سے کیونکر مطمئن ہو سکتے ہیں؟ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ رائے دہندوں کو ان کے حق رائے دہی سے عارضی طور پر محروم کر دیا گیا۔ موجودہ مرکزی اسمبلی کی حیات بڑھانے کے لئے حکومت نے پہلے مجوزہ فیڈریشن کے سلسلہ میں طرح طرح کے بہانے تراشے تھے۔ اس وقت جنگ کا عذر موجود ہے۔ اگر اس عذر کو معقول بھی سمجھ لیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کناڈا میں اس جنگ ہی کے دوران میں عام انتخاب میں کیوں کوئی مشکل پیدا نہ ہوئی؟ لیکن کناڈا کناڈا ہے اور ہندوستان ہندوستان ہے۔ ہندوستان میں جمہوریت کے اصولوں کی بنا پر کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔

گداگری کی وبا

ہندوستان میں گداگری کی وبا جس کثرت سے پھیلی ہوئی ہے اس کے متعلق ہم پہلے بھی ان کالموں میں اظہار رائے کر چکے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ جوں جوں ہندوستانیوں کی بے کاری اور بے روزگاری بڑھتی جاتی ہے اس وبا میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یعنی یہ کہ لاکھوں پیشہ ور گداگروں کی جماعت میں اب کچھ وہ لوگ بھی شامل ہوتے جاتے ہیں جو افلاس سے مجبور ہو کر بھیک مانگنے لگے ہیں۔ مہاتما گاندھی اس سلسلہ میں اپنے اخبار "ہریجن" میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کو جو تندرست ہو بھیک مانگنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایسے لوگوں کے لئے بھیک مانگنے کے کام کو جرم قرار دے دینا چاہئے۔ لیکن پھر آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ ایسا قانون اسی وقت نافذ کیا جا سکتا ہے کہ جب شہروں کی میونسپلٹیاں ایسے کارخانے جاری کریں جہاں غریبوں کو کام یا کھانا مل جایا کرے۔ ہمیں یقین ہے کہ مہاتما جی نے جو حقیقت ان الفاظ میں پیش کی ہے اسے سب لوگ تسلیم کریں گے۔ حکومت یا میونسپل بورڈ یا دولتمند لوگوں کی انجمنوں کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ بے روزگاری اور گداگری کا انسداد کرنے کے لئے ایسے کارخانے کھولیں جن کا تذکرہ مہاتما جی نے فرمایا ہے۔

سبھاش بابو کی تجویز

کچھ روز ہوئے سبھاش بابو نے موجودہ ڈیڈ لاک کو دور کرنے کے لئے ایک تجویز پیش کی تھی ہمیں خود اس تجویز سے چنداں بحث نہیں ہے، لیکن کسی تجویز کی مقبولیت یا نامقبولیت اس تجویز کے پیش کرنے والے کی شخصیت پر کس درجہ موقوف ہے، اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ہم معاصر "ہند" کلکتہ کی رائے کا مختصر اقتباس ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:-

یوروپین لڑائی جتنا زور پکڑتی جاتی ہے ہندوستان میں اتنا ہی ذہنی انتشار بڑھتا جاتا ہے۔ ہر طرف سے لوگ طرح طرح کی تجویزیں پیش کر رہے ہیں۔ کچھ لوگوں کی تجویز ہے کہ ہندوستان میں لیگ کانگریس مہاسبھائی مخلوط حکومت قائم کر دی جائے۔ کچھ حضرات پاکستان کی اسکیم دکھاتے پھر رہے ہیں۔ اب مسٹر بوس نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ہندوستان میں ایک عارضی مرکزی حکومت قائم کر دی جائے اور یہی حکومت جنگ کے بعد کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی بلائے۔ مسٹر بوس کی یہ تجویز زیادہ بحث کی مستحق نہیں ہے کیونکہ ہندوستان بھر اس حقیقت سے واقف ہو چکا ہے کہ مسٹر سبھاش چندر بوس سنجیدہ اور با اصول آدمی نہیں ہیں۔ ان کے سر پر لیڈر بننے اور اقتدار حاصل کرنے کا جنون سوار ہے اور وہ اپنی شہرت و وجاہت کے لئے ملک کی بہترین مصلحتیں بھی پامال کر سکتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے خیال میں انکی تجویز کو کسی حلقے میں بھی اہمیت دی نہیں جائے گی۔ مسٹر بوس کے بارے میں ہم ان تمام لوگوں کو جو سچی آزادی کے متمنی ہیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ موصوف سے کبھی کوئی امید نہ رکھیں۔ ان کا کوئی سیاسی اصول نہیں ہے۔ بعض ابن الوقت ہیں اور صرف اپنی وجاہت کے لئے کام کرتے ہیں۔ انہوں نے بنگال میں کانگریس کی تحریک برباد کر ڈالی ہے۔ انہوں نے بنگال کے کسانوں اور مزدوروں کے لئے کچھ نہیں کیا۔ یہ اپنی وجاہت بڑھانے کے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مستقبل قریب میں ان کی حقیقت ساری دنیا پر روشن ہو جائے گی۔ ہم اپنی طرف سے اس پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔

فرق کیا ہے؟

اوٹاکامنڈ (اوٹی) میں تقریر کرتے ہوئے مدراس کے گورنر نے فرمایا ہے کہ ہندوستان میں بہت لوگ ہیں جو یہ سوچتے پھرتے ہیں کہ اس جنگ میں خواہ برطانیہ کی فتح ہو یا جرمنی کی اس سے ہندوستان پر کوئی اثر اس لئے نہیں پڑیگا کہ ہندوستان بہت دور پر واقع ہے۔ ہمارے خیال میں بجز ان لوگوں کے جو قطعاً جاہل ہیں ایسی بات کوئی نہیں کہہ سکتا۔ غالباً گورنر مدراس کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ مہاتما گاندھی ہندوستان کی "آواز" ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہی عوام بھی کہتے ہیں۔ لیکن گورنر مدراس نے ایسی باتیں کہنے والوں کو جو جواب دیا ہے وہ زیادہ دلچسپ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "اگر برطانیہ ہار جائیگا تو آزادی اور ڈومینین اسٹیٹس کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے گا۔ اور جرمنی ہندوستان کو اپنی فتح کا سب سے زیادہ دولتمند انعام سمجھ کر سب سے پہلے اسی پر قبضہ کر لیگا۔" ایک تو اس کا کوئی امکان سر دست نظر نہیں آتا لیکن اگر ہم گورنر مدراس کی بات کو تھوڑی دیر کیلئے تسلیم بھی کر لیں جب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گورنر مدراس کے ہم وطنوں نے ہندوستان کی چالیس کروڑ آبادی کو اب تک ایسا نہتا اور غیر مسلح اور کمزور بنا کر کیوں رکھا ہے کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے جرمنی کا مقابلہ نہ کر سکیں اور جرمنی اس ملک کو اپنی فتح کا پہلا انعام سمجھ کر اس پر قابض ہو جائے۔ ہندوستان یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص یا کوئی ملک اسے "انعام" سمجھ لے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اپنا حق حاصل کرے اور اس لائق ہو جائے کہ خود اپنی آزادی کی حفاظت کر سکے۔

رفتار زمانہ

زمانہ کی رفتار اب صد سے زیادہ تیز ہو گئی ہے صبح کی اطلاع دوپہر کو اور دوپہر کی اطلاع شام کو پرانی ہو جاتی ہے۔ ہم ان کالموں میں وقتی حالات پر تبصرہ نہ کرنے ہی کو بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ جب تک یہ پرچہ ناظرین کے ہاتھوں میں ہوگا ان حالات میں اہم تبدیلیاں ہو چکی ہونگی بہر حال اب تک جو کچھ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اس سے جنگ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ ابھی ابھی جو ہفتہ گزرا ہے اس کا ایک اہم ترین واقعہ [illegible] اثر ڈالنے والا واقعہ یہ ہے کہ اٹلی نے بھی اتحادیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جس کے معنی یہ ہیں کہ بحیرہ روم بھی ایک بحری میدان جنگ بن گیا اور [illegible] کا خطرہ مشرق سے بہت قریب آ گیا ہے۔

جب اس سلسلہ میں فرانسیسی غیرت کا وزنٹ کیا تو یہ دریافت کیا کہ سنیور مسولینی نے پاس اس جنگ میں شریک ہونے اور اتحادیوں کے مقابلہ میں میدان جنگ میں اترنے کا کیا سبب تھا تو جواب یہ ملا کہ مسولینی صرف ان اسکیموں کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں جو اس اور ہٹلر کے درمیان پہلے طے پا چکی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اب تک اٹلی کی ظاہری غیر جانبداری بھی ایک ڈھونگ تھی در پس پردہ مسولینی اور ہٹلر میں معاہدے ہو چکے تھے۔ جنگ میں اٹلی کی شرکت کا پہلا نتیجہ ہوا ہے کہ ایک طرف جبرالٹر اور دوسری طرف نہر سویز

کی ناکہ بندی کر دیگی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بحیرہ روم میں تجارتی جہاز رانی کا انجام ہو گیا ہے۔ غالباً اس سے سب سے زیادہ نقصان اٹلی ہی کو پہنچے گا اور جرمنی بھی اس مال سے محروم ہو جائے گا جو اٹلی کی معرفت وہ لے لیا کرتا تھا۔

مسٹر ڈف کوپر نے صحیح کہا ہے کہ اٹلی اس جنگ میں جرمنی کا اسی طرح کا بار ہو گا جیسا کہ گذشتہ جنگ عظیم میں ترکی دوستی اور شرکت اتحادیوں کے لئے وبال بن گئی تھی۔ اس وقت تک اٹلی نے کوئی جنگی کارروائی نہیں کی ہے۔ غالباً ہٹلر نے اسے "چپ" کو اس لئے شریک جنگ کیا ہے کہ ایک طرف تو جرمن فوجیں حملہ کریں اور دوسری طرف اٹلی ادھر ادھر سے بمباری کر کے لوگوں میں خوف و ہراس اور گھبراہٹ پھیلائے۔ عدن پر بمباری کرنے کی جو خبر آئی ہے وہ بھی اسی بے تکاپن اور دہشت انگیزی کے مقصد کا نقش ہوا ثبوت ہے۔ یہ بھی ممکن ہے اٹلی کے بعض ہوائی جہاز ہندوستان کی بندرگاہوں کا رخ کریں، لیکن ظاہر ہے کہ اس عمل سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا اور ہم اس کام کو ہاتھ پیر مارنا کی سرگرمیوں سے منسوب کریں گے۔

مغربی محاذ جنگ یعنی پیرس کے مورچہ پر بڑی گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہٹلر نے اپنی ساری جنگی طاقت اسی محاذ پر لگا دی ہے اور اسکی فوجوں کے ایک سو بیس ڈویژن یعنی جرمنی کا سارا سرمایہ ہے، اس مورچہ پر کام کر رہے ہیں یہ غالباً ہٹلر کی زندگی کا سب سے بڑا جوا ہے۔ اس وقت ہٹلری فوجیں پیرس کے دروازے پر ہیں چونکہ فرانسیسی حکومت نے پیرس کے دفاع و تحفظ کا انتظام نہیں کیا ہے اور اس غرض سے پیرس کو ایک کھلا شہر قرار دیدیا ہے تاکہ دشمن اس پر بمباری کر کے اسکی تاریخی اور بیش قیمت عمارتوں کو تباہ نہ کریں۔ اس لئے ممکن ہے کہ نازی فوجیں اس موقع کو غنیمت جانکر شہر پیرس میں داخل ہو جائیں تاہم اتحادی فوجیں لڑنے اور پیرس کے پیچھے مورچہ بنا کر نازیوں کو روکنے سے باز نہیں آئیں گی۔

ایسے موقع پر جبکہ جنگ میں اٹلی کی شرکت کے باعث اتحادیوں پر زیادہ دباؤ پڑ رہا ہے اور نازی فوجیں فرانس میں آگے بڑھتی جا رہی ہیں، صدر امریکہ مسٹر روزویلٹ کا بیان دلچسپی کا باعث بنا ہوا ہے کہ ولایات متحدہ امریکہ اگرچہ اتحادیوں کی امداد کے لئے کوئی فوج بھیجنے کا سردست ارادہ نہیں رکھتا تاہم اس کے تمام ذرائع اتحادیوں کو سپلائی کئے جائیں گے۔ پریسیڈنٹ روزویلٹ نے اٹلی کو جنگ میں شریک ہونے سے آخر وقت تک روکا تھا، لیکن اس سلسلہ میں مسولینی نے چند ایسے مطالبات پیش کئے جو قبول نہیں کئے جا سکتے تھے۔

نئی صورت حال کے باعث اسپین، ترکی اور مصر کے طرز عمل کو اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ مصر نے اٹلی سے سفارتی رشتہ منقطع کر دیا ہے، لیکن اب تک اعلان جنگ نہیں کیا ہے۔ کہا جاتا ہے اب جنگ میں مصر کی شرکت چند گھنٹوں یا دنوں کی بات ہے۔ ترکی نے اب تک کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے اور اس فیصلہ کا بے چینی سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ اسپین نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس جنگ میں شریک نہیں ہے۔ لیکن اسپین کے اخبارات ڈکٹیٹروں کی طرفداری کر رہے ہیں اس سے زیادہ اس وقت کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

بھوت کا خوف

ایک دلچسپ کہانی!

(از شریمتی اُستا دیوی مترا)

اس روز مسٹر چودھری کے ڈنر ٹیبل پر بحث شروع ہو گئی بھوت پریت پر، مسز چودھری، مسز سکینہ اور کئی مسٹر اور مسز وہاں پر جمع تھے، رات کا وقت تھا اور کھانے کی میز پر وہ بحث دلچسپ ہو کر رہی۔

شدید سردی پڑ رہی تھی، لیکن گرم اور لذیذ کھانے نے اس سردی کو بھی مزیدار کر دیا، بحث تھی کہ بھوت کوئی چیز ہے یا یہ محض وہم ہے۔

شششی بھوشن مسٹر پرکاش تو ہنسکر ہی بات اڑانا چاہتے تھے، تقریباً تمام حاضرین ان کے موافق تھے، مخالفت میں صرف مسز سکینہ تھیں، وہ کہہ رہی تھیں بھوت ہے، ضرور ہے لیکن ان کی بحث کوری، بلا دلیل کی تھی، مسٹر ناگ نے کہا "میں یہ سب کچھ نہیں مانتا بھوت پریت محض وہم ہے، بڑے بوڑھوں کی من گھڑت کہانی۔"

"آپ کہتے ہیں؟ لیکن میرے گاؤں میں چلیے تو بھوت کی ایسی کہانی۔"

مسز سکینہ کو روک کر درمیان ہی میں مسٹر ناگ بول اٹھے "وہ صرف کہانی ہے، محترمہ اصلیت کچھ نہیں سب کہیں گے ہم نے سنا ہے لیکن آنکھوں دیکھی بات کوئی نہ کہے گا۔"

میں خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا لیکن اب کہنا ہی پڑا بھوت نہیں تو ایک عجیب مریض میں نے دیکھا ہے آپ شاید سے بھوت کا ستایا ہوا یا بھوت لگا ہوا کہیں۔"

"آپ نے ڈاکٹر؟" سنجیدہ تعجب کے ساتھ سوال ہوا۔ صرف اتنا ہی کیونکہ مجھ سے مشہور ڈاکٹر کی بات کو غلط سمجھنے کا خیال ظاہر کرتے ہوئے شاید حاضرین جھجک سے رہے تھے،

ایسی پر لطف بات اب تک چھپائے ہوئے تھے، بھوت لگا ہوا کیسا؟ کہو کہو"

میں نے منہ اٹھایا اس واقعہ کو یاد کر کے آج بھی میرا سخت دل درد سے بھر اٹھتا ہے اور میں اسے کہنا بھی نہیں چاہتا کسی سے، لیکن ایسے بعض دوستوں کے اصرار کو آج ٹال بھی نہ سکا، میں نے کہنا شروع کیا،

اس روز بھی ایسی ہی سردی پڑ رہی تھی آسمان سے گویا برف برسا پڑتا تھا رات کے گیارہ بج رہے تھے اور میں اس وقت تنہا تھا،

دن بھر کا تھکا ماندہ۔ میں اس سردی کا اطمینان اور خوشی کے ساتھ خیر مقدم کر رہا تھا، رات گویا میری اپنی تھی، نہ مریضوں کی پکار تھی نہ نسخہ لکھنے کا جھنجھٹ، رات ایسی تھی گویا اپنے مہیب دامن میں آرام اور سکون صرف میرے ہی لئے بھر لائی تھی آرام کرسی پر ہاتھ پیر پھیلا کر میں پڑا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا، آگ سے لبریز انگیٹھی میرے پاس ہی رکھی تھی،

اتنے میں مسز مِتی جی پہنچیں اور تیزی سے بولیں "سُنا تم نے"

میری آنکھیں قریب قریب بند تھیں، میں نے اسی حالت میں پوچھا کیا؟ تم کو سونا ہے تو آرام کرو۔

ان کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھ کر میں چونکا، سہم کر اٹھ بیٹھا، اور ان سے کہا۔ اس سردی میں مجھے تنہا چھوڑ کر تم نہ جاؤ۔

اتنا تو میں کہوں گا کہ عورتوں کے دل میں رحم و درد زیادہ ہوتا ہے میری خوشامد بھری آواز سنتے ہی دیوی جی لوٹیں اور آ کر کرسی کے قریب ہی بیٹھ گئیں، ذرا ہنسکر بولیں، البتہ ابھی سو یا نہیں آنا کو دیکھ آئی ہوں "کیا کہہ رہی تھیں ابھی؟"

"کیا کر دگے سنکر، بس وہ اور مریضوں کو لیکر رہو، شہر میں خون ہو کوئی بھوک سے مرے یا جئے، تم کو کرنا ہی کیا ہے؟"

اس وقت میں واقعی چونک پڑا ان کا منہ دیکھنے لگا، "ہو تو کچھ" ایک ملزم کی طرح اس ڈر پوچھا دیوی جی کو شاید نرس آ گیا وہ نرم پڑ گئیں اور بولیں ابھی آنا ایک اخبار اٹھا لائی تو میری نظر اس خوفناک مضمون پر پڑ گئی،

"تو ہوا کیا ہے؟"

پُر جوش لہجہ میں دیوی جی کہنے لگیں، "ایک مسلمان عورت ۲ سال کے بچے کے ساتھ بیوہ ہو گئی مرتے وقت شوہر اس کے لئے کچھ نہیں چھوڑ گیا وہ بھائی کے گھر گئی، بھائی بھی غریب، اسپر کنبہ بڑا، غریب پردہ نشین بیوہ کرتی کیا؟ کسی طرح زندگی گذار رہی تھی، مسلمانوں کی رسم پردہ نشینی کہ جانے نہ ہی بیوہ مزدوری بھی نہیں کر سکتی تھی"

"ہاں! اور محنت کر سکتی تھی" درمیان میں میرے اس طرح ٹوکنے سے دیوی جی جھنجھلا اٹھیں اور اس بار نہیں بڑی دشواری سے ٹھنڈا کرنا پڑا۔

وہ کہنے لگیں نہ کچھ سوچا نہ سمجھا، یوں ہی غریب عورت کو قصوروار بنا دیا، اس کا کیا قصور، اپنے بچپن کے کھیلے ہوئے ساتھی سے پردہ نہیں کرتی تھی، وہ شخص اندر آتا جاتا تھا اسپر لوگ اس کی مذمت کرنے لگے، بھائی بھاوج نے سُنا شاید اس شخص سے کچھ کہا ہو، بالآخر وہ شخص اس بیوہ سے نکاح کرنے کو تیار ہو گیا دو چار گھروں میں دعوت دی گئی نکاح کا دن تاریخ مقرر ہو گیا کھانا پک چکا، مدعو لوگ پہنچ گئے اور ٹھیک اسی روز شام کو اس شخص نے دوسری عورت سے نکاح کر لیا اس کے بعد جو ہونا تھا وہی ہوا غریب بیوہ قصوروار ٹھہرائی گئی بس وہ رات کی خاموشی میں بچے کو کلیجے لگا کر گھر سے نکل گئی، اس گھر میں اسکے لئے جگہ تھی نہیں اسلئے وہ اپنی سہیلی کے گھر گئی وہاں بھی شاید جگہ نہ ملی ہو گی چنانچہ وہ جنگل میں چلی گئی خدا معلوم وہ وہاں کتنے دنوں بھوکی پیاسی رہی، اور شاید ایک امید بھی اس کے دل میں تھی کہ اتنی بڑی دنیا میں اس کے لئے ایک بالشت زمین بھی نہیں ہے کوئی سخی انسان اسے بالشت بھر زمین دے ہی دیگا لیکن جب ویسا نہ ہوا تو وہ بھوکی پیاسی عورت کسی طرح چلکر شہر کے باہر نکل گئی بھوک کی شدت سے اس سے چلا نہ جاتا ہو گا زبان باہر نکل آئی ہو گی آنکھیں اندر دھنس گئی ہوں گی اور اس انسانی ڈھانچہ کو دیکھ کر شاید کوئی خوبصورت عورت خوف سے بے ہوش ہو گئی ہو گی،

لیکن پھر بھی اسے اپنے اور اپنے بچے کے لئے دنیا میں جگہ تلاش کرنی تھی وہ شہر کے باہر چلی گئی اور آخر اسے جنگل ہی میں ایک باغ کے اندر سنسان کمرہ اور وہیں پر تالاب میں بچے کو ڈبو دیا، بچہ شاید رو دیا۔ ماں نے "ماں میں مر جاؤں گا سانس رُک رہی ہے" لیکن شاید ماں نے سنا اور کچھ سمجھے گا۔ دفعۃً دے کر اسے اس میں ڈبو دیا اور پھر خود تالاب میں کود پڑی، صبح ماں اور بچے کی لاشیں تالاب کے کنارے ملی

بات ختم کر کے دیوی جی سانس روک کر میرا منہ دیکھنے لگیں، تب تک میں آرام کرسی پر لیٹ چکا تھا اور سگار بھی پی رہا تھا اور جب میں نے محسوس کیا کہ اس کہانی کو مزید تفصیل کے ساتھ دیوی جی میری زبانی سُننا چاہتی ہیں تو مجھے کہنا ہی پڑا۔ پرانی بات ہے اس واقعہ کو دو ماہ کے قریب ہو چکا"

"تم جانتے تھے؟ پھر مجھ سے کہا کیوں نہیں؟"

"میں نے"

لیکن میرے کہنے کے پہلے دروازے پر موٹر کا ہارن بجنے لگا خادم دوڑتا ہوا آیا اور بولا "مسٹر حق کے بنگلے سے بلاوا آیا ہے" اور کوئی ہوتا تو ایسی رات میں ٹال دیتا لیکن حق صاحب کے بلاوے سے انکار کرنا مشکل تھا کپڑے پہنکر جانا ہی پڑا مسٹر حق شہر کے ایک تعلیم یافتہ اور معزز شخص تھے اُن سے میرا تعارف نہیں تھا۔ لیکن نام سُن رکھا تھا۔

اتنا کہہ کر میں خاموش ہو گیا وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

کھانے کے بعد ہم سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے اور سگرٹ نوشی کرنے لگے میں نے اپنا قصہ پھر شروع کیا، سامعین بیتاب ہو رہے تھے، لیکن میرے لئے تو یہی اچھا ہوتا کہ اس کے آگے مجھے کچھ نہ کہنا پڑتا، لیکن کیا کیا جائے دوستوں اور خصوصاً لیڈیوں کا اصرار "ہاں تو اسکے بعد"

ہوا کی طرح اڑتی ہوئی گاڑی شہر کے باہر چلی گئی اور ایک باغ کے اندر بنگلے کی برساتی میں رُکی آدھی رات کی خاموشی گویا اس بنگلے کو اور وہاں کے رہنے والوں کو نگلے جا رہی تھی بھوتوں کی سی خاموشی تھی نوکر ادھر ادھر کچھ کام کرتے پھر رہے تھے ایک عورت اندر سے نکل آئی اس نے اپنے منہ میں انگلی رکھ کر مجھے بات کرنے سے روکا اور اشارے سے مجھے بلا کر بنگلے کے کونے والے کمرے میں لے گئی کمرہ بالکل سُونا تھا بجلی کی روشنی تھی ہاں یہ کہنا تو بھول ہی گیا کہ اس وقت بنگلے کے تمام کمروں میں ہلکی روشنی تھی، گویا ایک اسرار کے اندر وہ کمرہ بسا ہوا تھا اور اس میں میں بھی گم ہونے لگا،

ویسے آج تک زندگی میں میں نے کبھی تجربہ نہیں کیا تھا مجھے وہاں کھڑا کر کے وہ عورت خدا معلوم کہاں چلی گئی میری سانس رکنے لگی کئی منٹ گذر گئے، اور جب میں وہاں سے بھاگ نکلنا چاہتا تھا ٹھیک اسی وقت ایک کمسن عورت پہنچ گئی جب تک میں سنبھلوں کہ وہ میرے پیروں سے لپٹ گئی "ڈاکٹر میرے شوہر کو بچاؤ"

مشکل سے اُسے میں نے اطمینان دلایا، "اگر مرض علاج سے باہر نہ ہوا تو پوری کوشش کروں گا، کیا مرض ہے انہیں"

عورت متوحش ہو گئی "بیماری؟ نہ معلوم کے ڈاکٹر بلائے تھے، میں نے، سب کہتے ہیں وہ پاگل ہو گئے ہیں وہ تو ڈاکٹروں کو پاس نہیں جانے دیتے"

"پاگل ہو گئے؟"

"نہیں جناب! وہ تو ڈاکٹروں کی غلطی ہے غلطی ہے،"

ہاں جناب! کیا آپ بھی انہیں پاگل سمجھتے ہیں؟"

"کبھی نہیں!"

بس تو وہ پاگل نہیں ہیں آپ اور ہم جیسے ہیں ویسے ہی وہ بھی ہیں

"آپ گھبرائیں نہیں"

(باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحہ سے

پہلے ایک مریض کو دکھلا دیجئے پھر جیسا سمجھوں گا ویسا کروں گا،

کمزور اور سہمی ہوئی آواز میں وہ بولی :-

"یہی تو مشکل ہے"

"پھر علاج کیسے ہو سکتا ہے آپ ہی خیال فرمائیے خاتون"

"لیکن میں کیا کروں ڈاکٹر مجھ پر رحم کرو کسی طرح انہیں اچھا کر دو"

میں پس و پیش میں پڑ گیا سوچتے ہوئے میں نے کہا "اچھا آپ اتنا تو کر سکتی ہیں کہ مریض کا مفصل حال مجھ سے صاف صاف کہیں کب سے بیمار ہیں؟ مریض کی کیا کیا علامتیں ہیں وغیرہ وغیرہ"

"اس مکان کو خریدنا ہمارے لئے مصیبت ہو گئی ہے ڈاکٹر، دو ماہ ہوئے جب ہم نے یہ مکان خریدا اور کوئی مہینے بھر سے ہم یہاں ہیں آنے کے دوسرے روز ان کی حالت بدل گئی ہے اس روز رات میں تالاب کی سیڑھی پر بیٹھے تھے"

"کیا یہاں کوئی تالاب بھی ہے؟" میں نے بیچ میں ان کو روکا "ہاں باغیچے کے کونے میں چھوٹا سا تالاب ہے، اس رات وہ وہاں سے آئے تو بالکل بدلے ہوئے تھے آپ نے سنا ہوگا کہ میرے شوہر جیسا شوقین

عیش پسند کوئی دوسرا شخص یہاں نہیں ہے کیا کہوں سلک کے بجائے انھوں نے کبھی کوئی سوتی کپڑا پہنا ہی نہیں تھا، پانی میں عرق گلاب یا کیوڑہ ملا کر تو وہ نہاتے تھے، لیکن اب تو موٹے کپڑے کے سوا وہ کچھ پہنتے ہی نہیں، پہلے دن بھر ہنسی دل لگی میں ڈوبے رہتے تھے۔ لیکن اب دن بھر ایک کمرے میں خاموش بیٹھے رہتے ہیں رات میں تو ان کی حالت عجیب ہو جاتی ہے اسی تالاب پر تنہا گھوما کرتے ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ کچھ کھاتے ہی نہیں ہیں بھوک سے آنتیں سوکھی جاتی ہیں کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں لیکر دسترخوان پر کھانا دیکھتے ہی کبھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور بلا کھائے اٹھ جاتے ہیں کبھی آدھی رات کو چلاتے ہیں بھوک بھوک،

اور سنئے رات کو کھانا اپنے کمرے میں رکھوا لیتے ہیں میں نے چھپ کر دیکھا ہے کہ ٹھیک بارہ بجے رات کو وہ اس تھالی کو لے کر تالاب پر جاتے ہیں اور تھالی سمیت پانی میں چھوڑ دیتے ہیں اس کے بعد عورت چپ ہو گئی اور میں گہری تشویش میں پڑ گیا،

"اس وقت وہ کہاں ہیں؟" میں نے دریافت کیا،

"اسی تالاب پر گئے ہوں گے یا جاتے ہوں گے"

"آپ مجھے چھپا کر وہاں لے جا سکتی ہیں"

"چلئے"!

اس نے راستہ بتا دیا میں جھاڑیوں اور درختوں میں چھپتا ہوا تالاب تک پہونچا اور ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا، اس رات چاندنی خوب پھیلی ہوئی تھی، کچھ ہی دیر بعد ایک گورا چٹا خوبصورت آدمی ہاتھ میں تھالی لئے ہوئے تالاب پر پہونچا تھالی پانی میں چھوڑ کر وہ تالاب کی سیڑھی پر بیٹھ گیا۔ اور ٹکٹکی باندھ کر تالاب کے پانی کو دیکھنے لگا،

دفعتاً وہ اٹھا اور تالاب کے گرد کچھ ڈھونڈھنے سا لگا پھر یکایک وہ اپنے دل پر اپنے کان لگانے کی کوشش کرنے لگا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے دل کی دھڑکن کی آواز سننا چاہتا تھا، اسی طرح بیس پچیس منٹ گذر گئے وہ روشنی کی طرف منہ اٹھا کر کھڑا ہو گیا،

میں دھیرے دھیرے چلکر اس کے پاس پہونچا اور نرم آواز میں پوچھا "جناب! میں راستہ بھول گیا ہوں، ذرا......"

"خاموش، خاموش" وہ دھیمی آواز میں بولا۔ "خاموش رہو، کیا تم سن نہیں رہے ہو"

"کیا؟" میں نے بھی دھیمی آواز میں پوچھا "

وہ چلا رہا ہے بھوک بھوک، اس کی بھوک فضا میں بھر گئی ہے سنو سنو"

میں نے بغیر کسی اظہار تعجب کے کہا، ہاں ہاں میں سن رہا ہوں"

"بھوک اور پیاس کی شدت سے اس کی آنتیں جلی جا رہی ہیں دیکھتے ہو نا؟ ہوا کے ہر ایک جھونکے اس کے پیٹ کی سوکھی آنتوں اور پیاس کی شدت سے اس کی بیتاب پھٹی ہوئی آنکھوں کو

ہاں ہاں دیکھ رہا ہوں سچ پوچھو تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا پھر بھی میں مریض کو اپنے بس میں کرنے کے لئے کہتا جا رہا تھا،

اسکے بعد وہ اپنے سینے پر کان لگانے کی کوشش کرنے لگا میں نے پوچھا کیا سن رہے ہو؟"

بھوک، بھوک، دل کی دھڑکن میں یہی پکار رہی بھوک بھوک، لو تم بھی کان لگا کر سن لو،

"کیا سنوں؟ میرا دل بھی تو یہی کہتا ہے" وہ سر ہلا کر کہنے لگا، یہی تو ہونا چاہیئے،

چلو، ہم تم ملکر کچھ کھائیں، میں نے کہا،

وہ خوف سے لرز گیا، اور چیخ کر بولا۔ نہیں نہیں بھوک، بھوک،

"چلو میں نے اس کا ہاتھ پکڑا، کھانے سے بھوک مٹتی ہے"

"لیکن کھاؤں کیسے؟ دل کے اندر سے آواز آ رہی ہے بھوک بھوک" "میں سن رہا ہوں بھائی چلو" غرضیکہ بیمار اچھا ہو گیا،

میں چپ ہو گیا کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا دیر کے بعد مسز سکینہ بولیں "تو حق صاحب پاگل ہوئے ہیں نہ انہیں بیماری ہے یہ سب بھوت پریتوں کا کھیل ہے" مسٹر بوس بولے، "میں کل ہی انکو لیجا کر مسٹر حق کو دکھوں گا اس قصہ کے بعد مجلس جم نہ سکی اور ایک خمار کے ساتھ سب رخصت ہوئے گھر پہونچا تو ۱۲ بجے تھے نہ جانے میں کیوں لرز گیا اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے

قاہرہ کی سردارنی گردین صاحبہ آل انڈیا سکھ کانفرنس لاہور میں جھنڈے کی سلامی کی رسم ادا کر رہی ہیں

دہلی اسٹیشن پر راشٹرپتی ابوالکلام آزاد کا شاندار خیر مقدم

مسٹر موہن لال سکسینہ مسٹر سرجی۔ گپتا اور دوسرے کانگریسی لیڈر "چرخہ ڈے" پر چرخہ کات رہے ہیں

برطانیہ کے جنگی جہازوں کا ایک شاندار دستہ

ناروے کی فوج کا ایک افسر سپاہیوں کے ساتھ

برطانیہ کا ایک جنگی جہاز واقلی جس نے اس جنگ میں اچھے کارنامے پیش کئے ہیں

ناروے کا ایک سپاہی چھپ کر حملہ کر رہا ہے

ایک فرانسیسی ٹینک جس پر بندوقچی بیٹھا ہے

صوبہ بمبئی کے گورنر حالات جنگ اور بمبئی
کی جنگی کوششوں کے متعلق
تقریر کر رہے ہیں

لاہور میں خاکساروں کی شورش کے باعث ٹیلیگراف
آفس پر پہرہ دیا جا رہا ہے

ناروے میں جرمنوں کے مقابلہ کے لئے فوجی بھرتی

روس کی عورت

از جناب سبط حسن

قدیم و جدید!

مشرق کے دوسرے ملکوں کی طرح روس میں بھی عورت کو قیدخانہ کی آرائش سمجھا جاتا تھا۔ کبھی وہ دوسری اجناس بازاری کی طرح خریدی جاتی تھی یا مال غنیمت کی طرح اٹھائے جاتی تھی۔ اور کبھی اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ چتا کے شعلوں کی نذر کردی جاتی تھی۔ سولھویں صدی عیسوی میں امور خانہ داری کے جو ضوابط بنے تھے انھیں روس والے Domostroi کہتے ہیں۔

ان میں عورت کو ہدایت کردی گئی تھی کہ وہ باورچی خانہ سے باہر نہ نکلے۔ عورت کی خوبی یہی تھی کہ وہ خاموش رہے اور ہمہ تن انکسار بنی رہے۔ اسے بات کرنے کی اسی وقت اجازت تھی جب کوئی دوسرا شخص اس سے سوال کرے ... جب وہ کچھ کہے تو اسے انتہائی ادب اور تمیز کے ساتھ جواب دے۔ اس کے شوہر کی مرضی اس کا قانون تھی اور اسی کے مطابق اسے اپنی زندگی گذارنے کا حکم تھا۔ اگر وہ کوئی غلطی کرے تو اس کے شوہر کو اتنا اختیار تھا کہ وہ اس کی ڈنڈوں سے خبر لے۔ ان قوانین نے وہاں کی عورتوں کی خودداری کے جذبات اور حقوق کے احساس کو اس قدر مردہ کردیا تھا کہ وہ ان سرزنشوں کو اپنا حق تصور کرنے لگی تھیں۔ اور ان پابندیوں اور محرومیوں کی ثناخوانی کرتی تھیں۔ ایک روسی عورت نے تو ... اس بات کی شکایت کی تھی کہ اس کا شوہر اسے اب ڈنڈوں سے نہیں پیٹتا۔ اور یہ اس کی لاپرواہی کا ثبوت ہے

سچ ہے محکومی کچھ عرصہ کے بعد یاس کے احساس کو بھی دماغ سے محو کردیتی ہے اور غلامی کے طوق بھی زیور سمجھے جانے لگتے ہیں۔

ہندوستان ہی کو لے لیجئے۔ آج اگر یہاں کے متوسط اور اعلیٰ طبقے کی عورتوں کی رائے لی جائے تو شاید نوے فی صدی عورتیں پردہ کو ترک کرنے، لڑکیوں کو عام تعلیم دینے، عورتوں کو مردوں کے مساوی تمام حقوق ملنے کے خلاف بڑی خوشی کے ساتھ اپنی رائے دیں گی ـــــــ نیچے طبقہ کی عورتوں سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا وہ چاہتی ہیں کہ قانوناً انھیں اس کا حق مل جائے کہ اگر ان کا شوہر انھیں پیٹے تو وہ اسے گھر سے نکال دیں یا اس پر مقدمہ چلائیں یا اسے پیٹیں تو اسی فی صدی عورتیں جواب دینا تو در کنار آپ پر لال لال آنکھیں نکالنے لگیں گی ـــــ یہ اس دماغی پستی کا نتیجہ ہے جو قومی انحطاط کا لازمہ ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی ذہنی کیفیت کو اس طرح بیان کیا۔

> وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
> کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

متاع کارواں کا لٹ جانا خطرناک نہیں۔ لیکن جب کسی قوم سے احساس زیاں جاتا رہے تو یقیناً اس قوم یا ملت کے مستقبل پر توجہ کرنا چاہئے۔ یہی حال ہندوستان کی عورتوں کا ہے۔

زار کا زمانہ

روس کے زاروں کی حکومت روسی عورتوں کے لئے ایک دردناک عذاب تھی۔ پچھلی دو صدیوں میں (انقلاب روس سے قبل) عورتوں پر حکومت اور حکومت کے ساتھیوں نے جو مظالم کئے وہ اس زمانہ کی لاتعداد تصنیفات میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ میکسم گورکی جس کا انتقال حال میں ہی ہوا ہے۔ انقلاب سے قبل روسی عورتوں کی ناگفتہ حالت کا سب سے بڑا ترجمان تھا۔ اس نے اور بہت سے عورتوں کی قابل افسوس زندگی کا بڑا دلشکن نقشہ کھینچا ہے۔ روسی زبان میں ایک کہاوت تھی "مرغی پرند نہیں ہے اور عورت انسان نہیں ہے۔" یہ اور اسی قسم کی متعدد کہاوتیں انقلاب سے قبل کے روسیوں کی نفسیات کی ترجمانی کرتی ہیں اور انھیں کی فضا میں اس عہد کے روسیوں کی نفسیات کی تشکیل ہوتی ہے۔

نیکراسو جو ایک مشہور اہل قلم تھا عورتوں کی ناقابل بیان مجبوریوں کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں یوں لکھتا ہے کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے بھی وہ کنجیاں گم کردی تھیں جن سے روسی عورتوں کی شادمانی اور نشاط کا قفل تھا۔"

زار کے دور حکومت میں جہاں مردوں کو گائے بیل کے برابر بھی اہمیت نہ دی جاتی تھی عورتوں کی خبر لینے والا کون تھا۔

انقلاب!

انقلاب روس نے عورتوں کی دنیا میں بھی ایک انقلاب پیدا کیا۔ اس نے عورتوں کی زندگی پر سے وہ تاریک حجاب اتار کر پھینک دیا جس کے اندر انھیں لپیٹ دیا گیا تھا تاکہ روشنی اور ترقی ان تک نہ آنے پائے

چنانچہ اس حقیقت کا اعتراف کرلیا گیا کہ عورت سماج کے لئے اتنی ہی مفید ہے اور اتنی ضروری ہے جتنا کہ مرد۔ اسے مرد کے برابر تمام حقوق دے دیئے گئے اور وہ تمام قیود اور پابندیاں توڑ دی گئیں جو اس کی ترقی میں رکاوٹ ڈال رہی تھیں۔

ترقی پسند صاحبان فکر اس خیال کے بالکل حامی نہیں ہوسکتے کہ عورتیں صرف اس لئے پیدا کی گئی ہیں کہ وہ بچے پیدا کریں اور اپنی زندگی ان کے کپڑے دھونے اور باورچی خانوں میں کھانا پکانے میں بسر کردیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ تمامی شعبہ ہائے زندگی میں عورت اسی طرح مرد کا مقابلہ کرسکتی ہے جس طرح مرد ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں۔

اسی نظریہ پر روس میں عمل ہو رہا ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی ہے کہ اگر عورتوں کو اس کے پورے مواقع دیئے جائیں کہ وہ مردوں کے مساوی اپنی فطری قوتوں کو بڑھا سکیں تو وہ مردوں کی سچی رفیق زندگی ہوسکتی ہیں۔ دولت آفرینی کی قوت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ اور وہی جنس جو اب تک کمزور کہلاتی تھی ایک مضبوط قوت بن جاتی ہے۔

مساوات

جیسا کہ معلوم ہے جدید حالات میں سب سے پہلے صنعتی ترقی پر زور دیا گیا۔ اور اب جبکہ ان کا معاشی لائحہ عمل مکمل ہوچکا ہے وہ سیاسی اور سماجی مسائل کی جانب زیادہ متوجہ ہو رہے ہیں چنانچہ اب ایک جدید دستور کا نفاذ اس سال کے آخر میں ہونے والا ہے۔ یہ دستور تمام ملک میں گشت لگا رہا ہے۔ اس کی دفعہ ۱۲۲ کی رو سے سوویٹ روس میں عورتوں کو تمام شعبہ ہائے زندگی ـ معاشی، سیاسی، سماجی اور تمدنی ـــ میں مردوں کے مساوی حقوق حاصل ہیں ـــ لیکن اس قسم کا اعلان کردینا آسان ہے مگر اس پر عمل درآمد ذرا مشکل ہے۔ اس کے لئے سوویٹ روس نے یہ التزام رکھا ہے کہ ان حقوق کے نافذ ہونے کی

(باقی اگلے صفحہ پر)

شملہ کی چوٹی پر بیٹھ کر!

ـــ (نتیجہ افکار جناب سرُوشن و جناب آفتاب سپانی پتی) ـــ

> اشکوں میں خون دل ہے تو آنکھیں ملا کے دیکھ
> دیر و حرم کی خاک سے تجھ کو ملے گا کیا
> پھر گل کھلیں گے بزم میں اغیار کی ضرور
> کرنا پڑے گا سامنا بادِ سموم کا
> شعلے بھڑک اٹھیں گے محبت کے چار سو
> ممکن نہیں جب داغ غلامی کا گل نہ ہو
> حسنِ ازل کے جلوے نظر آئیں گے تجھے
> لاتا ہے ملک و قوم کو گر ہوش میں سمجھے!
> دیتا ہوں جان تیری جفاؤں کے نام پر
> مقتل میں دے رہا ہوں تجھے دعوتِ عمل
> ہو کر شہید راہ میں عشقِ وطن کی آج
> مٹ جائے گا جہان سے مثلِ غبار تو
> ہے زندگی کا پھر تو یہ میدان تیرے ہاتھ

> گرمن پہ مجھ غریب کے بجلی گرا کے دیکھ
> دل میں مرے اتر کے تجلیٔ خدا کے دیکھ
> میری طرف چمن میں ذرا مسکرا کے دیکھ
> شملہ میں آج جھونکے تو ٹھنڈی ہوا کے دیکھ
> سینے میں آگ عشق وطن کی لگا کے دیکھ
> طوفان الفتوں کا دلوں سے اٹھا کے دیکھ
> تو اپنے دل سے گردِ کدورت ہٹا کے دیکھ
> ساقی شراب حبِ وطن کی پلا کے دیکھ
> تو حوصلے جہان میں میری وفا کے دیکھ
> قاتل ترے! تو زور ذرا آزما کے دیکھ
> اسرار اپنی موت میں پنہاں بقا کے دیکھ
> نامِ وطن کو صفحۂ دل سے مٹا کے دیکھ
> تو مرد بن کے نفس کی ہستی مٹا کے دیکھ

> پھیلیں گی دہر میں تری روشن تجلیاں
> تو در پہ آفتاب کو اپنے بلا کے دیکھ

پچھلے صفحے سے

اس طرح ضمانت کی جاتی ہے کہ عورتوں کو اس کے پورے مواقع حاصل ہوں گے کہ وہ مردوں کے مساوی روزگار اجرت، آرام، سماجی بیمہ، تعلیم، ماؤں اور بچوں کے مفاد کی سرکار کی طرف سے اجرت کے ساتھ ایام حمل میں رخصت، اور کنڈر گارٹن زچہ خانوں زنانہ شفاخانوں وغیرہ سے پورے طور پر مستفید ہو سکتی ہیں۔

نسائی عہد زندگی

روس کی حالت دیکھنے کے بعد وہاں کے متعلق ایک سیاح کی رائے ہے کہ:

"روس کی عورتیں یہ تو نہیں کہ روسی مردوں سے کہیں زیادہ آرام سے ہیں اور مردوں سے زیادہ مراعات حاصل ہیں۔"

حال ہی میں روس نے اسقاط حمل کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ماؤں کے حقوق اور ان عورتوں کے حقوق جو عنقریب ماں بننے والی ہیں ریاست کی جانب سے محفوظ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک کے تعمیری لائحہ عمل کے لئے ہر روز زیادہ آبادی کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اسقاط اور ضبط تولید کی کثرت نہیں انکے نظام زندگی میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی کھپت ہو سکتی ہے۔

وہی سیاح یہ بھی لکھتا ہے:

"اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ عورتوں کی یہ فوقیت اس نسائی عہد زندگی کی رجعت نہیں جو کسی زمانہ میں دنیا میں رائج تھا اور کیا ان قوانین سے مردوں کے حقوق پر اثر نہ پڑے گا تو میں اس کا جواب اثبات میں دوں گا۔ لیکن میں یہ بھی کہوں گا کہ جب تک اتنی شدت اور سختی کے ساتھ عورتوں کے حقوق کا نفاذ نہ ہو گا ان پر عمل درآمد دشوار ہے۔" مرد اس کمزور صنف پر اتنے دنوں سے حکومت کرتا چلا آ رہا ہے کہ جب تک قانونی طور پر عورت کے حقوق اور مفاد کی حفاظت نہ کی جائے گی اور مرد کی جابرانہ نفسیات میں تبدیلی نہ کی جائے گی، اس کا ہر لحظہ احتمال رہے گا کہ مرد عورتوں کے حقوق غصب کرے۔ نسائی عہد زندگی غالباً مرد کی جبر اور استبدادیت سے زیادہ بہتر ہوگا۔

حقوق کا اعلان نامہ

سوویٹ روس میں دستور حیاتیہ کی شرائط کے علاوہ متعدد قوانین اس غرض سے بنائے گئے ہیں کہ عورتوں کے حقوق رہیں۔ ان قوانین کی بعض شرطیں ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

(۱) ہر عورت کو اپنی مرضی سے طلاق دینے کا حق حاصل ہے۔

(۲) طلاق اور علیحدگی کے بعد والدین کا قانونی حق ہوتا ہے۔ شوہر صرف اس صورت میں بچوں کو لے جا سکتا ہے جب کہ عورت اس کی اجازت دے دے۔ دوسرے مقامات پر طلاق کے بعد مرد کو اولاد پر قانونی حق حاصل ہوتا ہے مگر اولاد کی تربیت اور بہبودی کا خیال کیا جائے تو ہر شخص جانتا ہے کہ بچوں کی پرورش اور تربیت ماں سے زیادہ باپ نہیں کر سکتا۔ باپ اگر دوسری شادی کر لیتا ہے تو عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے ان بچوں سے جو پہلی بیوی کے بطن سے ہوتے ہیں لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ سوتیلی ماں بچوں کی پرورش اور تربیت میں کوشاں ہوتی ہو لیکن اگر عورت دوسری شادی کرلے تو بھی وہ اپنے پہلے بچوں کو اتنا ہی عزیز رکھتی ہے جتنا کہ دوسرے شوہر کے بچوں کو۔ جب انسانی فطرت یہ ہے تو کیا یہ زیادہ مناسب نہیں کہ طلاق کے بعد بچے ماں کے سپرد کئے جائیں نہ کہ باپ کے، ہماری موجودہ سماج کی عمارت کی بنیاد ہی ٹیڑھی ہے، پھر اس کی کوئی منزل کیونکر سیدھی ہو سکتی ہے۔

(۳) اگر طلاق شدہ عورت کام نہ کرتی ہو یا جسمانی طور پر کام کرنے سے معذور ہو تو ایسی حالت میں سابقہ شوہر پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی مالی ضروریات پوری کرتا رہے۔

(۴) اپنے بچوں کی پرورش کے لئے بھی طلاق شدہ عورت کو اپنے پچھلے شوہر سے رقم ملتی ہے۔

(۵) طلاق میں عورت نصف ملکیت کی مالک ہو جاتی ہے۔

(۶) ان تمام عورتوں کو جو سوویٹ روس میں کام کرتی ہیں وضع حمل کے دو ماہ قبل اور دو ماہ بعد تک پوری تنخواہ پر رخصت ملتی ہے۔

(۷) بچہ پیدا ہو جانے کے بعد عورت کو ایک خاص مدت تک بچہ کی پرورش کے لئے ایک مخصوص رقم ملتی ہے۔

(۸) حاملہ عورت یا ماں کو روزگار فوراً دیا جاتا ہے اگر کوئی سرکاری دفتر یا ادارہ یا صنعت گاہ حاملہ عورت یا بچوں کی ماں کو کام دینے سے انکار کرے تو سزا کا مستوجب ہوگا۔

جب سے عورتوں کو یہ حقوق ملے ہیں وہ ان حقوق کے فوائد کا احساس رکھتے ہیں انہوں نے حیرت انگیز حد تک ترقی کی ہے۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں تحتانی اور وسطانی مدرسوں میں لڑکیوں کی تعداد (۴۴۶۳۲۰۰) تھی اور ۱۹۳۵ء میں یہ تعداد بڑھ کر (۱۱۹۰۵۱۰۰) ہو گئی ہے۔ ہندوستان میں جس کی آبادی روس سے دوگنی ہے نسائی تعلیم شاید روس کے بیسویں حصے سے بھی کم ہو گی تمام سوویٹ روس کے مدرسوں میں خواتین کی شرح ۲۸ فی صدی ٹکنیکل درسگاہوں میں ۴۵ اور صنعتی مدارس میں ۳۶ فی صدی ہے جرمنی اور اٹلی میں جہاں فاشزم کی حکومت ہے۔ اسی سال عورتوں کی تعلیم کی شرح ۱۲ اور ۱۱ فی صدی تھی۔ یہ کہنا سرکاری ملازمتوں پر، فوجوں میں علمی اور ادبی شعبہ ہائے زندگی میں عورتوں کی کثیر تعداد مصروف عمل ہے بالکل عام بات ہے۔

اشارات

(الف) داہنی طرف سے بائیں طرف پڑھیے

(۱) آپ کی شجاعت کے بڑے بڑے مورخ معترف ہیں (۷) تھوڑا
(۸) پردیس میں وطن کی یہ بہت ستاتی ہے،
(۹) کسی ملک میں اگر اس کی پہچان سے آدمیوں کے تمدن اور مذہب کی پہچان ہونے لگے تو وہ مشکل سے متحد ہوگا (۱۰) یہ خطاب ہندوستان میں صرف چند آدمیوں کو ملتا ہے (۱۱) بالعموم اس کی وجہ سے بے تحملوں کے آنسو نکل آتے ہیں (۱۲) ہندی کا ایک حرف
(۱۳) اسکا تعلق موسیقی سے ہے (۱۴) فقیروں کا لقب،
(۱۶) ایک جانور کا نام
(۱۸) جنگ کی وجہ سے اس کا گراں ہو جانا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے،
(۲۰) یہ کھیتوں میں چلایا جاتا ہے،
(۲۱) دنیوی اس سے کسی کو نجات نہیں،
(۲۳) بعض ـــــ پڑھی عورتیں گھر کا کام کاج نہیں کرتیں،
(۲۵) ـــــ میں خط لکھنا بھلا کوئی آسان ہے،
(۲۶) پنجاب کے ایک مشہور دریا کا نام (۲۸) بے پروا آدمیوں سے اکثر یہ گم جاتا ہے (۲۹) غریب کسان چارہ اگر یہ ڈال کر نہ پیئے تو کیونکر پیئے
(۳۰) اگر احتیاط سے استعمال کیا جائے تو عرصہ تک خراب نہیں ہوتا،
(۳۳) برات کی اس میں نئی روشنی کے دولہا کو بھی عود تو نکلے ٹھکوسلے ماننے پڑتے ہیں (۳۵) ولائتی اجزا سے ـــــ ہوا تیل بالعموم مفید نہیں ہوتا (۳۷) سسرال کا یہ بہت خراب ہے زیادہ آنا جانا ٹھیک نہیں (۳۸) بہت سے لوگوں کے قتل کا باعث،

(ب) اوپر سے نیچے کی طرف پڑھیے:-

(۱) بہت سے لوگ اسکی بدولت تباہ ہو جاتے ہیں،
(۲) ایک ذائقہ دار گول پھل (۳) دادا
(۴) اسکے دیکھنے سے دیا تازہ ہو جاتی ہے،
(۵) جمناسٹک جاننے والی ایک قوم
(۶) مصرع:- دیکھو ہوا کے گھوڑے پہ ـــــ سوار ہے،
(۷) اس پھل کی خوشبو سب سے علیحدہ ہوتی ہے،
(۱۱) اپنے ـــــ کا راز دوسروں سے کہنا اکثر فتنہ و فساد کا باعث ہوتا ہے،
(۱۴) ـــــ مزدور سے کام لیکر مزدوری نہ دینا ظلم پر ظلم ہے،
(۱۵) سینما ہال میں ـــــ کی نشست کبھی کبھی تکلیف کا باعث ہوتی ہے
(۱۶) اسکو پڑھنے کے لئے باقاعدہ ہجے جاننے کی بالعموم ضرورت ہوتی ہے
(۱۷) صاحب بہادر نے اپنے اردلی کو حکم دیا کہ وہ ـــــ بیچارے ایک نہ سننے بھی نہ دے (۱۹) یو-پی کا ایک ضلع،
(۲۲) تعلیم یافتہ لوگ ہی اس سے اچھا مصرف لے سکتے ہیں،
(۲۴) جتنا اس میں گھی ڈالو اتنا ہی اس کا ذائقہ عمدہ ہوگا،
(۲۵) یہ کرنا بھی نازیوں کا پیشہ ہے،
(۲۷) سپاہی سپاہی یہ لفظ بار بار کہتا ہوا دنیا سے چل بسا،
(۲۸) کوڑا کرکٹ جب تک ـــــ نہ جائے صاف نہیں ہوتا،
(۲۹) زنوں کو اگر یہ ہو تو بینت خراب ہو جاتی ہے، (۳۱) مشک
(۳۲) بجا یہ اپنے ـــــ کی حفاظت کے لئے آخر دم تک لڑے گا،
(۳۴) بھیگا،
(۳۶) نیچے سے اوپر پڑھو تو ایک ہر دلعزیز میٹھے پھل کا نام بن جائیگا،

فارم برائے اندراج معمہ نمبر (۱۴)

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے:-

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں

ادا کردہ نقشہ نمبر ـــــ

ادا کردہ نقشہ نمبر ـــــ

مفت نقشہ نمبر ـــــ

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا ۲ حل ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجئے جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں جو شخص ۲ نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے!

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۱۴):- میں اس انعامی معمہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ منیجر تیج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور ناقابل پابندی ہوگا،

پورا نام (صاف طور پر) ـــــ

پورا پتہ ـــــ

نمبر رسید منی آرڈر ـــــ نمبر پوسٹل آرڈر ـــــ ٹکٹوں کی رقم ـــــ

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے:-

معمّہ نمبر (۱۴) کے چھ نقشے مندرجہ ذیل ہیں:-

فارم برائے اندراج معمّہ نمبر (۱۴)

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے:-

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

(پہلے دو نقشوں کیساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر

ادا کردہ نقشہ نمبر

مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں، جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے۔

پنج ویکلی کراس ورڈ معمّہ نمبر (۱۴):- میں اس انعامی معمّہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ مینیجر پنج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا۔

پورا نام (صاف طور پر) ——— پورا پتہ ———

نمبر رسید منی آرڈر ——— نمبر پوسٹل آرڈر ——— ٹکٹوں کی رقم ———

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے:-

فارم برائے اندراج معمّہ نمبر (۱۴)

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے:-

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

(پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر

ادا کردہ نقشہ نمبر

مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے!

پنج ویکلی کراس ورڈ معمّہ نمبر (۱۴):- میں اس انعامی معمّہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ مینیجر پنج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا۔

پورا نام (صاف طور پر) ——— پورا پتہ ———

نمبر رسید منی آرڈر ——— نمبر پوسٹل آرڈر ——— ٹکٹوں کی رقم ———

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے:-

جواہر پارے

ہتک!

لوگوں کو سیکھنا ہوگا کہ دوسروں کی کمائی پر جینا ان کا فرض نہیں ہے۔ ان کو سمجھنا ہوگا کہ گری سے گری جسمانی مشقت اور چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے میں ہتک نہیں ہے بشرطیکہ وہ ایمانداری کا ہو۔ ہتک ہی گہری ہتک ہے وہ لوگ جو بیٹھے ہیں، رشوت خور ہیں، کاہل ہونے میں گھمنڈ کرتے ہیں اور جس جگہ کے قابل نہ ہوں اس جگہ کو حاصل کرتے ہیں۔ (رسکن)

مُعاف کردو!

دوسروں کی طرف سے پہنچائی گئی تکلیف کو یاد رکھنا روحانی تاریکی ہے اور بدلا لینے کے منصوبے باندھنا روحانی خودکشی ہے۔ درگزر یا معاف کرنے کا خیال دل میں لانا اس کا سبب ہونا روحانی روشنی کی ابتدا اور شانتی و سکھ کا آغاز ہے۔ (شیکسپیئر)

اپنا سُدھار!

تم جو دوسروں کی بھلائی کے لئے بے چین ہو رہے ہو اور ہندستان کا سدھار چاہتے ہو، پہلے اپنا سدھار کرو۔ اپنے گھر سے، اپنے بیوی بچوں سے، اپنے ہمسایوں سے سدھار کا کام شروع کرو۔ تم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہو ... جب تک آس پاس کے چھوٹے چھوٹے کام بھی لگن سے نہیں کر سکتے تب تک بڑے بڑے کام نہ کر سکو گے۔ انگریزی کہاوت ہے کہ "خیرات گھر سے شروع ہوتی ہے"۔

سچا سادھو کون؟

... وہ نہیں ہے جو گھر بار چھوڑ ... سچا سادھو وہ ہے جو اپنی زندگی کو بنی نوع انسان کی بھلائی میں لگاتا اور اس طرح تیار ہونے والی کی فوج دیتا ہے۔ سادھو سماج کے گاڑھے پسینہ کی کمائی پر گزارہ کرتا ہے اسلئے ضرورت کے وقت اسے سماج کی سیوا کرنی چاہیئے۔ (دویر سادہ کر)

پیروک کی افیم!

ایک بار غریبوں کو پیروک اور سورگ نرک کا یقین کرا دو، تو پھر تم ان کے ساتھ جیسا چاہو برتاؤ کرو، انہیں لوٹ لو، ان پر طرح طرح کی سختیاں اور اتیاچار کرو، یہاں تک کہ ان کی کھال تک کھینچ لو، پیروک کی آشا میں وہ سب کچھ سہہ لیں گے۔

(ٹالسٹائے)

"میری بیوی بس ایک ہی مہینہ میں گھر آجائے گی"

"اب تمہاری بیوی کہاں ہے؟"

"ابھی تو گھر ہی پر ہے پرسوں اپنی خالہ کے ہاں جانے والی ہے"

لطیفے

شاگرد: "دیکھئے صاحب میں نے کیسے نوٹ بنائے ہیں دیکھئے یہ اصلی نوٹوں سے بھی صاف چھپے ہیں"

استاد: "بیوقوف نہ بنو اور زیادہ قابلیت نہ چھانٹو، ہمارے لئے ویسے ہی نوٹ کافی ہیں جیسے کہ گورنمنٹ نے بنائے ہیں"

"جو عورت دیکھنے میں بہت بھلی ہوتی ہے وہ بہت اچھی ہوتی ہے"

"مگر صرف دیکھنے میں جیب کے لئے نہیں"

بکسیلر: "اس کتاب سے آپ کا نصف کام حل ہو جائے گا"

گاہک: "تو پھر مجھے ایک کی بجائے اس کی دو کاپیاں دے دیں"

"میں چاہتا ہوں کہ سال میں ۳۶۵ چھٹیاں ہوا کریں"

"کیا مطلب یعنی چار سال میں پورا ایک دن کام کیا جائے، نا بابا مجھ سے تو اتنا کام نہیں ہو سکتا"

نووارد: "میں ہی جون ہوں جس نے ابھی ٹیلیفون پر لڑکا پیدا ہونے کی اطلاع دی تھی"

ڈاکٹر: "تو آپ پہلے کیا دیکھنا چاہتے ہیں، لڑکا، بیوی یا بل"

ایک بچہ بازار میں کھڑا رو رہا تھا ایک رحمدل راہگیر نے سبب پوچھا، تو بچے نے اسے بتایا کہ میرا ایک پیسہ کھو گیا ہے۔

اس پر کچھ دیر تک راہگیر نے بھی اس کا پیسہ ڈھونڈھا۔ جب تلاش میں ناکام رہا تو رحم کھا کر اپنی جیب سے ایک پیسہ نکال کر دینے لگا بچے نے پیسہ دیکھتے ہی کہا،

"ہوں! میرا پیسہ اتنی دیر سے تم نے چھپا رکھا تھا"۔

ہندوستانیوں کی پھوٹ پر ایک تنقیدی نظر!

از جناب عشرت علی صدیقی!

ہندو مسلم سوال آج ہندوستان میں بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے اور برطانی حکومت کے نزدیک تو ہندوستان کا کوئی مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے جتنا کہ فرقہ وارانہ سوال اور ہندوستانیوں کا آپس کا میل جول۔ یہاں تک کہ اسی کی سبب سے ہم کو پیدائشی حق یعنی آزادی اور خود اختیاری سے بھی محروم رکھا جا رہا ہے۔

ہندوستان کے سیاست دان ابھی اس پر پوری توجہ دیتے ہیں [illegible] مستقبل [illegible] آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی تہذیب اور [illegible] خطرے میں [illegible] گاندھی جی [illegible] آزادی کی [illegible] سوال [illegible] حل [illegible] ہمارے سامنے [illegible] طرح طرح کے روپ بھر کر [illegible] آزادی [illegible] اہم ہے۔ کچھ لوگ [illegible] کی ذمہ داری کانگریس پر [illegible] دوسری [illegible] اس کی ابتدا [illegible] حل پر توجہ دیتے ہوں۔ [illegible] میں سامراجی حکومت کی آمد سے پہلے یہ سوال پیدا نہیں اٹھا۔ یہاں ہندو مسلمان [illegible] برسوں سے بستے ہیں۔

پرانے زمانے میں مسلمان [illegible] کی فوجوں میں ہندوؤں کو [illegible] ملتی رہیں۔ اگرچہ حاکم اور محکوم کی تفریق پائی جاتی تھی، لیکن دونوں میں سے کسی فرقہ کے ذہن میں فرقہ وارانہ تقسیم کا خیال نہیں آیا۔

لیکن برطانوی سامراج نے آتے ہی ہم کو اس طرح الجھا دیا کہ اب ہم اس کے پنجے سے باہر نکلنے کا خیال ہی نہیں کر سکتے۔ اس نے اپنا قبضہ مضبوط کرنے کی یہ پالیسی اختیار کی کہ ہمیں آپس کے جھمیلوں میں پھنسا کر بنیادی مسئلوں پر پردہ ڈال دیا۔ زیادہ سے زیادہ کبھی کبھی اصلاحات کی خیرات دیدی جانے لگی لیکن اس طرح کہ اصل طاقت اور حکومت کی باگ ڈور برطانیہ ہی کے ہاتھ میں رہے۔ اتنے معمولی اصلاحات بھی فراخ دلی سے نہیں دیئے جاتے بلکہ اس کے پیچھے یہ ڈر تھا کہ اگر ہندوستانیوں کو ان کے ملک کے انتظام اور حکومت میں بالکل ہی نظر انداز کر دیا گیا تو ان میں شکوک اور بے چینی پھیل جائے گی۔ سنہ ۱۸۵۳ء میں گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی نے بھی یہی کہا تھا مگر اس وقت ان کی بات نہیں مانی گئی۔ غدر کے بعد پھر ایک دفعہ ایسی ہی آواز اٹھائی گئی۔ چنانچہ سنہ ۱۸۶۲ء میں مہاراجہ پٹیالہ، راجہ بنارس اور سر دینکر راؤ وزیر ریاست ہولکر (اندور) کو کونسل کے لئے نامزد کیا گیا۔

یہ لوگ ہندوستان کے سب سے اونچے طبقہ کے نمائندے تھے، ان کے بعد بڑے بڑے زمینداروں کی باری آئی۔ پھر تجارت پیشہ لوگ اور رئیس سرفراز کئے گئے۔ [illegible] نمائندگی [illegible] طبقہ تک [illegible] لیکن ابھی تک [illegible] برطانوی مدبروں کو نہیں سوجھا تھا۔

جیسے جیسے انگریزی تعلیم پھیلتی گئی [illegible] انگریزی [illegible] حکومت ہند [illegible] کو [illegible] نزدیک [illegible] گی۔ لیکن جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے اس میں ہندوستان کی دستوری ترقی کا کوئی خیال نہیں تھا۔ سنہ ۱۸۶۶ء میں لارڈ ڈفرن نے [illegible] کے انتظامات میں شامل کرنے کی [illegible] اسے [illegible] کہ حکومت ہند میں ان مراعات کا مطلب یہ بالکل نہیں ہے کہ ہندوستان کو کوئی انگریزی طرز کی پارلیمنٹری حکومت دی جا رہی ہے [illegible] کہنا تھا کہ ہندوستان جیسے ملک میں نمائندگی کا اصول [illegible] نہیں ہو سکتا کہ مختلف [illegible] نمائندے [illegible] نے بھی یہی کہا کہ ہر طبقہ کو اپنے نمائندے کے ذریعہ سے جو اس کے حال سے پوری طرح واقف ہو کونسل میں اپنی آواز پہنچانے کا موقع ملنا چاہئے۔

الفاظ مختلف تھے لیکن پالیسی کی بنیاد اور [illegible] کے مقاصد ایک ہی تھے، اور سنہ ۱۸۹۲ء کے کونسل ایکٹ کی رو سے ملک کے بندوبست میں خاص خاص فرقوں، طبقوں اور گروہوں کو نمائندگی دینے کے لئے [illegible] لیجسلیٹو کونسلیں بنانے کا فیصلہ کیا گیا اور گورنر جنرل اور گورنروں کو پارلیمنٹ نے ہدایت کی کہ [illegible] کو نامزد کرتے وقت جہاں مقامی انتظامی انجمنیں یا گروہ یا طبقہ کی جماعتیں ہیں ان سے مشورہ کر لیا جائے لیکن آخری فیصلہ برطانوی افسروں کے ہاتھ میں رہا۔

اس قانون سے برطانوی گورنروں کو ایک طبقے کے مقابلہ میں دوسرے طبقہ کی سرپرستی کرنے کا حق دے دیا گیا تھا۔ حکومت ہند نے ہر سبب سے [illegible] فرقے، طبقے اور گروہ نامزد کر دیئے جو صوبائی کونسل میں اپنے نمائندے بھیج سکتے تھے۔ ان میں ایک طرف مذہبی فرقے تھے، مثلاً ہندو، مسلمان، دوسری طرف نسلی فرقے تھے، مثلاً اینگلو انڈین اور یورپین، اور ساتھ ہی اس قسم کے گروہ بھی تھے جیسے شہری، دیہی اور تجارتی اور کاروباری اور دوسرے فرقوں کو بھی نمائندگی کا حق دیا گیا تھا۔ لیکن یہ سب ہوتے ہوئے بھی اس قانون میں ملک کی فرقہ وارانہ تقسیم کو تسلیم کیا گیا تھا۔

ابھی تک برطانیہ کانگریس کی کاٹ کے لئے متعلقہ حقوق رکھنے والے طبقوں کو اپنے ساتھ لا رہی تھی۔ سنہ ۱۸۸۵ء میں کانگریس بنی اور پہلے تو اس میں اوپری طبقہ کے لوگ آئے جو برطانیہ کی سرپرستی قائم رکھتے ہوئے سرکاری عہدے اور حکومت کے کاموں میں ایک مناسب حصہ چاہتے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد اوسط طبقہ کے پڑھے لکھے لوگ جو انگریزی اسکولوں اور کالجوں سے [illegible] نکل [illegible] تھے اور روزگار [illegible] حکومت سے غیر مطمئن ہونے [illegible] اس کے جھنڈے تلے [illegible] روزگار اور نوکریوں کی مانگ اٹھی۔ پھر [illegible] ہندوستانی صنعت نے پروان چڑھ کر کانگریس [illegible] اثر میں [illegible] لیا۔ [illegible] کارخانہ دار [illegible] کانگریس کے ذریعہ برطانیہ سے ملکی صنعت کے تحفظ کا مطالبہ کرنے لگے۔ کانگریس کی دن پر دن ترقی اور اس کی بڑھتی ہوئی طاقت نے برطانیہ کو بھی حرکت کر دیا اور وہ ہندوستان میں اپنے حمایتی ڈھونڈنے لگی۔

سب سے پہلے والیان ریاست پر اس کی نظر پڑی۔ انیسویں صدی کے آخری برسوں سے برطانیہ کے بعض ذمہ دار لوگ والیان ریاست کو موہ لینے کی فکر میں تھے۔ کانگریس کی ترقی اور پھر سنہ ۱۹۱۲ء کی [illegible] ان کی اہمیت اور بڑھا دی۔ آخر برطانیہ نے انھیں براہ راست اپنے سایہ میں لے لیا اور حکومت ہند کے بجائے تاج برطانیہ سے ان کے تعلقات قائم ہو گئے۔ والیان ریاست کے بعد بہار اور بنگال کے بڑے بڑے زمینداروں اور اودھ کے تعلقداروں پر نظر عنایت ہوئی۔ قومی تحریک نے برطانیہ کو اس طبقہ سے اور زیادہ نزدیک کر دیا۔ برٹش انڈین ایسوسی ایشن کے نام سے ان کی ایک انجمن بہت پہلے سے قائم تھی۔ اور اب انگریزی حکومت نے اس جاگیرداری طبقہ کا نمائندہ مان لیا۔ اس کے ساتھ ہی بعض قانونوں کی رو سے (مثلاً پنجاب کا سنہ ۱۹۰۰ء کا قانون اور بنگال کے سنہ ۱۸۵۹ء اور سنہ ۱۸۸۵ء کے قانون) کسانوں میں بھی ایک اوپری طبقہ پیدا کر دیا گیا۔

انگریزی حکومت کی ان تمام کاوشوں کے باوجود کانگریس اپنے راستہ پر بڑھتی رہی۔ بیسویں صدی کے ابتدائی برسوں میں صورت حال یہ تھی کہ ملک میں آزادی کے خیالات پھیل رہے تھے۔ اس سے پہلے لارڈ کرزن اور لارڈ ڈفرن بھی اس کا اظہار کر چکے تھے۔ گورنر جنرل لارڈ منٹو نے اس دھارے کو روکنے کی بہت کوشش کی۔ [illegible] وزیر ہند [illegible] ہونے پر بھی [illegible] پابندیاں لگا دیں اور [illegible] روک تھام کرنے کے لئے کئی قانون بنوائے۔ یہاں تک کہ اپنی مرضی سے وہ ہر کسی کو بلا کوئی مقدمہ چلائے یا وزیر ہند کی رائے لئے کالے پانی کی سزا دینے کا اختیار رکھتے تھے۔

اب ہندوستانیوں کی بے چینی کافی خطرناک شکل اختیار کرتی جا رہی تھی۔ لارڈ منٹو نے اس کے علاج کے لئے وزیر ہند [illegible] خیالات [illegible] ہو سکتی ہے۔"

یہ نسخہ اگرچہ پرانا تھا اور برطانی [illegible] ہندوستان میں [illegible] ساتھ ہی دیا تھا جیسا کہ والیان ریاست اور اوپری طبقہ کی سرپرستی، اصلاحات کی قسطوں اور فرقہ وارانہ پالیسی سے ظاہر ہوتا ہے تاہم لارڈ منٹو کے زمانے میں اس کی شکل اور صاف ہو گئی۔ انھوں نے وزیر ہند کو لکھا کہ "اس بات پر مجھے پورا یقین ہے کہ ہندوستان کو ایک زبردست ہلچل سے بچانے کا جس کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہوگا ہمارے پاس صرف ایک طریقہ ہے، وہ یہ کہ ملک کے انتظام میں ان لوگوں کا حصہ تسلیم کر لیا جائے جو ابھی وفادار ہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو عنقریب ہی ہمارے مقابلہ میں ایک اتنی بڑی طاقت اٹھ کھڑی ہوگی جس کا کہ ہمیں ابھی تک تجربہ نہیں ہوا ہے۔"

اس پالیسی کے پیچھے ایک تو یہ خیال تھا کہ اس طرح کانگریس کو منہ بھرائی دے کر خاموش کر دیا جائے گا اور دوسرے لارڈ منٹو کو امید تھی کہ اعتدال پسند طبقہ انگریزی حکومت کی طرف آ جائے گا۔

لارڈ منٹو کے زمانہ میں ملک میں وکیلوں کا طبقہ، سیاسی معاملات میں بہت آگے تھا اور میونسپلٹیوں کے ممبروں میں سے تقریباً ۴۰ فی صدی وکلا تھے۔ صوبائی اسمبلیوں میں انگریزی حکومت نے دوسرے لوگوں کو بڑی بڑی تعداد میں نامزد کرکے اس طبقہ کو گرانا چاہا لیکن پھر بھی وہ ایک تہائی کی تعداد تک پہنچ گئے۔ توازن قائم رکھنے کو لارڈ منٹو نے زمیندار اور کارخانہ دار طبقہ کو جو ابھی تک پوری طرح کانگریس میں ضم نہیں ہوا تھا اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی

(باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحے سے آگے

اور ساتھ ہی یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں میں ابھی ایسی کوئی نمایاں سیاسی بیداری نہیں پھیلی ہے ان پر بھی پہادست شفقت پھیرا۔

حالانکہ ہم اس مضمون میں برطانی حکومت کے صرف ایک پہلو سے بحث کر رہے ہیں، پھر بھی حالات کو ان کے صحیح پس منظر میں رکھ کر دیکھنے کے لئے سامراجی حکومت کی ایک اور خصوصیت کا تذکرہ ضروری ہے یعنی یہ پالیسی کہ ایک طرف تو عوام کی سیاسی بیداری اور آزادی کی تحریک کو روکنے کی کوشش ہوتی رہے اور دوسری طرف، مراعات اور اصلاحات کی بات پیش ہوتی رہے۔ ۱۸۶۱ء اور ۱۸۹۲ء کے اصلاحات کے پیچھے یہی باتیں تھیں اور لارڈ منٹو نے بھی انہیں پر عمل کیا، مختلف طبقہ، گروہوں اور فرقوں کو حکومت کے کام میں حصہ دینے سے ان کا مقصد جیسا کہ انھوں نے خود بھی کہا یہ تھا کہ حکومت کی جڑ مضبوط کر دی جائے اور فرقوں میں کبھی ایک کی اور کبھی دوسرے کی سرپرستی کر کے توازن قائم رکھا جائے۔ توازن قائم رکھنے کو ابھی تک پیشوں اور سماجی حیثیت کے اعتبار سے طبقہ اور گروہ بنائے گئے تھے۔ لارڈ منٹو نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا اور مسلمانوں کی سیاسی پستی سے فائدہ اٹھا کر ان کو قومی تحریک سے الگ کر کے اپنا ہمدرد بنا لینے کی کوشش کی، اور مسلمانوں کے متوسط طبقہ کو جس میں ہندوؤں کے مقابلہ میں تعلیم بہت کم تھی اور اس لئے سرکاری انتظامات میں بھی ابھی تک اسے کوئی خاص حصہ نہیں ملا تعاون کرنے کے لئے ہز ہائینس سر آغا خاں کے ہاتھوں مسلم لیگ کی بنا ڈلوائی۔

اگست ۱۹۰۶ء میں لارڈ منٹو نے اپنی کونسل کی ایک کمیٹی مقرر کی کہ وہ مرکزی اور صوبائی کونسلوں میں ہندوستانیوں کو مزید نمائندگی اور مراعات دینے پر غور کرے اور اکتوبر میں سر آغا خاں، ایک وفد لے کر ان کے پاس پہنچے۔ یہیں سے مسلم لیگ کی ابتدا ہوتی ہے۔ مسلمان اگرچہ اس وقت کانگریس میں تھے لیکن ان کی تعداد آبادی کے تناسب سے بہت کم [illegible] اس کی وجہ ایک بڑی حد تک یہ تھی کہ مسلمانوں [illegible] تعلیم کی بہت کمی تھی، انیسویں صدی کے [illegible] برسوں میں مسلمانوں میں بعض ایسے لیڈر [illegible] جنھوں نے اس کمی کے تدارک کے لئے [illegible] کا پرچار شروع کیا۔ عوام پر ان کا خاصا اثر ہوا [illegible] تحریک سے اور زیادہ کنارہ کش ہو [illegible]

[illegible] لارڈ منٹو نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھایا [illegible] اور وفد کے خیالات کی تائید کرتے [illegible] یقین دلایا کہ مسلمانوں کے سیاسی [illegible] فرقہ وارانہ مفاد کی پوری پوری حفاظت کی جائے گی، اس حفاظت کے لئے کونسل کی کمیٹی نے تجویز کیا کہ عام نشستوں سے جو مسلمان منتخب ہو سکیں ان کے علاوہ بھی بعض نشستیں مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دی جائیں۔ نیز یہ کہ انکے لئے جداگانہ انتخاب رائج کیا جائے۔ حکومت اور وزیر ہند نے یہ اصول تسلیم کر لئے اور ہر صوبہ میں زمینداروں، تجارتی لوگوں اور کارخانہ داروں اور مسلمانوں کو خاص طور پر نمائندگی دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس طرح پر مسلمانوں کو دوہرا حق رائے دہندگی مل گیا۔ اس لئے کہ وہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹی اور اپنے طبقہ یا گروہ اور یونیورسٹیوں یا ایسے دوسرے انتخابی حلقوں میں بھی ووٹ دے سکتے تھے۔

اس نئی تبدیلی کی حمایت میں حکومت کی طرف سے دو خاص باتیں کہی گئیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو صرف مسلمانوں نے منتخب کیا ہو اور دوسرے یہ کہ اس طرح عوام حکومت اور سرکاری افسروں کے نزدیک آ جائیں گے۔ لیکن اس وقت کی فضا اور اصلاحات کی وسعت کا تجزیہ ان دونوں دلیلوں کا کھوکھلا پن صاف ظاہر کر دیتا ہے، اس بات سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کو ملک کے نظم و نسق میں ان کا مناسب حصہ ملنا چاہئے، لیکن یہ کہنا کہ مسلمانوں کے حقوق اور مفاد پر ہندوؤں کی دستبرد نے حکومت کو مسلمانوں کا ایک الگ گروہ قائم کرنے پر مجبور کر دیا تھا قطعاً غلط ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کی طرف سے ایک بھی مثال ایسی نہیں پیش کی گئی تھی جس میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر کوئی زیادتی کی ہو، پھر یہ کہ کونسلوں کا کام صرف مشورہ دینا تھا، انکی کوئی ذمہ دارانہ حیثیت تو تھی نہیں کہ وہ اپنی من مانی کارروائی کر سکتیں دراصل بات یہ تھی کہ حکومت نہ ہندوؤں کو بڑھنے دینا چاہتی تھی نہ مسلمانوں کو۔

اب چونکہ مسلم لیگ ہندوستان میں سر آغا خاں کی قیادت میں اور انگلستان میں آنریبل امیر علی کی رہبری میں بہت تیزی سے ابھر رہی تھی اس لئے اسے کچھ عرصہ تک خوش کرنے کے لئے فرقہ وارانہ انتخاب کا اصول تسلیم کر لیا گیا۔

حکومت کا مقصد مسلمانوں کو قومی تحریک میں شامل ہونے سے روکنا تھا اور ان کے ذریعہ قومی تحریک کی بنیاد اور ہندوؤں کا زور توڑنا تھا اس لئے اس نے مسلمانوں کے مطالبات کو قومی مطالبات سے الگ کر کے رکھا اور ہندوستان میں سب سے پہلی بار فرقہ وارانہ انتخاب رائج کر دئے ہیں افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے بڑے لیڈروں نے کی اس سیاسی کی اونچ نیچ اور بنیادی باتوں پر نظر نہیں ڈالی اور ان سوالوں کا ٹھنڈے دل سے کوئی حل نکالنے کے بجائے ہندو مسلمانوں کو دو گروہ بلکہ دو قومیں سمجھ لیا اور آجتک اسی الجھاؤ میں پڑے ہیں۔

مزاحیہ

موت کی شعاع

یوں تو بیگم ہمکو اتنا چاہتی تھیں جتنا کہ آجکل مسٹر چرچل (وزیر اعظم برطانیہ) مسٹر رینالڈ (وزیر اعظم فرانس) کو یا دونوں ملکر جنرل ویگنڈ کو۔ لیکن یہ ذرا شوقین واقع ہوئی تھیں۔ کپڑے لتے کی نہیں، بلکہ ناول نویسی کی، انکا ماڈل پہلے تو ڈکنس رہا پھر ... آجکل مسٹر ایچ۔ جی۔ ویلس تھے۔ ڈراما نویسی سے بھی ان کو شوق ہوا۔ ان کا خیال تھا کہ تھوڑے دن بعد شیکسپیئر کے کان کاٹنے لگیں گی۔ ان کی آرزو تھی کہ مسز [illegible] اپنے ڈراموں کا ڈھانچہ ان ہی سے بنوایا کریں۔

ہماری زندگی وبال جان ہوگئی۔ دفتر سے چھٹی ملتی تو دل چاہتا کہ کوئی میٹھی میٹھی باتیں کرے یا پیاسے اڑتے ہوئے بالوں میں چمپی کا نہ ہو تو تلی ہی کا تیل ڈالے اور یا پھر موجودہ جنگ پر ہم سے خوب دل کھول کر بحث کرے۔ مگر کہاں؟

کمرے میں جاؤ تو وہی، آؤ تو وہی۔ یعنی بیگم پر ناول نویسی کی جھکنی سوار۔ [illegible] کہا۔ خوشامد بھی کی کہ بیگم وغیرہ کبھی ہم ... پر بھی ہاتھ پیر ... بس ہم سے بڑی ... کو اپنا ٹرپ سمجھتے ... ایسا کروگی تو ہم پیچھے جائیں گے جنگ میں ہٹلر کے خلاف لڑنے لگے، اور پھر تم رہ جاؤگی اکیلی شاید ہمیشہ کے لئے۔ کئی بار سمجھایا کہ خدا کی بندی جب ہم آیا کریں کم ازکم اس وقت تو ختم کردیا کرو۔ یہ ناولوں کا قصہ کئی بار بہانہ کیا کہ "بیگم درد ہو پیٹ پھٹا جارہا ہے ہمارا درد کے مارے" لیکن حضرت وہاں کان پر جوں بھی نہ رینگی۔ سر اٹھا کر دیوار کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں "شکریہ۔ اسوقت اسی خیال کی کمی تھی۔ ہیرو کا اپریشن ہونا چاہیئے" اور لگے ہم جھوٹ موٹ تڑپنا شروع کیا اور لگے شکایت کرنے کہ ذرا بھی پروا نہیں کی جاتی ہے ہماری۔ تو اس وقت بیگم اگر زیادہ مہربان ہوئیں تو بولیں "دیکھو گلشن آج صاحب کے پیٹ میں درد ہے۔ کھانا دانا مت دینا انکو" لیجئے چھٹی ہوئی۔ پیٹ کی طرف سے تو بے فکری ہوگئی۔ ایک دن کا قصہ ہو تو خیر روز روز کے یہی قصے۔ ناک میں دم آگیا آخر کہاں تک؟

ایک دن دفتر سے آکر ہم کپڑے اتار رہے تھے کہ خلاف توقع بیگم نے آواز دی "ڈارلنگ کہاں ہو؟"

ہم آپ سے سچ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے آنسو نکل پڑے۔ "جلد آؤ ڈیئر" بیگم نے پیار کیا۔ "آج ہم دونوں موجودہ جنگ پر گفتگو کریں گے"۔ ہم خوشی کے مارے اتنا پھول گئے جتنا کہ ہٹلر آسٹریا کی فتح کے بعد۔ غرض بیگم کے قریب ہمکو بیٹھنا نصیب ہوا انھوں نے اپنے ہاتھ سے توس پر مکھن لگا کر ہمکو کھلایا۔ پھر بسکٹ پر جیلی لگا کر ہماری طرف بڑھایا ہم نے بھی نہ جانے کتنے بے جھجک ہوکر جھٹ اپنے منہ میں رکھ لیا کہ کہیں دیر نہ ہو ... نہیں نقصان کرے گی۔ ہم جی ... کی طرح ... مگر وہ کہنے لگیں "ہمیں اب ... تو آج جنگ کے متعلق گفتگو کریں۔ کیا خیال ہے تمہارا اس جنگ کے متعلق" ہم نے کہا "خیال کیا ہے ۱۹۱۴ء سے زیادہ خطرناک ہے یہ جنگ۔ یہ عالمگیر ہو کر رہے گی" ہم نے کہا "ہٹلر ظالم ہے اور بڑا ظالم ہے" بیگم دوسرے بسکٹ پر جیلی لگا رہی تھیں اور ہمارے منہ میں پانی آرہا تھا کہنے لگیں "تم کیا سمجھتے ہو نازی کیا چاہتا ہے؟ اب اسکا ارادہ کیا ہے؟" "کون" ہم نے پوچھا۔ "یہی ہٹلر" بیگم بسکٹ منہ کے قریب لیجاتے ہوئے بولیں۔ منہ میں جو پانی جمع ہوگیا تھا ہمنے اسے پیتے ہوئے کہا "ہٹلر چاہتا ہے کہ دنیا بھر میں جرمنی کا بول بالا ہوجائے۔ لیکن اس ارادے میں وہ کامیاب نہ ہوسکے گا"

بیگم نے ترا ٹیڑھا سوال کیا "کیوں جی تمہارا خیال ہے اس وقت برطانیہ کے بارے میں؟" ہم نے جیلی کی بوتل کو دیکھتے ہوئے کہا "اگر آج برطانیہ ہندوستان کو آزاد کردے تو تمام دنیا اس کی موافق ہوجائے گی۔ دوسری قوموں کا خیال ہے کہ جرمنی اور برطانیہ دونوں امپیریلزم کے لئے لڑ رہے ہیں۔ ہندوستان کو آزاد کردینے سے ان پر کافی اثر پڑے گا اور برطانیہ کو اس فرق کی بدگمانی ... ہمدردی کو ..." ... کے ساتھ ... یکایک بیگم رونے لگیں ... ہم نے کہا "کیوں کیا ہوا ..." آنسو پونچھتے ہوئے بولیں "تم انسان ہو یا پتھر؟" "کیوں" ہم نے حیران ہوکر پوچھا۔ "فرانس ... ہزاروں آدمی مرے لیکن تمکو کوئی پرواہ نہیں" ... ہم نے کہا "تو ہم کیا کریں ... ہم نے تھوڑی ہی مار ڈالا"

"مارا نہیں" وہ بولیں "تو کیا بچا بھی نہیں سکتے تھے"

فوراً ہمارے دل میں خیال آیا بیگم کہیں پاگل تو نہیں ہوگئیں۔ ہم نے کہا "بیگم تم کیا کہہ رہی ہو۔ ارے ہم کیا بچا سکتے ہیں۔ ہماری کیا مجال ہے۔ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں"

"تم بہت کچھ کرسکتے ہو" انھوں نے ہمیں اطمینان دلادیا۔ ہم بیگم کو گھورنے لگے۔ ہمارا دل ہاتھوں اچھلنے لگا ہم بولے "کیا کہا۔ ہم بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ ہم تو یہاں کچھ نہیں کرسکتے"

"تم کیا جانو اپنے آپکو" بولیں "میں جانتی ہوں تمکو۔ تم شعاع موت کیوں نہیں ایجاد کرتے۔ ہٹلر کی مشین گنوں سے نکلی ہوئی گولیاں لاکھوں دلوں کے پار ہوکر رہ جاتی ہیں انکو تم بچالو میں تم سے منت کرتی ہوں۔ تم شعاع موت ایجاد کرڈالو۔ تمکو بڑا ثواب ملے گا" ہم ہکا بکا ہوکر رہ گئے اور کانپتی ہوئی آواز میں بولے "ہم کوئی سائنسداں تو ہیں نہیں جو شعاع موت ایجاد کریں۔ ہاں پڑھا ضرور ہے اس کے متعلق کہ کئی آدمیوں نے کوشش کی لیکن ناکامیاب رہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کامیاب ہوگئے لیکن جب تجربہ کا وقت آیا تو وہ لوگ مردہ پائے گئے"

"بس بس" کہنے لگیں "یہی میرا مطلب ہے کہ تم کو ایسی چیزوں سے شوق ہے جبھی تو ایسے مضامین میں تمہارا دل لگتا ہے۔" بیگم نے ہم کو یقین دلایا کہ ہم مارکونی (وائرلیس ٹیلیگرافی کا موجد) سے کسی طرح کم نہیں اور قسم دلائی اپنی محبت کی۔ کہنے لگیں "میرا مردہ دیکھو جو شعاع موت نہ ایجاد کرو تو۔ اس سے پہلے تم نے شعاع محبت ایجاد کی تھی جو شعاع محبت نکال سکتا ہے اس کے لئے شعاع موت ایجاد کرنا کوئی بڑی بات نہیں"

غرض ہمکو یقین ہو چلا ... کہ یقیناً ہم ایک اچھے خاصے سائنسداں بن سکتے ہیں ... یا کسی گاؤں میں جا بسا جائے اور ایجاد کو مکمل کرے۔ ... پہاڑوں پر تجربہ کیا جائے خیال تھا کہ جس پہاڑ پر ... کی شعاع ڈالی جائے گی وہ موم کی طرح پگھل کر بہ جائے گا۔ تو پھر غور فرمائیے کہ ہٹلر کی فوجیں، مشین گنیں، ٹینکس، ہوائی جہاز خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ شعاع موت کے آگے کیا ٹھہریں گے؟

شہر سے دس میل کے فاصلہ پر ہمارے خسر صاحب کا ایک گاؤں پریم پور تھا یہاں اونچے اونچے پہاڑوں کے علاوہ ایک چھوٹا سا دریا اور ایک آبشار بھی تھا شعاع موت کے تجربہ کے لئے اس سے بہتر جگہ ہمارے لئے شاید کوئی نہ ہوسکتی تھی۔ غرض ہم اور بیگم معہ [illegible] سامان کے پریم پور پہنچے۔ شعاع موت کے متعلق جو کتابیں اور مضامین لائے تھے تین دن تک پڑھے۔ شعاع موت معلوم کرنے کے لئے دوسری شعاعوں کا علم جو بہت ضروری تھا مثلاً سائنس جانتی ہے Hertzian ray ہرٹزین شعاع، میگنیٹو اسٹاپنگ شعاع۔ الٹرا وائلٹ لہریں۔ ریڈیو لہریں۔ انفراریڈ لہریں۔ الٹرا وائلیٹ شعاع۔ ایکس ریز۔ اور گاما ریز۔ اس کے علاوہ سات قسم کے سب اٹامک ذرات۔ الفا پارٹکل، ڈیوٹرنس، پروٹونس۔ نیوٹرنس۔ میزوٹرنس۔ پازیٹرنس۔ اور الکٹرونس کے متعلق کافی معلومات کی ضرورت تھی۔ ہم نے ان ذرات کے متعلق کافی سے زیادہ پڑھا۔ الکٹرونس کے متعلق معلوم کیا کہ اس کی ایک تیز رفتار کرن بجلی کی ایک زبردست طاقت ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کو دشمن پر کیسے ڈالا جائے۔ اس کے دو طریقے بتائے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ الٹرا وائلٹ شعاع کے ذریعہ بجلی کا ایک زبردست کرنٹ بھیجا جائے جس کسی شخص پر یہ کرن پڑے گی وہ فوراً ہلاک ہوجائے گا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بجلی کی طاقت پانی کی دھار کے ساتھ دشمن پر ڈالی جائے۔ لیکن ان سب چیزوں کو عمل میں لانے کے لئے نہ صرف کافی روپے کی ضرورت ہے بلکہ ابھی تک اس کو دشوار سمجھا جاتا ہے۔

ہم نے بیگم سے کہا "اگر کسی ترکیب سے آسمانی

(باقی اگلے صفحہ پر)

ایثار

(از جناب حیدر دہلوی)

تمہاری اک گردشِ نگہ پر زمیں نثار آسماں تصدق
تمہیں سے دونوں جہاں کو زینت تمہیں پہ دونوں جہاں تصدق

وہ برق چمکی، وہ دام پھیلا، قفس کا در وا، تمنا کا دھڑکا
یہی ہیں گر شباب کی غنی تو لاکھ باد آشیاں تصدق

تمہاری انگڑائی کا یہ عالم ذرا تم اپنی نظر سے دیکھو
چمن میں موجِ شمیم صدقے سپہر پر کہکشاں تصدق

تمہاری رفتار ہفت خواں بھی عجب نہ کر دے [illegible]
[illegible] آسماں تصدق

[illegible] جلال ہیں یہ وہ غضب کے رعب وجمال میں ہو
ہوس قرباں یہ عقل صدقے یہ دل نچھاور یہ جاں تصدق

تم آج بے ربط ایک حملہ کچھ اس تکلف سے سہم گئے ہو
مبلغ کا تو ذکر کیا ہے مسرت اک داستاں تصدق

یہ تیرے صبح نشاط عارض یہ شام ماہ دو ہفتہ کا کل
نجوم عالم فروز قرباں بہار عنبر فشاں تصدق

تمہاری مہتاب سی جبیں پہ تمہارے رخسار آتشیں پہ
وہ ایک مرغِ جناں کا گل کیا تمام باغِ جناں تصدق

ادائیں جس کی غضب ہیں حیدر فدا ہوں جس بے نیاز خو پر
زمیں تصدق زماں تصدق مکیں تصدق مکاں تصدق

فرانس میں لڑائی سمندر کے ساحل سے لیکر مونٹ میڈی تک ہو رہی ہے جس میں جرمنی نے اپنی بیس لاکھ کے قریب فوج جھونک دی ہے۔ تازہ اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرق میں دریائے رائن کے دونوں طرف بھی مورچہ قائم ہو گیا ہے جہاں لڑائی شروع ہو گئی ہے۔

سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ روس اور جاپان میں منگولیا اور منچوکو کی سرحد کے بارے میں سمجھوتہ ہو گیا ہے ناظرین کو یاد ہوگا کہ روس اور جاپان کے درمیان بہت دنوں سے اس بارے میں جھگڑا چل رہا تھا اور ایک دفعہ لڑائی تک نوبت آ گئی تھی

پہلا تہلکہ مچانے والا مقدمہ امریکہ کے سرکاری وائٹ ہاؤس سے اعلان کیا گیا ہے کہ پریذیڈنٹ روزویلٹ چار اٹلانٹک پر پیغمبر ایک نہایت اہم اعلان کریں گے" نیویارک ٹائمز کا خاص نامہ نگار لکھتا ہے کہ پریذیڈنٹ روزویلٹ نے سائنور مسولینی سے کہہ دیا ہے کہ اگر اٹلی لڑائی میں شریک ہوا تو بین الاقوامی حالات پر اس کا گہرا اثر پڑے گا جس میں امریکہ کی مداخلت بھی شامل ہوگی۔

ٹھاکر صاحب راجکوٹ کا حرکت قلب بند ہو جانے سے سورگباش ہو گیا۔ آپ جنگل میں شکار کے واسطے تشریف لے گئے تھے وہیں یہ سانحہ پیش آیا۔ ٹھاکر صاحب ۴ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء کو پیدا ہوئے تھے۔ آپ راجپوت تھے۔ راجکمار کالج راجکوٹ اور ہائی گیٹ اسکول انگلینڈ میں تعلیم پائی تھی- ۲- فروری سنہ ۱۹۳۰ء کو آپ گدی پر بیٹھے جب تک آپ نابالغ رہے ریاست کا نظم و نسق ایک کمیٹی کے ہاتھ میں رہا- ۲۱ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء کو آپ کو پورے اختیارات دیدیے گئے۔

اسکیم کے مطابق حکومت فرانس پیرس سے چل گئی ہے اور اب وزیر لوگ دوسری جگہ پہنچ گئے ہیں جو کہ ان کے لئے مقرر کی گئی تھی

برطانیہ کے سمندری محکمہ نے اعلان کیا ہے کہ اطالوی سمندروں میں سرنگیں بچھی ہوئی ہیں۔ جزیرہ سائپرس سے ابھی تک کسی فوجی سرگرمی کی خبر نہیں آئی ہے۔ نہر سویز میں اب برطانوی جنگی جہازوں کے سوائے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا بحیرہ روم اور ریڈسی تک ابھی برطانوی جنگی جہاز گشت کر رہے ہیں۔ مالٹا جبرالٹر کی قلعہ بندیاں مضبوط کر دی گئی ہیں۔

پیرس کے تازہ اعلان میں بتایا گیا ہے کہ کل دن بھر تمام مورچوں پر گھمسان لڑائی ہوتی رہی۔ دشمن جلد ہی لڑائی ختم کرنے کی کوشش میں ہے۔ دریائے سین پار کرنے کے لئے دھوئیں کے بادل چھوڑ رہا ہے۔ کشتیوں کا پل بنانے کی کوشش کی گئی مگر دشمن کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اس سرکاری اعلان میں شمالی مورچہ کا حال نہیں بتایا گیا۔ مشرق میں دشمن نے ٹینکوں کی مدد سے پھر زبردست حملہ کیا۔ دریائے این کے جنوب میں دشمن پھر بھاری تعداد میں تازہ فوجیں لے آیا۔ یہاں کئی مورچوں پر زبردست لڑائی ہوئی۔ دشمن کے تمام حملے پسپا کر دیے گئے

اٹلی نے اتحادیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا مسولینی نے روم میں اعلان کیا کہ اعلان جنگ اتحادیوں کے پاس بھیجا جا چکا ہے۔ مسولینی نے اعلان جنگ براڈکاسٹ کرتے ہوئے کہا کہ اعلان جنگ اتحادیوں کے پاس پہنچا دیا گیا ہے برطانیہ اور فرانس میں اطالوی سفیروں کو مطلع کر دیا گیا ہے۔ مسولینی نے کہا کہ سرمایہ داروں کی مغربی جمہوریت ہمیشہ اطالوی قوم کی ترقی کے راستہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ اس خوفناک جنگ کو روکنے کے لئے اٹلی نے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتا تھا آج ہم نے لڑائی کے لئے قربانیاں کرنے اور جوکھوں میں پڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ہم بحری اور بری سرحدوں پر لڑیں گے۔ کہ ہمارے لوگوں کا دم گھٹا ہوا ہے۔ میں حلفیہ اعلان کرتا ہوں کہ اٹلی اس لڑائی میں دوسری قوموں کو پھنسانا نہیں چاہتا۔

مصر اور لیبیا کی سرحد پر اطالوی فوج کے ساتھ جھڑپیں میں انگریزی فوجوں نے دو افسر اور ۶۰ اشخاص گرفتار کر لئے ہیں اور ان کی تین مشین گنوں پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔

لندن میں ابھی تک اس خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے کہ دو ہفتہ ہوئے اٹلی کی فوجیں ایک بڑی تعداد میں جرمن صفوں کے پیچھے تعینات کر دی گئی ہیں نہ ہی اس خبر کی تصدیق ہو سکی ہے کہ ہالینڈ پر جرمنی کا قبضہ ہو گیا ہے

ہندوستان کی صنعت فلمسازی

(ازجناب کے دھرم دیو کیپ ایم، اے)

(بہ سلسلہ گزشتہ)

اس کے بعد سنہ ۱۹۳۰ء میں متکلم فلموں کا زمانہ آیا۔ اگرچہ اس میں بہت سی ٹیکنیکل مشکلات کا سامنا درپیش تھا۔ اور ہندوستان کے فلم سازوں کو ابھی کچھ دیر انتظار کرنے کی ضرورت تھی مگر تاہم انہوں نے زیادہ دیر تک انتظار کیا اور سنہ ۱۹۳۱ء میں بمبئی کی امپیریل فلم کمپنی میدان میں آئی اور سب سے پہلی متکلم فلم "عالم آرا" اردو میں تیار ہوئی، باقی فلم سازوں نے بھی اس کی تقلید کی اور ان کی کوششیں نفع کے لحاظ سے آواز کی غیر معمولی کشش کی وجہ سے نفع بخش ثابت ہوئیں،

ان حالات میں انڈسٹری نے ان لوگوں کو اپنی طرف کھینچا جن کو امیر بننے کی ہوس تھی، لہٰذا فلم کمپنیوں کا ایک جال بچھ گیا اور نتیجہ کے طور پر کئی فلم کمپنیوں کو اپنے دروازے بند کرنے پڑے کیونکہ بنانے کی لاگت کافی بڑھ گئی اور اسکے مطابق نفع اس انڈسٹری سے نہ نکل سکا، لوگوں کا اشتیاق رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ جہاں ایک خاموش فلم بنانے میں تقریباً ۰۰۰ ۱۵ روپے کی لاگت درکار تھی اب تو متکلم فلم کے مصارف ۰۰۰ ۵۰ سے بھی زیادہ ہو گئی

اس وقت تمام ہندوستان میں ۳۵ فلم کمپنیاں ہیں لیکن مشہور مرکز صرف بمبئی، کلکتہ اور پونا ہی ہے سالانہ صرف ۲۰۰ مکمل طویل فلمیں تیار ہوتی ہیں کیونکہ زیادہ تر کمپنیوں کے پاس صرف ایک ہی مشین ہوتی ہے اس لئے ایک وقت میں صرف ایک ہی فلم تیار ہو سکتی ہے ہندوستان میں ۱۵۰ ڈسٹری بیوٹنگ کمپنیاں ہیں ۱۲۷۴ سینما ہال ہیں جن میں سے ۴۰۲ ایسے ہیں جن میں صرف ہندوستانی فلموں کی نمائش ہوتی ہے، ۱۵۷ میں غیر ممالک کی تنا اور ۲۱۳ میں ملی جلی فلمیں دکھائی جاتی ہیں ۲۵۰۰۰ آدمی اس انڈسٹری میں کام کرتے ہیں اور ۱۱ کروڑ روپیہ ان تینوں شعبوں و دیگر لوازمات میں صرف ہوا ہے، ہندوستان کی یہ انڈسٹری ہر سال ۲۲ لاکھ روپیہ کا RAW MAIERIAL غیر ممالک سے خریدتی ہے اور ۳۵ لاکھ روپیہ سالانہ مشینری اور دس فی صدی محصول انگریزی چیزوں پر لگایا جاتا ہے،

بہر بھات فلم کمپنی پونہ، نیو تھیٹرز کلکتہ و بمبئی ٹاکیز بمبئی یہ تینوں سب سے مشہور اور کامیاب کمپنیاں خیال کی جاتی ہیں آخر الذکر ہی شاید ایک ایسی کمپنی ہے جس نے اتفاقاً غیر ممالک کے کاریگر ملازم رکھے ہوئے ہیں ان کا فلم ڈائرکٹر، کیمرہ مین اور آرٹ ڈائرکٹر سب جرمن ہیں،

رنجیت فلم کمپنی کا تازہ شاہکار

ہولی

(ازجناب پرکاش ایم۔ اے، کانپور)

امسال سیٹھ رنجیت مووی ٹون نے اپنا تازہ شاہکار ہولی تیار کر کے فلمی دنیا میں کافی شہرت حاصل کی ہے اس فلم کے ڈائرکٹر مسٹر کاردار ہیں جو اس سے پہلے بھی کئی مشہور فلمیں پیش کر چکے ہیں فلم کی کہانی بھی نہایت دلچسپ ہے ایک غریب نوجوان کو جس پر اپنی بوڑھی بیمار والدہ اور نوجوان بہن کی پرورش کا بار ہے کوشش کرنے پر بھی ملازمت نہیں ملتی جس میں گھرانے ہیں وہ قدم رکھتا ہے وہاں ہی اسے چور اور ڈاکو سمجھ کر نکال دیا جاتا ہے کئی جگہ تو دھکے دیکر اس کو نکالا جاتا ہے اور اسکے ہاتھ میں ضرب آتی ہے اور وہ مجروح حالت میں اپنے گھر کی طرف چلتا ہے راستہ میں سیٹھ کی لڑکی سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ اس سے محبت کرنے لگتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سیٹھ صاحب اس کو اپنے گھر میں دس روپے ماہوار پر ملازم رکھ لیتے ہیں جب اسے گھر پہنچنے میں دیر ہوتی ہے تو اس کی بہن و والدہ اس کی تلاش میں گھر سے نکل پڑتی ہیں والدہ تو واپس گھر لوٹ آتی ہے مگر اس کی بہن کو ایک دوسرے سیٹھ کا آوارہ لڑکا چاند دانستہ طور پر اپنی موٹر سے دبا دیتا ہے اور پھر اسپتال لے جانے کے بہانے اپنے دوست کے گھر لے آتا ہے جہاں وہ اسکی عصمت دری کرنیکی کوشش کرتا ہے، غریب نوجوان اپنی پہلی ماہ کی تنخواہ لیکر اپنے گھر پہنچتا ہے جہاں اسکی والدہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسکی بہن کا صبح سے پتہ نہیں فوراً ہی وہ اپنی بہن کی تلاش میں روانہ ہو جاتا ہے مگر آخر ناکام رہ کر پولیس تھانہ میں اس امر کی رپورٹ درج کراتا ہے ایک پولیس آفیسر سے اسے پتہ چلتا ہے کہ تمہاری بہن فلاں جگہ ہے چنانچہ وہ اپنی بہن کو واپس لینے کی کوشش کرتا ہے لیکن چاند و اس کے ساتھی اس پر چوری کا الزام لگاتے ہیں عدالت سے اسے چھ ماہ قید سخت کا حکم ہوتا ہے اس دوران میں چاند یہ کوشش کرتا ہے کہ غریب نوجوان کی بہن اس سے شادی کرلے۔ لڑکی شادی پر رضامند ہو جاتی ہے جب لڑکی کا بھائی جیل سے رہا ہو کر ایک چاقو خرید کر وداہ منڈپ میں پہنچتا ہے موقعہ پاتے ہی وہ چاند کو زخمی کر دیتا ہے عدالت سے اسے سزا ہونے سے پہلے ہی غریب نوجوان سے محبت کرنے والی لڑکی اپنی ہوشیاری سے مقدمہ جیت لیتی ہے؟

(دفتر تیج) مولانا ابوالکلام آزاد دہلی تشریف لائے سٹیشن کی فضا مولانا ابوالکلام آزاد اور احرار زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی، اور ایک زبردست ہجوم نے مولانا صاحب کے ڈبہ کو گھیر لیا صوبہ کانگریس کمیٹی کی طرف سے آپ کا خیر مقدم کیا گیا اور آپکو پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور ہجوم نے ایک حلقہ باندھ کر آپکو جلوس کی صورت میں پلیٹ فارم سے باہر لایا گیا۔ مسٹر آصف علی صاحب کے ہمراہ بذریعہ کار آپ اپنے میزبان مسٹر آصف علی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔

امریکن سفیر مسٹر بولٹ نے فرانس سے آج صبح اطلاع دی ہے کہ جرمن فوجیں پیرس کے پھاٹکوں کے اندر آگئی ہیں۔ مسٹر بولٹ نے یہ اطلاع مسٹر ڈیل کو ٹیلیفون پر دی۔ مسٹر ڈیل سنیجو کر پولش گورنمنٹ سے وابستہ امریکن سفیر ہیں۔ یہ اطلاع واشنگٹن پہنچائی انہوں نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ شہر میں امن ہے۔

وزیر اعظم مصر نے اٹلی کے ساتھ سفارتی اور سیاسی تعلقات منقطع کرنیکا اعلان کر دیا ہے جسکی تصدیق جیسرف ڈنسر نے کر دی ہے اس سے پہلے برطانی ریڈیو نے اعلان کیا تھا کہ قاہرہ سے خبر ملی ہے کہ حکومت اٹلی نے مصر کو الٹی میٹم دیا ہے اس خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی مصر کی پارلیمنٹ کا ایک سپیشل اجلاس ہو رہا ہے

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

"آزادی" کا ایک سین
جوکہ قاولٹی ٹاکیز میں چل رہا ہے

فلم "سنت [illegible]" [illegible]
جوکہ موتی ٹاکیز میں دکھایا جا رہا ہے

Printed and Published by Dharampal Gupta at the Tej Press, Burn Bastion Road, Delhi

I. No. L 1517

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۵۱۷

TEJ Illustrated WEEKLY

Price 2 ANNAS قیمت دو آنے

جنگ کا ایک پناہ گزین جو اپنے سامان کے ساتھ ترک وطن کرنے پر مجبور ہے

No. 180 DELHI 2ND JULY 1940 VOL. No 18

جواہر پارے

اکثر اخلاقی خوبیاں جو جھونپڑیوں میں پائی جاتی ہیں محلات میں نہیں۔

طاقت کمزوروں کے کچلنے کے لئے نہیں ہے بلکہ ان کو سہارا دینے کے لئے استعمال کرنی چاہیے۔

استقلال دولت کی کنجی ہے اور کفایت شعاری کا تالا ہے۔

جو شخص سورج نکلنے کے بعد تک سوتا ہے دولت اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔

دوست کو قرض ہرگز نہ دو ورنہ جلد ہی پچھتانا ہی پڑے گا۔

خودغرض دوستوں کو منہ نہ لگاؤ ورنہ ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مصیبت نااتفاقی کا نتیجہ ہے۔

جہالت خدا کا غضب ہے

سچائی ایک سنہری کنجی ہے۔

مرجھائے ہوئے درخت موسم بہار میں سرسبز ہو جاتے ہیں لیکن جوانی نہیں لوٹتی

دشمنی بھائیوں کو بھی جدا کر دیتی ہے مگر محبت غیروں کو دوست بنا دیتی ہے۔

اپنے کئے ہوئے پر نظر ثانی ضرور کر لیا کرو۔

جو اپنے باپ سے نیکی نہیں کرتا وہ اپنے بیٹوں سے نیکی کا امیدوار نہ رہے۔

دشمن خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو اس کو حقیر مت سمجھو۔

[illegible] واسطے ملک الموت پیدا کرتا ہے۔

آج کی خبریں

مغربی ممالک کو جاپان کے وزیر خارجہ کی دھمکی
چین کے سمندری کناروں کی ناکہ بندی
ایشیائی حکومتوں میں دخل نہ دیں

ٹوکیو۔ ۲۹ جون۔ آج صبح جاپان کے وزیر خارجہ مسٹر ارِیٹا نے ایک بیان میں مغربی ممالک جن میں جرمنی اور اٹلی بھی شامل ہیں کو خبردار کیا ہے کہ جاپان کو حق ہے کہ غیر ایشیائی حکومتوں کو ایشیا کے معاملات میں دخل نہ دینے دے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ منرو ڈاکٹرین کے مطابق امریکہ کو حق ہے کہ کوئی غیر امریکن طاقت امریکہ کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتی اس لئے کوئی مغربی طاقت ایشیا میں کوئی قابل اعتراض بات نہ کرے۔

جاپان نے برطانیہ سے شکایت کی ہے کہ چین کو برما روڈ سے ... جنگ کیوں جا رہا ہے۔ برطانوی سفیر لارڈ لوتھین نے اس بارے میں امریکہ کے وزیر خارجہ مسٹر کارڈل ہل سے بات چیت کی۔ جاپان نے دھمکی دی ہے کہ چین کے تمام سمندری کناروں کی ناکہ بندی کر دی جائے گی۔

ہانگ کانگ سے عورتوں اور بچوں کو جزیرہ فلپائن بھیجا جا رہا ہے، مگر گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔

مارشل بالبو ہلاک
اٹلی میں ماتم

لنڈن۔ ۲۹ جون۔ یہاں جو اطلاعات ملی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اٹلی کے ہوائی بیڑہ کے بنانے والے مارشل بالبو لائبیا میں اٹلی کی فوجوں کی کمان کرتے ہوئے رائل ایئرفورس کے خلاف مقابلہ میں ہلاک ہو گئے۔ سرکاری اعلان میں مارشل بالبو گورنر جنرل لائبیا کے ہلاک ہونے کی خبر کی تصدیق کی گئی ہے۔ اعلان مظہر ہے کہ توبرک پر اڑان کرتے وقت مارشل بالبو کا ہوائی جہاز شعلوں کی نذر ہو گیا اور مارشل بالبو اور ان کے جہاز کے دیگر ممبران ہلاک ہو گئے۔ مسولینی کے حکم سے تمام سرکاری عمارتوں پر جھنڈے سرنگوں کر دیئے گئے۔ (رائٹر)

ایم۔ رینو زخمی ہو گئے
موٹر کار کا زبردست حادثہ

لنڈن۔ ۲۹ جون۔ کل جنوبی فرانس میں ایم۔ رینو سابق وزیر اعظم فرانس کی موٹر کار کا ایک زبردست حادثہ پیش آیا۔ ڈاکٹروں نے آپ کا معائنہ کیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ زندگی خطرے میں نہیں ہے۔ حادثہ کے وقت ایم۔ رینو خود موٹر چلا رہے تھے کہ یکایک موٹر درخت سے ٹکرا گئی اور پھر ایک خندق میں گر گئی۔ ایم۔ رینو صاحب کے سر میں زبردست چوٹ آئی۔ (رائٹر)

دشمن کے علاقوں پر بمباری
تیل کا ذخیرہ تباہ کر دیا گیا
جرمنی کی فیکٹریوں کا نقصان

لنڈن۔ ۲۹ جون۔ آج رائل ایئر فورس کے جہازوں نے دشمن کے بہت سے علاقوں پر زبردست بمباری کی۔ ڈنمارک میں کوپن ہیگن کے قریب ایک بڑے تیل کے تالاب کو تباہ کر دیا۔ جرمنی میں ۲ ہوائی جہاز بنانے کے کارخانوں پر بمباری کی گئی۔ ایک ریلوے کے مارشلنگ یارڈ کو تباہ کر دیا گیا۔ ایک سامان جنگ بنانے والی فیکٹری پر بم گرائے گئے۔ ... میں دو پیٹرول کے ٹینک تباہ کر دیئے گئے دو جرمن ہوائی کشتیوں کے اڈوں پر بم گرائے گئے ہالینڈ میں ایک سامان جنگ کے ذخیرے پر بم گرائے گئے۔ اس تمام بمباری ... ۹ برطانوی جہاز واپس نہیں آئے۔

اٹلی کا تباہ کن جہاز غرق

لنڈن۔ ۲۹ جون۔ اطلاع ملی ہے کہ ایک اطالوی تباہ کن جہاز بحر روم میں برطانوی جہازوں کے ذریعہ غرق کر دیا گیا۔ برطانوی جہازوں نے ۳ اطالوی جہاز دیکھے تھے۔ ان میں سے ایک کو غرق کر دیا گیا۔ باقی دو دھوئیں کے بادل پیدا کر کے غائب ہو گئے۔

آئرلینڈ پر ہوائی جہازوں کی پرواز
ممنوع قرار دے دی گئی

ڈبلن۔ ۲۹ جون۔ آئرلینڈ کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ کوئی سول ہوائی جہاز بغیر اجازت کے آئرلینڈ پر نہ اڑے۔

جنرل ویگاں شام میں
جنگ بند کرانے کا فیصلہ

لنڈن۔ ۲۹ جون۔ اطلاع ملی ہے جنرل ویگاں بذریعہ ہوائی جہاز شام گئے اور وہاں کی حکومت کو راضی کر کے لڑائی بند کرانے کا فیصلہ کیا۔

امریکہ کی زبردست جنگی تیاریاں
ڈیڑھ ارب ڈالر خرچ کئے جائیں گے

واشنگٹن۔ ۲۸ جون۔ پریذیڈنٹ روزویلٹ نے ضمنی ڈیفنس بل پر دستخط کر دیئے ہیں۔ اس کی وجہ سے محکمہ جنگ اور محکمہ بحری کو ایک ارب ۴۸ کروڑ ڈالر خرچ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ یہ رقم اس دس کروڑ ڈالر سے علاوہ ہوگی جو کانگریس نے بحری اور بری فوج پر خرچ کرنے کے لئے آئندہ سال کے لئے منظور کی تھی۔ اس سپلیمنٹری بل کی رو سے محکمہ بحری ۲۲ نئے جنگی جہاز تیار کرنے شروع کر دے گا۔ اور تقریباً ... سو سے زیادہ جہازوں کی تعمیر جلد از جلد مکمل کرے گا۔ محکمہ بحری ایک ہزار نئے ہوائی جہاز تیار کرے گا

آزاد فرانسیسیوں کے لیڈر
جنرل ڈی گول بنا دیئے گئے

لندن۔ ۲۸ جون۔ حکومت برطانیہ نے جنرل ڈی گول کو ان تمام آزاد فرانسیسیوں کا خواہ وہ کہیں آباد ہوں جو اتحادیوں کے کاز کے لئے ان کا ساتھ دیں۔ لیڈر تسلیم کر لیا ہے۔ اس کے متعلق سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا ہے۔

مہاتما جی کی وائسرائے سے ملاقات
ملاقات کے بعد گاندھی جی کی شملہ سے روانگی

شملہ۔ ۲۹ جون۔ آج ٹھیک پونے تین بجے بعد دوپہر مہاتما جی شری مہادیو ڈیسائی کے ساتھ وائسرائے ہاؤس کی موٹر کار میں سوار ہو کر وائسرائے ہاؤس تشریف لے گئے۔ تمام راستہ لوگوں کا زبردست ہجوم تھا جنہوں نے مہاتما جی کے درشن کئے۔ کئی مقامات پر رکشا کو کچھ دیر کے لئے ہجوم کی وجہ سے رکنا پڑا۔ وائسرائے سے مہاتما جی کی ملاقات تین گھنٹے سے کچھ زیادہ تک جاری رہی۔ جس کے بعد سرکاری اعلان شائع کیا گیا ہے۔ ملاقات کے سلسلہ میں کامل رازداری سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور جب اخباروں کے نمائندوں نے مہاتما جی سے ملاقات کے متعلق دریافت کیا تو مہاتما جی نے اس پر اظہار خیال کرنے سے انکار کر دیا۔ غیر سرکاری حلقوں کا خیال ہے کہ ملاقات کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا ہے اور جہاں تک کانگریس کا تعلق ہے اس کی پوزیشن میں ذرا بھی فرق نہیں آیا ہے۔ جنگ کا اعلان ہونے کے وقت سے اب تک وائسرائے سے مہاتما جی کی یہ چھٹی ملاقات ہوئی ہے۔ خیال ہے کہ مہاتما جی کانگریس ورکنگ کمیٹی کی آئندہ میٹنگ میں اپنی ملاقات کا حال بیان فرمائیں گے۔ خبر ہے کہ مسٹر جناح سوموار کو پھر وائسرائے سے ملاقات کریں گے۔ ملاقات کے بعد گاندھی جی ایک گھنٹہ تک اپنی جائے رہائش پر ٹھہرے۔ اس کے بعد آپ کالکا کے لئے روانہ ہو گئے جہاں سے دہلی کے لئے گاڑی میں سوار ہوئے۔

دہلی میں آمد

دہلی ۳۰ جون۔ مہاتما جی اپنی پارٹی کے ہمراہ آج صبح دہلی تشریف لائے۔ سٹیشن پر سیٹھ گھنشیام داس برلا، ڈاکٹر شوکت اللہ انصاری اور ... وغیرہ نے آپ کا استقبال کیا۔ ریلوے سٹیشن سے ... ڈاکٹر شوکت اللہ انصاری کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ تجویز ہے کہ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ۳ جولائی کو دہلی میں ہو۔ اس صورت میں مہاتما جی یہاں ہی ٹھہریں گے۔

عدن پر بمباری

عدن۔ ۲۹ جون۔ آج ۲ بجے دشمن کے ہوائی جہاز عدن پر منڈلاتے دکھائی دیئے۔ جنہوں نے بم گرائے۔ ان بموں کے گرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی آدمی ہلاک یا زخمی ہوا۔ (رائٹر)

ہانگ کانگ سے لوگوں کی روانگی

لندن۔ ۲۹ جون۔ اس وقت جو لوگ ہانگ کانگ کو خالی کر کے چلے گئے ہیں ان کی تعداد ۴۶۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔ (رائٹر)

شمال مشرقی سکاٹ لینڈ پر بمباری

لندن۔ ۲۹ جون۔ دشمن کے ایک ہوائی جہاز نے شمال مشرقی سکاٹ لینڈ پر آج بمباری کی جس سے کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے اور کوئی قابل ذکر نقصان نہیں ہوا۔ (رائٹر)

مشرق بعید میں صورت حالات
لارڈ لوتھین کی کارڈل ہل سے ملاقات

واشنگٹن۔ ۲۸ جون۔ امریکہ میں مقیم برطانوی سفیر لارڈ لوتھین اور مسٹر رچرڈ کیسی آسٹریلین وزیر مقیم واشنگٹن نے کارڈل ہل سے مشرق بعید میں صورت حالات پر تبادلہ خیالات کیا۔

بڑودہ ۲۹ جون۔ موضع امریلی ریاست بڑودہ میں ایک گھنٹہ میں ساڑھے تین انچ بارش ہوئی۔ آج تک ایک گھنٹہ میں اتنی بارش نہیں ہوئی بہت سے مکان گر گئے مگر جانی نقصان نہیں ہوا۔

کیا آپ جانتے ہیں

(خاص تاج ویکلی کے لئے)

ڈاکٹر سردار چمن سنگھ جوش ایم اے ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ

سنسکرت لٹریچر میں جو سرشٹی سموت بیان آتا ہے اُس کی رُو سے دنیا کی عمر ایک ارب، ۹ کروڑ ۲۹ لاکھ سال ہوتی ہے پروفیسر ہکسلے دنیا کی عمر ایک ارب سال بتلاتے ہیں،

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

اندازہ لگایا گیا ہے کہ سورج فی سکنڈ گیارہ کروڑ بیس لاکھ من حرارت پیدا کرنے کے لئے خلا میں منتشر کرتا ہے۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

ڈاکٹر آلٹر صاحب نے اندازہ لگایا ہے کہ آج سے کروڑوں سال پہلے جبکہ زمین پر انسانی آبادی نہیں تھی، مریخ اور مشتری کے درمیان ایک ورسیارہ تھا، جس کا فاصلہ سورج سے سترہ کروڑ میل تھا کسی زمانہ میں یہ سیارہ زور سے پھٹ گیا، اور جو چھوڑ

سینکڑوں سیارے مریخ اور مشتری کی درمیان پائے جاتے ہیں وہ اسی کے ٹکڑے ہیں ان چھوٹے سیاروں میں بعض تو اس قدر بڑے ہیں کہ انپر ایک شہر آباد ہو سکتا ہے لیکن بعض صرف کرکٹ کے بال جتنے ہیں،

✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢ ✢

سوئٹزرلینڈ کے لوگ کتوں کو ٹریننگ دینے میں بہت مہارت رکھتے ہیں یہاں تربیت یافتہ کتے اندھوں کو راستہ دکھلاتے ہیں اور فوج و پولیس والوں کی مدد کرتے ہیں، امریکہ و انگلینڈ کے لوگ بھی اپنے ملک کے کتوں کو یہی ہنر سکھلاتے ہیں

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

تمباکو دراصل امریکہ سے ہی باقی سب ملکوں میں پہنچا ہے تمباکو میں ایک قسم کا زہر ہوتا ہے، جس کو نکوٹین کہتے ہیں، اس کی مقدار ایک پونڈ تمباکو میں ۳۸۰ گرین ہوتی ہے یہ زہر ایسا مہلک ہے کہ اسکے تین قطرے انسان کو چند منٹ میں ہلاک کر سکتے ہیں کتا، بکری بلی اور خرگوش کے لئے اس زہر کا ۱/۲ گرین کافی ہے۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

ایک عام کالے بالوں والی عورت کے سر پر کل بالوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ دس ہزار ہوتی ہے گورے بالوں والی عورت کے سر پر ڈیڑھ لاکھ اور سرخ بالوں والی عورت کے سر پر صرف ۹۰ ہزار بال ہوتے ہیں

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

چندہ اکٹھا کرنے کا طریقہ ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۸۸۱ء میں شروع ہوا۔ اس سے پہلے ہندوستان میں کوئی اس کا نام بھی نہ جانتا تھا لوگ مندر، مسجد، تالاب، باؤلی، کنواں وغیرہ خود ہی بنوا دیتے تھے سب سے پہلے کلکتہ میں ایک ہسپتال کے لئے چندہ جمع کیا گیا، بہت سے لوگوں کو یہ ڈھنگ پسند آیا۔ تب سے یہ مقبول عام ہوا۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

ایک متوسط جوان شخص آرام کی حالت میں ایک منٹ میں پندرہ مرتبہ سانس لیتا ہے اور سانس کے ذریعہ ایک گھنٹہ میں تقریباً ۲ مکعب فٹ کاربانک ایسڈ گیس خارج کرتا ہے،

پچھلے صفحہ سے

جو بھی ہندوستان کی اصل حقیقت سے آگاہ ہے، وہ اس بات کو ضرور جانتا ہے کہ ہندوستان ایک روحانی ملک ہے، اور جو دستور ذہنیت پر مبنی ہو وہ ایک روحانی قوم کے نصب العین سے بہت گھٹ کر ہوگا،

بہت سے لوگ بالخصوص ہندوستانی عوام ایسی چیز سے مطمئن نہیں ہو سکتے جو مسلسل ہندوستانی روح سے متاثر نہ ہو،

قومی زندگی خواہ کسی ملک کی ہو اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کی معاشرتی زندگی کی آئینہ دار ہو، مغربی تہذیب بلکہ مغربی اخلاقیات کی نقل کر کے ہم ایک طرح سے خود تہذیبی غلامی کا جُوا اپنے کندھوں پر رکھ رہے ہیں اور تہذیبی غلامی، تمام غلامیوں میں بدترین ہے کوئی قوم صحیح معنوں میں اس وقت تک مفتوح نہیں ہو سکتی جب تک اس کی تہذیب مفتوح نہ ہو صرف فوجی استبداد کوئی معنی نہیں رکھتا، لیکن قوم بدیشی تہذیب و اخلاق کے اثرات اختیار کر لیتی ہے اور غلامی کی طرف کھنچی چلی آتی ہے یعنی روح کو غلام بنا دیا جائے جو غلامی انسان کی بدترین شکل ہے، کوئی قوم انسانیت کی ضمانت نہیں کر سکتی جبکہ وہ اپنی خصوصیات اور انفرادی حیثیت کھو چکی ہو،

سب سے بڑی غلطی تو یہی ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کو فرقہ وارانہ تقسیم کے اعتبار سے دیکھا جائے، چونکہ ہندوستان بھی ایک ہے اس لئے اسکی تہذیب بھی بنیادی طور پر ایک ہے اسے ہندو، مسلم، عیسائی یا سکھ تہذیبوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا،

کیا ہندوستان محفوظ ہے؟

ہندوستان کے دفاعی مسئلہ کی بڑھی ہوئی اہمیت

(ایک سیاست دان کے قلم سے)

اب جبکہ اٹلی بھی اس جنگ میں جرمنی کے ساتھ ہے یہ وقت آگیا ہے کہ ٹھنڈے دل سے اسباب پر غور کیا جائے کہ ہندوستان پر کسی بیرونی حملہ کا امکان کہاں تک ہے؟ اس مضمون کے مصنف نے یہ دکھلایا ہے کہ جرمنی، اٹلی، روس اور جاپان یہ چاروں ممالک ہندوستان پر نظر رکھتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ہندوستان کو محفوظ رکھنے کے لئے جلد از جلد نہایت طاقتور دفاعی ذرائع اختیار کئے جائیں (ایڈیٹر)

اتحادیوں کے خلاف جب سے اٹلی نے اعلان جنگ کیا ہے ہندوستان کے تحفظ و دفاع کا مسئلہ بے حد اہم ہو گیا ہے لیکن اس سے پہلے بھی جنگ کی ابتدا ہی سے تمام ہندوستان کو یہ فکر ہے ہندوستان کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا جائے اور اسے بیرونی حملہ کے امکان سے محفوظ کر دیا جائے:

ہندوستان پر کس کس کی نظر ہے؟

اس بحث سے پہلے کہ ہندوستان کے تحفظ کے لئے اس وقت یا مستقبل میں کیا کیا دفاعی انتظامات ہونے چاہئیں یہ ضروری ہے کہ ہم اسباب پر غور کریں کہ وہ کون کون سے ممالک ہیں جو ہندوستان کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جرمنی، اٹلی، روس اور جاپان ہندوستان کے چار "فطری دشمن" ہیں یعنی اس معنی میں دشمن ہیں کہ وہ ہندوستان کو اپنے لئے بہترین مالی و اقتصادی فائدے کا ذریعہ سمجھتے ہیں:

جب تک اٹلی اس جنگ میں جرمنی کی طرف شامل نہیں ہوا تھا ہندوستان پر جرمنی کے براہ راست حملہ کا کوئی امکان نہ تھا، لیکن اب جبکہ بحیرۂ روم تک یہ جنگ پھیل گئی ہے ہندوستان بھی میدان جنگ سے بہت قریب ہو گیا ہے اٹلی کا پہلا مقصد یہ ہے کہ وہ بحیرۂ روم میں اپنا اقتدار اور بالادستی حاصل کرے اور یہ کام صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ جبل الطارق اور نہر سویز پر قبضہ کرے اب تک چونکہ اسپین اس جنگ میں غیر جانبدار ہے اٹلی جبرالٹر پر حملہ نہیں کر سکتا، اس لئے اس کی کوششیں سر دست مشرقی بحیرۂ روم ہی میں زیادہ تر محدود رہیں گی،

ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں یہ جنگ مشرق کی طرف بڑھے گی، نہر سویز، بحر احمر اور بحر ہند یہ تین مقامات ایسے ہیں جو اتحادیوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں تاکہ اپنے امپائر سے وہ اپنی جنگی ضرورت کی کچھ چیزیں حاصل کر سکیں اسلئے اٹلی کی کوشش یہ ہو گی کہ اتحادیوں کے ان بحری راستوں کی ناکہ بندی کرے بہت ممکن ہے کہ ایسی حالت میں یہ جنگ بحر ہند تک پہنچ جائے اور ہندوستان براہ راست اس جنگ کا لازمی جزو بن جائے،

اسلئے ضرور ہے کہ ہندوستان کے مغربی ساحلوں کو اٹلی کے ہوائی حملوں کے امکان سے جلد از جلد محفوظ کر دیا جائے یہ ایک یقینی امر ہے کہ مشرق قریب اور بالخصوص مصر، فلسطین، میسوپوٹیمیا اور کینیا وغیرہ میں اتحادیوں کی جو فوجیں جمع ہیں وہ اپنی طاقت سے اٹلی کے حملوں کا کافی جواب دے سکتی ہیں لیکن اسکے باوجود بھی یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کے تحفظ و دفاع کے شعبوں کو مکمل اور مضبوط کر دیا جائے،

روس کا خطرہ!

ہندوستان کو دوسرا خطرہ روس سے ہے آج سے نہیں بلکہ بہت دنوں سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ روس، ہندوستان پر للچائی ہوئی نگاہ رکھتا ہے اگرچہ بعض ہندوستانی رہنماؤں نے جن میں سرحد کے ڈاکٹر خان صاحب بھی شامل ہیں یہ کہا کہ روس کے حملہ کا خیال ایک بے اصل بات ہے تاہم ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم امکانات کو نظر انداز نہ کریں اس سلسلہ میں خود روس کا طرز عمل سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، جہاں تک ظاہری حالات سے پتہ چلتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روس اپنے آپ کو اس جنگ سے الگ رکھے گا، لیکن اگر اس کے دل میں یہ بات آ جائے کہ اس جنگ میں روس بھی جرمنی کے ساتھ ہو جائے تو ہندوستان پر روسی حملہ کا خطرہ ایک حقیقی امر بن جائے گا۔ روس کے فرمانروا پیٹر اعظم کے زمانے سے یہ خیال پایا جاتا ہے کہ روس ہندوستان پر نظر رکھتا ہے اب اس کی نگاہ ایران اور افغانستان کی شمالی سرحدوں پر بھی ہیں، دوسری طرف اس کا اثر شمالی مغربی چین تک پایا جاتا ہے،

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روس نے تقریباً دس لاکھ سپاہی کوہ قاف میں بحیرۂ اسود اور بحیرۂ کیسپین کے درمیان ترکی علاقوں کے قریب بھی جمع کر رکھے ہیں اسی طرح اس کی فوجیں ایران، افغانستان کے قریب ترکستان کی سرحد پر افغانستان و ہندوستان کے قریب ازبکستان و پامیر کی سرحدوں پر بھی موجود ہیں، پامیر ہی وہ مقام ہے جہاں ہندوستان، چین اور افغانستان کی سرحدیں ملتی ہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ روس اگر ہندوستان پر حملہ کرنا چاہے گا تو اس کو سخت ترین دشواریاں ہوں گی، ہندوستان کے شمالی پہاڑوں کے راستوں کو عبور کرنا بہت مشکل ہے اور وہاں اسے مخالف فوجوں کا جان توڑ مقابلہ کرنا پڑے گا، جدید قسم کی فوجیں جو ٹینک اور مشین گنوں سے مسلح ہوتی ہیں اس خطہ میں نقل و حرکت نہیں کر سکتیں،

ہوائی حملہ!

لیکن ہوائی حملہ کے امکانات کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے، روس نے مرکزی ایشیا میں بہت سے ہوائی اڈے بلند مقامات پر تعمیر کئے ہیں جن میں کشک۔ استالن آباد، گارم۔ ترمیز اور خروگ وغیرہ بہت مشہور ہیں یہ سب کے سب جہاں تک پرواز کے فاصلہ کا تعلق ہے ہندوستان کی سرحدوں سے قریب کہے جا سکتے ہیں اور بمبار ہوائی جہاز استالن آباد اور خروگ سے پشاور تک بہ آسانی آ سکتے ہیں:

دوسری طرف یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ روس ہندوستان کے کسی حصہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے جب بھی یہ تو ہو سکتا ہے کہ روس یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہندوستان ایک کمیونسٹ ملک بن جائے، اگر ہندوستان پر حملہ کرنے میں روس نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھا جب بھی ہندوستان خطرے سے خالی نہیں ہو گا اور روس ہندوستان میں ایک پانچواں دستہ قائم کر کے اس ملک کو اندرونی پھوٹ اور خانہ جنگی کا شکار بنا دے گا۔

جاپان کا خطرہ!

جاپان بہت دنوں سے ہندوستان پر تجارتی حملے کرنے میں مصروف ہے، اور جب تک اس نے چین پر جارحانہ حملہ نہیں کیا تھا، وہ مشرق کی ترقی کی (باقی مضمون صفحہ ۲۴ پر ملاحظہ فرمائیے)

اس نقشہ میں مشرق قریب کے ممالک اور ہندوستان، روس ایران و افغانستان کی سرحدیں دکھلائی گئی ہیں

اس ہفتہ کیلئے ایک خیال: جو شخص صرف خیال کرتا ہے اور عمل نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہو سکتا

ہاتھ سے کاغذ بنانے کا آسان طریقہ

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

(از جناب موہن سُروپ بھٹناگر صاحب ایڈوکیٹ بانی ایسٹ انڈیا ... پیپر)

ہندوستان میں عام طور سے ہرے بانسوں اور پرانے کپڑوں سے ہی کاغذ بنایا جاتا ہے چونکہ ان چیزوں کو کوٹ کر آسانی سے پلپ بنایا جا سکتا ہے ہندوستان میں ابھی مشینوں کا رواج نہیں پھیلا ہے امید کی جاتی ہے تھوڑے دنوں بعد سخت سے سخت چیزوں سے بھی کاغذ بننے لگے گا۔

کاغذ بنانے کے طریقہ کو ہم تین مختلف طریقوں میں تقسیم کر سکتے ہیں (۱) پلپ بنانا (۲) کاغذ اٹھانا (۳) لکھنے کے لائق کاغذ بنانا۔

(۱) پلپ بنانا

سب سے پہلے ہرے بانسوں کو الگ چھانٹ لیتے ہیں ان کو ایک تیز پھل والے گنڈاسے سے آدھ انچ ٹکڑوں میں کاٹ لو۔ ان ٹکڑوں کو صاف پانی سے دھو ڈالو، ان ٹکڑوں کو ایک بڑے برتن میں ۱۲ فی صدی کاسٹک سوڈے کے گھول کے ساتھ آگ پر ابالو تاکہ بانسوں کی چکناہٹ دور ہو جائے اور پلپ بنانے میں بھی دقت پیش نہ آئے، برتن میں ایک نلکی ضرور ہونی چاہیئے جس سے خراب پانی وقت وقت پر نکالا جا سکے اور اوپر سے تازہ پانی ڈالا جا سکے، جب بانسوں کے ٹکڑے کافی دیر ساتھ سے لے کر پانچ گھنٹہ تک، ابل جائیں تو ان کو ایک بڑی چھلنی میں نکال کر صاف پانی سے دھو ڈالو جس سے باقی چکناہٹ بھی دور ہو جائے اس کو صاف کرنے کے بعد ہالنڈر بیٹر میں رکھ کر اس وقت تک کوٹنا چاہیئے جب تک کہ وہ بالکل باریک پلپ نہ بن جائے ہالنڈر بیٹر میں ایک طرف سے پانی آنے اور دوسری طرف سے پانی نکلنے کا راستہ ہونا چاہیئے جس سے کہ تیج پانی میں ڈال کر پلپ کو ہالنڈر بیٹر میں ہی صاف کر دیا جائے اور بعد میں صاف کرنے کی دقت نہ اٹھانی پڑے، پلپ کو اس وقت تک پانی سے صاف کرنا چاہیئے جب تک اس میں سے کلورین کی بو آنی بالکل بند نہ ہو جائے پلپ کو باہر نکالو اگر رنگین کاغذ بنانا ہے تو پانی کو تین فی صدی پھٹکری ملا کر ابال لو، اس ابلے ہوئے رنگ کو اگر کاغذ گہرے رنگ کا بنانا ہو تو زیادہ ملاؤ اور ہلکا بنانا ہے تو کم رنگ پلپ میں ملاؤ پلپ کو اس وقت تک ایک لکڑی سے چلاؤ جب تک کہ رنگ تمام پلپ میں مل جائے

(۲) کاغذ اٹھانا

اس بنی ہوئی لگدی کو پانی کے ساتھ ایک بڑے حوض میں گھول دو، لگدی کی مقدار پانی میں اس مقدار میں ہونی چاہیئے جس قسم کا کاغذ بنانا ہو، اگر بلاٹنگ بنانا ہے تو پانی میں زیادہ لگدی ملاؤ، اور اگر خط لکھنے کا کاغذ بنانا ہے تو پانی میں کم پلپ گھولو، لگدی کو پانی میں ملانے کے بعد گھول کو کم سے کم تین گھنٹہ تک ایک لکڑی سے چلاؤ تاکہ اس کی تمام گانٹھیں ٹوٹ جائیں، اور اس کے بعد اس کو تمام رات چھوڑ دینا چاہیئے، دوسرے روز ایک لکڑی کے فریم پر ایک چٹائی کے دونوں جانب دو ایک انچ چوڑی لکڑیاں لگا دو، اس کے بعد ان دونوں لکڑیوں کو پکڑ کر گھول میں آدھا ڈبو دو اور پھر ترچھا کر دو، ترچھا کرنے کے بعد فریم کو چاروں طرف ہلاؤ ایسا کرنے سے ریشے ایک دوسرے سے جکڑ جائیں گے اور چٹائی پر پلپ کی پتلی تہ جم جائے گی، لکڑیوں کو ہٹا دو اور چٹائی پر ایک کپڑا (چٹائی سے کپڑا کچھ بڑا ہو) بچھا دو،

ان تمام چیزوں کو ایک بڑے پتھر پر الٹ دو تھوڑا دباؤ ڈال کر چٹائی کو اس طرح اٹھاؤ کہ پلپ کی پتلی تہ کپڑے کے اوپر پتھر پر رہ جائے اس طرح سے برابر کاغذ بناتے جاؤ جب بنا لو تو ان کے اوپر ایک کپڑا ڈال کر ایک دوسرے بڑے پتھر سے دبا دو تاکہ ان کا پانی باہر نکل جائے اور کاغذ خشک رہ جائیں، صبح کو پتھر ہٹا لو اور کپڑے کے کاغذ کو تاروں یا بانسوں پر سوکھنے کے لئے ڈال دو، جب کاغذ خشک ہو جائیں تو کپڑے کے دونوں کونے پکڑ کر کھینچو، کاغذ کپڑے سے بالکل الگ ہو جائے گا اسی طرح سے بلاٹنگ پیپر تیار ہو جائے گا،

(۳) لکھنے کے لئے کاغذ بنانا

کاغذوں کو تول لو، کاغذوں کے تول کا پانچ گنا پانی گرمیوں میں اور ۴½ گنا پانی جاڑوں میں اور ۴ گنا پانی برسات میں لو، اس میں کاغذوں کی تول کو پانچ فیصدی سریش ڈال کر اس وقت تک ابالو کہ تمام سریش نہ گھل جائے اس گھول میں کاغذوں کے تول کا تین فی صدی پھٹکری پیس کر ڈال دو جب یہ خوب ابل جائے تو اسکو ایک بڑے برتن میں نکال لو، جب گھول کچھ ٹھنڈا ہو جائے تو پانچ پانچ کاغذوں کو اس میں سے ڈبو کر نکال لو اور پھر ایک پتھر سے دبا دو، اور بعد میں تاروں پر سوکھنے کے لئے ڈال دو، ان کاغذوں میں سیاہی نہیں پھیلے گی،

ریاست ویکلی دہلی

۲ — جولائی سنہ ۱۹۴۰ء

ہنگامی انڈیا ایکٹ!

ہند کی برطانوی حکومت نئے لباس میں

وہ ہنگامی انڈیا بل جو چند روز سے انگلستان و ہندوستان میں طرح طرح کے بحث و مباحثہ کا باعث بنا ہوا تھا، برطانی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے پاس ہو گیا، اور اسے شاہی منظوری بھی حاصل ہو گئی اسلئے اب وہ ایک قانون بن گیا اور اسے وہ حیثیت مل گئی جو ایک نافذ ہونے والے قانون کو ملتی ہے ہندوستان کی حکومت کے متعلق اس سے پہلے بھی بہت سے "انڈیا ایکٹ" مختلف نوعیتوں اور شکلوں کے پاس ہو چکے ہیں لیکن اس نئے ہنگامی ایکٹ کا جواب صرف ہندوستان اور برطانیہ کے رشتہ کی تاریخ ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے کسی ملک میں نہیں مل سکتا غالباً یہ نئی قسم کی طرز حکومت کبھی کسی حال میں اور کسی وقت میں دنیا کے کسی حصہ میں وجود ہی میں نہیں آئی تھی، اور یہ وہ عجوبہ روزگار ہے جس کے سامنے دنیا کے تمام تاریخی عجائبات ہیچ و بے معنی ہیں ۔

آپ نے قدیم زمانے کی شہنشاہی بھی دیکھی ہے آپ نے شخصی و مطلق العنان حکومتوں کے کارنامے بھی دیکھے ہیں آپ کو روما کے پاپائے اعظم کی مذہبی حکومت سے بھی واقفیت ہے آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ قدیم روم اور یونان میں حکومتوں کی کیا نوعیت تھی، اور ملک کی "تین اعلیٰ شخصیتوں" (Triumvirate) کی حکومت کس طرح کی ہوتی تھی، آپ تاریخوں میں یہ بھی پڑھ چکے ہوں گے کہ ازمنہ وسطیٰ میں فیوڈل حکومت کی صورت کیا تھی، پھر آپ اپنی زندگی میں مختلف اقسام کی جمہوریتیں اور آزاد حکومتیں بھی دیکھ رہے ہیں اور سامراجی ممالک کی نوآبادیات کی طرز حکومت سے بھی آگاہ ہیں، اب آپ فیشنزم اور نازی ازم کی ہولناک صورتیں بھی دیکھ رہے ہیں اور کمیونزم اور سوشلزم کے بھی ہنگامہ خیز انقلابات آپ کے سامنے ہیں لیکن یقین فرمائیے کہ یہ طرز حکومت جو اب ہندوستان کو برطانی فیض و کرم کے ہاتھوں بخشی گئی ہے، سب سے جداگانہ ہے ۔

یہ نئی حکومت کیا ہے اور ہنگامی انڈیا ایکٹ کیا معنی رکھتا ہے؟ یہی کہ صرف ایک فرد واحد کو جو ایک دوسرے سامراجی ملک کا نمائندہ ہے ہندوستان کے متعلق تمام اختیارات عطا کر دئے گئے ہیں! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ وائسرائے اور گورنر جنرل ایک دوسرے ملک میں اپنی ملکی حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے اس وقت تک ہندوستان کے گورنر جنرل کی تمام ذمہ داری برطانی پارلیمنٹ کے روبرو تھی، اور اسے اسی پارلیمنٹ کے سامنے اپنے تمام کاموں کے لئے جواب دہ ہونا پڑتا تھا، حکومت کی ایک دوسری اور صحیح صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی فرمانروا یا با اختیار شخص اس ملک کے عوام کے سامنے ذمہ دار ہو جس کی نگرانی اور جس کا مفاد اس کے ہاتھوں میں رکھ دیا گیا ہو ہندوستان میں برطانی گورنر جنرل کی کوئی ذمہ داری ہندوستان کے سامنے نہ تھی، اب نئے ہنگامی قانون اس ذمہ داری کا جوا بھی گورنر جنرل کے کندھوں سے اتار پھینکا ہے جو اسے برطانی پارلیمنٹ کے روبرو تھی، اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی اب گورنر جنرل بالکل آزاد اور غیر ذمہ دار ہے نہ وہ برطانی پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہے اور نہ ہندوستانی عوام کے روبرو اس کی کوئی ذمہ داری ہے،

ہمیں اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ غیر معمولی قانون جنگ کے غیر معمولی حالات و ہنگامی واقعات کی پیداوار ہے لیکن سوال صرف یہ ہے کہ اس مشکل کا جو برطانیہ اور ہندوستان کے فاصلہ و سلسلۂ رسل و رسائل کے منقطع ہو جانے سے پیدا ہو گئی ہے صرف یہی ایک حل تھا جو ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے اور کیا اس طریقۂ حل میں ذرا بھی معقولیت موجود ہے؟ برطانیہ کی بعض دوسری نوآبادیاں بھی برطانیہ سے بہت دور ہیں بعض تو ہندوستان سے کہیں زیادہ دور ہیں اور وہ اس جنگ میں برطانیہ کی پوری مدد کر رہی ہیں وہاں بھی برطانیہ کے گورنر جنرل موجود ہیں لیکن کیا انہیں بھی وائسرائے ہند کی طرح ایک غیر ذمہ دار مطلق العنان حکمراں بنا دیا گیا ہے؟ ایسا نہیں ہوا ہے اور وہ اس لئے کہ وہ نوآبادیاں معنوی حیثیت سے آزاد ہیں وہاں کی حکومتیں رعایا کے سامنے ذمہ دار ہیں،

اور برطانی گورنر جنرل صرف ایک برطانی نمائندے کی حیثیت رکھتا ہے ۔

بہرحال اگر اس ہنگامی انڈیا ایکٹ پر تاریخی اور آئینی بحث کی جائے اور اس کی "غیر آئینی" حیثیت کو ظاہر کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے گا۔ اس بل پر اظہار خیال کرتے ہوئے مسٹر ایمرے وزیر ہند نے پارلیمنٹ میں کہا تھا کہ یہ صرف ایک ہنگامی قانون ہے جس کا کوئی اثر ہندوستان کے آئین اور ہندوستان کے نصب العین پر نہیں پڑے گا اور یہ کہنا مبالغہ آمیز ہے کہ گورنر جنرل کو ایک مطلق العنان حکمراں بنا دیا گیا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ برطانی ہاؤس آف لارڈز میں ڈیوک آف ڈیون شائر نے بل کی دفعات کی تشریح کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہندوستان کے گورنر جنرل کو تمام اختیارات کا ایک سادہ چیک دے دیا گیا ہے جو اس وقت تک نہیں بھرا جائے گا جب تک کہ ضرورت محسوس نہ ہو گی اور یہ کہ حکومت ہند پر سے پارلیمنٹ کا کنٹرول عملی طور پر ختم کر دیا گیا ہے،

اس وقت صحیح صورت حال کیا ہے، اسکے لئے ہمیں سفر سینٹ راجگوپال آچاریہ کے الفاظ پر نظر ڈالنی پڑیگی آپ فرماتے ہیں:-

"ہندوستان میں اب تمام اختیارات صرف ایک فرد واحد کے فیصلہ پر موقوف ہیں ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ گورنر جنرل وہ شخص نہیں ہے جس نے ہٹلر اور مسولینی یا کرامول اور نپولین کی روایات میں تربیت پائی ہو، ہم نے اس جنگ کی ابتدا سے بار بار یہی کہا ہے کہ ہندوستانیوں کی تائید کے بغیر ہندوستان میں کوئی مطلق العنان حکمرانی جاری رکھنا عقلمندی نہیں ہے" ... میرا خیال ہے کہ کوئی ہندوستانی اس نئی صورت حال کو اندیشہ کے بغیر نہیں دیکھے گا"

اب ہمیں یہ تبصرہ ختم کر دینا چاہیئے حکومت ہند، کو جو اپنے نئے لباس میں تمام اختیارات کی مالک ہے غالباً ہمارے تبصروں کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے، ہندوستان کے مشورے سے نہ اس نے کبھی فائدہ اٹھایا ہے اور نہ اب فائدہ اٹھانے کی اسے خواہش ہے، ہندوستان پر یہ ایک ایسی حکومت نافذ کی گئی ہے جس میں ہندوستانیوں کی رہی سہی آواز بھی ابباقی نہ رہی، مسٹر ایمرے نے بڑی بڑی جانفشانی اور بڑے احتیاط سے ہمیں یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ نیا انڈیا ایکٹ زیادہ سے زیادہ ایک "ٹکنیکل" یعنی اصولی حیثیت رکھتا ہے، ۱۹۳۵ء کے قانون سے ہی گورنر جنرل کو بڑے وسیع اختیارات حاصل تھے، لیکن کم از کم برطانی پارلیمنٹ کے روبرو ان کی ذمہ داری قائم تھی اب وہ ذمہ داری بھی ختم ہو گئی اور یہ نیا قانون جس طرح انتہائی تیزی کے ساتھ ہندوستانیوں سے یا کم از کم ذمہ دار ہندوستانی لیڈروں سے مشورہ لئے بغیر پاس کر دیا گیا وہ عمل خود ہی اس قانون کے نقائص پر ایک تبصرہ کہا جا سکتا ہے ظاہر ہے کہ اس قانون کو نافذ کرنے میں ہندوستانیوں کی تائید کی ذرہ برابر بھی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے ۔

آئینۂ ایام

مہاتما گاندھی اور وائسرائے کی ملاقات!

اس وقت جبکہ یہ تحریر لکھی جا رہی ہے، مہاتما گاندھی شملہ میں ہیں، اور آج ہی وائسرائے سے ان کی ملاقات ہونے والی ہے ملاقات سے پہلے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ کیا باتیں ہوں گی، یا ملاقات کے بعد بھی جب تک کوئی بیان نہیں شائع کیا جائے پردے کے پیچھے کی باتیں کسی کو معلوم نہیں ہو سکتیں لیکن کم از کم اتنا تو سب کو معلوم ہے کہ ان باتوں کا سبجکٹ یعنی موضوع کیا ہوگا، کہنے والے یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اس ملاقات سے کوئی امید وابستہ نہیں کرنی چاہیئے، بعض لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ یہ ملاقات حکومت اور کانگریس کے درمیان ایک باعزت سمجھوتہ کے سلسلہ میں غالباً آخری ملاقات ہو گی ہندوستان میں تقریباً دس ماہ سے ڈیڈلاک جاری ہے، اس ملاقات سے پہلے بھی مہاتما جی اور لارڈ لنلتھگو سے ملاقاتیں ہو چکی ہیں جب کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا تو یہ کہا گیا تھا کہ لارڈ لنلتھگو تو سمجھوتہ کی مخلصانہ خواہش رکھتے ہیں لیکن ان پر وھائٹ ہال کا دباؤ پڑ رہا ہے اب خود برطانی پارلیمنٹ نے گورنر جنرل کو تمام اختیارات دے دئے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ لارڈ لنلتھگو کے خلوص کی جانچ کا اہم ترین موقع سامنے آ گیا ہے، کیا اب انسی ہندوستان یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہ وقت کی نزاکت کو محسوس کرینگے اور اس وقت جبکہ دنیا سب سے بڑے خطرہ میں مبتلا ہو گئی ہے اس آزادی و جمہوریت کے نام پر جس کو اہل برطانیہ ہمیشہ اپنا مقصد بتلاتے ہیں ہندوستان کے مطالبہ کو تسلیم کر کے برطانیہ اور ہندوستان میں دوستی کا مستقل رشتہ قائم کر دینگے؟ اگر لارڈ لنلتھگو نے سمجھوتہ کا یہ زرین موقعہ کھو دیا تو ظاہر ہے کہ آئندہ حالات کسی کے لئے خوشگوار نہ ہونگے

بیماری کا غلط علاج

جنگ کے باعث لوگوں میں جو خوف و ہراس پھیل گیا ہے وہ ایک قسم کی دماغی بیماری ہے، یقیناً یہ طرز عمل قطعاً غلط ہے کہ لوگ بنکوں سے دھڑا دھڑ اپنا قیمتی روپیہ نکالیں اور تمام نوٹوں کو سکوں میں مبدل کر کے زمین میں دفن کر دیں ظاہر ہے کہ روپے جب اس طرح تہ خانوں میں بند ہو جائیں گے تو ملک کے کاروبار میں خرابی پیدا ہوگی۔ اس بیماری کا صحیح علاج حکومت ہند کا وہ اعلان تھا کہ جس میں کہا گیا تھا کہ ہندوستان کی کرنسی بہت مضبوط ہے اور یہاں سکوں کی کوئی کمی نہیں ہے اور یہ بھی علاج صحیح تھا کہ جو لوگ نوٹوں کے لینے سے انکار کریں انکو سزائیں دی جائیں۔ مگر اب جو ڈفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت میں حکومت نے یہ قانون جاری کیا ہے کہ جو شخص اپنی ذاتی یا کاروباری ضرورتوں سے زیادہ مقدار میں سکے جمع کرے گا وہ قابل سزا سمجھا جائے گا اور اسے پانچ سال تک کی قید کی سزا دی جا سکے گی، صحیح طریقہ علاج نہیں ہے، اور خدشہ یہ ہے کہ اس قانون کی غیر معمولی سختی بجائے خود اس خوف و ہراس کے مرض کو بڑھانے کا باعث ہوگی۔ اس بارے میں ہمیں حکومت ہند کے مقصد سے اختلاف نہیں ہے لیکن طریق کار سے اختلاف ہے۔

ہندوستان میں صنعت کاغذسازی

ایک طرف جنگ نے اگر ہندوستان کی بعض صنعتوں کی ترقی کی راہ کھولی ہے تو دوسری طرف بعض ایسی چیزوں کا، جو صنعتی اور تجارتی کاموں کے لئے ضروری تھیں آنا رک گیا ہے ایسی حالت میں ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ غیر ملکی سپلائی کے بند ہونے سے جو کمی پیدا ہو گئی ہے اسے دیسی چیزوں سے پورا کریں۔ کسی پچھلے ہفتہ میں ہم نے ہندوستان کی صنعت کاغذسازی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ہندوستانی سرمایہ داروں کو اس صنعت کی طرف کافی توجہ دینی چاہئیے۔ ہندوستان کا اخباری کاغذ زیادہ تر شمالی یورپ کے ممالک مثلاً ناروے، سویڈن، فنلینڈ وغیرہ سے آتا ہے۔ اب یہ صورت حال باقی نہیں رہی ہے لیکن ہندوستان کو یہ مشکل درپیش ہے کہ کاغذسازی کے لئے خام اشیا یہاں کافی مقدار میں نہیں ملتیں، اس لئے یہ خبر دلچسپی کے ساتھ سنی جائے گی کہ اب بنگال کی ایک کاغذی فرم نے پرانے سوت اور روئی سے کاغذ بنانے کے لئے سائنٹیفک ریسرچ و تحقیقات شروع کر دی ہے اور غالباً بہت جلد اس تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے سائنس دان بھی اس سلسلہ میں نئے تحقیقاتی میدان پیدا کریں گے اور کاغذ کی کمی سے اب اخباری دنیا کے لئے جو مصیبت پیدا ہو گئی ہے اس کا خاتمہ ہو جائے گا

اچھی تجویز

مرکزی اسمبلی کے ممبر ڈاکٹر دیش مکھ نے مہاتما گاندھی کو، اور مسٹر تیج آنند کو اور کانگریس کے جنرل سکریٹری کو اس مضمون کا ایک تار دیا تھا کہ چونکہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ملک کے تمام ذرائع محفوظ کئے جائیں اور ہندوستان سے باہر جانے والی دولت کی حفاظت کی جائے اس لئے کانگریس کو حکومت سے اصرار کرنا چاہئے کہ "ہوم چارجز" کے نام سے جو رقم ادا کی جاتی ہے وہ ملتوی کر دی جائے اور تمام بڑی تنخواہیں والے سرکاری افسر دوران جنگ تک نصف تنخواہ پر کام کریں، حکومت تب بھی جانتی ہے کہ ہندوستان کے تحفظ و دفاع کے لئے بڑی بڑی رقموں کی ضرورت ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ کانگریس خود اس تجویز کو حکومت تک پہنچائے گی اور حکومت ٹھنڈے دل سے غور کرے گی۔

مخلصانہ نذر

صوبہ بہار کے ایک زمیندار نے مہاتما گاندھی کی خدمت میں ایک زمینداری میں سے ایک پورا مقبوضہ دیہات بطور نذر پیش کیا ہے۔ یہ وہی دیہات تھا جس میں مہاتما گاندھی نے نیل کی کوٹھی والوں کے طرز عمل کے خلاف ضلع چمپارن میں ستیاگرہ شروع کرتے ہوئے بڑی مدت تک قیام فرمایا تھا۔ چمپارن ایجی ٹیشن اب ایک تاریخی افسانہ کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن مہاتما گاندھی کے لئے صوبہ بہار اس وقت سے اب تک ان کا عزیز صوبہ رہا ہے۔ اس نذر کا مقصد غالباً یہ نہیں ہے کہ مہاتما جی وہیں جا کر قیام فرمائیں، کیونکہ اب انھوں نے سیوا گرام کو تقریباً مستقل طور پر اپنی قیام گاہ بنا لیا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ مہاتما گاندھی ایک زمیندار کی حیثیت سے اس دیہات پر قابض رہنا پسند نہیں فرمائیں گے۔ غالباً وہ اس کے لئے کوئی دوسرا قومی مقصد نکالیں گے۔ بہرحال اس بہاری زمیندار کی نذر اس کے خلوص و محبت کی یادگار رہے گی۔

"کھلاڑی کی اسپرٹ" چاہئیے

کہا جاتا ہے کہ مظفر نگر کے کسی سرکاری افسر نے مقامی "بار اسوسی ایشن" (انجمن وکلا) کو لکھا تھا کہ جنگی ضرورتوں کے فنڈ میں چندہ دیا جائے ازبسکہ یہ "بار والے" بھی زندہ دل تھے، انھوں نے یہ جواب دیا کہ وہ چندہ دینے کے لئے دل و جان سے تیار ہیں بشرطیکہ ہندوستان اور انگلستان کے رشتہ میں تبدیلی کر دی جائے یعنی اس رشتہ کو کانگریس کے مطالبہ کے مطابق بہتر بنا دیا جائے۔ غالباً مقامی خداوندوں کو یہ شوخی بہت ناپسند ہوئی اور ضلع مجسٹریٹ نے بار اسوسی ایشن کو یہ لکھا کہ "اس کا یہ فعل اگرچہ ڈفنس آف انڈیا ایکٹ کی دفعات کے اندر نہیں ہے تاہم خطرناک حد تک اس قانون تک پہنچتا ہے"۔ ہمیں افسوس ہے کہ حکام نے اس معمولی سی بات میں "کھلاڑی کی اسپرٹ" سے کام نہیں لیا۔ اس وقت جبکہ وائسرائے اور مہاتما گاندھی میں گفت و شنید ہو رہی ہے ضلع حکام کا یہ طرز عمل مستحسن نہیں کہا جا سکتا۔

"کال کوٹھری" کا مسئلہ

کلکتہ میں "بلیک ہول" کے فرضی حادثہ کی یادگار بہت دنوں سے قائم ہے۔ اسے "ہالول مونومنٹ" کہتے ہیں اور عام زبان میں یہ کال کوٹھری کے نام سے مشہور ہے، ایک تو اس یادگار کی بنا ہی ایک فرضی اور بے بنیاد واقعہ پر ہے دوسرے اس سے انگریزوں اور ہندوستانیوں کے دلوں میں بے سبب ایک تلخی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ بہت دنوں سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اس یادگار کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اب بنگال کی سابق پراونشیل کانگریس کمیٹی کے صدر نے پھر یہ مطالبہ پیش کیا ہے کچھ روز ہوئے ریورنڈ اے۔ ایم۔ اسٹینسر اور کلکتہ کے بشپ پادری نے بھی اس "یادگار" کو مٹا دینے کی تائید کی تھی اور اخبار "اسٹیٹسمین" نے بھی یہی کہا تھا کہ اس کا قائم رکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومت اس عام مطالبہ کا کیا جواب دیتی ہے!

قدیم بیش قیمت کتابوں کے مسودے

ایک امریکن ماہر تعلیم نے ہندوستان کا دورہ اس غرض سے کیا ہے کہ ہندوستان میں ہزاروں قدیم بیش قیمت قلمی کتابوں کے جو مسودے موجود ہیں ان کی فلمی تصویریں لے لی جائیں۔ اس نے ایک پریس انٹرویو میں کہا ہے کہ کتابوں کو محفوظ رکھنے کا اور ان کی نقلیں دوسرے ممالک میں بھیجنے کا یہ طریقہ بہت آسان ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کا کوئی پبلک یا پرائیویٹ کتب خانہ اپنے بیش قیمت قلمی مسودوں کو علیحدہ کرنا یا باہر بھیجنا نہیں چاہتا، ہمارا خیال ہے فلمی تصویر بنانے کا طریقہ دوسرے مقامات کے "ریسرچ" کرنے والوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا مزید برآں وہ پرانی قلمی کتابیں جن کے اوراق اب چور ہونے یا پھٹنے لگے ہیں اس طرح دنیا کے لئے محفوظ رہ جائیں گی۔

مسلم لیگ کا طرز عمل

مہاتما گاندھی کے ساتھ ساتھ اب مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح کو بھی ہمیشہ وائسرائے کی طرف سے ملاقات کی دعوت دی جاتی ہے، اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا ہے، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے بشرطیکہ کانگریس کے نمائندے کی طرح مسلم لیگ کے صدر کے دل میں بھی حب وطن کا جذبہ موجود ہو اور وہ خلوص کے ساتھ ہندو مسلم سمجھوتہ کا راستہ نکالیں لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ جب کسی سمجھوتہ کے سلسلہ میں صدر مسلم لیگ نے وائسرائے سے ملاقات کی ہے تو نتیجہ اتنا بر آمد ہوا ہے اور ہندوستان ہر سمجھوتہ سے دور ہوتا چلا گیا ہے۔ برطانی حکومت کے پاس اس سے بہتر کوئی بہانہ موجود نہیں ہے کہ کانگریس پہلے مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرے اس کے بعد اپنے مطالبات پیش کرے ظاہر ہے کہ سمجھوتہ اسی پارٹی سے ہو سکتا ہے جو سمجھوتہ کی خواہش رکھتی ہو، لیکن جو پارٹی ضد اور ہٹ سے کام لیتی ہو اس کا کوئی علاج کسی کے پاس نہیں ہو سکتا۔ مسلم لیگ کا طرز عمل کیا ہے۔ یہ ہمدرد مسلم معاصر "ہند" کلکتہ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ وہ لکھتا ہے:

"سچی بات تو یہ ہے کہ مسلم لیگ کی پوری تحریک ہی برطانیہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے ہے۔ پاکستان کا ڈھکوسلا بھی اسی لئے نکالا گیا ہے کہ حکومت کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں ساری دنیا برطانیہ سے پوچھ رہی تھی کہ آخر ہندوستان کو جمہوریت اور آزادی نہ دینے کی کیا وجہ ہے؟ حکومت کے پاس اس سوال کا کوئی جواب بھی نہ تھا، لیکن بیچ میں مسلم لیگ کھڑی ہو گئی اور اس نے چلانا شروع کر دیا کہ ہندوستان کے لئے جمہوریت موزوں ہی نہیں ہے اور یہ کہ جب تک پاکستان کا قیام منظور نہ کر لیا جائے مسلم لیگ ہندوستان کو آزادی لینے نہیں دے گی! انگریزی حکومت کی سب سے بڑی مدد اس وقت یہی ہو سکتی تھی کہ ہندوستان کی کوئی جماعت آزادی لینے سے انکار کر دے مسلم لیگ نے یہی کیا اور اب برطانی حکومت دنیا سے کہہ رہی ہے کہ ہم کیا کریں؟ ہم تو آزادی دینا چاہتے ہیں مگر مسلمان نہیں لینا چاہتے کیونکہ انہیں ہندوؤں سے اندیشے ہیں۔" اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ وائسرائے سے جدید ترین ملاقات میں صدر مسلم لیگ کس ذہنیت کا ثبوت دیتے ہیں؟

مرکز میں قومی حکومت؟

دنیا میں تمام جمہوری قسم کی حکومتیں "قومی" ہی ہوا کرتی ہیں لیکن جب سے برطانیہ میں مختلف پارٹیوں کے لوگ ایک ہی کیبنٹ میں شامل کئے جانے لگے ہیں، اس طرح کی مشترکہ [illegible] گورنمنٹ کو قومی حکومت کا نام دیا گیا ہے ہمارے لبرل حضرات نے کونسل آف نیشنل لبرل فیڈریشن نے ہندوستانی لیڈروں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے اختلافات دور کر دیں تاکہ مرکز میں "قومی حکومت" قائم کی جا سکے لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ کلیم لیڈروں کا نہیں ہے بلکہ حکومت کا ہے جب تک حکومت اپنی ذمہ داری کو ٹرانسفر نہیں کرے گی اور مرکزی ہندوستانی کیبنٹ کو اختیارات نہیں دیئے جائیں گے کوئی مرکزی حکومت اس ملک کیلئے مفید ثابت نہیں ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس حکومت میں برطانی حکومت کے نامزد ممبر ہوں گے وہ کسی معنی میں بھی "قومی" نہیں ہوگی۔ وہ تو غیر ملکی حکومت کی ایجنٹ ہوگی۔ ہندوستان کی قومی حکومت تو انتخاب ہی کے ذریعہ قائم ہو سکتی ہے۔

اشارات

فرانس میں ایک مشہور جنگل ہے جس کا نام ہے کومپین۔ گذشتہ جنگ عظیم کے آخر میں جب جرمنی کی زبردست شکست منظور کی گئی ہے تو "آرمسٹس" یعنی التوائے جنگ کی شرطوں پر جرمن نمائندوں سے دستخط لینے کے لئے مارشل فاش اسی جنگل میں گئے تھے اور جس ٹرین پر وہ گئے تھے اسی کی ڈائننگ کار میں جرمن نمائندوں نے التوائے جنگ کی شرطوں پر دستخط کئے تھے کومپین کے جنگل میں اس مخصوص مقام پر اس واقعہ کی ایک یادگار تعمیر کرائی گئی تھی اور مارشل فاش کی تاریخی ڈائننگ کار محفوظ رکھی گئی تھی۔ جرمنی کا جذبہ انتقام دیکھئے کہ اس نے بھی فرانس کے نمائندوں کو کومپین ہی کے جنگل میں بلا کر اسی ڈائننگ کار میں جرمنی اور فرانس کی موجودہ جنگ کے التوا کی شرائط پر ان سے دستخط لئے اور ہٹلر کے حکم سے یہ ڈائننگ کار برلن بھیجدی گئی اور یادگار توڑ دی گئی۔ ان واقعات سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ کومپین کے جنگل میں جس صلحنامہ پر دستخط ہوتے ہیں وہ بہت دنوں تک قائم نہیں رہتا؟ گذشتہ عہدنامہ ۲۲ سال کے بعد ٹوٹا ہے۔ اب دیکھئے مارشل فاش کی تاریخی ڈائننگ کار پھر برلن سے پیرس کب واپس آتی ہے!

یہ حقیقت کہ ایک روز پھر انقلاب آئے گا اور آزادی کی مردہ دیوی پھر زندہ ہوگی، ناقابل انکار ہے۔ اور اس کے متعلق انگلستان کا ایک موجودہ شاعر ہمیں اطلاع بھی دیتا ہے۔ وہ شاعر لارڈ ڈنسنی ہیں۔ چند اشعار (بصورت ترجمہ) ملاحظہ ہوں:-

جب سچائی کی روشنی ظاہر ہوگی تو یہ نازی اپنی سیاہ وردی والی فوجوں اور گسٹاپو کے ساتھ۔
اس طرح لاپتہ ہو جائیں گے جیسے صبح کی پُر نور ہوا سے رات کا دہشتناک خواب ختم ہو جاتا ہے
اور آزادی جو اس وقت جلا وطن ہے، پھر اپنے وطنوں میں زیادہ خوبصورت ہو کر واپس آئے گی
پراگ اپنے تمام جھنڈوں سے اس کا استقبال کرے گا
اور ڈنمارک میں بھی اس کی آمد کی خوشیاں منائی جائیں گی
پھر ناروے کے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں سے آزادی کا غلغلہ بلند ہوگا
پولینڈ از سر نو زندہ ہوگا اور آسٹریا اپنی زنجیروں کو توڑ دیگا۔
اور انگلستان میں پھر امن و امان کی زندگی لوٹ آئے گی۔
جو اس وقت تک قائم رہے گی جبکہ پھر کوئی نیا ظالم یورپ کو تاریک نہ کر دے۔

لارڈ ڈنسنی کے مذکورہ بالا خیالات اچھے ہیں، لیکن آخری مصرع ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا ابھی سے وہ یہ پیشین گوئی کر رہے ہیں کہ اس جنگ کے بعد جو دور امن آئے گا وہ پھر کچھ دنوں کے بعد کسی نئے ظالم کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو جائے گا؟ یہ تو وہی کومپین کے جنگل والی اسپرٹ ہوئی!

جنگ کے زمانے میں کفایت شعاری بہت اچھی چیز ہے جو صرف اپنے ہی لئے نہیں بلکہ اپنے جنگ آزما ملک اور اس کے سپاہیوں کے لئے بھی مفید ثابت ہوتی ہے یعنی ہر وہ پیسہ جو اس سلسلہ میں بچایا جا سکتا ہے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے لئے گولہ بارود بنانے، یا اپنی فوج کو زیادہ مضبوط کرنے میں کام آ سکتا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کے مشہور مصنف مسٹر جارج برنارڈ شا کا نظریہ اس کے متعلق کچھ اور ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم کی ابتدا کا ایک واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے انگلستان کے تمام تھیٹروں کے ایکٹروں اور ایکٹرسوں کو اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ وہ دوران جنگ میں صرف آدھی تنخواہ پر اپنا گذارہ کریں۔ اس کے بعد یہ لوگ مسٹر جارج برنارڈ شا کے پاس پہنچے جو ڈرامہ نگار اور مصنف تھے اور یہ کہا کہ بہتر ہو اگر آپ بھی اس جنگ کے موقع پر اپنے ڈراموں کی فیس اور اپنی تصنیفوں کی قیمت آدھی کر دیں لیکن مسٹر برنارڈ شا نے اس بات کو ماننے سے یہ کہکر انکار کر دیا کہ مجھے اپنی تصنیفوں کی قیمت دوگنی کر دینی چاہئے اس لئے کہ جنگ کے زمانے میں انکم ٹیکس اور اخراجات بڑھ جائیں گے۔ مسٹر برنارڈ شا کا خیال تھا کہ اگر وہ اپنی موجودہ فیس ہی پر قائم رہیں تو یہ بھی ایک احسان ہوگا۔

"احسان" کا یہی بلند قابل تعریف جذبہ ہے جو ہندوستان کے اعلیٰ سرکاری افسروں میں بھی کام کر رہا ہے۔ کم از کم شملہ اور دہلی والوں کو تو اس کا ذاتی کامل اتفاق ہے۔ گذشتہ ہفتہ کسی شخص نے بذریعہ پریس یہ اشارہ کیا تھا کہ جنگ کے بڑھتے ہوئے اور بڑھتے ہوئے اخراجات کے باعث ہندوستان میں حکومت کے اعلیٰ اور بڑی بڑی تنخواہ والے افسروں کا فرض ہے کہ جب تک جنگ جاری رہے وہ نصف تنخواہوں پر کام کریں؟ ذرا غور کیجئے یہ کیسی احمقانہ تجویز ہے۔ بھلا یہ بڑے لوگ

راز و نیاز

سوال ۱:- نازی ازم سے کیا مراد ہے۔ سوال ۲:- فیسی ازم سے کیا مراد ہے؟
سوال ۳:- امپی ری ازم سے کیا مراد ہے۔ سوال ۴:- بولشوزم سے کیا مراد ہے؟
سوال ۵:- جمہوریت اور ری پبلک سے کیا مراد ہے
سوال ۶:- امریکہ کی حکومت کس قسم کی ہے۔ واضح کر کے تحریر کریں کہ ہر ایک میں کیا کیا خصوصیت ہے اور جمہوریت کو ان میں سب سے اچھا کیوں کہا جاتا ہے۔ (ڈاکٹر جگت رام سود پونا ہانہ)

جواب ۱:- کیا اب بھی آپکو معلوم نہیں ہے کہ نازی ازم سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد یہی ہے کہ دنیا کو ظلم اور تشدد کے ذریعہ فتح کرنا۔ "نازی ازم" دراصل "نالتسی ازم" ہے جو جرمن کے فلسفی نیٹشے کا نظریہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

جواب ۲:- "فیشی ازم" کا موجد مسولینی ہے۔ یہ بھی نازی ازم کا بھائی ہے اور اس سے مراد یہی ہے کہ تمام باشندگان ملک کو ایک طاقتور فوج میں مبدل کر دیا جائے اور حکومت کے مفاد کے سامنے افراد کا کوئی حق ہی باقی نہ رہے۔

جواب ۳:- "بالشیوزم" روس کا فلسفہ ہے۔ "بالشیوک" کے صحیح معنی "اکثریت والا" ہے۔" اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ملک کے تمام افراد برابر کر دیئے جائیں اور سب کی جائداد و ملکیت پر افراد کا نہیں بلکہ اسٹیٹ یعنی حکومت کا قبضہ ہو جائے۔ اس نظام حکومت میں بھی فرد کی کوئی ہستی باقی نہیں رہتی۔ بہر حال یہ تینوں "ازم" ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

جواب ۴:- "امپیریلزم" سے مراد ہے دوسری کمزور قوموں پر اپنی شہنشاہی قائم کرنا۔ جو ممالک دوسرے ممالک پر بذریعہ طاقت حکمرانی کرتے ہیں انکو امپیریلسٹ کہا جاتا ہے۔ امپیریلزم کے لئے دوسرا لفظ سامراج ہے۔

جواب ۵:- جمہوریت اور ری پبلک دونوں ایک ہیں ایک لفظ دوسرے لفظ کا ترجمہ ہے اسکے معنی ہیں عوام کی حکومت۔ مشہور فلسفی مِل (Mill) کے الفاظ میں اسکی تعریف یہ ہے: "سب سے زیادہ تعداد کے لئے سب سے زیادہ بہبودی"۔

جواب ۶:- امریکہ میں جمہوریت قائم ہے اور غالباً اس وقت دنیا کی سب سے اچھی جمہوریت یہی ہے جہاں تمام صوبے "فیڈریشن" کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں، یہ سب صوبے اندرونی معاملات میں قطعاً آزاد ہیں اور مرکزی حکومت صرف دماغ اور غیر ملکی پالیسی کی نگرانی کرتی ہے۔

جمہوریت کو تمام اقسام حکومت میں سب سے اچھا اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں عوام آزاد ہوتے ہیں اور اپنے انتظام سے خود ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سوال:- میری استری کو اپنے ماں کے گھر گئے ہوئے عرصہ تقریباً ۳ ماہ کا ہو چکا ہے چند یوم ہوئے ایک صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تمہاری بیوی کا چال چلن وہاں پر ٹھیک نہیں ہے۔ یہ سنکر مجھ کو صدمہ ہوا میرے ماتا پتا کہتے ہیں کہ بہو کو لے آؤ لیکن میں انکار کر رہا ہوں۔ میں نے انکو یہ وجہ بتائی ہے اور میں اس بات کی جانچ کی ہے۔ ایسے موقعہ پر مجھکو کیا کرنا چاہئے۔ ماتا پتا سے راز فاش کرنا چاہئے یا نہیں اور آئندہ کس طریقے سے زندگی گذارنی چاہئے۔ (ایک بد نصیب)

جواب:- بہتر یہ ہے کہ آپ پہلے اپنے دماغ کا علاج کرائیں۔ صرف ایک شخص کے کہنے پر آپ اپنی بیوی کو مجرم کیونکر ٹھہرا سکتے ہیں؟ ممکن ہے وہ بالکل جھوٹا آدمی ہو اور آپ لوگوں سے کوئی عداوت رکھتا ہو۔ آپ کو سب سے پہلے نہایت شریفانہ طور پر اصلی حقیقت معلوم کرنا چاہئے۔ بعد کا جواب بعد کو دیا جائے گا۔

لوگ جنگ کے زمانے میں آدھی تنخواہوں پر کیونکر گذارہ کر سکیں گے؟ وہ خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کفایت شعاری بہت اچھی چیز ہے، بیشک اچھی چیز ہے مگر کب اور کس حالت میں؟ اس وقت اور اس حالت میں جب خود انکی جیبوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور دوسرے لوگ اس پر عامل ہوں!

اس کی ایک بہترین مثال ملاحظہ ہو۔ انڈین ریڈ کراس سوسائٹی نے پچھلے دنوں شملہ سے دو پریس نوٹ شائع کئے ہیں جن کے ذریعہ اپیل کی گئی ہے کہ جنگ کے پناہ گزینوں کے لئے چندہ جمع کیا جائے۔ پناہ گزینوں اور مصیبت زدوں سے سب کو ہمدردی ہوتی ہے۔ انکے لئے چندہ جمع کرنا بھی ایک نیک عمل ہے، لیکن دوسری طرف اسنے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ ایک اعزازی یعنی بلا تنخواہ کمشنر کی خدمات سے فائدہ نہ اٹھا کر ایک تنخواہ دار کمشنر مقرر کر لیا گیا ہے اور یہ کمشنر صاحب ایک پنشن یافتہ پرانے برطانی افسر ہیں۔ اب اگر اس پیچیدہ مسئلہ کو آپ حل کرنا چاہیں تو کیونکر حل کرینگے؟ ہم آپ کو ترکیب بتلاتے ہیں۔ انڈین ریڈ کراس سوسائٹی جب پناہ گزینوں کے لئے چندے کی اپیل کرتی ہے تو یہ کیا بُرا ہے کہ اس نے خود ایک پنشن یافتہ افسر کو اپنے سایہ میں ایک اچھی تنخواہ پر پناہ دیدی! "پناہ دینے" کا جذبہ تو بہر حال دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

رفتارِ زمانہ

فرانس نے جن شرائط پر جرمنی سے صلح کر لی ہے وہ دنیا کے سامنے آ چکی ہیں۔ ان کے معنی صاف یہ ہیں کہ تمام معنوں میں فرانس کا ایک آزاد جمہوری ملک کی حیثیت سے خاتمہ ہو چکا ہے۔ شرائط اس درجہ سخت اور فرانس کے لئے ذلت آمیز ہیں، کہ وہ معاہدہ وارسیلز جس کو توڑنے پر ہٹلر فخر کرتا ہے اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے چند شرائط ملاحظہ فرمایئے:۔

فرانس کا زیادہ تر حصہ جرمنی کا مقبوضہ علاقہ ہو جائے گا اور جو حصہ غیر مقبوضہ ہوگا اس میں فرانس کی اندرونی حکومت جرمنی کی ہدایت کے مطابق قائم رہے گی، فرانسیسی بحری، بری اور فضائی فوجوں کو منتشر کر کے غیر مسلح کر دیا جائے گا۔ غیر مقبوضہ علاقہ میں صرف تھوڑی سی فوج قیام امن کے لئے رکھی جائے گی اور اس فوج و اسلحہ کی تعداد و مقدار کا فیصلہ جرمنی اور اٹلی کے ہاتھوں میں ہوگا ضمانت کے طور پر تمام توپخانے، ٹینک، طیارہ شکن، سلحہ، ہوائی جہاز، زمین پر چلنے والی مشینیں اور اسلحہ سامان جنگ جرمنی کے حوالے کر دیئے جائیں گے اور جدید اسلحہ جنگ کی تیاری بند کر دی جائیگی۔

جرمنی کا مطالبہ یہ بھی ہے کہ تمام فرانسیسی جنگی جہاز (سوا ان کے جو نو آبادیوں کے تحفظ کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے) بندرگاہوں میں واپس بلا کر انہیں جرمنی اور اٹلی کی نگرانی میں غیر مسلح کر کے منتشر کر دیا جائے۔

فرانس کے تمام براڈکاسٹنگ اسٹیشن بھی بند کر دیئے جائیں گے اور مقبوضہ علاقہ میں جرمن فوجوں کے اخراجات فرانس کو ادا کرنے پڑیں گے تمام جرمن اسیران جنگ رہا کر دیئے جائیں گے اور فرانسیسی اسیران جنگ کی رہائی کے مسئلہ پر جرمنی غور کریگا۔

اس سے زیادہ اس سلسلہ میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے صلح نامہ کی چند مزید شرطیں اور بھی ہیں جو فرانس کو زندہ درگور کر دینے کا اثر رکھتی ہیں۔ اس صلحنامہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ فرانس اور اٹلی کے درمیان بھی اسی طرح کے ایک صلحنامہ پر دستخط ہو جائیں چنانچہ یہ مرحلہ بھی سطے ہو گیا، اور اب فرانس جرمنی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے تمام ساحلی علاقے اور بندرگاہیں جو اس جنگ میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہیں اب جرمنی کے بحری اور ہوائی اڈوں میں مبتدل کئے جا رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا انقلاب ہے جس سے یورپ کی بلکہ یوں کہئے کہ دنیا کی صورت حال بدل گئی ہے۔

ان حالات کا اثر برطانیہ والوں پر کس طرح پڑا ہے وہ برطانی اخبارات کے تبصروں سے ظاہر ہے۔ "ڈیلی ٹیلی گراف" لکھتا ہے کہ "فرانس کی نئی حکومت نے اپنے ملک کو تباہ کر دیا ہے، اپنی بندرگاہوں کو جرمنی کے حوالے کر کے اس نے اپنی بڑی سلطنت سے رشتہ توڑ لیا ہے اور جرمنی اور اٹلی کو اجازت دی ہے کہ وہ فرانس کی بندر بانٹ کریں ..... لیکن ہم اس وقت تک جنگ جاری رکھیں گے جس وقت تک فرانسیسیوں کی آزادی بحال نہ ہو جائے اور ان کا ملک انہیں واپس نہ مل جائے" اسی طرح اخبار "ڈیلی ہیرالڈ" کا بیان ہے کہ "مارشل پیٹن کے صلح جو سفیروں نے فرانس کی قسمت کو ڈاؤننگ کا رین ٹیپر ہٹلر کے حوالے کر دیا ہے، انقلاب فرانس کی اسپرٹ اس وقت ختم ہو گئی ہے"!

ظاہر ہے کہ جدید حالات نے جنگ کا نقشہ بالکل بدل دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ کی ہمت اس وقت قابل داد ہے کہ وہ ہٹلر اور مسولینی جیسے ذی دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تنہا ڈٹا ہوا ہے۔ جہاں تک امریکہ کی امداد کا تعلق ہے ہم اسے کوئی بڑی امداد نہیں کہہ سکتے۔ پریسیڈنٹ روزویلٹ بہت دنوں سے جمہوریت کے حق میں بولتے رہے لیکن جب جمہوریت اور آزادی آخری سانس لے رہی ہے تو عملی امداد مفقود ہے۔ مسٹر چرچل نے جو بیان گزشتہ منگلوار کو پارلیمنٹ میں دیا ہے اس میں صاف لفظوں میں یہ کہا ہے کہ موجودہ حالات "تاریک اور غیر معین" ہیں، نیز یہ کہ آئندہ ہفتہ تک ان کے کسی مزید بیان کا انتظار کیا جائے۔ ایک افواہ یہ اڑی تھی کہ برطانیہ ہسپانیہ کے ذریعہ صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کر رہا ہے لیکن اس خبر کی تردید کر دی گئی ہے۔ دوسری طرف اسٹالن اور ہٹلر میں سمجھوتہ کے باعث رومانیہ سے بسارابیہ کو روس کے حوالے کر دیا گیا ہے، اور خود رومانیہ میں بھی کنگ کیرول کے تحت میں ایک نازی قسم کی حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ اس واقعہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے، کیونکہ رومانیہ کے تیل کے چشمے اور گیہوں کی کثیر مقدار جرمنی کو اس جنگ میں بہت فائدہ پہنچا سکے گی۔ بہرحال حالات بہت تیزی سے بدل رہے ہیں اور ہمیں آئندہ واقعات کا انتظار کرنا ہے۔

"اب نہو تو کب"

(از حضرت اختر نگینوی شاگرد نواب فصیح الملک بہادر حضرت داغ دہلوی مرحوم)

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

شرمندگیٔ جرم و خطا — اب نہو تو کب
اختر کو خوفِ روزِ جزا — اب نہو تو کب

ہونے کو آسماں پہ گھٹا — اب نہو تو کب
شغلِ شرابِ ہوش ربا — اب نہو تو کب

تیری ادا پہ کوئی فدا — اب نہو تو کب
جو زندگی کا ہے وہ مزا — اب نہو تو کب

محشر میں ہے ممانعتِ شکوۂ جفا
انصاف ہے یہ تو ہی بتا — اب نہو تو کب

گلزارِ داغ سینچتے ہیں چشمِ تر سے ہم
اس باغ کی جو نشو و نما — اب نہو تو کب

محشر ہے، میں ہوں، داورِ محشر ہے اور تو
ظالم، تری ستم کا گلا — اب نہو تو کب

بیمارِ غم کا آپ کے وقتِ اخیر ہے
سب ہو چکیں دوائیں دعا — اب نہو تو کب

لاکھوں بناؤ ہوتے ہیں اک اک بگاڑ میں
برہم کسی کی زلفِ دوتا — اب نہو تو کب

ہے کیا بہارِ حسن کسی کی شباب پر
دلکش پھر اس چمن کی فضا — اب نہو تو کب

کب ہو جو دلکی گھات میں اب شوخ زلفِ یار
دامِ فریب، دامِ بلا — اب نہو تو کب

مر کر دکھا دیا ہے یہ ہر ذی حیات نے
ظاہر بقا سے رازِ فنا — اب نہو تو کب

رنگین ہو گئی ترے جلووں سے کائنات
آنکھوں کو خوشگوار فضا — اب نہو تو کب

آئینہ سامنے ہے ہزاروں بناؤ ہیں
وہ آپ اپنا محوِ ادا — اب نہو تو کب

ہر روز ہو گی مجلسِ ماتم مری کہاں
کوئی شریکِ اہلِ عزا — اب نہو تو کب

دل کیا دیا کہ ہو گئے سامان موت کے
تیرِ ادا بھی تیرِ قضا — اب نہو تو کب

رفتارِ یار، روزِ ازل سے ہے حشر خیز
محشر قدم قدم پہ بپا — اب نہو تو کب

اختر، ہمارے نام سے پُر نور ہے جہان
روشن تمام ارض و سما، اب نہو تو کب

ماں کا دل

ایثار اور پاکیزہ جذبات سے لبریز افسانہ

از جناب محمد حسین صاحب ...

خاص تیج ویکلی کے لئے

چھ مہینے کا معصوم کیشو پالنے میں پڑا پڑا انگوٹھا چوس رہا تھا، ماں نے محبت بھری نظروں سے مسکرا کر دیکھا بچہ کی معصوم آنکھوں میں ایک چمک دوڑ گئی اور ہونٹوں کی مترنم آواز کے ساتھ ماں کی ممتا کو دیکھ رہا تھا، جو اسکے مسکراتے ہوئے چہرے پر ناچ رہی تھی، ماں نے فرط محبت سے گود میں لے لیا چاند سی پیشانی کو بے اختیار چوما، کیشو ننھے ننھے ہاتھ پھیلا کر ماں کی ناک پکڑ رہا تھا، بھویں نوچ رہا تھا۔ ماں پیار والا بھول سا جسم جھنجوڑ رہی تھی، خوشی سے پھولی نہیں سماتی تھی، ایک لمحہ کے بعد ماں نے اسے پالنے میں ڈال دیا اس کے باپ کی پھٹی ہوئی صدری لے کر بیٹھ گئی بچہ رونے لگا، ماں اسے اشاروں سے بہلا رہی تھی چمکار رہی تھی، مگر وہ برابر روئے جا رہا تھا، ماں کے جگر کا ٹکڑا رو رہا تھا ماں کو کیونکر چین آتا "میرا چاند" کہتی ہوئی دوڑ کر آئی روتا ہوا کیشو ہچکیاں لے رہا تھا نیلا پیلا ہو رہا تھا، اس غیر معمولی تکلیف کا اظہار کر رہا تھا، جو اسے ماں کی گود سے جدا ہو کر ہو رہی تھی ماں نے روتے ہوئے کو کلیجہ سے لگا لیا کیشو کی روتی ہوئی آنکھیں مسکرائیں، ماں بھی مسکرانے لگی آنکھوں ہی آنکھوں میں غیر معمولی محبت کا پیغام دے رہی تھی جس کے پاکیزہ جذبات دل میں موجزن تھے باپ نے کیواڑ کھولے ماں نے کہا دیکھو وہ تمہارے پتا آ گئے، تمہارے لئے اچھی اچھی چیزیں لائے ہیں، کنٹو مسکراتے ہوئے آئے صدری کو دیکھا جوں کی توں پڑی تھی، غصہ بھری نظروں سے بیوی کو دیکھا گرج کر بولے، تم سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ اسے پیوند ہی لگا دیتیں" پھول وتی مسکرا کر بولی:- کیشو ایک منٹ کے لئے گود سے جدا نہیں ہوتا اسے کیونکر درست کرتی ؟ باپ نے ایک نظر بچہ کو دیکھا جانے اس کی معصوم نظروں میں کیا کشش تھی جس نے باپ کا غصہ کافور کر دیا ایک خفیف سی ہنسی ہنستے ہوئے انہوں نے کیشو کو ہاتھ میں لے لیا، بچہ کی ایک مسکراہٹ نے باپ کی نفرت کو محبت سے بدل دیا وہ بچہ کو چوم رہے تھے پھول وتی دونوں کو خوش دیکھ کر مسکرا رہی تھی،

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

دیکھتے دیکھتے کیشو پانچ برس کا ہو گیا وہ کس محبت سے اسے پال رہی تھی، بچے کے ساتھ ساتھ اس کی محبت بھی بڑھ رہی تھی کنٹو مالدار نہ تھے معمولی کاروبار تھا جس سے دونوں وقت روٹی مل جاتی تھی، پھول وتی کسی مالدار شوہر کی بیوی نہ تھی غریب شوہر کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی کے دن بسر کر رہی تھی کیشو کی معصوم باتوں نے ماں باپ کی غربت کو مسرتوں سے بدل دیا جب اسے گود میں لے کر پیار کرتے تو نہیں معلوم ہوتا کہ دنیا جہان کی تمام نعمتیں ان کی گود میں ہیں ننھے کیشو کو محلے کے اسکول میں بٹھا دیا گیا ماں کسرت سے خوش تھی آج اس کا للو پڑھنے جا رہا تھا، وہ خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی اس نے گھی کی سنہلی بھیج کر ٹھاکر جی بچوں میں لڈو تقسیم کئے گھی کے چراغ جلائے دوپہر کو کیشو باپ کی انگلی پکڑے اسکول سے آیا ماں نے گود میں لے لیا، اسکے ہاتھ چوم رہی تھی پیشانی چوم رہی تھی "میرا بیٹا پڑھ لکھ کر کیس بنے گا، مسکراتی ہوئی بولی، باپ نے ماتھے سے شکست ... کر کہا، پگلی ہم غریبوں میں اتنی ہمت کہاں، وکیل تو ہزاروں خرچ کرنے پڑتے ہیں یہاں تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے، تم دھوئے گی کیا اور نچوڑے گی کیا ؟ بیوی نے تعجب سے دیکھا، ایسی بات کیوں کہتے ہو بھگوان کی دیا سے ہمارے گھر میں کس بات کی کمی ہے میرا للو بڑا ہو کر نہال کر دے گا، باپ مسکرانے لگا ماں گہری سوچ میں پڑ گئی غالباً وہ سوچ رہی تھی کہ ساہوکار کے مقدمہ میں جس نے اُن کا مکان اور دکان ہڑپ کی تھی وہ بھی ایک وکیل تھا، جس نے ... ان کی ساری پونجی نیلام کرا دی انہیں ... ہمت ... کے لئے مفلس کر دیا بڑی بڑی رقمیں مار کر کپڑے کی طرح پھول رہا تھا اس کا کیشو بھی ایک دن وکیل بنے گا گھر میں مایا کی گنگا بہا دے گا، ان تصورات کی حقیقت ایک خواب سے زیادہ نہ تھی مفلسی میں کبھی امید بھی بر آتی ہے

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

دن گزر رہے تھے کیشو پروان چڑھ رہا تھا اب وہ چوتھی جماعت میں تھا ماں باپ محنت مشقت سے امیدوں کے چھوٹے سے پودے کو پال رہے تھے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات وہ ماں باپ کی خوشی کا ذریعہ بنا ہوا تھا، مگر یہ خوشی زیادہ دن قائم نہ رہ سکی کنٹو بیمار ہو گئے، ان کی بیماری نے خطرناک صورت اختیار کر لی آخر ایک دن انھوں نے آنکھیں بند کر لیں مرتے دم بیوی اور بچہ کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور ہمیشہ کے لئے انہیں مشکلات میں ڈال کر منہ موڑ لیا شوہر کی موت پر بیوی نڈھال ہو رہی تھی بچہ بلک بلک کر رو رہا تھا مرحوم نے کوئی ورثہ نہیں چھوڑا تھا کوئی جاگیر نہ تھی کسی بنک میں رقم نہ تھی جو ان کی زندگی کی کفیل ہوتی، مصیبت میں کام آتی غمزدہ بیوہ کے پاس بڑھاپے کا سہارا کیشو تھا، جسے دیکھ کر ڈھارس بندھ جاتی، غم غلط ہو جاتا وہ صبح اُسے اسکول پہنچانے جاتی دوپہر کو لینے جاتی بچوں کے جمگھٹے میں اسکی نظریں کیشو کو تلاش کرتیں اسکی انگلی پکڑ لیتی، سہمی ہوئی ساتھ ساتھ آتی، سڑک کے چاروں طرف دیکھتی کہ کہیں کوئی موٹر تو نہیں آ رہی کوئی تانگہ تو نہیں آ رہا میرا بچہ کہیں جھپٹ میں نہ آ جائے، دل کا ٹکڑا کسی کے قدموں سے کچلا نہ جائے کیشو کہتا، ماں! اب میں بڑا ہو گیا ہوں تم میرے ساتھ نہ آیا کرو کوئی دودھ پیتا بچہ تو ہوں نہیں جو راستہ بھول جاؤں گا مگر ماں کا دل دھڑکتا وہ کیشو کو اب بھی کلیجہ سے لگا کر پیار کرتی، اس کی نظروں میں وہ دودھ پیتا بچہ ہی تھا ماں کو اطمینان نہ ہوتا تھا وہ آنکھوں سے پل بھر کے لئے اوجھل نہ ہونے دیتی، دن بھر گلیوں میں ٹٹولتی محلہ کے لڑکوں سے کہتی دیکھو میرے کیشو کو نہ مارنا اس کا باپ زندہ نہیں ہے اسے کوئی تکلیف نہ دینا، وہ اگر اوجھل ہو جاتا تو ممتا کی ماری دیوانی ہو جاتی آتے جاتے سے کہتی تم نے میرا کیشو بھی دیکھا ہے ابھی تو یہاں کھیل رہا تھا، جانے کدھر بھاگ گیا، کشن اور رادھے کے گھر میں جا کر دیکھتی، "میرا کیشو کیا یہاں ہے ؟ دو گھنٹہ سے غائب ہے ارے بتا دو کہاں بھاگ گیا ؟"

باقی اگلے صفحے پر

اِنسان

{از پروفیسر سنت پرشاد مدہوش ایم اے}

زہرابۂ ہستی کی ہر موج جو لہرائی
دیتی ہے فریب اس کو ہر چیز کی رعنائی
کچھ خاک بسر اور کچھ دیوانۂ و صحرائی
آفات کی ہر سو ہے گھنگھور گھٹا چھائی
ہر موج زمانے کی پیغامِ فنا لائی
تدبیر پریشاں ہے تقدیر ہے شرمائی
انسان سگِ دنیا ہے دنیا کا تمنائی
رہوارِ تمنا ہے گرتا ہے پھر اُٹھتا ہے

رم کرتا اِدھر آیا یہ تشنۂ تمنائی
انسان ہے سرگرداں، آوارہ و سودائی
دنیا میں تماشا ہے دنیا کا تماشائی
پُرہول تصادم میں تہذیب ہے ٹکرائی
گرداب ہلاکت میں کشتی جہاں آئی
معذور مسیحا ہیں، نالاں ہے مسیحائی
دارُوئے نجات اس کو آتی ہے، نہ راس آئی
صحرائے تناسخ ہے اور بادیہ پیمائی

مدہوش ہے شرمندہ کھوئی ہوئی عظمت پر
مسجودِ ملائک کی یہ ناصیہ فرسائی!

پچھلے صفحہ سے

کیشو چلا کر کہتا" ماں میں تو یہاں ہوں، رادھے کے ساتھ کھیل رہا ہوں تم دیوانی کیوں ہو رہی ہو" دس برس کا کیشو کیا جانے کہ اس کی لمحہ بھر کی جدائی ماں کے لئے کس قدر تکلیف دہ ہوتی ہے وہ اسکی تلاش میں دیوانی ہو جاتی ہے، ماں نے مسکرا کر دیکھا" ارے، تم یہاں ہو مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم رادھے کے گھر جا رہے ہو، کیسے شریر ہو تم، معصوم کیشو کھلکھلا کر ہنستا ماں کی مرجھائی ہوئی دل کی کلی نکھر جاتی ؛

....

ایک غریب بچہ جس کا باپ زندہ تھا، اس کے لئے اس کی تعلیم کے اخراجات ایک بار تھے محنت مزدوری سے تعلیم کا خرچ چلا رہی تھی ایک دن کیشو اسکول کی فیس کے لئے تقاضا کر رہا تھا، ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے، کیشو کو دیکھا جو خم ٹھونک کر کھڑا تھا، کیشو بیٹا دو روز سے بیمار ہوں مزدوری بھی نہیں کر سکی جو آج تمہیں فیس کے پیسے دے سکوں، لو یہ چھاجھن" اس نے چاندی کا زیور پاؤں سے اتار کر بچے کو دیا" بیٹا اسے بیچ کر فیس دے دو" کیشو کو ایسا محسوس ہوا گویا کسی نے درد و کرب کا ایک پہاڑ اسکے سر پر انڈیل دیا ہے بارہ برس کا تھا جانے اسکے جی میں کیا آئی "ماں میں اسے نہیں بیچوں گا" وہ بولا" لے لو بیٹا" ماں نے تعجب سے کہا

نہیں ماں تم اسے پہن لو، میں اب نہیں پڑھوں گا، مجھ سے تمہاری تکلیف نہیں دیکھی جاتی، میں محنت کروں گا، اپنا اور تمہارا پیٹ بھروں گا تم آج سے مزدوری نہ کرنا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب بہہ نکلا، بچہ کو روتے ہوئے دیکھ کر ماں کا کلیجہ پھٹ گیا دونوں بے اختیار رو رہے تھے ان کے آنسو پونچھنے والا وہاں کون تھا، آخر خود ہی روتے روتے خاموش ہو گئے

" بیٹا تم محنت کروگے ماں کی موجودگی میں ؟"
ماں بھرا کر بولی،

" ماں دیکھتی نہیں ہو اب میں کتنا بڑا ہوں، تم محنت کروگی مجھے شرم نہیں آئے گی لوگ کیا کہیں گے کہ جس ماں کا بچہ گلچھرے اڑا رہا ہے بڑھاپے میں اس کی ماں ایڑیاں رگڑ رہی ہے ہڈیاں گھس رہی ہے، مجھ سے نہیں دیکھا جائے گا،

دو دن متواتر سوچتا رہا، آخر اسے ایک تدبیر سوجھی، "ماں" وہ بولا۔ ماں نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا،

"ماں میں آج کستوری کے ساتھ احمد آباد جاؤں گا سنا ہے وہاں بہت سے کارخانے ہیں کچھ نہیں تو چھوٹے موٹے کاروزگار لگ ہی جائے گا،

" نہ بیٹا" ماں نے تعجب سے ناک پر انگلی رکھ کر کہا آگ لگے ان کارخانوں کو میں اپنے بچے کو آنکھوں سے دور نہیں بھیجوں گی، بلا سے بھوکی رہوں، محنت کروں، مگر تمہاری جدائی مجھ سے نہیں دیکھی جائے گی"

" ماں مجھے جانے دو آخر کستوری بھی تو جا رہا ہے اس کی بھی ماں ہے کیا اسے دکھ نہیں ہوگا ؟

" نہ بیٹا جانے دو وہ کیسی ماں ہے جو بچہ کو پردیس بھیج رہی ہے میں تو تمہاری جدائی ایک پل نہیں دیکھ سکتی"

ماں میں ضرور جاؤں گا، ماں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، بیٹا بالکل ہٹ پر اڑا ہوا تھا آخر ماں کے انکار پر بیٹے کا اصرار غالب آ گیا،

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

آج پھول دتی افسردہ نظر آ رہی تھی آج اس کا کیشو پردیس جا رہا تھا وہ کستوری سے کہہ رہی تھی، دیکھنا بیٹا ذرا اس کا خیال رکھنا بچہ ہی تو ہے میں تمہارے بھروسہ چھوڑ رہی ہوں،

" چاچی تم کچھ غم نہ کرو کیشو میرا بھائی ہے میں اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دوں گا، ماں کو کسی قدر تسلی ہو گئی مگر جانے اس کا دل کیوں ڈوبا جا رہا تھا وہ کیوں رو رہی تھی ٹوٹے ہوئے من سے بیٹے کی روانگی کا سامان کر رہی تھی ساتھ دینے کے لئے پوریاں بنا رہی تھی بیٹے کا ابھار سر پر چڑھ رہا تھا مگر وہ اس سے کہہ رہی تھی دیکھو دھنو بیٹیا آج میرا بیٹا کیشو پردیس جا رہا ہے میں آج جو چیز مانگوں مجھے بلا روک دے دو میرا کیشو کما کر لائے گا۔ میں تمہاری پائی پائی ادا کر دوں گی، کیشو خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا، وہ آج کمانے جا رہا تھا ماں کا غم ہلکا کر رہا تھا مگر اسے کیا معلوم کہ ماں کو اس کی جدائی کس قدر شاق گزر رہی ہے، احمد آباد کو ٹرین شام کے چھ بجے جاتی تھی مگر وہ سر شام ہی سے سامان باندھے کستوری کی راہ دیکھ رہا تھا۔ ماں رو رہی تھی بیٹا دلجوئی کر رہا تھا

" ماں تم کچھ غم نہ کرو بھگوان نے چاہا تو وہاں پر میں بہت خوش رہوں گا مگر ماں کو یقین نہ آتا تھا اس کا تڑپتا ہوا دل نکال کر کون سینہ کا دل ڈال دے آنکھیں کیونکر بند کرے وہ بیٹے کی روانگی پر تڑپ رہی تھی، کیشو بیٹا جاتے ہی خط لکھنا بوڑھی ماں کو بھول نہ جانا یہ صرف تمہارے سہارے جی رہی ہے ماں کی گھگی بندھ گئی کیشو سامان کی گٹھری سر پر رکھ چلتا بنا،

آج پھول دتی کی آنکھیں تب تہیں وہ دیکھتی تھی مگر آنکھوں کا نور جدائی کے تاریک غار میں پڑا ہوا تھا"

آج اس نے کچھ کھایا بھی نہیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے مغموم بیٹھی تھی سوچ رہی تھی میرا بیٹا گاڑی میں بیٹھ گیا ہوگا۔ یہ گاڑی بھی کیسی دشمن ہے جو میرے جگر کے ٹکڑے کو مجھ سے کھینچ کر لے گئی ہے وہ کستوری کی ماں کے پاس آئی

" بہن احمد آباد کتنی دور ہے ؟"
" یہی کوئی دو سو میل ہوگا"
" دو سو میل ؟ پھول دتی کا کلیجہ دھک سے رہ گیا، ہائے اتنی دور تم نے میرا بچہ بھیج دیا ہے،
بہن! گھبرانے کی بات نہیں میری طرف دیکھو میں بھی آخر ماں ہوں،

(باقی صفحہ نمبر ۱۹ پر)

مسٹر اینتھونی ایڈن سابق وزیر خارجہ
آپ موجودہ کیبنٹ میں شامل ھیں

مسٹر چرچل
وزیر اعظم برطانیہ و صدر جنگی کیبنٹ

مسٹر سی۔آر اٹیلی
موجودہ لارڈ پریوی سیل

مسٹر ایل ایس ایمرے
نئے وزیر ھند

برطانیہ کا ھوائی بیڑہ جسکے جہازوں پر فوجیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجائی جاتی ھیں
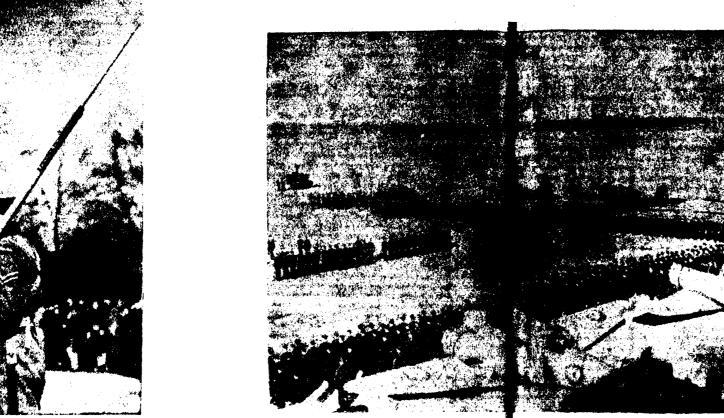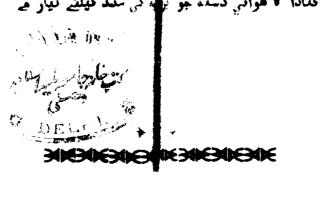
برطانیہ کے سپاھیوں کو سڑکوں پر ٹرافک کنٹرول کرنے کی تعلیم دی جا رھی ھے

کناڈا کا ھوائی دستہ جو ... کی مدد کیلئے تیار ھے

ملک معظم کے محل کے دروازے پر کناڈا کے "فرانسیسی" سپاھی پہرہ دے رھے ھیں

ملکہ وکٹوریہ کے صاحبزادے بوڑھے ڈیوک آف کناٹ کناڈا کی فوجوں کا معائنہ کرکے واپس جا رھے ھیں

انگلستان میں کناڈا کا ...ٹر سائکل والا دستہ

برطانی سپاھی کھلی جگہ پر چولہے بنا کر کھانا پکا رھا ھے

فرانس کی پیدل فوج کا ایک توپخانہ

بلجیم میں جرمن ہوائی بمباری کی تباہ کاریاں

بلجیم کی عالیشان عمارت جو کہ گولہ باری کا شکار ہو گئی

فرانس کا ایک مشین گنوں والا دستہ

ماں ــــ کا ــــ دل

صفحہ ۱۴ سے آگے

کیشو کو گئے ہوئے دو برس ہو گئے۔ پھول متی گھومتی نظروں سے گلی میں دیکھتی، دھڑکتا ہوا دل آنے جانے والوں سے کہتا۔

"کیا تم نے میرا کیشو بھی دیکھا ہے۔ مگر وہ کیا یہاں دھرا ہے، دو سو میل، ہائے رام اتنی دور، آگ لگے ایسی دھرتی کو جہاں ایک پل کے لئے بھی چین نہیں ہے، وہ ڈاکیہ سے کہتی:-

"بھائی میرے کیشو کا خط بھی لائے ہو۔ یہ اتنا بڑا تھیلا گلے میں ڈالے پھر رہے ہو، ایک پتر مجھے بھی دیدو جس میں میرے کیشو کے شدھ بدھ کی خبر ہو"

"بڑھیا پاگل تو نہیں ہو، صبر کرو ایک نہ ایک دن تمہارا خط بھی آجائے گا"

مگر اس کے دل کو کون سمجھائے۔ دو روز کے بعد ڈاکیہ نے پھول متی کو آواز دی۔

"بڑھیا لو تمہارا خط آیا ہے"

"سچ کہہ رہے ہو بھائی! میرا کیشو کیسا ہے"

اس نے کانپتے ہوئے خط کھولا، اس کے چہرے پر ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی چمکتی ہوئی آنکھیں خط کو دیکھ رہی تھیں، لکھا تھا،

ماں ــــ میں بہت اچھی طرح ہوں، اور کارخانے میں بھیا کشوری کے ساتھ کام سیکھ رہا ہوں تم کسی بات کی فکر نہ کرنا میں یہاں پر بہت خوش ہوں۔

تمہارا بیٹا
کیشو!

کیشو کا خط تھا، اس کے بیٹے کا سندیسا لے کر آیا تھا، ماں نے دھڑکتے ہوئے کلیجہ سے لگا لیا بے اختیار اسے چوم رہی تھی، اپنی ہمسائی کو دکھا رہی تھی۔

"دیکھو نا میرے کیشو نے مجھے خط بھیجا ہے، بھگوان کی دیا سے وہ ہر طرح سکھی ہے۔" وہ آج بہت ہی خوش تھی۔

کیشو کو گئے ہوئے پورے دو مہینے گذر گئے۔ ماں کو خط بھیج رہا تھا۔ ٹوٹے ہوئے من کو تسلی دے رہا تھا، مگر ماں کی بے چینی بدستور بڑھ رہی تھی اور رو رو کر نیر بہا رہی تھی، ڈیوڑھی میں سہمی ہوئی بیٹھی تھی، ڈاکیہ آیا مسکراتے ہوئے بولا۔

"بڑھیا آج کچھ بانٹو، تمہارے بیٹے نے منی آرڈر بھیجا ہے"

اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا، دس روپے کا ایک نوٹ بڑھیا کو دیا، بڑھیا کھوئی ہوئی مگر محبت بھری نظروں سے کوپن کو دیکھ رہی تھی، جہاں اس کے کیشو نے لکھا تھا۔

"ماں اب میں بیس روپے ماہوار کما رہا ہوں اب تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، تمہیں ہر مہینے دس روپے بھیج دوں گا۔ بنئے کا قرضہ بھی اتر جائے گا دن بھی اچھی طرح گذریں گے۔ ماں اب بھی تم خوش نہیں ہوگی کیا۔

تمہارا کیشو!

ماں نے ایک سرد آہ بھری، بیٹے کو لکھا:-

"بیٹا! تمہارے روپوں سے مجھے خوشی نہیں ہوسکتی! میری خوشی تم ہو، تمہیں دیکھ کر مجھے کس قدر خوشی ہوتی ہے، تمہیں اس کا اندازہ بھی نہیں ہوسکتا، ایک ماں کی سچی خوشی صرف اس کا بیٹا ہی ہے۔ جس کی جدائی میں وہ خون کے آنسو بہا رہی ہے۔ رات کی نیند اور دن کا سکھ لٹا رہی ہے، تم روپوں کے بدلے چلے آؤ، مجھے تمہارے روپوں کی خواہش نہیں، میں تو صرف تمہیں ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں، تمہیں پیار کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری اس مسکراہٹ کو دیکھنا چاہتی ہوں، جو تمہارے چہرے پر ماں کو دیکھ کر نمودار ہوتی ہے، وہ مسکراہٹ بیٹا میرے لئے دنیا جہان کی نعمتوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جب سے تمہاری ماں کا مرجھایا ہوا دل بکھر جاتا ہے، میرے آنسو تھم جاتے ہیں تمہیں گئے ہوئے دو مہینے گذر گئے ہیں کیا اب بھی ماں کے پاس نہیں آؤگے؛

تمہاری ماں

اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ خط لیٹر بکس میں ڈالا

کیشو کے دس روپے ماں کے لئے ہزاروں روپوں سے بڑھ کر تھے، وہ سوچ رہی تھی کہ میرا بیٹا ہر مہینے دس روپے بھیجے گا۔ میں ان روپوں سے کیشو کا بیاہ کردوں گی، دلہن بیاہ کر لاؤں گی کیشو کو بیاہ کی خبر دوں گی۔ وہ خوشی خوشی دوڑ کر آئے گا۔ مجھے اس گھڑی کس قدر خوشی ہوگی، میرا کیشو اس وقت دولہا بنے گا۔ میں تمام زیور بیچ کر اس کا بیاہ رچاؤں گی"

وہ خوشی سے اچھلنے لگی، گویا وہ جو کچھ سوچ رہی تھی آج ہی ظہور میں آرہا تھا۔

"میرا کیشو بہو لے کر آئے گا، بہو گھر میں قدم دھرتے ہی مجھے پرنام کرے گی۔ میں بہو کو پیار کرونگی کیشو کو آشیرباد دوں گی اور اس سے مسکرا کر یہ کہوں گی:-

"بیٹا کیشو! کیا اب بھی ماں کو چھوڑ کر چلے جاؤگے؟"

وہ دلہن کو مسکرا کر دیکھے گا۔ بہو اسے لجا کر دیکھے گی۔ گھونگھٹ نکالے جی ہی جی میں مسکرائے گی اور پتی سے کہے گی:-

"مجھے تب چھوڑ کر چلے جاؤگے"

وہ میری طرف دیکھے گا، اس کی مسکراتی ہوئی آنکھیں کہیں گی:-

"ماں تمہارے ہوتے ہوئے مجھے فکر کس بات کی ہے" میں کہونگی:-

"بیٹا تمہاری ماں تو پہلے ہی تمہاری جدائی میں سوکھ کر کانٹا بن گئی ہے اب کیا چاہتے ہو کہ تمہاری دلہن بھی روگ کی گھڑیاں گنے"

"وہ شرما جائے گا، بہو کا ننھا سا دل زور زور سے دھڑکے گا! ــــ وہ خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی، جی ہی جی میں مسکرا رہی تھی کہ کشوری کی ماں سہمی ہوئی آئی بولی:-

"بہن تم کس فکر میں ہو"

پھول وتی کے چہرے پر افسردگی چھا گئی۔

"ٹوٹے ہوئے من کو بہلا رہی ہوں" بولی:-

"آج کشوری کا خط آیا ہے، لکھا ہے، کارخانے میں مزدوروں نے ہڑتال کردی ہے، وہاں روز قیامت بپا ہے، بہتوں کے سر کھل گئے، اور کئی ماں کے لال جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں"

جیسے کوئی بھس میں چنگاری ڈال دیتا ہے پھول وتی کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

"سچ کہہ رہی ہو بہن" متعجب ہو کر بولی

"اور کیا جھوٹ کہتی ہوں؟ رام کرے ہمارے لڑکے شاد رہیں، میں نے آج کشوری کے باپ سے کہہ دیا ہے کہ اسے خط لکھ دو کہ کیشو کو لیکر فوراً گھر چلے آؤ۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

افسانہ

کالی رات!

(از جناب اندرجیت شرما چھپر ضلع میرٹھ)

چھائی کالی رات جگت میں چھائی کالی رات

(۱)

پاپ کی گھر آئیں گھٹائیں
لٹ کھسوٹ کی چلیں ہوائیں
کرودھ کی اگنی بہتی جائے
ستم کی ناگن سی لہرائے
انسان روپ میں ڈاکو پھریں لگائے گھات
جگت میں چھائی کالی رات........

(۲)

اے داتا کیا جادو پھیرا
اُکھڑ گیا سُکھ چین کا ڈیرا
گھر گھر کنگالی نے گھیرا
روگ بھوگ نے کیا بسیرا
سوکھ سوکھ کر کانٹا ہوگئے کومل سندر گات
جگت میں چھائی کالی رات........

(۳)

پھنسی بھنور میں جیون نیّا
دکھ ساگر میں کون کھویّا
بیٹا بیری دشمن بھیّا
کون پتا اور کس کی میّا
پیاری بیوی بھی تو بدھا من کی نہ پوچھے بات
جگت میں چھائی کالی رات........

(۴)

موت کے پھندے جکڑ رہے ہیں
عقل کے اندھے اکڑ رہے ہیں
محل بنے ہیں، بگڑ رہے ہیں
آس کے پودے اجڑ رہے ہیں
ننگی ننگی ٹہنی رہ دیں لٹے پھول اور پات
جگت میں چھائی کالی رات........

۵

پتیا پڑی سرسوں پر بھاری
چیخ رہے ہیں نر اور ناری
زخم دلوں پر ہوئے ہیں کاری
آنکھوں سے سوتے ہیں جاری
لٹ گیا الٹ پھیر کے پانسے جیون ہو گیا مات
جگت میں چھائی کالی رات........

پچھلے صفحہ سے آگے

ہم ایسی نوکری نہیں چلاتے"

رکمنی کی آنکھوں سے دو آنسو گر پڑے، اور پھول دتی کو ایسا محسوس ہوا گویا کسی نے دل کے ناسور میں نشتر گھونپ دیا ہے۔ روتے روتے ناجھال ہو رہی تھی، ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسے فسادکا دلخراش منظر وہ آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ اس کا کیشو تو کھلا کر ماں چلا رہا ہے۔ وہ تڑپ کر اٹھی۔ ریلوے اسٹیشن پر آئی۔ گاڑی کے چلنے کا انتظار بڑی بے صبری سے کرنے لگی، زنانہ ڈبہ میں بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔—— عورتوں سے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ تمہیں بھی ہڑتال کا علم ہے، میرا کیشو تو چھا ہے نا، کیا تمہارا بیٹا بھی وہاں رہتا ہے"

عورتیں اس کی بہکی بہکی باتوں پر تعجب کر رہی تھیں، اسے دلاسا دے رہی تھیں۔

صبح سات بجے گاڑی احمد آباد پہنچی، ایک بڑھیا مسافروں کے ساتھ اسٹیشن سے باہر نکلی، لوگوں کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی، ان سے پوچھ رہی تھی، "کیا تم نے میرے کیشو کو دیکھا ہے"

وہ شہر کے بازاروں میں ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ لوگوں سے کہہ رہی تھی۔

"کوئی مجھے گنیش مل کا پتہ بتا دے"

شہر میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ ہڑتال نے فساد کی صورت اختیار کر لی۔ اخباروں کے ہاکر گلے پھاڑ رہے تھے۔

"گنیش مل کے مزدوروں نے مل پر حملہ کر دیا۔ بلوہ ہو گیا۔ لاٹھی چل گئی"

پھول دتی حیرانی سے سب کو دیکھ رہی تھی اس کی بھٹکتی ہوئی آنکھیں لوگوں کے جمگھٹوں کا جائزہ لے رہی تھیں، آج اس کی کمزور ٹانگوں میں بلا کی تیزی تھی! وہ کیشو کو ڈھونڈ رہی تھی، سڑک کے کنارے کنارے جا رہی تھی۔ سامنے گنیش مل کی چمنی دکھائی دی۔ پھول دتی کے قدم تیزی سے اٹھنے لگے۔ سڑک پر مزدوروں کی ریل پیل تھی، ایک ہلڑ مچا ہوا تھا۔ سپاہیوں نے اسے روک لیا، مگر وہ چیختی چلاتی آگے بڑھی، طوفان کے بہتے ہوئے سیلاب میں ایک ماں اپنے بچہ کو ڈھونڈ رہی تھی، اس کی ضعیف آواز کیشو کیشو پکار رہی تھی، اس کی آنکھیں تیزی سے دوڑ رہی تھیں، باغی مزدوروں سے کہہ رہی تھیں "کیا تم نے میرے کیشو کو بھی دیکھا ہے؟ کشوری کا بیٹا ہے۔ چھوٹا سا قد ہے" مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔

"بڑھیا یہاں جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، تم کیشو کی پوچھ رہی ہو، ایک نے تیز ہو کر چلاتی سے کہا۔

"کون کیشو"؟ دوسرا بھاگتا ہوا بولا۔

ماں دیوانہ وار ہجوم میں گھسی چلی جا رہی تھی، کیشو کیشو پکار رہی تھی، بھیڑ بھاڑ بہت زیادہ تھی ایک ضعیف بڑھیا دو پاٹوں کے درمیان گھن کی طرح پس رہی تھی، پاؤں چھل گئے، ہاتھوں پر خراشیں آگئیں پیشانی سے خون بہہ رہا تھا، ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ بڑھیا ٹھوکر کھا کر پٹری پر گر پڑی، مگر کیشو کی آواز اب بھی اس کی زبان سے نکل رہی تھی۔

کشوری کیشو کا ہاتھ پکڑے ہوئے بھاگا ہوا آ رہا تھا۔ کیشو کی مدھم آواز کان میں پڑی تو دونوں ٹھٹھک کر رہ گئے۔ بڑھیا کو بغور دیکھا اور کہا:

"ماں"

کیشو ماں پر گر پڑا۔ خون میں لتھڑی ہوئی ماں جو ابھی اپنے بچہ کو دیکھنے کے لئے جی رہی تھی چیخ کر دیکھنے لگی۔

"ماں تم یہاں کیوں آگئیں"

اس نے کانپتے ہوئے کہا: "کیشو بیٹا آ گئے تم؟ بیٹا تمہیں چوٹ تو نہیں آئی——؟" وہ کیشو سے چمٹ گئی

ایک لمحہ کے بعد کیشو نے ماں کے زخمی چہرے کو دیکھا، آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، مگر ماں بے حس تھی، فضا میں اسکی صدا گونج رہی تھی۔

"بیٹا تمہیں کہیں چوٹ تو نہیں آئی"

شاعر کا دل

(از جناب یوسف آزاد)

رات آئی

اپنے جلو میں حسن اور رنگینیاں لے کر۔ بہار آئی پھولوں کے بھیس میں پری پیکر بنکر۔ غرض وسعت عالم چاروں طرف قدرت کی دلکش نیرنگیاں اپنے حسن و جمال کا مظاہرہ کرنے لگیں۔

ایک شاعر۔ بدنصیب اور حسن پرست شاعر۔ قدرت کے دلفریب جلووں کو دیکھ ہزار جان سے مفتون ہو گیا۔ تاثرات بیدار ہوئے۔ جذبات میں ہلچل پیدا ہوئی۔ امنگوں نے رہنمائی کی شاعر نے جوش محبت میں اپنے محبوب کی مدح سرائی شروع کی۔ اور تھوڑی دیر میں اپنی زبان قلم سے محبت کا گراں قدر اور انمول تحفہ پیش کر دیا۔ اپنے محبوب کی بارگاہ میں جسکی قیمت ہیرے۔ جواہرات اور دنیا کی تمام دولت سے کہیں زیادہ گراں ہے۔ آہ! شاعر کا دل۔

کیسا حسن پرست اور محبت سے لبریز دل ہے۔

داخلہ کی آخری تاریخ ۵، جولائی سنہ ۱۹۴۰ء

تیج و یکلی کراس ورڈ معمّہ نمبر (۴)

۳۲۵ روپے

RS. 325

تین سو پچیس روپے ۳۲۵

سالف انعامات ضرور حاصل کیجئے

ضروری شرائط اور ہدایات اگلے صفحہ پر دیکھئے

اشارات

(الف) داہنی طرف سے بائیں طرف پڑھیئے:-

(۱) آپ کی شجاعت کے بڑے بڑے مورخ معترف ہیں،
(۷) بقوڑا (۸) پردیس میں وطن کی یہ بہت ستاتی ہے،
(۹) کسی ملک میں اگر اسکی پہچان سے آدمیوں کے ستان اور منہ بھوکی پہچان ہونے لگے تو وہ مشکل سے شجاعت ہوگا،
(۱۰) یہ خطاب ہندوستان میں صرف چند آدمیوں کو ملتا ہے،
(۱۱) بالعموم اسکی وجہ سے بے عقلوں کے آنسو نکل آتے ہیں،
(۱۲) ہندی کا ایک حرف،
(۱۳) اس کا تعلق موسیقی سے ہے،
(۱۴) فقیروں کا لقب،
(۱۶) ایک جانور کا نام،
(۱۸) جنگ کی وجہ سے اس کا گراں ہوجانا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے،
(۲۰) یہ کھیتوں میں چلایا جاتا ہے،
(۲۱) دنیوی اس سے کسی کو نجات نہیں،
(۲۳) بعض " پڑھی عورتیں گھر کا کام کاج نہیں کرتیں،
(۲۵) " بس خط لکھنا بھلا کوئی احسان ہے
(۲۶) پنجاب کے ایک مشہور دریا کا نام (۲۸) بے پروا آدمیوں سے کثر یہ لگ جاتا ہے (۲۹) غریب بیمار، گر یہ دوا لگر سپیئے تو کیونکر پیئے (۳۰) اگر احتیاط سے استعمال کیا جائے تو عرصہ تک خراب نہیں ہوتا (۳۳) برات کی اس میں نئی روشنی کے دولہا کو بھی عورتوں کے ڈھکوسلے ماننے پڑتے ہیں
(۳۵) ولایتی اخبار سے " تیل بالعموم مفید نہیں ہوتا (۳۷) سسرال کا یہ خواب ہو زیادہ آنا جانا ٹھیک نہیں (۳۸) بہت سی لوگوں کے قتل کا باعث

(ب) اوپر سے نیچے کی طرف پڑھیئے:-

(۱) بہت سے رنگ اس کی بدولت تباہ ہوجاتے ہیں،
(۲) ایک ذائقہ دار گول پھل (۳) دادا
(۴) اس کے دیکھنے سے یا دتازہ ہوجاتی ہے:
(۵) جمناسٹک جاننے والی ایک قوم
(۶) مصرع:- دیکھو ہوا کے گھوڑے پہ ــــــ سوار ہے
(۷) اس پھل کی خوشبو سب سے علیحدہ ہوتی ہے،
(۱۱) اپنے ــــ کارا دوسروں سے کہنا اکثر فتنہ و فساد کا باعث ہوتا ہے،
(۱۴) ــــــ مزدور سے کام لیکر مزدوری نہ دینا ظلم پر ظلم ہے،
(۱۵) سینما ہال میں ـــ کی نشست کبھی کبھی تکلیف کا باعث ہوتی ہے،
(۱۶) اسکو بڑھانے کے لئے باقاعدہ دیکھ بھال کی بالعموم ضرورت ہوتی ہے
(۱۷) صاحب بہادر نے اپنے اردلی کو حکم دیا کہ وہ ــــــ بیٹھا ہے ایک منٹ کے لئے بھی نہ ہٹنے (۱۹) یو۔پی کا ایک ضلع
(۲۲) تعلیم یافتہ لوگ ہی اس سے اچھا مصرف لے سکتے ہیں،
(۲۴) جتنا اس میں گھی ڈالو اتنا ہی اسکا ذائقہ عمدہ ہوگا
(۲۵) یہ کرنا بھی نازیوں کا پیشہ ہے،
(۲۷) پپیہا سا رحمی یہ لفظ بار بار کہتا ہوا دنیا سے چل بسا
(۲۸) کورا کپڑا جب تک ـــــــ نہ جائے صاف نہیں ہوتا،
(۲۹) راتوں کو اگر یہ ہو تو نیند خراب ہوجاتی ہے، (۳۱) مشک
(۳۲) برطانیہ اپنے ــــ کی حفاظت کے لئے آخر دم تک لڑے گا
(۳۴) بھیگا
(۳۶) نیچے سے اوپر پڑھیئے تو ایک ہردلعزیز میٹھے پھل کا نام بن جائیگا،

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے:-

فارم برائے اندراج معمّہ نمبر (۴)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — ادا کردہ نقشہ نمبر

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — ادا کردہ نقشہ نمبر

(پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں) — مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیجدیجئے جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اُسے خالی چھوڑ دیں جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے، نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے!

تیج و یکلی کراس ورڈ معمّہ نمبر (۴):- میں اس انعامی معمّہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ منیجر تیج دہلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا،

پورا نام (صاف طور پر) ــــــــ پورا پتہ ــــــــ

نمبر رسید منی آرڈر — نمبر پوسٹل آرڈر — ٹکٹوں کی رقم

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے،

مندرجہ ذیل نقشوں میں آپ اپنے بھیجے ہوئے حلوں کی نقلیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں!

پہلا انعام مبلغ ڈیڑھ سو روپے ۱۵۰ دوسرے تیسرے اور چوتھے انعامات مبلغ ڈیڑھ سو روپے

سب سے زیادہ تعداد میں حل بھیجنے والوں کو دو انعامات، پہلا انعام پندرہ روپے، دوسرا انعام دس روپے،

معمّہ کے حل بھیجنے سے پہلے مندرجہ ذیل شرائط اور ہدایات غور سے پڑھیے:-

(۱) اس انعامی مقابلہ کی فیس فی نقشہ چار آنے ہے لیکن دو نقشوں کے بھیجنے والے تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں یہ تینوں حل یکساں طور پر مقابلہ میں شامل کئے جاتے ہیں ان میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا (۲) تمام حل انہیں فارموں پر بھیجے جانے چاہئیں جو تیج ویکلی میں شائع ہوتے ہیں کسی دوسرے کاغذ پر لکھ کر حل بھیجنے والوں کے نام مقابلہ میں شامل نہیں کئے جائیں گے (۳) اس انعامی مقابلہ کے جتنے نقشے آپ چاہیں مختلف اقسام کے حلوں سے بھر کر بھیج سکتے ہیں لیکن ہر نقشہ کی فیس فی نقشہ ۴ کے حساب سے دفتر میں پہنچ جانی چاہیئے (مفت نقشہ کی شرط اوپر درج کی جا چکی ہے) معمّہ کے نو نقشے اس اشاعت میں درج ہیں جن پر حل بھیجے جا سکتے ہیں جن اصحاب کو زیادہ تعداد میں نقشے درکار ہوں وہ دفتر سے تیج ویکلی کی مزید کاپیاں فی کاپی ۲ کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لیں (۴) ہر معمّہ کے تین نقشے جو ایک ساتھ شائع کئے جاتے ہیں ان کو کسی حالت میں بھی کاٹ کر ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ رہنے دیجئے جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اُسے خالی چھوڑ دیجئے نقشوں کے نیچے نمبر شمار ضرور لکھ دیجئے (۵) کل فیس داخلہ حل کے فارموں کے ساتھ آنی چاہیئے آپ فیس داخلہ بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر یا ڈاک کے ٹکٹوں کی صورت میں بھیج سکتے ہیں جو کچھ بھیجیں اس کا اندراج نقشہ میں ضرور کر دیں (۶) فارموں کو روشنائی سے نہایت صفائی کے ساتھ بھرنا چاہیئے پنسل سے بھرے ہوئے یا کٹے ہوئے یا مٹے ہوئے حروف والا معمّہ مقابلہ سے خارج کر دیا جائے گا (۷) جو نقشہ آپ بھریں اس میں کسی خانے کو خالی نہ چھوڑیں جس نقشہ میں کوئی خانہ خالی ہوگا وہ مقابلہ میں شریک نہیں کیا جائے گا (۸) فارم پر اپنا نام اور پتہ روشنائی سے بہت صاف اور خوشخط لکھیے (۹) مبلغ ڈیڑھ سو روپے کا پہلا انعام اُن صاحب کو دیا جائے گا جن کا بھیجا ہوا حل بالکل ہمارے صحیح مینی ہمارے سر بمہر حل کے مطابق ہوگا اور ڈیڑھ سو روپے کے دوسرے تیسرے اور چوتھے انعامات اُن کو دئے جائیں گے جن کے حل میں ایک غلطی یا دو غلطیاں یا تین غلطیاں ہوں گی (۱۰) اگر کوئی "بالکل صحیح" حل دفتر میں موصول نہیں ہوگا تو پہلا انعام اُس شخص کو دیا جائے گا جس کی غلطیاں سب سے کم ہوں گی اور دوسرے تیسرے اور چوتھے انعامات "رنرز-اپ" (RUNNERS-UP) یعنی پہلے انعام کے بعد والے حضرات میں کم سے کم غلطیاں بھیجنے والوں کو دیا جائے گا (۱۱) اگر ایک سے زیادہ حضرات کے حل صحیح یا تقریباً صحیح ہوں گے تو انعامات برابر حصّوں میں ان کے درمیان تقسیم کر دئے جائیں گے (۱۲) معمّہ کا صحیح حل تیج ویکلی مورخہ ۹ جولائی ۱۹۴۷ء میں شائع کر دیا جائے گا (۱۳) ہر غلط لفظ کی ایک غلطی شمار کی جائے گی اسلئے اگر ایک حرف کے غلط ہونے سے دو لفظ غلط ہو جائیں گے تو غلطیوں کی تعداد دو سمجھی جائے گی (۱۴) حل کے فارموں کے وقت پر نہ پہنچنے یا راستہ میں گم ہو جانے وغیرہ کے متعلق دفتر تیج ویکلی پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی (۱۵) جو رقمیں معمّوں کے حلوں کے ساتھ بھیجی جائیں گی وہ کسی حالت میں واپس نہ ہوں گی اور نہ کسی دوسرے معمّہ کے حساب میں داخل کی جائیں گی (۱۶) اگر رقمیں بذریعہ منی آرڈر بھیجی گئی ہیں تو منی آرڈر کی رسید اسی لفافہ کے اندر ضرور ہونی چاہیئے جس میں آپ نے حل بھیجے ہیں، اگر منی آرڈر نہیں بھیجا ہے تو اسی قیمت کا پوسٹل آرڈر یا ڈاک کے ٹکٹ لفافہ میں رکھ دیجئے (۱۷) جو حل فیس کے بغیر آئے گا وہ مقابلہ میں شریک نہیں کیا جائے گا (۱۸) انعامی مقابلہ کے سلسلے میں تمام باتوں کے متعلق مینیجر تیج ویکلی کا فیصلہ قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا، (۱۹) روزانہ تیج یا تیج ویکلی یا تیج پریس کے ملازمین کو اس انعامی مقابلہ میں شریک ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے (۲۰) معمّہ کے حلوں کے لفافہ میں حلوں کے سوا کوئی خط یا تحریر نہ رکھیں ورنہ وقت پر تعمیل نہ ہو سکے گی (۲۱) منی آرڈر کے فارم یا پوسٹل آرڈر یا حل والے لفافہ پر پتہ اس طرح لکھیے:-

مینیجر صاحب کراس ورڈ معمّہ نمبر ۱۴۱ "تیج ویکلی" دہلی

ضروری اطلاع (۱) تیج ویکلی کراس ورڈ معمّہ کے الفاظ حروف کی خاص حرکتوں کے پابند نہیں ہوتے مثلاً زبر، زیر، پیش یا جزم میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا (۲) یائے معروف اور یائے مجہول واؤ معروف اور واؤ مجہول نون غنہ یا نون اعلان میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور کتابت میں بھی دونوں طرح کی "یا" یعنی "ی" اور "ے" بلا کسی امتیاز کے لکھی جاتی ہے اسی طرح "نون" میں خواہ نقطہ ہو یا نہ ہو کوئی خاص فرق نہیں سمجھا جاتا (۳) معمّہ کے الفاظ میں الف کے اوپر مدّ کا ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہے (۴) "ہائے ہوز" یعنی چھوٹی ہ کا تلفظ اگر الگ پڑھا جاتا ہو تو اُسے ہم ایک علیحدہ حرف کی صورت میں سمجھتے ہیں مثلاً "ذائقہ" (ذ-ا-ی-ق-ہ) "نمونہ" (ن-م-و-ن-ہ) وغیرہ (۵) ہندی ترکیب "ھ" سے لکھے جانے والے مخلوط حروف مثلاً بھ-پھ-جھ-دھ-تھ وغیرہ کو ایک حرف تصور کیا جاتا ہے (۶) لف یعنی "لا" ایک ہی حرف سمجھا جاتا ہے۔ (۴۵۳۰)

یاد رکھیے کہ تیج ویکلی کراس ورڈ کے گذشتہ تیرہ (۱۳) معمّوں کے سلسلے میں چار ہزار پانچسو تیس روپے کے نقد انعامات تقسیم کئے جا چکے ہیں!

معمہ نمبر (۱۴) کے مزید چھ نقشے مندرجہ ذیل ہیں

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے

فارم برائے اندراج معمہ نمبر (۱۴)

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) (اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) (پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر ——— ادا کردہ نقشہ نمبر ——— مفت نقشہ نمبر ———

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں، جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے!

نیرنگ خیال کراس ورڈ معمہ نمبر (۱۴): میں اس انعامی معمہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ مینیجر نیرنگ خیال کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا،

پورا نام (صاف طور پر) ——— پورا پتہ ———

———

———

———

نمبر رسید منی آرڈر ——— نمبر پوسٹل آرڈر ——— ٹکٹوں کی رقم ———

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے ——— اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے

فارم برائے اندراج معمہ نمبر (۱۴)

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) (اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) (پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر ——— ادا کردہ نقشہ نمبر ——— مفت نقشہ نمبر ———

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں، جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے!

نیرنگ خیال کراس ورڈ معمہ نمبر (۱۴): میں اس انعامی معمہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ مینیجر نیرنگ خیال کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا،

پورا نام (صاف طور پر) ——— پورا پتہ ———

نمبر رسید منی آرڈر ——— نمبر پوسٹل آرڈر ——— ٹکٹوں کی رقم ———

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے ——— اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے

کیا ہندوستان محفوظ ہے؟

(صفحہ نمبر (۷) کا بقایا مضمون)

علام تحریکوں کا مرکز سمجھا جاتا تھا، اور ہندوستان کو جاپان سے ہمدردی بھی تھی، لیکن جب سے اس نے چین پر حملہ کیا ہے ہندوستان جاپان کا مخالف ہو گیا ہے اگرچہ جاپان اس وقت اپنی چینی مہم میں کلیتہً مصروف ہے تاہم وہ پوری طاقت و نگرانی کے ساتھ ہندوستان میں اپنا تجارتی مفاد قائم رکھتا ہے ایک طرف اگر یہ اچھی بات ہے کہ جاپان نے خود کو اس جنگ سے باہر رکھا ہے تاہم ہندوستانیوں کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہندوستان کسی سامراجی طاقت کے لالچ کے دائرے سے باہر ہو گیا ہے۔

بہرحال اگر کسی خطرناک اتفاق کے باعث جاپان کا ہاتھ ایک دفعہ مستحکم چین میں طاقتور اور آزاد ہو گیا تو ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہندوستان اور چین کے درمیان جو پہاڑی خطے حائل ہیں ان میں ایک جگہ پر یعنی برما کی سرحد پر چین کے صوبہ یونن کے قریب ایک راستہ موجود ہے جہاں پر ایک نئی سڑک موٹر ٹریفک کے لائق بنائی گئی ہے۔ اگرچہ ان پہاڑی سرحدوں کو عبور کرنا بہت مشکل ہے اور اس راستے سے کسی بڑے حملہ کا امکان نہیں پایا جاتا پھر بھی ہم اس خطرے کو بالکل نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

اس وقت مشرقی حصہ میں ہندوستان کی حفاظت کا انحصار صرف سنگاپور کی برطانی بحری ہوائی طاقت پر ہے۔ یہ ہندوستان کے مشرقی ساحل کے لئے تحفظ و دفاع کی پہلی لائن ہے اگر برطانیہ کا بحری اقتدار مشرق بعید میں اسی طرح قائم بھی رہے جب بھی ہندوستان کے مشرقی صوبوں اور ساحلی مقامات پر ہوائی حملہ کا خطرہ باقی رہتا ہے۔

ہندوستان کو دفاع کی ضرورت

اب یہ بات صاف ظاہر ہو گئی کہ ہندوستان کو تینوں سمت میں شمال مغرب اور مشرق میں زبردست دفاعی انتظامات کی ضرورت کیوں ہے؟ آج ہندوستان کے مغربی اور مشرقی حصوں کا تحفظ برطانیہ کی بحری طاقت پر موقوف ہے جو بحر ہند کے دو دروازوں یعنی نہر سوئز اور سنگاپور پر قابض ہے شمالی ہندوستان میں برما سے چترال تک ہندوستان کا تحفظ اس کے قدرتی "میجنو لائن" یعنی کوہ ہمالیہ کے سلسلہ پر موقوف ہے اگرچہ ایک طرف ہندوستان کے تینوں مورچوں پر تحفظ کے انتظامات دوسری حالتوں میں کافی سمجھے جا سکتے تھے تاہم موجودہ حالات میں ہندوستان ان انتظامات سے مطمئن نہیں ہو سکتا، ہمارا فرض ہے کہ اس ملک کے "مادہ امکانی" دشمنوں کی ہوائی طاقتوں پر اپنی نگاہ رکھیں، اسی احتیاط اور وقتی ضرورت کے باعث ہندوستان کے ڈیفنس محکمہ کو یہ بات سوجھی ہے کہ ہندوستان کے تحفظ و دفاع کو زیادہ مستحکم اور باثر بنانا چاہیے،

ہندوستان کی فوجی طاقت!

امن کے زمانے میں ہندوستانی فوج ڈیڑھ لاکھ سپاہیوں پر مشتمل رہتی ہے اور ان کے علاوہ ساٹھ ہزار برطانی سپاہی بھی ہندوستان میں موجود رہتے ہیں اگرچہ اس وقت ۱۹۱۴ء کے مقابلہ میں فوج کی تعلیم اور سامان بہتر ہے تاہم ہندوستان جیسے وسیع براعظم اور اس کی کثیر آبادی کی نسبت سے یہ طاقت بہت کم ہے۔

ہندوستان کا تحفظ پچھلے دنوں کمانڈر انچیف کی ایک ریڈیو تقریر کا موضوع رہا ہے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ ہندوستان کو دشمن کے حملے سے ابدی آزادانہ تحفظ باقی نہیں ہے جو بہت دنوں سے اس کا حصہ رہا ہے آپ نے اس ملک کی دفاعی طاقت میں اضافہ کرنے اور اسے زیادہ مضبوط بنانے کی ضرورت بیان کی ہے۔

جہاں ہم اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان کے تحفظ کے لئے فوری قدم اٹھایا جانا چاہیے وہاں دوسری طرف یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ صرف ایک لاکھ آدمیوں کا بھرتی کرنا ہندوستان کی موجودہ ضرورتوں کے لئے قطعاً ناکافی ہے دفاع کے دوسرے محکموں میں بھی مثلاً بحری بیڑے اور ہوائی دستے کے متعلق عوام کا مطالبہ یہ ہے کہ حکومت کی تجویز سے کہیں زیادہ مقدار میں ان محکموں کو بڑھانے اور ترقی دینے کی ضرورت ہے،

مضبوط ہوائی بیڑے کی ضرورت!

مسٹر آرتھر مور ایڈیٹر "اسٹیٹسمین" نے اپنے اخبار میں "ہندوستان کو بیدار ہونا چاہیے" کے عنوان سے مضامین کا ایک سلسلہ شائع کیا ہے جس میں انہوں نے ہندوستان کے لئے ایک بڑے اور منظم ہوائی بیڑے کی ضرورت پر زور دیا ہے خود جدید جنگ نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ اپنی ہوائی طاقت سے غافل رہ کر آج کوئی ملک محفوظ نہیں ہو سکتا اس لئے ہندوستان کی سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہوائی بیڑہ خوب مضبوط بنایا جائے اور اسی انتہا میں بلا تاخیر دفاع کے تمام شعبے طاقتور اور مستحکم بنا دیئے جائیں

نیشنل انشورنس کمپنی لمیٹڈ کلکتہ کی کامیابی

ہمیں نیشنل انشورنس کمپنی لمیٹڈ کلکتہ کی سالانہ رپورٹ مختتمہ سال ۱۹۳۹ء اور چیئرمین بورڈ آف ڈائرکٹرز کی تقریر کی نقل موصول ہوئی ہے۔ رپورٹ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی اس سال بھی باوجود جنگی فضا کے قابل تعریف بزنس کیا ہے۔ کمپنی کا نیا بزنس ۱۷۸۸۱۳۶۸/- روپیہ جو ۱۹۳۸ء کی نسبت بقدر ۲ فیصدی کم ہے۔ سال زیر ریویو کے شروع میں کمپنی کا لائف فنڈ ۳۰۶ لاکھ روپیہ تھا اور آخر میں ۳۲۹ روپیہ ہو گیا۔ یعنی لائف فنڈ میں ۲۳ لاکھ روپیہ کا اضافہ۔ انتظام کے خراجات کا تناسب بھی ۲۹٫۴ سے گر کر ۲۸٫۸ ہو گیا۔ مطالبات کی ادائیگی کی رقوم کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کے مضبوط اور مستحکم ہونے کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ زندگیوں کا بیمہ بڑے غور و خوض سے کیا جاتا ہے۔ کمپنی نے سال زیر بحث میں اموات کی وجہ سے ۱۶٫۰۸ لاکھ روپیہ اور بوجہ میعادی پالیسیوں کی میعاد ختم ہونے کے ۹٫۳۷ لاکھ روپیہ ادا کیا یعنی تناسب ۶۳ اور ۳۷ فیصدی رہا۔

اس سال کمپنی کو ۵۶ لاکھ روپیہ پریمیم کی آمدنی ہوئی۔ شرح سود بھی ۱۹۳۸ء کی نسبت ۴٫۱۶ فیصدی سے ۴٫۳۶ فیصدی وصول ہوئی۔

نیشنل کی چند خوبیوں میں روپیہ کا محفوظ جگہ لگانا۔ مطالبات کی جلد ادائیگی کرنا۔ اور اعلیٰ انتظام وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہندوستان کی یہ مشہور بیمہ کمپنی اپنے پالیسی ہولڈرز کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہو گی اور پبلک اس کی خدمات سے پورا پورا فائدہ اٹھائے گی۔

گاؤں کی طرف

از جناب پیارے لال گپتا

آجکل ہر گلی کوچہ میں شہر ہو یا قصبہ گھر ہو یا دکان دفتر ہو یا ہوٹل، موٹر لاری ہو یا ریل گاڑی مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی زبان پر گاؤں سدھار کا چرچا ہے، اخبارات میں کالم کے کالم اور صفحات کے صفحات ہر روز گاؤں سدھار کی نئی نئی اسکیموں سے سجے نظر آتے ہیں جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ ہر ایک آدمی اپنے گاؤں سدھار میں ماہر سمجھتا ہے۔ خواہ اس نے گاؤں کبھی دیکھا بھی نہ ہو، خواہ گاؤں کی مشکلات سے انہیں پوری واقفیت بھی نہ ہو مگر اپنی رائے اور اسکیم کے سامنے ایسے شخص کسی کی چلنے نہیں دیتے۔

کوئی کہتا ہے کہ اگر گاؤں کے راستے درست ہو جائیں تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے، کسی کا خیال ہے کہ گھر گھر تعلیم پہنچ جائے تو کسی کی اصلاح کی ضرورت ہی نہیں۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ گاؤں گاؤں میں چرگاہیں چھوڑ دی جائیں تو بہت حد تک سوال حل ہو جائے گا۔ بیشتر کی رائے ہے کہ مالی خوشحالی کے بغیر کوئی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔ کچھ کی رائے ہے کہ اسپتال اور کتب خانوں پر زور دیا جائے۔ کچھ کی رائے ہے کہ گھریلو دستکاریوں اور گھر گھر چرخہ جاری کر دینے ہی میں دیہات کی اصلاح ہے۔ اکثر کے خیال میں ریڈیو اور اخبار ہی گاؤں سدھار کا کام پھیلا سکتے ہیں۔ اگر کوئی گاؤں والوں پر سنجیدگی سے ایک نگاہ ڈالے تو پتھر کا سا دل بھی پگھل اٹھے گا۔

جن لوگوں نے دیہاتوں کو جا کر دیکھا ہے وہ بتا سکتے ہیں کہ گاؤں والا کیا ہے؟

وہ ہڈیوں کا ایک پنجر ہے۔ دھوپ کی تیزی سے کام کرتے کرتے اس کا رنگ سیاہ پڑ گیا ہے اور بھوک کی مار سہتے سہتے اس کے گال پچک گئے ہیں۔ آنکھیں اندر دھنس گئی ہیں، جہالت کی تاریکی میں وہ بالکل غافل ہو گئے ہیں، ان کے پاس پیٹ بھرنے کو روٹی اور تن ڈھانکنے کو کپڑا نہیں ہے سر پہ ٹوپی نہیں ہے اور پیروں میں جوتا نادارد ہے، اپنی ضروریات کی کچھ چیزیں بھی غریب دیہاتی کے پاس نہیں ہیں۔ تھوڑی سی جگہ اسی میں چولہا چکی، اور وہیں پر کھانا پکانا وہیں پر سونے کے لئے چارپائی ہے تو وہیں ایک طرف بیچاروں کے مویشی بندھے رہتے ہیں۔ کچی مٹی کی دیوار پر گھاس پھونس کی چھتیں ہیں جو بارش بند ہونے کے بعد گھنٹوں ٹپکتی رہتی ہیں، سردیوں کے زمانے میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ غریب گاؤں والے دن میں پھونس پتی جمع کر لیتے ہیں اور رات میں اسی کو جلا کر رات بھر آگ کے پاس بیٹھے بیٹھے گزار دیتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس اوڑھنے بچھانے کو کپڑا ہوا بھی تو پورا کنبہ ایک رضائی میں منہ دبائے پڑا رہتا ہے۔

بہت سے مقامات پر دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ بھوک مٹانے کے لئے پانی میں صرف آٹا گھول کر پی لیتے ہیں، تو کچھ لوگ سڑکوں پر مہوے چنتے دیکھے گئے ہیں جو سال بھر اسی کی روٹی بنا کر کھاتے ہیں یہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ مویشیوں کے گوبر میں جو اناج کہ پوری طرح ہضم نہ ہونے کے باعث دانے نکل آتے ہیں انہیں بھی دھو کر کام میں لے آتے ہیں۔

یہ ہے ہمارے غریب دیہاتی بھائیوں کی حالت اگر کسی کے یہاں ایک وقت روٹی پک گئی تو دوسرے وقت چولہا ٹھنڈا رہے گا۔ بعض بعض گھروں میں گن گن کر حصہ وار روٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ اور ان کے بچے گر بھوکے پیٹ ہی سو جاتے ہیں۔

ان کے گاؤں جہنم کا ایک حصہ بنے ہوئے ہیں آئے دن قحط، وبا، آندھی، طوفان اور پالا، آگ، پانی ڈنڈی وغیرہ برابر اپنا دورہ کیا کرتی ہیں کچے اور اندھیرے گھروں میں چراغ تک میسر نہیں آتا۔ کہیں کہیں پینے کے لئے پانی بھی میلوں دور سے لانا پڑتا ہے۔ اگر کسی گاؤں میں ایک آدھ کنواں ہوا بھی تو اس میں گھاس پتیاں اُگی ہوتی ہیں اور عموماً پانی کے نام پر کیچڑ ہی ملتی ہے۔

تنگ گلیوں میں سب طرف ٹوٹے پھوٹے اور کچے اندھیرے مکانات جن میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جمع ہونے سے ہوا گندی رہتی ہے اور برسات میں تو گاؤں تک پہنچنا ہی ایک مشکل مسئلہ ہو جاتا ہے چاروں طرف بڑے بڑے جوہڑ اور تالاب جن کا سڑتا ہوا پانی متعفن گھروں کی کچی دیواروں سے ہمیشہ ٹکر مارا کرتا ہے، انھیں تالابوں کا پانی غریب دیہات والے اپنے اور اپنے مویشیوں کے لئے نہانے دھونے کے کام میں لاتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ اسی کو پینے کے کام میں بھی لاتے ہیں۔ پھر وہاں بیماری کیوں نہ اپنے قدم جمائے۔ جب کبھی کوئی پھیلنے والی بیماری آتی ہے تو گھر کے گھر تباہ ہو جاتے ہیں۔ جب کبھی سیلاب آتا ہے تو گاؤں کے گاؤں بہ جاتے ہیں، اور آگ لگ گئی تو دیکھتے ہی دیکھتے گھر کے گھر جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔

آپ گاؤں کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالیں گے آپ کو تاریکی ہی نظر آئے گی۔ اگر آپ گاؤں والوں کی مالی حالت پر ایک نظر ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ جو کسان دنیا کو کھانے پینے کی نعمتیں دیتا ہے وہ خود بھوکوں مرتا ہے۔ جو سب کو دودھ، دہی، گھی، مکھن کا بندوبست کرتا ہے وہ خود اپنے بچوں کے لئے مٹھا بھی مہیا نہیں کر سکتا جو اوروں کے لئے روئی اور کپاس مہیا کرتا ہے وہ بذات خود ننگا رہتا ہے۔ جس کی گاڑھی کمائی میں ہر ایک کا حصہ ہے جو دن رات لو چلے یا آندھی آئے، اولا پڑے یا پالا اندھیرا ہو یا بجلی کڑکتی ہو برابر کام میں مصروف رہتا ہے وہ بری طرح قرض میں مبتلا ہے۔ اسے کسی طرح بھی چین نہیں ہے۔ اسے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسروں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے پیسے پیسے کے لئے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے۔ گاؤں میں شاذ ہی کوئی ایسا آدمی ملے جس کے پاس اپنی جمع پونجی ہو اور قرض کے بوجھ سے دبا ہوا نہ ہو۔ یہ ہے گاؤں کی مالی حالت

دیہات والوں کی تندرستی دیکھئے تو وہ ناقابل اطمینان ہے۔ تعلیم دیکھئے تو اس میں مایوسی ہی مایوسی نظر آئے گی اور سماجی رسم و رواج پر نظر ڈالئے تو وہ بھی برائیوں سے پُر نظر آئیں گی۔

دراصل گاؤں کی ہر چیز میں مایوسی کے نشان دیکھئے گا۔ خواہ ان کے کھیت ہوں یا مویشی، مالی حالت ہو یا تعلیم و تندرستی، رہن سہن کا طریقہ ہو یا رسم و رواج۔ گاؤں کی حالت ٹھیک ویسی ہی ہے جیسی ایک تپ دق کے مریض کی اور جس کو دیا بطور ... کئی بیماریاں لگ گئی ہوں۔ ڈاکٹر سر دیکھتا ہے تو پھٹا ہوا جس میں کیڑے پڑنے لگے ہوں۔ آنکھیں دیکھی جائیں تو روشنی قریب قریب ختم کان پر دیکھا جائے تو قوت سماعت زائل، ناک سڑی ہوئی۔ دانتوں میں کیڑے لگے ہوئے۔ دل میں دھڑکن کی شکایت، ہاضمہ مستقل طور پر خراب، خون نہ بننا۔ اور ہاتھ پیروں میں گٹھیا ہو گیا ہو۔

یہ ہے حال ہمارے دیہاتوں کا۔ طبیبوں کی کثرت ہے کوئی سر کا علاج ضروری سمجھتا ہے تو کوئی پہلے آنکھ پر زور دیتا ہے۔ کسی کے خیال میں ہاضمہ کا علاج مقدم ہے تو کسی کی رائے میں خون بننے کی دوا زیادہ بہتر ہے۔ مگر ایسا مریض جس کے دل کی حرکت تھوڑی ہی دیر میں بند ہونے والی ہو۔ اس کے لئے ایک ہوشیار ڈاکٹر سب سے پہلے سوئی کے ذریعہ دوا پہنچاتا ہے۔

(باقی آئندہ صفحہ پر)

جوانی

(از جناب سید مخدوم علی شیدا دہلوی)

جوانی ہے شوخی ہے پرکاریاں ہیں | نگاہوں میں مستی ہے سرشاریاں ہیں
بڑی آبرو ہے محبت میں یارب | محبت میں یارب بڑی خواریاں ہیں
نہ رہبر نہ منزل نہ ہمراہ کوئی | میری راہ میں کتنی دشواریاں ہیں
یہ نیرنگ عالم کے لاکھوں تماشے | فقط ایک جلوے کی گلکاریاں ہیں
کہیں موت کی شکلیں آ رہی ہیں | کہیں زندگانی کی دشواریاں ہیں
کہیں کاروانِ چمن آ رہا ہے | کہیں گل کے چلنے کی تیاریاں ہیں
کہیں حسن کی دولتیں بک رہی ہیں | کہیں عاشقی کی خریداریاں ہیں
خداوندیاں ہیں کہیں وحشتوں کی | کہیں عقل کی گرم بازاریاں ہیں
کہیں طاقتیں اور پندار ہستی | کہیں بیکسی اور لاچاریاں ہیں

غرض زندگی اک تماشہ ہے شیدا
جہاں حسنِ فطرت کی گلکاریاں ہیں

پچھلے صفحے سے

اور دل میں طاقت پیدا کرنے والا انجکشن ہی ایسے وقت میں مفید ہوتا ہے۔ ہمارے دیہاتوں کے لئے بھی اس وقت ایسے ہی انجکشن کی ضرورت ہے کہ گاؤں کے دل کی حرکت بند ہو رہی ہے۔ ہمارے مریض گاؤں کے لئے اس وقت ایسا صرف ایک انجکشن ہے اور وہ ہے گاؤں والوں کی ذہنیت تبدیل کرنا۔ اگر گاؤں والے بھائیوں کی ذہنیت بدل جائے تو آسانی سے تمام بیماریاں دور ہو سکتی اور گاؤں کا بیمار اچھا ہو سکتا ہے۔

اگر گاؤں والے جو اپنے کو بھولے ہوئے ہیں جو اپنی طاقت اور اپنے حقوق کو نہیں پہچانتے ہیں، اچھے اور برے، صحیح اور غلط کی تمیز نہیں ہے، سمجھنے لگیں کہ وہ کیا تھے؟ کیا ہیں اور انہیں کیا ہونا چاہئے؟ تو بڑی آسانی سے سوال حل ہو سکتا ہے۔ مصیبتیں سہتے سہتے اور مشکلوں کا مقابلہ کرتے کرتے غریب گاؤں والوں کی ذہنیت ایک بیل جیسی ہے۔ جس کے ساتھ ہر روز وہ رہتا ہے۔ ابھی حال ہی کا ذکر ہے کہ کچھ دیہاتوں میں پھلدار درخت تقسیم کرنے کی تجویز حکومت کی طرف سے منظور ہوئی گاؤں والے بھائیوں کو درخت لگانے کے فائدے سمجھائے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ اپنے گھروں درکھیتوں میں، راستے کے کنارے پر ایسے درخت لگائیں حکومت نے گاؤں والے بھائیوں کو کوڑیوں کے بھاؤ ایسے درخت دلوائے لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے لینے سے صاف انکار کر دیا۔ دوسروں نے درخت لگانے کی جگہ پر گڑھے کھدوانا تو منظور کر لیا لیکن جب درخت لگانے کا وقت آیا تو ان تھالوں کو بند کروا دیا۔

کچھ گاؤں والوں نے درخت لگوائے مگر ایک ماہ بعد جب دیکھا گیا کہ پودے ٹھیک طرح نشو و نما پا رہے ہیں یا نہیں تو پتہ چلا کہ جنھوں نے درخت لگوا لئے تھے انھوں نے بھی اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک دیئے۔

یہ پوچھے جانے پر کہ ایسا کیوں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کسی نے گاؤں والوں سے کہہ دیا کہ سرکار نے اس لئے پیڑ لگوائے ہیں کہ جس گھر میں سرکاری درخت ہوگا اس پر سرکار کا حق ہو جائے گا اور سرکار پیڑ والے گھر پر جب چاہے گی قبضہ کر لے گی۔ ایسی ہے ہمارے بھائیوں کی ذہنیت، اگر ان کی بھلائی کے لئے بھی کوئی کام کیا جاتا ہے تو وہ یہ تک نہیں سوچتے کہ یہ کام ان کے لئے مفید ہوگا یا مضر ہوگا۔

مجھے ایک گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا جسے سرکار کی طرف سے کنوئیں کی مرمت کرنے کے لئے کچھ روپیہ دیا گیا تھا اور گاؤں والوں نے درخواست کی تھی کہ محنت مزدوری کا کام وہ خود کر لیں گے۔ اپنے ہاتھ پیر کا کام تو وہ بچارے کیا کرتے سرکاری روپے سے جتنا کام بنتا تھا وہ بھی برباد کرنا شروع کر دیا۔ گاؤں میں دو پارٹیاں بن گئیں۔ ایک پارٹی کہتی ہے کہ کنوئیں کی مرمت ہونی ضروری ہے اور دوسری کہتی تھی کہ چاہے خون بہہ جائے ہم مرمت نہ ہونے دیں گے۔ اس بات پر لاٹھیاں چل گئیں اور دونوں پارٹیاں مقدمے بازی پر آمادہ ہو گئیں۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک گاؤں میں کچھ دیہاتی محکموں کے ملازم اس خیال سے گئے کہ دیکھیں اس گاؤں میں ترقی دادہ کھیتی کرنے کی کیسی سہولتیں ہیں اور ان کی کھیتی میں کس طرح ترقی ہو سکتی ہے جس سے انھیں کافی پیسے مل سکیں۔ گاؤں والوں سے پوچھا گیا کہ تم ترقی دادہ بیج لینا چاہتے ہو یا نہیں اور میل بندی کیوں نہیں کرا لیتے تو تمام گاؤں والے لاٹھی لے کر آ گئے اور ان بیچاروں کو جان بچا کر بھاگنا پڑا۔

ایسی ہے بچارے بھولے بھالے گاؤں والے بھائیوں کی سمجھ اور اسی ذہنیت کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اگر گاؤں والے بھائیوں کی عقل ٹھیک کام کرنے لگے اور ان کی ذہنیت تبدیل ہو جائے تو ہر قسم کا سدھار بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف شہروں میں دیکھئے تو ایک دوسری ہی چہل پہل ہے پختہ سڑکیں، بجلی کی روشنی، باغ باغیچے، ہرے بھرے گھاس کے میدان اور پھلواریاں، اونچی اونچی عمارتیں بڑے بڑے بازار اور منڈیاں، دفتر، کچہری، ہوٹل، اسکول، کالج اور اسپتال سب ہی چیزیں موجود ہیں، ایک نوٹ پھینکتے ہی طرح طرح کی مٹھائیاں، پھل، سبزی، اور میوے سب مل سکتے ہیں۔

گاؤں والے غریب بھائیوں کو بھی اکثر شہروں میں آنا ہی پڑتا ہے۔ گاؤں والوں کی ضرورت بغیر شہر آئے پوری ہو ہی نہیں سکتی اگر انھیں اپنی پیداوار بیچنی ہوتی ہے تو انھیں منڈی میں آنا ہوتا ہے اگر انھیں عدالت کی حاضری دینی ہوتی ہے تو انھیں شہر آنا پڑتا ہے اور شہر والے بھائیوں سے انھیں ملتی ہیں گالیاں، اور گاؤں والا اپنے دل میں ایک ٹھیس اور ارمان لئے ہوئے لوٹتا ہے۔

کیا اونچے محلوں میں رہنے والے شہری بھائیوں نے کبھی غور کیا کہ ان کی روزمرہ کی تمام ضروریات کی چیزوں کا پیدا کرنے والا کون ہے۔ کیا انھیں کبھی یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ کس غریب کے پیسے سے آجکل شہر میں بڑے بڑے دفتر، کچہری، عمدہ سڑکیں، اسکول، کالج وغیرہ چل رہے ہیں، اور جو ہماری ضروریات کی چیزوں کو پیدا کرتا ہے اس کے متعلق ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟

مزاحیہ

یوں تو ہمارا ان کا جھگڑا قریب قریب ہر بات پر ہوا کرتا ہے اور کیوں نہ ہو جب ہمارے انکے رنگ روپ۔ شکل و صورت۔ مزاج و طبیعت میں زمین آسمان کا فرق ہے مثلاً میں سگریٹ پیتا ہوں انھیں اس کی بو سے نفرت ہے۔ میں پان نہیں کھاتا ان کے ہونٹ بطخ کی چونچ کی طرح ہمیشہ سرخ رہتے ہیں۔ سینما تھیٹر پسند ہے اور اسے دیکھتے ہی منھ پچکا لیتی ہیں۔ مجھے کہانی اور کلا سے پریم ہے۔ وہ ان چیزوں کو بیکار کا مشغلہ تصور کرتی ہیں اچھی منتصر اگر انہیں پڑھا ہوا ہو تو خیر مگر سے گرمی میں جب اڑا لگتا ہے اور انھیں جاڑے میں گرمی۔ لیکن اگر اتفاق سے ہمارے یہاں کوئی مہمان آگیا تو کچھ نہ پوچھئے اس دن تو سہراب اور رستم یا ارجن اور کرن کا مقابلہ سمجھئے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہماری ان کی لڑائی مسلم لیگ اور کانگریس کی لڑائی ہے۔ نہ میں پاکستان بنانا چاہتا ہوں نہ وہ ہندو راج قائم کرنا چاہتی ہیں سچی بات تو یہ ہے کہ یہی شکر رنجی گھریلو زندگی کی جان ہے۔ ہم اپنے جھگڑوں کے لئے کوئی کمیشن بھی نہیں بٹھانا چاہتے ہمارے جھگڑے اکثر آپ ہی آپ طے ہو جاتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ کسی بات کا تنگڑ ہوا بھی جہاں میری ننھی بچی نے منھ پھیلا پھیلا کر رونا شروع کیا بس جھٹ پٹ وہ اسے دوڑ کر گود میں اٹھا لیتی ہیں اور کچھ عجب انداز سے منھ بنا بنا کر کہتی ہیں:-

"تیری وجہ سے تو میری ایک نہیں چلنے پاتی۔ اس پر جہاں اس نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"ہاں تم بابو جی سے جھگڑا کرتی ہو۔ تمہارا کان کاٹ لیں گے۔ بس اس پر ہم ہنسنے لگتے ہیں اور بات آئی گئی ہوتی ہے۔

ہم آپ کو ایک دن کا قصہ سنائیں اور آپ سے انصاف طلب کریں کہ قصور کس کا ہے۔ ہاں تو ہم اسی دن تنخواہ لائے تھے، اس دفعہ ہم نے ہر طرح کی مورچہ بندی کر لی تھی اور سوچ لیا تھا کہ لڑائی نہ کروں گا نہ کروں گا۔ ہم نے کوٹ پتلون اتار کے ہاتھوں میں دیکر نوٹوں کا بنڈل ان کی طرف پھینکا اسی وقت وہ چارپائی پر بیٹھی پان بنا رہی تھیں رومالی دیکھتے ہی بولیں "نوٹ ہی نوٹ لائے ہو گے میں نے کہا۔ نہیں روپے بھی لایا ہوں۔ کوٹ کی جیب میں ہیں۔ روپے اور نوٹ دونوں سنبھال کر رکھ لیں۔ کچھ پیسے بھی لے آئے ہوتے۔ میں نے کہا دو روپے کے پیسے بھی لیتا آیا ہوں۔ ظاہر کوئی بات نہ تھی میں نے سمجھا چلئے خیریت ہوئی۔ لیکن تنخواہ کے روز خیریت کہاں۔ آپنے فرمایا۔

"اچھا ذرا سستا لو تو حساب کر ڈالو"

میں نے کہا "میں کیا جانوں حساب وساب۔ تم خرچ کرتی ہو تم جانو حساب۔"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن گرانی کا زمانہ ہے تمہارے یہاں کی مہمانداری میرے بس کی بات نہیں جیس روپے اس کے الگ لاؤ تب تو کام چلے گا۔ ورنہ"

میں نے کہا "اچھا بجائے ۵۰ کے ۳۰ ہی لو گی اسے جیبنا اب بولو۔

بولیں "بیا جاؤ موج کرو۔ کسی کب دب (شاعر وغیرہ) کو لکھ دو آئے مفت کا مال اڑائے۔"

اب آپ ہی انصاف کیجئے۔ کوئی چلتے بیل کی سینگ پکڑے تو بیل بیچارا کب تک چپ۔ منشی چیمبرلین آخر منشی ہٹلر پرشاد کے نخروں کو کب تک برداشت کرتے میرے دماغ پر بھی گرمی چڑھ گئی۔ میں نے کہا آخر تمہیں کیوں برا معلوم ہوتا ہے۔

"برا کیوں نہ معلوم ہو سبھی مفت میں چوہا کان ہونا چاہتا ہے۔"

میں نے سگریٹ کی ایک کش ان کی طرف

غزل!

(ازجناب ڈگمبر پرشاد گوہر جوہری)

آنکھوں میں حسنِ دوست کا حاصل لئے ہوئے
ستو اطورِ جلوہ گہہ ہیں مرا دل لئے ہوئے

رنج و غم و ہراس کی محفل لئے ہوئے
جاتے ہیں اپنی زیست کا حاصل لئے ہوئے

آنکھوں میں طفلِ اشک چھپائے ہوئے بہم
بیٹھا ہوں پردہ داریٔ محمل لئے ہوئے

اس مشتِ خاک کی کوئی دیکھے تو عظمتیں
سارے جہاں کا درد ہے یہ دل لئے ہوئے

گر یہی زندگی ہے تو تف اس حیات پر
ہر ہر نفس ہے نت نئی مشکل لئے ہوئے

اک دن یہ سوزِ عشق جلادیگا تن بدن
پھرتا ہوں اپنے ساتھ یہ قاتل لئے ہوئے

شاعر کے دم قدم سے ہے بزمِ سخن کا رنگ
گوہر ہے آج اجڑی سی محفل لئے ہوئے

شانتی کے موسا

(ازجناب تارا شنکر ناشاد ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی بستی)

چھوڑتے ہوئے کہا "تم کچھ نہ کیا کرو۔ میں سب انتظام باہر کرا دیا کروں گا۔"

"اچھا ذرا سگریٹ کا دھواں ادھر چھوڑیئے۔ میرا دماغ خراب ہو رہا ہے۔ تمہیں اس کی بو بھی نہیں آتی۔"

اور جب تم دھوپ جلا کر دھواں کرتی ہو تب تو میں کچھ نہیں کہتا۔"

"لڑائی کرنا چاہتے ہو کیا؟"

یکایک نوکر نے آکر کہا۔ "سرکار ایک صاحب لکھنؤ سے آئے ہیں۔"

"کون صاحب ہیں؟"

"ارے وہی جو پہلے آئے تھے۔"

"آخر ان کا کچھ نام بھی ہے۔"

"سرکار لکھنؤ سے آئے ہیں"

"جایئے جایئے کوئی شاعر صاحب ہونگے۔ جایئے باہر انتظام کیجئے۔"

میں باہر چلا آیا۔ دیکھا میرے دوست ورما صاحب تانگے والے سے جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے تانگے والے کو ڈانٹ ڈپٹ کر رخصت کیا تو ورما جی نے کہا۔

"کہو گھر میں سب خیریت ہے۔ میں نے کہا جی ہاں خیریت ہے۔"

"بچی تو اچھی ہے"

"جی ہاں بچی تو اچھی ہے لیکن انکو بخار چڑھا ہے۔"

"کب سے"

"کوئی آدھ گھنٹے سے۔"

"بھی اس مرتبہ بھی آیا تھا تب بھی یہی حال تھا اس کا علاج کیجئے"

"علاج ہو جائے گا۔ آپ اپنا حال کہیئے۔ کیسے تشریف لائے۔"

کچھ نہیں یوں ہی آپ سے ملنے چلا آیا۔ گورکھپور ایک ضروری کام سے جا رہا تھا۔ سوچا آپ سے بھی مل لوں۔"

"بڑی مہربانی کی، اچھا ہاتھ منھ دھو ڈالئے ناشتہ کا کچھ انتظام کروں؟ آجکل آپ دوا کھا رہے ہوں گے؟

"ہاں بھائی تمہارے ناشتے میں مرچیں ہی مرچیں ہونگی۔ میرے لئے تو کوئی چیز دودھ کی بنوایئے"

"کوئی چیز دودھ کی ان کے سوائے اور کون بنا سکتا تھا۔ اب فکر یہ ہوئی کہ کیا کیا جائے۔ نوکر اندر گیا اور نہایت خوشامدانہ لہجہ میں بولا

"سنتی ہو جی؟"

"کہو نا"

"ارے وہ آئے ہیں"

"آئے ہوں گے"

"ارے وہ شانتی کے موسا" (خالو)

"ہاں ہاں شانتی کے۔ بیاہ نی کھوج میں نکلے ہوں گے۔ (نوکر سے) پوچھ تو شانتی کی ماں بیمار تھیں۔ اب کیا حال ہے؟"

میں جب تک باہر جاؤں نوکر نے آکر کہا — وہ کچھ بول ہی نہیں رہے ہیں۔ جانے کیا لکھ رہے ہیں"

میں نے کہا "تم دودھ کی کوئی اچھی چیز ان کے لئے تیار کرو۔ میں ابھی حال چال پوچھ کر ابھی بتاتا ہوں۔"

"جا ذرا چمن بازار سے دودھ تول آؤ عمدہ دودھ لانا"

میں اپنی حجت پر دل ہی دل میں ہنستا ہوا باہر چلا آیا۔ ورما صاحب منھ ہاتھ دھونے لگے میں نے کھینچ تان کر باتوں ہی باتوں میں کرسی نامہ جو ملایا تو وہ شانتی کے موسا کسی طرح نہ بن سکے پھر بھی میں نے اندر یہ خبر پہنچا دی کہ سب خیریت ہے۔ اس طرف کھانے کی کھیر تیار ہو گئی، ورما صاحب کھاتے جاتے تھے اور بھابی صاحبہ کی تعریف کرتے جاتے تھے۔ میں نے کہا۔

"ذرا اندر زور سے کہو اندر بھی آواز پہنچے" میرا اتنا کہنا تھا کہ شامت کے مارے آپ لگے قصیدہ پڑھنے۔ میں دل ہی دل میں مارے ہنسی کے لوٹا جاتا تھا اور سوچتا تھا کہ منتر پڑھ رہا ہو گا۔ آخر اندر گیا تو بولیں۔

"کیوں جی؟ یہ تو کوئی شاعر معلوم ہوتے ہیں

(باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحہ سے

شانتی کے موسا شاعر کب سے ہوگئے، میں نے کہا کیوں شاعر ہونا کوئی پاپ ہے۔ بولیں۔

" پاپ، مہاپاپ، شاعر کو نرک کے سوا اور کہیں جگہ نہیں مل سکتی اگر میں جانتی کہ یہ بھی شاعر ہیں تو کبیر کی جگہ سنامسیب گھوں کر بھیجدیتی"

میں بحث کے لئے تیار نہ تھا، کیونکہ بنا بنایا کھیل بگاڑنا نہ تھا۔ شام کو ہم سینما گئے۔ جانا تو نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ کوئی عمدہ کھیل نہ تھا۔ لیکن ہم نے سوچا کہ اگر گھر پر رہے تو شعر ہی کا شغل رہیگا۔ آپ بھرتے رہیں گے اور گھر والی کو غبار چڑھ جائے گا۔ اس لئے دو گھنٹے کے لئے باہر ہی چلے جانا اچھا ہوگا۔ صبح تو انھیں جانا ہی ہے۔

جب ہم سینما سے واپس ہوئے تو شانتی کے موسا کے لئے بڑھیا سے بڑھیا پکوان تیار تھا۔ ہمیں تعجب یہ تھا کہ وہ چیز بھی تیار تھی جسے دیکھ کر ان کا منھ بھک جایا کرتا تھا۔

سب نے ادھر ادھر باتیں کیں۔ سب نے خوب ڈٹ کر کھایا۔ کھانے کے بعد انھوں نے پھر گنگنانا شروع کیا۔ ننھی بچی جاگ رہی تھی۔ باہر جو آئی تو ورما صاحب نے اسے اٹھا لیا اور لگے اس سے باتیں کرنے۔ میں نے سوچا بنا بنایا کھیل بگڑا۔ اس لئے اس سے کہا۔

" جاؤ سو رہو"

اس نے کہا: اماں نے کہا ہے موسا کو نستے کہو"

"نستے" ورما صاحب نے اس کے ہاتھوں میں دو روپے نکال کر رکھ دیئے۔ میں دل ہی دل میں پھولے نہ سمایا کیونکہ اب ان کے موسا ہونے میں کوئی شک نہ رہ گیا تھا۔

بچی نے کہا۔ اماں کہہ رہی ہیں شانتی کے موسا کب سے ناچنے گانے لگے۔

ورما صاحب میرا منھ تکنے لگے۔ میں نے کہا "تم شعر جو پڑھ رہے تھے اسی پر یہ چھینٹا ہے۔ بچی سے پوچھو بتلاؤ شانتی دیدی کیسی ہیں۔ ورما صاحب نے میری طرف تعجب کی نگاہوں سے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ میں نے کہا آپ نہیں سمجھ رہے ہیں ورما صاحب نے کہا "اچھا!"

بچی نے اترا کر کہا۔ چھانتی دیدی اچھی ہیں۔

بارہ بجے رات تک چلتے پھرتے مشاعرہ ہوتا رہا۔ اماں بے بلاکی چوپ، ادھر کے شانتی کے موسا کے لئے بن ٹھن کر آتے رہے، میاں اندر گئیں تو بولیں " کچھ دیسے ہوا کہ بامیں سادی باتیں ہوتی رہیں۔ اگر دو ہزار دینے کا ارادہ ہو تو کوتوال صاحب کے لڑکے سے کیوں نہیں کرا دیتے۔ میں نے کہا وہ گورکھپور رہا ہے۔ لڑکا دیکھنے جا رہے ہیں جب وہاں سے طے نہ ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ صبح ورما صاحب چلنے کو تیار ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ بھئی ۵ روپے تو لیتے آؤ لکھنؤ پہنچ کر بھیجدوں گا۔ میں نے سوچا گئی آبرو۔ کیونکہ اپنے پاس ٹکا نہیں تھا۔ ندیما سے کہا۔ گورکھپور جا رہے ہیں۔ اتفاق سے روپیہ گھٹ گیا۔ ذرا ۵ روپیہ لیتی آنا۔

" شادی طے کرنے جا رہے ہیں اس لئے شاید کافی روپے لے جانا چاہتے ہوں گے۔"

میں نے کہا " ہاں اور کیا"

فوراً آپ نے کیش بکس کھول کر ۵ کا نوٹ میرے حوالے کیا۔ میں نے ورما صاحب کو دیکر رخصت کیا اور کرسی پر پڑا پڑا دیر تک ہنستا رہا۔

جتنی چائے پیجئے اتنا ہی فائدہ ہے

ایک مستعد نامہ نگار نے ایک مضمون کا تراشہ بھیجا ہے جو کہ ۱۹۲۱ء میں نیویارک چائے اور کافی کے تجارتی رسالے شعبۂ تحقیقات کے حصے میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کا خلاصہ مسٹر چارلس رنج کلکتہ کے ایک مشہور معروف سائنسداں کی تحقیقات کے نتائج ہیں جو انھوں نے جنگ عظیم کے اختتام پر کئے تھے اور جنہیں چائے میں قوت و باغت اور پینے والوں پر اس کا اثر کے متعلق نہایت مفید بحث کی ہے۔ اس مضمون میں مسٹر رنج نے مشہور معروف سائنس دانوں فرانس کے ڈاکٹر ہنری بنوبل جنکی کتاب "شکنا جی ڈی۔ ٹی" چائے کے کیمیاوی اجزاء پر مستند کتاب مانی جاتی ہے اور جرمنی کے شنٹ، ہمبالی اور لینڈ کے نانگا کے حوالے دیئے ہیں اور ان کے مضمون کے اختتام پر ایسے لوگوں کے پرزور خیالات درج کئے ہیں جو کہ چائے پینے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

لندن کے مقدمہ یافتہ جنوں کے کلب میں سالانہ جلسہ طعام کے موقع پر لفٹننٹ کرنل سر وائنڈی اسمائیلس سی۔ آئی۔ ای۔ ڈی۔ ایس۔ او۔ ایم۔ پی۔ اپنی تقریر میں اس غلط نظریہ کی پرزور تردید کی ہے کہ ہاضمے پر بھی چائے کا کافی اثر پڑتا ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق ملک کے تمام ڈاکٹروں کے خیالات پر غور کرنا ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ حال میں برطانیہ کے چار ہزار ڈاکٹروں نے چائے کے متعلق اپنے خیال کا اظہار کیا ہے وہ تمام چائے کے تاجروں کے ہم خیال ہیں اور پرزور تائید کرتے ہیں کہ چائے کے اثرات انسانی مزاج کے موافق ہیں۔

ان چار ہزار ڈاکٹروں میں صرف ایک ہی ایسا تھا جو چائے کا عادی نہ تھا۔ باقی سب ایسے تھے جو دن بھر میں چار پانچ اور چھ مرتبہ چائے پیتے تھے۔ اس پر سب متفق تھے کہ چائے کی ایک عمدہ پیالی مفید، بے ضرر اور مقوی ہے

یہ بات ان تمام احمقانہ خیالات کہ چائے ہاضمہ کو خراب کرتی ہے یک قلم برطرف کرتی ہے۔ ہزاروں آدمی اس ملک اور دوسرے ملکوں میں ہر روز اور تمام عمر چائے پیتے ہیں اور تندرست رہتے ہیں جو اغلب ہے کہ اسی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے جتنی چائے پی جائے اتنا ہی فائدہ ہے۔

وچے کمار کا ایک سین
جو کہ جلد آنیوالا ہے

فلم باغی کا ایک سین
جو کہ سنگم ٹاکیز میں چل رہا ہے

فلم " افلاطون عورت " کی ایک اداکار
جو کہ پربھات ٹاکیز میں چل رہا ہے

Regd. No. L. 1817.

Printed and Published by Dharampal Gupta at the Tej Press, Burn Bastion Road Delhi

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۵۱۷
No. L 1517

تیج ویکلی
دہلی

ہندوستان کا بہترین باتصویر ہفتہ وار

The TEJ Illustrated WEEKLY

قیمت دو آنے 2 Price ANNAS
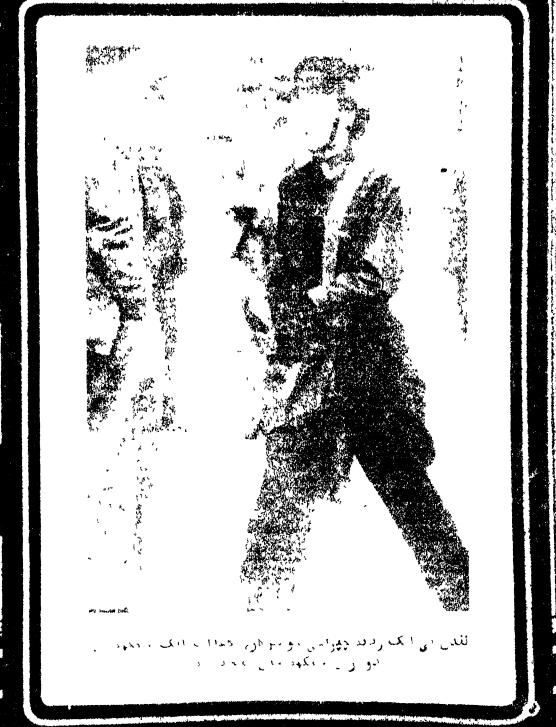
No. 241 DELHI 3RD SEPTEMBER 1940 VOL. No 18

مشہور قومی لیڈر شریف ایم ایس ایفے جلکی اکسٹھویں سالگرہ سارے ہندوستان میں منائی گئی ہے

لندن میں سہر کے محافظ دستے کو حملہ آور ہوائی جہاز کی آمد کا پتہ دینے والی مشین ڈھلائی جا رہی ہے

آج کی خبریں

لندن پر جرمنی کا ہوائی حملہ

تمام دن حملے ہوتے رہے

۱۲ جرمن ہوائی جہاز تباہ کر دیئے گئے

لندن- ۳۰ راگست ! ہوائی وزارت نے ایک اعلان میں بتایا ہے کہ آج تیسرے پہر جرمن ہوائی جہاز ایک بڑی تعداد میں ساحل کینٹ کو پار کر کے اندر داخل ہوگئے اور دریائے ٹیمز کے علاقہ میں پھیل گئے۔ ان میں سے چند نے لندن کی مضافات میں ہوائی اڈوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ ابتدائی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہوائی اڈوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ لیکن کچھ آدمی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ ایک شہر میں کارخانوں کو نقصان پہنچا اور متعدد اشخاص ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ تمام جگہ انگریزی جہازوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ جب لڑائی ختم ہوگئی تو معلوم ہوا کہ جرمن ہوائی جہازوں نے لندن کی دفاعی لائن توڑنے کی انتہائی کوشش کی مگر ان کو کامیابی نہ ہوسکی۔ انگریزی ہوائی جہازوں اور توپوں نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جرمن ہوائی جہاز صف کی صف مختلف سمتوں سے لندن کی طرف آئے لیکن ان کو کامیابی نہیں ہوئی۔ تیسرے پہر کو پھر لندن کے علاقہ پر صبح ہی سے جرمن ہوائی جہازوں نے بمباری شروع کر دی۔ چار مرتبہ ہوائی حملے کے خطرہ کی گھنٹی بجائی گئی اور جرمن ہوائی جہازوں کا پوری قوت سے مقابلہ کیا گیا۔ شہر کے ایک حصہ میں نقصان بہت زیادہ ہوا جہاں کئی بار حملے ہوئے۔ جمعہ کے حملہ میں ۶۲ جرمن جہاز تباہ کئے گئے جبکہ آج کے حملہ میں ۱۲ جرمن جہاز گرائے گئے۔

ہنگری اور رومانیہ میں سمجھوتہ

رومانیہ میں ماتم۔ ہنگری میں خوشیاں

لندن- ۳۰ راگست ! بخارسٹ سے اطلاع ملی ہے کہ ہنگری اور رومانیہ کے سمجھوتہ پر رومانیہ میں ماتم کیا جا رہا ہے۔ بخارسٹ میں اس فیصلہ کے خلاف ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے جلوس نکالے گئے۔ ہنگری کے تمام مطالبات منظور نہیں کئے گئے لیکن پھر بھی وہاں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ آج جب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ ہنگری ویانا سے واپس بوڈاپسٹ پہنچے تو لوگوں نے خوب تالیاں بجائیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس سمجھوتہ کے سلسلے میں جرمنی نے ہنگری سے یہ منوا لیا ہے کہ ہنگری میں رہنے والے جرمن اقلیت پر سے تمام پابندیاں ہٹا لی جائیں گی۔

برلن پر پھر ہوائی حملہ

شہر میں زبردست آگ

لندن- ۳۰ راگست ! ہوائی وزارت کا ایک اعلان مظہر ہے کہ گذشتہ شب رائل ایئر فورس نے برلن کے فوجی اڈوں پر پھر زبردست بمباری کی۔ برلن پر مسلسل دو گھنٹے تک حملہ جاری رہا۔ برلن کے باشندے اینٹی ایئر کرافٹ کی آوازوں سے جاگ گئے۔ برلن پولیس کے ایک چیف نے امریکہ کے ایک اخبار نویس کو بتایا کہ پہلے سے زیادہ بم گرائے گئے جنہوں نے کم وقت میں زیادہ نقصان کیا۔ شہر کے جنوب مشرقی حصہ میں کئی مقامات پر زبردست آگ لگی ہوئی دیکھی گئی۔ برطانوی ہوابازوں نے اس دفعہ بہت زیادہ ہمت اور دلیری سے کام لیا۔

جرمنی کا مشہور کارخانہ تباہ ہوگیا

کئی فوجی اڈوں کو زبردست نقصان

لندن- ۳۰ راگست ! برلن پر کل رات کو انگریزی جہازوں کی بمباری کے بارے میں امریکن اخبارات نے جو خبریں شائع کی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جرمنی کا مشہور سیمنز کا کارخانہ بمباری کی وجہ سے تباہ ہوگیا۔ برطانوی جہاز دس ہزار فٹ کی بلندی پر اڑتے رہے۔ جرمن افسران نے اب یہ تسلیم کیا ہے کہ جرمنی کے کئی فوجی مرکزوں کو سخت نقصان پہنچا۔

پٹیان حکومت کے خلاف بغاوت

فرانسیسی نوآبادیوں کا فیصلہ

جنرل ڈی گال سے برطانیہ کی امداد

لندن- ۳۱ راگست ! خط استوا کی فرانسیسی نوآبادیوں نے وشی کی پٹیان حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور انہوں نے جنرل ڈی گال کے ساتھ مل کر برطانیہ کی امداد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس واقعہ کا اب پورا حال ملا ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ پچھلی جمعرات کو فرنچ کانگو کے افسران گورنر جنرل کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ وہ جنرل ڈی گال سے مل جائیں اور برطانیہ کی امداد کریں۔ گورنر جنرل نے ان کی تجویز ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر افسران نے گورنر جنرل کو قید کر دیا اور تمام سرکاری عمارات پر قبضہ کر لیا۔ اور جن لوگوں کو گورنر جنرل نے گرفتار کیا تھا انہیں رہا کر دیا۔ اسی روز جنرل ڈی گال کے رہنما بھی پہنچ گئے۔

اٹلی اور رومانیہ میں تجارتی معاہدہ

لندن- ۳۱ راگست ! سمندر میں برطانوی ناکہ بندی کے پیش نظر جرمنی اور اٹلی اب یورپ کے ان ممالک میں منڈیاں تلاش کر رہے ہیں جن پر ان کا قبضہ نہیں ہے۔ چنانچہ اب رومانیہ اور اٹلی کے درمیان ایک تجارتی معاہدہ پر دستخط ہوگئے ہیں۔ بخارسٹ اور بوڈاپسٹ کو وائنا کے ساتھ ملانے کے لئے ڈبل ریلوے لائن تیار کی جا رہی ہے۔

سلسلہ ٹیلیفون منقطع

بلگریڈ- ۳۰ راگست ! آج چھ بجے شام سے بخارسٹ کے ساتھ سلسلہ ٹیلیفون منقطع کر دیا گیا۔ (رائٹر)

یونان کی سرحد پر اٹلی کی فوجیں

یونان کی زبردست تیاریاں

ایتھنز- ۳۰ راگست ! ایتھنز کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ اٹلی کی فوجیں جنوبی البانیہ سے ہٹ کر یونان کی سرحد پر جمع ہو رہی ہیں۔ یونان بھی اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہے۔ یونان کی حکومت نے ان تمام نوجوانوں کو فوجی تربیت حاصل کرنے کے لئے طلب کیا ہے۔ [illegible] یونان اپنی حفاظتی تیاریوں میں زیادہ مصروف ہوگیا ہے۔ اور فوجی سرگرمیوں میں پہلے سے زیادہ اضافہ کر دیا گیا ہے۔

برطانیہ اور روس کے تعلقات

پہلے سے زیادہ خوشگوار ہو گئے

لندن- ۳۱ راگست ! پریس کے نمائندوں کا خیال ہے کہ اب روس اور برطانیہ کے تعلقات پہلے سے زیادہ خوشگوار ہوگئے ہیں۔ اب روس کے اخبارات برطانیہ کے خلاف اس شد و مد سے نہیں لکھ رہے ہیں جیسے کہ وہ جنگ سے پہلے لکھتے تھے۔ یہ تبدیلی فرانس کی شکست اور روس میں مسٹر سٹیفورڈ کرپس کی تقرری کے باعث ہوئی ہے۔ روس کی فوجوں کی از سر نو زبردست تنظیم اس خیال کی تائید کرتی ہے کہ روس کو یہ خطرہ ہے کہ اب کہیں جرمنی مغرب میں انگلستان پر حملہ کرنے کے بجائے مشرق کو اپنا تختہ مشق نہ بنا لے۔ روس کے ساتھ جرمنی کے تجارتی معاہدہ پر بھی اچھی طرح عملدرآمد نہیں ہو رہا ہے۔ جرمنی مال بہت جلد طلب کر رہا ہے اور روس پیشگی روپیہ کی فوری ادائیگی کا طالب ہے۔

سکریٹری یو۔پی کانگریس سیوا دل گرفتار

لکھنؤ- ۳۱ راگست ! مسٹر جگدیش پرشاد سکریٹری پراونشل کانگریس قومی سیوا دل اور مسٹر رام دلارے ترپاٹھی انسٹرکٹر سیوا دل کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

بنوں میں بم پھٹ گیا

لاہور- ۳۱ راگست ! بنوں کی ایک چائے کی دوکان میں بم پھٹنے کی اطلاع ملی ہے۔ جس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔ (ا-پ)

سرحد اسمبلی کا اجلاس

لاہور- ۳۱ راگست ! خبر ہے کہ سرحد اسمبلی کا اجلاس ۹ ستمبر سے شروع ہوگا۔ کانگریس پارلیمنٹری پارٹی کے سکریٹری نے تمام ممبروں کو اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے چٹھیاں لکھ دی ہیں۔ ڈاکٹر خان صاحب جو آج ایبٹ آباد جا رہے ہیں اس تاریخ سے پہلے پشاور پہنچ جائیں گے۔ (ا-پ)

بمبئی میں سولہ گرفتاریاں

کمیونسٹ لٹریچر کی تلاش

بمبئی- ۳۱ راگست ! بمبئی پولیس نے کمیونسٹ لٹریچر کے سلسلہ میں خانہ تلاشیاں لینے کے بعد آج سولہ آدمی گرفتار کر لئے جن میں کالج کے طلباء، سکول ماسٹر، ہیڈ ماسٹر اور ایک انگریزی ملازم بھی شامل ہیں۔ ان سب کو پریذیڈنسی مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا گیا جس نے چار آدمیوں کو ضمانت پر رہا کر دیا۔ باقی کو پندرہ دن کے لئے ریمانڈ دے دیا۔ (ا-پ)

ملتان میں بلیک آؤٹ

ملتان- ۳۱ راگست ! گذشتہ شب شہر میں نو بجے سے آدھی رات تک بلیک آؤٹ کا مظاہرہ کیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر، سپرنٹنڈنٹ پولیس، ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ریلوے اور دوسرے فوجی افسران نے تمام شہر کا گشت کیا اور بلیک آؤٹ کی کامیابی سے بڑے متاثر ہوئے۔ پولیس نے گلیوں کا گشت لگایا اور عوام نے افسران کے ساتھ پوری طرح تعاون کیا۔ (ا-پ)

قومی تعمیری کمیٹی کا اجلاس

پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر

بمبئی- ۳۱ راگست ! نیشنل پلاننگ کمیٹی کا پانچواں اجلاس پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں منعقد ہوا۔ پنڈت جی نے اپنی تقریر میں کمیٹی کے کام پر ایک طویل تبصرہ کیا اور بیان کیا۔ ہیلتھ سب کمیٹی کی رپورٹ پیش ہوئی۔ اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا گیا اور کئی تجاویز پاس کی گئیں۔ جو حضرات کمیٹی کے اجلاس میں خاص طور پر شریک ہوئے ان میں مسٹر کے۔ ٹی۔ شاہ جنرل سکریٹری، مسٹر ایم سعید وزیر حکومت سندھ، مسٹر این۔ ایم۔ جوشی، مسٹر گلزاری لال نندا، مسٹر [illegible] قانون گو، ڈاکٹر سید محمود، مسٹر رفیع احمد قدوائی سابق وزیر حکومت یو۔پی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

کمیٹی کا اجلاس کل صبح پھر ہوگا اور ۹ ستمبر تک جاری رہے گا۔

ہندوستان اور جنگ

(ط)

منصر کے قلم سے

ایک زمانہ تھا جبکہ ہندوستانی سیاست ہندوستانی و برطانوی مدبرین سیاست کے لئے ایک تخمینی اور ظنی مسئلہ تھا جس پر صرف قیاس آرائی کی جاسکتی تھی اور اس سے زیادہ اس کی کوئی اہمیت نہ تھی لیکن اب اس نے اس قدر ترقی کرلی ہے کہ تمام دنیا کے لئے ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کی نقل و حرکت کوئی معنی رکھتی ہے جب سے یورپ میں جنگ چھڑی ہے اور غیر ملکی و بین الاقوامی معاملات نے طول پکڑا ہے ہر شخص کی زبان پر یہ سوال آتا ہے کہ دنیا میں جو حالات رونما ہو رہے ہیں اور جنگ کے ختم ہونے پر جو نیا اور عالم پیدا ہوگا اس کی تیاری و تعمیر میں ہندوستان کیا حصہ لے رہا ہے اور اس کی حیثیت جنگ کیا ہے!

اس میں بے شک کوئی گمان نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان کو اس سلسلہ میں بھی ہمدردی ہے برطانیہ اس وقت جمہوریت اور چھوٹی چھوٹی اقوام کی خاطر جنگ میں کود رہا ہے، اس لئے قدرتی طور پر ہندوستان بھی برطانیہ کے ساتھ ہے حال ہی میں کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے ایک ریزولیوشن پاس کیا تھا جس کا مقصود یہ تھا کہ ہندوستان کی آزادی کا فی الفور اعلان کردیا جائے تاکہ وہ اخلاقی روحانی اور مادی طور پر اپنا سب کچھ اس جنگ میں جھونک دے اور اس ملک کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو جائے۔

بعض اینگلو انڈین اخبارات نے ورکنگ کمیٹی کے اس ریزولیوشن پر رائے زنی کرتے ہوئے یہ بات نکالی تھی کہ اگر ہندوستان کو آزاد کردیا جائے تو یہ خطرہ ہے کہ وہ آئرلینڈ کی طرح آزاد ہو کر اپنی غیر جانبداری کا اعلان کر کے اگر تھلگ کھڑا ہو جائیگا، یہ بالکل غلط طریقہ پر ہندوستان کی سیاست کو پیش کرنے کے مرادف ہے جس میں ہندوستانی مطالبہ کو سرے سے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی ہے یا غلط طریقہ پر اسے سمجھا گیا ہے برطانیہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ تن تنہا جمہوریت کے تحفظ اور فیشزم کو تباہ کرنے کے لئے اس وقت جنگ کر رہا ہے اور جھوٹی

کے بارے میں ہمارا بھی یہی خیال ہے لیکن ایک غیر جانبدار طالب علم سیاست فوراً آسانی کے ساتھ اس چیز کو سمجھ لے گا کہ کانگریس کی پوزیشن کو سمجھنا زیادہ سہل ہے بہ نسبت برطانیہ کی دستور کے، دراصل افسوس اس بات کا ہے کہ ہندوستانی سیاست کے بارے میں برطانوی مدبرین کو جس بلندی اور آدرش تک اونچے ہونے

سال تھا ویسا ہی اب ہے،

یہ امر کہ ہندوستان کو آزادی کی طلب ہے ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے برطانیہ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ اس کا حق آزادی قابل لحاظ ہے اور وہ ایک ایسا اپنا آدرش (آئیڈیل) ہے جس کے لئے خود اس کا وجود دنیا میں پایا جاتا ہے. لیکن ایک معلوم

برطانیہ اور ہندوستان میں باہمی مفاہمت

اس وقت کیوں ضروری ہے؟

سلطنتیں دو موقعہ بچا۔ اس کے پیش نظر ہے ہندوستان کے مقتدر لیڈر دل نے سازی طریقہ سیاست و عمل کے خلاف اپنی نہایت نفرت اور برطانیہ سے ہمدردی کا کامل اعلان کی بارکر دیا ہے لیکن برطانیہ میں نیک ارادوں کے ساتھ اور جن اچھے مقاصد کے لئے

کی ضرورت تھی وہ وہاں تک بالکل نہیں پہنچ سکے ہیں بالخصوص اپنے نازک وقت میں ہندوستان کے من کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی ہے "سمجھنے" سے میری مراد یہ ہے کہ اس نازک وقت کا جو تقاضہ ہے اور جو صحیح ترین معقولیت پر

خوف خواہ مخواہ دلوں میں گھس گیا ہے کہ ہندوستان کو آزاد کر دیا گیا تو وہ جنگ سے ہٹ جائے گا اس میں شک نہیں کہ اس وقت ہندوستانی لیڈر صرف یقین دلا سکتے ہیں کہ ہم برطانیہ کی جمہوریت کی حفاظت کے لئے ہر وقت اور پورے دل سے مدد کریں گے اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتے ہیں لیکن اس وقت تک کسی ذمہ دار لیڈر کی طرف سے کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہوئی ہے کہ جس سے اینگلو انڈین اخبارات کے سراسیمہ ہوئے خوف کی ذرا سی بھی تائید ہو سکتی ہو۔

ہندوستان کی روش!

اس لئے اس موقعہ پر ہر شخص کے ذہن میں جو سب سے بڑا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آزاد ہندوستان کی روش کیا ہو سکتی ہے، یا کیا ہونی چاہیئے؟ کیا ہم ایک قوم کی حیثیت سے تمام غیر ملکی لڑائیوں سے ان کے ممکن نتائج سے بے خبر ہو کر علیحدہ رہ سکتے ہیں؟ اور وہ بھی ایسے نازک مرحلہ پر پہنچ کر؟ یا یہ کہ ہمارے کچھ قومی مفاد ہیں یعنی یہ کہ فیشزم کے خلاف جمہوریت کے بچاؤ کا معاملہ جبر و ظلم کی لڑائی کو روکنا اور ایک متوازن دنیا کا قیام جو ہماری قومی طاقت اور اقتصادی ترقی و فلاح کے لئے مفرنہ ہو، بلکہ مفید ہو؟ ایک جنگ جو دنیا پر چھا جائے اور اقتصادی شہنشاہیت کے پھیلانے کے لئے ڈکٹیٹروں نے شروع کر رکھی ہے اس کے قلع قمع کرنے میں ہم پیچھے رہ سکتے ہیں؟

جبکہ دنیا کا امن خطرہ میں پڑا ہوا ہے، کوئی ہندوستانی لیڈر غیر جانبداری کا حامی نہیں ہو سکتا جب ہندوستان کا آدرش جمہوریت ہے تو وہ ہرگز خاموش نہیں بیٹھا رہ سکتا جبکہ اس کے خلاف ایک مسلسل جہاد کیا جا رہا ہو۔

ایک آزاد حیثیت کے قیام کے نہ ہونے کے باوجود جنگ ۱۹۱۴ء میں ہندوستان نے لاکھوں آدمی اور لاکھوں روپے جمہوریت اور آزادی کے بچاؤ کی خاطر

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

رباعیات!

(از حضرت سیماب اکبر آبادی)

(۱)

[illegible]

(۲)

[illegible]

(۳)

دنیا سے حیثیت خودی کہتی ہیں
ڈرتے نہیں صاف اور کھری کہتی ہیں
جس جنگ میں خانہ سلطنت سب اسباب
ہم تو اسے جنگ زرگری کہتے ہیں

رہا ہے ہندوستان سب سے اول اپنے ساتھ اس سلسلہ میں انصاف کا طلبگار ہے اس مطالبہ میں کوئی غیر معقولیت نظر نہیں آتی، جو قوم خود آزاد نہ ہو وہ دوسروں کی آزادی کے لئے بھلا کیا لڑ سکتی ہے آزادی کی حفاظت کی تڑپ اس میں پیدا ہی جب ہوگی جب ہم خود آزاد ہوں گے یا کم از کم یہ یقین ہوگا کہ یہ آزادی عنقریب ہمیں مل جائے گی،

برطانوی حکومت کہتی ہے کہ ہندوستان کی سیاست نے جو موجودہ رنگ اختیار کیا ہے ہم اسے سمجھنے سے قاصر ہیں ہمارے اہل سیاست کہتے ہیں کہ برطانوی رویہ

جتنی قدرتی طرز ہو سکتی ہے اسے نظر انداز کر دیا گیا ہے

حل کہاں سے شروع ہوگا؟

علم و تجربہ کے مطابق مدبرین اور اکثر ہندوستانی مدبرین یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسئلہ ہندوستان کا حل اس کے فرقہ وارانہ مسئلہ کے حل پر منحصر ہے برطانیہ کو یہ معلوم ہے کہ فلاں فلاں فرقہ کس کس چیز کا طالب ہے اور اسکے کیا خیالات ہیں لیکن ہندوستان خود دراصل کیا چاہتا ہے اور کیوں چاہتا ہے ابھی تک برطانیہ کی سمجھ میں نہیں آسکا ہے کیونکہ اس نے سمجھنے کی اچھی طرح کوشش بھی نہیں کی ہے جیسا کہ آج سے چند سال پہلے

پچھلے صفحے سے

لڑائی کی آگ میں جھونک دئے، لیکن جس آدرش کے لئے وہ لڑ رہا تھا جنگ عظیم ختم ہو جانے کے بعد وہ کبھی قدر بھی اسکے قریب نہ آسکا۔ پوری آزاد حیثیت ہندوستان کو کن اسباب کی بنا پر نہ مل سکی، اس کے بارے میں میں یہاں غور نہیں کروں گا اس کا کچھ سبب انگلستان ہے اور کچھ سبب خود ہندوستان ہے لیکن حقیقت اپنی جگہ پر قائم ہے کہ ہندوستان جس مقصد کے لئے جنگ میں کودا تھا وہ مقصد اس سے کوسوں دور رہا۔ اس تصور کے نہ ملنے کے باوجود ہندوستان الگ کھڑا ہوا تماشہ نہیں دیکھ رہا ہے بلکہ اس نے جرمنی کے خلاف برطانیہ کے ساتھ نہایت خوشی سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی ہے

خیالات کی الجھن!

ہندوستان کی موجودہ صورت حال کے بارے میں بہت سے برطانوی اور ہندوستانی مدبرین سیاست جب گفتگو کرتے ہیں تو کچھ نہ کچھ خیالات کی الجھن اس میں ضرور پائی جاتی ہے مگر سب اس کو تسلیم کرتے ہیں، کہ جنگ کو کامیاب بنانے کے لئے ہندوستان اپنے آدمیوں روپے، سامان اور دیگر امدادوں سے دریغ نہیں کر رہا ہے واقعہ یہ ہے کہ وہ لوگ ورکنگ کمیٹی کے ریزولیوشن کی اصل روح کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے ہیں قومی مطالبہ کی پوری پوری تفہیم ہندوستان کو غیر ملکی حملہ سے بچانے اور اپنے ہی ملک کی اندرونی ابتری کو روکنے نیز جرمنی کے خلاف برطانوی جہاد میں برابر کا حصہ لینے کے لئے کانگریس نے ایک ریزولیوشن پاس کیا جس میں مہاتما گاندھی کے اصول اہنسا کو موجودہ بین الاقوامی سیاست و حالات کی موجودگی میں پوری طرح ماننے سے معذوری ظاہر کی۔ اگر پوری طرح اس ریزولیوشن کو سمجھ لیا جائے تو فوراً یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ ہندوستان کا دل بالکل صاف ہے اور وہ تعاون کر رہا ہے اگر جرمنی کی ظالمانہ لڑائی کا جواب دینے کے لئے کانگریس برطانیہ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہو تو وہ کسی طرح بھی امن پسند نہیں رہ سکتی، اسے اپنے آدرش میں تبدیلی کرنے کی ضرورت ضرور پڑے گی اور وہ اپنے خیال اور وعدہ میں جو وہ اس سلسلہ میں برطانیہ سے کر رہی ہے مخلص اور سچی نہیں کہی جاسکتی۔ یہ ہے اصل معنی کانگریس ریزولیوشن کے حصہ اول کے۔

ریزولیوشن کا دوسرا حصہ قطعی طور پر برطانیہ کے مقاصد جنگ کے اظہار کے بارے میں ہے، ہندوستان سے کہا جاتا ہے کہ وہ جمہوریت اور آزادی کے لئے برطانیہ کے ساتھ ملکر لڑائی لڑے جب تک ہندوستان خود آزاد جمہوری وہ ایک آزاد قوم کی حیثیت سے کس طرح برطانیہ کے ساتھ ہم سفر ہو کر یہ فرض انجام دے سکتا ہے ہم بے شک کوئی برطانوی یہ نہیں چاہتا کہ ہندوستانیوں کو محض نوکروں کی طرح انگریزوں کے ساتھ جنگ میں ساتھ ساتھ چلنا چاہیئے، بلکہ ایک معزز ہم سفر اور برابر کی حیثیت رکھنے والے اتحادی کے طور پر اس مقصد کی حفاظت کے لئے تعاون کرنا چاہیئے، جس کے لئے اس وقت برطانیہ نے تلوار اٹھائی ہے۔

اخلاص کی ضرورت ہے

مسئلوں اور خیالات کی الجھن اور ان کے نتائج کے بارے میں جھگڑنے کا دراصل اب وقت نہیں ہے اس وقت سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ دونوں طرف کا اخلاص اور سچائی ہے اس وقت انگلستان کو چاہیئے کہ وہ غیر مبہم الفاظ میں بالکل صاف صاف یہ اظہار کرے کہ ہندوستان کو ایک برابر کے ساتھ اتحادی کی حیثیت جو اسے "دولت متحدہ اقوام آزاد" میں حاصل ہو دی جاتی ہے دوسری طرف کانگریس ہندوستان کے صحیح مطالبہ اور صحیح نصب العین کو ظاہر کر دے گی قومی مفاد کے پیش نظر جو بھی بہترین چیز ہوگی اسے دنیا کے سامنے کھلم کھلا رکھدے گی اور حق و انصاف کی طالب ہوگی تاکہ سب کو معلوم ہوجائے کہ اس جنگ کے بارہ میں ہمارے قومی مقاصد کیا ہیں!

مہاتما گاندھی نے اپنی پوزیشن بالکل واضح کر دی ہے انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ یہ اظہار کر دیا ہے کہ وہ دنیا کے امن کی خاطر مسلح جنگ کے حربہ کو کسی طرح بھی نہیں مان سکتے اور قومی آزادی کے لئے جو قربانیاں قیمت اور دکھ جنگ کے سبب ہمیں دینے اور سہنے پڑیں گے وہ اسے اس کا صحیح معاوضہ نہیں سمجھتے چونکہ ورکنگ کمیٹی کے ارکان اس آدرش کو پوری طرح ماننے میں قاصر تھے اس لئے مجبوراً مہاتما گاندھی کو کانگریس کی سیاست اور رہنمائی کے فرض سے سبکدوش کر دیا گیا تھا

اب یہ وقت آگیا ہے کہ ہمارے آئندہ کے بارے میں پکا فیصلہ ہو جائے اگر کوئی معقول اثر انگیز نتیجہ نکلتا ہے تو اب انگریزوں اور ہندوستانیوں کے درمیان بالکل پکی اور صاف صاف مفاہمت ہو جانی چاہیئے طاقت اس وقت برطانیہ کے ہاتھ میں ہے ہندوستانی اس طاقت کو اپنے دست قدرت میں لانے کی آرزو کر رہے ہیں پہلے اس کا فیصلہ ہو جانے دیجئے کہ طاقت مل گئی ہے یا نہیں یہ مفاہمت کہ ملی ہوئی طاقت کو ہم کس طرح ہم بانٹیں گے یہ بات بعد کے طے ہونے کی ہے!

غیر ملکی پارلیمنٹیں

دوسرے ممالک کی آئین ساز اسمبلیوں کا خاکہ

(از پروفیسر نریش چندر رائے ایم۔ اے، پی، ایچ، ڈی)

راقم الحروف کو ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء کے دوران میں ہندوستان کے باہر کی وسیع دنیا کا سفر کرنے اور مختلف ممالک کی پارلیمنٹوں اور آئین ساز اسمبلیوں کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اگرچہ میرے سفر کا مقصد کچھ اور تھا لیکن چونکہ سیاسی اداروں اور مختلف آئینوں کے مطالعہ میں میں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ صرف کیا ہے، اس لئے میں جس ملک میں گیا وہاں کی پارلیمنٹوں کے اجلاسوں میں بھی ضرور شرکت کی۔

برطانوی پارلیمنٹ

سب سے پہلے میں نے جس پارلیمنٹ کو دیکھا وہ برطانوی ہاؤس آف کامنز تھا۔ اس ایوان کے کسی اجلاس میں جانے کے لئے اجازت لینے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ پارلیمنٹ ہی کا کوئی ممبر کارڈ دیدے جو داخلے کے مسئلہ کو حل کر دے۔ دوسرے یہ کہ ہر بیرونی ملک کا آدمی اپنے سفارت خانے میں اور برطانوی امپائر کا باشندہ اپنے ہائی کمشنر کے دفتر میں درخواست دیدے۔ میں نے بھی طریقہ اختیار کیا اور ہندوستان کے ہائی کمشنر کے دفتر سے مجھے ایک کارڈ مل گیا۔ یہ کارڈ اجازت نامہ نہ تھا بلکہ ایک تعارفی کارڈ تھا۔ مقررہ وقت پر میں اسکارڈ کو لے کر برطانوی پارلیمنٹ کی عمارت واقع ویسٹ منسٹر میں داخل ہوا۔ وہاں مجھے ایک بڑے ہال میں بٹھایا گیا جہاں برطانوی کامن ویلتھ کے بہت سے باشندے جنہیں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں، بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں آسٹریلیا کناڈا، جنوبی افریقہ وغیرہ کے رہنے والے تھے۔ ان لوگوں کے پاس بھی تعارفی کارڈ تھے، جو انہوں نے اپنے ہائی کمشنر کے دفتر سے حاصل کئے تھے۔

ہم امیدواروں کو اپنے اپنے بنچوں پر تقریباً نصف گھنٹے تک بیٹھا رہنا پڑا۔ اسکے بعد ایک ایک کرکے ہمیں ایک بغل والے کمرے میں لیجایا گیا۔ جہاں تعارفی کارڈ دکھلانے کے بعد ہمیں ایوان کے اجلاس میں داخل ہونے کا "پاس" مل گیا۔ اس اجازت نامہ کے ساتھ ہم وہاں سے زینوں پر چڑھتے ہوئے ہاؤس آف کامنز کی گیلری میں داخل ہوئے، اس گیلری میں پہلے سے بہت بھیڑ تھی۔

دنیا کے کسی دوسرے ملک میں مجھے پارلیمنٹ کے وزیٹروں کی گیلری میں داخل ہونے کے لئے اتنی تکلیف دہ اور طویل رسمیں ادا کرنی نہیں پڑی تھیں لیکن انگلستان ایک قدامت پرست ملک ہے اور یہاں کا رواج جداگانہ ہے اگر آپ اس کی پابندی نہ کریں گے تو آپ برطانوی ہاؤس آف کامنز کا اجلاس نہیں دیکھ سکیں گے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے پارلیمنٹ کی گیلری وزیٹروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور خود ایوان کی فضا بھی دلکش نہ تھی۔ اس پارلیمنٹ کی عمارت کچھ زیادہ پرانی نہیں ہے، یعنی یہ صرف ایک صدی پہلے ولیم چہارم کے زمانے میں تعمیر کی گئی تھی، باہر سے یہ عمارت بہت شاندار دکھائی دیتی ہے لیکن اندر جہاں پارلیمنٹری ممبروں کی تقریری "شعبدوں" کا بازار گرم ہوتا ہے اس عمارت کی کوئی شان نہیں جھلکتی۔ اس کی اندرونی فضا بھی نہ صرف یہ کہ دلکش ہے بلکہ دل و دماغ پر تاریکی کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔

بحث اور تقریر کا طریقہ

جس روز میں برطانوی ہاؤس آف کامنز میں گیا تھا زراعت کا مسئلہ زیر بحث تھا، سرکاری بنچوں پر وزیر اعظم، وزیر زراعت اور ایک دو دیگر وزراء موجود تھے کیبنٹ کے باقی وزراء غیر حاضر تھے، مخالف بنچوں پر بھی بہت سی نشستیں خالی نہیں، اور ایوان میں جتنے ممبر موجود تھے ان میں سے بھی اکثر میز اٹھ اٹھ کر باہر آتے جاتے رہتے تھے، بہت سے لوگ زیر بحث مسئلہ کی طرف کافی توجہ نہیں کر رہے تھے، ایوان کے چھ سو پندرہ ممبروں میں سے نصف ارکان بھی حاضر نہیں معلوم ہوتے تھے اور ان میں سے پچاس فی صدی بھی ایسے نہ تھے جو بحث میں دلچسپی لے رہے ہوں۔

ہاؤس آف کامنز کے ممبروں کو تقریریں لکھ کر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے یا یوں کہئے کہ ایوان کی مستند روایات سے یہ طریقہ خارج ہے۔ ممبروں کو اسبات کی اجازت ہے کہ وہ تحریری نوٹوں کو دیکھ لیا کریں، تاکہ یاد تازہ ہو جائے اور اگر ضرورت ہو تو کتابوں یا دستاویزات کا اقتباس بطور دلیل پیش کریں، پھر بھی ان سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ اپنی تقریر کو وہ پڑھیں گے نہیں بلکہ "بولیں گے" لیکن جو ارکان اس وقت بول رہے تھے وہ حقیقی معنوں میں بول نہیں رہے تھے بلکہ اپنے مسودہ کا مضمون پڑھ کر سنا رہے تھے، کبھی کبھی وہ اپنے مسودہ پر جھک جاتے تھے، اور اسے دیکھ کر پڑھتے تھے اور کبھی کبھی یہ سن کر کھڑے ہو جاتے تھے اور اسی پڑھی ہوئی چیز کو زبان سے دہراتے تھے اس طرح کی تقریر سننے والوں کو بہت کھٹکا دیتی ہے اس سے بہت بہتر طریقہ یہ ہے کہ تقریر کو لکھ کر صفائی سے پڑھ دیا جائے۔ مگر برطانوی ذہنیت اس قسم کی لفاظی کو پسند نہیں کرتی، وہ واقعات اور حقیقتوں پر نگاہ رکھتی ہے۔

امریکن سینٹ

اس کے بعد میں نے جس دوسری آئین ساز اسمبلی کو دیکھا وہ ولایات متحدہ امریکہ کی "سینٹ" تھی، امریکہ کی پارلیمنٹ جسے "کانگریس" کہتے ہیں، دو حصوں پر منقسم ہے ایک "ہاؤس آف ریپریزنٹیٹوز" اور دوسرے "سینٹ"۔ جس وقت میں گیا تھا اول الذکر کا اجلاس نہیں ہو رہا تھا لیکن سینٹ کا اجلاس جاری تھا امریکن کانگریس کے دونوں ایوان ایک ہی عمارت میں واقع ہیں۔ سینٹ کے ممبروں کی تعداد چھیانوے ہے۔ اس کے اجلاس کے لئے جدید ہال سترہ میلین ڈالر کی لاگت سے پچھلے دنوں تعمیر کیا گیا تھا۔

جب میں امریکن سینٹ کا اجلاس دیکھنے گیا تھا تو گیلری یہاں بھی تقریباً بھری ہوئی تھی لیکن بہت زیادہ بھیڑ نہ تھی، ولایات متحدہ امریکہ کا نائب صدر آئین کی رو سے سینٹ کی صدارت کرتا ہے اور اگر صدر مر جاتا ہے تو فوراً اسکی جگہ لے لیتا ہے اور آئندہ انتخابات تک اسکے فرائض انجام دیتا ہے مسٹر روزویلٹ بھی پہلے پہل اسی طرح ولایات متحدہ امریکہ کے صدر ہوئے تھے اور ۱۹۳۳ء میں پریسیڈنٹ

(باقی صفحہ نمبر ۲۴ پر)

وجدانیات

(از جناب سادھو رام صاحب آرزو سہارنپوری)

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

دنیا ہے مرے عشق کی ٹھکرائی ہوئی سی
دیکھوں تری زلف سیہ لہرائی ہوئی سی

اک خواب ہے دنیا مری تخئیل نظر کا
ہر شے نظر آتی ہے نظر آئی ہوئی سی

کیوں سوز نہاں خیر تو ہے پردۂ دل کی
کچھ درد کی آواز ہے تھرائی ہوئی سی

اللہ رے کافر تری مخمور نگاہی
کوثر کی حدیں جد میں ہیں آئی ہوئی سی

ہر ذرّے سے آتی ہے مجھے بوئے محبت
شاید مری امید ہے ٹھکرائی ہوئی سی

کیا جانئے کیا حشر ہو تکمیل وفا کا
وہ آنکھ نظر آتی ہے شرمائی ہوئی سی

اے آرزو بس اتنی ہے اب دل کی حقیقت
جس طرح کلی ہو کوئی مرجھائی ہوئی سی

اس ہفتہ کیلئے ایک خیال۔ "کوشش کرنیوالے کیلئے کوئی چیز ناممکن نہیں" (سکندر اعظم)

دُنیا کا عجائب خانہ

آدم خور پہاڑ

دنیا میں ایسے پہاڑ اور چٹانیں موجود ہیں جو انسان کو قریب آتے ہی ہلاک کر دیتی ہیں، افریقہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جنوبی افریقہ میں ایک ایسا پہاڑ ہے کہ جو انسان کی جان کا سب سے بڑا دشمن ہے جوں ہی کوئی ناواقف انسان اس پہاڑ کے قریب سے گذرتا ہے فوراً بیہوش ہو جاتا ہے اور تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس پہاڑ کے قریب سینکڑوں انسانوں اور جانوروں کی ہڈیوں کے پنجر پڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

افریقہ کے اس خوفناک پہاڑ کی طرح امریکہ میں ایک چٹان بھی ہے جس کے پہلو نیچے ہیں یہ دو ہزار فٹ لمبی اور تین سو فٹ چوڑی ہے، اس چٹان کی خون آشامی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ جو شخص بھی اس چٹان پر چڑھنے کی جرأت کرتا ہے وہ فوراً مر جاتا ہے چنانچہ حکومت امریکہ نے ایک قانون کے ذریعہ اس خونی چٹان پر چڑھنے کی ممانعت کر دی ہے۔

روحیں ہماری خدمت کیا کریں گی

امریکہ کے دو ماہر روحانیات آج کل اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مُردہ انسانوں کی روحوں پر کیونکر قابو حاصل کیا جائے، ان کی خواہش ہے کہ روحوں کو بھی اپنا غلام بنا لیا جائے اور ان سے دنیا کے کام لئے جائیں۔ ان ماہر روحانیات کی رائے ہے کہ وہ بہت جلد روحوں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیں گے اسکے بعد روحوں سے مختلف کام لئے جائیں گے مثلاً ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغام بھجوانا۔ پُراسرار واقعات اور حالات کی چھان بین کرنا۔ پرائیویٹ اور محفوظ کاغذات کا مضمون معلوم کرنا۔ بطور جاسوس کے ان سے کام لینا جرائم کی تفتیش وغیرہ وغیرہ، اگر درحقیقت یہ ماہر روحانیات روحوں کو غلام بنانے میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد عام انسان روحوں سے اسی طرح کام لے سکیں گے جس طرح کہ زندہ انسانوں سے کام لیا جاتا ہے اور بعض کام روحوں سے ایسے لئے جائیں گے جو دنیا کو حیران اور پریشان کر دیں گے۔

بے ہڈی کا انسان

فرانس میں ایک ایسا عجیب و غریب آدمی ہے جو اس قدر دُبلا پتلا ہے اور اس کے جسم میں اس قدر لوچ ہے کہ وہ قید خانہ کی آہنی سلاخوں کے درمیان سے نہایت آسانی سے نکل آتا ہے، کہتے ہیں کہ یہ دُبلا پتلا آدمی پیدائشی چور ہے چھوٹی سے چھوٹی جگہ میں گھس جاتا ہے اور نکل جاتا ہے۔ جب وہ طالب علم تھا تو اس نے مذاق کے طور پر ایک دکان کی کھڑکی کا شیشہ توڑ دیا۔ پولیس اس کو پکڑ کر لے گئی اور حوالات میں بند کر دیا اس کے ساتھی سمجھے کہ چلو پھنس گیا لیکن ایک گھنٹے کے بعد ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ یہ حضرت حوالات کی سلاخوں سے نکل بھاگے ہیں اور چلے آ رہے ہیں جس نے اس تجربہ کے بعد باقاعدہ چوری کا پیشہ شروع کر دیا جب بھی اسے گرفتار کیا گیا وہ نکل آتا تھا آخری دفعہ جب وہ پکڑا گیا تو اسے سلاخوں والی حوالات میں رکھنے کی بجائے جالی دار کمرہ میں بند کیا۔ اس عجیب و غریب انسان کے جسم کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے تمام فرانس میں یہ شخص اپنی خصوصیات کے لحاظ سے واحد شخص تصور کیا جاتا ہے۔

بولنے والا موٹر

راہ گیروں کو ہٹانے کے لئے آج کل موٹروں میں ہارن لگائے جاتے ہیں لیکن امریکہ کے ایک موجد کا خیال ہے کہ ہارن کی بجائے ایک ایسا آلہ موٹروں میں لگایا جائے جو شور مچانے کی بجائے انگریزی زبان میں لوگوں سے کہے، "ہٹ جایئے، بچ جایئے" چنانچہ تازہ ترین اطلاع ہے کہ یہ آلہ ایجاد ہو گیا ہے یہ آلہ بانے پر شور کرنے کی بجائے انگریزی میں یہ کلمات کہتا ہے "مہربانی فرما کر راستہ سے ہٹ جایئے" جب تمام موٹروں میں یہ آلہ لگ جائے گا تو ہر طرف سے موٹریں ہٹو بچو کے لئے آوازیں بلند کریں گی معلوم ہوا ہے کہ امریکہ میں یہ ایجاد بہت مقبول ہو رہی ہے،

شعلہ بار حروف

برطانیہ کی ایک بہت بڑی موٹر فیکٹری نے جو جنگی ضروریات کا سامان بناتی ہے ایک مشین ایجاد کی ہے جو شعلوں کے چمکنے والے حروف میں لکھتی ہے یہ ایک قسم کی برقی پنسل ہے جو کام کرتے وقت انتہائی گرم ہو جاتی ہے اور اس کی نوک اس قدر تیز ہے کہ لوہے کو آسانی سے کاٹ دیتی ہے اس مشین کے ذریعہ پلیٹوں پر حروف لکھے جاتے ہیں جو شعلوں کی طرح چمکتے ہیں۔ اس مشین سے کام لینے کے لئے انسانی ہاتھ کی ضرورت نہیں،

منحوس ہندسہ

کہا جاتا ہے کہ جاپان میں چار کے ہندسہ کو عموماً بدشگونی کی علامت سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ ہندسہ جاپانیوں کی موت کے لفظ سے مطابقت کرتا ہے،

تیج ویکلی دہلی

۳ ستمبر ۱۹۴۰ء

موجودہ صورتِ حال کیا ہے؟

راشٹرپتی اور وائسرائے کی خط وکتابت

گذشتہ ہفتہ تیج ویکلی شائع نہیں ہوا تھا اور اس کی جگہ پر ناظرین کی خدمت میں "کرشن ایڈیشن" پیش کیا گیا تھا۔ ان گذرے ہوئے تقریباً پندرہ دنوں میں بڑے اہم واقعات ہندوستان کے سیاسی میدان میں رونما ہوئے ہیں جن سے موجودہ صورتِ حال بالکل بدلی ہوئی دکھلائی دیتی ہے مسٹر امیرے وزیر ہند اور لارڈ لنلتھگو وائسرائے ہند کی پیشکش کے جواب میں کانگریس ورکنگ کمیٹی نے اور اسکے بعد آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے جو فیصلہ کیا ہے وہ ناظرین کے سامنے آچکا ہے مختصر الفاظ میں وہ فیصلہ یہ تھا کہ چونکہ حکومت کی تازہ ترین پیشکش کو کانگریس کے مطالبے سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے اور حکومت ہند عارضی طور پر بھی مرکز میں کوئی ایسی مشترک حکومت قائم کرنا نہیں چاہتی جس کو عوام کے نمائندہ اور منتخب عناصر کا اعتماد حاصل ہو اس لئے کانگریس حکومت کے ساتھ اشتراکِ عمل نہیں کر سکتی،

بس یہی نقطہ پر معاملہ ختم ہوگیا ہے اور وائسرائے جیسا کہ انہوں نے اپنے بیان میں پہلے ہی کہہ دیا تھا اپنی ایگزیکیٹو کونسل کی توسیع کے لئے اپنی پسند کے مطابق ممبروں کے انتخاب میں مشغول ہیں۔ ان نئے کونسلروں کی فہرست ابھی شائع نہیں ہوئی ہے، لیکن اس فہرست میں جیسے لوگ ہوں گے ان کے متعلق صرف ہم کو نہیں بلکہ ساری ملک کو کافی معلومات حاصل ہیں ہمیں ان کی طرف کوئی خاص توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، وائسرائے کی ایگزیکیٹو کونسل میں خواہ پانچ ممبر ہوں یا پانچ سو ہوں، ہمارے لئے ان کی تعداد کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اصلی سوال تو نمائندگی کا ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ اس طرح چنے جائیں یا نامزد کئے جائیں وہ صرف خود اپنے نمائندے یا اپنے آقاؤں کے نمائندے ہوسکتے ہیں،

حکومت نے کانگریس کو تعاون کی دعوت دی تھی لیکن کن شرائط پر؟ پہلی شرط یہ ہے کہ اس وقت آزادی کا نام نہ لیا جائے اور دوسری شرط یہ ہے کہ جب اختتامِ جنگ پر ہندوستان کا کوئی نیا آئین بنانے کا وقت آئے گا تو حکومت سب سے پہلے اقلیتوں کو یہ اختیار دیدیا جائے گا کہ وہ جس طرح چاہیں اکثریت کے مطالبات سے کھیلتے رہیں اور جب چاہیں ان کو ٹھکرا دیں، کانگریس نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ ایک ہزار مرتبہ کھلے الفاظ میں یہ کہہ دیا ہے کہ وہ خود اقلیتوں کو مطمئن کرنا چاہتی ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کو محفوظ کرنا چاہتی ہے، بلکہ اقلیتوں کو خود اسباب کا اختیار دینا چاہتی ہے کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت اپنی مرضی کے مطابق کریں۔ اگر حکومت کے دل میں کانگریس کا اعتبار نہیں ہے اور وہ اقلیتوں کی محبت میں اسی قدر بے چین ہے تو اس کا فرض تھا کہ اقلیتوں سے پوچھے کہ صاف صاف بتلاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ تمہارے جتنے حقوق ہیں ان کی ایک فہرست پیش کرو اس کے بعد حکومت اس فہرست کو لے کر کانگریس سے مطالبہ کرتی کہ اسپر غور وخوض کرے۔ اس کے متعلق حکومت سے مشورہ کرے، اقلیتوں سے گفت وشنید کرے اور کوئی ایسا فارمولا نکالے جو دونوں پارٹیوں، یا یوں کہئے کہ تینوں پارٹیوں کو مطمئن کردے۔ اسکے بعد ہندوستان کی آزادی کا آئین مرتب کیا جائے،

لیکن غالباً حکومت ان تعمیری کاموں میں اپنا مفاد نہیں دیکھتی۔ اس نے تو اقلیتوں کا یہ مطالبہ تسلیم کرلیا ہے کہ ان کو اکثریت کے ہر مطالبہ پر "ویٹو" یعنی نفی کا حق دے دیا جائے وہ جس مطالبہ کو چاہیں ٹھکرا دیں یا مسترد کردیں، دنیا کے کسی ملک میں کسی اقلیت کو یہ حق حاصل نہیں ہے غالباً دنیا کی کسی اقلیت نے اس طرح کا مہمل دعویٰ ابھی نہیں کیا ہوگا اور نہ کسی حکومت نے ایسے دعووں کی حوصلہ افزائی کی ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا عام طبقہ خود بھی مسلم لیگ کے اس رجعت پسندانہ طرزِ عمل کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ وہ وطن کی آزادی کی راہ میں اس طرح رکاوٹ ڈالنا خود اپنے لئے باعثِ ننگ سمجھے گا۔ لیکن ہندوستان میں جو لوگ حکومت کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بننا چاہتے ہیں وہی امپیریلزم کی زنجیروں کو مضبوط کرنے میں حکومت کا ہاتھ

* بٹا رہے ہیں *

وائسرائے کی پیشکش کے بعد راشٹرپتی آزاد اور لارڈ لنلتھگو کے درمیان جو خط وکتابت ہوئی تھی وہ بھی اب شائع ہوگئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حکومت اپنی طرف سے ایک انچ بھی آگے بڑھنے کو تیار نہ تھی۔ ملاقات کی دعوت ہی میں یہ شرط پیش کردی گئی تھی کہ حکومت کی پیشکش کی حدود ہی کے اندر کوئی بات چیت ہوسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ خود یہی حدیں ایسی تھیں جن کے ذریعہ حکومت نے گفت وشنید کا دروازہ بند کردیا تھا اور جیسا کہ راشٹرپتی نے اپنے خط میں تحریر کیا تھا گفت وشنید کا کوئی مشترک میدان ہی باقی نہ تھا، ایسی حالت میں ملاقات سے فائدہ ہی کیا ہوتا؟

حکومت نے کانگریس کو تعاون کی دعوت دینے میں جو شرط لگادی تھی اس کا اثر کانگریس پر کیا ہوگا اس سے حکومت ہرگز ناواقف نہ ہوگی۔ جب حکومت نے تعاون کے لئے پہلے ہی سے وہ شرائط مقرر کردی تھیں جن کو قبول کرنا کانگریس کے لئے مطالبۂ آزادی کو ترک کردینے کے برابر تھا۔ اور گفت وشنید کے لئے بھی حدیں مقرر کردی تھیں تو دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب صاف یہی تھا کہ سمجھوتہ کا دروازہ حکومت نے اپنے ہاتھوں سے بند کردیا ہے اس کے بعد کیا ہوگا اور کانگریس کیا طرزِ عمل اختیار کرے گی اس کے متعلق ہم کوئی پیشین گوئی کرنا نہیں چاہتے ۱۳ ستمبر کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس ہونے والا ہے اس میں آخری فیصلہ کردیا جائے گا۔ اور سب کو معلوم ہوجائیگا کہ ہندوستان کو آزادی کی منزل کی طرف جانے کے لئے اب کونسا راستہ اختیار کرنا ہے۔ ہمارے سامنے پنڈت جواہر لال نہرو کے بیش قیمت الفاظ موجود ہیں کہ: "دہلی ریزولیوشن جسے پونا میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے بھی پاس کردیا تھا، مر کر اس طرح دفن ہوچکا ہے کہ دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا اب ہم پھر رام گڑھ ریزولیوشن پر واپس آگئے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ فوراً اسے عملی جامہ پہنانا ہے ... انتظار کا وقت گذر گیا ہے۔ ... اور مہاتما گاندھی کی رہنمائی میں کانگریس اور ملک کو پھر تکلیف اور قربانی کے اس راستے پر چلنا ہے جو منزلِ آزادی کی طرف جاتا ہے" اسکے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے،

... ...

مہاتما گاندھی کی چیتاونی،

حکومت نے ملک کے مختلف حصوں میں گرفتاریوں کا جو سلسلہ جاری کر رکھا ہے اس کے متعلق مہاتما گاندھی "ہریجن" میں چند بار اظہارِ خیال فرما چکے ہیں لیکن "ڈفنس آف انڈیا ایکٹ کو جس طرح اور جس صورت سے عملی جامہ پہنایا جارہا ہے" اس کے متعلق پھر مہاتما جی نے اپنے قلم کو جنبش دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: "اپنی موجودہ پالیسی سے حکومت گویا کانگریس کو ستیاگرہ شروع کرنے کی دعوت دے رہی ہے" اس میں شک نہیں کہ مہاتما گاندھی کی یہ چیتاونی بروقت ہے اور خود حکومت کے لئے مفید ہے اور اس کی تہ میں حکومت کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی سخت گیر سرگرمیوں کو اتنا نہ بڑھائے کہ کانگریس کے صبر کا پیمانہ ہی لبریز ہوجائے، اگر کانگریس نے اب تک ستیاگرہ کی تحریک جاری کرنے سے پرہیز کیا ہے تو حکومت کو بھی اس نازک گھڑی میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے، مہاتما گاندھی خود ستیاگرہ کی تحریک کو ملتوی رکھنا چاہتے تھے لیکن حکومت ایک غلط راستے پر چلنے لگی ہے،

شریمتی اینی کی سالگرہ!

شریمتی ایم۔ ایس۔ لیبنے کی اکسٹھویں سالگرہ ۲۹ اگست کو ہندوستان کے طول وعرض میں منائی گئی ہے۔ شریمتی لیبنے کی قومی خدمات تعارف کی محتاج نہیں ہیں آپ بھارت ماتا کے اُن سپوتوں میں ہیں جنہوں نے قوم کی سیوا کے لئے اپنی زندگی وقف کردی ہے اور ایک صفِ اول کے ایڈوکیٹ کی حیثیت میں آپ کو جو کثیر آمدنی ہوتی تھی اُسے خدمتِ وطن پر قربان کردیا ہے۔ تقسیم بنگالہ کے زمانے ہی سے آپ قومی جنگ کے بڑے سپاہیوں میں رہی ہیں۔ ہوم رول لیگ کی تحریک کے زمانے میں آپ لوکمانیہ تلک کے دستِ راست تھے۔ ۱۹۲۰ء میں جب تحریک عدم تعاون شروع ہوئی تو آپ نے کانگریس کی ہدایت کے مطابق قانونی پیشہ ترک کردیا اور بعد کو آپ سوراج پارٹی میں شریک ہوکر سورگیہ سی۔ آر داس، سورگیہ پنڈت موتی لال نہرو، سورگیہ لالہ لاجپت رائے اور سورگیہ وٹھل بھائی پٹیل اور شریمتی سروجنی آئنگر وغیرہ کے ساتھی بن گئے، مرکزی اسمبلی میں آپ نے دس سال کی

(باقی صفحہ ۱۰ کالم ۲ پر)

خطرناک چھیڑ چھاڑ

یو۔پی میں سرکاری حکام نے کانگریس والنٹیروں کے خلاف جو کارروائیاں شروع کردی ہیں انھیں اگر خطرناک چھیڑ چھاڑ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اس سلسلہ کی دو خبریں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، ایک یہ کہ ضلع مجسٹریٹ الہ آباد نے پنڈت کیشو ناتھ مالویہ چیف کمپ ڈائرکٹر یو۔پی کانگریس والنٹیر کور کو اطلاع دی ہے کہ چونکہ کانگریس والنٹیروں کے دستے کی ڈرل اور مارچ وغیرہ فوجی قاعدوں سے مشابہ ہے اس لئے وہ خلاف قانون ہے، ان حالات میں آپ کو یہ سرگرمیاں بند کردینی چاہئیں ضلع مجسٹریٹ کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ کا خط صوبہ کانگریس کمیٹی کے ہونے والے اجلاس میں پیش کردیا جائے گا۔ اور اس دوران میں حسب معمول سرگرمیاں جاری رکھی جائیں گی۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ آجکل الہ آباد میں کانگریس والنٹیروں کا کیمپ لگا ہوا ہے جہاں ایک سو ساٹھ والنٹیروں کو ٹریننگ دی جارہی ہے

دوسرا واقعہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ اسو سی ایٹڈ پریس کی اطلاع سے ظاہر ہے کہ غیر سرکاری والنٹیر جماعتوں کی ڈرل اور وردی پر پابندی کے متعلق حکومت ہند نے جو حکم نافذ کیا ہے، اس کی خلاف ورزی کے الزام میں کانپور سیوا سمتی والنٹیر کور کے کپتان شری بیت رام سنگھ کو گرفتار کرلیا گیا ہے اس سے پہلے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت میں بہت سے کانگریسی کارکنوں کی گرفتاری عمل میں آچکی ہے لیکن غیر سرکاری والنٹیروں کی ڈرل اور وردی پر پابندی کے سلسلہ میں یہ پہلی گرفتاری ہے جو کانپور سے شروع ہوئی ہے۔ کہا نہیں جاسکتا کہ ان گرفتاریوں کا سلسلہ اب کہاں تک چلے گا۔ جیسا کہ پہلے بھی بعض صف اول کے کانگریسی لیڈروں نے فرمایا ہے۔ کانگریس والنٹیر کور صرف سیوا کرنے والی جماعت ہے۔ اس کی سرگرمیوں کا مقصد اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ پبلک جلسوں میں امن و امان قائم رکھے اور تعمیری نوعیتوں کے کام کرے، اور وقت پر عوام کو امداد پہنچائے۔ اس کا عقیدہ خالص عدم تشدد پر ہے اور اس کے پروگرام میں کوئی ایسی چیز داخل نہیں ہے جسے قابل اعتراض یا خلاف قانون کہا جاسکے، ہمیں افسوس ہے کہ حکومت یو۔پی۔ نے وقت کی نزاکت کا خیال نہیں کیا ہے۔ اس کے جواب میں خود کانگریس کا طرز عمل کیا ہوگا اس کے لئے ہمیں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کرنا ہوگا جو بہت جلد ملک کے سامنے آنیوالا ہے۔ لیکن کانگریس ورکنگ کمیٹی نے بھی اپنے گزشتہ رزولیوشن میں یہ شبہ ظاہر کردیا تھا کہ یہ حکم کانگریسی والنٹیروں کی معمولی سرگرمیوں میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے جاری کیا گیا ہے اور اس امید کا اظہار کیا تھا کہ اس حکم کو کانگریسی والنٹیروں کی جائز سرگرمیوں کو دبانے کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ ان کی ڈرل اور وردی کو بھی فوجی ڈرل اور وردی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، اس کے جواب میں حکومت نے جو کچھ کہا وہ نہ کہنے کے برابر تھا اور اس کے الفاظ اس قدر گول مول اور مبہم تھے کہ وہ ہر معنی میں استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ بہرحال اب تو یہ ظاہر ہوگیا ہے کہ کانگریسی لیڈروں کے شبہات ٹھیک تھے، اور یو۔پی کے حکام اپنے طرز عمل سے گویا بغاوت خطرے کو دعوت دینے کا ارادہ کرچکے ہیں۔

"عقل کُش" شعاعیں

آپ نے جدید سائنٹیفک تحقیقاتوں کے سلسلہ میں بہت سی شعاعوں کے نام سنے ہوں گے مثلاً "ایکس ریز" یا "الٹرا وائیلٹ ریز"۔ ایسی شعاعیں جو چلتے ہوئے ہوائی جہازوں کو گرادیتی ہیں یا وہ شعاعیں جو بیماریوں کے جراثیم کو ہلاک کرتی ہیں، اور سب سے آخر میں وہ "موت کی شعاعیں" جن کے افسانے بہت مشہور ہو چکے ہیں اور جن کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ دور ہی سے انسانوں کو ہلاک کردیتی ہیں لیکن شری راجگوپال آچاریہ نے مدراس لا کالج میں تقریر کرتے ہوئے ایک نئی قسم کی شعاعوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا اثر یہ ہے کہ وہ انسان کی عقل کو خاتم کردیتی ہیں شریت راجگوپال آچاریہ کی تقریروں میں مذاق کا ایک لطیف پہلو ہمیشہ ہوا کرتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اگر برطانیہ ہندوستان کو آزاد کردیتا اور دونوں ملک مل کر جرمنی کے خلاف لڑتے تو جنگ کا رخ بدل جاتا۔ لیکن برطانیہ عقل سے کام نہیں لے رہا ہے۔ غالباً یہ کسی قسم کی شعاعوں کا اثر ہے جو جرمنی سے بھیجی جاتی ہیں اور برطانی دماغوں سے عقل کو خارج کردیتی ہیں۔ جب راجہ جی نے یہ فرمایا کہ ہٹلر کا خفیہ آلۂ جنگ یہی "عقل کش" شعاعیں ہیں تو اس پر لوگوں نے ایک قہقہہ لگایا۔ لیکن جب کہ راجہ جی کا خیال ہے ان "عقل کش" شعاعوں نے ہندوستان کے بعض دماغوں پر بھی اثر ڈالا ہے اور مسلم لیگ کی عقل کا تو خاص طور پر خاتمہ کردیا ہے کہ اس نے ایک "مسلم لیگی" کو وزیر اعظم بنانے کے متعلق راجہ جی کی پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔

ہندوستان میں پرواز کی ٹریننگ

حکومت نے ہندوستانیوں کو فن پرواز کی تعلیم دینے کی جو اسکیم مرتب کی ہے وہ ہر طرح ناکافی ہے اور موجودہ خطروں کے پیش نظر تو اس کی کوئی اہمیت اور وقعت ہی نظر نہیں آتی وہ اسکیم یہ ہے کہ سال میں صرف تین سو پائلٹ اور دو ہزار "میکانک" یعنی مستریوں کو ٹریننگ دی جائے گی کچھ روز ہوئے حکومت نے بڑے طمطراق سے اعلان کیا تھا کہ ہندوستان کے دفاع و تحفظ کے لئے وسیع انتظامات کئے جارہے ہیں۔ اب حکومت کا عذر یہ ہے کہ اگر آدمی مل بھی جائیں تو سامان ناکافی ہونے کے باعث ان کی خدمات سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ موجودہ جنگ حقیقت میں مشینوں کی جنگ ہے اور حکومت کہتی ہے کہ اگر مشینیں کافی مہیا نہیں ہوسکتیں تو آدمیوں کو لے کر کیا کیا جائے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مشینوں کے ناکافی ہونے کی ذمہ داری کس پر ہے؟ صرف ہوائی تعلیم ہی کو لے لیجئے تو یہ عذر کس قدر نامعقول معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ جب یہ اقسام کے انجن رکھنے والے ہوائی جہاز ہندوستان میں کافی تعداد میں نہیں ہیں اس لئے پائلٹ اور مستریوں کو بھی بڑی تعداد میں ٹریننگ دینے سے کیا فائدہ ہوگا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ لوگوں کو بڑی تعداد میں ابتدائی تعلیم دے کر اس وقت کے لئے تیار رکھا جائے گا جبکہ جلد سے جلد سے انجن والے ہوائی جہاز تیار کئے جائیں؟ ہندوستان کی اس کس مپرسی کے مقابلہ میں کناڈا کی اسکیم کو دیکھئے جہاں تیس ہزار ہوائی پائلٹوں۔ ڈھائی ہزار افسران پرواز اور تقریباً چھ ہزار اسٹاف کو ہوائی محکمہ کی مکمل ٹریننگ دی جانے والی ہے۔ ہندوستان کی اسکیم میں صرف دس نئے ٹریننگ مرکز ہیں اور کناڈا کی اسکیم میں اسی ہوائی تعلیم گاہیں قائم کی گئی ہیں ہیں ہیں۔ افسوس ہے کہ جنگ کا خطرہ مشرق کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے دیکھ کر بھی ہندوستان کے تحفظ و دفاع کے مسئلہ کی طرف سے غفلت برتی جارہی ہے۔

امریکہ میں جبریہ بھرتی

ولایات متحدہ امریکہ کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ ایسے موقع پر جبکہ ملک کسی جنگ میں شریک نہیں ہے جبریہ بھرتی کی اسکیم جاری کی جانے والی ہے۔ امریکہ کے سینٹ نے ۲۶ ووٹوں کے خلاف ۵۸ ووٹوں سے جبریہ بھرتی کا بل پاس کردیا ہے۔ اس بل کے مطابق ۲۱ اور ۳۰ سال کے درمیان عمر رکھنے والا ہر مرد جبریہ طور پر فوج میں بھرتی کیا جاسکے گا اب یہ بل "ہاؤس آف ریپریزنٹیٹوز" میں جائے گا اور وہاں اس پر بحث ہوگی اور اس کے بعد پاس کردیا جائے گا۔ امریکہ کے اس طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود کو اس جنگ کے خطرے سے باہر نہیں سمجھتا۔ یورپ سے دور بھی اس دنیا میں کوئی ملک نہیں ہے جو جنگ یا جارحانہ حملہ کے مقابلہ کے لئے پوری تیاریاں نہ کررہا ہو۔

پاکستان کی اسکیم

پاکستان کی اسکیم کس درجہ مضحکہ انگیز ہے اس کا اندازہ ان سطروں سے کیجئے جو ہمارے مسلم معاصر "ہند" کلکتہ نے تحریر کی ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"آپ کہتے ہیں کہ پاکستان اگر قائم ہوجائیگا تو بنگال۔ پنجاب، سرحد، اور سندھ میں اسلامی سلطنتیں قائم ہو جائیں گی لیکن پہلے یہ تو بتا دیجئے کہ اسلامی سلطنتیں کیسے قائم ہوجائیں گی؟ صوبہ سرحد اور سندھ میں تو بلاشبہ مسلمانوں کی اتنی آبادی ہے کہ اسلامی سلطنتیں بن سکتی ہیں، مگر زندہ نہیں رہ سکتیں، یہ دونوں صوبے اتنے چھوٹے اور تنے اجاڑ اور ہتنے کم آباد ہیں کہ کسی حملہ اور طاقت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے ان میں اتنی صلاحیت ہی نہیں کہ بڑی فوج رکھ سکیں یا مسلح ہوسکیں۔ اب رہ جاتے ہیں دو صوبے۔ بنگال اور پنجاب، تو واقعی یہ خوب آباد بھی ہیں اور خوب زرخیز بھی ہیں۔ مگر ان دونوں صوبوں میں ہندوؤں اور غیر مسلموں کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت برائے نام رہ گئی ہے۔ کیا یہ کروڑوں ہندو اسلامی حکومت منظور کرلیں گے؟ پنجاب میں سکھوں اور جاٹوں کی جنگ آزما آبادیاں موجود ہیں اور بنگال کی سرحد پر نیپالیوں اور بھوٹانیوں کی لڑاکا قومیں آباد ہیں۔ کیا مسلمانوں کو ان سب سے ہمیشہ برسر جنگ رہنا نہیں پڑے گا اور کیا اس جنگ میں باقی ہندوستان کے ہندو اپنے ہم مذہبوں کا ساتھ نہیں دینگے۔ پاکستان قائم ہونیکی صرف یہی ایک صورت ہے کہ برطانیہ کی سرپرستی میں بنا جائے۔ لیکن اس صورت میں آزادی نہیں غلامی ہی باقی رہیگی اور غلامی کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی فائدہ اٹھانا بھی ممکن نہیں اور ممکن ہو بھی تو ایسے فائدے کو ٹھکرا دینا چاہئے جس کی وجہ سے غلامی کی لعنت میں گرفتار رہنا پڑے۔ پاکستان کے طالبوں کو اس صحیح نقطۂ نگاہ پر غور کرنا چاہئے۔

پچھلے صفحہ سے آگے

...بت میں جو قومی خدمات انجام دی ہیں وہ ہمارے سامنے ہے ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء کی قومی تحریک میں بھی آپنے اہم حصہ لیا تھا اور ۱۹۳۳ء میں آپ آٹھ ماہ تک انڈین نیشنل کانگریس کے ڈکٹیٹر رہے تھے۔ آپ نے "کمیونل ایوارڈ" کے مسئلہ پر کانگریس کی پالیسی سے ہمیشہ اختلاف کیا، اور آج سردار پٹیل اور شریمتی راجگوپال آچاریہ جیسے لیڈروں نے بھی یہ محسوس کرلیا ہے کہ جبتک جداگانہ انتخاب ہندوستان میں موجود رہیگا ہندو مسلم اتحاد ممکن نہیں ہے شریمتی آنے آل انڈیا آریہ سماج کانفرنس کے اجلاس شولاپور کے صدر بھی تھے جس میں ریاست حیدرآباد کی آریہ سماج کی مذہبی اور شہری آزادی کے سوال پر ستیاگرہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ مختصر یہ کہ شریمتی اپنے کی پوری زندگی قومی کاموں میں صرف ہوئی ہے اور اب ۲۹ اگست کو آپ کی اکسٹھویں سالگرہ منائی گئی ہے اس مسرت انگیز موقع پر ہم شریمتی اپنے کو مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ آپ کو مزید قومی خدمات کے لئے بہت لمبی حیات عطا فرمائے اور آئندہ ایسی بہت سی سالگرہوں کی خوشیاں منائی جائیں۔ آپ کی تصویر صفحہ ۱۲ پر شائع کی گئی ہے۔

رفتار زمانہ

پچھلے دنوں جرمنی نے برطانیہ پر چند زبردست ہوائی حملے کئے لیکن کچھ جانی اور مالی نقصان پہنچانے کے علاوہ یہ حملے کامیاب نہیں ہوئے فرانس کی شکست کے بعد دو ماہ سے زیادہ گزر چکے ہیں۔ لیکن انگلستان پر کوئی موثر جرمن حملہ جتنا اس وقت قدرتی تھا اتنا ہی مفقود اب بھی ہے۔ ویسے تو ہوائی حملے ہو ہی رہے ہیں، لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جرمنی کو اس سے ذرہ برابر بھی فائدہ پہنچا ہے۔ ایک ایک ہوائی حملے میں جرمنی نے ڈیڑھ ڈیڑھ اور دو دو ہزار بمبار ہوائی جہاز کے دستے بھیجے ہیں، لیکن ان حملوں کا جواب بھی برطانیہ نے اس طرح دیا ہے کہ حملہ آوروں کے حوصلے پست کر دیئے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اہل برطانیہ نے خوف اور ڈر اور دہشت سب کو اپنے دلوں سے نکال دیا ہے، اور سب کے سب پورے استقلال کے ساتھ قربانی پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اب جبکہ موسم سرما تیزی سے قریب آرہا ہے ہٹلر کے لئے فاتحانہ کمالات دکھلانے کا وقفہ بہت کم باقی رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یورپ اور جزیرہ برطانیہ کے درمیان چند میل کا سمندری حصہ ہٹلر کے لئے بھی انہیں رکاوٹوں کا باعث بنا ہے جو نپولین کی ناکامیابی کا باعث ہوئی تھیں ہمیں اب اس بات پر بھی شبہ ہو رہا ہے کہ ہٹلر اپنی ہوائی طاقت کو اس طرح ضائع کرنا پسند کرے گا۔ برطانیہ نے اسکے سینکڑوں ہوائی جہاز تباہ کر ڈالے اور گرا دیئے ہیں اور اب اپنی طرف سے بھی برلن پر جارحانہ حملے شروع کر دیئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جرمنی نے فرانس کے ساحل سے برطانیہ کے ساحل پر جو گولہ باری شروع کی تھی وہ بھی ناکامیاب اور بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ رود بار انگلستان اور برطانی بحری بیڑے کی رکاوٹوں کا کوئی علاج اب تک جرمنی کی سمجھ میں نہیں آیا ہے۔

لیکن موسم سرما کی آمد کے یہ معنی ہیں کہ یہ جنگ جاری نہ رہ سکے گی۔ لڑائی کسی نہ کسی صورت میں ضرور جاری رہے گی اور غالباً جیسا کہ گذشتہ موسم سرما میں ہوا تھا رکا دکا ہوائی حملے، اور آبدوز کشتیوں اور سرنگوں کے ذریعہ لڑائی جاری رکھی جائے گی۔ اگر ہمارا یہ خیال صحیح نکلا جب نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہ جنگ جلد ختم ہوتی ہوئی دکھلائی نہیں دیتی۔ ہر حلقہ میں اس خیال کا اظہار کیا جارہا ہے کہ جنگ کی طوالت برطانیہ کے حق میں بہت مفید ثابت ہوگی اور تمام خطرات کے باوجود یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسی حالت میں برطانیہ کی فتح یقینی ہے۔

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہٹلر اور مسولینی اپنی بڑی بڑی فوجوں کو موسم سرما میں بالکل بیکار کیونکر رکھ سکیں گے؟ یہ فوجیں تو جارحانہ حملوں اور دنیا کی تباہ کاریوں کی امید دل ہی پر زندہ رکھی گئی ہیں۔ اسی سوال سے بلقان اور مشرق قریب کی حالت کا دوسرا رخ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان اطراف میں موسم سرما میں بہت زیادہ سردی نہیں ہوتی اب بھی رومانیہ اور ہنگری کی نزاع ایک نازک صورت حال تک پہنچ گئی ہے۔ یہ وہ خطہ ہے جس سے روس، جرمنی اور اٹلی تینوں کو دلچسپی ہے اور ہٹلر غالباً دل سے یہ نہیں چاہتا کہ سر دست بلقان کو ایک دوسرا میدان جنگ بنا دیا جائے۔

اس تحریر کے لکھنے کے وقت وائنا میں جرمن نمائندے ہر وان ربن ٹروپ، اٹلی کے نمائندے کاؤنٹ سیانو اور رومانیہ اور ہنگری کے وزراء خارجہ کی ایک اہم کانفرنس ہو رہی ہے تاکہ رومانیہ اور ہنگری کے باہمی جھگڑوں کو نپٹا دیا جائے۔ یہ امر صاف طور پر ظاہر ہے کہ جرمنی اپنے مفاد کیلئے رومانیہ کا اور اٹلی اپنے مفاد کیلئے ہنگری کا طرفدار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ رومانیہ اور ہنگری بھی جنگ کے لئے پوری تیاریاں کر چکے ہیں، اور روس اور رومانیہ کی سرحد بھی خطرے سے خالی نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سرحد پر روس اور رومانیہ کی فوجوں کے درمیان کچھ جھڑپ بھی ہو گئی ہے۔ بہرحال ہمیں اب کانفرنس کے نتیجہ کا انتظار کرنا پڑے گا۔

مشرق قریب کے ممالک میں ترکی اور مصر اور نہر سوئز کے مقامات کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ترکی ابتک جنگ میں شریک نہیں ہوا ہے، اور مصر نے اگرچہ رسمی طور پر اعلانِ جنگ نہیں کیا ہے تاہم یہ عرض ہے کہ وہ برطانیہ کا طرفدار اور حلیف ہے اور اسکی تمام بندرگاہیں برطانیہ کے ساتھ ہیں بلکہ ہندوستان کی فوجیں بھی مصر میں موجود ہیں اور مورچہ بندیاں کر رہی ہیں۔ نہر سوئز صحیح معنوں میں مشرق کا دروازہ ہے، اور بہت ممکن ہے کہ موسم سرما میں اگر جنگ کا رخ مشرق کی طرف پھر گیا تو اس نہر کے آس پاس کوئی ہنگامہ آرائی ہو جائے۔

خاص

حسن کی ناقدری

از جناب محمد امین شرقپوری

افسانہ

تیج ویکلی کے لئے

جب آنندرانی پیدا ہوئی بابو ہری رام تشویش و پیچ میں پڑ گئے اس لئے نہیں کہ انہیں بیٹی سے نفرت تھی بلکہ وہ تکالیف یاد آ گئیں جو انہیں بہن کی شادی کے وقت پیش آئی تھیں۔ جہیز وغیرہ کے لئے مکان نیلام کرنا پڑا کئی برس کے لئے قرضدار ہو گئے باپ اسی غم میں گھل گھل کر مر گیا بابو ہری رام نے ٹھنڈی سانس بھر کر چمن کو دیکھا جو ان کی غیر معمولی پریشانی پر حیران کھڑا تھا۔

"بابو جی کچھ غم نہ کیجئے، آنندرانی بڑی خوش نصیب ہو گی کاش کہ بھگوان نے چاہا تو آنند "رانی" بنے گی"

بابو ہری رام کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"تمہاری پیشینگوئی ایشور کرے پوری ہو میں آج سے اٹھارہ برس کے بعد پیش آنے والے واقعات پر غور کر رہا ہوں بیاہ کے لئے جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا تم جانتے ہی ہو، وہ دن بھی اچھے تھے، پتاجی مرحوم ابھی زندہ تھے جائداد تھی اب میرے پاس کیا دھرا ہے ایک سو روپیہ ماہوار تنخواہ، مکان کا کرایہ کنبے کا خرچ، رشتہ داریاں اور آنندرانی کا جنم!

بابو ہری رام میز پر جھک گئے، رام نام لو بابو جی! کل کس نے دیکھا ہے؟ آنندرانی لکشمی کے ساتھ آئی ہے آپ کو چنتا نہ کرنی چاہئے سب کام سیدھے ہو جائیں گے "ٹن ٹن" ... گھنٹے نے نو بجائے، بابو ہری رام چونک پڑے چمن کاغذات اٹھا کر دفتر چلا گیا۔

نہ جانے کیوں بیٹے سے زیادہ بیٹی سے محبت ہوتی ہے بابو ہری رام دفتر سے آتے تو آنندو، آنندو کی رٹ لگاتے اگر وہ نظر نہ آتی تو کہتے "کہاں ہے؟ کس کے پاس ہے؟" بیوی سے گھبرا کر پوچھتے "چمن لے گیا؟ مگر کہاں غائب ہو گیا بازار سے میں بھی آیا ہوں کہیں نظر نہیں آیا غصے کے مارے چہرہ لال ہو جاتا۔ جھلا جاتے بیوی کو آنکھیں نکال کر دیکھتے ستیش کے کان کھینچتے "بتا آنندو کو چمن کہاں لے گیا ہے؟" چمن گھنٹہ آدھ گھنٹے کے بعد آنندو کو کاندھے پر بٹھائے گاتا ہوا آیا "چمن گھوڑا۔ آنندو، رانی" اچھل اچھل کر گا رہا تھا۔ دو برس کی آنندو کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ گردن پر سوار ننھے ننھے ہاتھوں سے سر کے بال پکڑے ہوئے تھی۔ آنندو گھر آ گیا چمن نے سر جھکا دیا آنندو سر سے چمٹ گئی ٹانگیں گردن کے گرد لپیٹ لیں "نہیں" توتلی زبان سے ہنسی کو روکتے ہوئے بولی چمن کی آواز سنتے ہی بابو ہری رام کا غصہ ہرن ہو گیا۔ ماتھے کی شکن غائب ہو گئی۔ "آنندو کہاں گئی تھی" مسکرا کر بولے۔ ہاتھ پھیلا کر گود میں لے لیا مسکرا کر چمن کو دیکھا۔ وہ ٹوپی جھاڑ رہا تھا بال درست کر رہا تھا۔ آنندو کو گھوڑا بنانا جو باپ کی گود میں جاتے ہی اسے بھول گئی تھی،

دیکھتے دیکھتے آنندو پانچ برس کی ہو گئی۔

"ارے یہاں کھیل رہی ہو، گھر چلو یہی لڑکی لڑکوں کے ساتھ نہیں کھیلا کرتی۔ بھتیجی کے ساتھ کھیلو۔ نریندر کے ساتھ کھیلو، بسنتی تمہاری سہیلی کہاں ہے؟ چلو چلو!" انگلی پکڑ کر گھر آئے، بابوجی کے خوف سے ستیش پہلے ہی بھاگ آیا تھا۔ کتاب کھولے زور زور سے پڑھ رہا تھا۔ آنندو نے مسکراتے ہوئے کہا "میری گڑیا لے آئے؟"

"ری میں تو بھول گیا۔ کل ضرور لا دوں گا"

"اس کے لئے برتن، ورڈی بھی لا دیجئے" ہری رام کی انگلی کھینچ کر بولی۔

"ضرور" مسکرا کر بولے۔ آنندو کی ہر بات پر "ہاں" "ضرور" کہتے رہتے۔ آنندو گڑیا کے لئے اپنے نئے دوشنوں کی طویل فہرست کھولے ہوئے تھی ہری رام بیٹی کی باتوں پر مسکرا رہے تھے، گلے سے لگا لیا۔

بابو ہری رام گھر کی ضروری باتیں تو بھول جاتے مگر آنندو کی معمولی فرمائش بھی انہیں یاد رہتی، اگلے روز وہ آنندو کے لئے گڑیا لائے۔ پلنگ، برتن سب جہیز میں خرید لائے تھے۔ آنندو بابو جی کی آہٹ پاتے ہی کمرے میں چھپ گئی

"اری آنندو" حسب معمول مکان میں گھستے ہی بولے،

"ابھی تو یہاں کھڑی تھی" بیوی نے مسکرا کر کہا۔ بابو ہری رام چاروں طرف دیکھ رہے تھے "آنندو۔ آنندو" کمرے میں جھانک کر دیکھا "آج میں تمہاری گڑیا لایا ہوں، کھلونے لایا ہوں، کہاں چھپ رہی ہو"

گڑیا کا نام سنتے ہی آنندو کیواڑ کی اوٹ سے اچھل کر آئی ٹانگوں سے چمٹ گئی۔ ہری رام کے دل کی کلی نکھر گئی چہکتی مینا معصوم کھلکھلاہٹ کے ساتھ باپ کی دن بھر کی تھکن دور کر دیتی، غیر معمولی مسرت کا سحر پھونک دیتی۔ گڑیا اور کھلونے لے کر خوش ہو رہی تھی، ماں کو دکھا رہی تھی۔ بھائی کو دکھا رہی تھی رات بھر گڑیا کو ساتھ لے کر سوئی صبح بسنتی کو دکھا آئی آج وہ نئی گڑیا کا بیاہ کر رہی تھی اسے نئے کپڑے پہنا رہی تھی جہیز کے لئے مٹھائی چھوٹا سا پلنگ، کھلونے سجا رہی تھی، آٹھ برس کا نریندر اور اس کی ہم عمر بسنتی بھی اپنی گڑیا کو لے کر آئے دولہا بن کر آئے۔ آنندو کی گڑیا کو بیاہ کر لے گئے آنندو گڑیا کے گلے سے چمٹ کر جھوٹ موٹ رو رہی تھی۔ "ہائے میری گڑیا۔" بہن کے ساتھ بھائی بھی سسکیاں لے رہا تھا بابو ہری رام جو نہایت دلچسپی کے ساتھ بچوں کے کھیل کو دیکھ رہے تھے گڑیا کی جدائی میں آنندو کو روتے دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ ایک دن آنندو بھی اسی طرح دلہن بن کر چلی جائے گی۔ انہیں روتے ہوئے چھوڑ کر ... بے اختیار آنسو بہہ نکلے، اُن کے لئے وہ بھی ایک گڑیا تھی جس کے ساتھ وہ کھیلتے تھے ہنستے بولتے تھے، ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے بیوی کو دیکھا جو پتی کو دیکھ کر آنسو بہا رہی تھی!

(۲)

وقت گذر گیا۔ آنندو بارہ برس کی ہو گئی وہ اب اسکول جاتی تھی۔ ستیش۔ نریندر اور بسنتی بھی اسکول جاتے تھے، کل جو بچے گڑیا کا کھیل کھیلتے تھے اب کتابوں کے کیڑے بن گئے، دیواروں پر لکیریں کھینچنے کی بجائے لکھنے پڑھنے میں مصروف ہو گئے معصوم ہستیاں زندگی کے راستے پر گامزن ہو گئیں۔ بابو ہری رام جو پانچ برس پہلے آنندو کے کھیلنے کے لئے کھلونے خریدتے تھے اب نہیں آنندو کے بیاہ کی فکر ہو رہی تھی بہت احتیاط سے خرچ کرتے، اٹھتے بیٹھتے آنندو کا خیال تھا۔ آنندو کی فکر تھی!

آنندو اب بھی اُن کے گلے میں باہیں ڈال کر پیاری پیاری باتیں کرتی! بوڑھے چمن کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے مونچھیں سفید ہو گئی تھیں۔ آنندو کو ہنستے ہوئے دیکھ کر اسکی سفید آنکھوں میں ایک چمک دوڑ جاتی، وہ اکثر مسکرا کر کہتا "آنندو بھول گئی ہو وہ دن جب میری گردن پر سوار ہوتی تھیں مونچھیں پکڑ کر کھینچا کرتی تھیں، آنندو کی گردن جھک گئی، لجاتے ہوئے چمن کو دیکھا مسکرا کر بولی "مجھے کیا معلوم"

"اری بھول گئی ہو" چمن نے سنجیدگی سے کہا "آنندرانی نام کس نے رکھا تھا؟"

"بابو جی نے" وہ مسکرا کر بولی۔

"بابو جی تو تمہیں باہر پھینک رہے تھے اگر میں نہ اٹھاتا تو آج اتنی بڑی نہ ہوتیں"

"جھوٹ"

"جھوٹ ہی سہی" چمن نے سر ہلا کر کہا بابو ہری رام دونوں کی باتوں پر مسکرا رہے تھے، آنندو منہ چڑاتی ہوئی بھاگ گئی چمن ناریل کا حقہ لے کر برآمدے میں بیٹھ گیا۔ کش لگاتے ہوئے کھانس رہا تھا غالباً وہ زندگی کے تغیرات پر غور کر رہا تھا بابو ہری رام نے دیکھا تو بولا:-

"ابھی کل کی بات ہے یہ چھوٹی سی تھی روز ایک ہاتھ بڑھتی ہے" ہری رام خاموش تھے،

"سچ ہے! لڑکی کے جوان ہوتے کچھ دیر نہیں لگتی" چمن نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں بھی تو یہی کہتی ہوں آج کل بے فکر سو رہے ہیں؟ بیاہ کی کچھ فکر ہی نہیں" شیلا نے تنک کر کہا۔ بابو ہری رام نے مسکرا کر بیوی کو دیکھا۔

"کیا کہا؟ مجھے کوئی فکر نہیں؟"

"فکر ہوتی تو یوں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھتے"

"لڑکا میری نظر میں ہے، مجھے امید ہے بابو رام سرن میری بات کو نہیں ٹھکرائیں گے"

"بہت ٹھیک بابو جی" چمن اچھل کر بولا۔

میرے اُن کے تعلقات بہت دنوں سے ہیں، میرے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ نریندر آج کل بی۔ اے میں پڑھتا ہے، میری آنندو بہت سکھی رہے گی"

"چھوٹے ہی تو آنندرانی کے ساتھ کھیلے ہوئے ہیں مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہوئی ہے بابو جی!" چمن نے خوشی کو روکتے ہوئے کہا۔

"آپ نے بابو جی سے ذکر تو کیا ہوگا؟"

"کوئی خاص گفتگو تو ابھی ہوئی نہیں ہاں وہ اکثر آنندو کا ذکر کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے وہ انکار نہیں کریں گے"

آنندو اور ستیش دونوں لڑتے لڑتے کمرے میں داخل ہوئے۔ بابو ہری رام کہتے کہتے رک گئے۔ آنندو نے لجاتے ہوئے گردن جھکالی۔ ستیش ہانپتے ہوئے آنندو کو گھور رہا تھا۔ اسکے ہاتھ میں قلم کو دیکھ رہا تھا جس کے لئے ایک گھنٹے سے دونوں بہن بھائی میں کشمکش ہو رہی تھی۔

(۳)

نریندر نے جھانک کر دیکھا۔ بسنتی اور آنندو کیرم کھیل رہی تھیں۔ ہلکی ہلکی ٹک ٹک کی آواز کبھی کبھار لطیف قہقہوں کی جھنکار سے معلوم ہوتا تھا کہ لطافتوں کی رنگین دیوی سرمدی نغموں کا ساز چھیڑ رہی ہے۔ نازک انگلیوں کے معمولی اشاروں پر جذبات کی پُرسکون دنیا میں تلاطم پیدا کر رہی ہے!

آنندرانی نے بازی جیت لی۔ بسنتی کا ہاتھ پکڑ کر کھلکھلا کر ہنسی۔ نریندر کو ایسا محسوس ہوا گویا کہکشاں ٹوٹ کر گر پڑی ہے، جس کا ایک ستارہ پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا ہے۔ آنندرانی کی چمکتی ہوئی آنکھیں دروازے پر پڑیں۔ نریندر کو دیکھ کر گردن جھکالی ساڑھی کو درست کیا۔

"ہائیں! تم کیوں چلے آئے" بسنتی چلا کر بولی۔ نریندر کے لئے آج آنندو میں ایک غیر معمولی دلچسپی تھی۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

لالہ موتی چند بیرسٹر ایم ایل اے کے اعزاز میں
آنکے بلامقابلہ ممبر پنجاب اسمبلی منتخب ہونے
پر پنجاب پولیٹیکل اسٹڈی سرکل کی طرف سے
چائے کی دعوت

سی آئی ڈی آفس کے باہر دہلی کے سکھوں کے
ایک بڑے جلسہ میں مقتول سکھ سب انسپکٹر
کی موت پر جسے ایک مسلمان نے قتل کر دیا
افسوس اور ہمدردی کا اظہار کیا جا رہا ہے

جمنا کنارے دہلی کانگریس مہلا کمپ میں دہلی کی
دیس سیوکائں چرخہ کات رہی ہیں

زنانہ والنٹیر ایمبولینس سٹیشن کے سپرنٹنڈنٹ کو اپنی دن بھر کی کارگزاری بتا رہی ہیں

تازہ ترین ہتھیاروں سے مسلح ہندوستانی فوجوں کا دستہ مصر میں

اینٹی ایر کرافٹ کے ایک دستہ کو ہوائی جہاز گرانے کے متعلق مکمل ہدایات دی جا رہی ہیں

دیوانگی کے دور کی ابتدا جبکہ پریزیڈنٹ ھنڈن برگ نے ہٹلر کو ۱۹۳۳ء میں جرمنی کا چانسلر مقرر کیا تھا

دشمن کی پیدل فوج کے حملہ کو بیکار بنانے کے لئے ہندوستانی فوجیں اپنی خندقوں کے سامنے خاردار تاروں کے جال لگا رہی ہیں

ایٹن کالج کے ممبر رائفل چلانے کی مشق کر رہے ہیں اس کالج کے طلبا کو اینٹی پیراشوٹ پیٹرول مقرر کیا گیا ہے

ٹراٹسکی کے حالات زندگی تصویروں میں

ٹراٹسکی نے اپنی آخر عمر میں شہر میکسیکو میں پناہ لی تھی ان تصویروں میں اسکے آخری حالات زندگی موجود ھیں

۱ ٹراٹسکی اپنے میزبانوں سے باتیں کر رھا ھے
۲ ٹراٹسکی اپنے سکرٹری مسٹر اولف کو کچھ ھدائتیں دے رھا ھے
۳ ٹراٹسکی کی میزبان فریڈا کاھو جسکے گھر میں ٹراٹسکی نے قیام کیا تھا
۴ ٹراٹسکی اپنے کتب خانہ میں مطالعہ کر رھا ھے

برطانیہ میں عورتوں کو موٹر کار کی مشین کا عملی کام بتلایا جا رہا ہے

مزاحیہ

رکشا

(از جناب ایم پی بھٹناگر)

رکشا کا رواج ہندوستان کے چند بڑے بڑے شہروں اور پہاڑی حصص میں ہی تھا لیکن اب چند روز سے قصبات میں بھی یہ سواری نظر آنے لگی۔ اس کا ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں کیونکہ دیہات اور قصبات ہمیشہ شہروں کی تقلید کرتے ہیں جن اشیاء کا رواج وہاں ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ دیہات والے بھی ان کو استعمال کرنا باعثِ فخر خیال کرتے اور ان کے استعمال میں جائز و ناجائز کا خیال نہیں کرتے نہ یہ سوچتے ہیں کہ یہ چیز مقامی لحاظ سے بھی کچھ فائدہ مند ثابت ہو گی یا نہیں۔ زمانہ موجودہ میں اکثر اشیاء ہمارے تمدن میں ایسی داخل ہو گئی ہیں جن کا استعمال کرنا نامناسب ہی نہیں بلکہ مضر صحت ہے لیکن رواج نے ان باتوں کو ایسا داخل کر دیا ہے کہ ہم ان کے سود و زیاں پر کچھ توجہ نہیں دیتے۔ رکشا پہاڑی حصص کی سواری ہے جہاں راستے دشوار گذار اور تنگ ہوں دیگر سواریوں کے ذریعہ ان پر سفر کرنا خطرناک ہی ہے بلکہ ناممکن بھی ہے۔ وہاں اس کے بغیر کام چلنا ناممکن ہے۔ لیکن اس کا رواج آہستہ آہستہ میدانی حصص میں بھی ہونے لگا ہے۔

اب تک میدانی حصوں میں جو سواریاں آدمی کے ذریعہ چلائی جاتی تھیں ان میں تانگی، پالکی، کھٹولا اور ڈولی تھی۔ تانگی کا رواج موجودہ وقت میں بالکل کم ہو گیا۔ اکثر اشخاص اس کی ساخت سے بھی ناواقف ہیں۔ ہاں لکھنؤ میں جو حضرات میر حسن کی مثنوی بے نظیر کی سواری کا جلوس پڑھتے وقت حسب ذیل شعر کو پڑھ کر اس کے نام سے واقف ہو جاتے ہیں۔

ہزاروں ہی اطراف میں پالکی
کھٹولا و رتھ جھلسنی نالکی

پالکی کا رواج ہندوستان میں بتدریج کم ہوتا جا رہا ہے لیکن اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ اس کا رواج کثرت سے تھا۔ پچھلے زمانہ میں یہ شرفا کی خاص سواری تھی۔ امراء و رؤسا اس پر سوار ہو کر جایا کرتے تھے۔ یادگار غالب میں اس کا تذکرہ اس طرح ہے۔

"باوجودیکہ مرزا کی آمدنی اور مقدور بہت کم تھا مگر خودداری اور حفظ وضع کو کبھی ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ شہر کے امراء اور عمائد سے برابر کی ملاقات تھی۔ کبھی بازار میں بغیر پالکی اور ہوادار کے نہیں نکلتے تھے۔"

لیکن موجودہ زمانہ میں جہاں دیگر کاموں کی مشینوں نے تباہ و برباد کر کے ہندوستانیوں کو بیکار کر دیا ہے وہاں پالکی کو بھی یک قلم موقوف کر دیا ہے۔ امراء موٹر کار رکھنے لگے، پالکیاں بالکل جاتی رہیں۔ ان کے اٹھانے والے نان شبینہ کو محتاج ہو گئے۔ ان کا رواج اگر برائے نام موجود ہے تو شادیوں کے موقع پر لیکن جب سے کفایت شعاری کے جدید طریقے ایجاد ہوئے اس وقت سے شادیوں میں بھی یہ رسم ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اب اگر پالکی نظر آتی ہے تو چوہدری باغبان کے برخوردار نور چشم راحت جان کی شادی میں یا رام سنگھ پیپے کے پوتے کی شادی میں۔

کھٹولا البتہ دمبدم ترقی پا رہا ہے جن پر نہ صرف لکڑیاں اور غلہ کی بار برداری کا کام ہوتا ہے بلکہ ریل سے پوسٹ آفس تک دیہاتی ڈاک بھی کھٹولوں میں آتی ہے۔ مگر رکشا جس شان و شوکت سے نمودار ہوا اس کا خیال کسی ذہین آدمی کے ذہن میں بھی نہ تھا۔ اس کی بناوٹ دیکھ کر یقین کامل ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک تانگہ ہے۔ جو کسی شوقین نے خاص طور پر تیار کرایا ہے۔ اس میں گھوڑا بھی وہ جوتا جاتا ہے جو بقول مولانا میر حسن حسب ذیل اوصاف کا ہوگا۔

مرصع کے سازوں سے کوتل سمند
جو خوبی میں طاؤس سے بھی دو چند

اس میں گدیاں، سائبان سب کچھ موجود ہے۔ تانگہ پر سوار ہو کر باوجود منع کرنے کے اس کا ہانکنے والا گھوڑے کو مارتا پیٹتا ہی ہے۔ جس کا الزام سراسر اس شخص پر ہے جو اس میں سوار ہے، کیونکہ اس کی خوشنودی کے واسطے اس سے یہ ناجائز فعل سرزد ہوا۔ لیکن رکشا میں اس مار پیٹ کا کچھ کام نہیں۔ آدمی ہی اس کو کھینچتا ہے۔ رفتار میں اول تو کچھ زیادہ ہونا ممکن ہی نہیں، اور اگر ضرورت آ پڑے تو اسی سے کہہ کر کام چل سکتا ہے۔

بہرحال رکشا اپنی نوعیت میں عجیب و غریب ہے۔ وہ یکہ تانگہ والوں سے نہایت دلیری سے مقابلہ کر رہا ہے۔ اور ڈولیوں اور پالکیوں کے رواج کو از سرِ نو تازہ کر رہا ہے۔ اس نے طلبا کو اپنا پابند بنا لیا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لڑکے اسی پر سوار ہو کر اسکول اور کالج جاتے ہیں۔ یکہ والوں کے محتاج نہیں۔ عورتیں اس پر سوار ہو کر ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں جاتی ہیں۔ ڈولی کا رواج اب بہت پرانا ہو گیا تھا۔ اور چونکہ یہ ہندوستان کا رواج تھا لہذا اس کو ریٹائر ہو جانا بھی لازمی تھا۔ کیونکہ انگلستان میں نہیں ہندوستان میں "سکیم پچپن سالہ" نہایت سرعت سے ترقی کر رہی ہے۔ اور معمولی معمولی محکموں میں اس کا رواج پابندی سے ہو رہا ہے۔

ڈولی کی "ریٹائر ہی" کے بعد اس کی جگہ ایک نئی چیز کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ لہذا رکشا نے اس کا چارج لے لیا۔ شادیوں کے موقع پر نوشہ صاحب بجائے پالکی کے رکشا میں جلوہ افروز ہونے لگے۔ اس موقع پر رکشا اور اس کا کھینچنے والا اپنے اوپر جس قدر فخر کرے کم ہے۔

رکشا میں مختلف قسم کے پھول، گلدستہ موجود ہوتے ہیں۔ اور اس کا کھینچنے والا خواہ میلے اور بوسیدہ کپڑے ہی پہن رہا ہو مگر چنبیلی کا ہار گلے میں ضرور موجود ہوتا ہے۔ لیکن جب کوئی موٹا آدمی جس کا وزن حد سے زیادہ تجاوز کر گیا ہو۔ اگر رکشا میں سوار ہو جائے تو وہ تمام خوشی کافور ہو جاتی ہے اور اس وقت رکشا کھینچنے والا جس کشمکش میں پڑ جاتا ہے۔ اس کا بیان ناممکن ہے۔ جانور کو ایسی مصیبت میں اس کا مالک مختلف طریقہ سے ہمت دلاتا ہے اور اپنا کام نکال لیتا ہے۔ لیکن یہاں بجائے ہمت دلانے کے ہر قسم کے آوازے اس پر کسے جاتے ہیں اور جلد چلنے کی فرمائش مختلف طریقے سے کی جاتی ہے۔ اپنے گریبان میں تو منہ نہیں ڈالا جاتا کہ اس وقت رذیل کیوں ہو گئے جو دست۔ دل سے کہتے بھی نہیں۔ اس پر جلد چلنے کی تاکید کرتے ہیں۔ وہ بے چارہ ٹھنڈے دل سے برداشت کرتا ہے اور زور لگاتا ہے۔ سچ کہا ہے۔

خوشی سے اپنی رسوائی گوارا ہو نہیں سکتی
گریباں پھاڑتا ہے تنگ جب دیوانہ آتا ہے

ہندوستان میں ذات پات کا بندھن توڑنے کے لئے مختلف طریقہ ایجاد کئے گئے مگر

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یہ بندھن کسی طرح سے ٹوٹنے میں نہ آیا۔ اب سے بیس سال قبل کے نتائج امتحان اٹھا کر ملاحظہ فرمائیے کسی میں نظر نہیں آتا کہ آر۔ ایس بھٹناگر۔ جی۔ پی گپتا۔ بی۔ ایس شرما سیدھے سادے نام ہیں، لیکن اب رزلٹ اٹھا کر دیکھئے تو یہی نظر آتا ہے۔ ڈی۔ ڈی شرما۔ ایل۔ ایم گپتا وغیرہ، خواہ ان آنریبل اصحاب کو اس کا پتہ نہ ہو کہ ان کی قوم اور مذہب کیا؟

(باقی اگلے صفحہ پر)

شکریہ

(از جناب شیش چندر سکسینہ طالب بی۔ اے دہلوی تلمیذ حضرت برق دہلوی مرحوم)

حسرتِ تعمیر، تیرا شکریہ
ناخنِ تدبیر، تیرا شکریہ

تو نے عاجز کر دیا تقدیر کو
بندۂ تدبیر، تیرا شکریہ

زحمتِ فکر عمل کم ہو گئی
کاتبِ تقدیر، تیرا شکریہ

ہے ضیا بخشِ جہانِ آرزو
حسنِ پُر تنویر، تیرا شکریہ

ہو گئے بیدار بھی دردآشنا
نالۂ دلگیر، تیرا شکریہ

بے زبانی سے رہا لطفِ سخن
پیکرِ تصویر، تیرا شکریہ

کون ہو جاتا نہ جانے مضطرب
آہِ بے تاثیر، تیرا شکریہ

تو بھی شامل ہی جفائے دوست میں
اے سپہرِ پیر، تیرا شکریہ

وحشتِ دل کو ملی ہے تجھ سے داد
حلقۂ زنجیر، تیرا شکریہ

تو نے ہر الزام کو اپنا لیا
شوقِ بے تقصیر، تیرا شکریہ

غمگساری سخت جانی بن گئی
بارشِ شمشیر، تیرا شکریہ

تجھ سے بڑھ کر کون ہے مہماں نواز
خلقِ دامنگیر، تیرا شکریہ

فکرِ شاعر اور جولاں ہو گئی
خطۂ کشمیر، تیرا شکریہ

اک زمانہ ہو گیا طالب کے ساتھ
جذبۂ تسخیر، تیرا شکریہ

حسن کی ناقدری

(صفحہ ۱۴ سے آگے)

آنکھوں سے اوجھل ہوگی! چھوٹے بابو کہاں جا رہے ہیں؟ کیوں جا رہے ہیں۔ وہ اس کو بالکل نہ سمجھ سکا۔

رات کے دس بجے بابو رام سرن کا نوکر گھبرایا ہوا آیا، جھمن کو آواز دی۔ جھمن نے انگڑائی لے کر لحاف سے منہ نکال کر دیکھا۔

"چھوٹے بابو یہاں آئے ہیں کیا؟"

"نہیں بھائی!"

"دس بج چکے ہیں مگر وہ ابھی تک گھر نہیں آئے۔" نوکر بولا، جھمن کی حیرانی بڑھ گئی۔ "شام کو مجھے ملے تھے، تانگہ پر بیٹھ کر نہ جانے کدھر چلے گئے۔ مجھے کچھ بتایا نہیں" نوکر الٹے پاؤں لوٹ آیا۔

"کیا ہوا جھمن" بابو ہری رام نے کیواڑ کھول کر کہا۔

"بابو جی کا نوکر نریندر کا پوچھنے آیا تھا۔ چھوٹے بابو شام کو مجھے ملے تھے، ان کی باتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بات پر ناراض ہو کر جا رہے ہیں۔"

"کہاں جا رہے تھے۔" بابو ہری رام نے تیزی سے پوچھا۔

"اسٹیشن جانے، تانگہ میں بیٹھ گئے تھے، کہتے تھے، کسی نئی دنیا میں جا رہا ہوں۔"

بابو ہری رام خاموش کھڑے تھے، اندرانی کتاب دیکھ رہی تھی، جھمن کی بات سنتے ہی سناٹے میں کھڑے ہو گئے۔ کتاب ہاتھ سے چھوٹ گئی!

بابو رام سرن نے تمام رات نریندر کو ڈھونڈا، کئی مرتبہ ریلوے اسٹیشن پر آئے، نریندر کے دوستوں کے یہاں گئے، مگر نریندر کا کوئی پتہ نہ چلا۔

صبح کی ڈاک سے انہیں ایک خط ملا۔ سناٹے میں رہ گئے، دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا، لکھا تھا۔

پتا جی!

چونکہ آپ نے میری سب سے بڑی خواہش کو ٹھکرا دیا ہے، وہ خواہش جس کے ساتھ میری زندگی وابستہ تھی، میں کسی قیمت پر اندرانی کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا، پیشتر از یں کہ میں آپ کی آبرو پر کسی قسم کا دھبہ لگاؤں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں سے بھاگ کر کسی ایسی جگہ چھپ جاؤں جہاں آپ نہ پہنچ سکیں۔ جہاں میری آنکھیں اندرانی کو دیکھیں، مگر کسی غیر کے ساتھ اس کا سنجوگ نہ دیکھ سکیں۔!"

بابو رام سرن سر پکڑ کر بیٹھ گئے اس

پچھلے صفحہ سے آگے

فلسفہ الفت ہیں اور وہ کس حد تک ان کے پابند ہیں۔ مگر ذاتی تجربہ ہے کچھ عرصہ پہلے سینوں میں وہ کر دل کی عنان کو ہاتھ میں لئے تھا۔ اب [illegible] ہے اچھل اچھل کر باہر نکل پڑا دل آزاد ہے، خواہ کسی طرف جائے کوئی روکنے والا نہیں۔ زبان پر ہزاروں الفاظ اس قسم کے موجود ہیں۔ رکشا بھی اس سے مبرا نہیں۔ اس نے ذاتی خصلتوں کو مجسم صورت میں دیکھ [illegible] کیا کہ ایک وہ ہے جو اس [illegible] وہ ہے جو [illegible] کا کام [illegible] ہے اور دوسرا [illegible] محکوم۔ ایک مالک ہے دوسرا [illegible] نے سچ کہا ہے

یاں [illegible] یہ جان کو [illegible]
اور آدمی کو تیغ ستم مارے [illegible]
دنیا [illegible] شاہ [illegible]
اور مفلس [illegible]

لیکن [illegible] اس کی [illegible] نہیں [illegible] اب [illegible] پر [illegible] کم ہو [illegible] میاں بیوی [illegible] خیال نہیں کرے، اگر دونوں تھک کر [illegible] ہو جاتے ہیں تو رکشا والے کی عجیب [illegible] ہوتی ہے، ایک نگاہ تو سامنے ہوتی ہے [illegible] صاف بھی ہے یا نہیں، دوسری نگاہ [illegible] ہے جس کے نور سے رکشا میں بغیر بجلی کے قمقمے کے اجالا ہو رہا ہے۔

اس صورت میں رشک اس کو عجیب [illegible] سے ہوتا ہے کہ کیا ہی اچھا ہوتا جو میں [illegible] رکشا کھینچنے کے ایک دفعہ وہیں جا کر بیٹھ جاتا [illegible] حسن کا مجسمہ موجود ہے۔ لیکن اپنے میلے [illegible] کپڑوں پر نگاہ پڑتے ہی یہ خیال کافور ہو جاتا [illegible] اس وقت اس کی وہی حالت ہوتی ہے جو کسی شاعر نے اس طرح سے بیان کی ہے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا
غم ہم کو دیا جو سب سے مشکل نظر آیا

[illegible] باگل تھے۔ اندرانی مغموم تھی [illegible] بیٹی کی صورت کو دیکھ کر کبھی آہیں [illegible] اندرانی دیوالی سے ایک روز پہلے [illegible] لکشمی کے ساتھ آئی جھمن کہتا تھا [illegible] ہے" وہ آنسو آنکھوں سے گر پڑے۔

اشارات

(الف) داھنی طرف سے بائیں طرف پڑھیئے:-

(۱) یورپ کا ایک بڑا جمہوری ملک جو "نازی ازم" کے خلاف جنگ کر رہا ہے،

(۹) "توہ" کی جمع (۱۰) مور کی مادہ (۱۱) قوت

(۱۳) بعض مسلمان اپنا مقصد پورا ہونے کے لئے یہ مان لیتے ہیں،

(۱۵) ہونٹ (۱۶) پنسل رکھنے کا ظرف اُلٹ گیا ہے،

(۲۱) شروع میں "ن" لگا دیجئے تو "ناچ" بن جائے،

(۲۳) آخر میں "ر" لگا دو تو پانچ کے اندر کا ایک عدد بن جائے،

(۲۴) "بچن" کے اُلٹے پلٹے حروف

(۲۶) چندہ سمیٹنے والے لیڈروں کو بعض لوگ خدا معلوم یہ کیوں نہیں کہتے

(۲۷) ہندی کا ایک تہوار (اُلٹ کر پڑھیئے)

(۲۹) نا اُمیدی

(۳۱) بعض پرندوں کو پیٹ بھر کر دانہ کھلا دو تو بھی اُن کی نیت نہیں بھرتی

(۳۳) شیخی باز پہلوان طاقتور پہلوان کے مقابلہ میں اکثر ... ہو جاتا ہے،

(۳۵) مصرع:- "پہلا بھی تو وہاں بھی تو زمیں تیری فلک تیرا"

(۳۶) جنگل میں اگر صیاد کے ہتھے پڑ جائے تو جان بچانا بڑی حد تک محال ہو جاتا ہے

(۳۸) ایک جانور

(۴۰) ہندوستانی زبان کا ایک حرف (اُلٹ کر پڑھیئے)،

(۴۱) اگر طریقے سے یہ لگا کر کوئی بزنس کرے تو کافی فائدہ ہو،

(۴۲) فیشن پرست بیویاں اسکو خوبصورت بنانے کی فکر میں رہتی ہیں

(۴۳) بالعموم گاؤں کا پانی اسی طرف بہہ کر جاتا ہے،

(ب) اوپر سے نیچے کی طرف پڑھیئے:-

(۱) اس میں کھانا کھایا جاتا ہے،

(۲) ایک پرندہ جس کا رنگ عام طور پر سبز ہوتا ہے،

(۳) محمود غزنوی کے مشہور غلام کا نام

(۴) غالب کا شعر:- ... وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی، کچھ ہماری خبر نہیں آتی

(۵) چراگاہوں میں یہ چیز کثرت سے دیکھنے میں آتی ہے،

(۶) بغیر مشق کے اس کا لکھنا عمدگی سے نہیں آتا

(۷) گمان (۸) شراب

(۱۲) معشوق کے رخساروں کی قدرتی زیبائش

(۱۴) اگر ترتیب سے لکھا جائے تو لفظ "نیم" بن جائے،

(۱۶) رات کو اگر یہ کھلا رہ جائے تو خالہ بلی کی بن آئے،

(۱۸) یہ عدد نسو کو پورا پورا تقسیم کرتا ہے،

(۱۹) چند آدمی ملکر جو ... کرتے ہیں اسکی کامیابی کی امید زیادہ ہوتی ہے

(۲۰) اسپر فتح حاصل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، (۲۲) بعض جانوروں کی مخصوص غذا (۲۴) مختلف ملکوں کے رہنے والے کی یہ بھی مختلف ہوتی ہے،

(۲۸) اسکی ٹوکریاں خوب بنتی ہیں (۳۰) زندگی برقرار رکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے (۳۲) مقام کی طرف اشارہ (۳۴) بھاری پتھر کا پہیہ پکے ہوئے گنگروں کو پیس کر ... کر دیتا ہے جو اینٹوں کی جڑائی میں استعمال ہوتا ہے (۳۴) بے خانماں فقیر اسی کو اپنی دنیا سمجھتا ہے،

(۳۷) بلجیم کی چھوٹی سی حکومت نے جرمن کی غدار حکومت کا کیا ... لیا تھا جو اسے تباہ کر دیا

(۳۹) خدا نہ کرے کہ اسکی وجہ سے کوئی بے بسی کی موت مرے،

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے:-

فارم برائے اندراج معمہ نمبر ۱۶

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے)

(پہلے دو نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر ———

ادا کردہ نقشہ نمبر ———

مفت نقشہ نمبر ———

اُوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجئے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجئے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اُسے خالی چھوڑ دیں، جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مُفت ہے نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجئے

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ ۱۶: میں اس انعامی معمہ میں اس شرط پر شریک ہوتا ہوں کہ منیجر تیج ویکلی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا۔

پورا نام (صاف طور پر) ———

پورا پتہ ———

———

———

———

نمبر رسید منی آرڈر نمبر پوسٹل آرڈر ٹکٹوں کی رقم

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیئے۔

معمہ نمبر ۱۶ کے مزید چھ نقشے مندرجہ ذیل ہیں:-

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے:-

فارم برائے اندراج معمہ نمبر (۱۶)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (پہلے ۲ نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر — ادا کردہ نقشہ نمبر — مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجیے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجیے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں، جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے، نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجیے!

نتیجہ دیکھی کراس ورڈ معمہ نمبر ۱۶: میں اس معمہ میں اس شرط پر شریک ہوا ہوں کہ نتیجہ کے متعلق منیجر دیکھی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا۔

پورا نام (صاف طور پر) ________________

پورا پتہ ________________

نمبر رسید منی آرڈر — نمبر پوسٹل آرڈر — ٹکٹوں کی رقم

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے:-

فارم برائے اندراج معمہ نمبر (۱۶)

(اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (اس نقشہ پر حل بھیجنے کی فیس چار آنے) — (پہلے ۲ نقشوں کے ساتھ آپ اس نقشہ کو مفت بھر کر بھیج سکتے ہیں)

ادا کردہ نقشہ نمبر — ادا کردہ نقشہ نمبر — مفت نقشہ نمبر

اوپر کے نقشوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیجیے، خواہ آپ ایک حل بھیجیں یا دو حل، ان تینوں نقشوں کو ساتھ بھیج دیجیے، جو نقشہ آپ استعمال نہ کریں اسے خالی چھوڑ دیں، جو شخص دو نقشے بھر کر بھیجے وہ تیسرا نقشہ مفت بھر کر بھیج سکتا ہے ہر نقشہ کی قیمت چار آنے ہے اور تیسرا نقشہ مفت ہے، نقشوں کے نیچے نمبر ضرور دیجیے

نتیجہ دیکھی کراس ورڈ معمہ نمبر ۱۶: میں اس معمہ میں اس شرط پر شریک ہوا ہوں کہ نتیجہ کے متعلق منیجر دیکھی کا فیصلہ میرے لئے قطعی اور قانوناً قابل پابندی ہوگا

پورا نام (صاف طور پر) ________________

پورا پتہ ________________

نمبر رسید منی آرڈر — نمبر پوسٹل آرڈر — ٹکٹوں کی رقم

اس لائن کے چاروں طرف کاٹیے

غیر مُلکی پارلیمنٹیں

(صفحہ ۸ نمبر ۲ کا بقایا)

مارڈ گمگ کے مرنے پر کیاون کو ریج بھی اسی طرح صدر ہوئی تھی، یہ سینیٹ اگرچہ نوجوان ممبروں پر مشتمل نہیں ہوتی تاہم بہت کام کرتی ہے امریکن آئین کی رُو سے وہ لوگ جو تیس برس سے کم عمر رکھتے ہیں اس کے ممبر نہیں ہوسکتے، برطانی ہاؤس آف کامنز کی طرح یہاں تحریری "تقریر" نہیں ہوتی بلکہ اسکے ممبر زبانی تقریریں کرتے ہیں، لیکن ایک چیز جو دیکھنے میں آئی وہ بہت حیرت انگیز تھی جب ایک شخص تقریر کرتا تھا تو دو چار آدمی اسکے ساتھ ہی ساتھ کھڑے ہو جاتے تھے اور اسکی تقریر پر نکتہ چینی شروع کر دیتے تھے ایک پارٹی اسکی طرف دار اور دوسری پارٹی اسکی مخالف بن جاتی ہے اس طرز عمل سے ہر مقرر کی تقریر کے دوران میں مداخلتیں ہوا کرتی ہیں اور یہ منظر بہت مضحکہ انگیز بن جاتا تھا،

دفتر کے کمرے

اسی عمارت کے سامنے سڑک کے دوسری جانب ایک دوسری عمارت ہے جس میں سینیٹروں کا دفتر ہے انگلستان میں ۱۹۱۱ء سے ممبران پارلیمنٹ کو تنخواہ دی جاتی ہے یہ تنخواہ ۱۹۳۱ء میں بڑھا دی گئی اور چھ سو پونڈ سالانہ کر دی گئی، مزید برآں یہ لوگ جب اپنے حلقۂ انتخاب میں جاتے ہیں تو ان کو ریلوے کا پاس مفت دیا جاتا ہے لیکن ان کو کوئی دیسی سہولتیں یا رعائتیں نہیں دی جاتیں، برطانی پارلیمنٹ کے ممبروں کو ایوان کے اندر بیٹھ کر خطوط لکھنے یا اپنی تقریریں کرنے کی اجازت ہے مگر ان کے لئے دفتر کے کمرے الگ نہیں ہیں اور نہ ان کو کوئی دفتری امداد دی جاتی ہے، لیکن واشنگٹن اور اوٹاوہ میں دوسرا طریقہ رائج ہے۔ تمام امریکن سنیٹروں کے دفتر کے کمرے جُدا جُدا ہیں اور ہر ممبر کو ایک "اسٹینو گرافر سیکرٹری" دیا جاتا ہے وہ اپنے خاص کمروں میں کتابیں اور کاغذات اسٹیشنری وغیرہ رکھتے ہیں۔ یہیں وہ اپنی تقریریں تیار کرتے ہیں اور یہیں وزیٹروں سے ملاقاتیں کرتے ہیں،

کناڈا کی پارلیمنٹ!

کناڈا کی پارلیمنٹ کی عمارت اوٹاوہ میں ہے جہاں ۱۹۱۶ء میں ایک نیا مکان تعمیر کر دیا گیا تھا، (پارلیمنٹ کا پرانا مکان جل گیا تھا) یہاں ہاؤس آف کامنز اور سینیٹ کو ایک ہی عمارت میں جگہ دی گئی ہے جس ایوان میں اجلاس ہوتا ہے وہ بڑا اور خوبصورت ہے میرا تعارف یہاں کے بیرسٹر ممبر سے کرایا گیا تھا اسی نے میرے لئے وزیٹروں کی گیلری کا پاس حاصل کیا لیکن اسی اثنا میں ایک دوسرے ممبر نے جو فرانسیسی کناڈین تھا، یہ مشورہ دیا کہ میرے لئے اسپیکر کی گیلری کا پاس حاصل کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور صرف دس منٹ میں مجھے پاس مل گیا۔ اس ایوان کی عام اندرونی فضا دلکش اور خوشگوار تھی بشرطیکہ جہاں شعوری اور آرام دہ ضمیں کوئینک کے باشندے یم کینیو مزاج ہاؤس آف کامنز کا نصف حصہ ہیں۔ اس ایوان اور سینیٹ دونوں میں یہ رسم چلی آتی ہے کہ اسپیکر کی کرسی پہلے ایک دفعہ "انگریز کناڈین" اور فرانسیسی کناڈین کو دی جاتی ہے برطانی دارالعوام کی طرح یہاں بھی سرکاری پارٹی کے ممبران دائیں جانب اور مخالف پارٹی کے ممبران بائیں جانب بیٹھتے ہیں فرانسیسی کناڈین بھی اگرچہ اپنی نسل کا احساس رکھتے ہیں تاہم وہ کناڈا کی قومی پارٹی کے ساتھ ساتھ ہیں۔ انھوں نے اپنی الگ کوئی جماعت نہیں بنائی ہے۔

تقریریں

کچھ دیر تک میں نے ممبران پارلیمنٹ کی تقریریں اور بحثیں سنیں اُس زمانے میں ملک معظم کناڈا جانے والے تھے مسٹر میکنزی کنگ وزیر اعظم کناڈا نے نہایت صاف اور موثر الفاظ میں حکومت کا رویہ ظاہر کیا مسٹر کنگ کوئی بہت بڑے مقرر نہیں ہیں، اور نہ تقریر کے دوران میں ایک ایکٹر کی طرح اپنے جسم کو حرکت دیتے ہیں بلکہ وہ واقعات اور حقیقتوں اور دلیلوں کو نہایت احتیاط اور صفائی کے ساتھ پیش کرتے ہیں وہ گذشتہ جنگ عظیم کے بعد سے اب تک لبرل پارٹی کے لیڈر ہیں اور کناڈا کے سیاسی میدان میں سب سے بڑی شخصیت کے مالک ہیں۔ اسی لئے آپ ووٹوں کی ایک بڑی اکثریت کے ساتھ ایوان میں آتے ہیں ان کی مخالف پارٹی یعنی کانسرویٹو (قدامت پرست) پارٹی اب اس لئے بہت کمزور ہو گئی ہے کہ اس کا کوئی لائق رہنما باقی نہیں رہا ہے مسٹر کنگ کے جواب میں اس پارٹی کے لیڈر نے جو تقریر کی وہ بہت کمزور اور بیجان تھی،

سینٹ کا حال

کوئی شخص جو کناڈا کے ہاؤس آف کامنز سے اٹھکر سینٹ میں جاتا ہے تو وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ زندوں کی دنیا کو چھوڑ کر مُردوں کی وادی میں پہونچ گیا ہے راقم الحروف اجلاس شروع ہونے سے چند منٹ پہلے ہی گیلری میں بیٹھ گیا تھا سینٹ کے ارکان اپنے صدر کی رہنمائی میں ایک جلوس کی صورت میں داخل ہوئے۔ راقم الحروف نے دیکھا کہ یہ سب کے سب ممبر بوڑھے تھے اور بعض اتنے بوڑھے تھے کہ ان کا چلنا دشوار تھا دو چار نوّے اور سو برس کی عمر کے درمیان تھے اور کسی کی عمر ۶۸ سے کم نہ تھی ان کی حالت قابل رحم معلوم ہوتی تھی تین ممبر بالکل بہرے تھے اور اپنے کانوں پر "ایئر فون" لگا کر بڑی مشکل سے تقریر سُن رہے تھے ان کی نگاہیں اور ان کے دماغ بھی بالکل خالی معلوم ہوتے تھے۔

آنکھوں دیکھا روس

(از مسٹر گوبن سہائے)

۳ اگست ۱۹۳۸ء کو میں برلن سے لینن گراڈ کے لئے پولینڈ میں وارسا ہوتا ہوا لینن گراڈ پہنچا۔ جرمنی میں میں نے کسی سے یہ نہیں بتلایا تھا کہ میں روس جاؤں گا۔ ملکی تعصب کے جذبات ان ملکوں میں اتنے تیز ہیں کہ نازی جرمن روس جانے والوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ برلن سے روانہ ہوتے ہی میرے دل میں طرح طرح کی ترنگیں اُٹھ رہی تھیں کیونکہ میں روس کو صاف نگاہ سے دیکھنا چاہتا تھا۔

روسی ریل گاڑیوں میں تین درجے ہیں۔ تیسرے درجہ میں مسافروں کو سونے کے لئے ایک سیٹ و بستر ملتا ہے۔ ہر کمرے میں چار سیٹیں ہوتی ہیں اور اوپر کی طرف چار بستر لگے رہتے ہیں۔ ہر آٹھ کمروں پر ایک چوکیدار ہوتا ہے جو ان بستروں کو وقت پر آ کر بچھا دیتا ہے اور صبح کو اٹھا کر اوپر رکھ دیتا ہے۔

کمروں کی صفائی کرنا۔ مسافروں کو صبح اور شام ۳ بجے چائے دینا بھی ٹکٹ میں شامل ہوتا ہے۔ فرسٹ اور سیکنڈ کلاس میں کچھ تھوڑا سا زیادہ دینا ہوتا ہے۔ مگر روسی لوگوں میں صرف فرسٹ و سیکنڈ کلاس میں وہی بیٹھ سکتا ہے جو کہ وہاں کا اچھا ورکر (مزدور) ہوتا ہے۔

روسی مزدوروں کو ان کی قابلیت کے مطابق سرکار تنخواہ دیتی ہے جو دو سو سے تین ہزار روبل ہو سکتی ہے مزدوری مقرر کرتے ہوئے اس بات کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے کہ اس شخص کو اس کے حالات کے مطابق زندگی کی ضروری چیزیں مل سکیں۔ اس لئے دو سو روبل پانے والے شخص کے لئے سرکار یہ بھی طے کرتی ہے کہ وہ مکان کے لئے کتنا دے گا۔ کمانے میں اسے کتنے فی صدی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح ضروریات زندگی کے اخراجات مقرر کر کے سویٹ سرکار نے اپنے یہاں کے عوام کو ایک سخت بھول بھلیاں میں ڈال رکھا ہے۔

روسی زندگی

روسی باشندوں کے طبیعت اور ذہنیت میں نے دوسرے یوروپین ملکوں کے باشندوں سے بالکل الگ پائی۔ یورپ میں عموماً یہ ذہنیت کام کرتی ہے کہ سیاحوں کی جیب خالی کرائی جائے۔

حکومتوں کی پالیسی بھی میں نے اس سے کچھ مختلف نہیں پائی۔ لیکن اس کے برخلاف روسی حکومت کی پالیسی ہے کہ مسافران کے یہاں اپنا پیسہ فضول خرچ نہ کرے۔ یورپ کے کسی ملک میں اگر ایک سیاح کے پاس پونڈ یا ڈالر کے نوٹ ہوتے ہیں تو اس کی زیادہ خاطر ہوتی ہے۔ مگر روس میں میں نے اس سے الگ ہی بات پائی۔ آپ کے ڈالر یا پونڈ کی وہاں کوئی پروا نہیں کرتا۔ اور اگر آپ دینا بھی چاہیں تو وہ یہی کہتا ہے کہ میرے یہ کس کام کے۔ روسی باشندوں میں میں نے وہ چھچھورا پن نہیں پایا جو دیگر سرمایہ دارانہ ممالک میں پیسے کی کمی یا زیادتی کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ لینن گراڈ میں میں جب ایک کیفے میں گیا تو وہاں قریباً پانچسو مزدور جلسے۔ شراب، کافی وغیرہ پی رہے تھے میں ہندوستانی لباس میں تھا جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ میری طرف متوجہ ہوئے اور آپس میں اس بات پر جھگڑنے لگے کہ میں ان میں سے کس کے ساتھ بیٹھ کر چار شراب، کافی یا بیئر پیوں گا!

میں نے روسیوں میں بے پناہ استغنا اور فراخدلی پائی۔ اگرچہ ان کے پاس یورپ کے اور ممالک کی طرح زیادہ اچھے کپڑے نہ تھے۔ مگر ان کے دل یقیناً وسیع تھے۔ انہیں اپنے سماجی نظام میں بے پناہ یقین تھا اور مجھ سے پوچھتے تھے کہ کیا ہندوستان میں بھی مزدوروں کا راج ہے۔ میں ان کے وسیع حوصلے اور استغنا کا ایک ہی سبب سمجھ سکا کہ وہ لوگ انقلاب سے پہلی اور آج کی زندگی میں اتنا فرق پاتے ہیں کہ دنیا میں وہ اپنے سے اچھا ملک اور اچھا نظام دوسری جگہ نہیں سمجھتے۔ اسی لئے وہ اپنے نظام اور ڈکٹیٹر سٹیلن پر فریفتہ ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ روس میں سٹیلن کی پارٹی کے خلاف کوئی چھپا ہوا جذبہ یا تحریک چل رہی ہے۔

روسی زندگی کے ہر پہلو میں تازگی اور خوشگواری کی لہر دکھائی دیتی ہے۔ شام کو ہر ایک بڑے شہر میں ہزاروں آدمی پارکوں میں جمع ہوتے ہیں، ہر ایک بڑے و چھوٹے شہر و گاؤں میں ایک ایک پارک ہے۔ یہ پارک آرام اور کلچر پارک کہلاتے ہیں۔ شام کے وقت ہزاروں بچوں کا مجمع ہوتا ہے اور وہاں ہوائی جہاز کے کرتب دکھائے جاتے ہیں اور یہ بتلایا جاتا ہے کہ کیسے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں میں اس طرح حوصلہ پیدا کیا جاتا ہے کہ وہ ہوا باز بنیں اس طرح کے پارک عموماً سب ہی جگہ ہیں اور ان کا یہی مقصد ہے۔

روسی سینما گھروں و تھیٹروں میں جو فلم و کھیل دکھائے جاتے ہیں۔ ان کا ایک خاص مقصد ہوتا ہے۔ میں نے عموماً سب ہی شہروں میں روسی سینما اور تھیٹر دیکھے۔ فلم اس طریقے سے دکھائے جاتے ہیں کہ دیکھنے والے کو اس میں سینما کا پورا لطف بھی آتا ہے اور تعلیم بھی ہوتی ہے۔

کاروبار

میں نے روس میں جتنی دکانیں دیکھیں وہ سب سرکار کی تھیں۔ سارے سٹور سرکار کی طرف سے کھلے ہوئے ہیں اور سرکار نجی تجارت کو بڑھانا نہیں چاہتی۔ سرکاری کارخانوں میں چیزیں تیار ہوتی ہیں اور بکنے کے لئے سرکاری اسٹور میں آ جاتی ہیں۔

سکہ وہاں پر صرف چیزوں کو آپس میں ادلنے بدلنے کا کام کرتا ہے اسے کوئی زیادہ مقدار میں جمع بھی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے کوئی شخص وہاں پر زیادہ پونجی بھی اکٹھی نہیں کر سکتا، زیادہ روپیہ ہو جانے پر یا تو قیمتی اشیاء خریدنی پڑتی ہیں یا کچھ منافع ارتک بنک میں جمع کر سکتا ہے۔ اس طرح وہاں کی سکہ پالیسی ایسی ہے جس سے کوئی شخص نجی روزگار بڑے پیمانہ پر نہیں کر سکتا اور کسی بھی طریقہ سے دوسرے ملکوں سے مال منگوا کر بیچ نہیں سکتا۔ اس طرح جو تھوڑا بہت چھوٹا موٹا روزگار کچھ لوگ کرتے ہیں وہ صرف روسی سرکاری مال کو بیچ کر ہی کر سکتے ہیں تمام بڑے کاروبار سرکار کی ملکیت ہیں ہر ایک فیکٹری کو چلانے کے لئے ایک کمیٹی رہتی ہے جس میں قابلیت کے مطابق لوگوں کا کام مقرر ہوتا ہے اور اس میں پیشہ کے حساب سے نمائندے ہوتے ہیں، مزدوروں کے لئے فیکٹریوں میں بڑی سہولتیں ہیں، اسپتال، لائبریری، سینما ہاؤس، پارک وغیرہ سب چیزیں فیکٹری کے ساتھ ملحق رہتی ہیں مزدوروں کی زندگی کو سکھی بنانے کے لئے سب ہی طریقہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ روس کی فیکٹری دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہاں مزدوروں کی طاقت کا استعمال کسی خاص طبقہ کے لوگوں کے لئے

(باقی اگلے صفحہ پر)

نغمۂ محبت

(از جناب سریدھر پرشاد نگم ناشاد ایم۔ اے۔ کانپوری)

محبت ہے کہ اک برقِ بلا ہے — سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا ہے
محبت بے نیازِ مُدعا ہے — محبت خود محبت کا صِلا ہے
محبت چشمۂ صدق و صفا ہے — محبت جذبۂ مہر و وفا ہے
نہ منزل ہے نہ منزل کا پتہ ہے — محبت جادۂ بے منتہا ہے
جُدا ہے سب سے آئینِ محبت — محبت میں فنا ہونا بقا ہے
محبت باعثِ تخلیقِ عالم — محبت ابتدائے انتہا ہے
محبت ہی مری شادان و قصاں — تبسم ہے، تکلم ہے، ادا ہے

دلِ ناشاد اب کیا چاہتا ہے
محبت ہی جوانی کی بقا ہے

میں نے ادبی دنیا میں کیا کیا تبدیلیاں دیکھیں؟

از سر عبدالقادر جج لاہور ہائی کورٹ

زمانے کے اثر سے ہر چیز اپنا رنگ بدلتی ہے۔ ادبی زندگی نے بھی ہمارے دیکھتے دیکھتے کئی رنگ بدلے۔ جو تغیرات میں نے دیکھے ان میں سے کچھ شخصیتوں سے متعلق ہیں اور کچھ طرزِ تحریر اور مذاقِ سخن سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلے ان استادانِ فن کا ذکر سنئے جنہیں دیکھنا مجھے نصیب ہوا۔

ابھی میں مدرسہ کے ابتدائی درجوں میں پڑھتا تھا کہ مولانا آزاد کی تصنیف قصص ہند میں نے پڑھی۔ اور اس کی دلکش نثر کے مزے لئے۔ آزاد کی سلیس زبان اور ان کی نثر میں الفاظ کی موزوں نشست کا گہرا اثر میرے دل پر ہوا۔ جب میں ہائی اسکول سے داخل ہونے کو لاہور آیا تو مجھے بہت شوق تھا کہ میں مولانا آزاد کو دیکھوں۔ وہ ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر تھے اور انہوں نے رفاہ عام کے لئے دہلی دروازے کے باہر شاہ محمد غوث کے مزار کے قریب ایک بنگلہ میں لائبریری قائم کی ہوئی تھی۔ میں اپنے ایک ہم جماعت کے ساتھ جو میری طرح حضرت آزاد کے ادبی کمالات کا گرویدہ تھا اس لائبریری میں گیا۔ ہم جاکر باہر برآمدے میں ابھی بیٹھے ہی تھے کہ از راہِ خلق و نوازش آزاد مرحوم خود باہر آگئے اور دیر تک ہم سے باتیں کرتے رہے۔

افسوس کہ اس ملاقات سے چند سال بعد اردو کی بدقسمتی سے آزاد کے دماغ کی خدمات سے دنیا محروم ہو گئی۔ یوں تو وہ اور کئی برس جئے مگر کثرتِ کار و افکار سے دماغ مختل ہو گیا تھا۔ اس سے کچھ برس پہلے انہوں نے لاہور میں ایک ادبی مجلس قائم کی تھی جہاں انہوں نے اور مولانا حالی نے نئی طرزِ شاعری کی بنیاد ڈالی۔ میں نے آزاد کو تو شعر پڑھتے نہیں سنا البتہ حالی کو کئی مرتبہ سنا۔ ان کا کلام سادہ تھا۔ مگر ان کا ایک ایک لفظ اثر میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ پڑھنے کا طریق بھی سادہ تھا۔ مگر نہایت پُراثر۔

حالی کو اگر اردو کی جدید شاعری کا بانی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ انہوں نے اردو شاعری کو گل و بلبل کے حسن و عشق کے جال سے نکال کر نئے حالات کا آئینہ اور نئے خیالات کی ترقی کا زینہ بنایا اور اس سے سوتی ہوئی قوم کو جگانے اور اس میں قوتِ عمل پیدا کرنے کا کام لیا۔

اس دور کا ایک اور شاعر جس کا احسان اردو ادبیات پر کسی سے کم نہیں اکبر الہ آبادی ہے۔ اپنے وقت کے مسائل پر نکتہ چینی کر کے حضرت اکبر نے مغربیت کی بڑھتی ہوئی رَو کو بہت حد تک روکا اور ملک کو مشرقی تہذیب کی خوبیوں کو قائم رکھنے کی طرف متوجہ کیا۔ ظرافت کی چاشنی ان کے کلام کی امتیازی صفت ہے۔

اس دور کے اور کئی نامور ادیبوں کے دیکھنے کا مجھے موقع ملا۔ بوجہ اختصار ان میں سے صرف دو کا ذکر کرتا ہوں۔ اوّل تو سر سید احمد خاں مرحوم جو خود بھی نثر کے استاد تھے۔ مگر اس سے زیادہ ان کا ادبِ اردو پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے اور بہت سے لکھنے والوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ دوسرے مولانا نذیر احمد۔ ان کو میں نے غائبانہ طور پر ان کی ہر دلعزیز کتابوں کے ذریعہ جانتا تھا۔ مگر ان کو دیکھا نہ تھا۔ اور دیکھنے کا بے حد مشتاق تھا۔ میں نے پہلی مرتبہ انہیں لاہور میں دیکھا جب وہ انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسے میں لیکچر دینے آئے۔ ہزاروں لوگ لیکچر سننے آتے تھے۔ ان کی تقریر کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ فصاحت کا ایک دریا ہے کہ امڈا چلا آتا ہے۔ سننے والے کبھی روتے تھے اور کبھی ہنستے تھے۔ گویا بولنے والا جادوگر ہے۔ جب چاہے ہنسا دے جب چاہے رُلا دے۔ دو دو گھنٹے یا زیادہ تک تقریر کرتے تھے۔ اور توجہ اور تاثیر کی یہی حالت رہتی تھی۔

ان حضرات کے سوا اس دور میں اور بھی بہت سے ادیب تھے جو اپنی اپنی جگہ باکمال تھے مگر ان روشن ہستیوں کے سامنے ان کی چمک نسبتاً کم رہتی تھی۔ ان میں مرزا ارشد گورگانی کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ ارشد صاحب اپنی غزلوں اور قومی نظموں کی وجہ سے مشہور تھے۔ وہ اپنا کلام تحت اللفظ پڑھتے تھے اور خوب پڑھتے تھے۔

مرزا ارشد کی شہرت ابھی زوروں پر تھی کہ لاہور کے آسمانِ ادب پر ایک نیا ستارا نمودار ہوا جس کی ضیا رفتہ رفتہ عالمگیر ہونے کو تھی۔ یعنی شیخ محمد اقبال کی شاعری کا آغاز ہوا۔ وہ بعد ازاں ڈاکٹر سر محمد اقبال کے القاب سے ملقب ہوئے اور اب ان کے متعلق نقادوں کا یہ اندازہ ہے کہ دنیا کے بہترین سخنوروں میں ان کا شمار ہے۔ ان کے آنے سے اردو کی دنیائے شاعری میں بڑا تغیر ہوا۔ ان کی شاعری کا رنگ شروع ہی میں اوروں سے جدا تھا اور رفتہ رفتہ بالکل الگ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آخیر میں ان کے اس جہان سے رحلت فرمانے سے پیشتر ان کا رنگ اوروں پر اس قدر غالب آگیا تھا کہ ان کا ہر ہم عصر دانستہ یا نادانستہ انکی پیروی کرتا تھا۔ ان کا یہ شعر مصداقِ حال ہے ؎

اڑائی قمریوں نے طوطیوں نے عندلیبوں نے
چمن والوں نے ملکر لوٹ لی طرزِ فغاں میری

اقبال کا اثر کئی طرح سے نمایاں ہوا نہ صرف ان کا اسلوب بیان مقبول ہوا بلکہ ان کے مطالب و مضامین بھی لوگوں کو بھا گئے۔ کئی مضمون جن پر پہلے کسی نے اردو میں طبع آزمائی نہیں کی تھی۔ ان کی بدولت عام پسند ہو گئے۔ مثلاً سرمایہ دار اور مزدور کی کشمکش۔ اقبال نے پہلے اس مضمون پر قلم اٹھایا۔ اب ہر کہ و مہ اسے لکھ رہا ہے۔

اسی طرح آزادی اور غلامی کا ملکی خیالات اور خصائل پر کیا اثر ہے۔ اس مضمون پر بھی اقبال نے پہلے توجہ کی۔ اور اب یہ ہر ایک کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ مغرب کی مادیت اور مشرق کی روحانیت کا تقابل یہ اقبال کے کلام کی خصوصیت ہے۔ اور اب بہت سے لکھنے والے اس مضمون پر خامہ فرسائی کر رہے ہیں۔

اقبال کے اثر سے طرزِ شعرخوانی میں بھی بہت فرق آیا۔ انہوں نے اپنی شاعری کی ابتدا ہی ترنم سے شعرخوانی کی۔ پہلے تحت اللفظ پڑھنا زیادہ پسند کیا جاتا تھا۔ اقبال کے ترنم نے بہت لوگوں کو اس طرزِ شعرخوانی کی طرف مائل کیا۔ شعراء میں حضرت حفیظ جالندھری جنھوں نے اقبال سے دوم درجہ پر سب سے زیادہ ناموری حاصل کی ہے۔ طرزِ ترنم کے قائل ہیں اور اس سے بہت کام لیتے ہیں۔

حضرتِ جوش ملیح آبادی کو بھی میں نے خوب سنا ہے۔ خوب کہتے ہیں اور خوب پڑھتے ہیں بعض باتوں میں اقبال سے ان کی مشابہت ہے۔ مگر ایک چیز ان کی شاعری کو اقبال کی شاعری سے بالکل تمیز کرتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اقبال مذہب کا دلدادہ ہے اور جوش صاحب مذہب کے خلاف ہیں۔

مذاقِ سخن میں جو تغیرات ہوئے ہیں وہ شخصیتوں کی تبدیلیوں یا اسلوب بیان کے تغیر سے بھی زیادہ ہیں۔ مذاقِ سخن چند سالوں سے ایسا بدلا ہے کہ اگر انیسویں صدی کے اواخر یا بیسویں صدی کے آغاز تک کا دیکھنے والا کوئی شاعر یا ادیب جو اس جہان سے جا چکا ہو پھر یہاں آجائے۔ اور آجکل کی ادبی مجالس میں شریک ہو تو پہچان نہ سکے کہ یہ اسی کے وطن کی صحبتیں ہیں۔ مثلاً اس زمانے کے مشاعروں اور آجکل کے مشاعروں کا مقابلہ کیجئے۔

پہلے مشاعروں میں نشست فرش پر ہوتی تھی اب اکثر کرسیوں پر ہوتی ہے۔ پہلے یہ جلسے عموماً شب کو ہوتے تھے اور شمع گردش کرتی ہوئی ہر شاعر کے سامنے آتی تھی۔ اب زیادہ تر دن کو ہوتے ہیں۔ پرانے شعراء کی ایک خاص وضع تھی۔ وہ اپنے آپکو بہت لئے دیئے رہتے تھے۔ ایک دوسرے سے آداب و سلام میں بہت تکلف برتتے تھے۔ اسمیں ذرا سی بھی کمی ہونے پر انکی طبع نازک برہم ہو جاتی تھی۔ اپنے کلام کی داد چاہتے تھے مگر سلیقے سے۔ داد لیکر بار بار آداب بجا لاتے تھے۔ نظم میں تعلّی اور زبانی باتوں میں حد انکسار سے کام لیتے تھے۔ اب مشاعروں کا یہ حال ہوتا ہے کہ اکثر میں داخلہ ٹکٹ سے ہوتا ہے۔ ٹکٹ کبھی مفت اور کبھی مول کے ہوتے ہیں۔ اس پر ہجوم عموماً اس قدر ہوتا ہے کہ کمروں کے دروازے اور آئینے ٹوٹ جاتے ہیں ...... ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ بھی جبکہ کوئی اچھی آواز سے پڑھنے والا پڑھ رہا ہو۔ داد کا اظہار تالیاں بجانے سے ہوتا ہے۔ کسی کو چپ کرانا ہو تو فرش پر پاؤں مارنے یا طنزاً تالیاں بجانے سے چپ کرا دیتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سننے والوں میں سے اکثر کو دفعتاً کھانسی آنے لگتی ہے۔ یہ اشارہ ہوتا ہے پڑھنے والے کیلئے کہ اب چلنے دیجئے۔ غرض اب مشاعرہ مشرقی تمدن کا وہ لطیف نمونہ نہیں رہا جو کسی زمانے میں تھا مگر اب بھی زندہ دلی کا اچھا مشغلہ ہے اور اردو کو مقبول اور ہر دلعزیز بنانے کی خدمت بخوبی انجام دیتا ہے۔ اس کے بغیر اردو کی دلچسپی گویا مکمل نہیں سمجھی جاتی۔ یہ تو مشاعرے کی صورت میں تغیر ہوا مگر معنوی تغیرات اس سے زیادہ اہم ہیں۔ پہلے الفاظ اور بندش اور صنعت کی طرف زیادہ توجہ تھی۔ اب مضامین کی عمدگی اور تخیل کی بلندی زیادہ پسند کی جاتی ہے اس کے علاوہ اکثر مشاعروں میں اب صرف غزلیں ہی نہیں پڑھی جاتیں بلکہ پُرمطلب اور نتیجہ خیز نظمیں بھی پڑھی جاتی اور رغبت سے سنی جاتی ہیں اور سیاسی شعر جن میں آزادی کے سبق ہوں۔ لوگوں کو بہت مرغوب ہیں۔

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ غزل کی گرمی بازار اب بالکل جاتی رہی۔ انیسویں صدی کے آخر میں داغ اور امیر مینائی نے غزل کو نئی زندگی بخشی۔ امیر مینائی کو تو میں نے دیکھا۔ مگر داغ سے میں حیدرآباد میں ملا تھا شاندار آدمی تھے۔ اور وضع قدیم کے پابند۔ ان کے بہت سے ممتاز و نامور شاگردوں سے بھی ملنے کا مجھے اتفاق ہوا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحہ سے آگے

سب ہی کی غزلوں میں اُستاد کا رنگ ہے۔ حضرت شاد عظیم آبادی کو بھی میں نے دیکھا تھا۔ انھوں نے غزل میں یہ خوبی پیدا کی تھی کہ زبان کی رنگینی کے ساتھ اخلاقی اور فلسفی مضامین بکثرت غزل میں کھپ جائیں۔ انھیں اس طرز میں بہت کامیابی ہوئی۔ موجودہ شاعروں میں مرزا یگانہ اس طرز میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔

حضرت جگر مرادآبادی جدید غزل گو شعرا میں ایک خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان کا کلام دلآویز ہے اور ان کا ترنم سے پڑھنا اور بھی دلآویز۔ نہایت ترنم سے پڑھنے والے نوجوان شعرا میں حضرت ساغر نظامی اور حضرت احسان بن دانش کو بہت مقبولیت حاصل ہے۔

اب نظم کو چھوڑ کر نثر کی طرف آئیے۔ جیسے مذاق شعر میں تغیرات ہوئے ہیں، ویسے ہی نثر کا مذاق بھی بہت بدلا۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی کتابیں اردو ناول کی ابتدا تھیں۔ مگر صحیح معنوں میں ناول کا آغاز پنڈت رتن ناتھ سرشار کی کتاب فسانۂ آزاد سے اور مولوی عبدالحلیم شرر کے ناولوں سے ہوا۔ سرشار سے تو میں نہیں ملا۔ مگر مولانا شرر کو جانتا تھا۔

اب ایک عرصہ سے مختصر افسانوں کا رواج ہماری ادبیات میں ہو گیا ہے اور بہت لوگوں نے مختصر افسانے لکھے ہیں۔ انمیں منشی پریم چند نے ایک امتیازی حیثیت حاصل کی تھی۔

ڈرامہ نویسی سے گو ہندوستان پرانے سنسکرت کے ناٹکوں کے ذریعے آشنا تھا مگر اس کا رواج اردو میں نہ تھا۔ سب سے پہلے لکھنؤ میں امانت نے اندر سبھا لکھی۔ یہ ڈرامہ تو نہیں مگر اوپیرا کی نقل کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد ڈرامے کی کمپنیاں بنیں اور احسن اور طالب اور دیگر حضرات نے اردو ڈرامے لکھے جو سٹیج پر دکھائے گئے اور مقبول ہوئے۔ انکے بعد آغا حشر نے اس فن میں خاص شہرت پیدا کی۔ مگر افسوس کہ متحرک اور بولتی تصویروں کی ایجاد نے ڈرامے کا بازار بیکار کر دیا ہے۔ اب ڈرامے اکثر کتابی صورت میں یا ریڈیو کے لئے لکھے جاتے ہیں۔ اس فن کے موجودہ ماہرین میں سید امتیاز علی تاج اور حکیم احمد شجاع صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اردو ادبیات میں اخباروں اور رسالوں نے بھی خاصہ تغیر پیدا کیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ انگریزی الفاظ اور محاورات اردو میں بہت کم مروج تھے۔ اب یہ حال ہے کہ اردو اخباروں میں انگریزی اخبارات سے ترجمے بکثرت چھپتے ہیں۔ ان میں کئی محاورات ایسے ہوتے ہیں جن سے اردو زبان بالکل غیر مانوس ہے مگر وہ اس میں کھپتے چلے جاتے ہیں اور ان میں سے بعض جزو زبان بن گئے ہیں۔

ترجمہ کی راہ سے نئے خیالات اور محاورات داخل زبان ہونے کے علاوہ ایک اور بھی سبب انکی کثرت کا ہے۔ بیس تیس چالیس برس پہلے انگریزی پڑھے ہوئے ہندوستانی اردو کی کتابوں کے پڑھنے یا اردو میں مضامین لکھنے کی طرف مشکل سے راغب ہوتے تھے۔ اب یہ بات نہیں رہی۔ اب انگریزی خواں خوشی سے اردو میں مضامین لکھتے ہیں اور چونکہ انھوں نے زیادہ تر انگریزی ادبیات کا مطالعہ کیا ہے۔ اور ان کی بیشتر معلومات کا ذخیرہ انگریزی زبان میں ہے وہ اس کی مدد سے لکھتے ہیں۔ اس سے اردو نثر میں اتنا تغیر آیا ہے کہ اگر گزشتہ نسل کے کسی ادیب کے سامنے جو موجودہ وقت کے رسائل یا اخبار نہ پڑھتا رہا ہو یہ رسالے یا اخبار رکھ دیں تو وہ بہت سے فقروں کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہ جائے۔

اردو ادبیات پر بعض ہماری ملکی زبانوں کا اثر بھی پڑا ہے خاص کر بنگالی زبان کا۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ ٹیگور کی ہمہ گیر شہرت جو ہندوستان کی حدود سے نکل کر یورپ اور امریکہ تک پہنچ گئی ہے اس کے وطن کے باہر سے خراج تحسین حاصل کرتی ہے۔

اردو کے ادیبوں نے بھی ٹیگور کی نظموں کے انگریزی ترجمے پڑھے ہیں اور بعض نے اردو ترجمے۔ اور وہ قدرتی طور پر ان کے کلام کی خوبی کے معترف ہیں اور ان کی طرز تحریر کی پیروی کرتے ہیں۔ اس میلان نے اردو نظم پر بھی اثر ڈالا ہے اور اردو نثر میں بھی بہت سا تغیر پیدا کیا۔

تغیرات کا یہ مختصر تذکرہ ختم کرنے سے پہلے ایک اور تغیر کا ذکر ضروری ہے اور وہ خود محکمہ ریڈیو کے اثر سے پیدا ہوا ہے۔ ریڈیو اب ایک بولتی ہوئی زبان اور بڑھتے ہوئے علم ادب کا مرکز بن رہا ہے۔ ریڈیو کے ذریعے تقریریں ہوتی ہیں، غزلیں گائی جاتی ہیں اور نظمیں پڑھی جاتی ہیں۔ مختصر ڈرامے سنائے جاتے ہیں اور نئی طرح کے مشاعرے منعقد ہوتے ہیں، جن میں پڑھنے والے شاعر اور سننے والے غائب ہوتے ہیں۔ مگر پھر سوچو تو بالکل غائب بھی نہیں ہوتے۔ کیونکہ دور دور کے شہروں میں جہاں کہیں ریڈیو کا سیٹ ہے اس کے قریب کئی سننے والے چپ چاپ سن رہے ہوتے ہیں اور کلام کی داد دیتے ہیں۔ یہ سب سے بڑا تغیر ہے جو میری آنکھوں نے دیکھا ہے۔ اگر غالب کے مزاج کے کسی پُرانے زمانے کے شاعر سے کہا جائے کہ ایسے مشاعرے میں آکر غزل سرائی کریں جہاں سننے والے غائب ہوں تو میرا خیال ہے کہ وہ اس دعوت کو قبول نہ کرتے۔ مگر اب تو اچھے اچھے "صاحبان فن" اس "بزم مختصر" میں شریک ہو جاتے ہیں جس میں یا شاعر رنگیں نوا ہوتے ہیں یا ساقی۔ آپ ساقی کے لفظ سے متعجب نہ ہوں۔ اگر ریڈیو کے عملے کو اس بزم کے ساقی کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

(یہ تقریر آل انڈیا ریڈیو کے دہلی اسٹیشن سے نشر کی گئی تھی۔ اور اسی کی اجازت سے شائع کی جاتی ہے)

فلم وجے کمار کے دو اداکار جو کہ موتی تاکیز میں چل رہا ہے

حاجی سید محفوظ علی صاحب
جو گذشتہ دنوں اس جہان فانی سے رحلت فرما
گئے آپ اپنے وقت کے استاد مصلح سنگ تھے

سورگیہ پنڈت مکھ رام جی شاستری
جن کا گذشتہ ۲۲ اگست کو دہلی میں
سورگباش ہو گیا

Printed and Published by Dharampal Gupta at the Tej Press, Burn Bastion Road, Delhi

TEJ Illustrated WEEKLY

قیمت دو آنے 2 Price ANNAS

شیکسپیر کے ڈراما "مڈسمر نائٹس ڈریم" میں پریوں کی ملکہ "ٹائٹینیا" یہ ڈراما دوران جنگ میں لوگوں کو مسرور کرنے کیلئے لندن کے "ریجنٹ پارک" میں دکھلایا گیا ہے

No. 268 DELHI 1st OCTOBER 1940 Vol. No 10

دو مشہور پہلوان حمیدہ اور کرپال سنگھ کی کشتی جسکی آمدنی وار فنڈ میں دی جائیگی

وزیر ہند مسٹر ایمرے جنہوں نے ہندوستان کے متعلق ایک جدید بیان دیا ہے

جاپان میں نئی قومیت کی تشکیل
خاص کمیٹی کی سرگرمیاں

لندن۔ ۲۸ ستمبر۔ [illegible] نامہ نگار مقیم [illegible] وزیراعظم پرنس کونوئے [illegible] نئی قومیت کی تشکیل [illegible] ایک کمیٹی [illegible] جاپان [illegible]

[illegible] منعقد [illegible] پارٹی [illegible] حکومت [illegible] کردی جائے۔

اور ایک سیاسی پارٹی اس حکومت کی [illegible] پیش کئے گئے تھے [illegible] اعلیٰ مقرر کی جائیں [illegible] دستکاری مزدور [illegible] کی تمام جماعتوں کی [illegible] اور دوسری تعلیم [illegible] اشاعت اور کھیل تماشہ کی نگرانی ہے۔

گاندھی جی پھر وائسرائے سے ملیں گے

شملہ۔ ۲۸ ستمبر۔ مہاتما گاندھی اور وائسرائے کی دوبارہ ملاقات سوموار کو پھر ہوگی۔ مہاتما جی نے سوموار کی بجائے آج ہی مون برت رکھا۔ اور آپ نے ہریجن اخبار کے لئے مضامین لکھے۔ آج ملاقات کرنے والوں کی تعداد میں کمی کردی گئی تھی۔ دوبارہ ملاقات کے متعلق قیاس آرائیاں کی جا رہی ہیں۔ مگر وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ (اپ)

امریکہ کے جہاز برطانیہ پہنچ گئے

لندن۔ ۲۸ ستمبر۔ رائٹر کے نمائندہ کو پتہ چلا ہے کہ امریکہ کے جنگی جہازوں کا پہلا دستہ آج برطانیہ کی [illegible] بندرگاہوں پر پہنچ گیا ہے۔

سیریا سے اٹلی کے مطالبات

قاہرہ۔ ۲۸ ستمبر۔ سیریا کے ذمہ دار حلقوں میں تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ اٹلی نے سیریا سے تمام فرانسیسی [illegible] جہاز جو سینڈروں کی تعداد میں ضبط کئے ہیں سپرد [illegible] کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ رائٹر

ڈاکٹر ٹیگور کی شدید علالت

[illegible] ۲۸ ستمبر۔ ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور [illegible] جہاں تبدیل آب و ہوا کے [illegible] کیونکہ ان کی طبیعت قدرے ناساز

آج کی خبریں

تھی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ان کے گردہ میں تکلیف ہے [illegible] بہت بیمار ہوگئے ہیں۔ کل دوپہر کو ان کی حالت یکایک خراب ہوگئی اور رات بہت بے چینی سے گذری۔ لیکن آج صبح سے ان کی حالت کسی قدر بہتر ہے۔ ڈاکٹر [illegible] جیوتی پرکاش سرکار کلکتہ سے یہاں آئے ہیں اور سول سرجن و [illegible] بھی کڑی نگرانی کر رہے ہیں۔ شاعر اعظم کی بیماری کی خبر سنتے ہی پرائیویٹ سیکرٹری [illegible] شانتی نکیتن سے آگئی ہیں۔ آج [illegible] ڈاکٹر کو یہاں سے کلکتہ لے جایا گیا جہاں آپ پر آپریشن کیا جائے گا۔

مصر میں اٹلی کی فوجوں کا اجتماع

لندن۔ ۲۸ ستمبر۔ مصری اطلاع ہے کہ جب سے اٹلی کی جو فوجیں مصری علاقہ میں داخل ہوئی ہیں۔ وہ اپنی پوزیشن مضبوط کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ وہ مشرق کی طرف بڑھنے کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ [illegible] ان کے پاس فوج اور سامان دھڑا دھڑ پہنچ رہا ہے۔ لیکن برطانوی ہوائی جہاز انہیں پریشان کر رہے ہیں۔ مصر میں اس وقت سکون ہے۔

سندھ میں آل پارٹیز حکومت
کانگریس پارٹی بھی تعاون کریگی

کراچی۔ ۲۸ ستمبر۔ ضلع سکھر میں موجودہ تشویشناک حالات کے پیش نظر یہ تجویز کی گئی ہے کہ سندھ میں ایک آل پارٹی گورنمنٹ قائم کی جائے۔ اس سلسلہ میں عنقریب فیصلہ کیا جائے گا۔ معلوم ہوا ہے کہ کانگریس پارٹی بھی تعاون دینے کو تیار ہے اگرچہ وہ عہدے قبول نہیں کرے گی۔ خان بہادر اللہ بخش لیڈر مخالف پارٹی بھی بعض شرائط کے ساتھ شامل ہونے کو آمادہ ہیں۔ موجودہ انتظامات کے ماتحت یہ توقع کی جاتی ہے کہ موجودہ کیبنٹ کے ممبران کی تعداد ۶ سے ۹ کردی جائے گی۔

اٹلی کے وشی گورنمنٹ سے نئے مطالبات

لندن۔ ۲۸ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ اٹلی نے مشرق وسطیٰ کے متعلق وشی گورنمنٹ کو ۱۳ مطالبات پیش کئے ہیں ان میں چند مطالبات یہ ہیں (۱) شام کی فرانسیسی فوجوں کو غیر مسلح کر دیا جائے (۲) شام کے ہوائی بحری اور بری اڈے اٹلی کے حوالے کر دیئے جائیں (۳) ملک کی نظم و نسق پر اٹلی کا کنٹرول ہو اور وہی ٹیکس لگانے اور [illegible] امن قائم رکھنے کا مجاز ہو اور ملک کا تمام اسلحہ بارود اٹلی کے حوالے کر دیئے جائیں۔

مسٹر رائے کانگریس سے نکال دیئے گئے

لکھنؤ۔ ۲۸ ستمبر۔ یو۔ پی پراونشل کانگریس کمیٹی کی ایگزیکٹو کونسل کی ایک میٹنگ آج دوپہر کو زیر صدارت پنڈت جواہر لال نہرو قائم مقام صدر منعقد ہوئی۔ جس میں مسٹر ایم۔ این۔ رائے کو ایک سال کے لئے کانگریس کا پرائمری ممبر بننے سے محروم کیا گیا۔

جاپان کا نیا کمانڈر انچیف

لندن۔ ۲۸ ستمبر۔ وزیر جنگ جاپان کو جاپانی افواج کا کمانڈر انچیف بنا دیا گیا ہے۔ ریونیو، ہوم، عدالت اور [illegible] پارلیمنٹ امور کے محکموں کے وزراء بھی مقرر کئے گئے ہیں اس طرح سے وزارت مکمل ہوگئی ہے۔

انگلستان پر جرمن جہازوں کا حملہ
دو شہروں پر شدید بمباری

لندن۔ ۲۸ ستمبر۔ کل جرمنوں کے ۱۳۳ ہوائی جہاز برباد ہوئے۔ آج صبح جرمنوں نے دو بار انگلستان پر حملہ کیا۔ پہلی بار تھوڑے سے جہاز آئے اور انہوں نے لندن کی طرف بڑھنے کی کوشش کی پہلے تو ہوائی توپوں نے ان پر زور سے گولہ باری کی۔ پھر شکاری ہوائی جہاز ان سے لپٹ گئے۔

جنوب مشرقی کنارے پر بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ لندن پر تین مرتبہ ہوائی خطرے کا اعلان کیا گیا۔ کچھ بم ہوائی جہازوں نے گرائے جن سے معمولی نقصان ہوا۔ مڈلینڈ کے دو شہروں پر بھی کچھ بم گرائے گئے وہاں پر بھی کوئی خاص نقصان نہیں ہوا۔

کل رات لیورپول پر پھر جرمن جہازوں نے بمباری کی۔ یہ حملے تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفہ کے بعد کئی بار حملے ہوئے۔ لندن سے جنوبی انگلینڈ کے کنارے کے درمیان کے کئی شہروں پر ہوائی جہازوں سے بم گرائے گئے۔ کئی مقامات پر آگ لگ گئی مگر وہ فوراً بجھادی گئی۔

لندن میں بھی کئی بم گرائے گئے جن سے تجارتی عمارتوں اور رہائشی مکانات کو نقصان پہنچا۔ کئی مقامات پر آگ لگ گئی مگر اسے بجھادیا گیا۔ کچھ آدمی مارے گئے۔ شمال مغربی ضلع میں ایک پبلک لائبریری برباد ہوگئی۔ دو سڑکوں پر بموں سے کئی عمارت برباد ہوئیں۔

مسلم لیگ نے وائسرائے کی پیشکش نامنظور کردی
ایگزیکٹو کونسل میں صرف دو سیٹوں کا قضیہ

دہلی۔ ۲۸ ستمبر۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں ایک ریزولیوشن کے ذریعہ ایگزیکٹو کونسل اور جنگی بورڈ میں شمولیت کے متعلق وائسرائے کی پیشکش کو نامنظور کردیا۔ آج صبح مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس مسٹر جناح کی زیر صدارت "گل رعنا" میں منعقد ہوا۔ مسٹر فضل الحق بیگم محمد علی اور نواب صاحب ممدوٹ کے علاوہ سب ممبران شریک تھے۔

اجلاس کے شروع میں مسٹر جناح نے اپنی اور وائسرائے کی ملاقات کا حال بتایا جو ۲۴ ستمبر کو شملہ میں ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے اپنے [illegible] ستمبر کے اجلاس میں مسٹر جناح کو اختیار دیا تھا کہ وہ چند امور کے متعلق وائسرائے سے مزید وضاحت کر سکتے ہیں۔ اجلاس شروع ہونے سے پہلے مسٹر جناح نے سر سکندر حیات خاں اور دوسرے ممبروں سے بات چیت کی۔ وائسرائے کی تازہ پیشکش کے متعلق ریزولیوشن مرتب کرنے کے لئے مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے ایک سب کمیٹی مقرر کی ہے جو مسٹر جناح۔ سر سکندر حیات خاں۔ چودھری خلیق الزماں۔ نواب محمد اسمٰعیل خاں اور نوابزادہ لیاقت علی خاں پر مشتمل ہے۔ سب کمیٹی نے وائسرائے کی اس پیشکش پر کہ ایگزیکٹو کونسل میں مسلم لیگ کو دو سیٹیں دی جائیں گی ایک ریزولیوشن مرتب کیا جس میں وائسرائے کی اس پیشکش کو نامنظور کر دیا گیا۔ کل یہ ریزولیوشن لیگ کی کونسل میں پیش ہوگا۔ اور خیال ہے کہ وہاں بھی اتفاق رائے سے پاس ہو جائے گا۔ کیونکہ پنجاب کے ممبران اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔

انڈوچین میں چینی فوجوں کا داخلہ
چین کی حکومت نے حکم دیدیا

لندن۔ ۲۸ ستمبر۔ چین کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چین کی فوجوں کو انڈوچین میں داخل ہونیکا حکم دیدیا جائے تاکہ وہ وہاں حفاظتی کارروائی کرسکے۔ رائٹر

دیسی ساخت کا بم پھٹ گیا
ایک مسلمان شدید زخمی

راولپنڈی۔ ۲۸ ستمبر۔ ضلع جہلم میں چکوال کے نزدیک موضع چوکر میں دیسی ساخت کے ایک بم پھٹنے کی اطلاع ملی ہے جس کی وجہ سے ایک مسلمان سپنی کو شدید ضربات آئی ہیں اسے فوراً ہی ہسپتال میں داخل کیا گیا جہاں اس کی ایک ٹانگ اور بازو کاٹ دیئے گئے۔ پولیس مصروف تحقیقات ہے۔

کیا ہٹلر برطانیہ کے مقابلہ پر ٹھہر سکے گا؟

آئندہ دُنیا کا کیا نقشہ ہونے والا ہے

(برطانیہ کے مشہور فوجی مدبر سر ڈف سدرلینڈ ڈنبار کے قلم سے)

جنگ کی صورت حال پر نظر ڈالنے سے پہلے ہمیں اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ اس جنگ میں فرانس کیوں ہار گیا؟

فرانسیسی افواج مسلسل لڑائی سے تھک چکی تھیں، پیر لگاتار محنت و مشقت نے قبضہ کر لیا تھا۔ ہوائی حملوں نے کافی پسپا کیا تھا اور سڑکوں پر گزرنے والے پناہ گزینوں کی بھیڑوں نے انہیں راستہ جلدی طے کرنے سے بھی روکے رکھا اور اوپر سے ہوائی تاخت ہوئی اس نے اور فرانس کا بالکل ہی خاتمہ کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل فرانس بڑی بہادری سے لڑے اور اس لڑائی میں جرمنی کے آدمیوں ٹینکوں، ہوائی جہازوں وغیرہ کے جو زبردست نقصانات ہوئے ہیں اس سے ایک عرصہ تک جرمنی پنپ نہ سکے گا اور برطانیہ پر حملہ کرنے کے موقعہ پر یہ شدید نقصانات اور بھی زیادہ محسوس و معلوم ہوں گے، اور اس لڑائی پر اس کا یقینی طور پر اثر پڑے گا۔ برٹش امدادی افواج (R.E.F) کے ۳۵۰۰۰۰ آدمی فرانس سے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ برطانیہ بلائے گئے۔ فرانس میں اس مہم کے لئے ...... جو فوج بھی گئی تھی ان کے ساتھ جمع کئے ہوئے گولہ بارود، اسلحہ سواروں اور دیگر سامانوں کی بہت بڑی مقدار بھی وہ اپنے ساتھ فرانس سے لے کر آئے،

فرانس ختم ہو چکا ہے لیکن برطانیہ برابر لڑتا رہے گا اگر ضرورت ہو تو برسوں تک تنہا لڑتا رہے گا حتی کہ ہٹلرازم کا خاتمہ ہو جائے۔

اگلا دور

آئندہ کیا ہونے والا ہے اس کے متعلق کچھ کہا نہیں جا سکتا ہٹلر کا متوقع حملہ ابھی رُکا ہوا ہے لیکن اگر وہ حملہ کرے گا تو ہوا کے ذریعہ، پانی پر یو بوٹ کے ذریعہ اور سُرنگیں بچھا کر راستہ روکنے سے وہ حملہ کرے گا۔ وہ جزیرہ کو بھوکا مارنے کی فکر بھی کریگا اس نے مقناطیسی مائین کا حربہ بہت قبل از وقت دنیا پر ظاہر کر دیا۔

اسی طرح یو بوٹ اور سُرنگوں کا معاملہ ہے اس سے قبل برطانیہ نے ان تینوں آلات حرب ضرب کے مقابلہ کے لئے شاید ہی کبھی اتنی مکمل تیاری کی ہو جتنی اب ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ نہایت ہولناک بمباری سے وہ جرمنی کا جواب دے رہا ہے دشمن کی جو فوجیں سمندر کے راستہ یا ہوا کے ذریعہ انگلستان تک پہنچ سکیں گی وہ مقابلتہً نہایت خفیف و قلیل ہوں گی اور اس سے پہلے کہ انہیں مزید کمک پہنچے ان کے زمین پر آتے ہی ان کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جرمنی کمک پہنچنے کی بہت قلیل امید ہے برطانیہ کی جنگ ایک جنگ ہوگی جس میں مسلسل بڑھنے والی طاقت اور برطانیہ کی پوری سلطنت بروئے کار آئے گی اور ہماری پشت پناہی کے لئے امریکی ہوائی جہازوں کی کمک ملتی رہے گی اور اس

اہم و نازک مرحلۂ جنگ پر یہ مدد بہت کار آمد ہوگی۔ ہٹلر کی فوج میں پیچھے پیچھے نازی جبر و تشدد کی شکار فوجیں یک۔ پول، ناروین، ڈچ، بلجیمی، فرانسیسی سپاہ پرمشتمل کھڑی ہوں گی مگر ان کے مختلف انواع طریقے ہائے ماندت اس قدر پیچیدہ ہوں گے نہ ہٹلر ان سے

قطع ریزی کی پوری پوری امید نہیں رکھ سکتا اور اس کی مشکلات روز بروز بڑھتی ہی چلی جائیں گی،

سلطنت برطانیہ کی امداد

برطانوی امپائر مثلاً آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، کنیڈا، ہندوستان وغیرہ کی امدادی فوجیں اور برطانی بیڑا بحیرہ روم کے مشرقی ساحل پر تعینات ہوگا،

قریب ہی ہندوستان ہے جو اس اہم فوجی مرکز کے لئے رگ جاں کا سا کام دیگا۔

فوجی صورت حال ایک اہم ترین اقتصادی محاذ کی بھی متقاضی ہے جو بغیر ایک طویل ساحلی ناکہ بندی کے ممکن نہیں ہو سکتا جرمنی کی سمندری تجارت کو ناکہ بند کر دیا گیا ہے اور بحیرہ بالٹک میں نہایت خفیف وجہ بد آگئی ہے، جبرالٹر اور بندر سعید بحیرہ روم کے پاسبان بنے کھڑے ہوئے ہیں اور بحیرہ روم کی دراز دل میں سے کسی چیز کو اِدھر سے اُدھر جانے نہیں دینگے، اس لئے اٹلی کی طرف سے جرمنی کو مال و اسباب پہنچنے کا خطرہ بھی دور ہو گیا ہے آہستہ آہستہ۔

مگر نہایت اور یقین کے سا[تھ] برطانیہ اپنی گرفت ا[...] دشمن اس مضبوط کئے جا رہا ہے،

ناکہ بندی!

دنیا کی وسیع تجارتی شاہراہیں برط[انیہ] کے لئے کھلی ہوئی ہیں، اٹلی کی برآمد ایسی چیزوں کا[...] جو تعیشات کے ذیل میں آتی ہیں اور جن کے بغیر گذ[ارہ] ممکن ہے لیکن اٹلی کی درآمد جن چیزوں پر مشتمل [ہے] وہ ضروریات میں شمار ہوتی ہیں اور اس کے بغی[ر] گذارہ ناممکن ہے، امن کے زمانہ میں ۵۰ فی صد[ی] درآمد ایسے ممالک سے تھی جو بحیرہ روم کے اُس پار [...] تانبہ، لوہا، فولاد، نکل، ربڑ اور اکثر خوراکی چیز[یں] اب اسے میسر نہ آسکیں گی، اسی فی صدی تیل بھی یورپ کے باہر سے خریدنا پڑتا تھا، جب اس موجودہ ذخیرہ ختم ہو جائے گا تو اسے تھوڑی سی ناقابل ذکر اسپانوی سپلائی اور کچھ جرمن [...] ملے گی، جو وہ رومانی برآمد میں سے دیگا، ا[...] اور کہیں سے یہ شے دستیاب نہ ہو سکے گی،

جرمنی کے مسائل

جرمنی نے مفتوح ممالک سے غلہ جمع کرکے بالخصوص فرانس کے اناج کو قبضہ کرکے اپنی غذائی طاقت کو بہت کافی بڑھا لی[ا] لیکن چھوٹی چھوٹی شمالی سمندر کی سلطنتیں [...] درآمد کے اپنی صنعتوں کو برقرار نہیں رکھ س[کتیں] اس لئے موجودہ جرمنی کے لئے وہ سرمایہ [...] میں تبدیل ہو جائے گا جب ان ممالک کی پیداوار ختم ہو جائے گی تو انہیں کھلانے کہاں سے آئے گا اگر کھانے کو نہ ملا تو لوگ بھو[کے] قحط پڑے گا اور وبائیں پھیلیں گی، جن کی وجہ [سے] جرمنی کی قابض افواج جو ان ممالک میں [...] ہوئی ہیں خطرہ میں پڑ جائیں گی، ہالینڈ کی پیداوار کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کبھی [ختم] نہ ہو، ایک نہ ایک دن وہ مقدار ضرور ختم ہو[گی] علاوہ ازیں سیلاب نے فلسطین کی فصلیں و تباہ و برباد کر دی ہیں،

باہر سے مال منگانے کا جہاں تک تعلق [ہے اس] بارے میں صرف اس قدر کہا جا سکتا [ہے کہ روس] ہی ایک جگہ ایسی ہے جس سے کچھ مل سکنے کی [امید ہے] سو اس کی حالت یہ ہے کہ وہاں بھی انت[...] ہو رہا ہے دوسرا علاقہ ہنگری کا تھا وہاں [...] جاڑے اور پالے نے فصلیں پہلے ہی تباہ [کر دیں] روس کی فصلوں کی آئندہ امید بھی مایو[س کن ہے] جرمنی میں فصل دیر میں تیار ہو[گی اور] بہت معمولی ہوگی مشینوں کے زیادہ اس[تعمال] کے باعث گھوڑے تو اب زراعت کے لئے اس[...] بہت کم رہے ہیں مشینوں کو چلانے [کے لئے تیل] چاہیئے

(باقی مضمون اگلے صفحہ پر)

"سب کے دل میں آجاؤ"

(از جناب اختر نگینوی تلمیذ حضرت داغ دہلوی مرحوم)

(خاص "تیج ویکلی" کے لئے)

کسی کے دل کی کیا تخصیص سب کے دل میں آجاؤ
جو رشکِ شمعِ محفل ہو، تو ہر محفل میں آجاؤ

شکستہ خاطروں کے بھی شکستہ دل میں آجاؤ
کہ چلتے پھرتے اس ٹوٹی ہوئی منزل میں آجاؤ

کبھی آجاؤ بھولے ہی سے آغوشِ تصور میں
کبھی جانِ تمنا بنکے میری، دل میں آجاؤ

ندا دیتی ہیں موجیں اٹھکے یہ دریائے رحمت کی
غریقِ بحرِ عصیاں، دامنِ ساحل میں آجاؤ

دکھاتے ہو فریبِ حسن کیا عالم فریبی میں
مزا جب ہے یونہیں تم بھی فریبِ دل میں آجاؤ

گئے وہ دن جب ارمانوں سے دل بیچین بنتا تھا
نہیں ہے کشمکش کوئی اب اس منزل میں آجاؤ

کہیں کیوں ہم تلاشِ جلوہ گاہِ نازنیں جائیں
سراپا جلوہ بن کر تم ہمارے، دل میں آجاؤ

تماشا دیکھ لو آنکھوں سے پروانوں کے جلنے کا
قرینِ شمع آبیٹھو، بھری محفل میں آجاؤ

شعارِ دوستی و دشمنی کی فکر ہے کس کو
بہرصورت بہرحالت ہمارے دل میں آجاؤ

نگاہِ شوق دیکھے جلوہ ہائے باطن و ظاہر
کبھی خلوت میں آجاؤ کبھی محفل میں آجاؤ

توقع پہلوئے تسکین کی تھی، تم سے کہا کس نے
کہ شکلِ اضطرابِ دل کسی کے دل میں آجاؤ

زمانے میں تلاشِ کار آساں ہے اگر، اختر
کسی مشکل میں پھنس جاؤ، کسی مشکل میں آجاؤ

دُنیا کا عجائب خانہ

غیر معمولی محبوبیت اور ہر دلعزیزی حاصل کر رہی ہے
اس مچھلی کا اصلی نام مس [illegible] ہے لیکن عام طور پر
اسے خوبصورت مچھلی کے نام سے پکارا جاتا ہے
اس کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ ۲۰ گھنٹے تک

سانس لئے بغیر پانی میں رہ سکتی ہے اور بالکل اسی
طرح سمندر پر اسے قدرت حاصل ہے جس طرح کہ ایک
مچھلی کو حاصل ہوتی ہے۔
دسمبر ۱۹۳۹ء کو اس لڑکی نے سمندر کے کنارے

پیراکی کے جہاں مختلف کمالات دکھلائے وہاں انتہائی
کمال یہ تھا کہ وہ کامل ۲۰ گھنٹہ تک پانی کی تہ میں بیٹھی
رہی، اور جب ۲۰ گھنٹہ کے بعد پانی کی سطح پر آئی تھی تو
اس طرح ہشاش بشاش تھی جیسے عام طور پر لڑکیاں ہشاش بشاش
دکھائی دیتی ہیں۔

یہ لڑکی اس قدر خوبصورت ہے کہ جل پری معلوم
ہوتی ہے اور جب وہ مچھلی کی کھال جیسا لباس پہن کر
پانی میں تیرتی ہے تو بالکل مچھلی ہی معلوم ہوتی ہے
خیال ہے کہ اس لڑکی نے پیراکی کے کمالات
میں تمام دنیا کے پیراکوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

سمندر کی تہ میں خوفناک جنگل!

جس طرح خشکی پر گھنے جنگل ہوتے ہیں اسی
طرح سمندر کی تہ میں بھی بڑے بڑے جنگل پائے جاتے ہیں
چنانچہ سمندر کی تہ کا مطالعہ کرنے والے ایک محقق نے بتایا
ہے کہ سمندر کی تہ میں اتنے بڑے بڑے اور گھنے جنگل
پائے جاتے ہیں کہ اگر دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شخص بھی
ان جنگلوں کے بیچ میں کھڑا کر دیا جائے تو اس کا سر
بھی نہ دکھائی دے۔
محقق کا بیان ہے کہ سمندر میں جو درخت ہیں
وہ خشکی کے درختوں سے بالکل مختلف ہیں ان جنگلوں
میں مچھلیاں سانپ اور سمندری جانور نہایت آرام سے
رہتے ہیں۔ ان جنگلوں میں بھی پیڑ موجود ہیں جن پر
خوشنما پھول کھلتے ہیں لیکن ان پھولوں کا رنگ خشکی کے
پھولوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے!

ایک سو بیس سال کی عمر کی ایک کنواری

دنیا میں ایک ایسی کنواری لڑکی بھی رہتی ہے
جس کی عمر اس وقت تقریباً سوا سو سال ہے اس
کنواری کا نام [illegible] ہے۔ افغانستان کے ایک
قصبہ میں رہتی ہے سو سال کی عمر کے باوجود بالکل
تندرست ہے اپنا تمام کام کاج خود اپنے ہاتھ سے کرتی
ہے اس کنواری کی صحت [illegible]
جو کوئی شخص بھی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ [illegible]
برس کی بڑھیا ہے۔

ٹیکس کا نیا طریقہ

[illegible] میں ٹیکس وصول کرنے کا عجیب و
غریب طریقہ ایجاد کیا گیا ہے ہر شخص کو ایک
ایسی مرغی کا چوزہ دیا جائے گا جس کی قیمت [illegible]
وہ چوزہ اس وقت واپس لیا جائے گا جب وہ [illegible]
ہوگا [illegible] خرید [illegible] روپیہ
ادا کرسکے [illegible]
کو [illegible]

لڑکی لڑکا بن گئی!

عرصہ ہوا موضع [illegible] احمد آباد سے خبر آئی تھی کہ
ایک کمسن لڑکی لڑکا بن رہی ہے یہ لڑکی [illegible]
[illegible] عورت کے یہاں پیدا ہوئی تھی مگر چند
دن سے اس کے اعضا رفتہ رفتہ تبدیل ہو رہے
ہیں اور ارد گرد کے دیہات کے لوگ اس خلاف معمول
واقعہ کو دیکھنے کے لئے آ رہے تھے ان میں سے جب کسی نے
دریافت کیا کہ یہ کیوں [illegible] تو ایک مسخرہ صاحب
جو وہاں موجود تھے بولے ابی یا میاں کی دعا لگ گئی ہوگی

مچھلی یا خوبصورت لڑکی

نیو یارک میں آج کل ایک عورت نما مچھلی نے

ہندوستان کو طاقتور بنایئے

قوم کے لئے
ہندوستان کی پکار

ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس (مدافعت کیلئے بچت کی سندیں)

یہ سرٹیفکیٹس دس، پچاس، سو اور پانچ سو روپیوں کے ہوتے ہیں
اور دس سال پورے ہو جانے کے بعد اصل رقم ادا کی جا سکتی ہے
ہر دس روپے کے عوض تیرہ روپیہ آنہ سے بھی زیادہ [illegible]
سود پر انکم ٹیکس دیا جائے گا [illegible]
نہیں ہے ہر شخص [illegible] سے زیادہ ہزار روپیہ کے سرٹیفکیٹس
خرید سکتا ہے یہ سرٹیفکیٹس ڈاکخانہ [illegible]
انڈیا بمبئی سے مل سکتے ہیں۔

چھ سال کے ڈیفنس بانڈس (مدافعتی دستاویزیں)

یہ ڈیفنس بانڈس سو روپیہ یا ایسے عدد کے ہوتے ہیں جو سو سے عدد
پورا تقسیم ہوتا ہے انکی رقم یکم اگست ۱۹۴۶ء کو حساب کیو [illegible]
ادا کی جائیگی اس پر تین فیصدی سود ملیگا۔ سود کی رقم ہر چھ [illegible]
جا سکتی ہے۔ انفرادی [illegible] کی کوئی حد نہیں۔ یہ بانڈس ریزرو بنک
آف انڈیا، امپیریل بنک آف انڈیا یا سرکاری خزانوں سے لئے جا سکتے ہیں۔

بغیر سود کے بانڈس (دستاویزیں)

پچاس روپیہ سے زائد جتنی بھی تعداد کے مل سکتے ہیں انکی رقم تین سال کے
بعد جتنی کی اتنی ادا کیجائیگی اور اگر کوئی ایک سال کے بعد لینا چاہے تو تین ماہ قبل
نوٹس دیکر جتنی کی اتنی لے سکتا ہے ضرورت ثابت کرنے پر یہ رقم کسی بھی
وقت جتنی کی اتنی دیجا سکتی ہے۔ یہ بانڈس ریزرو بنک آف انڈیا، امپیریل
بنک آف انڈیا یا سرکاری خزانوں سے لئے جا سکتے ہیں۔

اپنا پیسہ اپنے ملک کے مستقبل پر لگا دیئے اور اپنے
خاندان کے تحفظ کا سامان کیجئے حکومت ہند آپ کے
روپیہ کی ضامن ہے اور یہ آپکو ملک کے وسائل کے
ذریعہ واپس کر دیا جائے گا
ہندوستان کی فوجی قوت کو بڑھانے اور سامان جنگ
خریدنے میں اسکی امداد کرنے کے لئے اسے چندہ
دیکر اس کی پکار کا جواب دیجئے۔
اپنے ملک کی خدمت کیجئے اور اپنے سرمایہ کو ترقی دیجئے

ہندوستان کی مدافعت کے لئے قرض خریدیئے

تیج ویکلی دہلی

یکم اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء

سمجھوتہ کا آخری موقعہ؟

گاندھی۔ وائسرائے ”ملاقات“ کی اہمیت

اس وقت جبکہ یہ تحریر لکھی جا رہی ہے مہاتما گاندھی اور وائسرائے کے درمیان اس ہفتہ کی پہلی ملاقات شملہ میں ہو چکی ہے اور اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاتما گاندھی مزید ملاقات اور مشورہ کے لئے تین روز تک شملہ میں قیام فرمائیں گے۔ امید کی جاتی ہے کہ سوموار کو جبکہ یہ پرچہ ناظرین کے ہاتھوں میں ہو گا مہاتما جی وائسرائے سے پھر ملیں گے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب سے یہ جنگ چھڑی ہے اس طرح کی تین ملاقاتیں وائسرائے اور مہاتما جی کے درمیان ہو چکی ہیں اور ہر ملاقات سے پہلے یا بعد کسی نہ کسی صورت میں وزیر ہند مسٹر ایمرے یا وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو کی طرف سے کوئی بیان ہمارے سامنے آیا ہے لیکن ان بیانات اور ملاقاتوں کو اگر مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ کہنا صحیح ہو گا کہ ان سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا ہے اور کانگریس کے جائز اور کھلے ہوئے مطالبات کے سامنے حکومت برطانیہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھی ہے۔

لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مرتبہ ”گاندھی۔ وائسرائے“ ملاقات کی نوعیت جداگانہ ہے۔ اس کے دو اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس جنگ کے دوران میں اس ملاقات سے پہلے مہاتما گاندھی جب بھی وائسرائے سے ملے ہیں تو شخصی حیثیت سے ملے ہیں یعنی رسمی یا ”دفتری“ طور پر انھوں نے کانگریس کی نمائندگی نہیں کی ہے بلکہ بعض موقعوں پر صاف صاف یہ کہہ دیا ہے کہ ان کی ہر رائے اپنی ذاتی رائے تھی اور وہ ایک قاصد کی حیثیت سے کانگریس کا پیغام حکومت تک اور حکومت کا پیغام کانگریس کے صدر اور ورکنگ کمیٹی تک پہنچا رہے ہیں، اور اگر کوئی باعزت سمجھوتہ ممکن ہو تو اس کے لئے وہ پوری کوشش کریں گے لیکن اس تازہ ترین ملاقات میں جس پر سارے ہندوستان بلکہ ساری دنیا کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں آپ صحیح معنوں میں کانگریس کے نمائندہ ہیں اور کانگریس نے اپنے نازک ترین موقعہ پر رہنمائی کا پورا بار آپ کے کندھوں پر ڈال دیا ہے۔ اب مہاتما گاندھی ایک با اختیار کمانڈر ہیں اور تمام اہل کانگریس رضاکارانہ طور پر سپاہی بن گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سپاہیوں کو ان کے حکم و ہدایت پر عمل کرنا پڑے گا۔

ایک دوسری بات جو تازہ ترین ”گاندھی۔ وائسرائے“ ملاقات کو دوسری ملاقاتوں سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس مرتبہ آپ ”مکمل آزادی کے اعلان“ کا مطالبہ لے کر وائسرائے کے پاس نہیں گئے ہیں بلکہ ایک غیر مبہم اور معین مطالبہ لے کر گئے ہیں جو یہ ہے کہ حکومت اہل کانگریس یا حامیانِ کانگریس کو ”آزادیٔ تقریر“ کا حق عطا کر دے۔ یہ مطالبہ کیوں پیدا ہوا، یہ آپ کو بھی معلوم ہے۔ پچھلے دنوں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت بہت سے کانگریسی حضرات جن میں بعض سربرآوردہ رہنما بھی شامل ہیں گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ مہاتما گاندھی چاہتے ہیں کہ جس طرح اس جنگ میں حکومت اپنی طاقت کے بل بوتے پر ہندوستان سے ہر طرح کی امداد لے رہی ہے اسی طرح ”اہنسا“ یعنی عدم تشدد پر عقیدہ رکھنے والوں کو بھی یہ اجازت دی جائے کہ وہ جنگ کی خرابیاں اور تباہ کاریاں لوگوں کے سامنے بیان کریں اور ”اہنسا“ کے پرچار میں ان کا راستہ نہ روکا جائے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ مہاتما گاندھی ”اہنسا“ کی روحِ رواں ہیں، اور وہ اس عقیدے اور عمل کو حکومت یا کسی کے وقتی مفاد پر قربان کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔

یہی دو امتیازی خصوصیتیں ہیں جو جدید ترین ”گاندھی۔ وائسرائے“ ملاقات کی بڑھی ہوئی اہمیت کو ظاہر کرتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ملاقات سے ہندوستان کو کیا امیدیں وابستہ کرنی چاہئیں؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب ابھی کچھ نہیں دیا جا سکتا۔ اور جب تک یہ سلسلہ ملاقات ختم نہ ہو اور خود مہاتما گاندھی کوئی اعلان نہ فرمائیں یا ملک کے لئے کوئی ہدایت جاری نہ کریں اس کے نتائج پر کوئی روشنی نہیں پڑ سکتی۔ ایسے موقعوں پر کوئی پیش بندی یا پیشین گوئی کرنا، یا پہلے سے کوئی رائے قائم کرنا یا غلط توقعات وابستہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کانگریس نے اس سلسلہ میں تمام اختیارات مہاتما گاندھی کو سونپ دئے ہیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ ایسی نازک ترین گتھیوں کو سلجھانا مہاتما جی کا کام ہے اور وہ اپنے طور پر جو چاہیں کر سکتے ہیں اور کانگریس و اہل کانگریس ان کے تمام احکام پر کاربند ہو جائیں گے۔ دوسری طرف خود مہاتما گاندھی یہ بھی فرما چکے ہیں کہ اگرچہ وہ وائسرائے کو کوئی ”الٹی میٹم“ دینے نہیں جا رہے ہیں تاہم ستیہ گرہیوں کو سونا نہیں چاہیئے بلکہ ہر موقعہ کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ دہلی سے شملہ کو روانگی کے وقت مہاتما گاندھی نے خود یہ الفاظ فرمائے ہیں:۔

”میں جب تم سے رخصت ہو رہا ہوں لیکن اگر میں شملہ سے کوئی چیز لانے میں ناکام رہا تو میں دیکھوں گا کہ آنے والی جد و جہد میں کون میرے ساتھ دیتا ہے؟ میرا اب بھی وہی نظریہ ہے جو میں نے پہلے بمبئی میں ظاہر کیا تھا۔ کہ نہ صرف شانتی وادی بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی موجودہ جنگ کو سامراجی جنگ سمجھنے میں تقریر کی آزادی کا حق ہونا چاہیئے بشرطیکہ وہ اہنسا کو نہ چھوڑیں۔ میں اس مطالبہ کو وائسرائے کے سامنے رکھوں گا“

ان الفاظ میں آئندہ جد و جہد کے لئے جو اشارات موجود ہیں ان سے اگر آپ کچھ سمجھ سکتے ہیں تو سمجھ لیجئے لیکن پھر بھی مہاتما گاندھی ہی کے فیصلہ اور حکم کا انتظار کرنا پڑے گا۔

حکومت کی طرف سے مہاتما گاندھی کے مطالبہ کا کیا جواب ملے گا اس کا علم بھی اس وقت کسی کو نہیں ہے ہاں وزیر ہند نے اس ملاقات سے پہلے جو کچھ بیان دیا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ اس بیان میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جسے ”حوصلہ افزا“ کہا جا سکے۔ یہ ضرور ہے کہ مسٹر ایمرے کے لب و لہجہ میں کانگریس کے خلاف سختی کا کم ہلکا سا رنگ پایا جاتا ہے لیکن باتیں اور دلائل، حیلے اور بہانے سب کچھ وہی ہیں جو پہلے کئی مرتبہ ہمارے سامنے آ چکے ہیں، یعنی ہندوستان کے باہمی اختلافات کا تذکرہ ہے، یہی اقلیتوں کے جھگڑے کا رونا ہے، وہی والیان ریاست کے حقوق کا تحفظ ہے اور وہی برطانوی حکومت کی ذمہ داریاں ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ ساتھ اس تقریر میں ایک دوسری چیز بھی ہے اور وہ ایک چھپی ہوئی دھمکی ہے جو ان الفاظ میں صاف جھلکتی ہوئی دکھلائی دیتی ہے کہ ”وائسرائے کا فرض ہے کہ وہ کسی چیز کی اجازت نہ دیں جس سے اس جنگ میں پورے دل کے ساتھ ہندوستان کے حصہ لینے کی راہ میں کاوٹ کا احتمال پیدا ہوتا ہو“

بہرحال اس معاملہ کو کسی ایک خاص نقطہ پر چھوڑ دینا مناسب ہے اس سے زیادہ ہمیں کچھ معلوم بھی نہیں۔ ہم ذاتی طور پر اس بات کی امید ضرور ظاہر کریں گے کہ ممکن ہے اس ملاقات کا نتیجہ ایک ایسے سمجھوتہ کی صورت میں ظاہر ہو جس میں عام جنگ کے خلاف مہاتما گاندھی کے اعتراضات بھی تسلیم کر لئے جائیں اور جنگ کی وجہ سے مشکلات بھی نہ پیدا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس سمجھوتہ کے لئے ایک فارمولا کی ضرورت ہو گی، اور شملہ کی اطلاع کہتی ہے کہ یہی فارمولا تلاش کیا جا رہا ہے اور چونکہ ایسے مسائل درپیش ہیں جو وزیر ہند کی ہدایت اور صوبجاتی گورنروں کی رائے کے طالب ہیں اس لئے مہاتما جی کو شملہ میں مزید دو تین روز تک قیام کرنا پڑا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت بھی اس نازک وقت کی اہمیت کو سمجھے گی اور سمجھوتہ کے اس نادر اور غالباً آخری موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے گی۔ اب ہم اس تحریر کو مہاتما گاندھی ہی کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں جو انہوں نے واردھا سے چلتے وقت یہ فرمایا تھا کہ ”میں ان تمام لوگوں کی دعائیں چاہتا ہوں جو دعا کے اثر پر عقیدہ رکھتے ہیں تاکہ وائسرائے سے میری ملاقات کا نتیجہ ہندوستان اور برطانیہ کے لئے مفید ثابت ہو، اور آخر میں جنگ جو اقوام کے درمیان صلح کا باعث بن جائے“

جرمنی اور اٹلی سے جاپان کا نیا معاہدہ

جاپان نے دس سال کے لئے جرمنی اور اٹلی سے ایک نیا معاہدہ کر لیا ہے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کہتی ہے کہ برلن میں اس معاہدہ پر دستخط بھی ہو چکے ہیں۔ دنیا کے امن کے لئے یہ معاہدہ بہت ہی خطرناک ہے۔ جاپان نے اسکے ذریعہ تسلیم کر لیا ہے کہ یورپ میں ایک نیا دور قائم کرنے کا حق جرمنی اور اٹلی کو حاصل ہے اور جرمنی و اٹلی نے یہ مان لیا ہے کہ مشرقی ایشیا میں ایک نیا دور قائم کرنے کا پورا حق جاپان کو حاصل ہے اور اس مقصد کے لئے یہ تینوں طاقتیں ایک دوسرے سے تعاون کریں گی۔ اگر ان میں سے کسی پر کوئی ایسی طاقت حملہ کرے گی جو اب تک جنگ میں شریک نہیں ہے تو یہ تینوں طاقتیں اپنے تمام ذرائع سے ایک دوسرے کی فوجی اور اقتصادی امداد کریں گی۔ لیکن ساتھ ہی یہ اعلان کیا گیا ہے کہ روس سے ان کا جو موجودہ رشتہ ہے اس پر اس معاہدہ کا اثر انداز نہیں ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس جنگ میں امریکہ کی حالت کس طرف رجوع ہوتی جا رہی ہے؟

اشارات

موجودہ جنگ اگرچہ اطراف عالم میں پھیلتی اور بڑھتی جارہی ہے یا یوں کہیئے کہ مشرق والوں کے زاویۂ نگاہ سے "مغرب بعید" میں کسی قدر سمٹتی جارہی ہے اور مغرب والوں کی اصطلاح کی رُو سے مشرق قریب اور مشرق بعید کی طرف بڑھتی جارہی ہے اور ابھی یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ اس جنگ کا حشر کیا ہوگا اور کس ملک میں کون سا اونٹ کس کل بیٹھے گا، تاہم یہ تو ایک یقینی امر ہے کہ آج نہیں تو کل، اور کل نہیں تو پرسوں یا کچھ دنوں بعد یا بہت دنوں بعد غرض ایک نہ ایک روز یہ جنگ ختم ہوکر ہی رہے گی، یہ اور بات ہے کہ جنگ کے ختم ہونے پر انسانوں کی آبادی زمین پر نظر آئے یا نہ آئے اور اگر نظر نہ آئے تو مریخ یا چاند وغیرہ کے باشندے فضائے آسمانی سے اُتر کر ہمارے بدنصیب سیارے (زمین) پر قبضہ کریں

لیکن بہت سے بعض اخبار نویسوں کو اور سیاست داں خوش فکروں کو بھی ابھی سے اس بات کی فکر ہے کہ جنگ کے اختتام پر نئی دنیا کی شکل و صورت کیا ہوگی؟ کوئی "عالمگیر فیڈریشن" کا خواب دیکھ رہا ہے تو کوئی "بیوقوفوں کی جنت" بنانے کی فکر میں ہے کوئی کہتا ہے کہ دائمی امن و مسرت کا وہ دور جسے انگریزی میں "یوٹوپیا" (UTOPIA) کہتے ہیں اب آیا چاہتا ہے۔ کوئی سمجھتا ہے کہ اس وقت اگرچہ ایک انسان دوسرے انسان کا خون بہا رہا ہے لیکن جوں ہی یہ دَورِ خوں ریزی ختم ہوگا ہر انسان دوسرے انسان کا عاشق زار بن جائے گا اور انسانی محبت کی وہ بے پناہ تڑپ دلوں میں پیدا ہوگی کہ کسی دوسرے کا خون بہانے کی بجائے ہر انسان دوسرے کے پسینے پر اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ دشمنی اور بغض و کینہ اور حسد اور ظلم اور مردم آزاری اور خونریزی کا نام و نشان باقی نہ رہے گا، ظاہر ہے کہ جب تمام انسان جو ایک دوسرے کا گلا کاٹ کر اور خون کے سمندر میں تیر کر ایک نئی دنیا کی "تعمیر" میں مصروف ہیں، معصوم فرشتے بن جائیں گے تو اس دنیا کے جنت بن جانے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے!

اسی خوش فکر جماعت کے ایک اخبار نویس مسٹر ایچ۔ براڈمین ہیں جنھوں نے انگلستان کے مشہور رسالہ "انیسویں صدی" میں ایک مضمون لکھا ہے ان کو ابھی سے یہ فکر لاحق ہو گئی ہے کہ جنگ کے بعد انگلستان میں جو فردوسی فضا پیدا ہوگی اس میں رہنمائے اعظم کے فرائض کون انجام دیگا؟ وہ کہتے ہیں کہ بس اس خدمتِ عظیم کے لئے صرف ایک ہی شخص اس دنیا میں موجود ہے جس کا نام چرچل ہے وہی چرچل جس نے دورانِ جنگ کے لئے رہنمائی کا چراغ اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے، مید ہے کہ "دورِ امن" میں بھی سارے برطانیہ کے لئے مشعلِ ہدایت بلکہ آفتابِ ہدایت کا کام دیگا۔ ایسا کیوں ہوگا اس کا سبب بھی مسٹر براڈمین کے مضمون میں موجود ہے ان کا خیال ہے کہ "کانسرویٹزم" (قدامت پرستی) صرف دو قسم کی ہو سکتی ہے ایک چیمبرلینی "قدامت پرستی" اور دوسری "چرچلی" "قدامت پرستی"، مسٹر چیمبرلین کا اعمالنامہ صاف بتلا رہا ہے کہ چیمبرلینی "قدامت پرستی" جس کی بنیاد تذبذب پر ہے نہایت مہمل اور ناکارہ اور ناکامیاب اور رُسوا و خوار ثابت کیا گیا ہے لیکن چرچلی قدامت پرستی؟ واہ واہ! اس کی تعریف کرنا گویا آفتاب کو چراغ دکھلانا ہے اس کے متعلق یہ پوچھنا بھی غلط ہے کہ وہ کون کون سی خوبیاں ہیں جو اس میں موجود ہیں بلکہ یہ پوچھیئے کہ کون سی خوبیاں اس میں موجود نہیں ہیں؟ چرچلی قدامت پرستی تو سراپا صفت ہی صفت اور خوبی ہی خوبی ہے۔ اگرچہ حرف "چ" دونوں میں موجود ہے لیکن چرچل کی "چ" سے چیمبرلین کی "چ" کا کیا مقابلہ!

مسٹر براڈمین کہتے ہیں کہ اس جنگ کے زمانہ میں دونوں قسم کی "چ" کا فرق اچھی طرح ظاہر ہو گیا ہے اور چرچلی قدامت پرستی چیمبرلینی قدامت پرستی پر بازی لے گئی ہے۔ یہ تو مدیر "اشارات" بھی تسلیم کرتا ہے کہ جہاں تک اس جنگ میں ہٹلر کے مقابلہ کا تعلق ہے برطانیہ نے چرچلی وزارت میں خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور چیمبرلینی قدامت پرستی جس اعتماد اور تقویت کو آہستہ آہستہ کھو رہی تھی اسے چرچلی قدامت پرستی نے پورے طور پر حاصل کر لیا ہے اور نازیوں کو سبق پڑھانے اور گوشمالی دینے میں مسٹر چیمبرلین سے کہیں زیادہ مسٹر چرچل کامیاب ہوئے ہیں لیکن جہاں تک قدامت پرستی کے "اصول" کا تعلق ہے ہمیں حیرت ہے کہ جنگ کے بعد بھی اس کے قیام و رواج کا خواب کیوں دیکھا جا رہا ہے؟ ہمارا تو خیال ہے کہ اس جنگ کا اختتام ہی اسی طرح ہوگا کہ قدامت پرستی دنیا کے ہر گوشہ میں ترک کر دی جائے گی اور آئندہ یا تو اس کا تذکرہ تاریخی افسانوں یا ہالی وڈ کی فلموں میں پردۂ تصویر پر نظر آئے گا۔ خود مسٹر چرچل بھی اگر اس نیک نامی کو برقرار رکھنا چاہیں گے جو دورانِ جنگ میں انہیں حاصل ہوئی ہے تو چرچلی قدامت پرستی سے اپنے ہاتھ دھو ڈالیں گے۔ جہاں تک دنیا کے باقی ممالک کا تعلق ہے وہ ایسے انگلستان سے کوئی رشتہ ہی رکھنا نہ چاہیں گے جو جنگ کے بعد بھی قدامت پرستی ہی کی کشتی پر سوار ہو جائے گا اور "سفید فام آدمی کے بار" اور "بنک آف انگلینڈ" کے مفاد کی خاطر پھر رجعت پسندی کی طرف مائل ہو جائے گا!

رازونیاز

سوال: بعض جگہ "نہیں تو" اور "آپ کو" عجیب طور پر استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً:- ایک پر کوئی سودا خریدنے جاتا ہے تو دوکاندار اپنے نوکر سے کہتا ہے "آپ کو" فلاں چیز دکھا دو حالانکہ اس موقع پر "ان کو" استعمال ہونا چاہیئے،

(۲) ایک عورت اپنے شوہر سے کہتی ہے "ہمیں ایک نوکر کی ضرورت ہے" مرد جواب دیتا ہے "نہیں تو" نہیں تو سے کیا مراد ہے؟ براہِ مہربانی کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ ان الفاظ کا استعمال کیسے اور کس حد تک (رائچند نارنگ)

جواب:- آپ نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان موقعوں پر "آپ کو" اور "نہیں تو" کا استعمال فصیح ہے اگر دوکاندار اپنے گاہک کے لئے "ان کو" کی بجائے "آپ کو" استعمال کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے گاہک کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیونکہ "ان" کی جگہ اس موقع پر "آپ" گاہک کے اعزاز میں اضافہ کرتا ہے۔ بیوی جب کہتی ہے کہ ہمیں ایک نوکر کی ضرورت ہے اور شوہر اس کا جواب "نہیں تو" سے دیتا ہے تو اس کا مطلب اس بات پر شبہ ہے کہ نوکر کی واقعی ضرورت ہے یا نہیں!

سوال:- (۱) کیا یہ درست ہے کہ اگر انسان افرادِ متحد ہو جائیں تو وہ خدائی قوت و اختیار حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ یہ بھی اُس وقت تمام عالم کے حکمراں ہوں گے جبکہ انفرادی حالت میں صرف خانگی سامان

(۲) موجودہ لڑائی کے فریقین کو کس طرح سمجھایا جائے کہ ایک مشترک حکومت کا قیام تم دونوں کے لئے مفید ہوگا اور اس کے ذریعہ فریقین کے مقاصد بغیر کسی نقصان کے حاصل ہو جائیں گے،

(۳) اگر امیر لوگ ایسے نظام کے مخالف ہوں جو سب کے لئے مفید ہو تو اس صورت میں امیروں کیلئے کیا

(۴) اشخاص قومی اور وطنی اتحاد کی طرف تو توجہ کرتے ہیں لیکن عام انسانی اتحاد کیلئے کیوں کوشش نہیں

جواب: (۱) خدائی قوت و اختیار سے آپ کی مراد کیا ہے؟ انسان کو خدا کی قدرت و طاقت تو نہیں ہو سکتی لیکن یہ ضرور ہے کہ اتحاد عمل سے وہ بہت سی عظیم الشان نعمتیں حاصل کر سکتا ہے جنھیں وہ جھگڑ کر ضائع کر دیتا ہے، **جواب:**- (۲) یہ ہم کیونکر بتا سکیں کہ کس طرح سمجھایا جائے۔ اس وقت وہ کسی طرح نہیں ہیں وہ تو جنگ و جدل کے جوش میں یہی جواب دیں گے کہ ؎ حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ کوئی مجھ کو تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا؟ **جواب:**- (۳) پروپیگنڈا، جلسے اور تقریریں،

جواب:- (۴) قومی اور وطنی اتحاد ہی سے عام انسانی اتحاد پیدا ہو سکتا ہے اس کو مکمل کرلینے کے بعد عمارت بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے،

آجکل ہماری سرکار بہادر کو ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے "حقوق" کی فکر حد سے زیادہ ہو گئی ہے فراوانی کے باعث جسکو دیکھو اپنے "حقوق" کا دفتر لئے پھرتا ہے چنانچہ ضلع ایٹہ (یو۔پی) کے زمینداروں نے بھی کمر ہی ڈالی اور اپنے حقوق کی فہرست تیار کرکے حکومت سے بہ صاف صاف کہہ دیا کہ "ہندوستان کا کوئی نیا آئین قابلِ قبول نہ ہوگا جب تک کہ ہم زمینداروں کے تمام مالکانہ حقوق کا خاطر خواہ تحفظ نہ کر دیا جائیگا" ان زمینداروں کے حقوق کیا ہیں؟ یوں تو پیٹ بھر کر روٹی کھانے کا حق ساری دنیا کو حاصل ہے لیکن زمینداروں کے حقوق غالباً یہ ہیں کہ خود کھائیں اور کسانوں کی روٹی بھی چھین لیں، اور جب چاہیں کسانوں سے "بیگار" بھی وصول کریں۔ اسی لئے اس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ حکومت فوراً ان کی ہدایت کے مطابق قانونِ لگان میں ترمیم کر دے، اور جو حقوق کانگریسی حکومت نے چھین لئے تھے ان کو واپس کر دے اس سلسلہ میں نواب صاحب چھتاری نے بڑے کام لیا۔ اور یہ کہہ دیا کہ کانگریسی وزارت اس لئے قائم ہوئی تھی کہ اس کو ہمیشہ آئندہ انتخابات میں فتح کی فکر تھی" واقعی کانگریسی حکومت نے بڑی غلطی کی تھی جو گورنمنٹ ہاؤس کے دیوتاؤں کو خوش کرنے کی کوشش نہ کی

صوبہ یو۔پی میں ایک یہ تجویز پیش ہے کہ جنگ میں امداد کے طور پر "SPIT-FIRE" کی قسم کا طیارہ تیار کرنے کے لئے چندہ جمع کیا جائے اور اس کا نام "لکھنؤ" رکھا جائے، یہ تجویز بھی اور قابلِ تقلید ہے۔ معاصر "نیشنل ہیرالڈ" اپنی ایک رائے پیش کرتا ہے "اسپٹ فائر" کے معنی "آگ اُگلنے والے" یا "... کے ہیں، وہ کہتا ہے کہ اگر پُرجوش سرکار پرستوں میں سے کسی کو ایک غبارہ میں رکھ کر اُڑایا جائے اور وہ بُرا بھلا کہنے لگے تو یہ غبارہ خود بخود "اسپٹ فائر" یعنی "آتش ریز" بن جائیگا! اس میں کیا شک ہے کہ "کم خرچ بالا نشیں" اسی حالت میں صحیح ثابت ہو جائے گی۔ بقول شاعر ؎

مرے اشک اور آہ پہنچی فلک پر
مرا عشق کم خرچ بالا نشیں

پچھلے صفحہ سے

ایک ننھی جان کو کلیجہ سے لگائے ہوئے فرش پر کروٹیں بدل رہی تھی، آہیں بھر رہی تھی،

دن نکلا، مندر کی گھنٹی بجی، کندن نے انگڑائی لی بیوی بچہ کو گود میں لئے بیٹھی ہوئی تھی۔ بچہ بھوک سے بلک رہا تھا رات ماں کو پیٹ بھر کھانا نہیں ملا تھا اس سبب چھاتی چوسنا ہا اب اس کے لئے وہاں دودھ کی ایک بوند بھی نہ تھی۔ کندن مغموم صورت بنائے منہ میں گیا دیوتا کے آگے جھک گیا اس کے پاس دینے کے چرنوں میں بھینٹ چڑھانے کے لئے پھول نہ تھے، مگر آنسو تھے جو ٹپ ٹپ گر رہے تھے دو ہاتھ باندھے کھڑا تھا ایک گھنٹے کے بعد واپس آیا، بچہ بدستور رو رہا تھا، ماں چمکار رہی تھی ایک بھوکا بچہ ماں کے خالی پیار دلاسے سے کیا بہل سکتا ہے؟

"تمہارے پاس کے پیسے ہیں؟"

"ایک چونی ہے!" بیوی نے میلی دھوتی کا پلو جھاڑتے ہوئے کہا۔ یہی اُن کی اوقات تھی، یہی اُن کے پاس پونجی تھی، کندن بازار سے دو پیسہ کا دودھ لایا روتا ہوا بچہ مسکرانے لگا، غنا لیا۔ وہ ماں باپ کی کم مائیگی پر مسکرا رہا تھا، معصوم بچہ کیا جانے کہ اسکے ماں باپ پر کیا بپت بیت رہی ہے۔

بس بجے کندن دھندے کی تلاش میں نکلا، چاندنی چوک، صدر کا چکر لگا رہا تھا بازاروں میں غیر معمولی چہل پہل کو دیکھ رہا تھا۔ ٹرام گھڑگھڑاتی ہوئی جا رہی تھی سرمایہ داروں کی موٹریں پوں پوں کرتی بازاروں میں دوڑ رہی تھیں، تانگے والے ہٹو بچو کے آوازے لگا رہے تھے، چولہوں پر بیٹری بیچنے والے ترنم ریز آواز کے ساتھ "پیو بیڑی بھائی" کے راگ الاپ رہے تھے، ڈھولک بجاتے گھنگرو کی آواز کے ساتھ، وہ ہر ایک کی کھوئی ہوئی نظروں کو دیکھ رہا تھا،

"بھائی! کہیں نوکری بھی مل جائے گی" اُس نے ایک سے کہا،

"نوکری کیا بازاروں میں بکتی ہے دیکھتے نہیں ہو زمانے کی حالت کیا ہو رہی ہے" وہ چلتے چلتے بولا۔

"میں انٹرنس پاس ہوں" ایک جنٹلمین سے بولا۔ "بتا دیجئے اگر کہیں جگہ ہو! دو پیٹ بھر کھانے کو جہاں مل سکے، بیوی اور بچے کی پرورش ہو سکے" اُس جنٹلمین نے پیٹ کر دیکھا اور چل دیا۔

نہ جانے اُس نے ایک غریب کی پکار سُنی بھی یا نہیں؟ وہ سوچتا ہوا جا رہا تھا۔ جی ہی جی میں پیچ و تاب کھاتا ہوا ایجنسی کے دفتر کے آگے رُکا۔ بڑا عالیشان دفتر ہے، چاروں طرف نو ویکنسی کے بورڈ لٹک رہے تھے مایوس ہو کر آگے بڑھا۔ "یہ ڈپٹی صاحب کا دفتر ہے یہاں تو آسامیاں نکلتی رہتی ہوں گی"

"جی نہیں!" چپراسی نے مسکرا کر کہا۔ دن بھر خاک چھانتا رہا شام کو لوٹ آیا۔

"کیوں کچھ پتہ چلا" بیوی نے کہا،

"پتہ کس سے چلے، کوئی بات تک تو سُنتا نہیں" اُس نے تھا بنا ہوا دُکھ سے کہا۔ پتی کو غمگین دیکھ کر نرملا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے دونوں آنسو بہاتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے بچہ بھوک کی شدت سے تڑپ رہا تھا زور زور سے چلا رہا تھا مندر کے چوکیداروں میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں،

"ارے یہ تم نے کیسا پاپ ہے؟" ایک بولا،

"رات بھر بچہ چلاتا رہا اب بھی رو رہا ہے" دوسرے نے ایک شکایت کرتے ہوئے کہا۔

"ارے بھائی، انہیں نکال باہر کرو یہ دھرم شالہ ہے کوئی گھر گرہستی تھوڑے ہی ہے نہیں کب تک یہاں بٹھا دگے انہیں؟"

"بابو جی!" پنڈت نے کھنکار کر کہا۔

روتے ہوئے میاں بیوی چونک پڑے۔

"بڑے پنڈت جی کا حکم ہے آپ کہیں اور جگہ دیکھیں۔ ہو چکی مہمان داری!"

"ہم صبح ہی چلے جائیں گے" کندن بولا۔

"ضرور چلے جایئے"

"مگر جائیں گے کہاں؟" کندن بولا، مُکھ کے نیچے آنسو رخساروں پر ڈھلک رہے تھے۔

"مکان کا کرایہ یہاں سستے دیں گے"

کہیں غریبوں کی بستی میں چلے جائیے آپ کو دو روپیہ ہوا کرایہ کی کوٹھری مل جائے گی" پنڈت نے مسکرا کر کہا۔

رات بھر دونوں جاگتے رہے بچہ کو بہلاتے رہے، علی الصباح ٹوٹے ہوئے من کے ساتھ گٹھڑی بغل میں دبائے نکل گئے۔

بھگوان کے گھر میں ان کے لئے جگہ نہ تھی وہ مالداروں کے یہاں رہنے والے غریبوں کے ساتھ اُسے بھی ہمدردی نہیں وہ غریب تھے ان کے لئے دولت نہ تھی دولت کے بغیر یہاں بھی دال نہ گلتی تھی،

(۲)

"بھائی! یہاں کوئی سستا مکان مل جائے گا" مزدوروں کی بستی میں وہ چکر کاٹ رہے تھے،

"کوٹھری تو مل جائے گی مگر کرایہ پیشگی دینا ہوگا" ایک نے مسکرا کر کہا،

"بھائی ہم مصیبت زدہ ہیں کہیں کام مل گیا تو کرایہ بھی دے دیں گے"

"پردیسی کا کیا اعتبار، بہتیرے ایسے آئے کرایہ مار کر چلے گئے"

"وشواس کیجئے، میں آپ کی پائی پائی ادا کر دوں گا"

جانے انہیں کیسے رحم آ گیا دس دن کے وعدہ پر ایک کوٹھری بنے کو مل گئی دکھی جیون کے دن کاٹنے کے لئے بے بسی پر آنسو بہانے کے لئے ٹھکانا تو مل گیا گٹھڑی میں سے ٹوٹے پھوٹے برتن نکال کر ایک کونے میں رکھے، پھٹے کپڑے کھونٹیوں پر ڈال دئے کندن نوکری کی تلاش میں نکلا لائبریری میں بیٹھ کر اخبارات کی "ضرورت ہے" کے صفحات اُلٹ پلٹ رہا تھا،

باقی صفحہ ۲۷ پر

آسٹریلیا کے بسندے فوجی نقل و حرکت کی مشق کر رہے ہیں

وائسرائے سے ملنے کے لئے شملہ جاتے وقت مہاتما جی کی دھلی میں آمد اور نظام الدین اسٹیشن پر پرتپاک خیرمقدم

کاونٹ کیانو، وزیر خارجہ اٹلی آب ہٹلر سے ملاقات کرنے کے لئے برلن روانہ ہوگئے ہیں

آچاریہ کرپلانی جنرل سکرٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی دھلی میں — مسز کانگریس کارکن آپ سے باتیں کر رہے ہیں

برطانیہ کو جنگ میں امداد دینے کے لئے انگلستان کے لوگ ہیرے کے جڑاو زیورات دے رہے ہیں ملکہ معظمہ اُن زیورات کا معائنہ فرما رہی ہیں ایک ہار نیلام کرنے پر ۲۴۴۰۰ پونڈ میں فروخت ہوا

برطانیہ کی بحری فوج کی موٹر تارپیڈو کشتیاں بڑی تیز رفتار ہیں

زیکوسلاویکیا کی فوج کا ایک دستہ انگلستان میں برطانیہ کی طرف سے لڑنے کیلئے آیا ہے

لندن کے شہری لوکل ڈیفنس والنٹیر کور میں بھرتی ہو کر پہلے ہی رائفل چلانے کی مشق کر رہے ہیں

چوبیس چوبیس ہزار ٹن وزنی دو موجودہ طرز پر بنائے ہوئے برطانی جنگی جہاز جو دشمن کو بڑا نقصان پہنچا رہے ہیں

مشرقی انگلستان کا ایک مکان جو دشمن کی بمباری اور ہوائی حملے سے تباہ ہو گیا
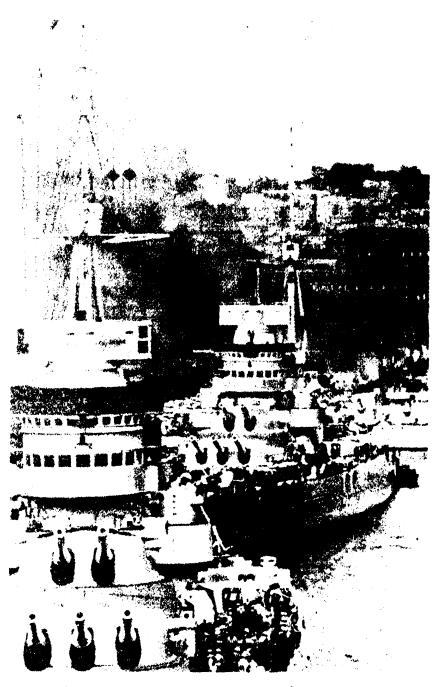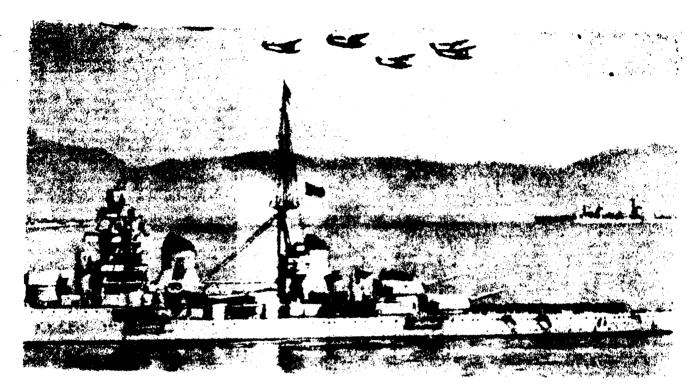
برطانیہ کا مشہور جنگی کروزر جہاز "کاریزیا" اپنے ہوائی جہازوں کے سایہ میں چل رہا ہے

انگلستان میں نازی بمباری کے بعد آگ بجھانے کا بہترین انتظام کیا گیا ہے

انگلستان میں ایک پل کا داخلہ بند کرنے کے لئے کنکریٹ کے مضبوط ستون بنائے گئے ہیں

حرف و حکایت

(از جناب پروفیسر رگھوپتی صاحب فراق گورکھپوری ایم۔اے)

اس کی نظر روداد محبت
اتنی شکیبا کب تھی حالت
دکھتے دلوں کی اب ہے یہ حالت
قہر ہے تیرا یا تری رحمت
عشق کی دیکھی ہے جو مصیبت
جنت میں آتی ہے قیامت
عشق کی کیسی نازک حالت
ہے یہ بھی قسمت پھر بھی قسمت
دنیا میں ان مست آنکھوں کی
اس کی طرح مجھے بھول نہ جانا
حسن کا دل بھی بھر آتا ہے
یوں تو عشق عذاب ہے لیکن
جان کا دینا جان کا لینا
لطف و کرم کیا جور و ستم کیا
عشق بھی کیا ہے حسن بھی کیا ہے
دیکھیں رہتے یہ رنگ بھی کب تک
عشق سے کیا حسن کرے کیا
صبر دل ایوب ہوں اب میں
تیری نگاہیں میری نگاہیں
دو ہی حدیں ہیں بے خبری کی
اے دل کچھ تو سنبھال اپنے کو
حسن ہے بس دیکھ کے تجھکو
خیر وہ دھوکا ہی ہو لیکن
راہ طلب میں ایک سہارا
مٹ کے میں خوش تو بچ کے بھی غمگیں
ایک ہی جگہ کے نام ہیں دونوں
سوچ رہا ہوں زمانہ گذرا
ہجر میں رونا وصل میں رونا
عشق کو اپنا ہوش نہیں ہے
آنکھ کے ہوتے دل کے ہوتے
حسن کی یاد بھی اب نہیں آتی
چھوڑ نہ مجھکو چھوڑ نہ مجھکو
آج تمہیں دل کو سمجھاؤ

شکر و شکایت، حرف و حکایت
کیا ہے بہت بے چین طبیعت
کیسا گلہ کہاں کی شکایت
عشق محبت الفت چاہت
حسن بھی بھولا ناز و نزاکت
کھلتے ہیں دوزخ پر در رحمت
مجھکو نہیں اب تیری ضرورت
سب کا ایک علاج محبت
دیکھیں کہاں تک بھرتی ہے نیت
اے غم فرقت اے غم فرقت
پھر بھی نہیں غم اُف ری طبیعت
صبر و سکوں کی بھی کوئی صورت
یہ بھی محبت وہ بھی محبت
یہ بھی کہانی وہ بھی حکایت
دونوں کا انجام ندامت
گھٹتی محبت بڑھتی مروت
یوں بھی بدل جاتی ہے طبیعت
اے تری رحمت اے تری رحمت
یہ بھی کہانی وہ بھی حکایت
تیرا تغافل میری محبت
دیکھی نہیں جاتی ہے یہ حالت
اے دل مضطر غیرت غیرت
ہائے محبت ہائے محبت
بندھتی ہمت چھوٹتی ہمت
نیت نیت قسمت قسمت
اس کو جہنم کہہ یا جنت
کھائے ہوئے فریب محبت
یوں بھی مصیبت یوں بھی مصیبت
کیسی اذیت کیسی راحت
عشق کی سب ہے نیت در نیت
اُف ری محبت اُف ری محبت
یوں تو ہیں یکساں وصل اور فرقت
میری تو پڑتی نہیں ہمت

دل کا حال فراق اور دل سے
چھیڑ دی تم نے کس کی حکایت

گرو انگد دیو جی

(از جناب رام سروپ بھٹنا گر چندوسی)

سکھ مذہب کے دوسرے گرو شری گرو انگد دیو جی ہوئے۔ آپ کا سابق اسم گرامی لہنا تھا، جیسا کہ بدی اسمبت ۱۵۶۱ مطابق ۱۳ مارچ ۱۵۰۴ء بروز اتوار کو آپ عالم ارواح سے کشور اجسام میں تشریف لائے۔ آپ کے والد بزرگوار پھیرو مل اور والدہ دیا کنور تھیں قوم کھتری، اور وطن متے کی سرائے ضلع فیروزپور تھا۔ سمت ۱۵۷۶ میں آپ کی شادی موضع سنگھر میں چند کھتری کی سپتری بی بی کھیوی جی کے ساتھ ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے چار بچے پیدا ہوئے۔ دو فرزند شری داسو جی، اور داتو جی۔ دو دختر بی بی امرو و بی بی انوکھی جی تھے۔

جس وقت بابر بادشاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا اس وقت اس کی فوج نے تمام ہندوستان خصوصاً علاقہ پنجاب میں بے حد لوٹ مار کی۔ چنانچہ بھائی لہنا جو عرف گرو انگد دیو ہوئے کا گاؤں متے کی سرائے بھی محفوظ نہ رہ سکی اور تمام برباد ہو گیا۔ جگہ چھوڑ کر کھڈور صاحب میں سکونت اختیار کرنی پڑی۔ اس جگہ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا، جس کی وجہ سے گھر کی ذمہ داری نیز تمام اخراجات کا بار آپ کے اوپر آ پڑا۔

> اس سلسلہ کا پہلا مضمون بعنوان گرو نانک جی گذشتہ ہفتہ تیج ویکلی میں شائع ہو چکا ہے۔

گرو جی کے والد کا ذریعہ معاش تجارت تھی۔ چنانچہ آپ نے بھی اس کوچہ میں قدم رکھا۔ اور اس پیشہ کو جس ایمانداری، سچائی، خلوص اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا اس کی تعریف ناممکن ہے۔ بایں وجہ آپ کی نیک نیتی کی شہرت قرب و جوار میں پھیل گئی اور آپ کی عظمت سب کے دلوں پر چھا گئی۔ بچپن میں آپ شری جوالا دیوی کے اپاسک تھے۔ کیونکہ آپ کے والد صاحب بھی انہیں کو پوجتے تھے۔ ہر سال دیوی جی کی زیارت کو تشریف لے جاتے۔ چونکہ ظاہر و باطن سب یکساں تھا۔ دل میں ایشور کی بھگتی موجود تھی۔ گو اس کا انکشاف ابھی صاف صاف نہ ہوا تھا۔ لہٰذا آپ کی غیر معمولی عزت تھی اور دیوی جی کے بھگتوں میں آپ کا شمار نمبر اول پر تھا ایک بار جب آپ جوالا جی کو تشریف لے گئے تو کرتار پور میں گرو نانک جی کے درشن ہوئے۔ آپ کے دلچسپ پند و نصائح نے دل پر اثر کیا کہ آپ ان کے چیلے ہو گئے اور دنیا سے قطع تعلق کر کے گرو کی سیوا میں کرتار پور رہنے لگے۔ گرو جی آپ کی خدمت، اور سچی عبادت سے اس قدر خوش ہوئے کہ ۱۱ اساڑھ سمت ۱۵۹۶ کو آپ کا اسم مبارک بجائے لہنا کے انگد دیو رکھا۔ اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ گرو کی پدوی کا وہی شخص مستحق ہو سکتا ہے جس میں اس کی کما حقہ قابلیت موجود ہے۔ اپنا جانشین بنایا۔

گرو انگد دیو جی کو اپنے گرو سے جو محبت تھی اس کا بیان کرنا ناممکن ہے۔ آپ ان کی خدمت سے ایک منٹ الگ رہنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

بعد وفات گرو جی آپ نے کرتار پور چھوڑ دیا اور کھڈور صاحب میں آ کر گوشہ تنہائی میں رہنا پسند کیا۔ ایک کوٹھری میں خود کو بند کر کے اپنا وقت خدا کی عبادت میں بسر کرنے لگے۔ کسی شخص کو آپ کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔ تمام سکھ آپ کے درشن کرنے کو مضطرب تھے بالآخر ایک سکھ بھائی بڈھا جی کی خواہش سے آپ باہر تشریف لائے اور عقیدتمندوں کو شرف زیارت بخشا۔ ازاں بعد آپ نے اپنے گرو کے کام کو سنبھالا۔ اور اس کو نہایت عمدگی سے ادا کیا۔ لیکن آپ کی ذات پر صفات سے جو سب سے زبردست، اہم کام انجام ہوا وہ یہ ہے کہ آپ اپنے گرو جی کے تمام پند و نصائح۔ وعظ نیز معدود بیانات کو جمع کیا۔ یہ تمام پنجابی زبان میں تھے۔ اس سے قبل زبان مذکور احاطہ تحریر میں نہیں آئی تھی نہ اس کا رسم الخط ہی ایجاد ہوا تھا۔

گرو جی نے اس کی تحریر کے طریقے ایجاد کئے اور یہ زبان آپ کے ہی تعلق سے گورمکھی نام سے مشہور ہوئی۔ الغرض سمت ۱۵۹۸ تک وہ مصالحہ و بیش قیمت نصیحتوں کا خزانہ جو بھگتوں کی زبان تھا اور جس کے گم ہو جانے کا قوی اندیشہ تھا۔ قلمبند ہو گیا تاکہ تمام معتقد اس سے فیضیاب ہو سکیں۔ سمت ۱۶۰۱ میں آپ نے گرو نانک دیو جی کی جنم ساکھی تیار کرائی جو اب بھائی بالے کی جنم ساکھی کے نام سے مشہور ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

پراچین بھارت کی عدالتیں

(از جناب صوفی سیتھن پرشاد ایڈیٹر رسالہ متانہ جوگی لاہور)

راجہ کی عدالت کی دیواریں اونچی ہونی چاہئیں۔ مشرق مغرب کی جانب لمبی ہونی چاہئیں اور دلفریب ہونی چاہئیں۔ اگر دیواریں نہ ہوں اور صرف چھت موجود ہو اس کو सभा کہتے ہیں ورنہ मंडशाला کہتے ہیں۔ سبھا کا مقصد مراسم مثلاً تاجپوشی وغیرہ کی رسم کی ادائیگی ہوتا ہے جہاں کا نظارہ تمام لوگوں کے لئے دور تک کھلا ہوتا ہے۔ ایسی سبھا میں راجہ کا تخت مغرب کے رخ بچھانا چاہئے۔ تخت کے پائے شیر یا ہاتھی کے پاؤں کی مانند ہونے چاہئیں۔ سر پر کنول کے پھول کی مانند چھتری ہونی چاہئے اور دروازوں میں بہت عالی نقش نگاری ہونی چاہئے۔ نشست بہت اونچی اور تخت جواہرات سے مرصع ہونا چاہئے۔ چھتری سے طلائی جھالر لٹکنی چاہئے۔ تمام حصے خوب مضبوطی اور بات عمدگی سے جڑے ہوئے ہونے چاہئیں۔ ایسے تخت کو सहासन؟ کہتے ہیں

خفیہ بات چیت کے لئے مشورہ شالا میں ایک نالی ہونی چاہئے۔ اس ٹیوب کے دونوں سرے بیضوی شکل کے ہونے چاہئیں یعنی ایک سرا چھوٹا اور دوسرا بڑا ہونا چاہئے۔ اور یہ دونوں سرے گسی (؟) چیز کی تھوڑی ٹیوب سے جڑے ہونے چاہئیں۔ یہ ٹیوب قطر میں ایک [illegible] ہونی چاہئے اور بارہ انچ لمبی۔ اور دو انچ ایک سرے پر اور پانچ انچ دوسرے سرے پر ہونے چاہئیں۔ وسط میں سیمنٹ کی دیواروں والا ایک بڑا حبس ملزموں کے لئے اور دوسرا چھوٹا گواہوں کے لئے ہونا چاہئے۔ ان مرموں اور گواہان کے بکسوں کے نزدیک ایک ایک پتھر کا برتن ہونا چاہئے۔ ایک شمال کی جانب دوسرا مشرق کی جانب اور جنوب میں سر کے بال تراشنے یا ہونڈنے کے لئے ایک جگہ ہونی چاہئے۔

شمال اور مشرق کی جانب کمروں کی ایک قطار معہ دروازوں اور برآمدوں کے ہونی چاہئے۔

فریقین کے لئے ایک بنچ ہونی چاہئے نیز پردہ نشینوں کے لئے بھی جگہ ہونی چاہئے۔ سب جانتوں کے لوگوں کے لئے بہت کافی نشستیں ہونی چاہئیں۔

عدالت کی ناپ معہ برآمدہ اور صحن وغیرہ کے ۲۰ ہاتھ لمبا۔ ۱۵ ہاتھ چوڑا اور ۱۲ ہاتھ اونچا ہونا چاہئے اور ایک خوبصورت آتشدانی کے اوپر ایک ہاتھ کی چمنی ہونی چاہئے۔

تاجپوشی کی سبھا بھی اسی قسم کی بنانی چاہئے۔ لیکن اس کا داخلہ صرف مشرق کی طرف سے ہونا چاہئے۔ اجلاس چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) सत्र یعنی جب کوئی قومی مشکل کھڑی ہو جاتی ہے اور لوگ اس کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں جس کے ممبران स्वित्व یعنی حسب مقدور قربانی کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے اجلاس میں یجمان ऋत्विक چار قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ادھوریہ۔ جالیسی سبھا کی ضروریات کو فراہم کرتا ہے (۲) ہوتا۔ جو ضروریات کے مطابق انکو استعمال کرتا ہے۔

(۳) ادگاتا جو کئے ہوئے کام کی تعریف کرتا ہے اور (۴) برہما یعنی نہایت تجربہ کار آدمی جو اس سب کا باقاعدہ انتظام کرتا ہے۔ یہ ایک اول درجہ کا اجلاس ہے جس سے تمام قومی مشکلات سے حفاظت ہو سکتی ہے۔

(۲) सामा یعنی چند خاص حالات میں کیا کرنا چاہئے اس کا فیصلہ کرنے کے لئے اجلاس منعقد کرنا۔ ان کے ممبران

کہتے ہیں جن میں ایک सदस्य सद्स्य یعنی معاملہ پر بحث کرنے والا اور دوسرا अनुमति یعنی تائید کرنے والا ہوتا ہے۔ (۴) परिषद् یعنی کسی معاملہ کے متعلق اجلاس۔ اس کے ممبران کو سبھاسد کہتے ہیں یعنی ممبر کے اردگرد بیٹھنے والے۔ دو ضروری ممبر ہوتے ہیں (۱) ادھیکش جس کے زیر انتظام یا جس کی موجودگی میں تمام

کو [illegible] کہتے ہیں یعنی شریف آدمی۔ ایسی سبھا میں دو ضروری سبھیہ ہوتے ہیں (۱) سبھاپتی یعنی پریذیڈنٹ اور دوسرا [illegible] یعنی سکریٹری۔ مالی حیثیت کے مطابق

کارروائی جاری ہو اور (۲) ادھیکش یعنی اس کا اسسٹنٹ۔ راجہ کو انتظام بخشش، قاعدہ، محصول وغیرہ کا رعایا پر پورا اختیار ہے سوائے برہمن کے نارد رشی

امانیہ ایک دو یا زیادہ ہو سکتے ہیں (۳) सभा کسی معاملہ کو ظاہر کرنے کے لئے اجلاس۔ یہ اجلاس کسی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے ممبران کو

بھی اسکی تائید کرتے ہیں۔ مقدمات کے فیصلہ میں ملک کی روایات ذات اور خاندان کا لحاظ کرنا چاہئے۔ بشرطیکہ وہ وید کے خلاف نہوں۔ کاشتکاروں، سوداگروں، مویشی چرانے

والوں، ساہوکاروں اور کاریگروں کی ان کے پیشے کے متعلق مقدمات میں رائے لینی چاہئے۔ انصاف میں دور اندیشی، مکانات اور ممکنات کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ اور ان تمام کو غور کرنیکے بعد مناسب فیصلہ دینا چاہئے۔ مجرم کو پہلے جرم کے لئے تنبیہ ضروری ہے۔ دوسری دفعہ کے لئے سخت ذہنی، تیسری دفعہ جرم کے لئے جرمانہ اور اس کے بعد سخت سزا اور بار بار جرم پر قتل کرنا۔

مناسب سود پانچ فیصدی ہے باقی سال کے لئے ہیرا ان معہ یا ایک ماہ کیلئے ۵ [illegible] اگر سود بڑھتے بڑھتے زیادہ تک اور نزدیک جائے تو وہ اصل کے برابر ہونا چاہئے۔ اگر کوئی چیز رہن کی جائے تو اس پر کوئی سود نہیں ہوتا۔ سود در سود کو [illegible] کہا جاتا ہے۔ نابالغ کا روپیہ، امانت، ڈیپازٹ اور عورت کا روپیہ، رحم اور برہمن کا روپیہ اس شخص کی ملکیت نہیں ہو جاتا جس کے ہاتھ میں رہے۔ بلکہ من کی حالتیں بھی اگر بیس سال تک دوسرے کے قبضہ میں رہے تو اس کی ملکیت ہو جاتی ہے۔

نائب جج ملک، ضلع، شہر، چھاؤنی یا مقام کے تمام مقدمات کا فیصلہ کریں۔ دونوں پارٹیوں کے عرضی میں وقت، مقام، ذات، خاندانی نام اور اصلی نام اور پیشہ وغیرہ اور معاملات کی تشریح ترتیب وار ہونی چاہئے۔ فساد یا تجارتی معاملے کے سوا ہر ایک [illegible] کو [illegible] یا شہادت کار کو پیش کرنا ضروری ہے فیصلے چار حصے ہوتے ہیں۔ اصول عمل، واقعات اور حکم۔ ہر حصہ آخری پچھلے حصے سے زیادہ زوردار ہوتا ہے۔ جو شخص جعلی سکے بنائے، وزن یا ترازو بناتا ہے جس سے بیشی کمی ہو اس کا ایک ہاتھ کاٹ دینا چاہئے یا اس پر چار صد [illegible] جرمانہ کرنا چاہئے۔ معاون جرم کو بھی ملزم کی طرح سزا ملنی چاہئے۔ سوداگران جن کے پاس روپیہ ہو، گودام وغیرہ میں رہنا چاہئے۔ رات کے وقت اگر اس حالت میں کوئی چیز چوری جائے تو گاؤں کے چوکیدار کو اسکی تلافی کرنی چاہئے اور اگر مال گاؤں سے باہر رہتے ہوئے چوری جائے تو امیگریشن آفیسر کو اسکی تلافی کرنی چاہئے۔

اگر سڑک پر کسی گاڑی سے کسی شخص کو ضرب آجائے اور گاڑیبان لڑکا یا نابالغ ہو تو گاڑی کے مالک یا کسی بزرگ آدمی کو سزا دینی چاہئے۔ اگر کوئی بزرگ آدمی نہیں ہے تو گاڑی کو سرکار ضبط کرے۔

کسی کی روزی بند کر دینا، جرم کی اشاعت، جلا وطن یا داغ کرنا عام سزائیں ہیں۔ ملزم کو اسکی طاقت اس کے جرم کی اکثریت اور جرم کرنے میں چالاکی کے مطابق سزا دینی چاہئے۔ مقدمہ کی تفتیش میں گواہی کے ذریعہ سچائی تک پہنچنا چاہئے۔ گواہی تحریری ہو یا زبانی جج خود راجہ ہو یا اس کا مقرر کردہ مجسٹریٹ یا عالم برہمن یعنی ثالث ہو۔ لیکن راجہ اسکی پیداوار، عورت اور اس کی پیداوار کے تمام مقدمات کا فوراً فیصلہ کر دینا چاہئے ورنہ انکی پیداوار کا نقصان ہوگا۔

غزل!

(از جناب کوثر قریشی میرٹھی)

انجم و کہکشاں سے دور عرش سے لامکاں سے دور
ہو گئے تم جہاں نہیں دور میں وہ یہاں سے دور

اب تو نہیں ہے چارہ ساز منزل جسم و جاں سے دور
عشق کی راہ گزر ہے حسن کے آستاں سے دور

ان کا نشان بے نشاں ان کی نمود بے نمود
وہ ہیں جسم و جاں کے پاس وہ ہیں جسم و جاں سے دور

دولت دل تو لوٹ لی تم نے نگاہ ناز سے
اب مجھے بھی لوٹ لو میں بھی ہوں کارواں سے دور

جس کا نظام ہے نظام جس میں نہ صبح ہو نہ شام
اب وہ جہاں بنائیں گے ہم کہیں اس جہاں سے دور

آہ یہ بے خودی عشق یہ بھی خبر نہیں مجھے
دور ہے مجھ سے کارواں یا ہوں میں کارواں سے دور

قلب کی بے کلی حرام، عشق کی بندگی حرام
آپ کی یاد کے بغیر آپ کے آستاں سے دور

دل کی یہ بے قراریاں آئیں کام آگئیں
برق تڑپ کے رہ گئی آج کچھ آشیاں سے دور

کوثر دل ربیدہ آ اور کہیں لگائیں لو
کعبہ آستاں سے دور آہن تپاں سے دور

پچھلے صفحے سے آگے

رہا تک اور مہترانی بھی آ گئے۔ اس گاؤں کے میاں صاحب کی ایک لڑکی ایک دوسری جگہ بیاہی ہوئی تھی۔ انھوں نے یہ فوج … دیکھی بھی تو اپنا … کے لئے چیزوں لوٹ لے گئے … تک … گاؤں … پورا فوج اور کھانا ان بیچاروں کا … دربیں لگا دی۔

دوسرے روز بارات … ماموں صاحب اپنی فوج کے ساتھ … آگئے۔ بارات میں تقریباً ایک ہزار … جن میں پانچ سو مرد تو ماموں صاحب … غنیمت سمجھئے کہ یہاں براتوں کا رواج … ہزار آدمی کی برات جس … اس غریب کا تو دیوالہ ہی نکل جاتا۔ … ہوش و حواس گم ہو جاتے۔ کھانے پلانے کا سوال تو بعد میں پیدا ہوتا۔

جہاں برات جا رہی تھی اس گاؤں کے قریب پہنچنے پر پانی بہت زور و شور سے برسنے لگا۔ سب کو یقین ہو گیا کہ دلہا دلہن نے کڑھائی ضرور چاٹی تھی۔ کسی طرح ندی نالے پار کرکے گاؤں تک پہنچے۔ … گاؤں بڑا تھا۔ … کے آدمی ایک دوسرے کو اچھی طرح نہیں پہچانتے تھے۔ تقریباً دس ہزار کی آبادی ہو گی۔ اس آندھی پانی میں کون کسی کو پوچھتا۔ برات منتشر ہو گئی اور جس کو جہاں جگہ ملی وہیں اس نے پناہ لی۔

صرف میرے ماموں صاحب کی فوج ترتیب سے چلی جا رہی تھی۔ جو لوگ استقبال کے لئے آئے تھے انھوں نے انہی کو پوری برات سمجھا اور ایک باغ کی طرف اشارہ کر دیا اور پھر ایسے غائب ہوئے کہ ان کا پتہ ہی نہ چلا۔

ماموں صاحب اس باغ میں تو گئے نہیں ایک بہت بڑی چوپال دیکھ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ دیہاتوں میں یہ بات اچھی ہوتی ہے کہ لڑکی کی شادی کے وقت سارے گاؤں والے اپنی ہی لڑکی کی شادی سمجھتے ہیں۔ اس لئے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ دوسرے روز کی شام تک کسی نے یہ نہ پوچھا کہ کون کہاں ہے؟

کھانے پینے کے بارے میں پوچھنا تو ایک بیہودہ بات تھی۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ گراموفون کی بات سن کر سارا گاؤں اکٹھا ہو گیا۔ گراموفون اس سے پہلے شاید کسی نے دیکھا نہیں تھا۔ اس لئے کوئی کہنے لگا کہ صندوق میں کوئی بیٹھا ہے اور کوئی کہتا تھا کہ جادو سے گانا ہوتا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔

دوسرے دن شام کو ناچ تھا۔ اس زمانے میں ناچ کی بڑی دھوم تھی اور دیہاتوں میں تو اب تک یہ رواج ہے کہ ناچ کا بلاوا دور دور تک آتا ہے۔ محفل میں ماموں صاحب اور ان کی فوج کے لئے ایک لوہا … خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔

جب ماموں صاحب محفل میں پہنچے تو سب لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ناچنے والی نے بڑے تپاک سے مجرا کیا۔ ماموں صاحب تو سادے لباس میں تھے مگر ان کے ملازم زری کی اچکنیں اور صافے پہنے ہوئے تھے اور زر لو … لمبے تھے۔ انھوں نے ایک طرف منہ کیا تو ایک نوکر پان کا ڈبہ لے کر حاضر ہو گیا اور دوسری طرف منہ کیا تو اگالدان پہنچ گیا۔

ناچ شروع ہوا تو باقاعدہ ویل … ہوا۔ ماموں صاحب نے ناچنے والی کے آگے پانچ روپے کا نوٹ پھینک دیا۔ ان کے ایک رشتہ دار ساتھ والے صاحب نے برابری میں پانچ روپے پھینکے۔ دس روپے، بیس روپے، پچیس روپے اور پھر اسی طرح پچاس روپے تک … پھر ماموں صاحب نے تاؤ میں آ کر ہیرے کی انگوٹھی اتار کر ناچنے والی کے آگے ڈال دی۔ اب تو … صاحب بہت گھبرائے۔ چاروں طرف سے آوازیں آئیں … ایک رشتہ دار … برابری کرنے … چپکے سے کھسک گئے۔

ذرا دیر کے بعد ماموں صاحب اٹھ گئے اور ان کے ساتھ ساری محفل اٹھ گئی۔

تیسرے روز برات رخصت ہوئی۔ ماموں صاحب اور ان کی فوج کو نہ تو براتیوں نے پانی کو پوچھا نہ گھرانیوں نے۔ اتنا بڑا جنجال کون پالتا۔ ماموں صاحب ناراض ہو کر سیدھے گھر لوٹ آئے۔ یہاں

گویا چوہا

امریکہ میں "منی" نام کا ایک گویا چوہا ہے جو وائٹ میں کا ستارہ مانا گیا ہے۔ یہ چوہا وائرلیس پر بڑی خوبی سے سریلے گانے گاتا ہے جس مالک کے یہ چوہا ہاتھ لگا ہے اس نے اس کا ایک بہت بڑی رقم میں بیمہ کرا لیا ہے۔

کتوں کے دانت سونے کے

امریکہ میں سگ پرستی انتہا کو پہنچ گئی ہے امریکہ

چچی صاحب کو سارا قصہ سنایا گیا۔ … ہزاروں روپوں پر پانی پھر چکا تھا مگر انھیں پرواہ نہ تھی۔ انھوں نے اتنا ہی کہا:

"بیٹا خوب کیا! اب وہ کمبخت پھر کبھی کس منہ سے نیوتہ دیں گے؟"

واقعی ان لوگوں کا پھر کبھی نیوتہ دینا ناممکن ہو گیا تھا۔ ایسا نیوتہ ہری … کے یہاں پہنچ گئے تو نیوتہ دینے … اور لڑکی والے دونوں کا دیوالہ نکل جائے گا۔ ہمارے دیہات اسی قسم کے نیوتے سے تباہ … اور بڑی ناکوں نے مارے ہی تو تباہ ہو چکے ہیں۔

جب تک شادی کے اخراجات اور تقریبوں کی نمائش ہمارے یہاں نہ ہو گی تب تک یہی حال رہے گا۔ ہم لوگوں کو خواہ مخواہ بڑے آدمی بننے کی ہوس نہ جانے کیوں ہے، اور ہمارے بڑے آدمیوں کو اس قسم کی تباہی کی عادت نہ جانے کیوں ہو گئی ہے؟

میں عورتوں کی سگ پرستی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے شوہروں سے زیادہ کتوں کے آرام اور آسائش کا خیال رکھتی ہیں۔

کتوں کے ان شوقینوں نے اب یہ سلسلہ شروع کر دیا ہے کہ کتوں کے دانت سونے کے بنوائے جا رہے ہیں چنانچہ اس وقت امریکہ میں ہزاروں کتے ایسے موجود ہیں جن کے دانت سونے کے ڈلے کی طرح ہر وقت چمکتے رہتے ہیں۔

پچھلے صفحہ سے

نرملا نے آنکھیں جھپکیں "ناتھ ——"

بات حلق میں اٹک گئی، نرملا نے پتی کے گلے میں باہیں ڈال دیں، مگر ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی کندن نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ موت نے گلا دبوچ لیا تھا۔ "نرملا" نرملا ابھی نیند سو رہی تھی، اس کے کریا کرم کے لئے اس کے پاس کیا رکھا تھا۔ محلہ کے لوگ کندن سے بہتے ہوئے آنسو دیکھ رہے تھے نرملا کی لاش کو دیکھ رہے تھے۔

"رام نام ست ہے" کہتے ہوئے کسی کی ارتھی کے پیچھے گرتا پڑتا کندن بھی کسی کا تعاقب کر رہا تھا۔

"ارے ظالمو! میری نرملا کو کہاں لے جا رہے ہو، اسے چھوڑ دو، دیکھو اس کا بچہ ماں کو بلا رہا ہے، مجھے پکار رہا ہے"

شمشان کے بھڑکتے ہوئے شعلے کسی کو گود میں لئے ہمیشہ کے لئے کسی کا وجود جلا کر راکھ کر رہے تھے۔ جلتی ہوئی ہڈیاں تڑ تڑا رہی تھیں، روتی ہوئی آنکھیں نرملا کو بغور دیکھ رہی تھیں جو انکے دیکھتے دیکھتے راکھ کی ڈھیری بن گئی۔

وہ آنسو بہاتا ہوا گھر آیا، آج وہ دنیا میں اکیلا تھا، کوئی اس کے ساتھ آنسو بہانے والا نہ تھا۔ کوٹھری اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی، نرملا کی موت نے اس کا دل توڑ دیا۔ کمر توڑ دی۔!

(۴)

وہ اگلے روز سیٹھ امبا پرشاد کے پاس گیا، منیم کے ساتھ کام کر رہا تھا، موٹی موٹی رقموں کا جوڑ لگا رہا تھا اسے نوکری کرتے ہوئے کئی ہفتے گزر گئے، دل دھڑک رہا تھا، بہتے ہوئے آنسو ایک دو بھر کو رکتے نہ تھے، وہ آنکھوں کے آگے بچہ کی موت کا منظر دیکھ رہا تھا، نرملا کی بھیانک صورت کو دیکھ رہا تھا جو فاقے کرتے کرتے مر گئے۔ بھوک نے ان کی آنتیں کھینچ لیں، گلا گھونٹ دیا۔ اس نے منیم کو دیکھا جو حساب کی پڑتال کر رہا تھا۔ منیم نے ماتھے کی شکن ابھار کر کہا:

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا آپ کام کیا کرتے ہیں، آج سے آپ کی نوکری ختم، حساب کر لیں۔ سیٹھ جی سے بول دیا ہے"

"منیم جی" وہ متعجب ہو کر بولا،

"بس بس میں کچھ سننا نہیں چاہتا" منیم نے تجوری میں ہاتھ ڈالا، دس روپے نکالتے ہوئے بولا، لیجئے یہ آپ کی تنخواہ ہے، تشریف لے جایئے"

چاندی کے چند گول گول ٹکڑے اس کے ہاتھ میں تھے، یہ ایک مہینے کی طلب تھی، مگر اب کیا کمائے گا اور کس کے لئے کمائے گا۔ وہ تمام رات سوچتا رہا۔ متواتر چار روز بازاروں میں چکر کاٹتا رہا، جب شہر میں کسی نے اسے نہ پوچھا۔ غم ماندہ کہاں روتے روتے جسم کا خون آنکھوں سے بہا رہا تھا۔ رات کی تاریکی میں کوٹھری میں پڑا پڑا کروٹیں لے رہا تھا۔ روتے روتے آنکھ لگ گئی، اسے ایسا معلوم ہوا، نرملا بچے کو گود میں لئے کھڑی ہے، پتی کو مغموم دیکھ کر آنسو بہا رہی ہے، بچہ ننھی ننھی آنکھیں کھولے ہوئے ننھے ننھے ہاتھوں کے اشاروں سے باپ کو بلا رہا ہے۔ بیوی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی ہے، وہ چونک پڑا، آنکھیں ملتا ہوا اٹھا۔ کیواڑ کھول کر گلی میں جھانک کر دیکھا۔ گھٹا ٹوپ تاریکی کا راج تھا۔ کہیں کہیں آسمان پر کوئی ستارہ ٹمٹما رہا تھا، وہ تیزی سے لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا جا رہا تھا، کہاں؟ جہاں اس نے جگر کے ٹکڑے کو لہروں کی آغوش میں ڈال دیا تھا، جس کے کنارے اس کی نرملا راکھ کا ڈھیر ہو گئی تھی، وہ بغور کنارے پر کھڑا لہروں کو دیکھ رہا تھا، جمنا بھرپور بہہ رہی تھی، جب لہریں اچھل رہی تھیں، کندن کے مغموم چہرے پر ایک مسکراہٹ نمودار ہوئی بہتے ہوئے پانی میں کود پڑا پانی میں کسی چیز کے ڈوبنے کی آواز آئی ایک بڑی مچھلی کود کر آگے بڑھی آسمان پر ایک ستارہ ٹوٹا۔ لہریں کسی کو بہا لے گئیں۔ زندگی کا عقدہ موت نے حل کر دیا۔

(نوٹ:۔ اس افسانے کے تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔ ایڈیٹر)

لطیفے

عاشق:۔ میں نے تمہارے باپ سے کہا کہ میں آپ کی بیٹی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

محبوبہ:۔ تو انھوں نے کیا جواب دیا۔

عاشق:۔ یہ کہ تجہیز و تکفین کے مصارف میں بخوشی برداشت کروں گا۔

ایک دوست:۔ اگر کسی کی محبت میں کامیابی حاصل نہ ہو تو کیا کرنا چاہئے۔

دوسرا دوست:۔ خودکشی۔

تیسرا دوست:۔ لیکن میرے خیال میں ہیں خودکشی کی اطلاع محبوبہ کی بجائے پولیس کو کر دی جائے تو زیادہ مناسب ہوگا اور ملاقات کے ذرائع زیادہ وسیع ہو جائیں گے۔

مجسٹریٹ:۔ (ملزم سے) بڑی شرم کی بات ہے تم نے مستغیث کا ہاتھ توڑ ڈالا۔ اگر وہ اس کے جواب میں تمہاری ٹانگ توڑ دیتا۔

ملزم:۔ غالباً ہم دونوں میں سے کوئی بھی آپ کے پاس نہ آتا۔

مزاحیہ فلموں کی ضرورت

از جناب ظہور حسن ڈار، امرتسر

کسی نقاد نے کیا خوب کہا تھا کہ ہمارے ہندوستانی فلم سازوں کو بھیڑ چال چلنے کی عادت چھوڑ دینی چاہیئے اگر خوش قسمتی سے ایک آدھ فلم ساز کوئی نئی چیز پیش کر دیتا ہے تو تمام اس کی پیروی کرتے چلے جاتے ہیں، مثلاً نیو تھیٹرز نے "دیو داس" تیار کیا۔ چونکہ فلم میں ایک نیا تخیل پیش کیا گیا تھا، اس لئے بہت پسند کیا گیا۔ مگر ہمارے ہندوستانی فلم سازوں نے اسے خدا کی رحمت سمجھا، اور اسی موضوع پر فلم بنانے شروع کر دئیے جو بھی فلم دیکھا وہی تخیل وہی زاد یہ وہی کہانی، فرق اتنا تھا کہ نام اور تھا۔ بنانے والے مختلف تھے اور کہانی کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا تھا۔

اسی طرح موجودہ دور میں پنجابی فلمیں بڑی تیزی سے بن رہی ہیں ہر ایک فلم ساز پنجابی فلمیں بنانے کی دُھن میں لگا ہوا ہے مگر کوئی نئی چیز پیش نہیں کرتا سب کے سب انہیں پرانے اور فرسودہ قصوں مثلاً ہیر رانجھا لیلےٰ مجنوں اور شیریں فرہاد کو رٹ رہے ہیں،

یہ تو ہیں ہمارے فلم سازوں کی بھیڑ چال کے نمونے اب ذرا ان کی لاپرواہی پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے،

غالباً فلم بین طبقہ میں غالب عنصر ان لوگوں کا ہے جو دن بھر کی محنت، مشقت یا لفکرات کے بعد شام کو محض اس لئے سنیما ہال میں چلے جاتے ہیں کہ وہاں انہیں خوشی اور اطمینان بھی حاصل ہوگا یا دوسرے لفظوں میں دل لگا رہے مگر جب پیسے خرچ کرنے کے بعد بھی وہ کوئی ٹریجڈی فلم دیکھ لیتے ہیں تو مرے کو مارے شاہ مدار کے مصداق بیچارے روتے ہوئے سنیما ہال سے باہر نکلتے ہیں،

میں اسی سلسلہ میں آپ کے سامنے تصویر کے دونوں رخ پیش کرتا ہوں۔ فلم ... کی نمائش ہو رہی تھی، فلم ٹریجک تھی اگرچہ چارلی کی مضحکہ خیز حرکات سے ہال گونج اٹھتا تھا مگر پھر بھی جب تصویر ختم ہوئی اور لوگ ہال سے باہر نکلے تو میں نے دیکھا کہ اکثر لوگوں کی آنکھوں میں آنسو امڈ رہے تھے عین اسی وقت بالمقابل سینما کا شو بھی ختم ہوا۔ ... اور لوگ باہر نکلے مگر کس حالت میں ہنستے ہیں زور زور سے قہقہے لگاتے ہیں اور ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ بھئی فلاں سین پر تو ہمارے پیسے وصول ہو گئے، غالباً وہاں کسی مزاحیہ فلم کی نمائش ہو رہی تھی مگر ہمارے ہندوستانی فلم ساز مزاحیہ فلموں کی اہمیت سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اس کے برعکس یورپین فلم ساز مزاحیہ فلموں کا ضرورت سے زیادہ خیال رکھتے ہیں ان کے یہاں مزاحیہ فلموں کے بنانے کے لئے الگ الگ

کارٹون تو چھوڑ ہی دیجئے، یہ فن تو ہندوستانی فلم سازوں میں بالکل ہی مفقود ہے۔ بڑی جرأت اور ہمت سے پربھات فلم کمپنی نے ایک ہی کارٹون جمبو کاکا کے نام سے بنایا تھا مگر اس کے فوراً بعد اس کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور آج تک کسی نے کوئی کارٹون فلم تیار نہیں کیا۔

رہی بات مزاحیہ فلموں کی۔ تو کسی وقت رنجیت کی فلموں میں یہ بات پائی جاتی تھی۔ مگر وہ مذاق انسانیت سے گرا ہوا ہوتا تھا۔

لوگ اب مذاق چاہتے ہیں جو انسانیت سے بھی گرا ہوا نہ ہو اور ہو بھی ایسا کہ بس ہنستے ہنستے پسلیاں درد کرنے لگیں،

ہندوستان میں چارلی کیتنب، ڈیبائی اور نواب وغیرہ کو کسی حد تک مہذب ظرافت کا حامل سمجھا جا سکتا ہے اور اگر ان سے کام لیا جائے تو یہ بہترین مزاحیہ اداکار ثابت ہو سکتے ہیں،

بلکہ میرا تو خیال ہے کہ کولمبیا کے تین مسخروں کی طرح ہندوستان کے بھی تین مزاحیہ اداکاروں کو اسی طرح فلمیں بنانی چاہئیں میرا خیال ہے کہ انہیں بہت پسند کیا جائے گا۔ اگر ہمارے فلم ساز مزاحیہ فلموں کی طرف متوجہ ہو جائیں تو بہت ممکن ہے انہیں عام فلموں سے جو منافع ہوتا ہے اس سے دگنا منافع حاصل ہو اور پبلک کی خواہش بھی پوری ہو جائے،

اقوالِ زرّین

اگر ایک ہیرے یا پھول کی بجائے ہم ایک خوبصورت خیال اپنے وفادار دوست کی نذر کر سکیں تو یہ نذرانہ فرشتوں کے عطیہ کی مانند ہوگا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

ضمیر کی آواز کو کچلنے والے لوگ جلد ہی اپنی خودداری سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں،

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

حقیقی مسرت دوستوں کی کثرت میں نہیں بلکہ ان کی قدر و منزلت اور انتخاب میں ہے،

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

تم کو ہمیشہ کوشش پر بھروسہ کرنا چاہیئے اتفاقات پر بھروسہ کرنا عقلمندوں کا شیوہ نہیں۔

(پچھلے صفحہ سے آگے)

تازہ ترین خبر ہے کہ برطانیہ کی ہوائی لڑائی میں کل ۲۶ جرمن جہاز تباہ کئے گئے۔ چار انگریزی ہوائی جہاز برباد ہوئے۔ کل رات لندن پر جرمن ہوائی جہازوں نے ایک نئے ڈھنگ سے حملہ کیا۔ جرمن ہوائی جہاز بہت اونچے اور بہت تیز اڑ رہے تھے۔ انگریزی توپوں نے بڑے زور سے گولے پھینکے اس سے وہ لندن کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ بلکہ آس پاس گولے برسا کر چلے گئے۔ جرمن ہوائی جہازوں نے ویلز اسکاٹ لینڈ اور انگلینڈ کے دوسرے حصوں پر بمباری کی۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے سکرٹری آف سٹیٹ مسٹر کارڈل ہل نے اخبار نویسوں کی ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے ... کہ چین پر امریکہ کی غیر ملکی پالیسی ... نے مزید فرمایا کہ ... یہ کہا جا رہا ہے کہ امریکہ جاپان کے پھیلاؤ کی مخالفت کر رہا ہے اگر امریکہ نے لڑائی میں حصہ لیا تو جاپان اپنی طاقت سے ساتھ جرمنی کی امداد کریگا امریکہ میں ملک کی حفاظت کی تدبیر پر تیزی سے عمل کیا جا رہا ہے

مہاتما گاندھی اپنے سکرٹری مہادیو ڈیسائی کے ساتھ شملہ ... "منو" میں راجکماری امرت کور اور سردار ... سنگھ کے پاس گئے مہاتما جی خوش و خرم نظر آتے تھے۔ آج بعد دوپہر ... کو

پربھات نگر کی خبریں

مسٹر شانتارام کے دوسرے فلم یعنی "عمر خیام" کی ابتدائی تیاریاں ابھی سے شروع کر دی گئی ہیں آرٹ کے شعبے میں سید فتح راج صاحب کی نگرانی میں اس فلم سے متعلقہ ساز و سامان بنایا جا رہا ہے

"عمر خیام" کے مکالمے ہندوستان کے مشہور ادیب ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی کی نگرانی میں لکھے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب جامعہ ملیہ میں ایک بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کو اردو فارسی کے علاوہ اور کئی زبانوں پر عبور حاصل ہے۔

سنت گیانیشور

پربھات کے "سنت گیانیشور" فلم کو ہر جگہ غیر مسبوق کامیابی حاصل ہوئی ہے بمبئی میں تو یہ ابھی تک چل رہا ہے خیال ہے کہ یہ دیوالی تک اسی طرح چلتا رہیگا

پڑوسی

جب کہ نام سے ظاہر ہے دو پڑوسیوں کی داستان ہے جو مسٹر شانتارام آپ کو اپنے مخصوص انداز میں سنائیں گے مسٹر شانتارام بالکل نئے انداز میں ڈائرکٹ کر رہے ہیں

فلم نرسی بھگت کا ایک سین جوکہ ناولٹی ٹاکیز میں چل رہا ہے

امیر کرناٹکی
جو کہ نرسی بھگت میں کام
کر رہی ہے

فلم سول میرج کی مس پربھا - جو کہ جگت ٹاکیز میں چل رہا ہے

فلم گھر کی رانی کا ایک سین
جو کہ موتی ٹاکیز میں چل رہا ہے

آج کا ہندوستان جو کہ سنگھم ٹاکیز میں ۴ اکتوبر سے چلیگا

لائیف بوائے صابون میں ایک خاص صحت
کی حفاظت کرنے والا جزو ہے.

LIFEBUOY SOAP

L. 30-66 UD. LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

لیلی کے
تھن ارا روٹ

LILY BISCUIT Co. THIN ARROWROOT CALCUTTA

بسکٹ
سب کے لئے نہایت لذیذ
صحت اور تندرستی بخش ہیں
لیلی بسکٹ کمپنی
کلکتہ ——— بمبئی
LILY BISCUIT COY.,
CALCUTTA — BOMBAY

Delhi Agents :—
SRI RAM SURI.
Qutab Road. Delhi.

رام بان
چورن

جسم کے تمام امراض معدہ کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں. اور معدہ کو قدرتی طور پر درست کرنے کا واحد علاج رام بان
ہے. اس کے استعمال سے درد شکم. بدہضمی. چھاتی کی جلن اور جی متلانا وغیرہ جادو کی طرح دور
ہو جاتے ہیں. گھر میں. سفر میں. ریل میں یا جہاز میں ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھیئے.
ترتیار کردہ ہرنارائن گوپی ناتھ سوداگران اچار مربہ کھاری باؤلی دہلی کناٹ پلیس نئی دہلی

گھر کا
ڈاکٹر

Printed and Published by Dharampal Gupta at the Tej Press, Burn Bastion Road, Delhi.

TEJ Illustrated WEEKLY

قیمت دو آنے 2 Price ANNAS

گوالیار کی ایک فیکٹری میں دن رات فوجی خیمے تیار کئے جارہے ہیں

No. 295 DELHI 29TH OCTOBER 1940 VOL. No 18

ایسٹرن گروپ کانفرنس کے برطانوی ڈیلیگیشن کے لیڈر سر الگزینڈر راجر ملٹری افسر کے ساتھ کانفرنس میں جا رہے ہیں

ایسٹرن گروپ کانفرنس کے ہندوستانی نمائندے سر ظفر اللہ خاں اسٹاف افسر میجر میچل کے ساتھ کانفرنس میں جا رہے ہیں

معمہ نمبر (۱۷) کا صحیح حل حسب ذیل ہے:

س	ر	س	ک	ن	د	ر	ج	ی	ا	ت
ا	کھ	ا	ڑ	ہ		ے	ج		س	ر
ڈھ	ا	ن		ا	و	ز	ا	ن		ک
و		س		ن	ا	ہ	م		ن	ی
د	ہ		ش	ا	ل			ل	ق	ب
ن	ا	ف			د		م	ا	ش	
	تھ		ا	س			د			ل
س		ک	ء		بھ	ی	د	ی		ہ
ر	ہ	ا	ء	ی		ش		س	ی	ر
ا		ہ	ل			م	ش	ر	ق	ی
ع	ز	ل		خ	و	ر	ا	ک		ن

تیج ویکلی کراس ورڈ معمہ نمبر (۱۸)

دیوالی کے مسرت انگیز موقعہ پر انعام میں اضافہ

ہم نے "دیوالی" کے تیوہار کے کیف پرور حالات کا خیال رکھ کر نئے معمہ یعنی معمہ نمبر ۱۸ کے لئے انعام میں ایک گرانقدر اضافہ کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں

۵۳۵ روپے کے نقد انعامات

تقسیم کئے جائیں گے!

اور فیس داخلہ فی نقشہ پہلے ہی کی طرح صرف ۴ر ہوگی

تفصیل کیلئے صفحہ ۲۱ و ۲۲ ملاحظہ فرمایئے

اب تک ہم تیج ویکلی کراس ورڈ کے سترہ معموں میں مبلغ پانچہزار پانچسو تیس روپے کے نقد انعامات تقسیم کر چکے ہیں اور یہ انعامات ہندوستان کے مختلف صوبوں کے مختلف مقامات تک پہنچے ہیں۔ ہمارے پاس اس سلسلہ کے بہت سے تعریفی خطوط موجود ہیں جو گنجائش ہونے پر وقتاً فوقتاً شائع بھی ہوتے رہتے ہیں!

آپ بھی معمہ نمبر (۱۸) میں شریک ہو کر بڑی انعامات کی مستحق ہو جائیں

آج کی خبریں

جرمنی پر برطانی جہازوں کی بمباری

کارخانوں میں آگ لگ گئی

لندن-۲۶ اکتوبر۔ برطانی ہوائی جہازوں نے پھر بھی جرمنی اور جرمنی کے مقبوضہ علاقوں پر شدید بمباری کی۔ شمالی جرمنی میں بہت سے تیل کے کارخانوں، فرانسیسی بندرگاہوں اور جو کیوں پر بم برسائے … ہوائی اڈوں پر بھی۔ جہازوں کے کارخانے اور پاور اسٹیشن میں زبردست آگ لگ گئی۔ ہمبرگ میں دو کس ایمسٹرڈم میں ہوائی اڈے، ہمبرگ، بریمن اور … میں تیل کے تالابوں پر بم برسائے گئے۔ بولون کی بندرگاہ پر بھی زبردست بمباری کی گئی کہ سب سے بھاری آگ لگ گئی۔ اس کے … کئی جگہ جرمنی کی لمبی مار والی توپوں کے ٹھکانوں میں آگ لگا دی گئی۔ دو کئی ہوائی اڈوں پر بھی بم برسائے گئے۔

فرانسیسی چیمبر کا سابق صدر گرفتار

برلن-۲۵ اکتوبر۔ ٹرانس اوشن جرمن نیوز ایجنسی کا بیان ہے کہ ایم ہیریٹ سابق صدر فرانسیسی چیمبر … کو ایک خفیہ مقدمہ کے زیر حراست لے لیا گیا ہے۔

برطانیہ پر جرمن حملوں میں کمی

برطانی جہازوں کی سرگرمیاں

لندن-۲۶ اکتوبر۔ آج دن میں برطانیہ پر جرمن حملوں کا زور کم تھا۔ لیکن کل رات بڑے علاقہ پر جرمن جہازوں نے برطانیہ پر بمباری کی۔ آج دن میں مڈلینڈ کے کئی مقامات پر بم گرائے گئے جن سے کچھ مکان برباد ہوگئیں اور چند آدمی مارے گئے۔ کل رات لندن پر بہت سے بم پھینکے گئے جن سے تین جگہوں پر بڑی آگ لگ گئی جو جلد ہی بجھا دی گئی۔ جرمنوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس بمباری میں ۵ سو جرمن جہازوں نے حصہ لیا۔

کل رات کو جرمن لمبی مار والی توپوں نے … برطانوی جہازوں کے قافلے پر گولے پھینکے مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ جرمن جہازوں نے بھی قافلے پر بم گرانے کی کوشش کی مگر فوراً برطانوی جہازوں نے انہیں مار بھگایا۔ جرمن توپوں کے گولوں سے ڈوور میں ۳ آدمی مرے اور کچھ زخمی ہوئے۔

اٹلی کی فوجی چھاؤنی پر برطانی حملہ

لندن-۲۶ اکتوبر۔ اٹلی نے … بیان جاری کر … سیدی برانی کے مشرق میں اطالوی فوجی چھاؤنی پر برطانی سمندری بیڑے نے گولے برسائے۔

نیز یہ بھی کہا ہے کہ تبروک کی بندرگاہ پر اطالوی ہوائی جہازوں نے بمباری کی۔

مصیبت زدہ فرانسیسیوں سے ہمدردی

مارشل پیتاں کو ملک معظم کا پیغام

لندن-۲۶ اکتوبر۔ لندن میں سرکاری طور پر اس اطلاع کو ٹھیک بتایا جاتا ہے کہ ملک معظم نے مارشل پیتاں کو ایک پیغام دیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ مصیبتوں کے مارے فرانسیسیوں سے انہیں پوری ہمدردی ہے اور انہیں برطانیہ کی فتح میں پکا یقین ہے۔ بادشاہ سلامت نے کہا ہے کہ ہماری فتح میں فرانس بھی حصہ دار ہوگا۔

فرانس جرمنی کی امداد کرے گا

ایک دوسرے کی امداد کرنے کا فیصلہ

مارشل پیتاں اور ہٹلر کے درمیان معاہدہ

لندن-۲۶ اکتوبر۔ لاسلکی ریڈیو نے بیان کیا ہے کہ وشی سے سرکاری طور پر اس امر کا اعلان کیا گیا ہے کہ مارشل پیتاں اور ہر ہٹلر نے اپنی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کی امداد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سرکاری اعلان میں مزید مظہر ہے کہ ۲۴ اکتوبر کو مارشل پیتاں اور ہر ہٹلر کے درمیان بہترین فضا کے ماتحت ملاقات ہوئی۔ ہر ہٹلر نے مارشل پیتاں کا شایان شان استقبال کیا۔ دونوں شخصیتوں نے پہلے حالات کا عام جائزہ لیا اور پھر یورپ میں امن قائم کرنے کے مسئلہ پر گفت و شنید کی۔ پھر دونوں … کے درمیان اصولی طور پر ایک دوسرے کی امداد کرنے کے متعلق فیصلہ کیا گیا۔ یہ اصول کس طرح پر کام میں لایا جائے گا اس کا بعد میں فیصلہ کیا جائے گا۔

آج وشی میں کابینہ کی میٹنگ کے بعد یہ اعلان شائع کیا گیا:-

وزراء کی کونسل کی میٹنگ مارشل پیتاں کی زیر صدارت پانچ بجے منعقد ہوئی۔ مارشل پیتاں اور ایم لاول نے ہر ہٹلر کے ساتھ اپنی ملاقات کا حال بتایا۔ ملاقات کے وقت ہر وان ربن ٹراپ بھی موجود تھے۔ وزراء کی کونسل نے اتفاق رائے سے مارشل پیتاں اور ایم لاول کے بیان کی تصدیق کی۔

جاپانیوں نے برما روڈ کے دو پل اڑا دیئے

ٹوکیو-۲۶ اکتوبر۔ جاپانیوں کا دعویٰ ہے کہ دشمن کے فی کو ننگ کے دو پلوں کو اڑا کر انہوں نے برما روڈ کو بے کار کر دیا ہے۔

انڈوچائنا اور تھائی لینڈ کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ تھائی لینڈ نے انڈوچائنا کو کوئی الٹی میٹم نہیں دیا۔

جنگ اور نوآبادیات کا اتحاد

جنرل سمٹس کا پیغام

جوہانسبرگ-۲۶ اکتوبر۔ جنوبی افریقہ کے وزیر اعظم جنرل سمٹس نے دہلی … ایسٹرن گروپ کانفرنس کے افتتاح کے سلسلہ میں ایک سٹیٹمنٹ دیا۔ پیغام کے دوران میں لکھا ہے کہ نوآبادیات جنگ میں ایک دوسرے سے زیادہ متحد ہو جائیں گی۔

سنگاپور میں جاپانیوں کی گرفتاری

جاسوسی کے الزام میں مقدمہ پیش ہوگا

سنگاپور-۲۶ اکتوبر۔ دو ماہ ہوئے کہ سنگاپور میں ۶ جاپانیوں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اب ان کے خلاف مقدمہ عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ ان کے خلاف یہ الزام ہے کہ انہوں نے جاسوسی کی اور برطانوی افواج اور ہوائی جہازوں کی نقل و حرکت معلوم کرنا چاہی نیز انہوں نے سنگاپور کی پوزیشن معلوم کرنا چاہی۔

سیلون کانگریس کا وفد

گاندھی جی سے ملاقات کرے گا

واردھا-۲۶ اکتوبر۔ سیلون کے کانگریسی وفد کے اراکین آئندہ اتوار کو یہاں پہنچ رہے ہیں جبکہ آپ گاندھی جی سے ملاقات کریں گے۔ اس کے بعد آپ دہلی کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ (ا۔پ)

آل پارٹیز کانفرنس

مسٹر اینے کی تجویز

پونہ-۲۶ اکتوبر۔ اپنی ۶۱ویں سالگرہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر ایم۔ ایس۔ اینے نے ایک تجویز پیش کی کہ ہندوستان کے موجودہ سیاسی جمود کو حل کرنے کے لئے ایک آل پارٹیز سیاسی کانفرنس بلائی جائے۔

آپ نے پاکستانی اسکیم کی مخالفت کی اور ہندوستانی لیڈروں سے متحد ہو کر کوئی فارمولا تلاش کرنے کی اپیل کی۔ (ا۔پ)

بمبئی میں طوفان کی تباہ کاریاں

ورلی میں سب سے زیادہ نقصان

بمبئی-۲۶ اکتوبر۔ پچھلے دنوں بمبئی میں جو طوفان آیا تھا اس سے ورلی کے علاقہ کو سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔ تھانہ ضلع کے نقصان کا جو اندازہ کیا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۶ آدمی ہلاک ہوئے ہیں۔ ۱۰ کشتیاں غرق ہوگئیں۔

برطانی جہازوں پر کنٹرول

رومانیہ کی حکومت کا اعلان

(رائٹر سپیشل سروس)

صوفیہ-۲۶ اکتوبر۔ نازی دباؤ کے ماتحت رومانیہ کی حکومت نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس کی رو سے رومانیہ کے سمندروں میں موجود تمام برطانی جہازوں پر رومانیہ کی حکومت نے قبضہ کر لیا ہے۔

ایک اور سیگفریڈ لائن کی تعمیر

لڑائی طول کھینچے گی

لندن-۲۶ اکتوبر۔ ٹائمز کا فوجی نامہ نگار لکھتا ہے کہ گذشتہ چند دنوں سے دنیا کی نظریں جنگ کے اس رخ کی طرف لگی ہوئی ہیں جو اٹلی اور جرمنی کی اسپین اور فرانس سے ملاقاتوں کے نتیجہ کے طور پر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ فوجی حلقوں کا خیال ہے کہ جنگ … اب اور بھی وسیع ہو جائے۔ جرمن فوجیں اور مزدور اس وقت فرانس اور بلجیم کے ساحلوں کے ساتھ ساتھ حفاظتی قلعے تیار کر رہے ہیں جس کا یہ مطلب ہے کہ ہٹلر ایک اور سیگفریڈ لائن تیار کر رہا ہے۔

شاہ کیرول کی امریکہ سے اپیل

واشنگٹن-۲۶ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ سابق شاہ کیرول آف رومانیہ نے جو آجکل ہسپانیہ میں ایک ہوٹل میں نظر بند ہیں ولایات متحدہ امریکہ سے اپیل کی ہے کہ وہ اس معاملہ میں ہسپانیہ کے حکام سے مداخلت کریں۔

سیام کی سرحد پر ہند چینی کی فوجیں

شنگھائی-۲۶ اکتوبر۔ نیم سرکاری جاپانی حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ ہند چینی نے ایک ہزار سپاہی سیام کے جنوب مشرقی سرحد پر بھیجے ہیں۔ اس کے علاوہ تین اگن بوٹ … کشتیاں بھی … کے نزدیک جمع کر دی ہیں جو ساحل سیام پر گشت کرتی رہیں گی۔

پچھلے صفحہ سے

انسانی آزادی!

انسانی زندگی کا مستقبل یقیناً جمہوریت کے ہاتھ میں ہے لیکن اس قسم کی جمہوریت کے ہاتھ میں نہیں ہے جس کی تعریف میں لینن نے کہا تھا کہ "یہ دولتمندوں کا ایک ہتھیار ہے" جمہوریت کو اگر کوئی مفید اور ترقی پسند طاقت بننا ہے تو اسے سرمایہ پرستوں کی حکمرانی سے پاک ہونا چاہیئے اب صرف اسی تبدیل شدہ حالت میں جمہوری اداروں کی اصلی سپرٹ زندہ رکھی جاسکتی ہے۔

جس وقت تک جمہوریت نسبتاً محفوظ تھی اور ڈکٹیٹری حکومت کا خطرہ دنیا کے سامنے نہیں آیا تھا جمہوری قوانین میں لوگوں کی شہری اور دینی آزادی کی جو تحفظ موجود تھا اسے کافی سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً والٹیر، روسو وغیرہ کے حامیوں کو غالباً یہ معلوم ہی نہ تھا کہ انسانی حقوق جمہوری شہریت کے مخصوص اور ضروری لوازم ہیں داخل ہیں اور ڈکٹیٹری نظام میں یہ حقوق کسی طرح باقی نہیں رہ سکتے۔

نازی تشدد نے اس وقت آزادی کے انہیں حقوق کو تقریباً سارے یورپ سے چھین لیا ہے شہری اور آئینی آزادیاں تباہ ہوگئی ہیں سوویٹ روس کے پاس بھی ایک خاص قسم کا اپنا نظام موجود ہے لیکن یہ سسٹم بھی خالص جمہوریت سے دور ہے۔ جہاں تک شہری آزادی کے مسئلہ کا تعلق ہے غالباً نازی اور کمیونسٹ طرز حکومت میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاسکتا یہ دونوں طریقے انسانی حقوق ہی کا خاتمہ کر دیتے ہیں جو جمہوری آئین کی روح رواں ہیں۔

وہ فرانس جو براعظم یورپ کی سرزمین پر جمہوریت کا آخری قلعہ سمجھا جاتا تھا آج نازیوں کے ہاتھوں میں ہے اور وہ پیرس جو انقلابی خیالات کا سرچشمہ تھا۔ نازی "گسٹاپو" (خفیہ پولیس) کی گرفت میں ہے نئے آئین فرانس نے اس تیسری ریپبلک کا خاتمہ کر دیا ہے جو ستر برس سے شاندار کامیابی کے ساتھ چلائی جارہی تھی اور اس کی جگہ پر مارشل پیٹین کو فرانسیسی "فیوہرر" بنا کر ایک ڈکٹیٹری قائم کر دیا گیا ہے انگلستان اب تنہا لڑ رہا ہے اور اس کے باشندوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ تمام قربانیاں پیش کرتے ہوئے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ جمہوریت پرستوں کو فتح حاصل نہ ہو جائے جیسا کہ برطانوی وزیر اعظم نے کہا تھا اب انگلستان ہی آزادی و جمہوریت کا تنہا محافظ ہے۔

اہم ترین مسئلہ!

اب وقت کا اہم ترین مسئلہ یہ بن گیا ہے کہ دنیائے مستقبل میں آزادی کا تحفظ کیونکر کیا جائے وہ لوگ جو آزادی سے محبت رکھتے ہیں، اسی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے ہیں کہ جنگ کے بعد زمانے کا کیا حال اور بین الاقوامی رشتہ کی کیا نوعیت ہوگی؟ اس سلسلہ میں دو چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں ایک تو جمہوری اصولوں کو برقرار رکھنے کے لئے فاشزم کی شکست اور دوسرے اختتام جنگ پر دنیا میں امن قائم ہوتے ہی دنیا کی سیاسیات اور اقتصادیات کی نئی تشکیل۔

ان مقاصد کے پیش نظر پہلا عمل یہ ہونا چاہیئے کہ ۱۹۱۹ء کی غلطیاں ہرحال میں ترک کر دی جائیں اور امن صرف اس غرض سے قائم نہ کیا جائے کہ چند اقوام یا فاتح اقوام ہی اس سے فائدہ اٹھائیں بلکہ تمام بنی نوع انسان مستفید ہوں مشہور مؤرخ و مصنف مسٹر ایچ۔ جی۔ ویلز نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ "انسان کے حقوق" کے متعلق اب آخری فیصلہ ہو جانا چاہیئے اور ان حقوق کی مکمل تعریف و تشریح کر دینی چاہیئے۔

موجودہ دنیا ایک ہیجان میں مبتلا ہے اور عالمگیر انقلاب ہماری توقعات سے پہلے آگیا ہے سوال یہ ہے کہ اس انقلاب کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس نتیجہ کو کیا شکل و صورت دینے کا کام کن ہاتھوں میں ہوگا اسی مسئلہ کے حل پر انسانی آزادی کے مستقبل کا انحصار ہوگا۔ کارلائل کہتا ہے:

"دنیا کی عظیم ترین شے انصاف ہے، اور اگرچہ کوئی ناانصافی کچھ دنوں تک قائم رہتی ہے اور بظاہر کامیاب نظر آتی ہے تاہم اسکی آخری شکست بہت ہی مکمل اور ہیبت ناک ہوتی ہے۔"

نصیحت!

اگر تم اپنا مکان پہاڑی پر بناتے ہو تو جنگلی درندوں سے کیوں خوف کھاتے ہو؟

اگر تم اپنا مکان سمندر کے کنارے بناتے ہو تو اسکی لہروں کا کیا ڈر ہے؟

اور اگر تمہارا مکان شہر میں ہے تو شور و غوغا سے کیوں خائف ہوتے ہو؟

اس دنیا میں ہمیں طعن و تشنیع کو بلا چون و چرا برداشت کرنا چاہیئے

اگر نیک تباہ و برباد بھی ہوجائیں تو وہ نیک ہی رہیں گے لیکن اگر بد تباہ ہوں تو وہ کہیں کے نہیں رہتے۔ اگر سونے کا برتن ٹوٹ جائے تو وہ پھر بھی سونا ہی رہتا ہے، لیکن اگر مٹی کا برتن ٹوٹ جائے تو وہ کسی کام کا نہیں رہتا۔

"ہریجن" کی اشاعت ملتوی

مہاتما گاندھی نے سہ روزہ اخبار "ہریجن" کی اشاعت ملتوی کردی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اخبار ہریجن کے ایڈیٹر کو داردھا کے چیف مجسٹریٹ نے بذریعہ ایک خط لکھا تھا کہ شری ونوبا بھاوے کے ستیہ گرہ اور ان کی تقریروں اور ان کے واقعات کا کوئی حال "ہریجن" میں اس وقت تک نہ شائع کیا جائے جب تک (اچھی پریس) ڈائرکٹر دہلی سے دریافت نہ کرلیا جائے۔ اس لئے کہ اخبار موصوف کا ایڈیٹر بھی ڈیفنس آف انڈیا رولز کے عمل سے متعلق رہے۔ مہاتما گاندھی نے اس کے متعلق ایک بیان شائع کیا ہے جو اخبارات میں آچکا ہے اور جو ... میں ہز ایکسیلنسی وائسرائے سے خط و کتابت کر رہے ہیں۔ اس سے "ہریجن" کی اشاعت ملتوی کردی گئی ہے۔ یہ التواء عارضی ہے یا غیر معینہ مدت تک رہے گا۔ اس کا فیصلہ مہاتما جی سے مذکورہ بالا خط و کتابت کے نتیجہ پر موقوف رکھا ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں یہ فرمایا ہے کہ ستیاگرہ کے اصولی منصب سے پریس کی آزادی کا مسئلہ جداگانہ ہے اور حکومت کے اس جابرانہ "مشورہ" کو آپ نے اسی زاویۂ نگاہ سے دیکھا ہے۔ "ہریجن" کے ساتھ ساتھ "ہریجن بندھو" اور "ہریجن سیوک" اخبارات کی اشاعت بھی ملتوی کردی گئی ہے۔

بہر حال ہندوستان کو دانستہ اور نادانستہ گاندھی جی کی خط و کتابت کے نتیجہ کا انتظار رہے گا اور اس انتظار کے دوران میں ہم ہز ایکسیلنسی سے یہ اپیل کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ اس نازک ترین معاملہ کو صحیح نقطۂ نگاہ سے دیکھیں گے۔ مہاتما جی نے ابھی یہ فیصلہ بھی نہیں کیا ہے کہ دوسرا قدم آپ کب اور کس حالت میں اٹھائیں گے۔ حکومت اگر چاہے تو اس وقت بھی فائدہ اٹھا کر اپنی طرف سے کوئی مفید عملی اقدام کرسکتی ہے۔

یو پی میں مشترک وزارت کی کوشش

مسٹر ایم۔ این۔ رائے جو کسی زمانہ میں بڑے "انقلابی" سمجھے جاتے تھے اب کس منزل کی طرف جا رہے ہیں یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کچھ دنوں سے آپ نے کانگریس کی مخالفت کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے اور اب سننے میں آیا ہے کہ آپ اسر جے۔ پی۔ سریواستو اور نواب صاحب چھتاری وغیرہ سے یو۔ پی۔ میں ایک مشترک وزارت قائم کرنے کی فکر میں ہیں۔ مسٹر رائے کی سرگرمیاں اس قدر بدنام ہوچکی ہیں کہ ان پر تبصرہ کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اس وقت غالباً اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ یو۔ پی۔ اسمبلی کی کانگریس پارٹی کے چند ممبر جیل میں ہیں اور وزارت بنانے والوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں وہ اپنے لئے اکثریت حاصل کرلیں گے۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوگا۔ اور جو کانگریسی ایم۔ ایل۔ اے حضرات جیل میں ہیں وہ مزید شہر انبار کرلیں گے اور ممبری سے مستعفی ہوجائیں گے اور ان کی خالی نشستوں کے لئے نیا انتخاب ضروری ہوگا۔ ایسی حالت میں یہ اتنی جب کبھی رجعت پسندوں کے حق میں ہوسکتی ہے؟ غالباً اس کی کوئی توقع نہیں ہے اور ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ یو۔ پی۔ میں مسٹر رائے کی کوششوں کے باوجود کوئی ایسی مشترک وزارت قائم نہیں کی جاسکے گی جو چند روز بھی ٹھہر سکے۔

ڈاکٹر ٹیگور کی صحت

ملک کے تمام حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہندوستان کے شاعر اعظم ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور اب اس خطرہ سے باہر ہوگئے ہیں جس میں آپ کی سخت علالت نے آپ کو ڈال دیا تھا۔ ڈاکٹروں نے اعلان کیا ہے کہ اب آپ روبصحت ہیں۔ لیکن چونکہ آپ بہت زیادہ کمزور ہوگئے ہیں اس لئے کامل طور پر آپ کے صحت یاب ہونے میں کافی مدت لگے گی۔ مہاتما گاندھی نے بھی صحت یابی پر ڈاکٹر ٹیگور کو مبارکباد دی ہے اور یہ کہا ہے کہ وہ "اینڈریوز میموریل" کے لئے چندہ جمع کرنے سے کبھی غافل نہ ہوں گے۔ ہم بھی ڈاکٹر ٹیگور کی صحت یابی پر اظہار مسرت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ پرماتما انہیں ملک کی خدمت کیلئے بہت طویل حیات عطا فرمائے۔

ایک روپیہ کا نوٹ

خبر ہے کہ حکومت ہند ایک روپے والے نوٹوں کو بہتر قسم کے کاغذ پر چھاپنے کا انتظام کر رہی ہے تاکہ ان کے چلنے میں آسانی ہو اور ان کی شکل و صورت کو بار بار بدلنا نہ پڑے۔ یہ تجویز یقیناً معقول ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ خیال ہے کہ ایک روپیہ کے نوٹ کا موجودہ سائز عوام میں مقبول نہیں ہے۔ یہ سائز بہت ہی چھوٹا ہے اور شاعرانہ الفاظ میں موسم خزاں کے پتوں کی طرح ہوا کی ہلکی سے ہلکی جنبش اس نوٹ کو اڑا کر لے جاسکتی ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اسے زیادہ پسندیدہ اور کارآمد بنانے کے لئے اس کو زیادہ وزنی کاغذ پر چھاپا جائے اور اس کا سائز کسی قدر بڑا کردیا جائے۔

تحریک خلافت

سر محمد یعقوب کو ان دنوں یہ فکر لاحق ہوگئی ہے کہ اس "خلافت آرگنائزیشن" کو جس کا وجود اب باقی نہیں ہے از سر نو زندہ کیا جائے اور تحریک خلافت کو پہلے کی طرح زور و شور سے چلایا جائے۔ آپ کا خیال ہے کہ اس تحریک سے اسلامی ممالک کو بہت فائدہ پہنچا تھا۔ ہم اس خیال پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے لیکن تاریخی حقیقت نے سبھی مسلم ہے کہ ترکی نے خود بخود خلافت کا خاتمہ کردیا اور اس مسئلہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔ جہاں تک اسلامی ممالک کی حفاظت کا تعلق ہے ہم خود اس کے حامی ہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ خود ہندوستان کی حفاظت کے ساتھ بھی مغربی ڈکٹیٹروں کی دستبرد سے مشرق کے تمام اسلامی ممالک مثلاً مصر، عرب، شام، ایران وغیرہ کا تحفظ ضروری ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب علی برادران تحریک خلافت کے باعث جیلوں کی طرف جا رہے تھے اس وقت سر محمد یعقوب کہاں تھے اور ان کے جوش و خروش کو کیا ہوگیا تھا؟ بات یہ ہے کہ اس وقت کانگریس اور خلافت دونوں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں اور خلافت کی تحریک میں شرکت قربانیوں کی طالب تھی۔ اب صورت حال جداگانہ ہے۔

اینڈرسن شیلٹر

ہوائی حملے سے تحفظ کے لئے انگلستان میں جو "شیلٹرز" (Shelters) یعنی پناہ کی زمین دوز جگہیں بنائی گئی ہیں ان کا نام موجد کے نام سے منسوب کرکے "اینڈرسن شیلٹر" رکھا گیا ہے۔ ایک خبر کہتی ہے کہ بمبئی میں اس طرح کی تقریباً ایک درجن جائے پناہ تعمیر کی گئی ہیں اور ان کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ چونکہ ایسی جگہ صرف ایک سو اسی روپے کے خرچ سے چار آدمیوں کو ہوائی حملوں سے محفوظ کرسکتی ہے اس لئے اس کا بنانا آسان ہے۔ بڑی بڑی زمین دوز گہری پناہ گاہیں اگرچہ زیادہ محفوظ ہوتی ہیں لیکن ان پر تقریباً تین ہزار روپے صرف ہوتے ہیں۔ اس لئے بڑے اور گنجان آبادی والے شہروں کے لئے "اینڈرسن شیلٹر" زیادہ کارآمد ہیں۔ دوسرے ساحلی شہروں کراچی، کلکتہ، مدراس وغیرہ کے متعلق کوئی اطلاع ہم تک نہیں پہنچی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ملک کے اندرونی بڑے شہروں مثلاً دہلی وغیرہ کے لئے کیا ہو رہا ہے؟

مردم شماری کے لئے ایک نئی تجویز

صوبہ بہار کا جو علاقہ "چھوٹا ناگپور" کے نام سے مشہور ہے وہ زیادہ تر ہندوستان کے پراچین باشندوں مثلاً منڈا، اڑاؤں، کول، بھیل وغیرہ قوموں سے آباد ہے۔ گذشتہ مردم شماری (۱۹۳۱ء) میں ان لوگوں کو "ہندو" کے خانہ میں درج کیا گیا تھا یہی طرز عمل قطعاً صحیح تھا، کیونکہ یہ سب کے سب ہندو ہی ہیں اور ہندو دیوتاؤں اور دیویوں ہی کی پوجا کرتے ہیں۔ اب حکومت نے یہ ہدایت کی ہے کہ مردم شماری کے خانوں میں ان کا مذہب ان کی مختلف "ذاتوں" کے لحاظ سے درج کیا جائے۔ اس پر ان لوگوں نے اعتراض کیا ہے اور وہ اپنے کو "ہندو" کی حیثیت سے درج کرانا چاہتے ہیں۔ جب خود ان کا مطالبہ یہ ہے تو حکومت کیوں اسے تسلیم نہیں کرتی اور کیوں نئے نئے معیار پیدا کر رہی ہے؟ کیا مذہب کا ادنیٰ اصول یہ نہیں ہے کہ جو شخص اپنا جو مذہب بتلائے اور جس مذہب میں رہنے کا اعتراف کرے اس کا وہی مذہب تسلیم کرلیا جائے؟

مانچسٹر گارڈین کی تجویز

کچھ روز ہوئے اخبار "مانچسٹر گارڈین" نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ وزیر ہند مسٹر ایمرے کو خود ہندوستان آکر گفت و شنید کے ذریعہ معاملات کو سلجھانے اور جمود کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اخبار مذکور نے پھر اس تجویز کو دہرایا ہے لیکن اب کے اس میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ مسٹر ایمرے کے ساتھ برطانی نو آبادیات کا بھی کوئی مشہور آدمی ہونا چاہئے۔ جو ہندوستانیوں کو ڈومینین اسٹیٹس کے معنی اور تمام عملی پہلو اچھی طرح سمجھا سکے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستانی ایسے بھولے بھالے بچے ہیں کہ ڈومینین اسٹیٹس کی اصلیت کو سمجھتے ہی نہیں۔ ہم تجویز کرتے ہیں کہ ڈومینین کا کوئی سب سے بڑا سیاست داں ہندوستان بھیج دیا جائے۔ مہاتما گاندھی یا پنڈت جواہر لال نہرو یا راشٹرپتی آزاد یا کانگریس ورکنگ کمیٹی کا ہر ممبر، یا ہر لیڈر یا ہندوستانی اخبار کا ایڈیٹر اس شخص کو ڈومینین اسٹیٹس کا مطلب سمجھا دے گا۔ سوال معنی و مطلب کا نہیں ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ ہندوستان اس چیز کے معنی سمجھ کر ہی کیا کرے گا جسے کسی معین وقت کے اندر دینے کا وعدہ ہی نہیں کیا گیا ہے۔ ہندوستان تو جو کچھ چاہتا ہے وہ ابھی اور اسی وقت چاہتا ہے اور اگر برطانی حکومت اسے دینے کو تیار نہیں ہے تو مسٹر ایمرے کو دوران جنگ میں اس دور کے تکلیف دہ سفر کی کیا ضرورت ہے؟

دہلی میں ایسٹرن گروپ کانفرنس کے چند اراکین

مسٹر ٹے لین ٹیک
ممبر ملایا ڈیلیگیشن

مسٹر ڈبلو اے ڈون
ممبر ملایا ڈیلیگیشن

مسٹر ایچ فارتھ ھنٹ
ممبر ملایا ڈیلیگیشن

مسٹر جیاوار دینا
سکریٹری سیلون ڈیلیگیشن

مسٹر جی سی ایس کوریا
ممبر سیلون ڈیلیگیشن

مسٹر ایچ جے مکسوم
ممبر سیلون ڈیلیگیشن

سر فلپ میچل
ممبر مشرقی افریقہ ڈیلیگیشن

مسٹر ڈی ایچ بالفور
ممبر سیلون ڈیلیگیشن

میجر بنٹنگ
ممبر مشرقی افریقہ ڈیلیگیشن

سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان لکھنؤ میں مسز شیوراجوتی نہرو اور ڈاکٹر کے ایل نہرو کے ساتھ

دریائے رہائن کے کنارے ایک دلکش شہر کا منظر

لشکر "گوالیار" سے میدان جنگ کے لئے [illegible] تیار ہو کر اسٹیشن جا رہے ہیں

برطانیہ کی ساحلی توپیں جن کے گولے رودبار انگلستان کو عبور کر کے یورپ میں گرتے ہیں

فرانسیسی بحری بیڑے کا ایک حصہ جو اب برطانیہ کے قبضہ میں ہے

اُوپر: ہال لاہور میں پنجاب یونیورسٹی یونین سوسائٹی کی طرف سے ایک کانسرٹ جس میں مس شیاما زتشی اور دوسری خواتین فن موسیقی کا کمال دکھلا رہی ہیں

صوبہ دہلی کے چیف کمشنر مسٹر ایسکویتھ کا فرید آباد میں پہلا سرکاری دورہ۔ آپ افسروں سے باتیں کر رہے ہیں

جنرل فرانکو

ہر ہٹلر

دونوں نے فرانس و اسپین کی سرحد پر ملاقات کرکے اہم مشورے کئے ہیں

خان بہادر اللہ بخش
سابق وزیراعظم سندھ
خبر ہے کہ آپ کانگریس سے مل کر سندھ میں مشترکہ وزارت قائم کرنے والے ہیں

دیوالی تاریخی نقطہ نگاہ سے

(از جناب ٹھاکر شکھ لال سنگھ روز گولڈ میڈلسٹ منشی و کامل کرنیوی)

منانے کو بشر ہر سال دیوالی مناتے ہیں ‖ خوشی سے مست ہو کر شوق میں دیوے جلاتے ہیں
ملکون دل سے بجز عیش سامیں گرے لگتے ہیں ‖ جوئے کے داؤں پر نادان سب کچھ ہار جاتے ہیں

مگر پھر بھی حقیقی راز سے ہیں بیشتر خالی
خوشی میں کہہ تو لیتے ہیں کہ آئی آئی دیوالی

ہے لب بالعین اپنا راز دیوالی بتا دینا ‖ دیتے ہیں انہیں خواب پریشاں سے جگا دینا
حجاب متصل روئے حقیقت سے ہٹا دینا ‖ پرانے عہد کے قصہ کو تھوڑا سے دوہرا دینا

بتاؤں کچھ کہ کیوں یہ رسم جاری ہے زمانے میں
ہے مضمر راز کیا اس دن چراغوں کے جلانے میں

وجے دشمی کے دن رگھوبر نے راون پر فتح پائی ‖ جلا وطنی کی مدت بھی ادھر بھی ختم ہو آئی
روانہ ہو چلے سوئے اجودھیا بن سے رگھورائی ‖ یہ وہ تیوہار ہے جس دن ملے بچھڑے ہوئے بھائی

اسی دن تو اودھ میں ہر طرف سے خوشی آئی
بڑی مدت کے بعد دل نے پھر سے زندگی پائی

بھرت نے جب سنا شری رام بن سے آج آئینگے ‖ تو خوش ہو کر کہا ہم قید غم سے چھوٹ جائینگے
رعایا نے کہا ہم درد و غم کو بھول جائینگے ‖ اسے جب دیکھ لیں گے ہم سکون قلب پائینگے

تو اظہار مسرت کیلئے دیپ جلائے تھے
رعایا نے بہم مل کر خوشی کے راگ گائے تھے

اسی دستور پر ہر سال یہ تیوہار ہوتا ہے ‖ برنگ طور روشن کوچہ و بازار ہوتا ہے
مے عشرت سے ہر پیر و جواں سرشار ہوتا ہے ‖ یہ وہ دن ہے فزوں نزہت میں گل سے خار ہوتا ہے

گلستاں میں نمایاں برگ گل سے شان یزداں ہے
ہر اک نخل چمن رشک نہال باغ رضواں ہے

معطر کر دیا عالم شمیم صحن بستاں نے ‖ کمر باندھی غزلخوانی پہ مرغان گلستاں نے
نیا جوبن نکھارا خار و گل نے سرو و ریحاں نے ‖ غرض خلعت بدل ڈالا جوانان گلستاں نے

منور ہو گیا ہر گوشۂ عالم چراغوں سے
فراغت پا چکے بیمار فرقت دل کے داغوں سے

اسی پردہ میں پنہاں ہے سلف کی داستاں یکسا تھی ‖ رفاقت جاں نثاری بھائیوں کے درمیاں کیا تھی
ہمارے منصب و اقبال کی روح رواں کیا تھی ‖ زباں والے سمجھتے ہیں کہ دلسوزی کی زباں کیا تھی

خدا وہ دل عطا کر دے کہ جس میں یہ خیال آئے
وطن کی بیکسی پر آنکھ میں اشک ملال آئے

ہمارا بخت خفتہ کاش پھر بیدار ہو جائے ‖ وطن کے ذرہ ذرہ سے حقیقی پیار ہو جائے
محبت کا زبان و دل سے پھر اظہار ہو جائے ‖ تو ہر معنی میں صحرائے وطن گلزار ہو جائے

چراغوں کی طرح دل نور عرفاں سے منور ہو
بصد عیش و طرب پھر روز دیوالی میسر ہو

دیوالی کا تیوہار

(از جناب ریاض الدین خمار شکوہ آبادی)

جاننے والے جانتے ہیں کہ دیوالی لکشمی پوجا کا دن ہے لیکن ہمارے کسان بھائی اور ان پڑھ مزدوروں کی سمجھ میں تو یہی آیا ہے کہ یہ ایک بڑا تیوہار ہے جس میں جوا کھیلنا خاص کام ہے۔ یعنی یہ بھی ایک دھرم شاستر کا سب سے ضروری حکم ہے جس کو نہ ماننے والا پاپ کا بھاگی ہوتا ہے لیکن اس میں ان غریبوں کا کیا دوش ہے۔ یہ تو سماج کا قصور ہے کہ اس کے نقصان کو جانتے ہوئے بھی لوگ چپ ہیں اور اسی وجہ سے کہ سماجی رواج کتنا ہی برا کیوں نہ ہو اس کو توڑنا یا نہ ماننا دنیا میں سب سے بڑا پاپ سمجھا جاتا ہے

دنیا جانتی ہے کہ جوا بربادی کی نیو ہے۔ دوسروں کو اپنی آنکھوں سے مٹتا دیکھتے ہیں خود بھی برباد ہو جاتے ہیں۔ اور دیوالی کے پوتر تیوہار پر تو ہر سال ہزاروں آدمی گھر سے بے گھر اور سینکڑوں کروڑپتی دانہ دانہ کو محتاج ہو جاتے ہیں پھر بھی دیوالی کے آتے ہی لوگ بالکل انجان اور اندھے بن جاتے ہیں۔ بھیک مانگیں۔ قرض لیں۔ چوری کریں۔ ڈاکہ ڈالیں غرض کچھ بھی کریں مگر جوا ضرور کھیلیں گے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس میں ہار جیت تقدیر کی بات ہے۔ اگر ایک ہارتا ہے تو دوسرا جیتتا ہے۔ ایک بگڑتا ہے تو دوسرا بنتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ دوسری بات یہ بھی تو ہے کہ جوئے کی ہار جیت اور ہار مرن ہے۔ کیونکہ جوئے میں جیتا ہوا روپیہ کبھی ٹھہرتا نہیں۔ اور جو ہارا جاتا ہے وہ کبھی لوٹتا نہیں ہے۔

خیر بات بڑھ گئی۔ ہمیں تو صرف اتنا کہنا تھا کہ دیوالی کا جوا بھی سماج کا ایک قانون بن گیا ہے جو دوسرے قانونوں سے بالکل الٹا ہے۔ یعنی اس کو ماننے والا برباد اور اس کو توڑنے والا آباد ہوتا ہے۔ کیونکہ سینہی رام اور اس کے بیٹے برجموہن کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔

سینہی رام کا باپ اتنا دھن چھوڑ کر مرا تھا کہ اگر سینہی رام اسے جوئے میں اس طرح برباد نہ کرتا تو اس کی کئی پیڑھیوں کے لئے کافی تھا۔ اور جوئے کو چھوڑ کر وہ چاہے جتنا خرچ کر لیتا اس کی زندگی تو آرام سے کٹ ہی جاتی کیونکہ گھر میں کل تین پرانی تھے ایک وہ خود ایک اس کی عورت اور ایک لڑکا۔

باپ کے مرنے کے بعد وہ کئی گاؤں کی زمینداری اور بے شمار نقدی کا مالک تھا۔ شہر میں جائداد بھی تھی اور گاؤں کے علاوہ اور پاس کے گاؤں میں اسی کی قدر تھی لیکن جب سے اسے جوئے کا چسکا لگا زمینداری میں وہ پہلی سی آمدنی نہ رہی۔ ہاں نقدی ابھی کافی تھی اور پچھلی دیوالی پر کوڑی بھی جلتی تو بہت کچھ دھن ہاتھ آ گیا تھا۔ اسی لئے کسی بات کی کمی نہ تھی جنہوں نے باپ کے آگے اس کے دروازے پر کسی جوگی تک کو نہ دیکھا تھا آج سینہی رام کے دروازے پر روز گانے بجانے اور ناچ رنگ دیکھتے تھے۔ یار دوستوں کا جمگھٹ رہتا تھا۔ خوب شراب اور بھنگ اڑتی تھی۔ بھلا کمی کس بات کی ہے۔

پچھلے سال کی طرح اس سال بھی دیوالی سے آٹھ دن پہلے ہی پرانے جواری اکٹھے ہونے لگے جس سیٹھ سے پار سال سینہی رام نے بیشمار دھن جیتا تھا اب کی بار پھر اس کے پاس روپیوں کی تھیلیاں اور نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر اس کا من ملو رہیں لینے لگا۔ اڈا جما اور کئی دن تک جوا ہوتا رہا۔ ہزاروں کے داؤں لگ رہے تھے۔ جن کے پاس تھوڑی پونجی تھی وہ تو ہار کر اپنا سا منہ لے کے چلتے بنے۔ آخر میں یہی دونوں پرانے کھلاڑی رہ گئے۔ ایک دن کئی داؤں لگاتار ہارنے پر سینہی رام جھنجھلا اٹھا اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب لگا دیا۔ یہ داؤں بھی خالی گیا جلدی سے اٹھا اور گھر کا سب گہنا پاتا نکال لایا اور سلا کر پھر ایک ہی داؤں پر لگا دیا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

عید مشترک

یوں تو اب تک بہت منائی عید ‖ لیکن ایسی کبھی نہ آئی عید
ہندو مسلم منائیں مل کے خوشی ‖ کہ دوالی کو ساتھ لائی عید

(خمار)

تو اور کہاں ؟"

"نہیں نہیں شیلا تم بڑا پاپ کر رہی ہو۔ بھگوان کو چھوڑ کر منش کی پوجا۔"

"میرے لئے تم دیوتا ہو، میں اپنے دیوتا کی پوجا کیوں نہ کروں۔"

سریش کے بے اختیار آنسو بہ نکلے۔ وہ بھرا کر بولا۔ شیلا تمہارے دیوتا تمہارے پتی ہیں تمہارا پریم ان کے لئے ہے۔ اگر غور سے دیکھو تو کیا سمجھو گے۔

"سمجھ گئے کیا؟ یہی کہ میں تمہارے پیچھے مر رہی ہوں؟" ——— اس کی گلابی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہہ رہے تھے۔

"تم اسے معمولی بات سمجھتی ہو ——— شیلا، ماموں تھی۔"

سریش کی جھلکتی ہوئی نظریں رمیش کی تصویر پر پڑیں جو دیوار کے ساتھ لٹک رہی تھی۔

"دیکھو شیلا رمیش تمہیں غور سے دیکھ رہے ہیں تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔" ——— شیلا نے تعجب سے سریش کو دیکھا پھر تصویر کو۔

"سریش جس دن سے دیوتا کا گھر ہوا اس دل میں کوئی اور نہیں سما سکتا"

"یہ تمہاری بھول ہے شیلا۔" ——— شیلا نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے سریش کو دیکھا جو بغور رمیش کی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

"رمیش مجھے معاف کرنا میں تمہاری عدم موجودگی میں شیلا سے باتیں کر رہا ہوں۔"

وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا تھا۔ شیلا اسے تعجب سے دیکھ رہی تھی، اس نے سریش کے ہاتھ پکڑ لئے، دونوں ہاتھوں کا ملنا تھا، تصویر تڑ سے فرش پر گر پڑی ——— دونوں چونک پڑے ٹوٹے ہوئے فریم کے ٹکڑے سریش کے ہاتھ میں تھے، اس نے تو ٹوٹا طاق میں رکھ دیا، ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا، دبے پاؤں نکل گیا

(۳)

"تمہیں کیا ہوا شیلا" رمیش مسکرا کر بولے، شیلا گم سم پلنگ پر پڑی تھی، آنکھ جھکا کر پتی کو دیکھا جو مسکرا رہے تھے، محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے!

"میں اچھی ہوں ناتھ!"

"ارے تمہارا جسم بھی گرم ہو رہا ہے؟"

"نہیں ناتھ میں بہت اچھی ہوں" پتی کے پاس مجھے کیوں تکلیف ہونے لگی۔ وہ مسکرا کر بولی۔ رمیش مطمئن ہو گئے وہ کیا جانیں شیلا کو کیا بیماری ہے۔ اس کا چہرہ کیوں اترا رہا ہے شیلا کو سریش سے محبت تھی۔

وہ محبت میں گھل رہی تھی، پتی دیو کے لئے جی رہی تھی، جو اس کے جسم کے مالک تھے، مگر پتی کو دل کے اندر داخل نہ کر سکی، اس کے دل میں سریش بس۔ ہاتھ، رمیش کیونکر سماتے؟ سریش سے اسے کیوں محبت ہے، وہ اکثر سوچتی، جانے پتا جی نے میرا بیاہ اس سے کیوں نہ کیا، ماتا جی کو بھی خیال نہ آیا۔ اگر سریش پرائے تھے، میں تو ان کی بیٹی تھی، کچھ میرا ہی خیال کرتے، ہم دونوں کی محبت کو دیکھتے ——— سب کے سب نفس سفید ہو گئے ——— وہ لڑکھڑا کر گر پڑی، اور کھانے کی طشتری ہاتھوں سے گر کر ٹوٹ گئی۔

"اندھی ہو گیا" ماس نے چلا کر کہا۔

"کچھ نہیں ماتا جی، ذرا پاؤں پھسل گیا تھا ——— !" آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو آنچل میں جذب

بہت محبت تھی ان کی وصیت کے مطابق میں تمہاری دیکھ بھال میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، تمہاری جائداد جوں کی توں کھڑی ہے سب کی آمدنی تمہارے نام بنک میں محفوظ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دوں۔ تم میری خواہش کو ٹھکرا رہے ہو؟"

"نہیں چاچا جی میں شادی نہیں کروں گا۔ آپ مجھے مجبور نہ کریں" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور باہر نکل گیا۔

"شیلا کو مجھ سے اب تک کس قدر محبت ہے؟" اس نے کہا۔

"غیروں کو ہو کے بھی میری رہی ہے میری پوجا کر رہی

واردات قلب

افسانہ

نہ تھی اچھا پن بھی کہہ رہی تھیں۔ کہ وہ بیمار رہتی ہے۔ کیا کون جانتا ہے کہ اس کی بربادی کا ذمہ دار میں ہوں میری وجہ سے وہ گھل رہی ہے۔

اس کے دل میں ایک چبھن محسوس ہوئی اس نے دل پر ہاتھ رکھا، کلیجہ دھڑک رہا تھا، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی دل پر نشتر لگا رہا ہے!

"اب میرا شیلا سے کیا واسطہ" وہ دبی آواز میں بولا۔

"وہ رمیش کی بیوی ہے پرائی عورت سے محبت کی باتیں کرنا جرم ہے"

وہ کانپ رہا تھا۔

"مجھے کیا ہو رہا ہے" اس نے کانپتے ہوئے جسم کو دیکھا جسم کا رواں رواں کانپ رہا تھا بدن میں ایک ارتعاش دوڑ رہا تھا۔

"چاچا جی میرا بیاہ کرنا چاہتے ہیں" وہ کھلکھلا کر ہنسا۔

"میرا بیاہ ہو گا، شیلا کیسے گی میں بیاہ نہیں کروں گا ——— وہ میرے لئے جی رہی ہے ——— کیا میں اس کے لئے زندہ رہ سکوں گا یقین نہیں آتا ——— یہ دل کی دھڑکن ——— پہلو میں میٹھا میٹھا درد ——— شیلا کی بے ہوش محبت کیا مجھے زندہ چھوڑیں گے ——— وہ چکر کھا کے ٹکرا کر زور سے گر پڑا، جگدیش اور شانتا دوڑ کر آئے۔

"ارے کیا ہوا تمہیں"

"کچھ نہیں چاچا جی، کل سے طبیعت کچھ معلوم نہیں ہوتی" وہ ہنس کر بولا۔

"تم نے کہا کیوں نہیں؟"

"بھلا معمولی تکلیف بھی کسی سے بیان کی جاتی ہے، میں نے تو یہی سوچا تھا کہ خود بخود دور ہو جائے گی!"

درد کی شدت سے کراہ رہا تھا، جگدیش اس کی تکلیف بھلا کیونکر دیکھ سکتے، دوڑے دوڑے ڈاکٹر کو لے آئے۔ دوائی دی گئی، مگر سریش کی حالت غیر تھی اور تکلیف بڑھ رہی تھی

(باقی اگلے صفحہ پر)

(باقی اگلے صفحہ پر)

تو کہاں ہے

(از جناب افضال احمد صاحب بی۔ اے)

پُر کیف نظاروں میں ☐ گلشن کی بہاروں میں
بجلی کے شراروں میں ☐ چھٹکے ہوئے تاروں میں

اب تو ہی بتا..... تجھکو.....!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں...؟

بلبل کے ترانوں میں ☐ طاؤس کی تانوں میں
تسبیح کے دانوں میں ☐ قمری کی اذانوں میں

اب تو ہی بتا..... تجھکو.....!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں...؟

گھنگھور گھٹاؤں میں ☐ کوئل کی صداؤں میں
ان ٹھنڈی ہواؤں میں ☐ بدمست فضاؤں میں

اب تو ہی بتا..... تجھکو.....!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں...؟

ساقی کے تبسم میں ☐ مطرب کے ترنم میں
موجوں کے تلاطم میں ☐ موسیقی کے تکلم میں

اب تو ہی بتا..... تجھکو.....!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں...؟

دہقان کی عسرت میں ☐ زردار کی راحت میں
مزدور کی محنت میں ☐ غم خوار کی شفقت میں

اب تو ہی بتا..... تجھکو.....!
ڈھونڈھوں تو کہاں ڈھونڈھوں...؟

کرتے ہوئے بولی۔

اسی روز سریش سے جگدیش بولے۔

"سریش میں تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں، مرحوم دوست کی نشانی ہو مرحوم کے ساتھ مجھے

ہے۔ آج اس کے بیاہ کو پورے دو برس ہو چکے ہیں، جب اس کا بیاہ ہوا تھا وہ کس قدر خوبصورت تھی، مگر ایک سال کے بعد جب میں نے اسے دیکھا تو اس کے چہرہ پر وہ ترو تازگی نہ تھی، وہ رعنائی

فلم کارپوریشن آف انڈیا لیمیٹڈ کلکتہ کا سوشل شاہکار " قیدی " میں مس مہتاب اور واسطی نے بہترین اداکاری کی ہے

فلم بندھن کا ایک سین جو کہ ...سنگ سنیما میں چل رہا ہے

فلم علی بابا چالیس چور کی ایک اداکار جو کہ سنگم ٹاکیز میں ۱ نومبر سے چلیگا

Regd. No. L. 1517

ماؤں اور اُن کے بچوں کو نیز تمام بال بچے والوں اور گھر باریوں کو 'لائیف بوائے صابون' کے ذریعے اپنی حفاظت کرنی لازم ہے۔ 'لائیف بوائے صابون' میں ایک خاص جزو ایسا موجود ہے جو غلاظت کو رفع کرنے سے صحت کی حفاظت کرتا ہے۔ لائیف بوائے سے جسم کو دھونے میں یہ فائدہ ہے کہ ایک تو تمام مٹی اور میل دھل جاتا ہے۔ دوسرے انسان اُن جراثیم کے خطرے سے محفوظ ہو جاتا ہے جو مٹی اور میل میں پرورش پا کر بیشمار مہلک امراض کا باعث بنتے ہیں۔

LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

Printed and Published by Ram Lal Verma at the Tej Press, Burn Bastion Road, Delhi